LIFE OF MUHAMMAD
Peace Be Upon Him

حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مصنّف
محمد حسین ہیکل

مترجم
محمد وقاص

Marfat.com

حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

محمد حسین ہیکل

مترجم

محمد وقاص

ترتیب جدید و تشکیل نو

قاری سیف اللہ خالد، جھنگ

ابو مخدوم زادہ شجاع آبادی

عبداللہ اکیڈمی

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

DATA ENTERED

Marfat.com

ہماری کتابیں ، معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اہتمام: سلمان منیر

١٤٥٤٤٥

نام کتاب — حیاتِ محمد ﷺ
مصنف — محمد حسین ہیکل
مترجم — محمد وقاص
ترتیب وتشکیل نو — قاری سیف اللہ خالد، جھنگ
ابومخدوم زادہ شجاع آبادی
اشاعت — 2011ء
مطبع — آر۔آر پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ — گُل گرافکس
قیمت — روپے

استدعا

پروردگارِ عالم کے فضل، کرم اور مہربانی سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ شکریہ۔ (ناشر)

Marfat.com

عنوانات

- دیباچہ ---------- 9
- مقدمہ طبع اوّل ---------- 11
- (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) ---------- 11
- قرآن میں جنابِ عیسیٰ و مریم علیہما السلام کا ذکرِ خیر ---------- 16
- مقدمہ طبع ثانی ---------- 34
- عرب اسلام سے پہلے ---------- 58
- مکہ مکرمہ کا محلِ وقوع ---------- 75
- آنحضرت ﷺ کی ولادت اور طفولیت ---------- 102
- عہدِ ولادت سے تزویج تک عبداللہ بن عبدالمطلب کا نکاح ---------- 103
- ازدواجی زندگی سے آغازِ بعثت تک ---------- 117
- بعثت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف با اسلام ہونے تک ---------- 129
- ورقہ بن نوفل سے گفتگو ---------- 130
- ایک تاریخی دستاویز بنو ہاشم کا معاشی مقاطعہ ---------- 156
- قریش کی ایذا رسانیاں ---------- 157
- معاشرتی مقاطعہ میں شکست سے معراج شریف تک ---------- 173
- حرمت کے چار مہینے اور دعوتِ اسلام ---------- 174
- واقعہ غرانیق ---------- 190
- بیعت عقبہ ---------- 198
- واقعاتِ ہجرت اور ہجرت سے پہلے کے واقعات ---------- 209
- حالاتِ ہجرت ---------- 210
- مدینہ منورہ کا ابتدائی دور ---------- 219

Marfat.com

✵	سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا مدینہ میں استقبال	220
✵	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور سرایا	289
✵	غزوات و سرایا کا آغاز	290
✵	غزوہ بدر کبریٰ	296
✵	بدر اور اُحد کا درمیانی وقفہ	319
✵	غزوہ اُحد	329
✵	غزوۂ احد کے اثرات	347
✵	غزوۂ خندق	370
✵	بنو قریظہ کے خاتمہ سے صلح حدیبیہ تک	391
✵	صلح حدیبیہ	409
✵	خالد بن ولیدؓ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے تک	419
✵	سلاطین عالم کو دعوت اسلام	422
✵	غزوۂ موتہ اور دُوسرے غزوات و سرایا	441
✵	فتح مکہ اور تطہیر کعبہ	450
✵	مدینہ طیبہ میں واپسی	466
✵	غزوۂ حنین اور طائف	468
✵	غزوۂ تبوک اور وفات ابراہیم رضی اللہ عنہ	476
✵	اہل کتاب سے حجۃ الوداع تک	485
✵	حجۃ الوداع	490
✵	علالت سے وصال تک	509
✵	رسول اللہ ﷺ کی تدفین	523
✵	حضور ﷺ کے معجزات	531
✵	فصل اول	532
✵	اعجاز القرآن کا بیان	532
✵	اعجاز القرآن کی پہلی وجہ فصاحت و بلاغت	633
✵	اعجاز القرآن کی دوسری وجہ نظم قرآن کا اسلوب بدیع	542
✵	اعجاز القرآن کی تیسری وجہ	546

Marfat.com

✵	غیب کی خبریں	546
✵	اعجاز القرآن کی چوتھی وجہ	576
✵	علوم القرآن	576
✵	قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کی مثالیں	581
✵	دیگر معجزات کا بیان	587
✵	اسراو معراج شریف	588
✵	شق القمر	589
✵	ردّ الشمس	590
✵	مُردوں کو زندہ کرنا	591
✵	انقلاب اعیان	592
✵	بچوں کی شہادت (گواہی)	593
✵	بیماروں کو شفا دینا	594
✵	طعام قلیل کو کثیر بنا دیا	595
✵	اجابت دُعا	598
✵	نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ	601
✵	انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہونا	603
✵	حیوانات کی اطاعت اور کلام	603
✵	اُونٹ کی شکایت اور سجدہ	603
✵	بکری کی اطاعت اور سجدہ	604
✵	بھیڑیے کی شہادت اور اطاعت	604
✵	شیر کی اطاعت	606
✵	نباتات کا کلام اطاعت اور اسلام کی شہادت	606
✵	جمادات کی اطاعت اور تسبیح و سلام	608
✵	مغیبات پر مطلع ہونا	611
✵	کفار پر اپنی امت کے غلبہ کی خبر دینا	620
✵	حضرت امام مہدی علیہ السلام	623
✵	ستون مسجد کی آہ وزاری	624

Marfat.com

✲	دجال لعین	625
✲	حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام	626
✲	یاجوج وماجوج	627
✲	دخان (دھواں)	628
✲	آفتاب کا مغرب سے نکلنا	628
✲	دابۃ الارض	628
✲	خانۂ کعبہ کا گرایا جانا	628
✲	ایک بڑی رگ	629
✲	نفخ صور	629
✲	حجاز کی آگ	629
✲	تاتاریوں کا فتنہ اور حادثۂ بغداد	631
✲	کعبہ شریف کی حجابت	634
✲	محاسن ظاہری و باطنی	634
✲	نصاریٰ کا اعتراض	635
✲	آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد کرام کا بیان	639
✲	خاتمہ	660
✲	حرفِ آخر	677
✲	مآخذ	678

☆☆☆

Marfat.com

انتساب

آپ ﷺ کے

حُسنِ اخلاق

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

دیباچہ

سیرت النبی ﷺ کا موضوع ایسا زندہ جاوید موضوع ہے، جس پر بے شمار کتب لکھی گئیں اور جب تک دنیا قائم ہے لکھی جاتی رہیں گی۔ اس موضوع کا مطالعہ نہ صرف وابستگان دامن رسالتمآب ﷺ کے لیے باعثِ تسکین جاں ہے بلکہ ان لوگوں کے لیے بھی دلچسپی کا باعث ہے جو کسی اور مذہب وملت سے متعلق ہیں لیکن شخصیاتِ عالم پر تحقیق و تجسس کا ذوق رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر ہزاروں کتابوں کو مقبولیتِ عامہ نصیب ہوئی اور لطف کی بات یہ ہے کہ ہر سیرت نگار اپنی وسعتِ علم وخداداد بصیرت وصلاحیت کے بقدر ہر دور میں بعض ایسے لعل و جواہر نکال لایا جن کی چمک دمک نے ایک بار پھر رسولِ عربی ﷺ کے حسن واحسان کی طرف لوگوں کی نظریں مبذول کرالیں، جیسا کہ عرض کیا یہ سلسلہ جاری وساری ہے اور زمانے کی رفتار کے مطابق تیز تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

''حیاتِ محمد ﷺ'' کا شمار اِن کتابوں میں ہوتا ہے جنہوں نے قارئین کے وسیع ترین حلقے کو گرویدہ کیا۔ اس کے مصنف محمد حسین ہیکل مصر کے نامور دانشور ہو گزرے ہیں۔ ان کے پیش نظر مستشرقین کی وہ علمی خیانتیں اور بد دیانتیاں تھیں جن کے ذریعے وہ یورپ اور مغربی دنیا کے عوام کو غلط فہمیوں میں مبتلا رکھ کر پیغمبر اسلام ﷺ کے دامنِ رحمت سے دانستہ طور پر دور رکھنا چاہتے تھے۔ ''حیاتِ محمد ﷺ'' کے مصنف نے ان کی خیانتوں کو طشت از بام کرنے کے جذبے سے قلم اٹھایا تھا جس میں وہ خاصے کامیاب بھی رہے لیکن شومئی قسمت کہ بعض مواقع پر بالخصوص رسول عربی ﷺ کے معراج کے حوالے سے وہ اُمت کے اکثریتی اور مبنی بر صداقت موقف سے اتفاق نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ معراج النبی ﷺ پر ان کا دامنِ تحریر انتہائی تنگ رہا اور وہ اپنے غیر مطمئن ذہن کی ناآسودگی اپنے قارئین کی نذر کر کے آگے چلتے بنے۔

Marfat.com

''حیاتِ محمد ﷺ'' کا اسلوبِ تحریر انتہائی دلکش ہے اور مصنف کے تجزیاتی ذوق نے اپنے فکر وفن کی جو گلکاریاں کی ہیں اس کی بناء پر کتاب کو زبردست پذیرائی ملی۔ دیگر زبانوں کی طرح اُردو میں بھی اس کے مختلف تراجم عوام میں مقبول ہوئے اور مختلف نشریاتی اداروں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اسے شائع کیا چنانچہ مشتاق بک کارنر نے بھی اس خوبصورت کتاب کی اشاعت کا ارادہ کیا ہے ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں ملتمس ہیں کہ وہ ذاتِ قدیر ان کی اس کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

معراج النبی ﷺ کے حوالے سے ہم مصنف کے نکتہ نظر سے متفق نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس موضوع پر اپنی طرف سے علماء اُمت کے تحقیقی موقف کا اضافہ کرتے ہوئے دلائل و براہین کے ذریعے معراجِ جسمانی کا اثبات کیا ہے، تاکہ عام قارئین کسی مخمصے میں مبتلا نہ ہوں، اُمید ہے قارئین ہمارے اس فیصلے کو نظرِ تحسین سے دیکھیں گے۔

ابو محمد مخدوم زادہ
شجاع آبادی

Marfat.com

مقدمہ طبع اوّل

Preface of the first Edition

(سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ)

یہی وہ مبارک نام نامی اسم گرامی ہے جو ہر روز کروڑوں لبوں پر آتا اور کروڑوں دلوں کو سرور و تازگی سے بھر دیتا ہے ہمارے یہ لب اور ہمارے یہ دل اسی نام سے ساڑھے چودہ سو سال سے لطف اندوز ہو رہے ہیں یہی نہیں لبوں اور دلوں کی یہ بہرہ مندی قیامت تک جاری رہنے والی ہے۔

جیسے ہی صبح صادق رات کی سیاہی پر نور چھڑکتی ہے۔ موذن ''الصلوٰۃ خیرٌ من النوم'' پکار کر بنی آدم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کرۂ ارض کے چپے چپے پر کروڑوں انسان حضور اکرم ﷺ پر درود وسلام کے تحفے پیش کرتے ہیں۔

اسی دن جیسے ہی مہر درخشاں زوال پذیر ہوتا ہے اور موذن ظہر کی نماز کے لیے پکارتا ہے تو ربع مسکوں پر بسنے والے ان گنت افراد پھر ایک بار دوبارہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود وسلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

اسی طرح پھر مغرب اور عشاء کے وقت مسلمان آنحضرت ﷺ کا نام انتہائی احترام وعقیدت سے لیتے ہیں۔ جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

حضور اکرم ﷺ سے مسلمانوں کی محبت وعقیدت کا یہ حال ہے کہ نمازوں میں جب بھی حضور ﷺ کا ذکر آتا ہے، دل فرطِ مسرت سے کھل اُٹھتا ہے۔ حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ احترام ومحبت کے یہ جذبات ہمیشہ وابستہ رہے ہیں اور آئندہ بھی ہمیشہ اسی طرح وابستہ رہیں گے۔

اسلام کو دنیا کے کونہ کونہ تک پھیلانے کے لیے حضور ﷺ کو زیادہ عرصے تک زحمت انتظار نہیں برداشت کرنا پڑی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات طیبہ ہی میں اسلام کی تکمیل فرمادی۔ آپ نے اسلام کی توسیع واشاعت میں کسریٰ، ہرقل اور دوسرے امراء کی طرف دعوتی خطوط بھیجے۔ نتیجتاً ڈیڑھ صدی کے اندر مغرب میں اندلس اور مشرق میں ہندوستان، ترکستان، افغانستان اور شام تک اسلام پھیل گیا۔ دوسری طرف عرب اور چین کے درمیانی ملکوں میں ہر خطے کے رہنے والے جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

مصر، برقہ، تیونس، الجزائر اور مراکش پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ یورپ، افریقہ اور عرب کے کونہ کونہ میں اسلام نفوذ

Marfat.com

پذیر ہو گیا۔ اندلس کے سوا ان تمام ملکوں پر ابھی تک اسلام کا علم لہرا رہا ہے۔ مگر اندلس میں سقوط اندلس وفتوحات عثمانی عیسائیوں کے مظالم نے (لاکھوں) مسلمانوں کو ختم کر دیا۔ کہیں تہذیب سے انہیں ملیامیٹ کیا اور کسی جگہ تخویف سے بپتسمہ لینے جس سے ان کی کچھ تعداد اپنے سرسبز و شاداب وطن کو چھوڑ کر افریقہ جیسے بے آب و گیا ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی اور جو مسلمان ان دشمنوں کے مظالم برداشت نہ کر سکے وہ جان کے خوف سے بپتسمہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

اندلس کی تباہی سے مسلمانوں کو جو سیاسی خسارہ ہوا، اس کی تلافی عثمانیوں کی فتوحات سے ہوئی۔

انہوں نے قسطنطیہ کو طاقت کے استعمال سے زیرنگیں کیا اور اس پورے علاقے میں دین محمدی ﷺ کو پھیلایا یہاں سے اسلام کا آوازہ بلقان کے کناروں تک وسیع ہوا۔ اس کی روشنی روس اور بولون تک پہنچی اور ہسپانیہ کے اتنے بڑے حصے پر اس کے پرچم لہرائے کہ اس سے قبل اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ عجیب معاملہ ہے کہ جب سے اسلام نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا ہے اگرچہ مسلمانوں کو عیسائیوں کے مظالم کی وجہ سے جلاوطن ہونا پڑا تاہم آغاز اسلام سے لے کر آج تک کوئی دین اس پر غلبہ حاصل نہ کر سکا البتہ بعض ممالک ایسے ضرور تھے جہاں کے رہنے والے مسلمان دشمنان اسلام کے ہاتھوں ظلم و ستم کا نشانہ بنے۔ لیکن ان مظالم کے نتیجہ میں ان کے ایمان میں قوت، عزائم میں استقلال اور اللہ کی رحمت و بخشش پر پہلے سے زیادہ یقین بڑھ گیا۔

اسلام اور عیسائیت میں کشمکش:

دیکھتے ہی دیکھتے اسلام کو عیسائیت کے مقابلے میں قوت حاصل ہو گئی جو دین مسیحی کے ماننے والے برداشت نہ کر سکے اور فریقین کے مابین ناقابل تغیر کشمکش پیدا ہو گئی۔

سیدنا محمد ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں بت پرستی اور شخصیت پرستی کا استیصال فرمایا۔ آپ کے بعد خلفائے راشدین نے ایران وافغانستان پر اسلام کا علم لہرایا۔ حتیٰ کہ خلفائے راشدین کے دور حکومت ہی میں ہندوستان کے ایک حصے سندھ، گجرات اور مہاراشٹر میں بھی اسلام غالب آ گیا۔ ادھر حیرہ، یمن، شام اور مصر میں اسے اثر و نفوذ حاصل ہوا جہاں کئی صدیوں سے مسیحیت غالب تھی، حتیٰ کہ قسطنطیہ کے قلب میں اسلام جاگزیں ہوا۔ جو عیسائیت کا سب سے بڑا سرچشمہ تھا اور قسطنطنیہ میں اس کے اثر و نفوذ سے مسیحیت پر نزع کا عالم طاری ہو گیا۔

کیا مسیحیت کے لیے بھی وہی مقدر تھا۔ جو اسلام کے مقابلے میں بت پرستوں کو پیش آیا؟ بلاشبہ آسمانی کتاب رکھنے کے باوجود جسے بانی اسلام حضرت محمد ﷺ بھی الٰہی مذہب ہی تسلیم کرتے تھے، عیسائیت کا حشر وہی ہونے کو تھا جو (عرب کے) بت پرستوں کا ہوا۔ کیا عرب جیسے بے آب و گیاہ ملک کے صحرانشینوں کی تقدیر کا ستارہ اس حد تک سربلند ہونے کو تھا کہ وہ چمنستان اندلس و بزنطیہ اور ان مسیحی ملکوں پر داد حکمرانی دیں جن سے پہلے حکمران (عیسائی) دست برداری کے مقابلے میں موت کو ترجیح دینا آسان سمجھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کشمکش کی وجہ سے فریقین کے درمیان کئی صدیوں تک جنگ و جدال جاری رہی۔ یہ لڑائیاں سپاہ و لشکر اور توپ و تفنگ ہی تک محدود نہ تھیں بلکہ فریقین کے درمیان مناظرے کے میدان بھی برپا ہوئے اور فریقوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے طرف داروں کو ان کے مسلک پر قائم رکھتا ہوا فریق مخالف کو بھی اپنی طرف لانے کی کوشش کرتا۔

Marfat.com

اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام:

اسلام نے مسلمانوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قدر و منزلت قائم رکھنے میں کوئی کمی روانہ رکھی۔ اس نے آپ کے لیے علی الاعلان فرمادیا کہ ”حضرت مسیح اللہ کا بندہ ہے۔ پر کتاب ان پر نازل ہوئی۔ اسے نبوت عطا کی گئی۔ وہ ہر عمل و مقام پر بابرکت ہیں۔ خداوند دو جہاں نے انہیں زندگی بھر نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اُن کی والدہ پاکباز ہیں۔ وہ سخت گیر اور بدبخت نہیں۔ ان پر سلامتی ہو، ان کے روز پیدائش سے لے کر یوم وفات تک اور جس دن ان کو حشر میں دوبارہ زندگی بخشی جائے۔“ (مؤلف کے یہ اشارے سورۃ مریم کی آیات 30 تا 34 پر مبنی ہیں) ذیل میں سورۃ مریم کی وہ آیات اور اُن کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔

”قال انی عبداللّٰہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیاہ و جعلنی مبارکًا این ما کنت و اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیاہ و برا بوالدتی ولم یجعلنی جبارًا شقیاہ والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت و یوم ابعث حیاہ ذٰلک عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون۔“ (مریم: ۳۰ ۔ ۳۴)

ترجمہ: بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا اور وہی سلامتی مجھ پر...... جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں شک کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے متعلق عیسائیوں کا طرزِ عمل:

عیسائیوں کی اکثریت کی زبانوں پر حضرت محمد ﷺ کے متعلق جو کلمات نوک زبان ہیں، مہذب انسان کسی ادنیٰ بشر کے لیے بھی انہیں گوارا نہیں کرسکتا۔ اس سے ان کے سینوں کی گندگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس میں حضور ﷺ کے متعلق کتنا زہر بھرا ہوا ہے۔ یہ سب دنیوی منافع حاصل کرنے کے لیے ہے۔ کہنے کو صلیبی جنگیں صدیوں سے ختم ہو چکی ہیں۔ مگر جناب محمد ﷺ کی ذات سے کلیسائی تعصب ان جنگوں کے بعد بھی بدستور ابھر رہا حتیٰ کہ ہمارے اس دور (1940ء) کے قریب تک اس تعصب کے نمو کا وہی عالم ہے۔ اگر اس میں اضافہ نہیں ہوا تو اتنا ضرور ہے کہ تخفیف بھی نہیں ہوئی۔

قرونِ سابقہ میں مسیحی نقاد جس عریاں طریقے سے حضرت محمد ﷺ کی توہین کا فریضہ ادا کرتے، موجودہ دور میں اس کا عنوان بدل لیا گیا ہے۔ پہلے تو صرف کلیسائی احباب کے ہاتھ میں یہ مہم تھی یا ان کے وابستگان اس سے منسلک تھے مگر اب یورپ اور امریکہ کے اہل قلم فلاسفر اور مستشرقین علمی تحقیقات کی آڑ میں حضور ﷺ کے خلاف زہر اگل رہے ہیں اور یہ ایسے اہل قلم ہیں۔ جن کا کلیسا اور مسیحی عبادت گاہوں سے بظاہر کوئی تعلق نہیں۔ تعجب ہے کہ یہی اہل قلم موجودہ دور کو نورِ علم سے روشن تر اور ترقی یافتہ دور بھی ثابت کرتے ہیں، لیکن حضور ﷺ کے معاملے میں ان کی نکتہ چینی کس حد تک بڑھ چکی ہے۔

ہمارے اس تعجب میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے جب کوئی دیدہ ور مسلمانوں کے دورِ اول پر نظر ڈالتا ہے کہ ان مسلمانوں نے مجوس فارس کے مقابلے میں روم کے عیسائیوں کی کامیابی پر کس درجہ خوشی کا اظہار کیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب حضور ﷺ کے زمانے میں روم کے مسیحی بادشاہ ہرقل کے ہاتھوں کسریٰ ایران کی شہنشاہیت کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

Marfat.com

حالانکہ ایران کی جنوبی طرف میں اچھا خاصا اثر ونفوذ تھا۔

اسی کسریٰ نے 614ء میں "شہر براز"(۱) نامی سردار کی سپہ سالاری میں بادشاہ روم کی سرزنش کے لیے ایک جرار لشکر بھیجا تھا۔ جس نے رومیوں کو شکست دے کر ان کے آباد اور پر رونق شہروں کو کھنڈر بنا دیا، ان کے سدا بہار زیتون کے باغ کاٹ کر چٹیل میدان کر دیئے اور انہیں سر بہ فلک قلعوں اور سرسبز و شاداب وادیوں سے دھکیل کر شام کے اس علاقے میں محصور کر دیا۔ جو اذرعات و بصریٰ سے موسوم اور عرب سے ملا ہوا ہے۔

اس وقت مسلمان نہایت قلیل تعداد میں تھے اور مکہ میں قریش کا تختہ ستم بنے ہوئے تھے۔ تاہم ان کی دلی ہمدردی اپنے ہمسایہ ایرانیوں کی بجائے روم کے دور افتادہ عیسائی اہل کتاب سے تھی، جس طرح کفار مکہ کی محبت اہل ایران کے ساتھ ان کے منکر وحی و کتاب ہونے اور مسیحیان روم سے عداوت ان کے حامل کتاب ہونے کی وجہ سے تھی۔ اس لیے جب مسلمانوں نے رومی عیسائیوں کی مذکورہ شکست کا ماجرا سنا تو ہاتھ مل کر رہ گئے۔

اس عہد کی مشہور شہ زور حکومتوں میں مجوس ایران اور (یہ) رومی مسیحی بھی تھے۔ عرب کا ایک حصہ (جنوبی افریقہ) کی طرف سے ایران سے ملتا تھا۔ دوسرا حصہ (شمال مشرق) رومیوں کے جوار میں تھا۔ اور عرب کا جو حصہ دونوں سلطنتوں میں جس کے قریب تھا۔ وہ اس سے دبا دبا رہتا تھا۔ اس ساری صورتحال کے باوجود مکہ کے مسلمان برملا ایرانیوں کے دشمن اور رومیوں کے دوست دار تھے کفار مکہ جو کفر و انکار میں مجوس ایران کے مماثل تھے، رومیوں کے اہل کتاب ہونے اور انہیں مسلمانوں کی طرح آسمانی مذہب کے پرستار ہونے کی وجہ سے برملا ان کی مخالفت کرتے۔ جس وقت انہیں اس جنگ میں عیسائیوں کی شکست کی خبر ملی۔ کفار مکہ کے ہاں خوشی کے شادیانے بجنے لگے لیکن مکہ کے مسلمان اس سانحے سے متاثر ہوئے یہاں تک کہ یہ فتح و شکست مکہ کے مسلمانوں اور قریش کے مابین کشمکش کا سبب بنی۔

ابوبکر صدیقؓ اور ابی ابن خلف کی شرط:

ایک مرتبہ کفار مکہ کے سردار (ابی بن خلف) کی زبان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسا جملہ نکل گیا جس سے عیسائیوں کی شکست پر خوشی کا اظہار ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے اُس سے فرمایا "اس فتح کی خوشی میں جلدی نہ کیجیے عنقریب عیسائی ہی ان مجوسیوں پر غالب آنے والے ہیں۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ سوچے سمجھے بغیر نہ آئے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت درجہ سنجیدہ اور متین تھے۔ ابی بن خلف ان کی زبان سے یہ سن کر بہت غصہ میں آ گیا۔ اس نے متکبرانہ انداز میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا "تم جھوٹے ہو" ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی فراست پر اعتماد تھا۔ جواب میں فرمایا "كذبت انت يا عدو الله!

---

(۱) ڈاکٹر بٹلر اپنی کتاب "فتح العرب لمصر" (صفحہ نمبر 30) میں لکھتے ہیں کہ "اُس سپہ سالار کا نام حوریام ہے جس کے القاب مختلف کتابوں میں مختلف جگہوں میں یہ ہیں۔ شہر بز، شہر براز، شہراور، پہ وغیرہ مگر یہ تینوں الفاظ (القاب) فارسی لفظ شہرورز، کی تحریف ہیں۔ جس کے معنی والخنز یرالبری للملک کے ہیں۔ یعنی جنگل کا بہادر خنزیر، شاہان ایران کی مہر پر اسی وجہ سے خنزیر کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ انہی کی اقتداء آرمیدیا نے بھی کی۔"

Marfat.com

(اے خدا کے دشمن تو جھوٹا ہے) اگر تجھے اپنی صداقت پر اس قدر بھروسہ ہے تو اس پر دس اونٹوں کی شرط لگاتا ہوں کہ اگر عیسائی ان مجوسیوں پر سال بھر سے پہلے غالب نہ آ گئے تو میں یہ شرط ہار جاؤں گا۔ ورنہ تم مجھے دس اونٹ دو گے۔''(۱)

شرط کے اس واقعہ کی جب حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا'' آپ بے شک زیادہ اونٹوں کی شرط لگایئے لیکن مدت میں توسیع ہونی چاہیے۔'' اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پھر اُبی کو للکارا اور فریقین میں ایک ایک سو اونٹ اور مدت میں نو سال تک توسیع طے ہو گئی جس کے بعد 625ء میں عیسائی بادشاہ ہرقل نے ایران پر حملہ کر کے ایرانیوں کو شکست دے کر ان سے اپنا مفتوحہ علاقہ (شام) واپس لے لیا عیسائیوں کی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ بحال ہو گئی۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ابی بن خلف سے شرط جیت گئے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

غلبت الروم فی ادنی الارض و هم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین للّٰه الامر من قبل و من بعد و یومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللّٰه ینصر من یشاء و هو العزیز الرحیم و عداللّٰه لا یخلف اللّٰه و عده و لکن اکثر الناس لا یعلمون (۳۰:۱ تا ۶)

ترجمہ:- رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے۔ مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا مہربان، اللہ کا وعدہ، اللہ اپنا وعدہ، خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

عیسائیوں اور مسلمانوں میں مشترک عقائد:

اسلام کے اس (ابتدائی) دور میں مسلمانوں کے دلوں میں ہرقل اور عیسائیوں کی نصرت کا جذبہ یہاں تک موجزن تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے ماننے والوں اور جناب عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے دونوں گروہوں کے درمیان حضور ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں بھائی چارہ کی فضا قائم ہو چکی تھی۔ اگرچہ کبھی کبھی جدل و بحث کی معرکہ آرائیاں بھی ہوتی رہیں بہ خلاف یہود کے کہ اول روز سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف منافقانہ جذبات تھے جو بالآخر عداوت اور دشمنی کی شکل اختیار کر گئے۔ یہی دشمنی تھی جس کے خونیں نتائج یہودیوں کی کلی جلاوطنی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اسی حقیقت کا اظہار ہے:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیهود و الذین اشرکوا ولتجدن اقربهم مودۃ الذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ذالك بان منهم قسیسین ورهباناً وانهم لایستکبرون (۵: ۸۲)

ترجمہ: ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش

۱ شریعت محمدیہ ﷺ میں اس وقت تک شرط لگانے کی ممانعت نہ ہوئی تھی (بحوالہ ''تفسیر معالم التنزیل'')

Marfat.com

ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔

غور کیجیے مسلمانوں اور عیسائیوں میں کسی درجہ توافق پایا جاتا ہے۔ دونوں مذاہب انسانی زندگی کی داستان ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

''خدا نے آدم وحوا کو پیدا فرما کر جنت کو ان کا ٹھکانہ بنایا اور انہیں فرمایا مبادا تم شیطان کے بہکانے میں آ جاؤ اور اس درخت کا پھل چکھ لو! اگر تم نے ایسا کیا تو تمہیں جنت سے نکال دیا جائے گا۔ شیطان تم دونوں کا دشمن ہے، اسی لیے تو اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔'' (بمطابق قرآن پاک)

اس معاملے میں عیسائی صرف اس حد تک مختلف ہیں کہ ''شیطان نے آدم کے حضور سجدہ کرنے کی بجائے خدا کے کلمے کی تقدیس سے انکار کر دیا، اس نے حوا کو بہکایا، ان کے سامنے ایک پرفریب نقشہ قائم کیا۔'' ''آدم اور حوا دونوں شیطان کے فریب میں گھر گئے اور دونوں نے اس ''شجر'' کا پھل چکھ لیا اس لمحے دونوں کے بدن سے از خود لباس اتر گیا اور دونوں ننگے رہ گئے۔ وہ اپنی یہ حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کے طلب گار ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف تو کر دیا مگر دونوں کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا جہاں ان کی اولاد ایک دوسرے کی دشمن بن گئی۔

''ادھر فرزندان ابلیس ہمیشہ کے لیے اولاد آدم کے درپے ہو گئے جس سے کچھ لوگ گمراہ ہوتے رہے اور بعض لوگ ان کے مقابلے میں کامیاب، مگر اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو شیطان کے فریب سے محفوظ رکھنے کے لیے نبیوں کا سلسلہ جاری کر دیا۔ جن پر انہی کی زبان میں کتابیں نازل ہوئیں۔ جو ان کی تصدیق کے ساتھ گزشتہ رسولوں پر نازل ہونے والی آسمانی کتابوں کی بھی تصدیق کرنے والی ہیں۔

''اور جس طرح ابلیس کی اولاد ہمہ وقت فتنہ انگیزی میں مصروف رہے گی۔ اسی طرح فرشتے ہر لحہ حمد و تقدیس باری تعالیٰ میں مصروف رہیں گے''۔

''اور نسل آدم میں شیطان کے پرستار اور خداوند واحد کی عبادت کرنے والے دونوں گروہ قیامت کے قائم ہونے تک مصروف پیکار رہیں گے۔''

قرآن میں جناب عیسیٰ و مریم علیہما السلام کا ذکر خیر

دونوں فریقوں میں اختلاف:

کچھ تو اسلام اور عیسائیت کے بنیادی عقائد ہی میں تضاد ہو گیا جس کی وجہ سے عہد رسالت میں بھی دونوں فریقوں میں مکالمے ہوتے رہتے (لیکن یہ بحثیں باہمی دشمنی اور بغض کی حد تک نہ پہنچتیں۔ عیسائی حضور اکرم ﷺ کی نبوت سے منکر ہیں۔ مگر مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول مانتے ہیں اور یہ کہ عیسائی تثلیث کے مقر اور مسلمان توحید پر اس شدت سے

قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام و جناب مریم علیہا السلام دونوں کا ذکر جس خوبی سے آیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں کی تکریم ثابت ہوتی ہے۔ باوجود اس کے یہ سوال ہر شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمان اور عیسائی دونوں قومیں صدیوں سے برسر پیکار کیوں ہیں۔

Marfat.com

قائم ہیں کہ وہ خدا کی ذات میں کسی کی اجارہ داری کا تحمل نہیں کر سکتے۔ مگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ربوبیت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس پر یہ دلائل پیش کرتے ہیں۔

(i) مسیح نے گہوارے میں کلام کیا۔
(ii) مسیح کو جو معجزے دیئے گئے کسی اور پیغمبر کو نصیب نہ ہوئے۔
(iii) حضرت عیسیٰؑ خدائی کے رتبے تک جا پہنچے اور عہد نبوت کے عیسائی مسلمانوں کے ساتھ اس بحث پر قرآن مجید کی یہ آیتیں پیش کرتے ہیں۔

و یعلمه الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل ورسولاً الٰی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن اللّٰه وابری الاکمه والابرص واحی الموتیٰ باذن اللّٰه وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالك لایة لکم ان کنتم مومنین
(۳:۴۴ تا ۴۸)

ترجمہ: اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے۔ اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کرر کھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اذ قالت الملائکة یا مریم ان اللّٰه یبشرك بکلمة من اسمه المسیح عیسی ابن مریم و جیها فی الدنیا والاخرة و من المقربین و یکلم الناس فی المهد و کهلاً و من الصٰلحین قالت رب انّٰی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذالك اللّٰه یخلق ما یشاء اذا قضٰی امرًا فانما یقول لهٗ کن فیکون۔ (سورۃ آل عمران آیات ۴۴)

ترجمہ: اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے۔ اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا۔ رودار (باعزت) ہوگا دنیا اور آخرت میں اور قرب ڈالا اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا۔ بولی اے میرے رب! میرے بچہ کہاں سے ہوگا۔ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہ لگایا فرمایا اللہ یوں ہی پیدا کرتا ہے۔ جو چاہے جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

اس دور کے عیسائی قرآن مجید کے ذریعے حضرت عیسیٰ کی خدائی پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:
''حضرت مسیح مردوں کو زندگی، مادرزاد اندھوں کو بینائی اور برص زدہ لوگوں کو شفائے کامل بخشتے، مٹی سے

Marfat.com

پرندوں کی مورتیاں بنا کر ان میں پھونک لگاتے جس سے وہ سچ مچ کا پرندہ بن جائیں۔ مسیح غیب کی جو جو باتیں فرماتے وہ صحیح ثابت ہوتیں۔''

اور عیسائی کہتے کہ یہ صفات خدا کی ہو سکتی ہیں۔ عہد رسالت کے عیسائی اسی طرح سوچتے اور انہی دلائل و انداز کے ساتھ مسلمانوں سے گفتگوئے مناظرہ کرتے ہوئے بہ تحدی کہتے کہ عیسیٰ بھی خدا ہی ہے۔

مسئلہ تثلیث اور حضرت مریم علیہا السلام:

اس دور کے کچھ عیسائیوں نے حضرت مریم کو اس بنا پر خدا کا شریک ٹھہرایا کہ خدا نے ان کو کلمہ سے نوازا، مگر یہ عقیدہ صرف اس دور کے چند عیسائیوں کا تھا۔ یوں عیسائیت کے کئی فرقے تھے جو جزیرۃ العرب میں ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے۔ یہ اختلاف عقائد کے باوجود حضور ﷺ سے مسئلہ تثلیث پر اکثر بحث کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا، خدا کا بیٹا اور تیسرا اقنوم قرار دیتے۔ حضرت عیسیٰؑ کو خدا ماننے والوں کے دلائل ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے کہ عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، انہوں نے پنگھوڑے ہی میں سمجھ بوجھ کی باتیں کیں۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے جو انداز بیان اختیار فرمایا وہ یہ ہے: ''ہم نے کہا، ہم نے پیدا کیا اور ہم نے فیصلہ کیا۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی الوہیت میں ایک اللہ کے سوا کچھ اور بھی شریک ہیں، ورنہ پیرایہء بیان یوں ہوتا ''میں نے کہا، میں نے پیدا کیا اور میں نے فیصلہ کیا۔''

حضور ﷺ ان کی یہ پوچ باتیں سنتے تو اچھے طریقے سے ان کا جواب دیتے۔ اس میں سختی کا وہ انداز نہ ہوتا جو بت پرستوں کے ساتھ مخصوص تھا، یعنی آپ وہی کچھ ارشاد فرماتے جو گزشتہ کتابوں کے موافق ہوتا یا وحی خدا سے جس کی تائید ہو سکتی، مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم قل فمن یملک من اللّٰہ شیئاً ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم وامہ و من فی الارض جمیعاً وللّٰہ ملک السمٰوات والارض وما بینھما یخلق ما یشاء واللّٰہ علی کل شیءٍ قدیر۔

(سورۃ المائدہ)

ترجمہ: بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔ تم فرما دو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے۔ مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

وقالت الیھود والنصارٰی نحن ابناء اللّٰہ واحباؤہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء (۵:۱۷تا۱۸)

ترجمہ: اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ تم فرما دو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے۔

عیسائیوں نے الوہیت کے معاملے میں عقیدہ تثلیث کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ مگر اسلام میں یہ پابندی

Marfat.com

ہے کہ خدا کے ہاں اولاد ہو ہی نہیں سکتی ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم و قال المسيح يا بنى اسرائيل اعبدو االله ربى و ربكم انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة وماواه النار وما للظلمين من انصار لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة وما من الٰه الا اله واحد وان لم ينتهوا عما يقولون ليمسن الذين كفروا منهم عذاب اليم

(۵:۷۲تا۷۳)

بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور درد ناک عذاب پہنچے گا۔

عیسائیت کے برعکس اسلام سراسر توحید کا قائل ہے۔اس میں پوری صفائی اور پوری طاقت کے ساتھ یہ عقیدہ موجود ہے۔صفائی اور طاقت کے ساتھ ساتھ، سادگی اور وضاحت کا بھی یہی حال ہے۔یہ عقیدہ اتنا نکھرا ہوا اور صاف ہے کہ اس میں ذرہ بھر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔اسلام شرک کو عین کفر سے تعبیر کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے :

واذ قال الله يا عيسى ابن مريم ء انت قلت للناس اتخذونى و امى الٰهين من دون الله قال سبحانك ما يكون لى ان اقول ما ليس لى بحق،ان كنت قلته فقد علمته، تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك انك انت علام الغيوب ما قلت لهم الا ماامرتنى به ان اعبدوا الله ربى و ربكم و كنت عليهم شهيداً ما دمت فيهم فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم و انت على كل شى ءٍ شهيد ان تعذبهم فانهم عبادك و ان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم

(۵:۱۱۶تا۱۱۸)

ترجمہ:اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا؟ عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بے شک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کو پوجو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع تھا۔ جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

Marfat.com

ممکن ہے کہ عیسائیت کا قدیم بت پرستانہ مذاہب سے تاریخی تعلق رکھتا ہو۔ مگر حضور ﷺ کے دین میں اس کی کچھ حیثیت نہیں۔ آپ کے دین میں خدا یگانہ وحدہ لاشریک اور "لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفواً احد" ہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے اس بنیادی اختلاف (تثلیث و توحید) کی وجہ سے عہد نبوی میں دونوں فریقوں کے درمیان باہمی مناظرے ہونا کوئی تعجب والی بات نہیں۔ ایسے مواقع پر حضور ﷺ "جادلهم بالتی هی احسن" (۱۶:۱۲۶) کی ہدایت کے مطابق گفتگو فرماتے اور وحی الٰہی اس بارے میں آپ کی مددگار ہوتی جیسا کہ قارئین نے متذکرۃ الصدر آیات سے اندازہ فرمالیا ہے۔

صلیب مسیح کا واقعہ:

دوسرا مسئلہ حضرت مسیح کی صلیب کا ہے۔ جس پر حضور ﷺ کے زمانے میں فریقین کی بحثیں ہوئیں۔ عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے تمام عالم کی نجات کے لیے اپنے گلے میں پھانسی کی رسی پہن کر خود کو قربان کر دیا مگر مسلمان اسے نہیں مانتے۔ اس واقعہ کے متعلق ان کا یہ اعتقاد ہے:

(1) نہ تو یہودیوں نے انہیں قتل ہی کیا۔

(2) اور نہ وہ انہیں دار پر چڑھا سکے

﴿وقو لهم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول الله ج وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبّه لهم ط و ان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ط ما لهم به من علم الاّ اتباع الظن ج وما قتلوه یقینا o بل رفعه الله الیه ط و کان الله عزیز حکیماo﴾

(4 : 157 - 158)

ترجمہ: اور اُن کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰؑ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا۔ اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی دی۔ بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارہ میں اختلاف کر رہے ہیں۔ ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اس گمان کی پیروی کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

قل هو الله احد ۔ الله الصمد لم یلد ولم یولد و لم یکن الله کفوا احد ۔(۱تا۴)

ترجمہ: تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی

ما کان لله ان یتخذ من ولد سبحانه (۱۹:۳۵)

ترجمہ: اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے پاکی ہے

ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکو ن۔

ترجمہ: عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اُسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مغلوب تسلیم کرتے ہوئے آپ کا بنی آدم میں سے ہر ایک گنہگار کی طرف سے کفارے کا عقیدہ چاہے کتنا ہی خوش نما ہو جس پر نظم میں اچھوتے اسالیب سے دادِ سخن دی جا سکتی ہو اور اخلاقیات و نفسیات میں بھی اسے زیبِ داستان بنایا جا سکتا ہو۔ لیکن اسلام کے اس اصول کے مطابق کوئی شخص کسی کے گناہ کا وزن اپنے ذمے نہیں لے سکتا۔ ان دونوں میں کوئی تطبیق نہیں دی جا سکتی۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ج

ترجمہ: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

واخشوا یو ما لا یجزی والدعن ولدہٖ ولا مولود ھو جازعن والدہ شیئاً۔

(31:33)

ترجمہ: اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنے بچہ کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دے۔

رومی عیسائیوں کی مسلمانوں کے خلاف سازش:

کیا کسی عیسائی نے ان دنوں سوچا کہ ان دونوں میں کس طرح موافقت پیدا کی جا سکتی ہے اور اسلام کے عقیدہ توحید اور مسیح کی تعلیمات میں موافقت کی راہیں کس طرح ڈھونڈنا ممکن ہے؟ عیسائیوں کو بحیثیت جماعت کے توفیق نصیب نہیں ہوئی کہ وہ اس پر غور کریں، ہاں چند لوگوں نے البتہ اسلام کی دعوت پر لبیک کہا۔

دوسری طرف ان رومیوں کو دیکھیے جن کی فتح و نصرت کی مسلمانوں نے تمنا کی، جن کی کامیابیوں پر یہ خوش ہوئے، توافق و محبت کی راہیں تو یہ کیا تلاش کرتے، الٹا مسلمانوں کے ہی خلاف جنگ و جدل کے لیے تیار ہو گئے۔ انہوں نے اسلام پر سیاسی نقطہ نظر سے غور کیا اور یوں سوچا کہ اگر یہ جدید مذہب اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گیا تو ان کے اقتداء کو کس درجہ نقصان پہنچے گا اور ان کی وسیع و عریض سلطنت کو کس درجہ نقصان اُٹھانا پڑے گا اس غور و فکر کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا شروع کر دیں اور بالآخر ایک لاکھ یا ایک دوسری روایت کے مطابق دو لاکھ کا لشکر جرار مسلمانوں کے مقابل لا کھڑا کیا۔ یہ معرکہ ''غزوہ تبوک'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں حضور ﷺ مسلمانوں کے سربراہ تھے اور دفع ظلم کے لیے میدان جہاد میں اترنے پر مجبور ہوئے تھے۔ عیسائیوں کے دل میں اسی دن مسلمانوں سے سیاسی دشمنی پیدا ہو گئی۔ آئے دن باہم لڑائیاں ہونے لگیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب میں مسلمانوں نے عیسائی حکمرانوں سے سپین چھین لیا اور مشرق میں اسلامی فتوحات کا دائرہ ہندوستان اور چین تک وسیع ہو گیا۔ جس سے مغرب و مشرق دونوں سمتوں کے لوگ کثیر تعداد میں مسلمان ہو گئے اور اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے ان ملکوں میں عربی زبان بھی مقبول ہو گئی۔

عیسائیت کی طرف سے صلیبی جنگوں کا آغاز:

وقت نے ایک مرتبہ پھر کروٹ لی۔ عیسائیوں کے دلوں میں مسلمانوں کے ہاتھ سے سپین واپس لے کر غرور پیدا ہو گیا اور انہوں نے باضابطہ صلیبی جنگوں کا آغاز کیا۔ وہ اُن کے دین پر برملا طعن و تشنیع کرتے، ان کے نبی کی شان میں فحش قسم

Marfat.com

کے کذب وافتراء سے اپنی زبانیں آلودہ کرنا عیسائیت کا فریضہ سمجھتے۔ یہ لوگ حضرت محمد ﷺ کے فرامین اور قرآن مجید میں نازل شدہ ان آیات کو بالکل نظر انداز کر دیتے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منزلت اور آپ کے رفع الی السماء (آسمان پر زندہ پہنچا دینے) کا تذکرہ ہے۔

مغربی مصنفوں کی یہ جرأتیں انہیں کہاں لے پہنچی۔ انہوں نے سینکڑوں سالوں سے مسلسل اولاد آدم میں باہم دشمنی اور کینے کی آگ کس بے جگری سے مشتعل کر رکھی ہے۔ خود اپنے اس ادعاء کے باوجود کہ وہ اپنے اس زمانے کو علم و تحقیق اور آزادی فکر و مساوات کا دور قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ درمنگھم نے بھی ان کی اس برائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان (مصنفین) کو ملامت کی ہے۔

تاہم (الف) ان (مغربی مسیحی مصنفوں) میں کچھ علماء حضور ﷺ کے متعلق اتنا اعتراف کرتے ہیں کہ (حضرت) محمد ﷺ کو خود پر نازل شدہ رسالت پر سچے دل سے ایمان تھا اور یہ جو خدا نے وحی کے توسل سے انہیں اپنے احکام کی تبلیغ پر مامور فرمایا تو اس پر بھی ان کا پورا یقین تھا۔''

(ب) کچھ مصنفین نے حضور ﷺ کی مافوق الفطرت روحانیت کے ساتھ آپ کے حسن کردار اور عالی مرتبے میں آپ کے بہ ہمہ صفت نمونہ خلق عظیم ہونے کا اعتراف کیا ہے (ج) کچھ علماء نے آپ کو بہترین اخلاق کا دلکش مجسمہ ہونے کی وجہ سے بھی سراہا ہے!

اس پر بھی سرزمین مغرب اسلام اور بانی اسلام کے ساتھ دلی دشمنی سے نجات نہ پا سکی۔ مغرب نے اسلامی ممالک میں اپنے مبلغین بھیجے تاکہ عیسائیت کی آڑ میں اسلام پر ناروا الزام لگا کر مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر کر عیسائی بنایا جا سکے۔

عیسائیوں کی اسلام دشمنی کے اسباب:

اسلام کے متعلق عیسائیوں کی اس دشمنی کا تجزیہ کرنا ضروری ہے جس کی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مسلسل تبلیغی اور فوجی جنگیں لڑی۔

اول: اس کی سب سے امتیازی وجہ اسلام کی حقیقت اور اس کے بانی ﷺ کی سیرت سے عیسائیوں کی لاعلمی ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنے حریف کے سوانح و کوائف سے بے خبری تعصب و عدوان کا اہم اور مضبوط ترین ذریعہ ہے۔ ان کی یہ بے خبری مسلسل کئی صدیوں تک رہی جس کے نتیجے میں اسلام اور اس کے بانی ﷺ کی دشمنی عیسائیوں کے دل و دماغ پر چھا گئی۔ اور ان کے دلوں میں اسلام سے نفرت دلانے والے بت مختلف صورتوں اور مجسموں میں متشکل ہو گئے، جن کے استیصال کے لیے اسلام جیسے مذہب کی ضرورت تھی۔

دوم: ہمارے خیال میں اسلامی تعلیمات سے لاعلمی کے علاوہ ایک اور سبب بھی ہے جس نے مغرب کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب پر ابھارا ہمارا ذہن اس سلسلے میں سیاسی لڑائیوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ چونکہ ہم ان کو نتیجہ قرار دیتے ہیں علت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب کا مزاج عیسائیت کے ساتھ کسی قسم کی موافقت نہیں رکھتا۔ جس میں عفو کی تعلیم ہے، زہد کی تلقین ہے اور دنیا سے کنارہ کشی کا وعظ ہے، یہی نہیں، جس میں اونچے روحانی لطائف سمو دیئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے یہ

1254415
Marfat.com

چیزیں اس مغرب کے لیے بالکل موافق نہیں ہوسکتی تھیں۔ جو ہزاروں برس سے بت پرستی کا شکار چلا آرہا تھا۔ اور جس کے طبعی وجغرافیائی حالات یعنی بلا کی سردی اور اقتصادی بدحالی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ان کے خلاف برسرِ پیکار ہو گویا لڑائی اس کی طبعی وجغرافیائی مجبوری تھی۔ پھر جب اس کو چاروناچار عیسائیت کو قبول کرنا ہی پڑا تو اس نے اس عفو ومغفرت کی تعلیم کو بھی جنگ و پیکار کے سانچے میں ڈھال لیا اور اس روحانی تربیت کو بگاڑ کر رکھ دیا جس کو جسم و جان اور عقل وجذبہ کے درمیان ایسی متوازن زنجیر قرار دیا جاسکتا تھا کہ جس کی آخری لڑی ہونا اسلام کے مقدر میں لکھا تھا یہ وہ بنیادی سبب تھا جس کی وجہ سے مغرب میں اسلام کے خلاف متعصّبانہ افکار پھیلے نتیجتاً مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی اور عداوت کا موقف اختیار کیا، وہ شاہ حبشہ کے اس موقف سے بالکل مختلف ہے۔ جو اس نے مہاجر مسلمانوں کے معاملہ میں اختیار کیا، حالانکہ وہ بھی عیسائی تھا۔

یہ امر کہ مغرب والے دین داری اور الحاد میں غلو کے اس حد تک عادی ہوگئے کہ اعتدال وتسامح میں وہ فرق کرنے سے قاصر ہوگئے۔ اس کا سبب بھی اُن کی عیسائیت سے ناسازگاری تھی۔ یوں ان میں ایسے دین دار زاہد و عابد اشخاص بھی موجود تھے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی صحیح پیروی کرتے، لیکن اس قسم کے چند افراد کو چھوڑ کر مغرب کے تمام لوگ ایسے جنگی حملوں کی فکر میں مبتلا ہوگئے جو بظاہر مذہب کے نام سے کیے جاتے، لیکن ان کا بنیادی مقصد سیاسی اہداف کا حصول تھا۔

میدان جنگ کے ذوق تماشا اور اقتدار کی ہوس نے انہیں اس قدر ابھارا کہ انہوں نے دوسرے لوگوں کے ساتھ جنگ وجدل کے ساتھ ساتھ آپس میں بھی ایک دوسرے فرقہ کے ساتھ خونی جنگیں کرنے میں تامل نہ کیا۔

عیسائیوں کی ان جنگوں میں دونوں طرف سپہ سالاری کا مقدس فریضہ ہر فریق کے پوپ (اسقف) بجالاتے، نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جو فریق آج غالب آیا وہ کل دوسروں کے ہاتھوں شکست خوردہ ہوتا۔ ان جنگوں کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ انیسویں صدی عیسوی میں جب دنیاوی حکومت کلیسا پر غالب آگئی تو اس نے علم کے نام سے روحانی زندگی کو ختم کردینے کی ٹھانی۔ اس نے یہ سمجھا کہ علم وعرفان کی روشنی اس روحانی پیاس کو بھی بجھا سکے گی۔ جس کو بجھا دینا صرف مذہبی اقدار ہی کے ذریعے ممکن ہے، لیکن آج ایک طویل کشمکش کے بعد مغرب کو اپنی غلطی کا احساس ہورہا ہے اور وہ سمجھ رہا ہے کہ علم وعرفان کے دعوے روح کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ آج مغرب کے ہر ہر گوشے سے آواز بلند ہورہی ہے کہ اس نے روحانیت سے منہ موڑ کر سب سے بڑی غلطی کی ہے۔ اور وہ یہی وہ غلطی تھی جس کی وجہ سے اہل مغرب از خود عیسائیت سے گھبرا اٹھے۔ وہ سمجھنے لگے کہ مسیح کی تعلیم میں سکون دل کا فقدان ہے۔ انہوں نے برملا صلیب کا قلادہ (گلے سے) اتارنے کی مہم شروع کردی اور دنیا کے تمام مروجہ آسمانی ادیان کی طرف دیکھنا شروع کردیا مگر کسی مذہب میں انہیں سکون قلب نہ مل سکا۔ آخر ان اہل مغرب نے ''تھیا سوفیکل سوسائٹی'' کی طرف رجوع کیا اور اس میں اپنے سکون دل کا پورا سامان متصور کر کے امریکہ ویورپ کے عیسائی گروہوں کی شکل میں اس سوسائٹی میں شامل ہونا شروع ہوگئے۔ اگر مسیحیت ان کے طبائع کے موافق ہوتی اور اس میں جہاد ومقابلے کی اس ضرورت کو محسوس نہ کیا جاتا جو ان حالات میں بالکل فطری تھی، تو تم دیکھتے کہ مغرب اپنی اس رائے سے قطعی دستبردار اور دستکش نہ ہوتا کہ زندگی کا مادی تصور ان کو روحانیت سے مالا مال

Marfat.com

کر سکتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ لوگ اگرچہ اسلام کی طرف مائل نہ ہوتے تاہم عیسائیت سے انحراف نہ کرتے اور اس روحانیت کی تلاش میں ہندوستان کا رخ نہ کرتے جو کہ انسانیت کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ تنفس، نہیں نہیں، جو انسانی فطرت کا ایک لازمی جزء ہے، جو اس کی رگ وپے میں جاری وساری ہے اسی سے اس کی روحانی زندگی عبارت ہے۔

عیسائیوں کی اسلام کے خلاف تبلیغ اور ہوس استعمار:

مغربی شاطروں کے لیے استعمار کا لوحاصل کرنے میں اسلام کا وجود بہت بڑی رکاوٹ تھی، انہوں نے اسلام اور حضرت محمد ﷺ دونوں کی مذمت سے اپنے عوام کو اسی طرح بھڑکانا شروع کیا۔ جس طرح اعلان رسالت کے بعد قریش نے اپنے ہم پیشہ ایرانی مشرکین دوستوں کی طرف داری میں ہرقل اور رومیوں کی پسپائی کو اپنے کفر وشرک کی دلیل میں پیش کیا، اسی طرح مغرب کے سیاسی شعبدہ بازوں نے اپنے اپنے حلقوں میں یہ خیال راسخ کر دیا کہ ''مسلمانوں کی ذلت کا سبب صرف اسلام ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دوسری قوموں کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔''

اسلام پر یہ مکروہ بہتان! کیا اہل مغرب اتنی جلدی بھول گئے؟ صدیوں تک وہی دنیا کے ہر خطے میں تہذیب وتمدن کا مینار تھے۔ علم ودانش نے انہی کے دامن میں پرورش پائی ہے۔ تمام عالم انہی کی ضیائے علم وحکمت سے روشن ہوا۔

کل کی بات ہے، اسی مغرب نے ہمیشہ کی جہالت وتباہ حالی کے بعد کروٹ بدلی، لیکن آج وہ اسلام پر طعنہ وتعجب کرنے بیٹھ گیا۔ یہ الزام مغرب پر عائد ہوسکتا ہے جو دین عیسوی اختیار کرنے کی پاداش میں اتنی مدت علوم وتمدن سے محروم رہا، نہ کہ اسلام پر جس نے صحرا نشینوں کو علم ودانش اور سیاست وسلطنت کا تاج پہنا کر دنیا کو حیران کر دیا، حتیٰ کہ اسی مغرب کا ایک حصہ (اندلس) صدیوں تک اس کے زیر نگین رہا۔

سیرت نویسی میں دوست نما دشمنوں اور نادان دوستوں کا معاملہ:

لیکن مغربی اہل قلم جو مسلمانوں کے سیاسی زوال کا سبب اسلام کو بتاتے ہیں کسی حد تک معذور ہی سہی اس لیے کہ ان کی تالیفات کی ماخذ یہ دو قسمیں ہیں

(الف) اسلام کے دوست نما دشمنوں کی تالیفات

(ب) اسلام کے نادان دوست مسلمانوں کی تالیفات

دوسری قسم نے خدا کے دین میں وہ باتیں شامل کر دیں۔ جنہیں خدا اور اس کا رسول ﷺ کبھی گوارا نہیں کر سکتے۔

اس گروہ کی دیدہ دلیری کا یہ حال ہے کہ جس کسی نے ان کے مخترعات سے انکار کیا۔ اس کے حق میں کافری کا فتویٰ جاری کر دیا۔ یہ موقع اس گفتگو کی تفصیل کے لیے مناسب نہیں۔

اس سے قطع نظر، جب ہم حضور ﷺ کی سیرت پر مسلمانوں ہی کی لکھی ہوئی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی ان اسفار میں بے شمار اسی قسم کی کتابیں ہیں۔ جن میں حضرت محمد ﷺ کے دامن میں وہ کچھ بھر دیا گیا ہے جسے دیکھ کر عقل سمٹ جائے طرفہ یہ ہے کہ اسلام کے ان نادان دوستوں نے ان مخترعات ومزعومات کو اثبات رسالت میں مددگار سمجھ رکھا ہے، حالانکہ ان سے نبوت کی نفی ہونا چاہیے۔ یہی مخترعات ان مستشرقین کی دستاویزیں ہیں جو اسلام، بانی اسلام اور مسلمانوں پر طعن کرنا وظیفہ استشراق سمجھتے ہیں۔ کاش! وہ ان بے اصل باتوں پر اکتفا نہ کرتے جو نادان مسلمان

Marfat.com

مصنفوں نے سیرت کی کتابوں میں داخل کر دیں۔ مگر مغربی اہل قلم نے ان عبارتوں کے نوک پلک بنانے میں ایسی فسوں کاری سے کام لیا کہ اس پر اصل کا دھوکہ ہونے لگا۔ انہوں نے اپنے اس انداز تصنیف کو "تحقیق جدید" کا عنوان بخشا جس (تحقیق جدید) کا مقتضایہ تھا کہ جس مبحث پر قلم اٹھایئے اس کی تنقیح ایسی دقت نظر سے کیجیے جیسے کوئی عادل زیر تفتیش معاملے کی چھان بین کر کے غیر متعلق اجزا کو ایک طرف رکھ دیتا ہے اور اصل متعلقات سے بحث کرتا ہے لیکن مستشرقین کی تحریروں میں اسلام اور بانی اسلام کے متعلق جدل اور عیب جوئی صاف دکھائی دے گئی۔ وہ اپنا مدعا ایسے پرفریب انداز میں بیان کرتے ہیں جس سے ان کے یاران طریقت اسے عین حقیقت سمجھ لیں۔ ان خود غرض حسد پیشہ مغربی مصنفوں کا مقصد مسخ حقیقت تو نہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ سب کچھ سہی مگر خدائے برتر نے طمانیت و سکون قلب کی دولت ان میں سے بھی چند آزاد فکر عیسائی مصنفوں کے حصے میں لگا ہی دی جو اسلام اور اس کے بانی محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں انصاف سے زیادہ دور نہیں رہے۔

مغربی افترا باز مستشرقین کا طرزِ عمل اور مسلمان مصنفین:

مسلمان اہل قلم نے مختلف اوقات میں ان جھوٹے الزامات کو دور کرنے کی کوشش جاری رکھی جو مغربی مستشرقین نے اسلام اور اس کے بانی ﷺ پر لگائے۔ ان میں سب سے نمایاں شیخ محمد عبدہ (مصری) ہیں جن کی شہرت اقصائے عالم میں پھیل چکی ہے، لیکن بدقسمتی سے اس طبقے کی طرف سے مدافعت کے صحیح تسلیم کرنے میں دو باتیں رکاوٹ بنی:

- ☆ یہ مسلمان اہل قلم جدید اسلوب تحقیق کے مطابق پوری طرح اپنے ماضی کو بیان نہ کر سکے جس کی آڑ میں مسلمانوں کے ازلی وابدی مستشرق دشمنوں نے (مسلمانوں) کی تحریروں کو ٹھکرا دیا۔
- ☆ مسلمان اہل قلم کے ایک گروہ کو جس میں شیخ محمد عبدہ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے نمایاں ہیں۔ مغربی مستشرقین کی دسیسہ کاریوں میں مسلمانوں کے اندر الحاد و بے دینی سے متہم کر دیا گیا جس سے مغربی اہل قلم کے لیے مسلمانوں کی تحقیق کو نامقبول وغیر مستند قرار دینے کا موقع مل گیا۔

مسلمان نوجوانوں نے جب دیکھا کہ ہمارے قدیم مدارس کے علماء نے شیخ محمد عبدہ اور ان کے ہم خیال غیور اہل قلم مسلمانوں پر الحاد و زندقہ کا فتویٰ صادر فرما دیا ہے۔ تو انہیں یہ شک گزرنے لگا کہ ہمارے قدیم علماء دین ہر اس بات کو الحاد و زندقہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ جس کا محور منطق اور دائرہ فلسفہ ہو، تو ان نوجوانوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ علماء قدیم جس بات کو الحاد کہیں گے وہی بات اجتہاد سے اس طرح قریب تر ہوگی جس طرح ایمان اجتہاد سے بے نیاز ہے۔

مسلم نوجوان مستشرقین کی تصانیف پر اس لالچ میں آ کر مائل ہو گئے کہ اسلام کی جس حقیقت سے مسلمان اہل قلم آشنا نہیں کر سکے اسے مغربی اہل قلم نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔

مستشرقین سے عیسائی اہل قلم نے اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے متعلق جو زہر اُگلا مسلمانوں نے اسے پاپائی تعصب سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، مگر جب مسلمانوں کا یہ تنفر مغرب کے شیریں بیان مستشرقین نے محسوس کیا تو انہوں نے کلیسائی ہلاہل سے کہیں تیز زہر تحقیق کی شیرینی میں گھول کر پیش کیا جسے کبھی خالص فلسفۂ ادب کے عنوان سے ان کے ایمان کا حصہ بنایا اور کبھی ادب و شعر کے دل فریب روپ میں ان کے دلوں میں داخل کیا۔ انسان دلائل کے نام سے ہر ایک

Marfat.com

شے کے سامنے جھک ہی جاتا ہے۔ جب بھی مسلمانوں کے دل میں خیال گزرا کہ ان مشکلات کو اپنے علمائے قدیم کے سامنے پیش کر کے ان کا حل دریافت کریں تو وہ علماء کی جمعیت اور اپنی قلت کے خوف سے خاموش ہو گئے کہ ان (علماء) کے حامی و مددگار تو ہر طرف سے نکل آئیں گے مگر ہمارا مددگار کون ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پہلے تو نفس مذہب میں شک کرنے لگے اور اس کے بعد اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے متعلق ان کے دل میں وسوسوں نے گھر بنالیا۔

اسلام اور مذہب سے ان کے انحراف کا یہ بھی سبب ہے کہ مذہب کے بے شمار مسائل ان کی موجودہ وضعی منطق کے اصولوں پر پورے نہیں اترتے، نہ اسلام کے وہ مسائل ان کے معیار کے مطابق علمی طور پر درجہ صحت تک پہنچتے ہیں۔ جن کی آمیزش ماوراء الطبیعیات کے ساتھ (مذہبا) بنائی جاتی ہے۔ اس قسم کے مسلمان ان مغربی اہل قلم کی تصانیف میں استغراق کے زمانے میں یہ بھی سامنے رکھتے ہیں کہ مغربی ملکوں میں کلیسا اور حکومت وقت دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اگر کسی عیسائی ملک میں مذہب کو حکومت میں دخل ہے تو صرف اس قدر کہ کلیسا کی طرف سے حکومت کی تصدیق کر دی جائے۔ قطع نظر اس کے وہ پروٹسٹینٹ کلیسائی ہوں یا کیتھولک، اس کے سوا پوپ کو حکومت میں کوئی دخل نہیں۔

لیکن مسلمانوں کی سادہ لوحی نے مغربی قوموں کے اس تقسیم حقوق (کلیسا و ارباب نفوذ و سیاست) سے بھی الٹا سبق حاصل کیا۔ مسلمان پوری فراخ دلی سے مغربی حکومتوں کی اس علم دوستی پر ایمان لے آئے کہ وہ اسلام کے متعلق تحقیق پر کس فراخ دلی سے خرچ کرتی ہے، بالخصوص جبکہ مغربی حکومتیں اپنی مذہبی تقریبات و رسوم میں رسماً کوئی حصہ نہیں لے سکتیں۔ اس قسم کے بے شمار وجوہ ہیں۔ جن کی بنا پر مستشرقین کی تصنیفات کے مطالعے میں کئی قسم کے محرکات و موثرات مسلمان کے دماغوں پر سوار رہتے ہیں اور وہ مغربی اہل قلم کو منصف مزاج سمجھ لینے کے بعد پوری توجہ کے ساتھ ان کے مرتب کردہ فلسفہ و ادب میں ڈوب جاتے ہیں۔ جس کا ایک ایک حصہ اسلام و بانی اسلام سے دوری پیدا کرنے میں بہت موثر ثابت ہوتا ہے۔

صدیاں گزر گئیں مشرق پر تعصب عقل و دانش و جمود طاری ہے جس کی وجہ سے اس کے انداز فکر اور عقل و دانش پر جہالت و نادانی کی کئی تہیں جم چکی ہیں۔ اس کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس دور کی تازہ ترین معلومات سے استفادہ کیا جائے تا کہ دور جدید اور ماضی کی عظمتوں میں پھر سے تعلق پیدا کیا جا سکے اور اپنے قدیم ورثے کو پھر سے دنیا کے سامنے سجا اور سنوار کر پیش کیا جا سکے۔

مغربی اہل قلم نے جس محنت کے ساتھ اسلام اور مشرقین کے مسائل جمع کیے ہیں ہم ان کی کوششوں کے معترف ہیں مگر ابھی ان کی یہ تصانیف تمہید و مبادی کے درجے پر ہیں جنہیں مسلمان اہل قلم اور مشرق کے رہنے والوں کے سامنے انہوں نے کاغذ کے صفحات پر پھیلایا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ پہلے تو اہل مغرب کی تصانیف کی غلطیوں اور زیادتیوں کو صاف کریں اس کے بعد انہیں مناسب اور ضروری اضافوں سے مکمل کریں، کیونکہ جس قوم اور ملک کے مسائل ہوں طبعاً وہی قوم اور اسی ملک کے رہنے والے ان مسائل کو مناسب طریقے پر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو سکے تو ہم روح اسلام اور روح مشرق دونوں کی حفاظت کا فریضہ ادا کر سکیں گے، نہ اس لیے کہ ہم مغربی اہل قلم کے اسلام اور مشرق پر عائد کردہ الزامات و طریق استدلال اور انداز فکر کی تردید تغلیط کریں بلکہ اس لیے کہ اسلام ہماری میراث ہے اور اپنے ورثہ کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ ہمیں پوری توجہ سے اس ترکے کی حفاظت کرنا چاہیے جو نورانی مینار کی حیثیت کو بھی منور کرنا ہے

Marfat.com

غنیمت ہے کہ دورِ حاضر میں بیشتر ایسے مسلمان اسلام کی قلمی اعانت میں مگن ہیں جو مغربی فکر جدید کے اسلوب پر لکھ سکتے ہیں اور جن کی محنت اور کوشش کی داد مغربی اہل قلم بھی پیش کرتے ہیں۔

مشرق اور مغرب دونوں کے جدید الفکر علماء اسلام کی قلمی اعانت میں کمربستہ ہیں۔ امید ہے کہ فریقین کی مساعی ایک دوسرے کے لیے بارآور ثابت ہوں۔ لیکن کلیسائی طبقہ اسی طرح اسلام اور حضرت محمد ﷺ کے متعلق تہمت تراشی میں مصروف ہے۔ جس طرح ان کے اسلاف تھے۔

اسلام پر کلیسائی طعنہ زنوں کی حمایت کا یہ طریق ملاحظہ فرمائیے جو مغربی جمہوریت کے صدقے میں کلیسا کو قانون کی صورت میں ملا ہے اور جسے ان کی حکومتیں آزادیٔ فکر سے تعبیر کرتی ہیں۔ حالانکہ ان کلیسائی احبار کو ان کی حکومتوں نے سلطنت میں دخل در آمد سے اس طرح نکال کر پھینک رکھا ہے جیسے دودھ سے مکھی۔

مغربی حکومتوں نے اسلام اور بانی اسلام پر زبان درازی جاری رکھنے کے لیے صرف کلیسا ہی کو شہ نہیں دے رکھی بلکہ مسلمانوں میں سے بھی اس نے ایسے جامد علماء اور کج رو مصنف اپنی بغل میں لے رکھے ہیں جن کی فکر سے خود اسلام شرمندہ ہے۔ ان علماء نے حضور ﷺ کی ذات سے جو باتیں منسوب کر رکھی ہیں عقل بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

کتاب ''حیات محمد ﷺ'' کی ضرورت:

علمی زندگی طے کرنے کے بعد میں نے عملی دور میں قدم رکھا ہی تھا کہ دنیا کے ہر حصے میں آباد مسلمانوں کو ان مسائل سے متاثر دیکھا جو اسلام اور اس کے بانی کے متعلق پیدا کیے جا چکے تھے، میں ان مسائل کی تحقیق میں ڈوب گیا جن کی غلط بیانی اور فریب دہی کے چکر میں آ کر مسلمان اور مشرق دونوں پریشان تھے۔ مغرب کے بعض اہل قلم اور اسلام کے جامد علماء کی اس عدم دلچسپی کی وجہ سے صرف دین ہی کو خطرہ نہ تھا بلکہ یہ علمی حادثہ تمام عالم کے لیے مشکلات کا سبب بن رہا تھا کیونکہ مسلمان جو صدیوں تک دنیا کے ہر خطے میں علم و تمدن کے مشعل بردار رہے تھے اگر انہی کے عقائد اطوار و کردار میں ظلم و جہالت کی تیرگی ثابت ہو جائے تو جن قوموں نے ان کی برکت سے علم و دانش کے خزانے حاصل کیے، وہ تہذیب و فنون میں کس حد تک کامیاب ہوئیں؟ لہٰذا میں اپنا فرض سمجھ کر ان مسائل کی تحقیق و مطالعے میں مصروف ہو گیا اور میں نے کتاب حیات محمد ﷺ کی تدوین کی طرف اپنی تمام توجہ مرکوز کر دی۔ کتاب تالیف کرتے وقت میں نے درج ذیل دو طریقے مدنظر رکھے ہیں:

☆ کلیسائی عیسائیوں اور مستشرقین کے اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر حسد کی وجہ سے لگائے جانے والے الزامات کا تدارک۔

☆ ان جامد مسلمان مصنفین پر گرفت جنھوں نے اپنی نادانی کی وجہ سے اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے دامن میں بدنما دھبے لگا دیئے ہیں۔

میں نے اس کتاب کی تدوین و تحقیق جدید مغربی نہج میں کرنے کا ارادہ کیا۔ تاکہ میں حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کر سکوں۔

اس مقصد کے حصول کے لیے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے متعلق تمام دستیاب کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد میں

Marfat.com

نے مندرجہ ذیل کتابیں حرفاً حرفاً پڑھیں:

(1) ''سیرت ابن ہشام''

(2) ''طبقات ابن سعد''

(3) ''مغازی محمد للواقدی''

(4) ''روح الاسلام'' سید امیر علی

پھر سیرت کی درج بالا چار کتابوں کے مطالعہ کے بعد مستشرقین کی ان تالیفات کا مطالعہ کیا۔

(1) درمنگھم کی ''سیرت محمد ﷺ''

(2) ''مورخ''

ان مصنفین کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد میں نے موسم سرما 1932ء کا پورا زمانہ اقصر میں گزارا اور وہیں (کتاب) ''حیات محمد ﷺ لکھنا شروع کی۔ اسی دوران مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں میرے انداز جدید اور اسلوب ترتیب کی سن گن پا کر روایتی خرافاتی مسلمان میرے خلاف ہنگامہ برپا نہ کر دیں لہٰذا میری ہمت ٹوٹ گئی اور میں نے کتاب لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

مگر علمی اداروں کے سربراہان (جو میرے انداز فکر سے متاثر تھے اور کتاب کے ابتدائی حصوں کا مطالعہ کر چکے تھے) التوا کی خبر پا کر بضد ہوئے کہ میں ''حیات محمد ﷺ'' اسی اسلوب (جدید) سے لکھوں۔ اس سے میرے ارادہ میں پھر حرکت پیدا ہوئی اور قلم ہاتھ میں لے لیا۔

مشیت نے رہنمائی فرمائی کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کا مکمل مرجع قرآن کریم ہی ہے جس میں نبی عربی ﷺ کی زندگی کے تمام واقعات پر ایسے اشارے موجود ہیں جن کی روشنی میں آپ کے سوانح و کوائف مرتب کرنے کے لیے صحیح راستہ مل سکے۔ قرآن مجید ہی کو اساس قرار دے کر آپ کی حیات طیبہ مدون کرتے کے لیے احادیث و سیرت کی کتابوں سے استشہاد کیا جاسکتا ہے اور قرآن کو موضوع قرار دے کر میں نے آیات کا استخراج شروع کر دیا۔

میری اس مہم کی اطلاع پر آقائے احمد لطفی ناظم دار الکتب المصریہ نے اس موضوع کی تمام آیات کا ایک مجموعہ عنایت فرما دیا جس سے مجھے اس محنت سے نجات مل گئی۔ میرے لیے ضروری تھا کہ ان میں سے ایک ایک آیت پر میں پورا غور و فکر کرسکوں اور مجھے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نظر نہ آیا کہ ایسی ہر آیت کے شان و اوقات نزول اور مناسبات کی تلاش کر لی جائے لیکن کتب تفسیر کی کوتاہ قلمی نے مجھے تھکا دیا کیونکہ مفسرین آیات کے شان نزول کو بیان نہیں کرتے۔ ماسوائے ان دو حضرات کے:

☆ واحدی ''در کتاب اسباب النزول''

☆ ابن سلامہ ''در کتاب الناسخ والمنسوخ''؛

دونوں حضرات نے مختصراً مگر سلیقہ اور دقت نظر سے شانِ نزول کی تفصیل بیان فرمائی۔ راقم سطور نے دوسرے دستیاب تفسیر اور سیرت کی کتابوں کے ساتھ ساتھ انہی دونوں پر اپنی تحقیق کا مدار رکھا ہے۔

Marfat.com

نوٹ: یاد رکھیے کہ واحدی اور ابن سلامہ اور تفسیر وحدیث کی دوسری کتابوں میں تنہا کوئی ایسا مجموعہ نہیں جس پر کسی مسئلے کی بنیاد تحقیق کے بغیر رکھی جا سکے۔

☆ جامعہ ازہر:

اس ممتاز درس گاہ کے جن اکابرین نے میری معلوماتی مشکلات میں پوری طرح مدد کی ان میں ازہر کے شیخ الجامعہ شیخ محمد مصطفیٰ المراغی کا نام سرفہرست ہے۔

☆ دار الکتب المصریہ:

اُستاد عبد الرحیم نگران ادب کے الطاف پیہم نے مجھے بندہ حلقہ بگوش بنا لیا اور خزانۂ الکتب کا دروازہ میرے لیے کھول دیا۔ اس دار الکتب کے عہدہ داروں میں سے آشنا اور نا آشنا دونوں نے اپنے علمی احسانات سے ممنون فرمایا۔

☆ جعفر پاشا:

انہوں نے متعدد کتابیں خصوصاً (''صحیح مسلم'' و تواریخ ہائے مکہ معظمہ وغیرہ اُدھار دینے کے ساتھ کئی اہم مسائل میں میری رہنمائی فرمائی۔

☆ عبید پاشا:

☆ انہوں نے مجھے ''حیات محمد ﷺ'' (سر ولیم میور)

☆ ''الاسلام'' (پادری لامنس) وغیرہ کتب عطا کیں۔

ذیل میں اُن کتابوں کے نام درج کیے جاتے ہیں جن سے میں نے استفادہ کیا۔

☆ ''فجر الاسلام'' استاد احمد۔

☆ ''قصص الانبیاء'' استاد عبد الوہاب النجار۔

☆ ''الادب الجاہلی'' ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔

☆ ''الیہود فی البلاد العرب'' اسرائیل ونفنسن۔

کتاب ھذا ''حیات محمد ﷺ کی تحریر کے دوران ہر عقدہ کشائی کے بعد ایسی گرہ آجاتی جس کے سلجھانے کے لیے پہلی گرہ کے بند کھولنے کے طریق کے سوا کوئی دوسرا انداز کارگر نہ ہو سکتا تھا۔ اسی طرح اس رشتے کا ہر ایک عقدہ اپنے گوناگوں الجھاؤ لپیٹے ہوئے سامنے آیا۔

جس طرح اپنے ہاں کے اسفار تفسیر وسیرت سے میری مشکلات کا حل ہوتا گیا۔ اسی طرح مستشرقین میں سے بھی بعض اہل علم کی کتابیں میری مہم میں نفع بخش ثابت ہوئی۔

اس راہ میں نئی دشواری یہ سامنے آئی کہ سید العرب والعجم محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوانح کے ساتھ اکثر و بیشتر آپ کے اصحاب وانصار کے کوائف بھی ملے جلے سامنے آئے لیکن میں نے ان میں سے رسالت مآب کے واقعات زندگی تحریر کرنے پر اکتفا کیا ورنہ کتاب کے صفحات کی تعداد بہت بڑھ جاتی۔

Marfat.com

اس جگہ پر مجھے کوسان اور پرسفال کا تذکرہ کرنے دیجئے جس نے ''رسالہ تاریخ عرب'' کے نام سے تین جلدیں لکھیں۔اس کے ابتدائی دو حصے حضور ﷺ کے سوانح اور تیسرا حصہ شیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ) کے حالات پر مشتمل ہے، جس طرح ''طبقات ابن سعد'' کی پہلی جلد رسول پاک ﷺ کی سیرت پر ورنہ باقی حصے آپ ﷺ کے صحابہ کے سوانح وکوائف پر پھیلے ہوئے ہیں۔

کتاب کی تصنیف شروع کرتے وقت میرے مدنظر رہا کہ آنحضرت ﷺ کے بیان سیرت سے تجاوز نہ ہونے پائے ورنہ مقصد سے دور رہ جانے کا خطرہ ہے۔

سیرت پاک کے سلسلے میں صحابۂ کرام کے سوانح شامل نہ کرنے میں دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی بے نظیر عظمت ونورانیت کے سامنے کسی اور پر نگاہ نہیں ٹھہری۔اسی طرح حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ وجناب عمر رضی اللہ عنہ اپنے اپنے عہد خلافت میں جلال وجمال کے اس قدر بلند مینار تھے۔جن کے مقابلے میں دوسروں کی رفعت درخوراعتنا نہ تھی۔اسی طرح ان دونوں (شیخین) کے بعد سابقین اولین کی منزلت ہے جن کے علو کا مقابلہ صحابہ میں سے کسی سے نہ ہوسکا حتیٰ کہ بعد میں آنے والوں نے ان کے کارناموں پر اپنے فخر وامتیاز کی عمارت قائم کی۔

نہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور سابقون اولون بلکہ تمام صحابہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں آپ کی ضیا سے مستفیض ہوئے تھے، اس لیے ہر مصنف کے آداب تصنیف میں داخل ہے کہ رسول پاک ﷺ کی زندگی کے بیان میں دوسری شخصیتوں کو داخل نہ ہونے دے، خصوصاً جب کہ جدید طرز تحقیق کے مطابق اس بحث کو پھیلایا جائے۔حیات محمد ﷺ کا یہی اسلوب ہے اور یہی واحد ذریعہ ہے جس سے مسلم اور غیر مسلم دونوں کے دل ودماغ میں فخر دو عالم حضرت مصطفیٰ ﷺ کی عظمت وجلال کا پرتو منعطف ہوسکتا ہے اور اسی انداز سے قوت ایمان اور یقین میں اضافہ ممکن ہے ان وعظ پیشہ عیسائی مبشرین سے قطع نظر جنہوں نے اپنی حماقت سے حضور ﷺ کی توہین و تلقیص میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

اگر حضور ﷺ کی سیرت ان علمائے مستشرقین کی نظر سے دیکھی جائے جنہوں نے آپ کے سوانح حیات اس طرز سے سپرد قلم کیے۔جس سے ایک طرف سرور کائنات ﷺ کی عظمت وجلالت آشکار ہوتی ہے تو دوسری جانب اپنی قوت ایمان میں اضافہ ہوتا ہے (اور ایسے مستشرقین میں درج ذیل علماء قابل ستائش ہیں) تھامس کارلائل ''ہیروز اینڈ ہیروز شپ'' (کتاب الابطال) در 1846ء اس کتاب کے ایک کامل حصے میں کارلائل نے اللہ تعالیٰ کی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو نور کی اُس کرن سے ظاہر کیا ہے جو ایک متصل ہدایت سے آرہی ہو۔کارلائل نے کس حکمت سے اس نور کو سپردِ قلم کیا۔

☆ سر ولیم میور در کتاب ''سیرت محمد ﷺ''

☆ ارنج در ''سیرت محمد ﷺ''

☆ اسپرنگر ''سیرت محمد ﷺ''

☆ ویل در کتاب ''محمد ﷺ پیغمبر''

ہر ایک نے اس سراپائے صداقت کی نورانی تصویر کے خدوخال میں کیسی دل کشی پیدا کی ہے۔

Marfat.com

اگر چہ ان میں سے بعض مصنفین نے چند امور میں فخر دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ پر نکتہ چینی سے احتراز نہیں کیا بظاہر جس کی وجہ یہ ہے کہ معترض علیہ مسائل میں ان علماء کو دقت نظر سے مطالعے کا اتفاق نہیں ہوا۔ انہوں نے ایسی روایات مضطربہ پر اعتماد کر لیا جو تفسیر و سیرت کی ان کتابوں میں پھیلی ہوئی تھیں جو پہلی دو صدیوں میں مدون ہوئیں، جن میں اسرائیلیات نے نہ صرف سیرت پاک بلکہ دوسرے اسلامی مسائل میں خلط ملط کر کے انہیں مسخ کر دیا۔ یہی دو صدیاں (پہلی اور دوسری) ہیں جن میں دشمنان اسلام کی راہ سے ہزاروں حدیثیں مسلمانوں میں پھیل گئیں جس کا اقرار خود مستشرقین بھی کرتے ہیں مگر اس اعتراف کے باوجود مستشرقین نے ان روایات کے استعمال سے اپنا دامن آلودہ کر لیا حالانکہ وہ معمولی توجہ سے ضعیف و قوی روایات میں امتیاز کر سکتے تھے۔ ان (روایات) میں من جملہ اور افسانوں کے مندرجہ ذیل حکایتیں ہیں۔

☆ داستان غرانیق۔

☆ اتہام درواقعہ حضرت زید و جناب زینب علیہما السلام۔

☆ افترا در تعدد ازواج رسول پاک ﷺ۔

کاش! یہ مصنفین ان مسائل کے صحیح مصادر تلاش کرتے اور وہ اسلام پر تہمت تراشی کے الزام سے سلامتی کے ساتھ بچ جاتے۔

راقم نے بشمول دوسرے ایسے مسائل کے ان روایات کو علمی تحقیق کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

اس کے باوجود میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ حضرت محمد ﷺ کی سیرت بیان کرنے میں راقم نے اپنا فرض پوری طرح ادا کر دیا ہے۔ سوائے اس کے کہ اس مبحث میں نئے طریقے سے (راقم نے) تحقیق کی ایسی طرح ڈال دی ہے۔ جس سے اسلام پر علمی طریق سے بحث کی گئی۔ میری رائے میں جس طرح علماء اور مورخین کے ایک گروہ نے تاریخ کے بعض مباحث کی چھان بین کے لیے زندگیاں وقف کر دیں، جیسے اولارلے نے انقلاب فرانس کی تفصیلات کو بڑی جاں فشانی سے مرتب کیا ٹھیک اسی طرح حضور ﷺ کی زندگی کو اجاگر کرنے کے لیے علماء کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو وقف کر دینا چاہیے۔ خصوصاً اس نہج پر کہ عرب کی جغرافیائی اور ملی حیثیت بیان کرتے ہوئے دنیا کے دوسرے خطوں اور قوموں کے ساتھ بھی موازنہ کیا جائے یہ کام نہ صرف اسلام کی ہمہ گیری میں کارآمد ہو سکے گا بلکہ تمام عالم کے لیے نفع بخش ثابت ہوگا۔ یہ انداز تحقیق دنیا جہان کے بے شمار روحانی اور نفسیاتی مسائل کو اجاگر کر سکے گا۔ قوموں کے اجتماعی و اخلاقی نظام کو واضح کرنے میں مددگار ہوگا۔ اسلام اور عیسائیت جن مناقشات کو ابھی تک طے نہیں کر سکے، اس کے اثر سے خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ مسیحی منادوں کا یہ ذوق ختم ہو جائے گا کہ یا تو مسلمانوں کو مغربی نظر و فکر کا حامل بنا دیا جائے یا انہیں عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔

انسانیت کی فلاح و بہبود کا یہی واحد ذریعہ ہے جسے انسان موجودہ تمدن میں دنیا کے کونے کونے میں ڈھونڈ رہا ہے۔ سوائے عیسائیت کے جو تعصب و کینے کے غلبے سے دب کر اسلام اور حضرت محمد ﷺ کی طرف دیکھنے کی بجائے تھیا سوفیکل یا ہندو ویدانت کو ترجیح دینے پر تلی ہوئی ہے۔ مشرق کے مسلمان ارباب فکر اور یہود و نصاریٰ کے روشن خیال علماء کا فرض ہے کہ اسلام اور بانی اسلام جیسے جلی موضوعات پر ایسے انصاف و بے تعصبی سے قلم اٹھائیں جس سے دنیا کو صحیح راستہ مل سکے۔ اگر

Marfat.com

اسلام کو جدید اسلوب تحقیق میں پیش کیا جائے تو یہی انسان دنیا اور خالق دونوں کے نزدیک قابل عزت بن سکتا ہے اور فطرتی طور پر اسلام ہی کے مسائل میں یہ خوبی ہے کہ وہ روحانی اور مادی ہر دو صورتوں میں انسان کے شرف و بزرگی کو اس طرح بیان کر سکتا ہے جسے دیکھ کر علم اس کے سامنے ایک طرف حیران ہو کر کھڑا رہ جائے۔ یعنی وہ علم جو تنہا کسی شے کی نفی یا اثبات نہیں کر سکتا۔ اسلام کو اس طریق پر پیش کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ ہر دور اور عہد کے مطابق انسان کو اپنی زندگی کی اصلاح میں قوت حاصل ہو گی۔

حضور ﷺ کی تعلیمات سے انسان کے درج ذیل مسائل با آسانی حل ہو سکتے ہیں:

- ☆ زندگی کیا ہے؟
- ☆ انسان اور دنیا کا باہمی رابطہ
- ☆ طمع زیست
- ☆ وہ عقائد جن پر عمل کرنے سے قوموں کی ہمت ختم ہو جائے۔
- ☆ وجود باری تعالیٰ۔
- ☆ وحدت وجودی۔
- ☆ ''وجود'' کے مسلک میں کون سا انسان منسلک ہے۔
- ☆ وحدت الوجود میں کونسا شخص محلول ہے۔

ان میں سے ہر ایک مسئلے پر منطقی طریقوں سے بحثوں نے ادب میں بہت زیادہ اضافہ کیا اور مسلمانوں نے ان بحثوں میں منطق و فلسفہ کا خوب استعمال کیا ہے کہنا یہ ہے کہ اگر عقل و حکمت کی یہی قوت جو عباسی عہد سے لے کر اب تک متذکرہ الصدر مسائل میں مصروف عمل ہے اسے حضرت محمد ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی تعلیم کی افادی خوبیوں پر صرف کیا جاتا تو آج دنیا کا یہ نقشہ کسی اور صورت میں نظر آتا۔ اس نوع میں خود مغرب کی رفتار یہی ہے جو سولہویں صدی سے لے کر انیسویں صدی عیسوی تک مسلمانوں ہی کی طرح لاتعداد مسائل کے حل میں مصروف رہا۔ مشرق اور مغرب کے ان دونوں زمانوں میں بے چارہ علم اپنی جگہ حیران تھا کہ میری ذات تو انسانیت کی بلندی کا ذریعہ ہے مگر مسلمان اور یورپ کے علم کے ٹھیکیدار کن باتوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں؟

ظاہر ہے کہ علم کا مفید ترین پہلو انسان کی اس سعادت و خوش نصیبی کی صورت میں نمایاں نظر آ سکتا ہے جس سے خالق اور اس کے بندوں کے درمیان ایسا واسطہ پیدا ہو سکے جس (واسطہ) سے پوری انسانی برادری وحدت میں منسلک نظر آ سکے اور یہ سبق صرف حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں ہے، بشرطیکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی پر علمی طریق سے بحث کی جائے جس کے نتیجہ میں دنیا کو موجودہ مادہ پرستی کی مشکلات سے (بھی) نجات مل سکتی ہے۔

بظاہر اس مقصد تک رسائی ناممکن نظر آتی ہے لیکن جو اہل عقل و دانش موجودہ دور میں مادہ پرستی کو زوال کا سبب سمجھ رہے ہیں وہ اگر ان مسائل کو حضرت محمد ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھ کر حل کریں جن کے نور سے لوگوں کے مسائل اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آنا شروع ہو چکے ہیں۔ تو ان حضرات کو مادہ پرستی کی بے برکتی کا اندازہ آسانی سے ہو سکے گا اور امید

Marfat.com

ہے کہ نوع بشر اپنے گم شدہ کامیابی کے راستہ کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے گی۔

جیسا کہ مقدمہ کی ابتدا میں بیان ہوا ہے کہ یہ کتاب ''حیات محمد ﷺ'' ان توضیحات پر ہنوز حرف اول ہے، تاہم مجھے امید ہے کہ:

طالبان حقیقت کو اس کے مطالعے سے تسکین حاصل ہو سکے گی اور اس موضوع پر بالغ نظر محققین حضور ﷺ کی سیرت پر تلاش و جستجو سے قلم اٹھائیں گے۔

☆ اہل قلم محققین اس راہ میں اپنی کاوش صرف کریں گے۔

☆ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں انسانیت کی پریشانیوں اور بے چینیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

اگر ان میں سے ایک مقصد بھی حاصل ہو سکا تو راقم اسے اپنی کامیابی تصور کرے گا۔

......☆☆☆......

Marfat.com

مقدمہ طبع ثانی

Preface to the second Edition

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن دس ہزار کی تعداد میں چھپا۔ ایک تہائی کی فرمائش اثنائے طباعت میں آ گئی۔ باقی کی کتابیں طبع ہونے سے تین ماہ بعد تک ہاتھوں ہاتھ نکل گئی جس سے قارئین کے شوق مطالعہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے طبع ثانی کے موقع پر مزید غور وخوض کی ضرورت محسوس ہوئی اور سب سے پہلے اپنی ہی ذات سے سوال کیا کہ:

☆ طبع ثانی کو پہلے ہی کی شکل میں شائع کر دیا جائے؟
☆ یا پہلے ایڈیشن کی فروگزاشتوں کی تنقیح وتصحیح پر اکتفا کافی ہے؟
☆ یا طبع اول میں جو مباحث قلم انداز ہو گئے ہیں ان کے استدراک پر قناعت؟

درج بالا امور کا تذکرہ علم دوست احباب سے کیا۔ جن قدر دانوں کے مشورہ کی میرے نزدیک اہمیت ہے (انہوں نے) فرمایا اگر دوسرا ایڈیشن بعینہ طبع اول کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو اس میں دو فائدے ہیں:

☆ دونوں اشاعتوں میں یکسانیت کی صورت میں جن اصحاب کے پاس طبع اول کے نسخے موجود ہیں وہ اپنے نسخوں میں کمی پا کر بددل نہ ہوں گے۔
☆ اور اس (طبع ثانی) کے بعد آپ سکون کے ساتھ تیسرے ایڈیشن کے لیے تصحیح اور اضافات کر سکیں گے۔

میں ان مشوروں پر عمل کرنے کے لیے تیار بھی ہو گیا لیکن مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر یہ ارادہ ترک کر کے درج ذیل تصحیح اور اضافے پر متوجہ ہونا پڑا۔

☆ اُستاد محمد مصطفیٰ (امراغی) کی تنقیحات جو ممدوح پہلی طباعت کے دوران میں ایک ایک تختہ کاغذ چھپنے پر ساتھ کے ساتھ اپنے قلم سے لکھتے گئے، جنہیں پہلا ایڈیشن شائع ہو جانے کے بعد ہی آپ نے میرے حوالے فرما دیا۔
☆ طبع اول شائع ہو جانے کے بعد اہل قلم حضرات نے اخباروں، ماہانہ رسالوں اور ریڈیو میں تبصرے فرمائے جن میں دل کھول کر کتاب کی تعریف کی گئی یہ تبصرے بھی میرے زیر نظر تھے۔

مختلف رسائل اور اخباروں کے مقالات کے اندر میری سعی وکاوش کے مقابلے میں ایک طرف میری تعریف کا دامن حد سے زیادہ پھیلا دیا گیا تو دوسری جانب محققین واہل علم نے یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ نبی عربی (ﷺ) کی شان وعلو کا تقاضا ہے کہ طبع ثانی میں کوئی کمی نہ رہنے پائے۔ مختلف حضرات نے جو مشورے دیئے وہ یہ تھے۔

☆ بعض کے نزدیک کچھ مطالب وضاحت کے محتاج ہیں۔

Marfat.com

☆ بعض کو یہ شکوہ تھا کہ حروف صبر کے استعمال میں زیادہ دقت نظر سے کام لینا چاہیے تھا۔

☆ بعض کی رائے یہ تھی کہ مندرجہ لفظوں کو کسی معنی پر منطبق کرنے میں تکلف ہوتا ہے۔لہٰذا ایسے الفاظ کی ضرورت ہے جو زیادہ واضح ہوں۔

یہ اشارے میرے لیے از سرِ نو غور و مراجعت کا باعث بنے ،حتیٰ کہ جن مباحث کا تذکرہ مضمون نگاروں نے (رسائل و اخبارات کے مقالات میں) نظر انداز کر دیا تھا ان مسائل پر بھی نظر ثانی ضروری سمجھی گئی تا کہ دوسرا ایڈیشن ہر طرح کی خامیوں سے پاک ہو اگر چہ حضرت رسول کریم ﷺ کی سیرت میں یہ کتاب علمی اور تحقیقی حیثیت سے ہنوز حرف اول ہے جیسا کہ پہلی اشاعت کے مقدمہ میں عرض کیا گیا ہے۔

طبع ثانی میں مزید تحقیق و اضافے کا باعث یہ بات بھی ہوئی کہ دوستوں نے جو مشورے دیئے تھے میں نے انہیں بغور دیکھا۔ان مشوروں سے میں اگر چہ پہلے بھی ناواقف نہیں تھا۔

تاہم میں نے اس بنا پر دوبارہ تحقیق و زیادت کی ضرورت محسوس کی تا کہ ان حضرات کو اپنا نقطۂ نظر سمجھا سکوں۔اس مقصد کے لیے میں نے حضور ﷺ کی سیرت کے بارے میں جن نکات پر توجہ صرف کی وہ اس لائق ہیں کہ ہر سیرت نگار ان کو نظر و بصر کے سامنے رکھے بحمد اللہ جہاں میں اس بات پر خوش ہوں کہ میں نے پہلے ایڈیشن میں غیر شعوری طور پر ان تمام مشوروں کو ملحوظ رکھا تھا ،اب اس سے ہم کنار ہوں کہ دوسرے ایڈیشن میں میں نے اس عظیم انسان کے بارے میں زیادہ توسیع سے کام لیا ہے۔ ہدایت و رہنمائی کی تاریخ میں جس کی مثال نہیں پائی جاتی ۔یعنی دوسری اشاعت میں ان مسائل کی مزید وضاحت کی گئی جو طبع اول میں مختصراً بیان کیے گئے

مزید برآں کتاب کے آخر میں ابواب کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔جن میں ایسے مباحث کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا جو پہلی اشاعت میں مختصراً طور پر ذکر میں لائے گئے۔

نیز جو مسائل پہلے سے تفصیل سے بیان کیے گئے تھے اور اہل علم نے ان میں مزید وضاحت کی خواہش ظاہر فرمائی تھی ان میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔

مغربی مستشرقین کے پیروکاروں کا رویہ:

سب سے پہلے مجھے ایک مصری مضمون نگار کی حماقتوں کو بیان کرنا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ان کا یہ تنقیدی مضمون اس مقالے کا ترجمہ ہے جو انہوں نے مستشرقین المانیہ کے ایک رسالہ میں چھپنے کے لیے بھیجا۔ میں ان کا یہ احمقانہ مضمون عربی اخبارات میں اس لیے نہیں چھپوا رہا ہوں کہ یہ ایسے بے سند اور بے سروپا الزامات پر مشتمل ہے جن کا کوئی ثبوت نہیں۔ میں ان کا نام بھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا کیونکہ ممکن ہے میری اس تنقید کے بعد ان کو خود ہی شرم محسوس ہو۔ان کی تنقید یہ ہے۔

زیر بحث کتاب (''حیات محمد ﷺ) جدید علمی طریق پر نہیں لکھی گئی۔

مصنف نے اپنی کتاب میں جرمن مستشرقین مثلاً شپل جولد زہر اور نولدکی وغیرہم کے افادات کی ریزہ چینی کیوں نہیں کی۔

مصنف نے اس تالیف میں قرآن (مجید) جیسی کتاب کو کیوں اساس بنالیا جس کی صحت میں جرمنی کے مستشرقین

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ ''پیغمبر اسلام کے وصال کے بعد اس کتاب (قرآن مجید) میں تحریف وتغیر ہوگیا اور جن امور میں تصحیف ہوئی، ایک میں ان کے نبی کا نام بھی ہے جو اصل میں یا ''یاقثام'' تھا جو آخر میں ''محمد ﷺ'' بن گیا جس کا ثبوت آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد جو محمد (ﷺ کی بجائے اس نبی کا نام ہے جس کا نشان انجیل نے اس مفہوم میں دیا ہے کہ وہ (نبی) حضرت عیسٰی کے بعد آئے گا''

''ان مستشرقین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ جن باتوں کو وحی بتا کر اپنے مسلمان پیروؤں کی ہدایت کرتے وہ ان کے مرض صرع کا کرشمہ تھا جس کے دورے سے وہ لرزنے لگتے اور منہ سے جھاگ اگلنا شروع کر دیتے لیکن ہوش میں آنے کے بعد وحی خداوندی کے نام سے کلام سنا کر فرماتے کہ اس بے ہوشی میں مجھ پر یہ کلام نازل ہوا ہے۔''

یہ مضمون نگار اگر مصری اور مسلمان نہ ہوتا تو میں ان بہتانوں پر توجہ نہ کرتا۔ اگر یہ اعتراض مستشرقین یا عیسائی کرتے تب بھی میں انہیں قابل اعتنا نہ سمجھتا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا کیونکہ طبع اول کے مقدمے میں مستشرقین کے بارے جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں اضافے کی ضرورت نہیں لیکن مصری مضمون نگار آخر تو اپنے ہی بھائی ہیں جنہوں نے اس طرح سوچا جس طرح ہمارے ان نوجوانوں اور دوسرے اشخاص کا حال ہے۔ جو اسلام پر مستشرقین کی تصانیف کا مطالعہ اس عقیدت مندی کے ساتھ کرتے ہیں جیسے ان کی تحقیق علم صحیح پر مبنی اور ان کی تعبیر غلطی سے پاک ہے۔

اسلام کے متعلق مستشرقین کی تحقیق پر آنکھ بند کر کے یقین کرنے والے مسلمانوں کے لیے چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

مستشرقین میں اسلام کے متعلق اگر بعض اہل علم کی نیت صالح ہے تو ان کا علم ناقص ہے جو عربی لغت پر حاوی نہ ہونے کی وجہ سے اس لائق نہیں رہتا کہ حقائق جان سکے۔ پھر اس جنون میں ان کو وہ غلو ہے کہ اللہ کی پناہ۔ علماء کا یہ شیوہ نہیں کہ اس کا شکار ہوں۔ اس غلو و اسراف نے تحقیق کی کن خطرناکیوں کا مظاہرہ کیا ہے اس کا اندازہ اس سے کیجیے۔ بعض عیسائی محققین نے مسیح کے تاریخی وجود ہی کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ کچھ لوگ اسراف وغلو کی حدود سے اس حد تک متجاوز ہو گئے کہ انہوں نے مسیح کو مجنون تک کہنے میں تامل نہ کیا یہ غلو و اسراف دراصل نتیجہ ہے اس ملاوٹ کا جو مغرب میں کلیسا اور ارباب علم ومعرفت کے درمیان برپا رہی۔ اسلام کا دامن چونکہ اس نوع کے جھگڑوں سے کبھی آلودہ نہیں ہوا اس لیے انہیں بحث وفکر میں یہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے اور ان تمام افکار ونظریات کو آمنا وصدقنا کہہ کر قبول نہیں کر لینا چاہیے، جو مغرب کے دارالغرب سے ڈھل کر آئیں، کیونکہ ان سب پر صدیوں کی اس آویزش کی چھاپ بہرحال موجود ہے۔

موصوف مصری خط نویس نے جس نوعیت کے اعتراض کیے ہیں۔ ان کی ایک ایک نکتہ چینی اس قابل ہے کہ اسلام پر مغربی علماء کے اسفار آنکھیں موند کر نہ پڑھے جائیں۔ مثلاً یہ اعتراض کہ ''راقم نے اپنی تصنیف میں اسلام اور عربی مصادر کو اساس قرار دینے کا گناہ کیوں کیا'' بلاشبہ مجھے تسلیم ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ مگر اس معصیت کو کم کرنے کی نیت سے میں نے مستشرقین کے اسفار پر بھی نظر ڈالی جیسا کہ اشاریہ میں ان کی تصانیف کا تذکرہ موجود ہے۔ البتہ مجھے اس اعتراض کے تسلیم سے انکار نہیں کہ میں نے عربی مصادر کو اساس اور اہل مغرب کے نوشتوں کو ثانوی درجہ دیا۔ خود مغربی ارباب تصنیف بھی تو اسلام پر تحقیقات میں قرآن اور عربی مصادر ہی کو بنیاد قرار دیتے ہیں اور اس سے کسی مصنف کو مفر ہی نہیں کہ وہ سیرت

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ پر قلم اٹھانے کے مقصد پر قرآن کو اساس قرار نہ دے، خصوصاً جبکہ جدید علمی نہج پر تدوین مقصود ہو۔ یہی گناہ نول کدی نے کیا۔ اسی معصیت میں جولدزہر آلود ہوا، یہی ارتکاب قبل سے ہوا۔ اسی طرح اسپرنگر اور میور نے رسول عربی ﷺ کی سیرت نویسی میں سب سے پہلے قرآن مجید ہی کو سامنے رکھا۔

کہنا یہ ہے کہ نقد و تمحیص کا جو اسلوب مستشرقین نے اختیار کیا۔ اسی نہج پر میں نے اپنی کتاب کی بنیاد رکھی جس میں نہ صرف اسلام کے مصادر بلکہ وہ مسیحی اسفار کتب بھی سامنے رکھی۔ جو اسلام پر لکھتے ہوئے مستشرقین کے پیش نظر ہیں۔ البتہ میں نے مسیحی مصادر کی پڑتال جدید علمی تحقیق کے مطابق کرنے میں اغماض و تساہل سے کام نہیں لیا۔ یہ دفاتر وہ ہیں جنہیں مسیحی تلبیسات کا گھناؤنا تودہ کہیے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس پر اگر طعنہ دیا جاتا ہے کہ میں نے مستشرقین کے نتائج سے اتفاق کیوں نہیں کیا یا ان کی تحقیق کو بحث و نقد سے مستثنیٰ کیوں نہیں رہنے دیا تو ایسے معترضین کا کیا مداوا ہے۔ معترض ایسے علمی جمود کی دعوت میں مصروف ہیں جو عقل و فرزانگی سے مختلف اور اپنوں و رجعت پسندی کے موافق ہے، جس کی توثیق مستشرقین کی ہمت سے بھی باہر ہے۔ البتہ جسے علم میں جمود گوارا ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے دینی جمود گوارا کر لینا بھی آسان ہے، لیکن علم اور دین دونوں ایسے تاریخی مسائل ہیں کہ میں ان میں سے کسی ایک کے ساتھ جمود کا روادار نہیں اور اس باب میں اپنوں اور دوسروں میں مجھے کوئی امتیاز نہیں۔

جس طرح میں اپنا حق سمجھتا ہوں کہ دوسرے اہل علم کی تحقیق پر اپنی تشفی کیے بغیر اکتفا نہ کروں ٹھیک اسی طرح اپنی تحقیق پر دوسروں کا یہ استحقاق تسلیم کرتا ہوں کہ اگر نقد و بحث کے بعد میری تحقیق کو صحیح پائیں تو شرف قبول بخشیں ورنہ اسے ٹھکرا دیں۔ یہ طریق عمل ان نوجوانوں اور ایسے حضرات کے لیے بجائے خود سود مند ہے۔ جو (اسلام کے متعلق) صرف مستشرقین کی تحقیق پر تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ راقم مؤلف نے کتاب کے دوران تالیف میں اسی پر عمل کیا جس میں اگر میں کامیاب ہوں تو عنداللہ ماجور ہوں اور اگر کسی بحث میں مجھ سے خطا ہوگئی ہو تو پاداش سے بری کیے جانے کا حق دار! بہر دو صورت میری نیت فتور سے پاک ہے۔

ہم نے کہا تھا کہ مستشرقین کی کج روی کا ایک باعث ان کا یہ جذبہ بھی ہے کہ اصول دین کو غلط ثابت کیا جائے۔ اس پر سب سے بڑی دلیل اس مسلمان مضمون نگار کا یہ مضمون ہے جس میں کھلے بندوں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن بجائے خود ایسا قابل اعتماد ذریعہ نہیں جس میں تحریف و تغیر نہ ہو بلکہ اس میں نبی ﷺ کے وصال کے بعد تحریف کی گئی اور اس میں کئی ایسی آیات بڑھا دی گئیں جن سے دین اور سیاست میں رہبری مقصود سمجھی گئی۔ میں اس مسئلہ میں اپنے مصری معترض سے کیا معارضہ کروں۔ خصوصاً اس لیے کہ وہ خود کو مسلمان بھی کہتا ہے اور جس اسلام کا وہ مقر ہے وہی اس قرآن کے متعلق دعویٰ کرتا ہے کہ:

لَا يَاْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط

ترجمہ: باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

معترض کے ان اعتراضات میں ان ''مخرب'' مستشرقین کی فریب کاری اپنا کام کر رہی ہے۔ جو برملا کہتے ہیں کہ قرآن (حضرت) محمد ﷺ کی اپنی تخلیق ہے جسے وہ خود بھی وحی خداوندی سمجھ کر اس پر ایمان لے آئے۔

Marfat.com

لہٰذا میں اسی کے انداز اور زبان میں جواب دینا چاہتا ہوں کیونکہ اس نے مسلمان ہونے کے باوجود وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو مستشرقین کا ہے۔

مصری مقالہ نگار کا یہ تکیہ مغرب کے ان محققین پر ہے جو علی الاعلان کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں سورہ صف کی آیت

وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

ترجمہ: اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے۔

یہ اضافہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کیا گیا۔ تاکہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر سابقہ کتب مقدسہ (تورات وانجیل) سے دلیل لائی جاسکے۔

کاش! تحقیق کے دعوے دار مستشرقین قرآن پر الزام لگانے سے پہلے یہ غور کر لیتے کہ حضرت محمد ﷺ کی تصدیق رسالت پر ان کے وہ موجودہ مقدس صحیفے تورات وانجیل بھی گواہی دیتے ہیں جنہیں یہ حضرات (ارباب استشراق) خود بھی غیر محرف مانتے ہیں۔ اگر وہ انصاف سے عاری نہ ہوتے تو قرآن کو بھی تورات وانجیل کی طرح تحریف سے پاک سمجھتے، ورنہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر قرآن اضافات والحاق سے ملوث ہے۔ تو تورات وانجیل کا دامن بھی تبدیلیوں سے پاک سے نہیں۔ اس لیے مستشرقین کا موجودہ تورات وانجیل کو اس بارے میں قرآن کی تعبیر کا مبنی قرار دینا یقیناً جھوٹ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید میں اس آیت کا اضافہ کر دیا تھا۔

يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

ترجمہ: جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے۔

ایسی غلط بیانی سے علم ودانش کیوں نہ تبرا کریں! کیا وہ صحابہ قرآن میں اضافہ کرنے کے لیے انجیل سے ایک آیت کی بھیک مانگتے جن کے ایمان اور رسول خدا سے محبت نے قیصر وکسریٰ کو ان کے آبائی تخت سے دھکیل کر خود اس پر تسلط جمالیا، جن کے سامنے بے شمار ملکوں کے عیسائی باشندے سچے دل سے عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ وہ صحابہ جنہوں نے عیسائیوں کے ساتھ دوسرے ملکوں کو بھی اپنا مطیع فرماں بنانے میں وقت کی طنابیں اپنے ہاتھ میں لے لیں؟ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عیسائی ملکوں پر مسلمانوں کا سیاسی اقتدار علمی طور پر مستشرقین کے اس الزام کا بہترین رد ہے۔

صدر اوّل میں عیسائیوں پر مسلمانوں کا سیاسی عروج، علمی اور تاریخی دونوں حیثیتوں سے ناقابل تردید ہے۔ بخلاف ازیں تورات وانجیل کی تقدیس اور قرآن کی تحریف ایسا دعویٰ ہے۔ جس کی تائید کسی منطقی دلیل سے نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح ان دونوں کتابوں کے زور بیان سے قرآن میں اضافہ وتصحیف کے دعویٰ پر نہ تو تاریخ سے شہادت پیش کی جاسکتی ہے نہ عقل ودانش اس کی تائید کرتے ہیں۔

اس طبقہ میں دو گروہ ہیں۔

(1) وہ مدعیان اضافہ جو مذہباً عیسائی اور عادتاً نہایت متعصب لیکن تعداد میں کم تر ہیں۔

(2) مسلکاً عیسائی اور عدم اضافات کے مقر لیکن تعداد میں اول الذکر گروہ سے بہت زیادہ ہیں۔

آخر الذکر طبقہ برملا کہتا ہے کہ آج جو قرآن ہمارے سامنے ہے حضرت محمد ﷺ نے اپنی زندگی میں یہی مسلمانوں

Marfat.com

کے سامنے پیش کیا۔ ان علماء کو آیات اور سورتوں کی ترتیب میں ضرور کلام ہے مگر یہ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ البتہ جن مسلمان اہل قلم نے علوم قرآن کی شرح وتفسیر پر قلم اٹھایا ہے۔ انہوں نے ترتیب آیات اور سورتوں کی بحث کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اس موقع پر ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ ایسے مستشرقین کی تحقیق کو پیش کر دیا جائے جو حضور ﷺ کی کے وصال کے بعد قرآن مجید میں تبدیلی کے الزام کو رد کرتے ہیں کیونکہ مصری ناقد اور ان کے ہم خیال صرف مستشرقین ہی کے وسیلہ سے مطمئن ہو سکتے ہیں۔

حفاظتِ قرآن پر سر ولیم میور کا موقف

اس نزاع میں سر ولیم میور نے اپنی تالیف ''حیات محمد ﷺ'' میں جو کچھ لکھا ہے ان لوگوں کے لیے سرمایہ تسکین ہو سکے گا۔ جو تحریف قرآن میں تاریخ کے ساتھ اپنی ذات کو بھی بے انصافی سے مستثنیٰ نہیں رکھنا چاہتے۔ سر ولیم میور مستشرق ہونے کے باوجود مسیحیت کے اتنے بڑے پرچارک ہیں کہ اگر ان کا بس چلتا تو پورے عالم کے گلے میں صلیب لٹکا دیتے جیسا کہ ان کی تصانیف سے واضح ہے۔ جہاں تک ہو سکا میور نے اسلام اور بانی اسلام پر حرف گیری کی گنجائش پیدا کرنے میں کاوش ترک نہیں کی۔ اسی وجہ سے (ولیم میور) لکھتے ہیں۔

''ارکان اسلام کی بنیاد اس مقدس وحی پر مبنی ہے جس کا کوئی حصہ روزانہ کی ہر ایک نماز میں پڑھنا واجب ہے۔ نماز کے بعض ارکان میں اس مقدس وحی کی تلاوت فرض اور بعض میں سنت ہے اور صدر اول ہی سے مسلمانوں کا اس پر اجماع تھا جس کے احکام وہ اس مقدس وحی سے اخذ کرتے ہیں۔

اسی ضرورت (نماز میں قرآن پڑھنے) کے لیے صدر اول کا ہر ایک مسلمان قرآن کا کچھ نہ کچھ حصہ حفظ کر لیتا جسے وہ اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ گردانتے تھے۔ عرب کے رہنے والوں کے لیے جنہیں اشعار وانساب و روایات حفظ کر لینے کی جاہلیت سے عادت پڑی ہوئی تھی قرآن کی آیتیں حفظ کر لینا اور بھی آسان تھا۔ اس لیے بھی کہ وہ لکھنے اور پڑھنے سے بھی قاصر تھے۔ حضرت محمد ﷺ کے ساتھی بھی ان صفات سے متصف تھے جنہیں قرآنی آیات ان کے محل نزول کے ساتھ اس طرح حفظ تھیں کہ وہ جب چاہتے تھے ان کا اعادہ بھی کر سکتے تھے۔

''مگر ہم اہل عرب کی اس مافوق العادت قوت حافظہ کے باوجود تسلیم نہیں کر سکتے کہ اسی ایک طاقت کے بل بوتے پر پورا قرآن محفوظ رہ گیا۔ بلکہ ہمارے سامنے ایسے دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب میں اکثر افراد نے اپنے پیغمبر کی زندگی ہی میں قرآن مجید کی کئی سورتیں لکھ کر رکھی تھیں جس کے مجموعہ میں تقریباً سارا قرآن سمٹ آیا۔

''اور نبوت سے قبل اہل مکہ کا لکھنے اور پڑھنے سے واقف ہونا بھی ثابت ہے۔ جنگ بدر میں مکہ والوں میں سے جو لوگ گرفتار ہو کر آئے ان میں سے کچھ ایسے غریب قیدی بھی تھے جو اپنی رہائی کا فدیہ مال کی صورت میں ادا کرنے سے قاصر تھے۔ مگر لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ (حضرت) محمد ﷺ نے مکہ کے ایسے قیدیوں کے ساتھ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کی شرط پر آزادی کی پیشکش کی۔ لہٰذا ایسا ہی ہوا اور مسلمانوں کے بے شمار افراد نے ان سے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔

Marfat.com

کیونکہ اہل مدینہ تہذیب وتمدن میں مکہ والوں سے بہت پیچھے تھے، اگر چہ ان میں سے بھی اکثر افراد اسلام لانے سے پہلے کتابت سے واقف تھے۔'' یہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن کی جو آیتیں اور سورتیں مسلمانوں کے حافظہ میں محفوظ تھیں وہ کتابت کی شکل میں بھی محفوظ کی گئیں تھیں۔

''پھر یہ بھی ثابت ہے کہ (قبائل) بدوی میں سے جو لوگ اسلام لاتے (حضرت) محمد ﷺ ان کی تعلیم ورہبری کے لیے اپنے اصحاب میں سے ایک یا زیادہ اشخاص (بہ حسب ضرورت) ان قبائل میں بھجوا دیتے اور یہ بھی ثابت ہے کہ (حضرت) محمد ﷺ کے مبلغین اپنے ہمراہ ایسی تحریریں بھی لے جاتے جن میں اسلام کے قواعد وضوابط لکھے ہوتے۔ ظاہر ہے کہ ان مبلغین کی تحریری دستاویزوں میں قرآن بھی تحریری صورت میں ہی ہوتا، خصوصاً وہ آیات جو شعار اسلام کے لیے مختص ہیں اور وہ آیتیں بھی جن کا نماز میں دوہرانا ضروری ہے۔

''قرآن خود بھی اپنی کتابت پر نص فرماتا ہے اور سیرت کی کتابوں میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ہے کہ ان کی بہن کی تحویل میں قرآن کی سورۃ طٰہٰ املا شدہ شکل میں موجود تھی۔ اور (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین یا چار سال قبل اسلام لائے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہجرت سے قبل جب مسلمان تعداد میں بالکل تھوڑے اور ظلم کا بری طرح شکار تھے، قرآن کی املا پھر بھی ان میں رائج تھی۔ اس کی تسلیم میں کیا عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ (حضرت) محمد ﷺ کے زمانہ عروج واقتدار میں انہوں نے قرآن کے متعدد نسخے کتابت نہ کرا لیے ہوں، خصوصاً جب کہ قرآن ہی (حضرت) محمد ﷺ کا قانون تھا۔

''حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں قرآن ان دونوں شکلوں میں موجود تھا اور ان کی رحلت کے ایک سال بعد تک اسی طرح رہا، یعنی

(1) حافظوں کے سینوں میں

(2) مختلف لکھے ہوئے اجزاء میں۔

اور دن بدن ان دونوں طریقوں میں توسیع ہوتی گئی۔ پس کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ قرآن کی ان دونوں صورتوں (حفظ وتحریر) میں مطابقت نہ ہو جبکہ وہ (قرآن) (حضرت) محمد ﷺ کا عزیز ترین سرمایہ تھا۔ مسلمان اسے نبی ﷺ کی زندگی میں خدا کا کلام سمجھتے کہ اگر کسی کو اس کے متن میں شبہ ہوتا تو فوراً رسول سے رجوع کیا جاتا جیسا کہ عمرو بن مسعود اور ابی بن کعب کا معاملہ ہے۔

''اور نبی کے وصال کے بعد اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا قرآن کی آیات میں اختلاف ہوتا تو وہ اس کا حل تین صورتوں سے کرتے:

(1) لکھے ہوئے قرآنی اجزاء سے

(2) رسول اللہ ﷺ کے قریب ترین صحابہ سے گفتگو کر کے

(3) کاتبین وحی سے رجوع کر کے

''غزوۂ یمامہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز ہی میں ہوا، میں جملہ دوسرے مسلمانوں کے بے شمار

Marfat.com

حفاظ قرآن شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اس سے پہلے بقیہ حفاظ (قرآن) کی ایسے حادثہ سے جام شہادت نوش کر لیں ضروری ہے کہ آپ قرآن کو یکجا کرا دیں۔''

''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اُن افراد کو جو (حضرت) محمد ﷺ کی ہدایت کے مطابق کتابت وحی پر مامور تھے یکجا کیا اور زید بن ثابت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''آپ مرد عاقل و نو جوان ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو آپ پر اعتماد ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق وحی الٰہی کی کتابت کرتے رہے ہیں۔ براہ کرم پورے قرآن مجید کو یکجا کرا دیجیے۔''

''مگر حضرت زید یہ سن کر گھبرا اٹھے۔ انہیں خیال گزرا، کیا یہ کام مجھے کرنا چاہیے اور کیا یہ ٹھیک ہے؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طریق سے تو اسے کرایا نہیں؟

''لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے پیہم اصرار مسلسل سے حضرت زید رضی اللہ عنہ اُس پر راضی ہو گئے اور انہوں نے یہ مہم اس طرح جاری کر دی کہ جس شخص کی تحویل میں جو اجزاء تھے ان سے لے کر یکجا کر لیے جن کی مندرجہ ذیل صورتیں تھیں۔

☆ کچھ املاء کی صورت میں پتوں پر تھے۔

☆ کچھ املاء کی صورت میں سفید پتھر پر تھے۔

☆ کچھ حفاظ کے سینوں میں تھے۔

اور بعض روایات کے مطابق:

☆ وہ چمڑے اور ہڈیوں پر لکھے ہوئے تھے۔

''حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ایک ایک تحریر کو سمیٹ لیا اور حفاظ قرآن کو اپنے اردگرد بٹھا کر دو یا تین سال میں یہی قرآن جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔ مرتب کر دیا۔

''یہی نسخہ اس ترتیب کے مطابق ہے جو حضرت زید رضی اللہ عنہ لکھ کر (حضرت) محمد ﷺ کے سامنے آپ کو سنایا کرتے تھے۔

''حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ترتیب دیا ہوا یہ نسخہ عمر رضی اللہ عنہ نے حفاظت کی غرض سے اپنی صاحبزادی اور اپنے نبی کی بیوی (ام المومنین) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی سپردگی میں دے دیا، یہاں تک کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور انہوں نے اسی نسخہ کو مدار صحت و اکمال قرار دیا۔

''البتہ (حضرت) زید رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن سے قبل چند آیتوں میں یا تو اختلاف قرأت یا نسخ کی وجہ سے تفاوت تھا جس سے بعض مسلمانوں کو خیال گزرا کہ قرآن تو ایک ہی ہے پھر یہ اختلاف کیوں ہے۔ حتیٰ کہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں) جناب ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ آرمینیہ اور آذربائی جان کی لڑائی میں شریک ہوئے جہاں شام اور عراق کے مسلمان بعض آیات کی مختلف طریقوں سے قرأت کرتے۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اس اختلاف سے گھبرا اٹھے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ اس بارے میں مسلمانوں کی رہنمائی کیجیے۔ کہیں

Marfat.com

ایسا نہ ہو کہ وہ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں تغیر و تبدل کا سبب بن جائیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت (کاتب وحی بعہد رسالت و جامع قرآن بہ عہد خلیفہ اول) سے مدد کی درخواست کی اور ان کی اعانت کے لیے قریش کے دو اور ارباب بصیرت کو مقرر فرما دیا۔ اس کے ساتھ ہی (ام المومنین حضرت) حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں جو نسخہ تھا آپ سے حاصل کر کے وہ بھی اس جماعت کے سپرد کر دیا۔

''اس نظر ثانی میں قریش کے ان علماء نے مروجہ آیات اور قرأتوں میں سے ایک ایک آیت کا پہلے نسخہ سے موازنہ کیا۔ جہاں (حضرت) زید اپنے دوسرے ساتھیوں سے مختلف ہوتے وہاں آپ کی قرأت کو ترجیح دی جاتی۔'' صرف قریش کو اس مہم پر مامور کرنے کی وجہ یہ تھی کہ قرآن انہی کے لب ولہجہ میں نازل ہوا تھا، اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید سات قرأتوں میں نازل ہوا۔ (۱)

آخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن پر بھی نظر ثانی ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی تکمیل کے بعد تصحیح شدہ نسخہ کی کئی نقول کرا کے تمام ممالک محروسہ اسلام میں بھجوا دیں۔

''اس کے ساتھ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تمام نسخوں کو بھی جلوا دیا جو (حضرت) حفصہ رضی اللہ عنہا کے نسخہ سے مختلف تھے تاکہ فتنہ وفساد کا خدشہ نہ رہے۔

یہ واقعہ صحیح بخاری کتاب ''فی جمع القرآن'' میں تقریباً اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

(1) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید کی مدد کی

(2) قریش کا تقرر کیا۔

(3) ان کے نام مبارک جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وسعید بن العاص رضی اللہ عنہ وعبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام ہیں۔ (۲)

---

(۱) سرسید مرحوم نے ''الخطبات الاحمدیہ'' میں بضمن عنوان نازل ہونا قرآن کا سات قرأتوں میں'' اس کی جو وضاحت کی ہے اسے مختصراً بیان کیا جاتا ہے: اس زمانے میں عربی حروف پر نقطے نہ لگائے جاتے تھے۔ عربی کے مضارع کے بعض صیغوں کے اول میں (تفعلون وتحکمون) آتی ہے اور بعض میں ی (یفعلون ویحکمون) آتی ہے۔ نقطے نہ ہونے کی وجہ سے ان صیغوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اسی طرح مثلاً بعض حروف کے مخارج میں اختلاف تھا، جیسے اردو میں اہل پنجاب ق بھی ک کے مخرج سے ادا کرتے ہیں۔ یعنی قول کو کول کر کے بولتے ہیں۔ اسی طرح بعض الفاظ کے حرف آخر کی اعرابی شکل میں بھی اختلاف تھا اور سب کو معلوم ہے کہ عربی لفظوں کا یہ اعراب ہر لفظ کے پہلے ہجہ یا حرف کا ہجہ ہو سکتا ہے، مثلاً واؤ ایسا حرف ہے جو اسم کو جر بھی دیتا ہے اور اسم پر کوئی اعرابی اثر نہیں بھی ڈالتا۔ لہٰذا پہلی حرف جر اور دوسرا حرف عاطفہ ہے۔

(۲) حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے لے کر آ کر تک یہ واقعات تفصیل کے ساتھ ''شمس التواریخ'' جلد ۴ مولفہ حکیم محمد مظہر الحق مطبوعہ آگرہ کے دو جگہوں پر منقول ہیں۔

''آخری اعتراض عقل کے بالکل خلاف ہے۔ خصوصاً بنو امیہ اور دوستداران علی کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود سب اسی قرآن پر متفق رہے جسے بعد میں لوگوں نے صحیفہ عثمانی کا نام دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت وعصمت پر متفق ہیں۔

Marfat.com

(ب) حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے لے کر آخر تک یہ واقعات تفصیل کے ساتھ ''شمس التواریخ'' جلد 4 مؤلفہ حکیم محمد مظہر الحق مطبوعہ آگرہ کے دو جگہوں پر منقول ہیں۔

''آخری اعتراض عقل کے بالکل خلاف ہے۔ خصوصاً بنوامیہ اور دوستداران علی کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود سب اسی قرآن پر متفق رہے جسے بعد میں لوگوں نے صحیفہ عثمانی کا نام دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت و عصمت پر متفق ہیں۔

''پھر (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) دونوں عہدوں میں اسی قرآن پر اتفاق کیا گیا جبکہ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ لیکن آپ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

''آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید میں تبدیلی کرنے سے کیا فائدے حاصل ہو سکتے تھے۔ خصوصاً جبکہ ایسے اقدام کی صورت میں انہیں مسلمانوں کی ناراضگی کا اندیشہ بھی ہو سکتا تھا۔

''پھر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب قرآن پر نظر ثانی ہو کر اسے شائع کیا گیا تو ان مسلمانوں کی بھی کثیر تعداد موجود تھی جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ سے اسی طرح قرآن کو سنتے رہے جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حضرت زید رضی اللہ عنہ وغیرہم کو دکھا کر شائع کرایا اور ان صحابہ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

''اگر (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر قرآن کی آیات نازل ہوئی ہوتیں۔ جن پر خود جناب علی رضی اللہ عنہ مصلحت کی وجہ سے خاموش ہو گئے تھے۔ تو حضرت علیؑ کے ساتھیوں اور مددگاروں کو لازماً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس زیادتی پر فریاد کرنی چاہیے تھی۔

''پس! ہمارے (سر ولیم میور) کے ان ہر دو معارضات سے ثابت ہے کہ موجودہ قرآن سے کوئی ایسی آیت نظر انداز نہیں کی گئی جو (حضرت) علی کی عصمت پر دلالت کرتی ہو۔

''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی جو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے غلبہ کی بین دلیل ہے کیا عقل باور کر سکتی ہے کہ اصحاب علی ناقص قرآن پر صبر کر لیتے اور ناقص بھی ایسا جس سے ان کے امام (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کی آیات ختم کر دی گئی ہوں؟ آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے ایسے قرآن پر کیوں متفق ہو گئے جو ان کا مخالف اور ان کے پیشواؤں کے مقاصد بیان کرنے میں ناقص رہ چکا تھا؟ بلکہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ اسی قرآن کو دینی دستاویز سمجھ کر پڑھتے جیسے ان کے مخالف پڑھتے اور اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرتے نہ صرف یہ بلکہ (حضرت) علی نے اپنے عہد خلافت میں اسی قرآن کے پھیلانے کا حکم جاری فرمایا اور اس کے متعدد نسخے نزدیک اور دور بھجوائے حتیٰ کہ خود بھی اپنے قلم سے اسے بارہا لکھا۔

لہٰذا ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت کے اس نسخہ میں اصلاً تعارض نہ تھا جس میں زید نے قرأت کی مختلف صورتوں میں سے صرف قریش کے لہجہ کو ملحوظ رکھا اس کے بعد ایک سوال اور قابل حل رہ جاتا ہے کیا حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مرتب کردہ قرآن بعینہ وہی تھا جو (حضرت) محمد ﷺ پر بصورت وحی نازل ہوا؟ اس کا کامل جواب آگے آنے والی چار صورتوں میں ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مدونہ نسخہ اس حد تک ضرور صحیح

Marfat.com

ہے۔جس حدتک اکمال وصحت دونوں کا امکان ہوسکتا ہے۔

پہلی صورت:

''حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ نسخہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں مرتب کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ (جناب) محمد ﷺ کے ایسے مخلص پیرو تھے جن کا ایمان یہ تھا کہ

☆ قرآن آسمان سے نازل شدہ مقدس کلام ہے۔
☆ وہ نبی (پاک) کے عہدرسالت میں مسلسل بیس سال شب وروز ان کی معیت میں رہے۔
☆ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں بے طمع سادگی اور امت کی اصلاح وبہبود کے لیے پراسرار حکمت سے اپنا منصب سرانجام دیا۔

''یہ ایسی خصوصیات ہیں۔جن کی وجہ سے ان کے قرآن جمع کرانے میں ان پر کسی بدگمانی کا امکان نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کامل یقین تھا کہ قرآن رب العالمین کی طرف سے ان کے نبی ﷺ پر وحی کی صورت میں نازل ہوا۔اسی عقیدہ کی وجہ سے انہوں نے قرآن مجید کے جمع وترتیب واکمال اورصحت پر پوری توجہ دی۔یہی عقیدہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کا تھا اور اسی کے مطابق قرآن (موجودہ صورت میں) موجود ہے جس عہد میں قرآن جمع کیا گیا۔اس عہد کے مسلمانوں کا یہی عقیدہ اور ایمان تھا۔جس کی وجہ سے مسلمانوں نے کاتبین وحی (حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہم) کی امداد ہر اس شکل میں کی جو ان کے قبضہ اختیار میں تھی: جن حضرات کو صرف زبانی (قرآن) یاد تھا۔ انہوں نے مذکورہ مجلس میں حاضر ہوکر اسی طرح انہیں سنا دیا،جن کی تحویل میں ہڈیوں یا درخت کے پتوں پر جو آیات لکھی ہوئی تھیں۔انہوں نے وہ ٹکڑے اسی طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیئے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح یہ مسلمان بھی اپنے دلوں میں پوری رغبت لیے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے نبی ﷺ نے جو کچھ وحی الٰہی بتا کر پڑھا ہے۔ اس کے اظہار میں کمی بیشی نہ ہونے پائے۔ان کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو چکا تھا کہ دنیا کی کوئی چیز قرآن کے ہم پلہ نہیں،کیونکہ وہ اسے صدق دل سے خدا کا مقدس کلام سمجھتے تھے۔

''پھر جب یہی قرآن ایسے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے۔جو خدا پر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں۔تو قرآن کو وحی الٰہی تسلیم کرنے والے لوگ اس میں کمی بیشی کی جرأت کیسے کر سکتے تھے۔ایسا کرنا تو ایمان کی نفی ہے۔

دوسری صورت:

''(حضرت) محمد ﷺ کے وصال سے دو یا تین سال بعد قرآن کے انہی قاریوں کو خلفائے راشدین نے بھیجا۔'' قومی سرمایہ سمجھتے ہوئے انہیں ممالک محروسہ اسلام میں اقامت دین وتبلیغ کے لیے بھیجا۔کیا عہد نبوی کے ان حفاظ قرآن اور حضرت زید بن ثابت کے درمیان جمع قرآن کے مقصد میں کوئی واسطہ نہ رہا ہوگا؟ یہ ایسے واقعات ہیں جن سے نہ صرف مسلمانوں میں سے ہر فرد کی بے غرضی اور خلوص واضح ہوتا ہے بلکہ تمام ایسے وسائل وذرائع ان کے قبضہ میں تھے جن سے انہوں نے اپنی کتاب پوری صحت وتکمیل کے ساتھ مرتب کرلی۔

Marfat.com

تیسری صورت:

"قرآن کی صحت و اکمال ہر دو صفات کے متعلق ہمارے سامنے یہ دلیل بھی ہے کہ (حضرت) محمد (ﷺ) کے پیروؤں نے اپنے نبی ﷺ کی زندگی میں قرآن کے کسی نہ کسی حصہ کو تحریر کرلیا تھا۔ جس کی دوسری نقول کا ایک سے دوسرے مسلمان کے پاس ہونا بھی یقینی امر ہے۔ گمان غالب ہے کہ اس دور کے جو مسلمان لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان کے سامنے قرآن کے یہ تحریری اجزاء ضرور رہتے ہوں گے۔" اس دلیل کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید کے ایسے اجزاء زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ نسخہ میں ضرور شامل ہوئے ہوں گے۔ پس ظاہر ہے کہ زید کا مرتب کردہ نسخہ اس دور میں قرآن لکھنے اور پڑھنے والوں کے دلوں پر منقش اور مادی چیزوں مثلاً ہڈیوں اور درختوں کے پتوں وغیرہ پر پہلے سے لکھا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مرتب کردہ نسخہ پر اس دور کے جاننے اور پڑھنے والوں نے پورا اتفاق کیا حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس قرآن کا کوئی لکھا ہوا حصہ بھی رہ گیا تو اس نے یہ دیکھ کر کہ وہ قرآن میں شامل ہو چکا ہے اس کی جگہ زید ہی کا جمع کردہ نسخہ قابل وثوق سمجھا۔ صحابہ (کرام) میں سے کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ حضرت زید اور ان کے ساتھیوں نے قرآن کے فلاں حصے یا اس آیت اور لفظ کو جو ہمارے پاس محفوظ ہے نظر انداز کردیا ہے نہ صرف یہ بلکہ صحابہ میں سے کسی نے حضرت زید کے مرتب کردہ قرآن سے کوئی اختلاف نہ کیا۔ اگر اختلاف ہوتا تو احادیث کی ان کتابوں میں یہ تذکرہ بھی ضرور مل سکتا تھا جن میں (حضرت) محمد ﷺ کے ایسے اقوال وافعال تک کی حکایت موجود ہے جن کا تعلق زیادہ اہم امور سے نہیں ہے۔

چوتھی صورت:

"قرآن کی ترتیب خود اس کی گواہ ہے کہ جمع کرنے والوں نے اسے پوری توجہ سے جمع کیا۔ اس کی مختلف سورتیں اس سادگی سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کردی گئیں جن کی ترتیب دیکھ کر کسی تصنیفاتی تکلف کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ یہ اس کام کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن مجید میں تصنیف کی شوخی سے زیادہ ایمان واخلاص کا جذبہ کارفرما تھا۔ اور اسی ایمان کے ولولہ کی وجہ سے وہ نہ صرف سورتوں بلکہ آیتوں کی ترتیب میں بھی تصنع سے اپنا دامن بچاتے ہوئے نکل گئے۔

حاصل کلام:

ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت زید بن ثابت نے قرآن کی جس صورت میں نظر ثانی کی وہ نہ صرف حرفاً حرفاً صحیح ہے بلکہ اس کے جمع کرنے کے موقع پر جو اتفاقات یکجا ہوتے گئے ان کی رو سے بھی یہ نسخہ اس قدر صحیح ہے کہ نہ تو اس میں سے کوئی آیت وحی اوجھل ہوسکی اور نہ جانبین نے از خود کسی آیت کو قلم انداز کیا۔

"پس یہی قرآن ہے جسے (حضرت) محمد ﷺ نے پوری دیانت وامانت کے ساتھ دوسروں کو سنا(۱)۔"

سر ولیم میور کی تالیف "حیات محمد ﷺ" کا طویل ٹکڑا نقل کردینے کے بعد ہم ان مستشرقین کی رائے نقل کرنے سے بے نیاز ہو چکے ہیں جنہوں نے قرآن کی صیانت واکمال کے متعلق میور ہی کی تائید کی ہے ازاں جملہ پادری لامنس اور ون

(۱) از کتاب "حیات محمد ﷺ" مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ 14 تا 29۔

Marfat.com

یا مر ہیں۔ جن میں ایک ایک مؤلف قطعی طور پر یہ تصدیق کرتے ہیں کہ یہی قرآن ہے جسے (حضرت) محمد ﷺ نے اپنے رب کی ''وحی صادقہ'' سمجھ کر دوسروں کو سنایا۔

البتہ ان عیسائی مستشرقین کی قلیل تعداد ایسی بھی ہے جو قرآن کی تحریف پر تو مائل ہے لیکن ان لوگوں کے پاس سر ولیم میور اور ان کے سوا دوسرے کثیر التعداد مستشرقین کے دلائل کا کوئی جواب نہیں جو انہوں نے تاریخ اسلام اور مسلمان علماء کے ذریعے حاصل کیے۔

ان لوگوں کی کجی کا کیا مداوا کیجیے جو اسلام اور ''صاحب رسالت اسلامیہ'' ﷺ کے خلاف دلی کینہ سے بے بس ہو کر ایسے اتہام لگانے میں پیش پیش ہیں جو نہ علمی تحقیق کے زور سے یہ ارتکاب کر سکتے ہیں اور نہ اپنے ان بے تحقیق نظریوں سے عام مسلمانوں ہی کو فریب میں لا سکتے ہیں۔ ماسوائے ان چند بے راہ رو مسلمان نوجوانوں کے جنہوں نے یہ گرہ باندھ رکھی ہے کہ تحقیق جدید کو اس ڈھب پر لانا چاہیے۔ جس سے اپنے قدیم مسلمات کا آسانی سے انکا سکے، وہ بھی محض فرضی دلائل اور دور دراز کا اوہام کی سرپرستی میں جن کے بل بوتے پر وہ دیدہ دلیری کے ساتھ اسلام پر اسے الزامات لگاتے ہیں۔ جن پر علم اور تاریخ سر پیٹ لیں۔ قرآن کی صیانت و اکمال پر سر ولیم میور اور دوسرے مستشرقین کی بجائے تاریخ اسلام اور مسلمان ارباب علم کے استدلال بھی پیش کیے جا سکتے ہیں مگر اس بارے میں ہم نے ان کی بجائے ایک متشرق کو اس لیے پیش کیا ہے کہ ہمارے عالم نوجوان مسئلہ زیر بحث میں ان علمائے مغرب کی تحقیق سے تسکین حاصل کر سکیں جن کی رائے کو بغیر کسی دلیل کے تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگرچہ ہر مسئلہ میں پوری توجہ اور اچھی نیت کے ساتھ حقیقت تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اہل تحقیق اس ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے کہ ہر قسم کے اغراض و مفاد سے علیحدہ ہو کر اس راہ میں گامزن ہوں تا کہ خارجی اثرات کے بغیر منزل مقصود پر پہنچا جا سکے۔ سو مستشرقین کبھی تو اس راہ میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور کبھی ادھر ادھر بھٹک کر نشان منزل کھو بیٹھتے ہیں خصوصاً ایسے مسائل جن کا تعلق پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی سے ہے اور جنہیں ہم نے اپنی اس کتاب میں پوری توجہ سے واضح کیا ہے۔

مناسب طریقہ کار کی وضاحت:

اس مقام پر ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ محقق کو خود کسی بحث میں نفیاً یا ثباتاً اس حد تک مطمئن ہو جانا چاہیے کہ اسے اپنی تحقیق پر کوئی شبہ نہ رہے۔ یہی ایک مؤرخ کا بھی علمی فریضہ ہے کہ دوسرے علوم و فنون میں جس طرح تحقیق کا دامن پھیلانا ضروری ہے اسی طرح وہ بھی امر واقعہ کی تردید و تصدیق میں تمام اطراف و جوانب پر نظر ڈال کر ایک رائے اختیار کرے اس معاملہ میں مستشرقین کی تالیفات کے ساتھ خود علمائے اسلام کی تصانیف بھی شامل ہیں عام اس سے کہ وہ طب و ہیئت اور کیمیا (وغیرہ) کسی عنوان پر کیوں نہ ہوں ارباب نقد کا فرض ہے کہ ان دونوں طبقوں میں جس فریق کی تحقیق میں جو نقص نظر آئے اس کو ظاہر کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ یہی طریق بحث نبی ﷺ کی سیرت پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے نہ یہ کہ مؤرخ ناقل محض ہونے کے سوا اور کچھ نہیں بلکہ مؤرخ پر نقل کے ساتھ تنقید کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے تا کہ اس (نقد) کی قوت سے حقیقت واضح ہو سکے۔ کیونکہ تمحیص کا مدار تنقید پر ہے اور علم و معرفت کا عرفان نقد و بحث سے حاصل ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک کی صحت و تکمیل پر جو کچھ ہم نے سر ولیم میور کے حوالے سے نقل کیا اس کے بعد ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم ہر طرح

Marfat.com

کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گئے ہیں اور میں اس مصری مسلمان کے اس انداز کے اعتراضات کا جواب آ گیا ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے یا یہ کہ حضور ﷺ کا اسم مبارک ''قشم'' یا ''قثامہ'' تھا۔ یہ تمام الزامات جھوٹے ہیں۔ اور انھیں نفس خواہشات سے زیادہ کچھ اہمیت حاصل نہیں۔ ہے اب ہم مصری مسلمان کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس دوسرے نقطہ کو ہدف تنقید ٹھہراتے ہیں جس میں موصوف مستشرقین کی زبان میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ جن باتوں کو وحی بتا کر اپنے ماننے والے مسلمانوں کی ہدایت کرتے وہ دراصل ان کے مرگی کے مرض کا کرشمہ تھا جس کے اثر سے وہ لرزنے لگتے اور پھر ہوش میں آنے کے بعد وحی خداوندی کے نام سے کلام پیش کرتے حالانکہ یہ سب مرگی کے مرض کا اثر و نتیجہ تھا۔'' (نعوذ باللہ)

مرگی کے مرض کا جھوٹا الزام:

حضرت محمد ﷺ پر وحی کی کیفیتوں کو مرگی سے تعبیر کرنا علمی طور پر بہت بڑی غلطی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مرگی کے حملہ میں مریض کے اگر ذہن میں کچھ آتا بھی ہے تو وہ اسے ہوش میں آنے کے ساتھ قطعاً بھلا بیٹھتا ہے اس دوران میں کوئی بات مرگی کے مریض کی زبان پر آتی ہی نہیں۔ اس لیے کہ اثنائے مرگی میں اس کا شعور و فکر بالکل معطل ہو جاتا ہے جیسا کہ مرگی کے مریض کی علمی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے جیسا کہ ہمیں علم ہے کہ وحی کے دوران میں حضور ﷺ کی قوت مدرکہ جس طرح بیدار رہتی دوسرے انسانوں کے اندر کسی عالم میں اس کے شائبہ تک کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ پہ نازل ہونے والی وحی کا مرگی کے الزام سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔

اور یہ کہ یہ جھوٹ ان چند بدبخت مستشرقین نے وضع کر لیا ہے جو ہر قیمت پر حقیقت کو چھپانا چاہتے ہیں تاکہ اس فریب سے مسلمانوں کے دلوں میں نبیٔ عربی کی تکریم کم ہو جائے [1] اللہ کی وحی کی شان میں یہ عیب لگا کر وہ کامیابی حاصل کر سکیں کہ حضرت محمد ﷺ نے جسے وحی الٰہی بتایا ہے وہ مرگی کے مریض کا کرشمہ ہے افسوس علم کی یہ توہین کہ وحی الٰہی کو صرع سے ملتبس دکھایا جائے اس گروہ کے رہبران مغرب اگر نیک نیت ہوتے تو ایسی بات زبان ہی پر نہ لاتے جو علم کے سراسر خلاف ہے یہ غلط بیانی اس لیے کی گئی کہ عوام جو مرگی کے اسباب و نتائج دونوں سے بے خبر ہیں ہمارے منہ سے نکلی ہوئی بات اس لیے صحیح سمجھ لیں گے کہ وہ اسے پہلے سے اسناد محقق مان چکے ہیں ہمارے کہنے کے بعد انہیں اطباء و کتب طب کی طرف رجوع کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوگی۔

ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خوش اعتقاد اگر تحقیق کرنا چاہتے تو خود مرشدان مغرب کی ان غلط بیانیوں کا پردہ چاک کر کے کہتے کہ روحانی نشاط اور عقلی ایزاز کی کیفیتیں مرگی کے عالم میں بالکل پردہ اخفاء میں رہتی ہیں اور مرگی کے مریض کو اس طرح بے اختیار اور بے بس کر دیتی ہیں کہ گویا وہ مرض کے ہاتھوں کٹھ پتلی ہے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر حملہ شدید ہے تو دوسروں کی اذیت رسانی میں مصروف ہو جاتا ہے خود اسے احساس نہیں رہتا کہ وہ کیا کر رہا ہے کہ حملہ کے وقت اور نہ ہوش میں آنے کے بعد جیسا کہ نیند کے مارے جنہیں بیدار ہونے کے بعد نیند کی حالت میں سرزد شدہ نقل و حرکت یا کلام کسی کا تصور نہیں رہتا۔

---

[1] از کتاب ''حیات محمد ﷺ'' مؤلفہ سر ولیم میور، صفحہ ۱۴ تا ۲۹

Marfat.com

لیکن وحی کی کیفیت وحالت دونوں سے مختلف ہے۔اس سے یک سو ہو جانے کے بعد اثنائے وحی کی پر کیفیت ذہن و قلب پر پوری طرح منقش ہو جاتی ہے کہ صاحب وحی کو ان واردات کا ابلاغ ایسے اشخاص سے کرنا ہے جنہیں ان کیفیات سے براہ راست کوئی واسطہ نہیں۔

مرگی انسانی ادراک وشعور کو معطل کر کے مریض سے وہ مقام بھی چھین لیتی ہے جس پر وہ حملہ سے قبل قائم تھا مگر وحی جو انسانی روح کا وہ بلند مقام ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے صرف انبیاء کو چن لیا جنہیں اس غرض سے فائز کیا گیا کہ وحی کے ذریعہ حاصل شدہ یقینی حقائق کو دوسروں تک پہنچا سکیں جن کے بعض اجزاء تو ایسے ہیں کہ صدیوں کی علمی کاوش سے ان کی کنہ و حقیقت کا سراغ مل جاتا ہے اور کچھ ایسے ہیں کہ قیامت تک ان کی گرہیں کھلنے والی نہیں، تاہم یہ ایسے حقائق ہیں جن سے صاحب ایمان حضرات تو لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں مگر جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے وہ کیسے فیض یاب ہو سکتے ہیں؟

اگر مستشرقین وحی کے متعلق یہ عذر پیش کریں کہ ''اب تک کوئی ایسا مسئلہ ہمارے سامنے نہیں آیا اس لیے ہم علمی طور پر وحی کے تجزیہ سے قاصر ہیں تو ان کی توجیہ کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس طرح علم کے بعض اور اجزاء وافراد ابھی تک تشنۂ تحقیق ہیں۔اسی طرح وحی کے تجزیہ میں بھی کچھ اور وقت درکار ہوگا۔اس صورت میں علم کو کسی الزام کا مورد نہیں ٹھہرایا جا سکتا، خصوصاً جبکہ دن رات کے مشاہدات اور دنیا جہان کے یہ موجودات ہر لحظہ ہمارے سامنے ہیں ان کی ماہیت پر دفتر کے دفتر لکھے جا چکے ہیں مگر اس پر بھی ان (کروں) کے متعلق یہ انکشافات ذہنی اور فرضی نتائج کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتے حالانکہ ہم آسمان کو بہ رائی العین دیکھ رہے ہیں اور اب تو دوربین کی مدد سے ان کی کچھ چھپی ہوئی حقیقتیں بھی دیکھنے میں آنے لگے ہیں۔اس طرح جو ایجادات ایک صدی پہلے ہمارے تخیل میں چھپی ہوئی تھیں۔آج وہ محسوس شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں مگر ایسے مسائل پر کیا روش اختیار کی جائے جن کا تعلق محض وجدان سے ہو اور ابھی تک اہل علم ان کی حقیقت کی تلاش میں سرگرداں رہ کر یہ اعتراف کرتے ہوں کہ ان کا تجزیہ قطعیت کے درجہ تک نہیں ہو سکتا؟

علمائے تحقیق کی تصانیف میں اس قدر مطالعہ کا ہمیں ضرور اتفاق ہوا ہے کہ وہ وحی کے انکشاف کے قریب پہنچ کر پھر یہ اعتراف کر اٹھے کہ علمی طور پر اس مسئلہ کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔لیکن وحی کے تجزیہ پر اہل تحقیق کا اعتراف بھی اسی قسم کا عجز ہے جو ابھی تک بے شمار مادیات کی ماہیت کے متعلق ان کا گلوگیر ہے پس اگر ہم اس طرح زندگی کے ایک ایک جزو کا تجزیہ کرنے میں ڈوبے رہیں تو علمی طور پر اس محنت کا نتیجہ ناکامی کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔حضرت محمد ﷺ پر نزول وحی کے زمانہ میں جو مسلمان موجود تھے ان کو جب حضور ﷺ پر اللہ کی طرف سے وحی کے نازل ہونے کی خبر ملتی تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوتا۔اس دور کے مسلمانوں میں بعض افراد نہایت دیدہ ور اور صاحب فراست بھی تھے یہود ونصاریٰ میں سے بھی کچھ ایسے علماء مسلمان ہو چکے تھے جو ایمان لانے سے قبل پیغمبر اسلام کے ساتھ مناظرہ کرتے رہتے مگر مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے بھی قرآن کے وحی ہونے سے انکار کا دامن نہیں چھوڑا۔ابتداء میں قریش کے جو افراد حضور ﷺ کو ساحر اور دیوانہ بتاتے، آخر سپر ڈال دیا۔

''اس نظر ثانی میں قریش کے ان علماء نے مروجہ آیات اور قرأتوں میں سے ایک ایک آیت کا پہلے نسخہ سے موازنہ کیا جہاں (حضرت) نے راستے دوسرے ساتھیوں سے مختلف ہوتے وہاں آپ کی قرأت کو ترجیح دی جاتی۔

Marfat.com

''صرف قریش کو اس مہم پر مامور کرنے کی وجہ یہ تھی کہ قرآن انہی کے لب ولہجہ میں نازل ہوا تھا اگر چہ یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید سات قرأتوں میں نازل ہوا۔

آخر تصحیح شدہ نسخہ تحریر کیا قرآن پر بھی نظر ثانی ہوئی اور عثمان نے اس کی تکمیل کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت میں کئی نقول کر کے تمام ممالک محروسہ اسلام میں بھجوا دیں۔

''اس کے ساتھ ہی عثمانؓ نے ان تمام نسخوں کو بھی جلوا دیا جو (حضرت) حفصہؓ کے نسخہ سے مختلف تھے تا کہ فتنہ و فساد کا خدشہ نہ رہے۔''(۱)

(1) حضرت عثمانؓ نے زید کی اعانت کی۔

(2) قریش کا تقرر فرمایا۔

(3) ان کے اسماء مبارک جناب عبداللہ بن زبیرؓ وسعید بن العاصؓ وعبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام ہیں۔ (م)

(ب) حضرت ابوحنیفہؒ سے لے کر آخر تک کے واقعات مزید شرح وبسط کے ساتھ ''شمس التواریخ'' جلد ۴ مؤلفہ حکیم محمد مظہر الحق مطبوعہ آگرہ کے دو مقامات پر منقول ہیں (زیر عنوان جمع قرآن) یہ عنوان ''طعن یازدہم متعلق بہ قرآن مجید متضمن بر مباحث متعددہ''(م)

آخری اعتراض عقل کے بالکل خلاف ہے خصوصاً بنوامیہ اور دوستداران علی کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اسے شدید اختلافات کے باوجود سب اسی قرآن پر متفق رہے جس بعد میں لوگوں نے صحیفہ عثمانی کا نام دیا نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت وعصمت پر متفق ہیں۔

''پھر (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و جناب عثمان رضی اللہ عنہم دونوں عہدوں میں اسی قرآن پر اتفاق کیا گیا اور (حضرت) علی رضی الھل عنہما بھی موجود ہے لیکن آپ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

''آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم خصوصاً جبکہ ایسے اقدام کی صورت میں انہیں مسلمانوں کی ناراضگی کا اندیشہ بھی ہوسکتا تھا'' پھر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں جب قرآن پر نظر ثانی ہو کر اسے شائع کیا گیا تو ان مسلمانوں کی بھی کثیر تعداد موجود تھی جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ سے اسی طرح قرآن کو سنتے رہے جس طرح عثمان رضی اللہ عنہم نے دوبارہ حضرت زید رضی اللہ عنہم وغیرہم کو دکھا کر شائع کرایا اور ان صحابہ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

''اگر (حضرت) علی رضی اللہ عنہم کی عصمت پر قرآن کی آیات نازل ہوئی ہوتیں جن پر خود (جناب) علی رضی اللہ عنہم مصلحت کی وجہ سے خاموش ہو گئے تو حضرت علیؓ کے ساتھیوں اور مددگاروں کو لازماً حضرت عثمانؓ کی اس زیادتی پر فریاد کرنی چاہیے تھی۔

''پس! ہمارے (سرولیم میور) کے ان پر دو معارضات سے ثابت ہے کہ موجودہ قرآن سے کوئی ایسی آیت نظر انداز نہیں کی گئی جو (حضرت) علی کی عصمت پر دلالت کرتی جب عثمان رضی اللہ عنہم کی وفات کے بعد علیؓ کی بیعت ہوئی جو (حضرت) علی رضی اللہ عنہم کے غلبہ کی بین دلیل ہے کیا عقل باور کر سکتی ہے کہ اصحاب علی ناقص قرآن پر صبر کر لیتے اور ناقص

---

(۱) یہ واقعہ ''صحیح بخاری کتاب'' ابواب فضائل القرآن کے باب ''جمع القرآن'' میں تقریباً اسی طرح منقول ہے۔

Marfat.com

بھی ایسا جس سے ان کے امام (علی) کی فضیلت کی آیات ختم کردی گئی ہوں؟ آخر حضرت علیؓ سے محبت کرنے والے اس قرآن پر کیوں متفق ہو گئے جو ان کا مخالف اور ان کے پیشواؤں کے مقاصد بیان کرنے میں ناقص رہ چکا تھا؟ بلکہ اصحاب علی اسی قرآن کو دینی دستاویز سمجھ کر پڑھتے جسے ان کے مخالف پڑھتے اور اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرتے نہ صرف یہ بلکہ (حضرت) علی نے اپنے عہد خلافت میں اسی قرآن کے پھیلانے کا حکم جاری فرمایا اور اس کے متعلقہ نسخے نزدیک اور دور بھجوائے حتیٰ کہ خود بھی اپنے حکم کے اسے بارہا لکھا۔

اپنے کیے پر شرمندہ ہو کر دین محمدی ﷺ کے ماننے والے بن گئے اور وحی الٰہی پر تسلیم و رضا کے خلاف ان کی زبان سے کوئی بات نہ نکلی۔ ان تمام صورتوں کی موجودگی میں علم گوارا نہیں کرسکتا کہ وحی کو اس کے حقیقی نام کی بجائے کوئی اور نام دیا جائے یا حضرت محمد ﷺ کو رسالت کے بلند ترین مقام سے اتار کر کسی اور جگہ بٹھایا جائے۔

جس خوش بخت مصنف کا مقصد حقیقت کی جستجو ہو وہ اسی قدر کہہ سکتا ہے کہ علم جس انداز سے مادیات کی تحلیل کرسکتا ہے۔ اس انداز سے وحی کا تجزیہ نہیں کرسکتا۔ علم میں یہ قدرت نہیں کہ وحی کی جو صفت اصحاب نبی ﷺ نے متعین کی اور جو مرتبہ اسے صدر اول کے کاتبین قرآن نے دیا اس سے انکار کرسکے، لیکن جو شخص وحی کا منکر اور اپنے انکار کو علم و تحقیق کی آڑ میں غلط وسائل سے کام لینے پر مائل ہو، اس کے جھوٹے ہونے میں کیا شک ہے۔ کیونکہ علم اور جھوٹ دونوں یکجا تو نہیں سما سکتے؟

حاسدین اسلام حضور ﷺ کی ذات پر تنقید کیوں کرتے ہیں؟

نقب زنی نہ کرسکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے دھوکے باز حریف کی طرح انہوں نے حضور ﷺ کی ذات اقدس کو تنقید کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ جو ایک کمزور مقابل حریف کا حربہ ہے، نہ صرف ارباب علم کی شان کے منافی بلکہ طبعی انسانی دستور کے بھی خلاف انسانی جبلت کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ وہ اپنی ایسی منفعت کو مقدم سمجھے جو اس کے لیے خیر و برکت کا سبب بن سکے، نہ یہ کہ جو شے اس کے نفع کے لیے کارآمد ثابت ہو رہی ہے۔ اس کا منبع اور وسیلہ تلاش کرنے میں دردسر مول لے بیٹھے، مثلاً کسی نے درخت پر پھل لگا دیکھا، اسے پھل پسند آ گیا۔ اب وہ پھل حاصل کرنے کی بجائے درخت توڑ نہ گرائے گا۔ تاکہ اس کے ریشوں سے پھل کے ذائقہ کی مناسبت معلوم کرسکے۔ یہی مثال افلاطون اور اس کے فلسفہ، شیکسپیر اور اس کے فن ڈرامہ اور رفائیل اور اس کی صنعت و حرفت کے کمال میں پیش کی جاسکتی ہے کہ اگر آپ لوگ مذکورہ علمائے اہل فن جن کے کمالات انسانیت کے شرف و بزرگی میں رہبری کا ذریعہ ثابت ہو چکے ہیں کی ذات پر حرف گیری کا اقدام نہیں کرتے اس لیے کہ مصنف یا موجد کا ذاتی نقص اس کی تصنیف و ایجاد میں طعن کا سبب نہیں اور اگر کوئی نکتہ چین یہ دلیری کر بیٹھے تو اپنے مقصود تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسا حاسد اپنی ساکھ خود کھو بیٹھتا ہے، اسی طرح ذاتی کینہ تحقیق کے غلاف میں لپیٹ کر دوسروں کے سامنے لانے کا نتیجہ ہے، جس سے وہ حقیقت کو چھپانا چاہتا ہے۔ جس حقیقت میں انتہائی درجہ کی یہ طاقت موجود ہو کہ وہ اپنے خلاف حسد کا پردہ چاک کر کے صاف جلوہ فرما ہو سکتی ہے۔

دوستو، اسی قسم کا حسد کارفرما ہے اپنے مستشرقین کے دل میں جو نبی عربی خاتم المرسلین ﷺ کی ذات پر بے محابا زبان کھولے بیٹھے ہیں۔ مگر ایسی مقدس ہستی پر اس قسم کے زبان دراز گروہ کی بات پر کون اعتبار کرے گا؟

Marfat.com

اس کے اعتراضات کا مصدر مغربی حاسدان اسلام ہیں جن کے الزامات کا اصولی جواب ہم نے پیش کر دیا۔ اب ان مسلمان دیدہ دروں کی غلط فہمیوں کو دور کرنا ضروری ہے۔ جو علوم دینیہ کی تدریس و تلقین میں مصروف ہیں اور اس ممارست کے زعم میں انہوں نے کتاب ''حیات محمد ﷺ'' کے پہلے ایڈیشن پر تعاقب کا فریضہ ادا کیا۔

ہمیں امید ہے کہ اس طرح کی دریدہ دہنی اور الزامات کو دوبارہ نہیں دہرایا جائے گا۔ ہم مانتے ہیں کہ ان مستشرقین نے محض عیسائی دنیا کو گمراہ کرنے کے لیے ایسے ایسے الزامات تراشے، مگر آج جب کہ ایک طرف ریڈیو نے تمام روئے زمین کو اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے، دوسری طرف صحافت اور پریس کی ہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ جو کچھ امریکہ و یورپ میں شائع ہوا ذرا دیر میں مشرق کے چپہ چپہ پر پہنچ گیا، ان دونوں ملکوں کے لکھنے والوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لکھنے سے پہلے اپنے دلوں کو ٹٹول لیا کریں اور جب لکھیں تو قومی اور دلی تعصبات سے بالا ہو کر لکھیں کہ ان کے تعصب اور غلط بیانی سے وہ لوگ ان کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے جو خود بھی تحقیق سے بہرہ ور ہیں اور ایسے لوگ دنیا کے ہر خطہ میں موجود ہیں۔ ہر مصنف کا فرض ہے کہ وطن پرستی اور مذہب و ملک کی عصبیت سے دامن بچا کر لکھے تا کہ بنی نوع آدم کے درمیان رشتہ محبت قائم ہو سکے جو انسانیت کے لیے وجہ کمال و باعث رفعت ہے۔

افسوس اس بات کا نہیں کہ مغربی اہل قلم اسلام پر کس طرح تنقید کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے طعنوں کے ساتھ ساتھ اپنوں کی بے فہمی پر بھی افسوس ہوتا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ ہم نے کتاب ھذا میں مستشرقین کے اعتراضات کو دور کرنے کے لیے مغربی اہل قلم کی بجائے صرف عربی مصادر ہی کو بنیاد کیوں بنایا؟ مسلمان اہل قلم کا وہ گروہ جو علوم دینی سے واقفیت رکھتا ہے ان کا یہ اعتراض ہے کہ مصنف نے نبی عربی ﷺ کی حیات طیبہ بیان کرنے کے لیے سیرت اور احادیث کی کتابوں کے نوشتوں کو بلا چوں و چرا تسلیم کرنے میں کیوں تامل برتا۔ اس گروہ کی دو قسمیں ہیں۔

☆ پہلا گروہ وہ ہے جس نے اچھے انداز میں اپنی بات بیان کرتے ہوئے (آیت) جادلھم بالتی ہی احسن (125:16) پر عمل فرمایا۔

☆ دوسرا گروہ علمائے جامدین کا ہے جنہوں نے اس انداز سے اعتراض کیا کہ کوئی بھی کمترین علم والا شخص بھی ایسی سخت آمیز جہالت کے ساتھ زبان نہیں کھول سکتا۔

فریق اول کے اعتراض کا جواب:

یہ گروہ ہے جس نے حضور ﷺ کے سوانح مبارک پر صرف اپنے ہاں کی کتب سیرت و حدیث کی قدغن لگا دی یا ان کے نقص کا اصل محور یہ الفاظ ہیں جنہیں میں نے کتاب ھذا میں تحریر کیا۔ (مع اضافہ ایں سخن کہ میں نے اپنی اس کتاب میں ان تمام معجزوں کو شمار نہیں کیا۔ جو سیرت و حدیث میں منقول ہیں۔

''فحیاۃ محمد حیاۃ انسانیۃ بلغت اسمی ما یستطیع انسان ان یبلغ و لقد کان صلی اللّٰہ علیہ وسلم حریصاً علی ان یقدر المسلمون انہ بشر مثلھم یوحی الیہ حتیٰ کان لایرضی ان تنسب الیہ معجزۃ غیر القرآن و صارح اصحابہ بذلک''

سیدنا محمد ﷺ کی مبارک زندگی ایسے کامل انسان کی حیات طیبہ ہے جو اس بلند مقام تک جا پہنچے جس کی برابری کسی اور

Marfat.com

انسان کی زندگی نہ کر سکے۔ حضور ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ مسلمان آپ کو ایسا بشر تسلیم کریں جس پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی تھی یہاں تک کہ آپ اپنی ذات کے ساتھ قرآن مجید کے علاوہ دوسرے معجزات کا انتساب کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اس بات کو آپ نے اپنے صحابہ پر واضح فرما دیا تھا۔

اسی طرح کے شق القمر کے معجزے کے متعلق میں نے طبع اول میں لکھا تھا:

"انما یدعو المستشرقین و یدعو المفکرین من المسلمین الٰی هذا الموقف من ذلك الحادث ان حیاة محمد کانت کلها حیاة انسانیة سامیة و انه لم یلجاء فی اثبات رسالة الی مالجاء الیه من سبقه من اصحاب الخوارق و هم فی هذا یجدون من المورخین العرب والمسلمین العرب والمسلمین هنداً حین ینکرون من حیاة النبی العربی کلها مالا یدخل فی معروف العقل و بدون ماورد من ذلك غیر متفق مع ما دعا القرآن الیه من النظر فی خلق اللّٰه و ان سنة اللّٰه لن تجد لها تبدیلا، غیر متفق مع تعبیر القرآن للمشرکین انهم یفقهون ، ان لیست لهم قلوب یعقلون بها"

مستشرقین اور مفکرین اسلام اس معجزہ کے بارے میں یہ موقف اس وجہ سے اختیار کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ جس طرح حضرت محمد ﷺ سے پہلے یہ پاک نہاد گروہ ثبوت رسالت ونبوی میں خوارق کا محتاج تھا ان کی طرح حضور ﷺ اس منصب کی تصدیق کے لیے کسی خارجی معجزہ کے محتاج نہ تھے جو آپ کی سیرت اور کردار کی بلندی اور تکمیل کا سبب ہوا اور جب یہ لوگ غیر معقول معجزات سے انکار کریں گے تو اس کی تصدیق میں انہیں مورخین اسلام کی کتب میں سند بھی ملے گی اور یہ بھی دیکھیں گے کہ جو روایات اس ضمن میں بیان کی گئی ہیں وہ قرآن کی اس روح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ جن میں یہ واضح طور پر کہا گیا ہے کہ کائنات میں غور کرو اور یہ کہ اللہ کے قاعدوں میں کوئی تبدیلی ہونے والی نہیں، نیز یہ کہ قرآن مجید نے مشرکین کو اس بنیاد پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ وہ سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے۔

فریق اول نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے محبت کی وجہ سے یہ شکوہ بھی کیا ہے کہ مستشرقین نے حضور ﷺ پر جو اعتراض کیے ہیں مجھے انہیں اس کتاب میں تحریر نہیں کرنا چاہیے تھا اور فریق دوم کو جو پہلے ایڈیشن کے چھپنے سے پہلے ہی میرے خلاف برسرپیکار تھا۔ سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ کتاب کو درود وسلام کے بغیر کیوں موسوم کیا گیا۔ راقم مؤلف نے متن میں رسول اللہ ﷺ پر ہر مرتبہ درود وسلام سے اجر دارین حاصل کیا حتیٰ کہ کتاب کی پہلی طباعت کے پہلے صفحہ پر

"ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایها الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما"

اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی ان پر درود وسلام پڑھتے رہو۔

لکھ دی خیال تھا کہ لوح کتاب کی یہ تزئین دیکھ کر ایسے لوگ کچھ مہربان ہو جائیں گے لیکن ان کا غصہ مجھ پر ویسے ہی جاری رہا جو ان کے حقائق اسلام سے بے خبری اور اپنے ایسے ہی مرشدوں کی اندھی تقلید کا نشان ہے۔

سب سے پہلے ہم اس اعتراض پر توجہ کرتے ہیں تاکہ ایسی تحریروں پر نکتہ چینی کا دروازہ بند ہو جائے۔ اُس بحث میں

Marfat.com

ہمارا مرجع آئمہ اسلام کی تصریحات ہیں جن سے ثابت ہے کہ اسلام لفظی قیود سے آزاد ہے۔ اس بارے میں ذیل کی حدیث بیان کی جاتی ہے۔

"ان هذا الدين متين فادغل فيه برفق فان المنيت لا ارضاً قطع و لا ظهراً ابقى"

اسلام سنجیدہ طریق ہے، اس میں اعتدال ملحوظ رہے (معنی مرادی)

ابوالبقا (اپنی تالیف) "کلیات" میں لکھتے ہیں:

"كتابة الصلوة فى اوائل قد حدثت فى اثناء الدولة العباسيه ولهذا وقع كتاب البخارى وغيره عارياً عنها"

ابتدائے کتابت میں درود لکھنے کی رسم عباسی خلفاء کے عہد میں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب بخاری اور دوسری تصنیفات کے شروع میں یوں سلام لکھا ہوا نہیں ملتا۔

☆ اکثر ائمہ دین کا یہ مسلک ہے کہ تمام عمر میں ایک مرتبہ درود پڑھ لینا کافی ہے۔ جیسا کہ ابن نجیم (کتاب) "بحرالرائق" میں تحریر کرتے ہیں۔

"واما موجب الامر فى قوله تعالىٰ "صلوا عليه" (۵۶:۳۳) فهو افتراضها فى العمر مرة واحدة فى الصلوٰة لان الامر لا يقتضى لتكرار و هذا بلا خلاف"

آیت صلوا علیہ (۵۶:۳۳) میں امر کا صیغہ اس حد تک واجب کرتا ہے کہ تمام عمر میں ایک مرتبہ درود بھی کفایت کر سکتا ہے، عام اس سے کہ نماز میں پڑھا جائے یا نماز سے باہر، اختلاف صیغہ امر تکرار کا مقتضی ہی نہیں۔

امام شافعی اور دوسرے آئمہ (مسالک) کا وجوب صلوٰۃ میں اختلاف ہو تو صرف اثنائے نماز کے متعلق ہے (کہ نماز صلوٰۃ کے بغیر کامل ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اس اختلاف کی نوعیت ہمارے زیر بحث معاملہ سے مختلف ہے، ماسوائے ازیں کہ صلوٰۃ بھی تو از قسم دعا ہی ہے۔ جس کا مقصد خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں رحمت کی استدعا کرنا ہے۔ یہ ہے علمائے اسلام اور آئمہ دین کی رائے کا خلاصہ جو غالی حضرات کے اس نظریہ کی تردید کر رہا ہے کہ جہاں بھی حضور ﷺ کا اسم گرامی ذکر میں آئے یا تحریر میں لایا جائے ضروری صلوٰۃ پڑھے۔ جس کے خلاف سب سے بڑا ثبوت محدثین کبار کی تالیفات ہیں۔ جن کے شروع میں انہوں نے درود نہیں لکھا۔

مستشرقین کی تردید اور اُسی کا طریقہ:

مسلمانوں کے ایک گروہ کا مجھ پر یہ گلہ ہے کہ مستشرقین کے اعتراضات نقل کرنا ہی نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔ ان کے دینی جذبہ کی وجہ سے اس گلہ کو من و عن مانا نہیں جا سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم مشرکوں کے وہ اعتراض نقل کرتا ہے جو انہوں نے نبی کریم ﷺ پر کیے اور (قرآن) انہیں اس لیے نقل کرتا ہے کہ اُن کو رد کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی کتاب ادب سکھانے کے لیے سب سے بہتر اور اعلیٰ رہبر ہے۔ اس کے باوجود کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید قریش کی طرف سے حضور ﷺ کو مسحور و مجنون تک کا اعادہ کر گزرا؟ حتیٰ کہ قریش نے مندرجہ ذیل بہتان لگایا اور قرآن نے اسے بھی بیان کر دیا:

"ولقد نعلم انهم يقولون انما يعلمه بشر لسان الذى يلحدون اليه اعجمى

Marfat.com

وھذا لسان عربی مبین" (۱۶:۱۰۵)

اور ہم جانتے ہیں جو کچھ (کافر) کہتے ہیں کہ "جسے وہ (نبی) کلام الٰہی کہتا ہے وہ کلام اسے ایک عجمی شخص نے سکھایا ہے" قرآن جو فصیح عربی زبان میں ہے وہ غیر عرب کیسے بول سکتا ہے۔

بلکہ ایسے اور اعتراضات بھی ہیں۔ لیکن دیانت علمی اس کی مقتضی ہے کہ اعتراض کرنے والے کا الزام پوری طرح نقل کر دیا جائے۔ مؤلف ھذا کا مقصد کتاب کو علمی حیثیت کے ساتھ پیش کرنا ہے تاکہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم اہل علم کو بھی اس کے نظریہ اور نتائج سے تسلی ہو سکے اور یہ مقصد اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کہ صداقت جہاں سے بھی مل سکے اس کے لیے ہاتھ پھیلانے میں شرم محسوس نہ کی جائے۔

کتب سیرت اور احادیث:

مذکورہ بالا طبقات میں فریق اول جو علوم اسلامیہ میں مہارت رکھتا ہے اور بحث کرتے ہوئے اصولوں کو ملحوظ رکھتا ہے۔

"جادلھم بالتی ھی احسن"

اُن سے احسن طریقہ پر مناظرہ کرو۔

کا مصداق فریق اول کا اعتراض یہ ہے کہ مؤلف ھذا نے سیرت و حدیث کی کتابوں سے استناد کیا اور نہ مؤرخین اسلام و محدثین کبار کے طریقے پر گفتگو کی۔ جواب یہ ہے کہ میں ان مصنفین سے مخاطب ہوں جو تدوین و تبیین مسائل میں جدید مہارت کے مطابق گفتگو کرتے ہیں اور اس پیرائے میں وہ دوسروں سے بھی مطمئن ہو سکتے ہیں نہ صرف تاریخ بلکہ جملہ علوم وفنون میں ان کا یہی انداز قائم ہو گیا ہے۔ لہٰذا نہ تو میرے لیے اس کے بغیر کوئی اور راہ تھی اور نہ مجھ سے یہ ممکن ہو سکا کہ میں اپنی کتاب کو قدیم طریقوں کے مطابق تحریر کروں۔ جس کا موجودہ طریقہء بیان سے کمزور سا واسطہ بھی نہیں رہا۔ کیا ہماری سابقہ کتابوں میں بیان کردہ مفاہیم پر آج کی ضرورتوں کے مطابق تنقید کرنا جائز ہے جبکہ وہ کتابیں صرف (یک طرفہ) اپنے مقاصد کے پیش نظر ترتیب دی گئیں لیکن ہر دور کا مصنف مختار ہے کہ وہ از سر نو علمی طور پر تنقید کر سکے۔ امید ہے کہ اس قسم کے اعتراض کے لیے یہی جواب کافی ہوگا۔

مستشرقین کی حسن نیت اور دقت نظر:

اسلام کی تحقیقات میں مستشرقین کی حسن نیت اور دقتِ نظر قابل ستائش ہی سہی لیکن ان کو جن حالات کا سامنا ہے ان کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ سلامتی کے ساتھ منزل سے نکل سکیں اس کی وجوہ درج ذیل ہیں:

- ☆ مستشرقین عربی لغت میں عدم دسترس کی وجہ سے عربی عبارات کے اسرار و رموز سمجھنے سے قاصر ہیں۔
- ☆ ان کے نقطہ نظر میں ایک خامی یہ بھی ہے کہ وہ اپنی عیسائی تاریخ کے علم و دین میں جس طرح کی الجھنیں پاتے ہیں ان کی خواہش ہوتی ہے کہ اسلامی تاریخ میں بھی ویسی ہی الجھنیں ملیں۔
- ☆ جدید علوم کی روشنی میں یورپی اقوام کے نفس کی مذہب سے نفرت نے کلیسا اور مستشرقین دونوں کو چراغ پا کر رکھا ہے۔ تاہم ان یورپی اہل قلم کو مزید یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اسلام پر قلم اٹھاتے ہوئے اپنی عصبیت میں جوش و خروش پیدا کریں جس کی وجہ سے حقیقت اور ان کی تحقیق ایک دوسرے سے متصادم ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

مصنف کی اہل قلم مسلمانوں سے التماس:

وہ اہل قلم مسلمان جو کسی اسلامی ملک میں رہائش پذیر ہے یا دینی علوم کے حصول میں مشغول ہے یا علم دین کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے بھی واقف ہے، اُس کی یہ ذمہ داری ہے کہ خامہ فرسائی کے درمیان تو انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور نہ علمی تحقیق سے اپنا دامن بچائے۔

مسلمان دانش ور جنہیں عربی زبان اور عرب معاشرت کا صحیح صحیح ادراک ہے اگر وہ ان مسائل پر دقت نظر سے قلم اٹھائیں گے تو مستشرقین میں سے زیادہ نہ سہی مگر چند ایک ایسے اہل قلم نکل آئیں کہ جو ان مصادر (اسلام کے صحیح ماخذ) کی بنا پر اپنے نظریات کی اصلاح کریں گے اور مسلمان ارباب تحقیق کے نتائج کو تسلیم کرلیں گے۔ میرے خیال میں یہ کام ناممکن نہیں لیکن اس کے لیے مسلسل جدوجہد، تحقیق اور مطالعہ کی اشد ضرورت ہے اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی طرف سے ایسی معیاری علمی تصانیف کے شائع ہوجانے سے انسانیت اپنی معراج طے کرلے گی۔

اسلام کے متعلق تحقیقاتِ علمی کس طرح کی جائے؟

اس کے لیے اسلاف (اسلام) کی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جانا چاہیے:

(ا) دورِ اول: اوائل اسلام تا شہادت عثمان رضی اللہ عنہ۔

(ب) دورِ ثانی: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے لے کر اجتہاد کی تکمیل تک۔

خلافت اولیٰ و ثانیہ میں مسلمانوں کا اتحاد:

دورِ اول میں مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے اس قدر متحد تھے کہ نہ تو خلافت اولیٰ پر ان میں اختلاف پیدا ہوا نہ خلیفۂ اول کی طرف سے ان جنگوں میں جو ان کے عہد میں مرتدین کے خلاف لڑی گئیں۔ اور نہ خلیفہ ثانی کے دور میں ان حملوں کے مواقع پر اختلاف پیدا ہوا جو دوسرے ممالک کو فتح کرنے کے لیے کیے گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد مسلمانوں میں اختلاف و شقاق کی رو چل نکلی جس کا سب سے بڑا ہولناک حادثہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ کی لڑائی ہے۔ اس کے بعد مدتوں خفیہ سیاسی تحریکیں یا علانیہ جنگیں مسلمانوں کی وحدت میں خلفشار کا سبب بنیں۔ یہاں تک کہ سیاست دین پر چھا گئی۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عباسی حکمران منصور:

دونوں حضرات کے ابتدائی خطبوں سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کو مسلمانوں کے حضور رضا کارانہ طور پر پیش کیا جبکہ عباسی حکمران (منصور) نے اپنی ذات کو مسلمانوں کی گردنوں کے مالک کی صورت میں پیش کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

”ایھا الناس انی قد ولیت علیکم ولست بخیر کم فان حسنت فاتبعونی و ان

Marfat.com

اسات فتقو مونی الصدق امانة والکذب خیانة والضعیف فیکم قوی عندی حتٰی اریح علیه حقه ان شاء اللّٰه والقوی فیکم ضعیف عندی حتٰی اخذ الحق منه ان شاء اللّٰه لا یدع قوم الجهاد فی سبیل اللّٰه الا ضربهم اللّٰه بالذل ولا تشیع الفاحشة فی قوم الا عمهم اللّٰه بالبلاء اطیعونی ما اطعت اللّٰه ورسوله فان عصیت اللّٰه و رسوله فلاطاعة لی علیکم قوموا الی الصلوٰة یرحمکم اللّٰه۔"

''اے لوگو! مجھے تمہارا امیر تو بنا دیا گیا ہے لیکن تم پر مجھے کوئی فضیلت نہیں۔ اگر میں بہتر طریق پر چلوں تو اس میں میری مدد کرنا اور جب مجھ سے غلطی ہو تو مجھے راہ راست پر لانا۔ (اے لوگو!) یاد رکھنا صدق امانت ہے اور کذب کا دوسرا نام خیانت۔ میری امارت میں ضعیف شخص طاقتور ہے کیونکہ جب تک میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں مجھے سکون نصیب نہ ہوگا۔ انشاء اللہ اس طرح قوی شخص میرے نزدیک اس قدر کمزور ہے کہ جب تک میں اس سے کمزور کا حق نہ دلوا دوں مجھے تسکین نہ ہوگی۔

(اے لوگو!) یاد رکھنا کہ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ سے قدم ہٹا لیتی ہے اللہ اسے ذلیل کر کے دھتکار دیتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی اور فحاشی عام ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس قوم پر کوئی انجانی مصیبت نازل فرما دیتا ہے۔ (اے لوگو!) اس وقت تک میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا رہوں اگر میں ان کی نافرمانی کروں تو تم بھی میری اطاعت نہ کرنا۔ اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت کا نزول فرمائے۔

عباسی خلیفہ منصور کا خطبہ:

منصور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے 123 سال کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اُس کے خطبہ کا ایک ایک حرف مسلمانوں پر بزور شمشیر حکمرانی کا فرمان سنا رہا ہے:

ایها الناس انما انا سلطان اللّٰه فی ارضه اسوسکم بتو فیقه و تائیده و حارسه علی ماله اعمل فیه بمیشة و ارادته و اعطیه باذنه فقد جعلنی اللّٰه علیه قفلا ان شاء یفتحنی !لا اعطاکم وقسم ارزاقکم و ان شاء یقفلنی علیها اقفلنی۔

لوگو اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ لوگوں پر دنیا میں حکمران بنایا۔ میں اس کی مدد سے ہی تمہیں سیدھی راہ پر چلا سکتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے مال کا محافظ قرار دیا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو میں اس کا دیا ہوا مال تم پر خرچ کروں گا۔ اگر اس کا منشاء نہ ہوگا تو میں یہ مال روک لوں گا۔

اگر ہم ان دونوں خطبوں کا موازنہ اسلام کی ابتدا سے لے کر دوسری صدی کے آخری حصہ اول سے کریں تو ہمارے سامنے یہ افسوس ناک حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ اسلامی جمہوریت کتنی جلدی شخصی اقتدار میں منتقل ہو کر ختم ہو گئی اور کس طرح اسلام کی یکجہتی میں بتدریج انحطاط آنا شروع ہوا یہاں تک کہ ابھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو صدیاں بھی نہ گزری تھیں کہ اسی زوال کا اثر اپنا رنگ لے آیا۔ جس کے بعد ایک وقفہ تک اکثر نئے نئے ملک مغلوب اور سلجوق ...

Marfat.com

وجہ سے اسلامی قلم رو میں داخل ہوئے۔ پہلی صدی ہجری سے لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک مسلمانوں کی زندگی کے خدوخال میں اسلامی معاشرہ کا اثر غالب تھا۔ جو اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں کی حیات عمومی پوری طرح جاذب اور پر شکوہ تھی۔ لیکن یہ اثرات اموی دور خصوصاً عباسی دور میں قبائلی اثرات میں جذب ہو کر ختم ہو گئے۔

یہود و نصاریٰ کے مسلمان ہونے پر نئی افتاد:

یہود و نصاریٰ اور عجمیوں میں سے جن لوگوں نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ انہوں نے قصر اسلام میں عجیب طریقے سے تخریب کاری شروع کی۔ یہ طائفے نئے اصول وضع کرتے اور ان کی تائید و ترویج کے لیے انھیں حضور ﷺ سے منسوب کر کے حدیثیں وضع کرتے اور اُن میں سے کچھ باتوں کی نسبت خلفائے راشدین کی طرف کر دیتے۔

حیات محمد ﷺ دنیا کے لیے نمونہ:

لہٰذا میں نے اپنی اس کتاب کو علم و معرفت کے ایسے طریقوں پر مرتب کیا ہے کہ جناب رسول مقبول محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات مبارک دنیا کے ہر تمدن میں نمونہ ثابت ہو۔ لیکن یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا سب سے بہتر "اصدق" مخزن قرآن مجید ہے۔ جس میں جھوٹ اور شک و شبہ کا شائبہ تک نہیں۔ قرآن کی صداقت کے لیے یہی ثبوت کافی ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال سے موجود ہے اور اس میں روز اول سے لے کر اب تک کسی شوشہ و نقطہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ اس کا یہ دوام اور عدم تغیر اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جب تک نظام کائنات قائم ہے قرآن مجید بھی لازوال اور باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (۱۰:۹)

"ہم ہی نے یہ ذکر نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

قرآن مجید کی یہ تعلیم اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ وہ عظیم معجزہ ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کو عطا کیا گیا۔ اس کے انداز اور ہمہ گیری سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانۂ نزول سے لے کر اس وقت تک دنیا میں جلوہ آرا رہے گا جب تک یہ نظام مربوط ہے۔ اس لیے مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو قرآن پاک کے آئینہ میں پیش کریں آپ کی سیرت طیبہ سے متعلق جو احادیث قرآن پاک کے موافق ہوں انہیں قبول کرنے میں تامل نہ کریں تاہم قرآن پاک کے علاوہ دوسرے ذرائع سے جو واقعات سیرت سے متعلق منقول ہوں اور قرآن کے معیار پر پورے اتر سکیں ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حرف آخر:

راقم نے حتی الامکان یہ نکتہ پیش نظر رکھا اور جب حیات محمد ﷺ کا پہلا ایڈیشن طبع ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا کی کہ مجھے اس راہ میں مزید تحقیق و تعمق کی توفیق عطا کرنا جو دوسروں کے لیے ہدایت ہو اور انہیں گمراہی سے دور رکھنے کا ذریعہ ثابت ہو سکے!

ربنا علیك توکلنا والیك انبنا والیك المصیر (۶۰:۴)

Marfat.com

عرب اسلام سے پہلے

Arabia Before Islam

مصر تہذیب انسانی کا اولین گہوارہ:

انسانی تہذیب وتمدن کے ارتقاء اور ماخذ کے متعلق سوالات آج بھی تاریخ کے طلباء کے ذہنوں میں خلفشار پیدا کیے ہوئے ہیں۔ تاہم یہ حقیقت سب نے تسلیم کرلی ہے کہ آج سے چھ ہزار سال پہلے خطۂ مصر کو تہذیب انسانی کا اولین گہوارہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

آثارِ قدیمہ کے ماہرین اب عراق وشام کے آثار کی چھان بین میں مصروف ہیں تاکہ آشوری اور فینقی تمدن کے متعلق معلومات حاصل کی جاسکیں کہ عہد فراعنہ کا مصر آشوری اور فینقی قوموں سے قبل تمدن سے مستفیض ہوا یا یہ قومیں مصر سے پہلے تہذیب سے بہرہ مند ہوئیں۔ ماہرین آثارِ قدیمہ تاریخ کے اس گوشے سے کس حد تک پردہ ہٹا سکی ہیں (اس کے متعلق تحقیق سے پہلے کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے) مگر جس طرح ابھی تک چین اور مشرق اقصیٰ کے بارے میں مزید تحقیق وجستجو ایک خاص حد سے زیادہ آگے نہیں بڑھ سکی۔ اسی طرح مصر، عراق اور شام کی تخصیص میں بھی ابھی تک کسی مزید امر کی دریافت نہیں ہوسکی ہے۔

البتہ علم التحقیق اس امر کو تسلیم کرچکا ہے کہ مصری فراعنہ اور عراق وشام کی آشوری وفینقی قومیں جو روم (ابیض) کے ساحل پر آباد تھیں وہی عہد فراعنہ کا خطہ مصری تہذیب وتمدن کا سب سے بڑا اولین مرکز تھا۔ اس کی تہذیب نے یونان اور روم تک کو اپنے دامن میں پناہ لے رکھی تھی۔ یہاں تک کہ موجودہ مصر کے تمدن سے بھی اس کے اولین عہد کی تہذیب جھلکتی ہے۔

مصر کی تہذیب پر اسلامی تمدن کا اثر:-

آثارِ قدیمہ کے ماہرین کی تحقیق کا قدم اس نتیجہ تک آپہنچا ہے کہ مصر، آشوری اور فینقی قومیں اور یونان وروم کا تمدن اپنے ارتقاء میں ایک خاص حد سے آگے قدم نہ بڑھا سکا مگر جونہی اسلام نے اپنے گہوارہ سے باہر قدم رکھا تو ان ملکوں کے قدیم تہذیب و تمدن کی خزاں پر بھی بہار چھا گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے اور حصوں میں بھی بیمار تہذیبوں اصلاح وارتقا کا سبب بنے۔

نکتہ۔ اوج تام پر ماہ تمام آ گیا
یعنی وہ چاند حسن کا بر سر عام آ گیا

Marfat.com

روم کا قدیم تمدن:

بحیرہ روم کے ساحلی علاقوں اور ان کے گردو پیش حصوں میں تمدن کا معیار ترقی جس بلندی پر تھا۔ اس پر ابھی تک اہل علم و بصیرت انگشت بدنداں ہیں۔ ان قوموں کو علوم صنعت، حرفت، تجارت، زراعت و اسلحہ سازی اور جنگی طریقوں میں بے پناہ مہارت حاصل تھی۔ ان قوموں کے اس تمدن کے پیچھے بھی مذہب اور اس کا ولولہ کارفرما تھا۔ اور اسی بنا پر ان اقوام کا تمدن نہ صرف برقرار رہا بلکہ ہر لحہ ترقی کی طرف گامزن رہا۔ کیونکہ وہ اپنے علم اور صنعت و حرفت اور امن و آشتی (جملہ امور میں) سب سے پہلے مذہب سے فتویٰ حاصل کرتے تھے۔

تمدن کا مذہب سے تعلق:

انتہائی قدیم زمانے میں مصری اور یونانی عوام مختلف دیوتاؤں اور یونانی بتوں کی پوجا میں مقید تھے۔ اگرچہ دونوں قوموں کے خداؤں یا بتوں میں عملی تغیر جاری رہا۔ تاہم ایک لحہ بھی ایسا نہ گزرا جس میں یہ دونوں فریق مذہب کی گرفت سے آزاد ہوئے ہوں یا کسی اور متبادل کوشش میں ایک لحہ بھی صرف کیا ہو۔ واقعات کا یہ غیر منقطع تاریخی تسلسل اس بات کی دلیل ہے کہ بنی نوع انسان کو جس تہذیب و تمدن نے بام عروج پر پہنچایا وہ تمدن نہ صرف زمانہ قدیم سے ہی نہ صرف خود مذہب کی گود میں پروان چڑھا بلکہ یہ آج بھی مذہب ہی کے گہوارے میں پرورش پا رہا ہے۔ اگرچہ دورِ حاضر میں وہ (تمدن) مذہب کی گرفت سے آزاد ہو جانے کی کوشش میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ لیکن ہماری دانست کے مطابق اس کی تمام تر جدوجہد کا ثمرہ یہ نظر آتا ہے کہ انسان مذہب سے جتنا فرار اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے اتنا ہی مذہب کی گرفت کو اپنے لیے اور مضبوط بنا رہا ہے۔ جسے دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ مستقبل قریب یا بعید میں تمدن از خود مذہب کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے گا۔

مرسلین خدا کی بعثت:

سطور مذکورہ بالا جن خطوں کا تذکرہ ہم نے کیا ہے ان کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایسا ہی قریبی تعلق ہے جیسا کہ ہاتھ کی انگلیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ واسطہ ہے۔ ان ممالک میں چند ہزار سال پیشتر تمدن کی جو تعمیر مذہب کی بنیادوں پر قائم ہوئی اسی سلسلہ کی ایک کڑی مرسلین خدا کی بعثت بھی ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک مضبوط کڑی اسی خطہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی (مصر) کے بادشاہ فرعون کی گود میں پرورش پائی۔ اس بادشاہ کے درباریوں میں ایسے نجومی اور مذہبی پیشوا بھی موجود تھے جن کی گفتگو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وحدت خداوندی اور عالم کون و مکان کی تخلیق کے سربستہ رازوں سے ایسے نتائج اخذ کیے جن سے عام درباری بالکل ناواقف تھے حتیٰ کہ خداوند ہر دوسرا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس قوم کی ہدایت کے لیے مامور فرمایا جو فرعون ہی کی سلطنت میں انتہائی ذلت آمیز زندگی بسر کر رہی تھی۔ مگر جب فرعون نے خدا کے اس فرستادہ کا یہ نعرہ سنا تو اس نے اپنی خودساختہ خدائی کی مدافعت میں انا ربکم الاعلیٰ کا اعلان ضروری سمجھا۔ فرعون مصر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باہمی کشمکش نے بہت طول کھینچا۔ یہاں

Marfat.com

تک کہ خدا کے فرستادہ نبی کا فرعون کے جادوگروں سے فاتحانہ مقابلہ ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ہمراہ لے کر مصر سے فلسطین کی طرف ہجرت فرما گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور:

اسی سلسلہ کی ایک کڑی سرزمین فلسطین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہے۔ اللہ رب العالمین نے انہیں ''روح اللہ'' اور ''کلمۃ اللہ'' کے خطاب سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کے یہ رسول دین کی تبلیغ میں مصروف رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اس کے بعد ان کے حواریوں نے ان کے دین کی اشاعت کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ جس کی پاداش میں انہیں بھی طرح طرح کی اذیتیں سہنا پڑیں۔

مسیحیت اور دین زرتشت کا ٹکراؤ:

مسیحی دین کی حمایت میں اگرچہ سلطنت روما کا جاہ وجلال تھا۔ اسی طرح ایران کے دین زردتشت کی پشت پناہی عین ایران کے ہم نوا مشرق وسطیٰ اور ہندوستان بھی تھے۔ مگر ان دو طاقتوں کی پشت پناہی اور حمایت کے باوجود ان دونوں کا مقابلہ جنگ سے یک طرف رہ کر صرف ایک دوسرے کے دین سے تجنب تک محدود تھا۔ بظاہر عدم تصادم کے دو اسباب تھے۔ ایک تو یہ کہ ایک طویل مدت تک مصر اور اس کی ہم مذہب آشوری وفینقی اقوام مغرب کے رومی عیسائیوں اور مشرق میں رہنے والے زردتشی ایران کے درمیان حائل رہیں۔ انہوں نے دونوں میں جنگی مقابلہ کی نوبت نہ آنے دی۔

دوسری وجہ ان دونوں ملکوں میں طویل مسافت بھی تھی مگر جب مصری اور فینقی بھی دین مسیحی کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ تو روم اور ایران میں اس نقطہ نگاہ سے فاصلہ کم ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زرتشت اور مسیحیت میں لڑائیاں شروع ہو گئیں جو صدیوں تک چلتی رہیں۔ لیکن فریقین اب بھی ایک دوسرے کے دین کی تخفیف وتحقیر کے روادار نہ تھے بلکہ حتیٰ الامکان دونوں فریق ایک دوسرے کے دین کی تعظیم وتکریم کر کے اپنے حسن اخلاق وکردار کا اگرچہ دونوں فریق طبعاً ایک دوسرے کے مسلک سے دور تھے مگر نہ تو عیسائی زرتشتوں کے سامنے اپنا دین پیش کرتے اور نہ ہی ایرانی عیسائیوں کی بستیوں میں اپنے مذہب کا پرچار کرتے گویا دونوں کا مذہبی عقیدہ اور اس کی تبلیغ اپنی اپنی حدود مملکت میں محصور تھی یہاں تک کہ جب ایران نے روم، شام اور مصر پر اپنا پرچم لہراتے ہوئے قسطنطنیہ کے دروازے پر دستک دی۔ تب ایران کے فاتح امراء نے بھی مفتوحہ ممالک میں دین زردتشت کے پرچار سے نہ صرف اپنا دامن بچائے رکھا بلکہ انہوں نے مفتوحہ قوم کے عقیدہ کا احترام کر کے اپنے کردار کا قابل تعریف نمونہ پیش کیا۔ دوران جنگ مفتوحین کی جن عبادت گاہوں کو گزند پہنچا تھا ان کی دوبارہ مرمت اور تعمیر کے بعد انہیں پوری آزادی کے ساتھ ان میں عبادت کرنے کی اجازت بھی دے دی۔

ایرانیوں کے اس خیر سگالی جذبہ کا سب سے بڑا مظہر صلیب کے اس ہیکل کی نگہداشت تھی۔ جو صدیوں سے عیسائی اقوام کا مرجع تھا اور ان جنگوں میں ایرانیوں کے قبضہ میں تھا اہل ایران نے اپنی طرف سے اس ہیکل کی تعظیم میں کوئی کمی نہ آنے دی الغرض دین زرتشت اور عیسوی مذہب دونوں کی باہم معرکہ آرائیاں جو مغرب میں ہوئیں یا مشرق میں دونوں جگہ دونوں اہل مذہب کا یہ معمول تھا کہ ایک دوسرے کے دین سے دوری کے باوجود ایک کرتے مگر دوسرے کے مسلک پر حرف گیری میں لب کشائی سے بھی محفوظ رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

Marfat.com

رومی مسیحی اقتدار کا اشتعال:

چھٹی صدی عیسوی تک زرتشت اور مسیحیت دونوں اسی طرح اپنی اپنی جگہ برقرار رہے مگر دفعتہً قسطنطنیہ اور روما میں باوجودیکہ دونوں بادشاہ ایک ہی مذہب کے پیرو یعنی مسیحی تھے اقتدار کی جنگ چھڑ گئی اور روما کی سطوت جس کا ڈنکا شام سے لے کر انگلستان تک بج رہا تھا اور روما کے شہنشاہ پولیش کے دورِ حکومت تک اسی طرح گونجتا رہا۔ مگر اس کے بعد آہستہ آہستہ روبہ زوال ہوتا گیا۔ ادھر روما اور قسطنطین اعظم کی آویزش کی آخری ساعتوں میں روما کے خلاف اردگرد کی وحشی قوموں نے روما کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے شاہی حقوق غصب کرنا شروع کر دیئے۔ جس کے نتیجہ میں کہ روما کی ظاہری سطوت و دبدبہ اور مذہبی اقتدار دونوں قسطنطین اعظم کے باجگزار بن گئے حتیٰ کہ روما کی تباہی کے اثر سے وہ مسیحی جانباز بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے جن کی شمشیر آبدار نے سلطنت کی حفاظت و استحکام میں اپنے جوہر دکھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

مسیحی وحدت کا پارہ پارہ ہونا:

آخر چھٹی صدی عیسوی میں مسیحیت مختلف فرقوں میں منقسم ہوگئی اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان فرقوں کے عقائد میں تنوع بڑھتا گیا یہاں تک کہ دین کے بنیادی عقائد کی وحدت بھی پارہ پارہ ہوگئی۔ اب ان کا یہ اختلاف مذہبی بنیادوں کی بجائے ایک دوسرے فرقہ کی ذاتی دشمنی پر مبنی تھا۔ ہر فرقہ اپنے عقیدہ کے مخالف سے دشمنی اپنا جزوِ ایمان سمجھنے لگا گویا روما کے عیسائی اس اخلاقی تنزلی کا شکار ہوگئے جو زوال پذیر قوموں کا مقدر ہوتی ہے۔ ان مسیحی فرقوں کے بعض عقائد یہ تھے۔

ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جسد ظاہری کی حیثیت ایک انسان سے زیادہ نہیں اور ان دیکھنے والی آنکھوں سے اس کا ادراک ناممکن ہے دوسرے گروہ کا ایمان یہ تھا کہ مسیح کی روح اور جسم دونوں ایک ہی جوہر کا کرشمہ ہیں اس کا احاطہ دیدہ ظاہر کے لیے ناممکن ہے تیسرے گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ مریم عذرا کی عبادت ہم پر واجب ہے چوتھے گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰؑ کی پیدائش تک مریم کی بکارت محفوظ رہی بعد میں انہوں نے تزویج سے خود کو ملوث کر لیا۔

چنانچہ عقائد کے باہم اختلافات پر بحث و تکرار کے لفظی ہنگامے برپا ہوگئے۔ جو قوموں کے انحطاط و زوال کے مواقع پر عموماً رونما ہو جاتے ہیں اور ان سے دماغی تفریح کے سوا اس قوم کے فردِ عمل میں کوئی حرف نہیں لکھا جاتا۔ ایسی نزاعوں پر عقل دور کھڑی ناچتی رہتی اپنا منہ نوچتی رہتی ہے۔

ایک عیسائی پادری کا بیان:

اس دور میں عیسائیوں کا ذوقِ مناظرہ (شہروں کے) گلی کوچوں سے نکل کر بازاروں میں آ پہنچا۔ جہاں بحث و مناظرہ کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ نے صراف کے ہاتھ یہ سونے کی ڈلی بیچنے کے لیے رکھی ہے تو وہ اس کی خرید و فروخت سے متعلق بات چیت کرنے کی بجائے آپ سے یہ پوچھے گا کہ آپ کے نزدیک مادہ قدیم ہے یا حادث؟ اور اگر کسی نے نان بائی سے روٹی کی قیمت پوچھی ہے تو وہ روٹی کی قیمت بتانے کی بجائے خریدار سے یہ پوچھے گا کہ بیٹے (مسیح) کے مقابلہ میں باپ (اللہ) کا مرتبہ کیوں زیادہ ہو گیا؟ اور بیٹے کے ذمہ باپ کی فرمانبرداری کی کیا علت ہے؟ اور اگر آقا اپنے غلام سے

Marfat.com

دریافت کرتا کہ حمام میں پانی گرم ہوا ہے یا نہیں، تو خادم اس کے جواب میں آقا سے سوال کرے گا کہ حضور یہ تو فرمائیے کہ بیٹا (مسیح) کس طرح عدم سے وجود میں آیا۔

مسیحی عوام کے باہم بحث وتکرار کے ہیجان واضطراب سے اراکین سلطنت بالکل لاپرواہ تھے بلکہ روم کے بادشاہ کا اقتدار اور شوکت رعایا کے اس مشغلہ کے سبب اور مستحکم ہوتا گیا کیونکہ ماتحت فرقے ایک دوسرے سے دست وگریباں تھے گو اس بحث ونزاع کا تعلق صرف لفظوں تک محدود تھا۔ مگر بادشاہت ان کی اس غفلت سے دن بدن برسر عروج تھی۔ ان بحثوں کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ یہ مقررہ حدود سے آگے نہ بڑھیں یا کبھی کبھی اگر بہت پھیلتیں تو ایسی مذہبی مجالس منعقد کی جاتیں جن میں فریقین کی بحث سننے کے بعد فیصلہ کیا جاتا کہ کون غلط ہے اور کون صحیح نہیں ہے۔ ان کا انداز مناظرہ تو اس قدر بے کار تھا کہ ایک فریق دوسرے فریق کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ ان میں دوسروں کی اصلاح کی بجائے اپنی ضد کا احترام زیادہ تھا۔ شہنشاہ روم کا چتر شاہی مناظرین اور ان کے ہم خیال افراد پر پوری طرح سایہ فگن تھا۔ دونوں فریق یہ سمجھتے کہ بادشاہ سلامت کا بھی وہی عقیدہ ہے جو ہمارا دستور ایمان ہے، بلکہ بعض اوقات یہ گمان کرلیا جاتا کہ درپردہ ظل اللہ بھی ان کے عقیدہ کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔ کیونکہ سلطنت کی طرف سے ان مناظروں پر کوئی پابندی نہ تھی۔

روم کا مسیحی بادشاہ مسیحت کے پرچار میں ہمہ تن منہمک تھا مصر کو زیر نگین کرنے کے بعد اس ملک کے باشندوں کو تثلیت کے حضور میں بھی سرنگوں کر کے چھوڑا۔ مصر کی جغرافیائی حدود سے قریب ہونے کی وجہ سے حبشہ کو بھی مسیحیت ہی اختیار کرنا پڑی۔ آخر کار ان ملکوں میں مسیحیت کے اثر ونفوذ کے بعد مسیحیت نے بحیرۂ قلزم سے لے کر بحیرہ روم کے ساحلوں پر مضبوطی سے اپنے قدم جمالیے۔

شام وفلسطین کے عوام تو پہلے ہی سے بپتسمہ کے شرف سے مشرف ہوچکے تھے۔ کیونکہ ان ممالک میں عیسائی قبائل پہلے ہی سے پناہ گزین تھے۔

اس خطہ کے اثر سے اہل حیرہ اور قبائل لخم ومنادرہ کو بھی مسیحیت کے بغیر چارہ کار نہ رہا۔

حبشہ، بحیرۂ روم اور بحر قلزم کے ساحلوں پر مسیحیت کا اثر ونفوذ:

یہ لوگ کسی زمانے میں صحرائے عرب کی تند وتیز ہواؤں کے تھپیڑوں سے تنگ آکر دریائے فرات کے ساحل پہ سرسبز وشاداب بستیوں میں آباد ہوگئے تھے۔ لیکن ان بستیوں کے مکینوں کے کبھی خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ ان کے محبوب ملکوں پر ایران کے مجوسی قبضہ کرنے والے ہیں۔

اہرمن اور یزدان:

روم کے شہنشاہ کی حدود سلطنت میں عیسائی عوام جس قسم کے مذہبی جنون میں مبتلا تھے اس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔ اسی زمانہ میں ایرانی ''یزدان'' و ''اہرمن'' کے پرستار مجوسی بھی اسی قسم کے مذہبی جنون میں مبتلا تھے۔ یہاں کا ہر فرقہ عقید کے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے سے دست وگریبان رہتا مگر اس بحث وتکرار میں مسیحیوں کی طرح مجوسی بھی صرف زبانی کلامی حد تک ہی رہے۔ اور جس طرح روم کی سلطنت اپنی رعایا کے مذہبی تنازعات سے غیر متاثر رہی اسی طرح ایران کی مجوسی حکومت بھی اپنی رعایا کے مذہبی مناقشات کے منفی اثرات سے محفوظ رہی۔ جس طرح عوام کی باہم مناظرہ باز

Marfat.com

رومی حکومت کو زیادہ مستحکم ہونے میں معاون ثابت ہوئی بالکل اسی طرح ایرانی عوام کے ذوقِ مناظرہ نے مجوسی حکومت کے کی شان وشوکت میں دن دگنی رات چوگنی ترقی کا اضافہ کیا۔

جزیرہ نمائے عرب کے احوال:

جب تاریخ کی پیشانی چھٹی صدی عیسوی کا عنوان درخشاں بنی تب جزیرہ نمائے عرب دو انتہائی طاقتور سلطنتوں میں گھرا ہوا نظر آتا ہے مغرب میں روم کی سطوت اور مشرق میں ایران کی شان وشوکت اسے خوف زدہ رکھنا چاہتی ہے دونوں حکومتیں ہوس جہاں گیری میں لحہ بہ لحہ کسی دوسرے ملک پر قبضہ جمانے کی منصوبہ بندی کرتی نظر آتی ہیں۔ روم کا مسیحی اور ایران کا مجوسی اپنے اپنے مذہب کے پرچار کا جنوں لیے پھر رہا ہے لیکن ان تمام فکری اور نظریاتی طوفانوں کے باوجود سرزمین عرب تمام سازشوں اور زہریلے منصوبوں سے محفوظ ہے نخلستان عرب اپنی تمام قومی اور روایتی امتیازات میں بے داغ وسلامت ہے اس کی سرسبز وشاداب وادیوں میں کسی اجنبی کو قدم رکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ خطۂ عرب کی یہ خاصیت تاریخی لحاظ سے حیرت ناک ہے کہ روم اور ایران کے انتہائی قریب ہونے کے باوجود ان دونوں سلطنتوں کا رعب ودبدبہ شہنشاہی طمطراق وسطوت ان کو مرعوب نہ کرسکا نہ کسی کی سطوت اہلیان عرب کو متاثر کرسکی۔ عرب صدیوں سے جس طرز بودوباش پر زندگی بسر کررہے تھے۔ دنیا کی کوئی خارجی قوت بھی ان میں ذرہ برابر تبدیلی لانے میں کامیاب نہ ہوسکی۔

جزیرہ نمائے عرب کی جغرافیائی حالت:

ملک عرب جغرافیائی حیثیت سے غیر متوازی الاضلاع مستطیل ہے جس کے حدود (اربعہ) یہ ہیں:

شمال میں: فلسطین وصحرائے شام۔

مشرق میں: حیرہ، دریائے دجلہ وفرات اور خلیج فارس۔

جنوب میں: بحرِ ہند اور خلیج عدن۔

مغرب میں: بحیرۂ قلزم۔

پورا ملک ایسے محفوظ قلعہ کی صورت میں ہے۔ جس کے مغرب اور جنوب میں سمندر، مشرق اور شمال میں صحرا اور خلیج فارس نے گھیر رکھا ہے۔ مگر ہمارے خیال کے مطابق خارجی جارحیت پسند قوتوں سے دفاع کی وجہ اس محلِ وقوع کے علاوہ اس کی بے کراں وسعت بھی ہے۔

جزیرۂ عرب کا رقبہ:

طول تقریباً ایک ہزار کلومیٹر سے بھی زیادہ ہے اور یہی طبعی طوالت دوسری قوموں کو دخل اندازی سے ہراساں کردیتی ہے۔ علاوہ ازیں تمام ملک میں بے آب وگیاہ صحرا پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں نہ کوئی دریا بہہ رہا ہے نہ بارشوں کا کوئی موسم معین، نہ وقت پر پانی برسنے کی توقع جس کے بل بوتے پر کاشت کاری کی جاسکے صنعت وحرفت صفر البتہ ملک کے جنوب میں واقع ملک یمن ہمیشہ سرسبز وشاداب اور بارش کا گہوارہ ہے۔ ان طبعی غیر ہمواریوں کے ساتھ ساتھ یہاں قطار در قطار طویل ترین پہاڑوں کا سلسلہ بھی ہے لق ودق صحرا بھی اگر کہیں کوئی قطعہ زمین ابھر بھی آیا تو وہ بھی بنجر یعنی ناقابل زراعت

Marfat.com

ہے۔

نوبت ہے جہاں انسان کو کسی ایک مقام پر زیادہ مدت تک ٹھہرنے کی سکت نہ ہو وہاں تمدن کے ارتقاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جہاں صورتحال یہ ہو کہ اگر کسی نے آج یہاں بسیرا کیا تو کل کسی دوسری جگہ جانے پر مجبور ہو۔ صحرائے عرب میں نہ دریا ہیں نہ درخت ہیں نہ ہی کھیتیاں جو صحرا کی ایک جگہ کو آباد کرتے۔ اگر تھوڑا بہت سبزہ ہے تو نخلستانوں میں نظر آتا ہے۔ صحرا کے یہ نخلستان بھی پانی کے ان چشموں کے صدقے میں قائم ہیں جو صحرا میں کہیں کہیں ہیں۔ جہاں یہ چشمے ہیں وہاں پر ہی کچھ سبزہ ہے اور ریگستان میں کہیں کہیں قدرتی ذریعے ہوتے ہیں جہاں بھی قدرتی چشمے کے اندر کا پانی ہے وہیں پر صحرا کے خانہ بدوش عارضی طور پر قیام کرتے ہیں۔ یہ نخلستان ہی صحرا کے مسافروں کی منزل ہیں۔ یہ معمولی سی خوراک ہے جو ان صحراؤں میں قدرت کے عطا کردہ ہیں۔ کھجور تو صحرائے عرب میں موتی سمجھے جاتے ہیں۔ ریگستان میں صرف کچھ نخلستان ہیں جن میں انسانوں کے لیے کچھ معمولی خوراک اور مویشیوں کے لیے تھوڑی سی گھاس ہے جو صحرا میں ہوتی ہے یہی وہ مقامات ہیں جن کی وجہ سے صحرا کے باشندوں نے اس سرزمین سے باہر نکل کر کہیں اور نہ دیکھا۔

زمانہ قدیم میں تجارت کا راستہ:

سرزمین عرب جہاں تہذیب و تمدن کے تصور سے بھی نا آشنا رہی وہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ انسانوں کی قسموں سے تعلق رکھنے کی بناء پر ہی پہنچی چونکہ قرار دی جاتی ہے عرب سمندری سفر کو موت کے مترادف سمجھتے ہیں اس لیے ان کے قبیلوں کی دولت و ثروت کا دارو مدار مشرق و مغرب کے درمیان سوداگروں کی گزرگاہوں سے ملے ہوئے شہروں میں تجارتی سلسلہ جاری تھا۔ ان راستوں سے ہوتے ہوئے اس دور میں سوداگروں کے جو قافلے مصر اور خلیج فارس کی راہوں سے آتے جاتے تھے انہیں تجارت ہی کی گزرگاہ پڑتا اور یہی وجہ تھی اور حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں عرب کے ان صحراؤں پر عرب ہی کے بادیہ نشین حکمران تھے جس طرح سمندروں پر کشتی رانی کے ابتدائی دور میں ان ملاحوں کی حکومت تھی جو اپنی کشتیاں سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے ادھر سے ادھر لے جاتے اور یہی نہیں بلکہ سمندروں کی بے کراں وسعتوں میں جزیرے بھی مقرر تھیں۔ بالکل اسی طرح صحرا کے سفر کرنے کے راستے بھی مقرر تھے۔

صحرائے عرب میں اسباب قیام:

صحرائے عرب میں قافلوں کے راستوں کا تعین بھی کسی انسانی منصوبہ بندی کا ثمر نہیں بلکہ ان وسیع ریگستانوں سے گزرتے ہوئے مسافروں کو تکان دور کرنے کے لیے آرام کی ضرورت ہوتی جہاں انہیں کھجور کے درخت اور میٹھے پانی کا چشمہ نظر آتا خود پانی پیتے سواریوں کو پلاتے اور تکان دور کرنے کے لیے ٹھہر جاتے پس قافلوں کے اسی تسلسل نے ان راہوں کا خود بخود تعین کر دیا اور مذکورہ مقامات تاجروں کی عام گزرگاہ بن گئے پھر مسافروں میں سے کچھ خوش عقیدہ لوگوں نے ان جگہوں پر کہیں کہیں بت خانے بنا دیے عبادت گاہیں تعمیر کر دیں سوداگر یہاں اترتے تو ان بتوں سے اپنی تجارت کی ترقی کے لیے گڑگڑا کر التجائیں کرتے اور دوسرے ضرورت مند ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے۔

Marfat.com

صحرائے عرب کی مشہور گزرگاہیں:

یوں تو ان صحراؤں میں بے شمار راستے تھے۔لیکن ان میں دوگزرگاہوں پر بہت زیادہ آمدورفت رہتی۔

(1) خلیج فارس اور دریائے دجلہ سے ملتی ہوئی راہ صحرائے شام تا فلسطین یہ راہ عرب کے مشرقی جانب واقع ہونے کی وجہ سے ''طریق الشرق'' (مشرقی گزرگاہ) سے موسوم کی جاسکتی ہے بحیرہ روم کے قریب سے گزرنے والی راہ بحیرہ قلزم کے مغرب میں واقع ہونے کی وجہ سے ''طریق الغرب'' (مغربی گزرگاہ) کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔

انہی دونوں راستوں سے مغرب ومشرق کے درمیان تجارت کا سلسلہ قائم تھا عرب کے صحرانشیں بدو انہیں سوداگروں سے اپنی ضروریات زندگی حاصل کرتے لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کے علاوہ مغرب کے دوسرے لوگ تاجروں کے ان دونوں مشہور گزرگاہوں سے ناواقف تھے کیونکہ ان میں سے بہت کم لوگوں کو ان گزرگاہوں سے ہوکر نکلنے کا اتفاق ہوتا یہاں کے صحراؤں اوران کے راستوں کو خود عرب کے بھی وہی لوگ عبور کرسکتے تھے جنہیں بچپن سے ان راہوں سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہو یا یہ کہ انہیں اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہ ہو کیونکہ ان میں سے بیشتر لوگوں نے بلا مقصد اپنی زندگی ان صحراؤں کی بھینٹ چڑھادی تھی۔ظاہر ہے ایک ایسا انسان جس کی زندگی سدابہار ہو اسے زندگی کی تمام آسائشیں میسر ہوں وہ ایسے سفر کے لیے کیسے آمادہ ہوسکتا ہے جسے طے کرنے کے لیے اونٹ سے بہتر کوئی سواری نہ ہو اور سفر بھی بے آب وگیاہ ریگستانوں، چٹیل پہاڑوں اوران کے درمیان خشک وبھیانک دروں، سورج کی بے پناہ تمازت سے تپتی ہوئی چوٹیوں کا سفر اسے پسند آئے۔وہ شخص جسے شہری (مدنی) آسائشیں اور راحتیں میسر ہوں وہ ان کا عادی ہو اس سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایسے صحرا کا سفر کرے جس میں اگر کہیں انسانوں کی تھوڑی بہت بودوباش ملتی بھی ہو تو وہ لوگ اجتماعی ضابطوں سے آزاد ہوں؟ کیا ایسے لوگوں کے قریب سے بخیریت نکل جانا آسان ہے؟

عرب کے صحرا جن میں مختلف قبیلے اور خاندان باہمی قرابت داری کے بل بوتے پر زندگی گزار رہے ہوں اور ان قبائل کے درمیان بعض ایسے افراد ہوں جو ان کے رحم وکرم پر زندگی کی منزل پر چل رہے ہوں اور ان کا اصول معاشرہ تمام معاصر ملکوں اور قوموں کے نظام معاشرت سے اس قدر مختلف ہو کہ کبھی تو قصاص کے نام سے مجرم کو معمولی سزا دینے پہ اکتفا کرے اور کبھی اسی قسم کے جرم کی پاداش میں قاتل اور مقتول کے دونوں قبیلے صدیوں آپس میں قتل وغارت کا بازار گرم کرتے رہیں اور ان میں بسنے والے دوسرے قبیلے بلاوجہ ان کے درمیان قربانی کا بکرا بنتے رہیں اگر کسی نے رحم وکرم فرمایا بھی تو بس برائے نام ان حالات میں یہ بات بعید از قیاس ہے کہ دنیا کے متمدن ومہذب لوگ ان کے قریب ہوکر بھی نکل جائیں یہ یہی وہ عوامل ہیں جن کی بنا پر زمانہ قدیم میں جزیرہ نمائے عرب کو دنیا میں کوئی اہمیت حاصل نہ ہوسکی۔

ظہور اکبر:

یہاں تک کہ اسی ملک میں حضرت محمد ﷺ کا ظہور ہوا۔جس کی شہرت انہی گزرگاہوں پر آنے جانے والوں اور اس ظہور کے تذکروں سے باہر کی دنیا جزیرہ نمائے عرب کے وجود سے آشنا ہوئی۔

Marfat.com

زمانۂ قدیم میں یمن کی حالت:

جس زمانہ میں عرب کے غیر متمدن ہونے کی وجہ سے دنیا کی کوئی قوم اس (ملک) سے متعارف نہ تھی۔ اس دور میں یمن اور اس کے نواحی خطے جو خلیج فارس کے اردگرد تھے۔ اطراف عالم میں اچھی خاصی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ جس کی ہر گز یہ وجہ نہ تھی کہ ان خطوں کو خلیج فارس، بحر ہند اور بحیرہ قلزم کا قرب و جوار حاصل تھا بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ یمن عرب کے دوسرے خطوں کی طرح بے آب و گیاہ اور ریگستانوں سے بھرا ہوا نہ تھا۔ اس کے ذاتی کمالات ایسے تھے جن کی وجہ سے باہر کے ملک اس کی طرف سے نگاہ ہٹائے رکھیں اور اس کے ہمسایہ ملک اس کی دوستی کے خواہاں نہ ہوں، بلکہ سرزمین یمن طبعی طور پر سرسبز و شاداب تھی جسے موسم بہ موسم بارش سیراب کرتی، یمن قدرتی طور پر متمدن بھی تھا اس کے دامن میں پرشکوہ شہر آباد تھے، فلک بوس عبادت گاہیں تھیں اور ملک کا ممتاز ذہنی طور پر عقل و فرزانگی سے بہرہ مند قبیلہ حمیر بھی اسی جگہ آباد تھا۔

سدمآرب:

''سدِّ مارب'' ہی کا دوسرا نام عرم ہے۔ سد مارب وہ سلسلہ عمارات ہے جسے بند آب یعنی ''ڈیم'' کہا جاتا ہے حجازی اسے مند اور یمنی عرب عرم کہتے ہیں چونکہ عرب ممالک میں کوئی مستقل دریا نہیں بلکہ صرف سلسلہ کوہستان ہے پہاڑوں سے پانی بہہ کر ریگستانوں میں خشک اور ضائع ہو جاتا ہے۔ کاشتکاری کے کام میں نہیں آتا اس لیے سبائی قوم کے لوگ مختلف اور مناسب مقامات پر پہاڑوں اور وادیوں کے پانی روکنے کے لیے بند باندھ دیتے تھے اور بوقت ضرورت زراعت کے کام میں لاتے ملک سبا میں ایسے سینکڑوں بند تھے لیکن ان میں سے سب سے زیادہ مشہور سد مارب تھا مگر آج یہ شہر مآرب اور اس کا مشہور بند آب (سد مآرب) دونوں حوادث کا شکار ہو چکے ہیں اور ماہرین آثار اس کے کھنڈروں میں غوطے لگا رہے ہیں۔ تھوڑے بہت حالات کی تحقیق ہو سکی ہے اور ابھی یہہ سلسلہ جاری ہے۔ ان کھنڈرات میں سے ملنے والے کتبوں نے قبیلہ حمیر کی تہذیب و تمدن کے گوہر تاباں سے اہل علم کو حیران کر رکھا ہے۔ حمیر قبیلہ کے دانشوروں کو قدرت نے مختلف علوم و فنون میں بڑی دسترس دی تھی ان کا سب سے بڑا کارنامہ سد مارب نام کے شہر میں سد (Deam) کی تعمیر ہے۔ انہیں دنیا میں سب سے پہلے بارش کے پانی کو محفوظ کرنے کا طریقہ سوجھا۔ انہوں نے بارش کے پانی کو سمندر میں غرق ہونے سے پہلے اپنے باغات اور کھیتوں کے لیے بند باندھ کر ذخیرہ کیا یہ بند مارب شہر میں ہی تعمیر کیا گیا پہاڑوں کی آبشاروں کا پانی جو شہر مارب کے نشیبی علاقوں سے گزرتا اسے ذخیرہ کرنے کے لیے 40 کلومیٹر لمبا یہ بند تھا۔ جس کے دونوں کنارے دونوں طرف کے پہاڑوں سے ملا کر بند کے نیچے اور اوپر دہانے تعمیر کر دیئے گئے تھے تا کہ ان دہانوں کے ذریعہ حسب ضرورت پانی حاصل کر کے کھیتوں اور باغات کو سیراب کیا جا سکے۔

یمن کی تروتازگی اور تہذیب و تمدن کے لوگوں کی زندگی پر اثرات:

عرب کے دوسرے حصے کی زمینیں قدرتی بے سروسامانی اور بنجر ہونے کی وجہ سے توجہ کے قابل نہ تھیں۔ لہٰذا جس ملک کا سرمایہ ہی لق و دق صحرا ہوں اس کی طرف کسی کی نظر کیسے اٹھتی یا کیوں اٹھائی جاتی۔ تاہم یمن جو کئی پشتوں سے شاہان حمیر کے زیرنگیں رہا ان تمام خوبیوں سے مالا مال تھا۔ جو دوسروں کے لیے کشش رکھتا ہو شاہان حمیر کا مذہب بت پرستی تھا۔ لیکن

Marfat.com

جیسے ہی ذونواس حمیری کو یمن کی حکومت ملی تو وہ بت پرستی سے بیزار ہوگیا۔ اسی زمانہ میں یہودی باہر سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوگئے تھے۔ ذونواس نے بھی یہی (دین موسوی) اختیار کرلیا جیسا کہ اہل تاریخ نے قصص قرآن میں سے اصحاب (اخدود کے واقعہ) میں لکھا ہے۔ (۸۵:۴)

واقعہ اخدود کا پس منظر:

روم سے ایک اللہ کو ماننے والا عیسائی راہب یمن کے قصبہ نجران میں آ کر آباد ہوگیا جس کی توحید وللہیت سے متاثر ہوکر رفتہ رفتہ بستی والوں نے مسیحی مذہب قبول کرلیا جب بادشاہ ذونواس نے یہ سنا تو خود نجران پہنچا اور عیسائیوں کو دوبارہ یہودی مذہب قبول کرنے کی دعوت دی۔ ورنہ وہ قتل کر دیئے جائیں گے مگر انہوں نے مسیحیت سے دست بردار ہونے سے انکار کردیا اور ذونواس نے انہیں خندق میں جھونک کر ان پر آگ مشتعل کردی۔ جو کوئی اس آگ سے بچ گیا اس کا مثلہ کر کے اسے قتل کروادیا گیا۔ کتب سیرت کی روایات میں ان شہیدوں کی تعداد بیس ہزار ہے۔

شہدائے اخدود کی اطلاع پر شاہ روم کا ردعمل:

یہودی بادشاہ ذونواس کے ہاتھوں نذر آتش ہونے والے نجرانی مظلوموں میں سے ایک عیسائی زندہ بچ نکلا جو روم کے مسیحی بادشاہ جوستیان کے حضور آ کر فریادی ہوا۔ مگر روم اور یمن کے درمیان بہت زیادہ زمینی فاصلہ کی وجہ سے جوستیان براہ راست (یمن کے یہودی بادشاہ) ذونواس سے انتقام لینے سے قاصر رہا۔ یہ چھٹی صدی کا وہ زمانہ ہے جب روم اور حبشہ دونوں کی حکومتیں پورے عروج پر تھیں۔ ان سے ملے ہوئے سمندروں (بحیرۂ قلزم اور ساحل قلزم) پر ان دونوں کا ہی قبضہ تھا اور دونوں ملکوں کے باشندوں کی بحری تجارت پورے شباب پر تھی۔ روم اور حبشہ کی ہمسایہ قوموں میں سے بعض روم کی باجگزار بھی تھیں اور بعض بزنطینہ کی قیصر روم اور فرمانروائے بزنطیہ ایک دوسرے کے حلیف تھے اس نے مدتیرانہ کے ساحلی علاقوں اور اس نے بحیرۂ قلزم کے ملحقات میں دین مسیحی کا پرچار اپنا دستور بنا رکھا تھا۔

قیصر روم کا فرمان شاہ حبش کے نام:

نجران کے عیسائی فریادی کی داستان غم سن کر قیصر روم نے یمن سے طویل مسافت کی وجہ سے حبشہ کے عیسائی بادشاہ کو لکھا کہ ''وہ یمن کے بادشاہ ذونواس یہودی سے عیسائی شہیدوں کا بدلہ لے۔ نجاشی (شہنشاہ حبشہ) نے قیصر روم کے سفیر کی معیت میں اپنا لشکر جرار ارباط نامی سپہ سالار کی قیادت میں یمن پر حملہ آور ہونے کے لیے بھیجا۔ اسی لشکر میں ابرہہ اشرم نامی ایک فوجی سپاہی بھی تھا۔ ارباط نے یمن فتح کر کے اسے حبشہ کی حدود مملکت میں شامل کرلیا۔ کچھ عرصہ تک یہی ارباط یمن پر بطور گورنر مقرر رہا۔ مگر بعد میں ابرہہ مذکور نے اسے قتل کر کے یمن پر اپنی حکومت قائم کرلی یہی ابرہہ وہ ''صاحب الفیل'' ہے جس نے کعبۃ اللہ کو نیست ونابود کرنے کے لیے مکہ معظمہ پر ہاتھیوں کی فوج سے چڑھائی کی اور ناکام لوٹا جیسا کہ دوسری فصل میں تفصیلاً مذکور ہے۔

ابرہہ کے بعد:

اس کے بیٹے یمن پر حکمران رہے مگر ان کے ظلم سے تنگ آ کر قبیلۂ حمیر کے سردار سیف بن ذی یزن نے قیصر (روم)

Marfat.com

کے حضور میں فریاد کرتے ہوئے لکھا کہ کسی اور عادل حکمران کو یمن بھیج دیا جائے مگر قیصرِ روم اور بادشاہ حبشہ کے باہم معاہدہ سے روم کا بادشاہ اپنا نائب بھیجنے سے قاصر تھا۔

سیف ابن ذی یزن کا نعمان بن منذر کے دربار میں جانا:

ابن ذی زن یہاں سے مایوس ہو کر نعمان منذر کے حضور باریاب ہوا جو حیرہ اور اس کے نواحی علاقہ عراق پر کسریٰ ایران (خسرو پرویز) کی طرف سے گورنر تھا مگر نعمان اپنے بادشاہ کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ وہ سیف بن ذی زن کو اپنے ساتھ لے کر دارالسلطنت ایران میں پہنچا۔

خسرو پرویز کے دربار کی شان و شوکت:

خسرو کے دربار کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ سر دربار دارا کا وہ تخت جس کے نقش و نگار میں ہیرے اور جواہرات استعمال کیے گئے تھے رکھا تھا اور موسم سرما میں شہنشاہ کو سردی سے محفوظ رکھنے کے لیے چاروں طرف قیمتی پوستینوں کے دبیز پردے لٹکائے گئے تھے شاہی تاج میں مختلف رنگوں کے ہیرے، جواہرات یاقوت، زمرد اور مروارید سونے اور چاندی کی تاروں سے ٹکے ہوئے تھے جو تخت اور سقف ایوان کے درمیان طلائی زنجیر کے سہارے لٹکایا گیا تھا۔ بادشاہ زربفت کی پوشاک زیب تن کیے گلے میں سونے کے بیش بہا زیورات پہنے ہوئے تھا۔ یہ دیکھتے ہی نو وارد پر سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا۔ یہی اثر سیف بن ذی زن حمیری پر ہوا۔ کچھ دیر تک وہ حیرت زدہ سراسیمہ ہو کر مبہوت کھڑا رہا۔ جب ابن ذی زن کچھ دیر بعد سنبھلا اور شہنشاہ کے اشارے پر اس نے حبشیوں کے مظالم کی سرگزشت عرض کی تو خسرو نے تردد کا اظہار کیا لیکن بعد میں درخواست منظور کرتے ہوئے ایران کے ''ہرز'' نامی امیر زادہ کو جو شجاعت و جواں مردی کے ساتھ فن سپاہ گری میں بھی اپنی مثال آپ تھا اس مہم کے لیے نامزد کیا ''ہرز'' نے حبشیوں کو جو دو سال سے یمن پر مسلط تھے نکال کر ملک کو ایران کے زیر نگیں کر لیا عرب اور اس کے نواحی ملکوں پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے تک وہ ایران کا باجگزار بنا رہا۔

ایران شیرویہ اور اس کے بیٹے پرویز کے دور میں:

لیکن ایران کے گورنر کبھی بھی مرکز کے پوری طرح مطیع و فرمانبردار نہیں رہے خصوصاً جس زمانہ میں شیرویہ نے اپنے باپ کو سازش کے تحت قتل کروا کے خود تخت شاہی پر قبضہ کر لیا اور رعایا کی فلاح و بہبود کی بجائے شاہی خزانے اپنے عیش و آرام پر لٹانے شروع کر دیئے اس کے دماغ پر یہ بھوت سوار ہو گیا کہ تمام شاہی خزانے صرف اس کی ہوس پرستی کے لیے ہیں شیرویہ حکومتی معاملات سے لاپرواہ ہو کر دن رات رنگ رلیوں میں رہتا۔ شکار کھیلتے ہوئے بھی اس کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کا یہ عالم تھا کہ دائیں بائیں قرمزی قبائیں پہنے ہوئے (جن کے حاشیوں پر بنفشی بیلیں ٹنکی ہوتی تھیں۔ نوجوانوں کے دستے حاشیہ برداری کرتے۔ شاہی سواری کے پیچھے برقندازوں کے دستے جن کے ہاتھوں پہ شکاری باز ہوتے ان کے بعد دوسری ٹولی شکاری چیتوں کی ہوتی جن کے گلے میں ریشمی ڈوریاں ہوتیں، خاصہ دار شہنشاہ کے ساتھ عطر کے بھرے ہوئے بلوریں کنٹر ہاتھوں میں لیے معمولی سے وقفہ کے بعد کج کلاہ پر عطر بیزی کرتے رہتے۔ خوش آواز حسین ترین پری زادوں کے طائفے شاہی سواری کے مقدمۃ الجیش کے قائم مقام ہوتے جن کے سرود و نغمہ سے عالم کون و مکان تک وجد میں آجاتے اور

Marfat.com

موسم سرما میں خزاں کا نعم البدل اس صورت میں فرمایا گیا کہ بہت بڑا قالین تیار ہوا، جا بجا پھولوں کی کیاریاں اور گلدستے ابھرے ہوئے کہیں ہرے بھرے درختوں کا جھنڈ نظر آتا، کہیں شفاف پانی کے فوارے ابلتے دکھائی دیتے کہیں چمن کی روشوں کے ساتھ ساتھ شہروں میں پانی کی بہتی ہوئی دھاریں محسوس ہوتیں، شیرویہ کے اس انداز سے مملکت ایران کی دولت لٹانے کے باوجود شاہی خزانوں میں کمی نہ آئی۔ اس موقع پر ذہن میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کیا یہ کہ یمن پر مسیحی اور مجوسی غلبوں کے بعد یمنی باشندے ان کے مذہبی عقائد سے متاثر ہوئے؟ نہ صرف اہل یمن بلکہ عرب کے ملحقہ خطے بھی روم اور ایران کے عقیدوں کی طرف مائل ہوئے یا نہیں؟

دولت ایران کا سب سے بڑا رقیب، قیصر روم، شیرویہ کی یہ رنگ رلیاں دیکھ رہا تھا اور مسیحی اقوام اس کے چشم ابرو کے ایک اشارے پر جان دینے کے لیے تیار تھیں، مگر اسے ایرانی سطوت کے ساتھ پنجہ لڑانے کی جرأت نہ تھی۔ عیسائی مبلغین جس طرح آج دنیا کے چپہ چپہ میں اپنے دین کی تبلیغ کے لیے گھومتے پھرتے ہیں اسی طرح قدیم زمانوں میں بھی وہ عیسوی مذہب کی ترویج کے لیے ہر جگہ پہنچ جاتے تھے صحراؤں میں زندگی گزارنے والوں پر مذہب کے اثر ورسوخ کے امکان اس لیے زیادہ ہوتے ہیں۔

سدمآرب کی تباہی:

چوتھی صدی عیسوی سے یمن کو جن سیاسی حوادث نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا رنگ لائے بغیر نہ رہ سکے۔ یہاں کے بدنصیب باشندے وطن چھوڑ کر دوسرے خطوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تاریخ کی ایک روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سد مآرب جو حمیری صناعوں کی صنعت وحرفت کا شاہکار تھا ملک کی تروتازگی وخوشحالی کا وسیلہ تھا وہ ''سیلاب عدم'' سے تباہ ہو گیا اس کے بعد یمن کی مسلسل طوائف الملوکی اس کی اصلاح وتہذیب پر توجہ نہ دے سکی۔

سدمآرب کی تباہی سے متعلق دوسری روایت یہ بھی ہے کہ:

قیصر روم نے یمن اور ایران کی باہمی سیاسی کشمکش سے اپنے لیے وہ کمی پوری کرنا چاہی جو یمن پر ایران کی سربراہی سے روم کی تجارت میں نقصان کا باعث بنی ہوئی تھی۔ قیصر نے تجارت کے لیے کشتیوں کا بیڑا تیار کرایا جن کو وہ اپنی جان اپنے مال اور اپنے لیے سامان تعیش کے حصول کا ذریعہ سمجھتے۔ قیصر کی اس تدبیر نے یمن کی اقتصادی حالت پر خاصا اثر ڈالا۔

یمن کے سوا بقیہ عرب ممالک کی سیاسی حالت:

جس زمانے میں یمن کا قدیم سیاسی نظام تہ وبالا ہو رہا تھا۔ حمیر کے متمدن شہر اس بحران کا مرکز اور ان شہروں کی وادیاں میدان جنگ بنی ہوئی تھیں۔ اس زمانے میں یمن کے سوا بقیہ عرب سیاسی نظام کی الف وب سے بھی نا آشنا تھا یعنی یہ نظام حیات جسے آج ہم سب سیاسی نظم ونسق سے تعبیر کر رہے ہیں۔ تہامہ، حجاز، نجد اور عرب کے خطے اور قبیلے اس نظام سے بیگانہ محض تھے۔ ان خطوں کے باشندوں کا زیادہ حصہ شہروں اور بستیوں کی بجائے ریگستانوں میں زندگی بسر کرتا (حتیٰ کہ آج تک ان کا یہی دستور چلا آ رہا ہے) انہیں شہری زندگی بسر کرنے کا موقع ہی میسر نہ آتا اور اگر اتفاق سے ایسا ہوتا بھی تو یہ خود اس کو ترجیح نہیں دیتے تھے وہ اپنے مویشیوں کے چارہ کی مجبوری کے پیش نظر کسی ایک جگہ پڑاؤ کر ہی نہیں سکتے تھے پھر ریگستان کی تند وتیز ہواؤں کا مقابلہ کرنے کے عادی بے کنار صحراؤں کی وسعتوں میں سانس لینے کے عادی دیواروں میں

Marfat.com

گھری ہوئی بستیوں میں بسیرا کرنا پسند کیسے کرتے؟

بدوی طریق حیات کا قانونی سہارا اپنے اپنے قبیلہ میں مل کر رہنا تھا عرب کے بادیہ نشین جو آج یہاں اور کل وہاں نظر آتے ہوں ان کے لیے اجتماعی قوانین کا سوال کوئی معنی نہیں رکھتا (جو قوانین ہمارے آج کے معاشرہ کے لیے بمنزلہ روح کے ہیں) ان عربوں کا قانون حیات فرد، قبیلہ اور خاندان کے لیے پوری پوری آزادی کی بنیادوں پر قائم تھا۔ اس کے برعکس تمدن کی آسائشوں کی حریص قومیں اپنی آزادی کا زیادہ تر حصہ ان قوانین کے ہاتھوں گروی رکھ دیتیں جن کو وہ اپنی جان، اپنے مال اور اپنے لیے سامان تعیش کے حصول کا ذریعہ سمجھتے مگر بدوی عرب اس دھوکے میں آنے والے نہیں تھے وہ کسی قیمت پر بھی اپنی اور اپنے قبیلے کی آزادی سے دستکش ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ان کے ضابطہ میں ایک قبیلے کے تمام افراد کا درجہ حفاظت جان و مال میں مساوی ہے میں کوئی تفوق نہیں جیسا کہ قوانین مدن کے کلیات میں قانون بقائے نفس و حفظ جان اور دفاع اس (قانون) کے اصل الاصول ہیں۔ انہی پر عرب کے بادیہ نشین قبیلوں کا تامل ہے۔

کسی ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ پر جان و مال کے تحفظ یا ضیاع میں کوئی برتری حاصل نہیں تھی۔ ان کا یہ اصول قوانین مدنیات کے مرکزی قانون بقائے نفس، حفظ جان اور دفاع کے عین مطابق تھا اور یہی تینوں اصول عرب کے بادیہ نشین قبیلوں میں مروج تھے، بدوی قبائل ان قوانین کا احترام پوری طرح کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود پر مظالم کی تلافی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔

ان کی غیرت و حمیت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ کسی سے انتقام لینے سے قاصر رہتے تو پھر وہ نہ صرف اپنا پڑاؤ بدل دیتے بلکہ اس ملک کو ہی چھوڑ کر کسی دوسری جگہ بسیرا کر لیتے اس لیے کہ ان قبائل کے لیے شرف و عزت (خودداری) اور تحفظ عزت و نفس (انفرادی اور اجتماعی) جان سے بھی زیادہ ضروری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ان کے باہمی تنازعات کا فیصلہ نہ ہو سکے تو اس کی خاطر مقاتلہ میں وہ ذرا تامل نہیں کرتے تھے۔

صحرا نشینی کے ثمرات:

عرب کے صحرا نشیں شجاعت میں اپنی مثال آپ ہونے کے ساتھ ساتھ ہمسایوں کی حمایت میں ان کے دشمنوں سے ہتھیلیوں پہ جان رکھ کر جنگ و قتال پر بھی تیار رہتے۔ اس پر طرہ یہ کہ اپنے ان اصولوں پہ سختی کے ساتھ پابند ہوتے ہوئے بھی دشمن کو معاف کر دینے کا بے پناہ حوصلہ بھی رکھتے۔ یہ وہ انسانی معاشرہ کی صفات ہیں جو صحرائی زندگی میں نمایاں مگر شہری بود و باش سے ماند پڑ جاتی ہیں۔ عربوں کی اس مردانگی اور ان کی اپنے شرف و مجد کی حفاظت، ان کی صحرا نشینی کی حفاظت اور صحرا نشینی کی وجہ سے نہ تو روم نے ان کے ساتھ جنگ کرنے میں اپنا اقتصادی یا سیاسی فائدہ دیکھا اور نہ ایران نے ان کو اپنے زیر نگیں کرنے میں کوئی مصلحت سمجھی۔

البتہ ان دونوں حکومتوں (ایران اور روم) کو اس قسم کے فائدے یمن ہی سے حاصل ہو سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ مذکورہ دونوں حکومتیں اسے ہمیشہ اپنے اپنے قابو میں لانے کی کوشش میں رہیں۔

اگرچہ بدوی اخلاق ان باشندوں میں بھی سرایت کر چکے تھے جو ملک بھر میں گنتی کے چند شہروں میں بود و باش کیے ہوئے تھے۔ ان (شہروں) میں بیرون عرب سے جو تاجر آتے سفر کی کلفت دور کرنے کے لیے ان میں اتر پڑتے اور ان

Marfat.com

کے عبادت خانوں میں دیوتاؤں سے بیابان کے خطرات میں اپنی حفاظت کے لیے استمداد بھی کرتے ان شہروں میں سرفہرست شہر مکہ مکرمہ طائف اور یثرب ہیں یہ وہ شہر ہیں جو کسی زمانہ میں پہاڑوں کے مختصر دروں یا صحرا کے دامن میں کسی بڑے نخلستان کے دامن میں آباد ہو گئے تھے۔ ان شہروں میں رہنے والے اگرچہ طویل مدت سے ایک ہی جگہ بود و باش اختیار کر چکے تھے۔ مگر بدوی تہذیب و تمدن اور عزت نفس و قیام حریت وغیرہ جملہ فضائل و عادات میں اپنے بادیہ نشین ہم وطنوں کے ساتھ پوری طرح مشابہ تھے جس کا تذکرہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ آئندہ فصلوں میں (مکہ و یثرب کے ضمن میں) پیش کیا جائے گا۔

اس وسیع ملک کے رہنے والے جس طرح اخلاقی، سیاسی اور اجتماعی عادات و اطوار میں ایک ہی نہج پر گامزن تھے۔ اسی طرح مذہب میں بھی ان کا عمل اور عقیدہ ایک دوسرے سے مشابہ تھا۔

مسیحیت اور عربستان:

عیسائی مبلغین جس طرح آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنے دین کے لیے گھومتے پھرتے ہیں، اسی طرح قدیم زمانوں میں بھی وہ مسیحی مذہب کی ترویج کے لیے ہر جگہ پہنچ جاتے تھے کہ کھلی فضا میں رہنے والے کو قدرت کے ان لامتناہی فیوض کے ادراک کا آسانی سے موقع مل سکتا جو فضا پر ہر طرف نمایاں نظر آتے ہیں لیکن شہری زندگی میں بسنے والے اپنی انفرادی ضروریات کے حصول میں ایسے پریشان رہتے ہیں کہ ادھر ادھر دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی اور ہر وقت انہیں اجتماعی نظام کی اطاعت و فرمانبرداری کا بوجھ دبائے رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان کے انفرادی بنیادی حقوق میں دخل اندازی کرے تو وہ حاکم وقت سے دادرسی کر کے اپنے حقوق واپس لینے میں کامیاب ہو جائے لیکن بادیہ گرد قبائل قدرت کے فراخ دامن یعنی بیاباں میں بود و باش کی برکتوں سے ان قیود سے آزاد اور اجتماعیت کے جھمیلوں سے یکسو رہتے ہوئے طبعاً مذہبی تصورات سے ہمکنار ہونے پر آسانی سے راضی ہو جاتے ہیں لیکن پورے عرب میں (بشمول یمن) اسے برائے نام کامیابی حاصل ہوئی اور ملک کا غالب ترین عنصر اپنے آبائی بت پرستانہ مذہب ہی پر قائم رہا اس عہد میں بحیرہ روم و قلزم دونوں کے ساحلی خطوں پر تمدن اپنا پورا عروج دکھا رہا تھا اور ان علاقوں کے یہودی اور مسیحی دونوں ایک دوسرے کے دوش بدوش آباد تھے۔ جن میں باہم سماجی روابط تو قائم تھے۔ مگر پس پردہ یہودی ہمیشہ اپنے عیسائی ہمسایوں کے خلاف ہر وقت غصہ سے دانت پیستے انہیں عیسائیوں کے ہاتھوں بیت المقدس سے نکالے جانے کا قلق تھا۔ اسی بنا پر وہ عیسائیوں سے انتقام لینے کے لیے ہمیشہ بے قرار رہتے اور وہ یہودی بھی جو مسیحی قیصر روم کی رعایا تھے اس غم سے گھلتے رہتے۔

ادھر عربستان میں بھی یہودی آباد تھے، یمن اور یثرب میں تو ان کی کئی بستیاں آباد تھیں۔ مجوسی ایران نے مسیحیت کی دریائے فرات تک ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ ایران کے باشندے عیسائیوں کی بجائے عربوں کے ساتھ اپنی طرح بت پرست ہونے کی وجہ سے دلی محبت کرتے تھے لیکن جب سلطنت روم کے زوال کے بعد مسیحیت کا پرچم اور یہاں کا تمدن قسطنطین اعظم کے حضور میں باجگزار ہو گیا تو روم کے عیسائیوں کی ذہنیت میں ایسا خطرناک خلل آیا کہ ان کی وحدت کئی فرقوں میں بٹ گئی ان میں ایک دوسرے سے فروعی مسائل پر میدان مناظرہ گرم رہنے لگا۔

مثلاً حضرت مریم مسیح کے تولد کے باوجود بھی کنواری رہیں یا نہیں؟ حضرت مسیح مریم سے بہتر ہیں یا حضرت مریم ان

Marfat.com

سے افضل؟'' یہ امر مسلم ہے کہ اہل مذاہب کی باہم لفظی نزاعیں ان میں ضعف و نامرادی لائے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ مذہب کی اصل حقیقت ان سے چھپ جاتی ہے اور وہ مغز کے بجائے چھلکے (قشر) کو مقصود سمجھ کر اسی پر قناعت کر بیٹھتے ہیں۔

بقول اقبال۔

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

اب آیئے اس معاملہ کے دونوں پہلوؤں پر نگاہ ڈالیں۔

(1) جب شام، حیرہ اور حبشہ تینوں ملکوں کے عیسائی (باشندے) اپنے اپنے مقام پر ایک دوسرے کے ساتھ یوں مناظرہ میں الجھے ہوئے ہوں تو ان ملکوں میں رہنے والے یہودی طبعاً اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ ان کی معرکہ آرائیوں میں ثالثی کے فرائض انجام دے سکتے یا مناظرات و مناقشات کو کسی صورت کم کرنے میں کلیدی کردار ادا کر سکتے۔

(2) مشرکین عرب بھی چونکہ ان کی معرکہ آرائیوں کو روز دیکھتے رہتے تھے اس لیے اپنی جگہ مطمئن رہتے اور یہ سمجھتے کہ ہمارے باپ دادا نے بت پرستی کا جو مذہب دیا ہے وہی صحیح ہے یہی وجہ ہے کہ بت پرستی کو ان کے ہاں خوب خوب فروغ حاصل ہوا، یہاں تک کہ اس کے اثرات سے نجران کے عیسائی اور یثرب کے وہ یہودی بھی اپنا دامن نہ بچا سکے جنہوں نے بت پرستی کے معاملہ میں رواداری سے کام لیا تھا، بلکہ کسی حد تک اس پر اطمینان کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس کی وجہ وہ تجارتی تعلقات تھے جو ان قوموں میں اور عرب کے ان بت پرستوں میں قائم ہو تے تھے جو بتوں کی پوجا اس یقین سے کرتے تھے کہ یہ ان کے لیے اس اللہ کے تقریب کا ذریعہ ہیں جنہیں موحد مانتے ہیں اس فکری گمراہی کے اثر نے ان موحدوں کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کر دیا تھا۔

ادھر مصر اور یونان دونوں میں بت پرستی دوسرے مذاہب کے عقیدوں میں دبی ہوئی زیر زمین پہلو بدل رہی تھی۔ خصوصاً عیسائیت کے بعض فرقے جو مدرسہ اسکندریہ اور اس کے فلسفہ دونوں کے عقائد سے متاثر تھے۔ لیکن اگرچہ بطلیموس اور مسیحیت کے ابتدائی دور کی اثر انگیزی کے مقابلہ میں اب اس فلسفہ کی گرفت بہت ماند پڑ چکی تھی پھر بھی اس کا اثر ذہنوں میں اب بھی کروٹیں بدل رہا تھا۔ اس فلسفہ کے فرسودہ سوفسطائی دلائل ہی کے سہارے تو بت پرستی کا جواز مہیا کیا جاتا اور سمجھا جاتا کہ بتوں کی قوت آخر عام انسانی قوت کے برابر ہی تو ہے۔

جہاں تک وجدان کی رسائی کا تعلق ہے۔ ہر زمانے میں کمزور طبائع اس قسم کی فکری گمراہیوں کو اپنا عقیدہ بنا کر بت پرستی شروع کر دیتی ہیں ضعیف عقیدہ لوگوں کو اپنی کمزوری کی وجہ سے نفع و نقصان کے پیش نظر بت پرستی کی پستی میں دھکیل دیتا ہے۔ اور وہ اپنی اس خداداد قوت سے بیگانہ ہو جاتا ہے جس کے سہارے وہ اس ذات واجب الوجود، رب ذوالجلال کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کر سکتا ہے انسان الٹا پستی میں گر پڑتا ہے۔

ایسے ضعیف انسانوں کی مثال میں سورج یا چاند یا آگ کی مثال پیش کی جا سکتی ہے جو ایک معینہ بلندی کی حد تک پہنچ کر مزید اوپر کی طرف بڑھنے کی ہمت چھوڑ چکے ہیں۔ اس قسم کے انسان اگر اس سے سبق لیتے تو ذرا سے اقدام کے بعد وحدت الوجود کے اس راز سے آگاہ ہو سکتے تھے جس کے صدقہ میں تمام عالم کون و مکان قائم ہے، وہ وجود کلی و ابدی جس کی

Marfat.com

وحدت ونورارض وسماء کے ذرہ ذرہ میں زندگی کا وسیلہ ہے۔

ضعیف دماغ ودل کے لوگوں نے اس کا دامن چھوڑ کر بے جان بتوں کو رب ذوالجلال کا مرتبہ دے دیا۔اس پر ستم تو یہ ہے کہ آج بھی جبکہ علم وتمدن کی ہرطرف روشنی پھیل چکی ہے بت پرستی کا ضعف باقی ہے۔انسان ان (بتوں) کو معبود حقیقی جیسا احترام دینے میں آج بھی اپنی سعادت سمجھ رہا ہے۔

کلیسائے روم میں پطرس کی پرستش کا ایک عجوبہ:

بت پرستی کے سلسلہ میں کلیسائے روم کی کہانیوں میں سے ایک کہانی یہ بھی ہے کہ زائرین پطرس کے بت کے قدموں کو بوسہ دیتے۔ان بوسوں کی کثرت یا جوش عقیدہ میں چومنے چاٹنے کے کی وجہ سے جب اس بت کا نچلا حصہ گھس جاتا تو ارباب کنیسہ یہ گھسا ہوا بت ہٹا کر اس کی جگہ (پطرس) کا نیا مجسمہ نصب کردیتے مگر آج مسیحی طبقہ کی یہ لغزش نظرانداز کرنے کے قابل ہے کیونکہ ان میں توحید خالص کا ذوق ہی نہیں رہا۔ان عیسائیوں کے ساتھ وہ اہل مذاہب بھی قابل معافی ہیں جو ان کے قرب وجوار میں رہنے سہنے سے ان کی دیکھا دیکھی بت پرستی کے خوگر ہوتے گئے۔لیکن ہم اس بت پرستی سے چشم پوشی بھی تو نہیں کرسکتے۔جبکہ یہ رسم ابھی تک دنیا میں کسی نہ کسی طبقہ میں جاری وساری ہے۔

عرب کے بت اور آنحضرت ﷺ:

سب سے زیادہ المیہ تو یہ ہے کہ توحید کے پالنے میں پرورش پاکر جواں مرد ہونے والے مسلمانوں کی اولاد بھی کسی نہ کسی صورت میں بت پرستی کے چنگل میں گرفتار ہے وہی مسلمان جو بت پرستی کے خلاف علم جہاد بلند کرکے اقصائے عالم میں نکلے اور نور توحید سے دنیا کو منور کردیا وہ مسلمان جن کا طرۂ امتیاز ہی ایک خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت تھی۔عرب میں خداوندان محسوس (بتوں) کی اتنی قسمیں تھیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔نبی کریم ﷺ نے ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے بھی توڑا اور اپنے اصحاب کو بھی ان کے توڑنے کا حکم دیا،یعنی انہیں جہاں بھی دیکھیں توڑ دیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ان بتوں کے وجود کو اس دنیا سے مٹانے کے بعد ان کا نام اور ان سے وابستہ قصوں کو زبان پر لانے سے بھی پرہیز کیا گیا۔

جیسا کہ تاریخ وادب سے ثابت ہوتا ہے اور یہ جو قرآن (مجید) میں بر سبیل تنبیہ وتذکرہ ان کی حکایتیں بیان کی گئی ہیں یا احادیث میں ان کے بارے میں جتنی روایات موجود ہیں ان کے ذکر کا رد عمل بت پرستی کا اعادہ نہیں ہوسکتا۔

مگر جس دور میں روایات نے ان کی حکایت کی اس عہد میں مسلمانوں کے اندر بتوں کی پرستش کا اعادہ محال تھا اور ان روایات میں قبل از اسلام بتان عرب کی تقدیس واقسام میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عربوں کے عقائد میں ان بتوں کی تقدیس وعظمت بے حد تھی۔ہر قبیلہ کا بت الگ الگ تھا۔لیکن ان کی ظاہری تین صورتیں تھیں جن کے نام بھی جدا تھے۔

1- صنم : انسان کی شکل پر لکڑی یا دھات سے بنے ہوئے بت۔

2- وثن : انسان کی شکل پر پتھر سے تراشے ہوئے بت۔

3- نصب : بغیر تجسیم،پتھر کے ٹکڑے اگر ان پتھروں میں سے کسی میں چقماق کی قدرتی خوبی ہوتی،رنگت میں کوئی خصوصیت ہوئی،قدرتی ساخت میں اجنبیت ہوتی تو ایسے پتھروں کو آسمان کی طرف سے خصوصی طور پر اُتارا ہوا سمجھا

Marfat.com

جاتا اور اسی عقیدہ کے پیش نظر اس کی پوجا کی جاتی۔

اہل یمن کی بت تراشی:

عرب کے بتان معبود میں یمن کے تراشے ہوئے مجسمے کاری گری کا حیرت انگیز کرشمہ تھے کیونکہ حجاز کندہ اور نجد کے مقابلہ میں یمن کا تمدن عروج پر تھا اور اسی وجہ سے یمن کی صنعت بھی بے مثل تھی۔ افسوس ہے جن کتابوں میں عرب کے بتوں کی حکایات ملتی ہیں ان میں ان بتوں کے پوری طرح خد و خال کا بیان ہمیں نہیں ملتا۔

''ھبل'' جو عقیق سے انسانی شکل میں تراش کر کعبہ میں رکھا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو قریش (مکہ) نے اسے سونے کی تاروں سے جوڑ دیا۔ ''ھبل'' عرب کے بقیہ تمام بتوں سے منزلت و قدر میں بھی بلند سمجھا جاتا۔ دور و نزدیک ہر مقام سے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے اور بندگی کے جملہ رسوم اس کے حضور ادا کرتے۔ ''ھبل'' کے سوا کئی چھوٹے چھوٹے بت بھی وہاں موجود تھے۔ بیت اللہ شریف کے علاوہ بعض بت گھروں میں بھی نصب تھے۔

دستور یہ تھا کہ گھر سے نکلتے وقت بھی اور گھر میں داخل ہوتے وقت بھی ان کے سامنے (ڈنڈوت) اٹھک بیٹھک کرتے۔ سفر میں جانا ہوتا تو پہلے ان سے التجائے رخصت کی جاتی، پھر انہیں بھی اُٹھا کر ہمراہ لے جایا جاتا۔ یہ بت کعبہ کے اندر یا مکہ معظمہ میں رکھے ہوئے تھے کچھ ایسے بت بھی تھے جو عرب کے دوسرے شہروں اور خانہ بدوش قبائل میں موجود رہتے۔ کچھ ایسے بھی بت تھے جو عرب کے دوسرے شہروں میں بسنے والوں کے معبود تھے۔ ان کے پوجنے والے بظاہر انہیں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان قربت کا ذریعہ بتاتے لیکن حقیقت میں یہ لوگ اللہ وحدہ لاشریک کو بھول کر انہی کو اپنا حقیقی مقصود و معبود سمجھتے تھے۔

مکہ مکرمہ کی تعظیم و تقدیس:

جزیرۃ العرب میں خطۂ یمن اپنے تمدن و شادابی اور ذرائع آب پاشی کی وسعت کی وجہ سے منفرد حیثیت کا حامل ضرور ممتاز تھا۔ لیکن عرب کے صحرانشینوں کو اس کی قسمت پر کبھی رشک نہ آیا اور نہ ہی وہ یمن کی فلک بوس عمارتوں کی زیارت کرنا باعث فخر سمجھتے۔ ان کو تو عرب کی وہ ناقابل زراعت وادی سب سے زیادہ محبوب تھی جس کا نام مکہ ہے اور اس بستی کا وہ گھر انہیں دل و جان سے زیادہ پسند تھا جو اسماعیل علیہ سلام نے حاجیوں کی زیارت کے لیے تعمیر فرمایا، جس کی زیارت کے لیے ان کی آنکھیں ہمیشہ ترستی رہتیں اور وہاں پہنچنے کے لیے وہ ہمہ وقت پابرکاب رہتے۔ خصوصاً سال کے ان چار مہینوں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) میں جن میں باہمی جنگ و جدال حرام سمجھا جاتا تھا۔ ان مہینوں میں تجارتی اور مذہبی سفر کا چکر جاری رہتا۔ مکہ ان اوصاف جلیلہ کی وجہ سے آج بھی اور اس وقت بھی سب کا مرجع تھا۔ خالقِ کائنات نے مکہ معظمہ کی انہی خوبیوں کی وجہ سے اسے محمد ﷺ کا مولد ہونے کے لیے منتخب فرمایا تاکہ یہ شہر نہ صرف باشندگان عرب کے لیے بلکہ دنیا کے ہر گوشے میں بسنے والے باشندوں کے لیے قلبی کشش کا مرکز ثابت ہو اور اس کا بت اسماعیل و ابراہیم کے ہاتھوں تعمیر کردہ گھر ہمیشہ کے لیے تعظیم و تقدیس کا حامل بنا رہے، مکہ معظمہ اور کعبہ (مکرمہ) کی برتری کے صدقہ میں قریش کا مقام بھی بلند رہے باوجودیکہ حضرت محمد ﷺ کی ولادت تک قریش کی قدیم سادہ اور بدوی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ جس پر وہ صدیوں سے عمل پیرا تھے۔

......☆☆☆......

Marfat.com

مکہ مکرمہ کا محل وقوع

MAKKAH THE KA'BAH AND THE QURAYSH

مکہ مکرمہ کا محل وقوع:

بحیرہ قلزم (الاحمر) کے مشرق کی جانب سے گزرنے والی عام شاہراہ جس کے ساتھ ساتھ یمن اور فلسطین کے درمیان چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ جو سمندر سے 80 کلومیٹر (تقریباً 50 میل) کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی پہاڑی سلسلہ میں ایک درہ ہے جسے یمن، جدہ اور فلسطین تینوں مشہور خطوں کا سنگم کہا جاتا ہے۔ یہی درہ مکہ معظمہ کا محل وقوع ہے۔

بنائے مکہ کی تاریخ:

یہ بستی آج سے ہزاروں سال پیشتر آباد ہوئی مگر اس زمانہ کا تعین نہ ہو سکا۔ کہا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں فلسطین اور یمن کے درمیان سفر کرنے والے قافلے اسی مقام پر پڑاؤ کرتے جہاں مکہ معظمہ واقع ہے۔ یہاں انہیں پینے کے لیے ٹھنڈے اور میٹھے چشموں کا پانی افراط سے مل جاتا اور تمام مکینوں سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند جناب اسماعیل (علیٰ نبینا وعلیہما السلام) نے اس سرزمین کی خوبیوں کی وجہ سے اسے اپنی مستقل قیام گاہ بنالیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے رہائش پذیر ہونے سے قبل یہ مقام ان قافلوں کی وجہ سے تجارتی منڈی بن چکا تھا جو یمن و فلسطین کے درمیان سفر کرنے والے ادھر سے گزرتے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام:

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اسماعیل علیہ السلام کے اس جگہ کو اپنی اقامت گاہ بنانے سے پہلے تعمیر کعبہ کی تاریخ نہیں ملتی۔ یہ ممکن ہے کہ ان کی تشریف آوری سے قبل یہی مقام عبادت گاہ بن چکا ہو۔ جس کی وضاحت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بڑھئی تھے اور اپنے وطن عراق ہی میں لکڑیوں کے بت تراش کر بسر اوقات کرتے۔ مصنف کی اس بات سے ہم قطعاً متفق نہیں ہیں۔ ذیل میں اس امر کی قرآن وحدیث اور سلف علماء کی تحقیق سے وضاحت کی جاتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تارخ ابن ناخور کے فرزند ہیں آپ کا نام ابراہیم اور آپ کا لقب ابوالضیفان (بہت بڑے مہمان نواز) ہے آپ کا نسب یہ ہے: ابراہیم ابن تارخ ابن ناخور ابن ساروع ابن رعو ابن قالغ ابن عابر ابن شالخ ابن ارفخشذ ابن سام بن نوح (تفسیر حقانی)

Marfat.com

آپ کی پیدائش طوفان کے سترہ سونو سال بعد اور عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار تین سو سال پہلے شہر بابل کے قریب قصبہ ''کوثیٰ'' میں ہوئی۔ (تفسیر عزیزی)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ آپکی پیدائش اہواز کے علاقہ میں سوس کے مقام پر ہوئی۔ تفسیر نعیمی ج ا ص (۴۳)

''آذر'' ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے آپ کے باپ کا نام ''تارخ'' ہے۔

علامہ محمود احمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''والذی عول علیہ الجم من اھل السنۃ آذر لم یکن والد ابراھیم علیہ السلام وادعو انہ لیس فی آباء النبی ﷺ کافر اصلا لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ''لم ازل انقل من اصلاب الطاھر الی ارحام الطاھرات''

اہل سنت کے کثیر اہل علم کا اسی پر اعتماد ہے کہ بے شک آذر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔ اہل سنت کے جم غفیر کی دلیل یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آباؤاجداد میں کوئی بھی کافر نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اور یہ بھی واضح ہے کہ کفارو مشرکین تو پاک کبھی نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(انّمَا المشرکون نجس) (پ ۱۱ سورہ توبہ 28)

بے شک مشرک تو ناپاک لوگ ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا تھا کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد میں ''طاہر'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے آباؤاجداد بدکاری سے پاک تھے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''و تخصیص الطھارۃ بالطھارۃ من السفاح لا دلیل علیہ یحول علیہ والصبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب''

طہارت کو زنا سے پاک ہونے کے ساتھ خاص کرنا دعوی بغیر دلیل کے ہے، اس پر کوئی ایسی دلیل نہیں جو قابل اعتماد ہو لحاظ عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ اسباب کی خصوصیات کا۔

الفاظ کی عمومیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ مراد مطلق ہر طرح کی پاکیزگی ہے کفر اور بدکاری ہر طرح سے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں ہی حضور ﷺ منتقل ہوتے رہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان کے قول کو شیعہ کی طرف منسوب کیا تھا۔ اس کا بھی رد پیش کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(والقول بان ذالک قول الشیعۃ کما ادعاہ الامام الرازی ناشئ من قلۃ التتبع)

اس قول کو شیعہ کی طرف منسوب کرنا جیسے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی منسوب کر دیا ہے حقیقت میں غور و فکر کم کرنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ اگر توجہ کی جاتی تو ایسا نہ ہوتا۔

خیال رہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف الحاوی ملفتاوئی میں ایک رسالہ ''مسالک العلماء فی ایمان والدی

Marfat.com

مصطفیٰ'' میں اسرار التنزیل کے حوالہ سے علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی جمہور کے ساتھ ایمان کے متعلق ہی مذکور ہے۔ استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ تفسیر کبیر کے بعد کی تصنیف علامہ رازی کی اسرار التنزیل ہے اس لیے علامہ کا پہلے قول سے رجوع ثابت ہوتا ہے۔

(واکثر هؤلاء علی ان آذر اسم عم ابراهیم علیه السلام)

اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ آذر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔

قرآن پاک میں دادا چچا اور باپ سب پر لفظ ''اب'' (باپ) بولا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَآءِ كَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَ اِسْحَاقَ)۔ (سورہ بقرہ 133)

کیا تم موجود تھے جب یعقوب پر موت کا وقت حاضر ہوا اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ بولے ہم عبادت کریں گے تمہارے معبود اور تمہارے آباء ابراہیم اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی۔

اس آیت کریمہ میں یعقوب علیہ السلام کے والد اسحاق علیہ السلام اور چچا (تایا) اسماعیل علیہ السلام اور دادا ابراہیم علیہ السلام سب پر آباء کا اطلاق ہے۔ جو ''اب'' کی جمع ہے۔

محمد بن کعب قرظی نے اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا اور کہا:

''الخال والد والعم والد''

''ماموں باپ ہے اور چچا بھی باپ ہے''

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کا قول مبارک موجود ہے جس میں آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ''ابی'' میرا باپ کہا ہے۔

''ردو اعلی ابی العباس''

میرے باپ عباس کو مجھ پر پیش کرو!

جن محققین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی والد کافر نہیں تھا بلکہ آپ کا چچا آذر کافر تھا۔ انہوں نے بطور دلیل ابن منذر کا قول بھی پیش کیا ہے۔ جو اس نے اپنی تفسیر میں سند صحیح سے سلیمان بن مرد کا قول پیش کیا ہے کہ جب نمرود اور اس کی قوم نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے لکڑیاں جمع کرنی شروع کیں تو ایک بوڑھی عورت بھی لکڑیاں جمع کر رہی تھی ابراہیم علیہ السلام نے جب ساری قوم کو مخالف پایا تو کہا:

(حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ)

جب آپ کو ان لوگوں نے آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:

(يَانَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ)

(پ 17 سورۃ انبیاء 49)

69

Marfat.com

اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جب آپ پر آگ گلزار بن گئی

"فقال عمه من اجلی دفع عنه"

تو آپ کا چچا کہنے لگا کہ یہ آگ میری وجہ سے ہی ابراہیم سے مندفع ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آگ کے ایک چنگارے کو اس کی طرف بھیجا جو اس کے قدموں پر گرا اور اسے جلا کر رکھ دیا۔

اس روایت میں واضح طور پر "عمہ" کے الفاظ موجود ہیں جس سے واضح ہو رہا ہے کہ "آذر" آپ کا چچا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام کا مختصر واقعہ اور آذر کے چچا ہونے پر شاندار دلیل:

محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ اپنے چچا آذر کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا اس کے مرجانے کے بعد آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ حالت کفر میں مر گیا ہے کافر تو اللہ کا دشمن ہے اس کے لیے تو دعا کرنے کا کوئی مقصد نہیں تو آپ نے اس کے لیے دعائے مغفرت چھوڑ دی اور اس سے بیزاری اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيمَ لِاَبِيهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّ عَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ)

اور ابراہیم کا اپنے باپ (چچا آذر) کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدہ کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے تعلق توڑ دیا۔

اس آیت میں "ابیہ" سے مراد آذر ہے، ابراہیم علیہ السلام نے ایک وعدہ کے پیش نظر اس کے لیے دعائے مغفرت کی۔ کیونکہ آپ نے ایک مرتبہ آذر کو کہا تھا کہ میں اپنے رب سے تیری مغفرت کی دعا کروں گا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ آذر نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ "ساستغفر لك ربی" "میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا تو میں نے کہا کہ ایک شخص اپنے والدین کے لیے مغفرت کر رہا ہے باوجود یکہ وہ دونوں مشرک تھے تو میں نے کہا تو مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے؟ تو اس نے کہا کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آذر کے لیے دعا نہ کی تھی۔ وہ بھی مشرک تھا یہ واقعہ میں نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استغفار کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ جب وہ امید ختم ہو گئی تو آپ نے اس سے تعلق توڑ لیا اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا بھی چھوڑ دیا۔

"آذر" آگ کی چنگارے سے مر گیا اور حصرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے بعد اس کے لیے کوئی دعا نہیں کی آگ کے واقعہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی پھر مصر میں داخل ہوئے اور ایک جابر بادشاہ کا واقعہ در پیش آیا اور حضرت ہاجرہ آپ کو ملیں پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہاجرہ اور اس کے بیٹے اسماعیل کو کعبہ کے پاس چھوڑ دو آپ نے جب اپنے بیٹے اور زوجہ کو وہاں چھوڑا جہاں آج مکہ مکرمہ آباد ہے تو وہاں آپ نے کچھ دعائیں فرمائیں جن میں سے ایک دعا میں یہ الفاظ مبارکہ بھی ہیں۔

Marfat.com

(ربنا اغفرلی ولوالدی)

اے ہمارے رب میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔

اب اس سے بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ آپ نے اللہ کے جس دشمن کے لیے دعا کرنا چھوڑ دیا تھا وہ آپ کا چچا آذر ہے۔ جسے باپ سے تعبیر کیا گیا اور اس دعا کے چھوڑنے کے کتنے عرصہ بعد بھی آپ اپنے باپ اور ماں کے لیے مغفرت کی دعا کر رہے ہیں وہ آپ کا حقیقی باپ ہے اگر آذر جو کافر اور اللہ کا دشمن ہے وہی آپ کا حقیقی باپ ہے تو اس سے بیزاری کے بعد پھر اس کے لیے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے؟

(روح المعانی ص 195 حصہ دوئم زیر آیت واذ قال ابراھیم لابیہ)

جب ان کے فرزند (بھتیجے) حضرت ابراہیم علیہ السلام سن رشد کو پہنچے تو اپنے باپ کا پیشہ دیکھ کر حیران رہ گئے مگر جب لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان کے کارخانہ میں تراشے ہوئے بتوں کی پوجا میں مگن ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس گومگو میں پڑ گئے کہ یہ سلسلہ ہے کیا چیز! پہلے تو انہوں نے اپنے والد ہی سے دریافت کیا ''یہ بت جو آپ تراش کر فروخت کرتے ہیں معبودیت کے قابل کیونکر ہو سکتے ہیں'' والدان کو اپنے جواب سے مطمئن نہ کر سکے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں سے گفتگو کی جو ان بتوں کی پوجا کرتے تھے تو وہ لوگ ان کو ان کی معبودیت کے حق میں ٹھوس جواب نہ دے سکے۔ یہ حال دیکھ کر ان کے والد کو فکر دامن گیر ہوئی مبادا میرے فرزند کی اس قیل وقال سے میرا کارخانہ برباد ہو جائے۔ اس لیے اپنے لخت جگر کو سمجھانا چاہا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام خود صحیح اور پختہ رائے کے مالک تھے۔ پھر ان کے اندر ایک داعیہ موجود تھا کہ وہ دوسروں کو اپنے نظریات سمجھا سکیں۔ انہیں ایک موقع ملا اور وہ عوام کی نظروں سے بچ کر مندر میں داخل ہو گئے اور مندر کے سب سے بڑے بت کو چھوڑ کر باقی سب بتوں کو توڑ پھوڑ دیا۔ لوگوں نے معلوم کر ہی لیا کہ یہ کس کی کارروائی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک بڑے مجمع میں یوں استصواب کیا گیا۔

''ءَ اَعانتَ فَعَلْتَ هذا بالهتنا يا ابراهيم'' (21 : 63)

ترجمہ: بولے کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم؟

آپ نے جواب میں فرمایا

''بل فعله كبير هم هذا فسئلو هم ان كانوا ينطقون'' (64:21)

ترجمہ: فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو اگر بولتے ہوں۔

مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کے ساتھ ایسا برتاؤ تب کیا جب آپ کو ان بت پرستوں کی گمراہی اور معبود برحق کی وحدانیت کا پورا پورا یقین ہو گیا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں منقول ہے:

''فلما جن عليه الليل راكو كباقال هذا ربى فلما اقل قال لا احب الافلين'' (6-76)

ترجمہ: جوں ہی یہ ستارہ ڈوب گیا فرمایا میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

فلما را القمر بازغا قال هذا ربى فلما افل قال لئن لم يهدنى ربى لا كونن من القوم الضالين فلما را الشمس بازغة قال هذا ربى هذا اكبر فلما افلت قال

Marfat.com

یقوم انی بری مما تشرکون انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین (6 : 78, 79)

ترجمہ:

پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فلسطین کی طرف ہجرت اور سیدہ ہاجرہ کی زوجیت:

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم کو راہ راست پر لانے میں ناکام رہے۔ اس پر لوگوں نے برافروختہ ہو کر آپ کو جلتی چتا میں جھونک دیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح وسلامت بچالیا۔ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں سے دل برداشتہ ہو کر اپنی اہلیہ حضرت سارہ کو ساتھ لیا اور فلسطین کے ارادہ سے ہجرت فرما ہو گئے۔ یہاں سے مصر مراجعت فرمائی اس وقت مصر میں عمالقہ (الہکوس) کی حکومت تھی۔ شاہان عمالقہ رعایا کی شوہر دار حسیناؤں کو ان کے خاوندوں سے چھین کر اپنے حرم میں داخل کر لیتے۔ بی بی سارہ ظاہری حسن و جمال سے آراستہ تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال گزرا مبادا بادشاہ ہم سے یہی برتاؤ کر کے قتل کرا دے، آپ نے سارہ کو اپنی بہن بتایا مگر بادشاہ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور اس نے بی بی سارہ کو اپنے محل میں طلب کر ہی لیا۔ مگر بادشاہ نے اسی رات خواب میں بی بی سارہ کو شوہر دار دیکھا جس سے ڈر کر اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضور میں افسوس ظاہر کرتے ہوئے اور ان کی خوشنودی کی سعادت حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کے تحائف پیش کیے جن میں اس کی لونڈی بھی تھیں۔ جن کا اسم گرامی ہاجرہ علیہا السلام ہے۔

ادھر طویل مدت تک حضرت سارہ علیہا السلام اولاد سے محروم رہیں تو انہوں نے از خود اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہیں اپنی زوجیت کا اعزاز بخشنے کا اصرار کیا۔ ایسا ہی ہوا اور انہی سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے جناب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے فیضان خداوندی کے نثار ہو جایئے۔ اب حضرت سارہ رضی اللہ عنہما بھی صاحب اولاد ہو گئیں اور آپ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام متولد ہوئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام پہلوٹھے ہیں یا اسحاق علیہ السلام:

فریقین اس میں بھی متفق نہیں کہ جس قربان گاہ پر یہ معاملہ پیش آیا وہ حجاز مقدس میں ہے یا فلسطین میں؟ یہودی مورخین حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیتے ہیں لیکن اس اختلاف رائے میں صحیح کون یا غلط کون اس کی تحقیق ہماری کتاب کا موضوع نہیں۔ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ شیخ عبدالوہاب النجار نے اپنی کتاب ''قصص الانبیاء'' میں اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح ثابت کیا ہے۔ اس کی دلیل میں انہوں نے تورات کی اس نص کو پیش کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام ہیں اور جب سارہ علیہا السلام کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو دو فرزند

Marfat.com

ہونے کی وجہ سے ان کا اکلوتا ہونا ختم ہو گیا۔ اس روایت کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ہی ذبیح اللہ قرار دیا جائے گا۔ مگر قربان گاہ اور فدیہ دونوں کا مقام فلسطین تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر حضرت اسحاق کو ذبیح تسلیم کیا جائے تو قربان گاہ اور فدیہ کا تھان فلسطین قرار پائے گا کیونکہ اسحاق کا حجاز جانا ثابت نہیں۔ اس اصول کے مطابق اگر قربان گاہ اور فدیہ کا محل منیٰ کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح قرار دیا جائے گا لیکن قرآن مجید اس قصہ میں ذبیح کا نام نہیں لیتا۔ اس لیے مسلمان اور یہودی دونوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام میں کون ذبیح ہے، اختلاف قائم ہے۔

فلما بلغ معه السعي قال يبني اني اریٰ فِي المنام اني اذبحك فانظر ما ذا تریٰ ط
قال يابت افعل ماتو مر ستجدني ان شاء الله من الصابرين O فلما اسلما وتلّه
للجبين O ونادينٰه ان يابرٰهيم O قد صدقت الرّؤ يا ج انا كذلك نجزي
المحسنين O ان هذا لهو البلؤا المبين O

(سورۃ الصّٰفّٰت: آیات 106 - 102)

پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے! کہا اے میرے باپ! کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک یہ روشن جانچ تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اُسے بچا لیا۔

بعض روایات نے اس قصہ کو جس حد تک شاعرانہ انداز میں پیش کیا ہے وہ اس کا متقاضی ہے کہ اس کو بعینہ نقل کیا جائے اگرچہ نفس مضمون کو اس درجہ تفصیلات کی ضرورت نہیں قصہ یہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اپنے فرزند کو من جانب اللہ ذبح کرنے کا حکم دیا گیا جس پر انہوں نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا۔ اے میرے بیٹے رسی اور چھری لو تا کہ ہم دونوں جنگل سے ایندھن توڑ لائیں۔ دونوں جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ ابلیس نے صاحبزادہ کی والدہ کے پاس آ کر یوں رونا شروع کر دیا بی بی آپ کو معلوم ہے ابراہیم علیہ السلام آپ کے لختِ جگر کو کہاں لے گئے ہیں؟

فرمایا: دونوں جنگل میں ایندھن توڑنے گئے ہیں ابلیس نے کہا: آپ کو مغالطہ میں رکھا گیا ہے ابراہیم تو اس غریب کو ذبح کرنے کی نیت سے لے گئے ہیں فرمایا: وہ تو اس کے شفیق باپ ہیں، ایسا نہیں کر سکتے اب اس نے یہ چغلی کھائی کہ ابراہیم کو یہ مغالطہ ہوا کہ ان کے ذبح کرنے کا حکم انہیں خدا نے دیا ہے بی بی نے فرمایا تب انہیں اپنے رب کی اطاعت کرنا ہی چاہیے! یہ سن کر شیطان ندامت سے لوٹ آیا۔

اب اس نے اسماعیل علیہ السلام کا تعاقب کیا اور ان سے بھی وہی چغلی کھائی۔ مگر صاحبزادے بھی ابلیس کی باتوں میں نہ آئے اب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملا اور کہا حضرت آپ کا خواب اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ یہ تو شیطانی وسوسہ ہے اپنے نورِ نظر کو ذبح کرنے کے بعد بے حد پچھتاوا ہو گا اور وقت ہاتھ سے نکل جانے کے بعد کچھ بنائے نہیں بنے

Marfat.com

گا۔

یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان پر لاحول ولاقوۃ پڑھا اور وہ اپنا منہ لے کر لوٹ گیا وہ ان تینوں میں سے کسی کو بھی اپنے دام فریب میں نہ پھنسا سکا۔ بلکہ الٹا نادم ہوا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو پسر نے التجا کی اے پدر بزرگوار! ذبح کے وقت میرے ہاتھ پاؤں باندھ لیجیے مبادا خون کے چھینٹے آپ پر پڑیں اور میرا اجر کم ہو جائے اے والد مہربان! آپ بھی جانتے ہیں کہ موت تلخ نوالہ ہے۔ آپ چھری کو بھی تیز کر لیجیے تا کہ وہ آسانی سے اپنا کام کر سکے۔ باپ کی محبت اولاد کی تکلیف دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتی یہ سانحہ باپ کے ہاتھوں بیٹے کا ذبح ہونا ہے ایسے میں اگر آپ نے مجھے پہلو پر لٹایا تو ممکن ہے میرا چہرہ دیکھ کر پدرانہ شفقت غالب آئے اور تعمیل حکم محال ہو جائے اس لیے مجھے آپ منہ کے بل گرا لیجیے اور میرا کرتہ میری والدہ کو دے دیجیے گا۔ جو میری یادگار کے طور پر ان کے لیے باعث تسلی ہو سکے یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا اے فرزند! تم نے جس دلیری اور خوبی کے ساتھ میرے خدا کی رضامندی کے لیے میری نصرت کی ہے اس اعظم خوبی کا صرف تمہیں کو اعزاز حاصل ہے اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچے کو الٹا لٹا کر چھری اس کے گلے پر رکھی ہی تھی کہ آواز آئی:

یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا (37 - 104)

اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔

اس کے ساتھ ہی غیب سے اس بچے کے عوض ایک تر و تازہ مینڈھا حاضر ہوا۔ جسے ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا اور جلا دیا۔ یہ فدیہ یا ذبیح کا قصہ ہے جس سے سخت سے سخت آزمائش میں بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے عملی ثبوت دینے کی تعلیم مقصود ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دن ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اسماعیل علیہ السلام کو ہمراہ لیا اور یہاں سے جنوب کی سمت روانہ ہو گئے اور یہ سفر انہوں نے اس درۂ کوہ میں آ کر ختم کیا جہاں آج مکہ (معظمہ) آباد ہے اور جس کا تذکرہ ہم نے اس فصل کے شروع میں کیا ہے کہ اس درہ میں کوئی مستقل آبادی نہ تھی، صرف شام و یمن سے آنے جانے والے سوداگروں کے قافلے یہاں آرام کرنے کے لیے پڑاؤ کر لیتے جن کے چلے جانے کے بعد وہی ویرانی کا بسیرا ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے لیے جو تھوڑا بہت سامان خورد و نوش لے کر گھر سے نکلے تھے وہ انہیں سونپ کر خود واپس چلے گئے۔ ہاجرہ علیہا السلام نے یہاں ایک جھونپڑی بنالی مگر جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا تو ہاجرہ علیہا السلام نے چاروں طرف کا جائزہ لیا کہ آب و طعام کہیں سے حاصل کیا جائے۔ اسی تلاش میں وہ درہ کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئیں غرض اسی کشمکش میں انہوں نے صفا اور مروہ پہاڑوں کے درمیان سات چکر لگائے مگر پانی کا نشان تک نظر نہ آیا آخر ایک مرتبہ مایوس ہو کر اپنے کمسن بچے کو دیکھنے کے لیے واپس آئیں تو دیکھا کہ بچہ اپنے پیر زمین سے رگڑ رہا ہے اور اس کی ایڑیاں پانی سے شرابور ہیں۔ ذرا اور آگے بڑھ کر دیکھا تو انہیں پانی کی اور زیادہ مقدار ملی۔ انہوں نے یہ پانی اسماعیل کو پلایا خود بھی پیا اور چشمہ کے چاروں طرف مینڈ بنادی تا کہ پانی ریت میں جذب نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد حضرت ہاجرہ علیہا السلام کھانے کا سامان

Marfat.com

سوداگروں سے خرید لیتیں جو اس درہ میں پڑاؤ کرتے۔ یہ درہ صدیوں سے قافلوں کی سفری آرام گاہ تو تھا ہی چشمہ پھوٹ نکلنے کے بعد اور بھی زیادہ مشہور ہوگیا۔ عرب کے بعض قبیلے یہاں آ کر آباد ہو گئے جن میں سب سے پہلے آنے والوں میں قبیلہ جرھم ہے دوسری روایت کے مطابق یہ قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی اقامت گاہ سے پہلے ہی آباد تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب بالغ ہوئے تو اسی قبیلہ (جرھم) کی ایک بی بی کے ساتھ عقد فرمالیا اور بدستور قبیلہ جرہم کے دوش بدوش یہیں سکونت فرمارہے تا آنکہ ان کی قیام گاہ کے اردگرد آبادی بڑھتی گئی۔ اطراف سے اور قبائل بھی آ کر آباد ہوتے گئے۔ بعد میں یہ آبادی مکہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری:

ایک مرتبہ آپ نے اپنی اہلیہ جناب سارہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اسماعیل علیہ السلام اور اس کی والدہ کو وہاں جا کر دیکھ آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے ان سے اتفاق کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل کی ملاقات کے لیے جس وقت تشریف لائے اس وقت وہ گھر میں نہیں تھے آپ نے ان کی بیوی سے پوچھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ تو اس نے کہا شکار کے لیے تشریف لے گئے جو ہمارے گزراوقات کا ذریعہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لیے طعام کی فرمائش کی تو بی بی نے کہا: ''ہمارے گھر میں کھانے پینے کی کوئی شے نہیں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے پیغام دے کر واپس تشریف لے گئے کہ اپنے شوہر کو سلام کے بعد میری طرف سے یہ کہنا کہ وہ اپنی چوکھٹ بدل لیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی واپسی پر ان کی اہلیہ نے واقعہ اور سلام و پیام من و عن بیان کر دیا یہ سن کر انہوں نے اس بیوی کو طلاق دے کر اسی قبیلہ (جرہم) کی دوسری بی بی بنت مضاض سے نکاح کر لیا۔

اس نیک طینت بیوی کے زمانہ میں جب دوبارہ ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور اتفاق سے حسب سابق اسماعیل علیہ السلام اس وقت بھی گھر میں نہ تھے حضرت ابراہیم نے ان سے بھی انجان بن کر ویسی ہی گفتگو کی اور آخر میں یہ پیغام دے کر واپس تشریف لے گئے۔ ''اپنے شوہر کو میرا سلام کہنے کے بعد یہ پیغام دینا کہ وہ اپنے دروازہ کی یہ چوکھٹ بحال رہنے دیں جب اسماعیل واپس لوٹے تو بی بی نے تمام واقعہ حرف بحرف عرض کیا۔ تو اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ میرے والد (ابراہیم) تھے اور تم میرے گھر کی چوکھٹ ہو۔ میرے والد نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سدا اپنی زوجیت میں رکھوں۔''

اسی بی بی کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام کے بارہ فرزند پیدا ہوئے جو اپنے گرامی قدر اعلیٰ مرتبت والد کے نسب کی وجہ سے عرب مستعربہ کے نام سے متعارف ہوا۔

ان کی والدہ عالیہ محترمہ کے جدامجد کا نام گرامی ''یعرب بن قحطان'' تھا۔ اسی وجہ سے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد عرب عاربہ سے بھی موسوم ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی عظیم الشان عدیم المثال والدہ محترمہ کی نسبت سے مصر سے بھی منسوب ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کے زمانہ میں فلسطین اور عراق کے جن علاقوں میں قیام کیا ان سے بھی منسوب ہیں۔

Marfat.com

مورخین میں جزوی اختلافات:

تمام مورخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ علیہا السلام کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آنے اور قیام پذیر ہونے پر متفق ہیں۔ مگر واقعہ کی جزئیات میں بعض محققین کو یہ اختلاف ہے:

☆ یہاں پہلے سے چشمہ جاری تھا۔

☆ قبیلۂ جرہم ان کے قیام سے قبل یہاں آباد ہو چکا تھا۔ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری پر آپ کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔

☆ پس نہ تو اس مقام پر پانی کے فقدان کا سوال پیدا ہوسکتا ہے نہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پانی کی طلب میں صفا و مروہ پر بے تابانہ گردش ہی کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

(محققین یا تاریخ دان اس واقعہ کے بارے میں چاہے جو بھی اختلاف رکھتے ہوں لیکن ہم اُن سے قطعاً اتفاق نہیں کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارے پاس قرآن مجید، احادیث اور سلف کی کتب سے واضح دلائل موجود ہیں۔ ذیل میں اس امر کو بیان کیا جاتا ہے۔

جہاں آج زمزم ہے وہاں ایک درخت تھا۔ اس وقت نہ مکہ تھا اور نہ ہی کسی انسان کا وہاں بسیرا تھا اور وہاں پانی بھی نہیں تھا آپ ایک تھیلے میں کچھ کھجوریں اور ایک مشکیزہ میں کچھ پانی ماں بیٹے کے حوالے کرتے ہوئے اور ان کو زمزم کی جگہ ایک درخت کے نیچے چھوڑتے ہوئے واپس لوٹے تو حضرت ہاجرہ نے آپ کا پیچھا کرتے ہوئے پوچھا: اے ابراہیم! آپ ہمیں یہاں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ یہاں کوئی ہمارا غم خوار، مونس و ہمدم نہیں اور نہ ہی یہاں کوئی آبادی ہے کہ کھانے پینے کی چیز مل جائے کئی مرتبہ ہاجرہ کے پوچھنے پر بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر حضرت ہاجرہ نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں! تو حضرت ہاجرہ نے کہا:

"اذن لا یضیعنا ثم رجعت"

ترجمہ: اچھا ہمیں اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا۔ یہ کہتے ہوئے واپس اپنی جگہ پر لوٹ آئیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں سے آپ کو اپنی زوجہ اور بیٹا نظر نہیں آ رہے تھے آپ نے بیت اللہ شریف کی طرف توجہ کی اس وقت صرف بیت اللہ کی بنیادیں ایک ٹیلہ کی مانند نظر آتی تھیں اور دعا کی۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ○

(پ ۱۳ ع ۱۸ سورۃ ابراہیم آیت ۳۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کھیتی باڑی نہیں تیرے

Marfat.com

حرمت والے گھر کے پڑوس میں اے ہمارے رب! یہ اس لیے تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تا کہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔

حضرت ہاجرہ اپنے بچے حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں یہاں تک کہ مشکیزہ میں جو پانی تھا وہ ختم ہو گیا اور کھجوریں بھی ختم ہو گئیں حضرت ہاجرہ بھی بھوکی پیاسی ہو گئیں۔ دودھ کا بننا بھی ختم ہو گیا بچہ بھی بھوک پیاس سے پریشان حال تھا۔ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ بچہ کا یہ حال ماں سے برداشت نہ ہو سکا آپ قریب ایک پہاڑی ''صفا'' پر چڑھتی ہیں کہ کہیں سے پانی کا اتہ پتہ چل جائے یا کوئی انسان نظر آئے پھر اسی خیال سے ''مروہ'' پر آتی ہیں درمیان میں نشیبی جگہ جب پہنچتی ہیں...... جہاں سے بچہ نظر نہیں آتا...... وہاں دوڑتی ہیں، جب نشیبی جگہ کو عبور کر لیتی ہیں اور ایسی جگہ پہنچتی ہیں جہاں سے بچہ نظر آنے لگتا ہے تو وہاں آہستہ ہو جاتی ہیں۔ ''مروہ'' پر پہنچ کر بھی پانی یا کوئی انسان نظر نہیں آتا، آپ بے قراری کے عالم میں پھر صفا پر پھر مروہ پر سات چکر ایسے ہی لگا دیتی ہیں، آخری مرتبہ مروہ پر آپ نے ایک آواز سنی، اپنے آپ کو کہنے لگیں: خاموش! خیال کیا شاید میرے اوسان خطا ہو گئے، یہاں کون ہے؟ یہ مجھے ویسے ہی آواز آ رہی ہے پھر دوبارہ آواز سننے پر کہا کہ اگر یہاں کوئی فریاد کو سن کر پہنچنے والا ہو سکتا ہے تو فرشتہ ہی ہو سکتا ہے دیکھا تو بچہ کے قریب ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اسماعیل کی ایڑی کے پاس اس نے اپنی ایڑی یا پر مارا یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑی رگڑنے سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا حضرت ہاجرہ نے پانی کے اردگرد بند باندھ کر ایک حوض کی شکل دے دی وہ پانی جوش مار رہا تھا آپ نے خود بھی پیا بچہ کو بھی پلایا اور پانی کو کہا ''زم زم'' رک جا رک جا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

(یرحم اللّٰہ ام اسماعیل لو ترکت زمزم او قال لولم تغرف من الماء لکانت زمزم عینا معینا)

اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم کرے اگر آپ زمزم کو اسی طرح رہنے دیتیں یا آپ نے فرمایا اگر آپ اس سے جلدی سے چلو نہ بھرتیں تو زمزم جاری چشمہ ہوتا۔

اس طرح آپ نے جب چشمہ سے پانی پیا تو آپ کا دودھ بھی جاری ہو گیا جو بچہ کو پلایا:

فرشتہ نے آپ سے کہا:

''لا تخافی الضیقه فان ھھنا بیت اللّٰہ یبنیه ھذا الغلام و ابوہ و ان اللّٰہ سبحانه لا یضیع اھله۔''

ترجمہ: تم کوئی خوف نہ کرو کہ تم ضائع ہو جاؤ گی بے شک یہاں بیت اللہ ہے اس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کا باپ کریں گے بیشک اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

کچھ دیر کے بعد وہاں سے جرہم قبیلہ کا گزر ہوا جنہوں نے دیکھا کہ پرندے اڑ رہے ہیں انہوں نے خیال کیا کہ پرندے وہاں ہی ہوتے ہیں جہاں پانی ہو یقیناً یہاں کہیں پانی ہوگا، انہوں نے اپنے ایک شخص کو بھیجا جس نے دیکھا کہ ایک پانی کا چشمہ ہے اور اس کے قریب ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے، انہوں نے کہا کہ تم ہمیں پانی میں شریک کرو تو ہم تمہیں اپنے جانوروں کے دودھ میں شریک کریں گے حضرت ہاجرہ نے ان سے اس شرط پر معاہدہ کر لیا اسی جرہم قبیلہ نے ایک لڑکی

Marfat.com

کا نکاح اسماعیل علیہ السلام سے کر دیا۔

یہ شکوک پیدا کرنے والوں میں سر ولیم میور ہیں:

جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی والدہ کے حجاز لے جانے کے واقعہ کے ہی منکر ہیں (سر ولیم میور) لکھتے ہیں۔

''اسرائیلی گفتار سازوں نے ظہور اسلام سے پہلے ہی یہ افسانہ تراشا اور ابراہیم علیہ السلام کے فرزندان کو عرب میں آباد کر دیا۔ جس سے یہودیوں کا مقصد اسماعیل علیہ السلام کے عربی النسل ہونے کی وجہ سے یہودی خود کو اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہونا ثابت کر سکیں۔ تاکہ عربوں کے ساتھ عم زادگی کے وسیلے سے اس ملک میں اپنی تجارت کو فروغ دے سکیں۔''

اس تمہید کے بعد (میور) لکھتے ہیں۔

''اہل عرب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے کوئی نسبت نہ تھی۔ وہ بت پرستی کرتے تھے اور ابراہیم خدا پرست موحد تھے''۔

لیکن معترض کی یہ کمزور سی دلیل تاریخ کے ایک مسلمہ واقعہ کی تردید کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے صدیوں بعد بت پرست بن جانا اس بات کی دلیل کیسے بن سکتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اہل بیت کو حجاز میں آباد کیا اس وقت سے لے کر دونوں ''باپ اور بیٹے'' کے ہاتھوں تعمیر ہونے والے کعبہ تک عرب کے رہنے والے بت پرست ہی تھے۔

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں یہ لوگ بت پرست تھے تب بھی سر ولیم میور کے لیے یہ دلیل موید نہیں ہو سکتی۔ آخر اس میں کون سا ایسا پہلو نکلتا ہے جس کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حجاز آنے سے انکار ضروری سمجھ لیا جائے خصوصاً جب کہ عقل صریح اور نقل صحیح دونوں ہماری تائید اور میور کی تردید میں پیش پیش ہوں یعنی تاریخ گواہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہم وطنوں کو بت پرستی سے منع کیا۔ انہیں اللہ وحدہ لاشریک کو معبود ماننے کی دلائل کے ساتھ دعوت دی۔ وہ نہیں مانے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حجاز کی طرف ہجرت کر لی تو یہاں بھی انہوں نے بت پرستوں کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے کی تبلیغ کی۔ مگر یہاں کے لوگوں کی اکثریت نے بھی بت پرستی نہ چھوڑی۔

(1) جب ابراہیم علیہ السلام عراق سے نکلے تو پہلے فلسطین میں پہنچے، سفر کی مصیبت اور صحرا نوردی کی مشکلات ان کے حوصلوں کو پست کرنے میں ناکام رہیں۔ یہاں انہوں نے شام سے آنے والے تاجروں کو حجاز کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو خود بھی اسی قافلہ کے ساتھ ہو لیے ہماری اس تاریخی دلیل کی موئیدان مورخین کی تحریریں تاریخ کے اوراق پر ضبط شدہ موجود ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فلسطین سے حجاز تشریف لانا بیان کرتے ہیں۔

سر ولیم میور اور ان کے ہمنوا یہ بھی لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی اولاد فلسطین سے حجاز میں آ کر آباد ہو گئی جن کی نسل میں عراق و حجاز دونوں کے خون کی آمیزش ہو گئی۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامناً واتحذوا من مقام ابراھیم مصلی وعھدنا

Marfat.com

الی ابراھیم و اسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعٰکفین والرکع السجود و اذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلدا امناً وارزق اھلہ من الثمرات من امن منھم باللہ والیوم الاخر قال و من کفر فامتعہ قلیلا ثم اضطرہ الی عذاب النار و بئس المصیرو اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔“

(۲ : ۱۲۴ تا ۱۲۷)

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسماعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے میرے رب! اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں۔ فرمایا جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اُسے بھی دوں گا۔ پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا اور بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی اور جب اٹھاتا تھا ابراہیمؑ اس گھر کی نیویں اور اسمٰعیلؑ یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی ہے سُنتا جانتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس نیت سے کعبۃ اللہ کو تعمیر کیا کہ یہاں لوگ توحید کا تصور لے کر آئیں گے اور یہاں چند روز رہ کر خدائے واحد لاشریک کی عبادت کریں گے۔ لیکن خدا کا یہ گھر کس طرح بتوں کی آماجگاہ بن گیا اس کے اندر علانیہ بت پرستی کس طرح شروع ہوگئی یہ برائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیلؑ کی وفات کے بعد بیت اللہ میں کس راہ سے داخل ہوئی کیسے غالب آئی۔ افسوس! تاریخ ان حالات سے زمانے اور وقت کی دبیز چادریں نہیں ہٹا سکی۔ اگر کسی شخص نے اس گھناؤنے عمل کے بارے میں کچھ لکھا بھی ہے تو بھی ہماری نظر میں وہ صرف خیالی قیاس آرائی ہے جس کے جوابات کو اس نے خود ہی اپنے لیے سامان تسلی بنا لیا ہے۔

عرب میں کواکب پرستی کا عروج:

ماضی میں عرب کے اندر ستارہ پرستی کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ جس کی ابتداء تو اس طرح ہوئی کہ ثوابت و سیار اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے مظہر ہیں لہٰذا ان کی تعظیم کرنا بھی ضروری ہے ورنہ حقیقت میں ہم اللہ جل شانہ ہی کی قدرت کاملہ کو اپنا معبود حقیقی مانتے ہیں انہوں نے رفتہ رفتہ ستاروں ہی کو خدا کا ہم پلہ سمجھ کر ان کی پرستش شروع کر دی۔

مکہ مکرمہ میں بت پرستی کی ابتداء:

بعض نے ستاروں کو چھوڑ کر انہیں ہی اپنا معبود بنالیا۔ حجر اسود کو تعظیمی بوسہ دینے کا جوش حد سے بڑھا تو ادھر اُدھر بکھرے ہوئے پتھروں کو سفر میں پہلے پہل بطور تبرک ساتھ لے جانا شروع کر دیا بعد میں یہ تبرک معبود کی طرح پوجے جانے لگے، ہر کام شروع کرنے سے پہلے ان سے اجازت لی جاتی بات یہاں تک بڑھی کہ پتھروں سے تراشے ہوئے بت الگ الگ معبود بنائے گئے اور ان پر طرح طرح کی قربانیاں اور چڑھاوے دیئے جانے لگے۔ بعد میں ان لوگوں نے سنگ چقماق

Marfat.com

میں آگ کا کرشمہ دیکھ کر تصور کر لیا کہ آسمان سے جو پتھر ہمارے معبود ستاروں کی بھینٹ کے لیے گرائے گئے ہیں وہ یہی پتھر تو ہیں! نتیجہ یہ ہوا کہ مؤرخین نے کعبہ کی ابراہیمی تعمیر کے بعد جس سے مقصود ایک اللہ کی پرستش تھی عرب میں بت پرستی کی ابتدا اور ترقی کی مذکورۃ الصدر صورتیں میں سپردخامہ فرمائی ہیں جیسا کہ تاریخ کے سب سے بڑے مصنف ہیرودت (جو ابوالتاریخ کے لقب سے مشہور ہے) نے ''عرب میں لات کی پرستش'' کے ضمن میں ایک دوسرے عظیم مورخ دیودور صقلی کی وہ بیت مکہ جس کی سارا عرب تعظیم کرتا ہے کے زیر عنوان کتابیں اس حقیقت پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہیں کہ عرب میں بت پرستی کا نفوذ کس طرح ہوا جس کے مقابلہ میں یہاں دین ابراہیمی زیادہ مدت تک مقبول عام نہ رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جزیرہ عرب میں دوسرے انبیاء کا ظہور:

تاریخ جن ادوار کا کھوج نہیں لگا سکی ان ادوار میں بھی عرب میں انبیائے کرام تشریف لاتے رہے اور اولاد آدم کو اللہ وحدہ لاشریک کی ہی عبادت کرنے کی دعوت دیتے رہے مگر عرب کے باشندے انبیاء کی دعوت کو ٹھکرا کر بدستور بت پرستی پر قائم رہے۔

حضرت ہود علیہ السلام:

ان انبیائے کرام میں سے حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے جو حضرموت کے شمال میں آباد تھی۔ ہود علیہ السلام نے انہیں بت چھوڑ دینے اور ایک اللہ کی عبادت کرنے کی سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن ان میں قلیل تعداد کے سوا غالب حصہ بدستور اپنے تکبر پر قائم رہا انہوں نے خدا کے نبی کو یہاں تک کہہ دیا:

یاھود ماجئتنا ببینة وما نحن بتارکی الھتنا عن قولك وما نحن لك بمومنین (11 : 56)۔

ترجمہ: بولے اے ہو! تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے اور ہم خالی تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے نہیں نہ تمہاری بات پر یقین لائیں۔

حضرت صالح علیہ السلام:

ان کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اس قوم کی طرف آئے جو حجر (نامی علاقہ) میں آباد تھی۔ یہ علاقہ حجاز اور شام کے درمیان خلیج عقبہ کے اس کنارے پر واقع ہے جو مدین سے ملحق ''حجر'' کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام:

صالح علیہ السلام کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام مدین کے پہاڑی علاقوں کے باشندوں میں مبعوث ہوئے۔ آپ نے مدین کے پہاڑی علاقوں کے باشندوں کو دعوت دی لیکن انہوں نے بھی سنی ان سنی ایک کر دی اور اپنے پیشروؤں (قوم) عاد وثمود کی طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب کا لقمہ بن گئے یہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے انبیائے کرام اس دنیا میں تشریف لائے اور جن کے تذکار مقدس اور ان کی دعوت کے نتائج وعواقب قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہیں کہ ان کی دعوت سے انکار کرنے والوں کا کیا حشر ہوا، کیونکہ وہ سب کچھ سن کر بھی بتوں کی پرستش پر قائم رہے۔ ان کے دلوں میں ان کی عظمت اس

Marfat.com

طرح بس گئی کہ وہ کعبۃ اللہ میں رکھے ہوئے بتوں کے حج (یعنی زیارت) کے لیے ملک عرب کے دور دراز خطوں سے آتے، نذریں نیازیں دیتے:

انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما کنّا معذبیین حتی نبعث رسولا۔(15:17)

ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

گویا تمام مغضوب قوموں کے پاس انبیاء آتے رہے دعوت حق دیتے رہے اور یہ انکار کرتے رہے اور عذاب کا شکار ہوتے رہے۔

قصیٰ بن کلاب کی سیادت واعزازات کا ذکر:

قصیٰ بن کلاب وہ واحد عظیم شخصیت ہے جسے تعمیر کعبہ سے لے کر مکہ میں سیادت وسروری کے مسلسل مندرجہ ذیل اعزازات حاصل رہے۔ یہ تقریباً 440ء کا زمانہ ہے۔

حجابت کعبہ:

یعنی بیت اللہ شریف کی کلید برداری کا اعزاز۔

سقایت:

یعنی حاجیوں کے لیے میٹھا پانی مہیا کرنے کا اعزاز جو اہل مکہ کا سب سے پسندیدہ مشروب تھا۔ اس کے علاوہ کھجوروں کا عصارہ مہیا کرنا جو کھانے اور پینے دونوں کا بدل ہے۔

رفادت:

مفلوک الحال حاجیوں کی دعوت طعام اور ان کی واپسی پر انہیں زادراہ پیش کرنا۔

ندوہ:

اہل مکہ کی روزمرہ کی مجلس مشاورت کی صدارت کرنا۔

لواء:

وہ علم جو دشمنوں کے ساتھ معرکہ آرائی کے لیے نکلنے پر لہرایا جاتا ہے۔

قیادت:

جنگی لشکر کی سپہ سالاری اور یہ تمام عہدے کعبہ ہی کی عظمت و برکت کے مرہون منت تھے جو اسے عرب کے باشندوں کی مرکزی عبادت گاہ ہونے کے سبب حاصل تھی۔ خیال رہے کہ مذکورہ تمام اعزازات قصی کو ایک ہی وقت میں یکدم حاصل نہیں ہوئے بلکہ ایک عہدہ میں بہترین کارکردگی دوسرے منصب کا سبب بنی اور دوسرے منصب میں اعلیٰ ترین کارنامہ کرنے کے بعد کعبۃ اللہ کے دینی شرف کی بنا پر قریش مکہ نے قصی کی غیر معمولی خدمات اور اوصاف کے سبب خود

Marfat.com

دیئے اور ہماری تحقیق کے مطابق تعمیر کعبہ کے وقت ان مناصب کا وجود عمل میں نہ آیا تھا بلکہ جوں جوں ضرورتیں پیدا ہوتی گئیں عہدے بڑھتے گئے۔ مذکورہ عہدوں میں بعض ایسے ہیں جن کا کعبہ کی دینی عظمت سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ اہل مکہ کے مزاج اور تقاضوں سے انہیں بڑی اہم مناسبت ہے۔

قصی سے قبل مکہ کی تمدنی حالت:

تعمیر کعبہ کے زمانہ میں مکہ کا تمدن اس قدر جاذب نظر نہ تھا کہ وہ اس دور کے دو معروف قبائل عمالقہ و جرہم کی توجہ کے قابل ہو سکتا۔ لیکن جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس مقام کو اپنی اقامت کا شرف بخشا اور بعد میں جناب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام دونوں نے مل کر کعبہ کی تعمیر فرمائی تو پھر ان دو صفات کی برکتوں نے اس بستی کو اولاد آدم کے لیے مستقل بسیرا بننے کی انتہائی قابل رشک صلاحیت بخش دی دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف سے قبائل قافلہ در قافلہ آتے گئے۔ یہاں بستے گئے۔ پھر یہ بستی ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل ہو گئی۔ مگر آج (دشمنان مکہ) یہ طعنہ دیتے ہیں کہ مکہ کے ان قبائلی باشندوں کے کردار سے بدویت زائل نہ ہو سکی۔ دوسرے اہل تاریخ یوں نکتہ چینی کرتے ہیں کہ کم از کم قصی میں کلاب کی سیادت و سرداری 440ء تک اپنے بدوی مزاج کو بدل نہ سکے لیکن عقل یہ باور نہیں کرتی۔ روئے زمین پر واقع وہ بستی وہ آبادی وہ شہر جسے بیت اللہ کا شہر کہلانے کا انفرادی اعزاز حاصل ہے۔ وہ شہر جسے قبیلہ جرہم کا مسکن بننا نصیب ہوا ہو وہ قبیلہ جرہم جسے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام جیسی عظیم ہستی کا سسرال ہونے کا شرف حاصل ہوا ہو وہ شہر جو صدیوں سے یمن، حیرہ، شام اور نجد سے آنے والے تاجروں کا مسافری میں آرام گاہ رہا ہو۔ ایسا شہر جو ساحل قلزم کے قریب ہو۔ یعنی ایسا شہر جو مدتوں اتنی متمدن قوموں کا مرجع رہا ہو کیا وہ مدنیت سے ناآشنا رہ سکتا ہے۔ یہ دلائل اپنی جگہ بھاری سہی مگر ان سب سے زیادہ مضبوط ترین دلیل یہ ہے کہ جس شہر کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود مکہ تجویز کیا اور جس کی فلاح و بہبود کے لیے خدا کے اس برگزیدہ رسول نے اس میں سدا امن اور دوسروں کے لیے مامن ہونے کی دعائیں کی ہوں اور وہ دعائیں شرف قبول سے سرفراز بھی ہو چکی ہوں کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے کہ یہ شہر قصی بن کلاب (دور 440ء) سے پہلے تمدن کا گہوارہ نہ بن چکا ہو۔ جبکہ اس شہر میں مسیح سے دو ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے گرامی قدر فرزند اسماعیل علیہ السلام کو لا کر آباد کیا۔

مکہ معظّمہ پر قریش کا قبضہ:

قبیلہ جرہم نے عمالقہ کو شکست دے کر مکہ مکرمہ پر قبضہ کر لیا۔ جو مضامن (بن عمرو بن الحارث) کے عہد تک قائم رہا۔ اس زمانے میں مکہ کی تجارت کو فروغ رہا۔ جس سے جرہم کی زندگی ناز و نعمت کی عادی ہو گئی۔ وہ بھول گئے کہ اس بستی جیسی ناقابل کاشت سرزمین (''وادی غیر ذی زرع'') پر رہ کر محنت شاقہ کے بغیر روزی کا دستیاب ہوتے رہنا محال ہے اور تو اور وہ یہ بھی بھول گئے کہ مقبولیت دعا کا فیضان صرف ان کے لیے ہے جو احکام الٰہیہ کے پابند ہوں گے۔ ان کی غفلت کا یہ عالم ہو گیا کہ چاہ زمزم کی صفائی اور اس کی دیکھ بھال سے بھی ایسے بے پرواہ ہو گئے کہ اس کے سرچشمے ہی بند ہو گئے۔ جرہم کی اس غفلت اور نالائقی سے قبیلہ خزاعہ نے اس کے اقتدار و مناصب پر تعرف کا ارادہ کر لیا۔ جس کے عواقب سے مضامن نے اپنے ساتھیوں کو ہر چند آگاہ کیا مگر سب بے سود رہا۔ مضاض کو بنو جرہم کی ذلت و شکست کا یقین آثار و قرائن کے سبب بڑھتا

Marfat.com

گیا۔اس نے دوراندیشی کے طور پہ کعبہ کے خزانے میں سے بیش قیمت سامان اور سونے کے دو ہرن جو کبھی کعبہ کے لیے ہدیہ کے طور پر دیئے گئے تھے دوسروں کی نظروں سے بچا کر انہیں زمزم کے کنوئیں میں دفن کر دیا تاکہ جب دوبارہ وہ مکہ پر قابض ہوں تو انہیں اپنے کام میں لائیں۔اس مہم سے فارغ ہو کر مضاض اپنے قبیلہ اور بنو اسماعیل کو ہمراہ لے کر مکہ سے نکل آیا۔اب یہاں بنو خزاعہ کی حکمرانی تھی جو قصی (بن کلاب) کے دور تک رہی۔قصی کا آنحضرت ﷺ سے پانچویں پشت سے نسبی تعلق ہے۔ان کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے قصی کے دوسرے بھائی کا نام زہرہ ہے جو قصی سے بڑے تھے اپنے والد کی وفات کے وقت قصی اپنی والدہ کی گود میں تھے بعد میں فاطمہ نے ربیعہ بن حرام سے عقد فرمالیا۔ربیعہ وطن چھوڑ کر شام میں منتقل ہو گئے۔یہاں آ کر ان کے بطن سے ایک اور فرزند پیدا ہوا۔اس کا نام دراج رکھا۔قصی نے ہوش سنبھالا تو وہ ربیعہ ہی کو اپنا حقیقی والد سمجھنے لگا۔لیکن ایک مرتبہ قصی اور ربیعہ کے خاندان والوں میں جھڑپ ہو گئی تو انہوں نے قصی کو طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ تم نہ ہمارے نسب سے ہو۔قصی نے یہ جملے اپنی والدہ کے سامنے بیان کرتے ہوئے اس کا مطلب سمجھانے کے لیے کہا تو اس نے بتایا کہ اے میرے لخت جگر! تم اپنے باپ کے نسب کی وجہ سے ان کے مقابلہ میں زیادہ معزز ہو۔تمہارے باپ تو کلاب بن مرہ ہیں اور تمہارے خاندان کو بیت الحرام کے قرب میں رہنے کا اعزاز حاصل ہے۔ آخر قصی مکہ معظمہ میں چلے آئے۔یہاں ان کی دقت نظر و اصابت رائے نے تمام خاندان میں انہیں محترم بنا دیا۔

قبیلہ خزاعہ کے ساتھ سسرالی رشتہ اور کلید کعبہ:

اس موقعہ پر کعبہ کی تولیت حلیل بن خبیثہ کے قبضہ میں تھی۔یہ نسباً خزاعی تھے اور صاحب فراست قصی نے ان کی صاحبزادی (حبی) سے شادی کر لی۔قصی تجارت میں بے پناہ قابلیت رکھتے تھے۔کاروبار کے معاملہ میں ایک لمحہ بھی غفلت سے کام نہیں لیتے تھے۔دیکھتے ہی دیکھتے وہ مالدار ہو گئے۔خدا کی دین کہ مال کے ساتھ اولاد نرینہ میں بھی افزائش ہو گئی یہ دونوں نعمتیں اپنے معاصر میں قصی کے مزید احترام کا باعث ہو گئیں۔

حلیل نے زندگی کی آخری سانسوں میں کلید کعبہ اپنی بیٹی حبی کے حوالے کر دیں مگر اس نے اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنے سے گھبرا کر ابو غشیان خزاعی کے سپرد کر دی۔

ابو غشیان شراب کا ایسا شیدائی تھا کہ اس نے ایک مشکیزہ شراب کے ہاتھوں کعبہ کی تولیت قصی بن کلاب کے ہاتھوں فروخت کر دی۔بنو خزاعہ اس واقعہ سے بہت پریشان ہوئے۔انہوں نے مجلس مشاورت قائم کی اور اس میں بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ قصی بہت مالدار ہے۔اس کا قبیلہ بھی کافی طاقتور ہے اس حالت میں اگر چابی اس کے پاس رہی تو آہستہ آہستہ کعبہ کے تمام مناسب و اعزاز انہیں کے ہو جائیں گے۔

خزاعہ نے قصی سے چابی کا مطالبہ کیا۔اس پر دونوں قبیلوں میں کشمکش بڑھ گئی۔قصی کا قبیلہ (قریش) اپنے سردار کی یاوری میں آگے بڑھا۔دوسرے قبائل جو قصی کی دیانت و فراست کا سکہ مان چکے تھے۔انہوں نے بھی نصرت کا ہاتھ بڑھایا۔جنگ ہوئی آخر خزاعہ نے شہر کو بنو جرہم کے لیے خالی کر دیا۔

☆ بنو خزاعہ شہر کی حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں۔آئندہ حکومت قصی کرے اسی فیصلہ پر عمل ہوا۔(۱)

(۱) (رحمۃ اللعالمین قاضی سلمان منصور پوری جلد 2 تذکرہ قصی'') اور بیت اللہ کے تمام اعزازات و مناصب قصی بن کلاب کے ہاتھ آ گئے۔

Marfat.com

تعمیر مکہ کی ابتداء:

بعض کا یہ خیال ہے کہ قصی کی تولیت سے قبل کعبہ کے گرد کوئی بستی نہ تھی۔ بنو جرہم اور بنو خزاعہ دونوں کے اعتقاد میں حرم کعبہ کے آس پاس بستی کا ہونا بیت اللہ کی بے حرمتی کے مصداق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سب کے سب رات کے وقت حدود حرم سے باہر جہاں سے گھاس توڑنا اور جہاں شکار کھیلنا جائز ہے۔ وہاں جا کر بسیرا کرتے۔ اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی کر دیا ہے کہ جب قصی کو مکہ کی سیادت حاصل ہوئی تو اس نے قریش کو جمع کر کے حرم میں رہائشی مکانات تعمیر کرنے کی تحریک چلائی۔ اس پر سب سے پہلے وہ چوپال کھڑی کی گئی۔ جسے بعد میں دارالندوہ سے موسوم کیا گیا۔ اس میں بیٹھ کر بستی کی آبادی بڑھانے کے مشورے ہوتے۔ کیونکہ ان کی تہذیب میں مشترکہ کام اتفاق رائے کے بغیر طے نہیں ہو سکتے تھے۔ انفرادی امور یعنی نکاح و تزویج بھی اسی (دارالندوہ) میں طے پاتے۔

اس مشوراتی عمارت کی تعمیر کے بعد قصی کے منصوبہ کے مطابق کعبہ کے اردگرد وہاں مکان بنائے گئے جہاں کعبہ کا طواف کرنے کے لیے کافی خلا چھوڑ کر جگہ تھی۔ اسی طرح حدود مطاف کے لیے بھی کعبہ کے چاروں طرف زمین کا کافی حصہ خالی چھوڑ دیا گیا۔ قصی کے بیٹوں میں سے عبدالدار سب سے بڑے تھے اور عبد مناف ان سے چھوٹے لیکن قبیلہ اور دوسرے خاندانوں میں عبد مناف کا وقار زیادہ تھا۔ قصی کے قویٰ کمزور ہونے لگے۔ تو انہوں نے کلید کعبہ اور تمام دوسرے اعزازات بھی عبدالدار کو تفویض کر دیئے۔ ان میں رفادت بھی تھی۔ جس کے لیے تمام قریش کے ذمہ سالانہ ٹیکس تھا۔ جو قصی کے ہاں جمع ہوتا اور اس میں حج کے موقع پر غریب مسکین حاجیوں کو کھانا کھلانے اور انہیں زادراہ مہیا کرنے کے سلسلہ میں خرچ کیا جاتا۔ اس کار خیر کا آغاز قصی نے اس وقت کیا تھا۔ جب انہوں نے خزاعہ کو مکہ سے نکال دینے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ قصی نے قریش کے جلسہ میں ان سے بایں الفاظ خطاب کیا تھا۔

"یا معشر قریش! انکم جیران اللّٰہ و اھل بیتہ و اھل حرمہ
و ان الحاج ضیف اللّٰہ وزوار بیتہ و ھم احق الاضیاف بالکرامۃ فاجاعلوا لھم
طعاما و شرابا ایام الحج حتی یصدروا عنکم"

ترجمہ: "برادران قریش! آپ حضرات اللہ کے جوار میں رہنے کی وجہ سے اس کے اہل بیت اور اس کے حرم کے مکین بھی ہو۔ یہاں آنے والے حاجی اللہ کے مہمان اور اس کے گھر کے زائر ہیں۔ ان کی مہمان داری عزت و احترام کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اس لیے ان کے یہاں رہنے تک ہم سب کو ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرنا ضروری ہے"

بنو عبدالدار اور عبد مناف کے بیٹوں میں ٹکراؤ:

عبدالدار اپنے والد قصی کی وفات کے بعد انہی کی طرح اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔ لیکن عبدالدار کے ساتھ ساتھ عبد مناف کے بیٹوں کو بھی قریش میں کافی وقار حاصل تھا۔ ایک بار یہ چاروں (ھاشم، عبدالشمس، مطلب، نوفل) بنو عبدالدار سے کعبہ کی چابیاں لینے پہ بضد ہوئے۔ تو اس وجہ سے قریش دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ادھر بنو عبد مناف نے حلف المطیبین کی صورت میں اپنی انگلیاں اس عطر کے اندر ڈبو دیں۔ جو وہ گھروں سے لائے تھے۔ پھر اس حلف کی تاکید

Marfat.com

میں انہوں نے ایک اور حلف اٹھایا کہ وہ اسے پورا کر کے رہیں گے! بنو عبدالدار نے بھی حلف الاحلاف اٹھا کر مقابلہ کے لیے تیاری کر لی۔ اگر چند دور اندیش دانا ان کے درمیان نہ آتے تو ممکن تھا اس جنگ میں قریش کی نئی نسل مکمل طور پر ختم ہو جاتی۔ مختصر یہ کہ مصالحت یوں طے پائی۔

(1) سقایت و رفادت بنو عبد مناف کے لیے۔

(2) علم اور صدارت بنو عبدالدار کے لیے۔

چنانچہ ظہور اسلام تک فریقین یکے بعد دیگرے اپنے اپنے اس عہد کو اچھی طرح نباہتے رہے۔

ہاشم بن عبد مناف:

ہاشم اپنے (چاروں) بھائیوں میں بڑے تھے۔ گھر میں مال و متاع کی بہتات تھی۔ سقایت و رفادت ہر دو کا بار انہوں نے خود پر اوٹ لیا اور اپنے دادا قصی کی طرح قریش سے حاجیوں کی دعوت کے لیے ذخیرہ جمع کرنے کی درخواست کرتے ہوئے کہا:

حاجی اللہ کے گھر کی زیارت کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اور اللہ کے مہمانوں کی ضیافت کرنا ہمارے لیے سب سے بڑا شرف بھی ہے اور کارِ ثواب بھی! چنانچہ ہاشم نہ صرف حاجیوں کی میزبانی ان کے مکہ سے واپس ہونے تک سر انجام دیتے بلکہ مکہ معظمہ کے غریب نادار مسکین لوگوں کی بھی ہر طرح اعانت و امداد کرتے۔ ایک مرتبہ مکہ میں قحط پڑ گیا۔ تو ہاشم نے غریبوں کے لیے اپنا دستر خوان اس فراخی کے ساتھ وسیع کر دیا کہ انہیں اپنے لیے غذا بہم پہنچانے کا کوئی فکر نہ رہا۔ وہ ان کے لیے ثرید شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو بھگو کر پیش کرتے۔

حجاز کے قرب و جوار میں ہاشم کا مقام:

ہاشم سال میں دو مرتبہ تفریح و سیاحت کے لیے اپنے گھر سے نکلتے'' گرمی کے موسم میں یمن اور سردیوں میں شام کی طرف جاتے جس سے ان کی وجاہت کے ساتھ جائے پیدائش (مکہ معظمہ) کی شہرت بھی ہر طرف پھیل گئی۔

معاہدہ:

حالات کو جانچ کر عبد مناف اور ان کے بھائیوں نے اپنے گرد و نواح کے امراء سے باہم امن و سلامتی کے معاہدے کر لیے جن معاہدوں میں قیصر روم اور قبیلہ غسان سرفہرست تھے۔ لیکن قبیلہ غسان کے معاہدہ میں یہ شرط بھی تھی کہ ہر دو فریق اپنے اپنے ملک کے اندر دوران سفر میں وہ قریش ہوں یا غسانی ان کی جان و مال کی سلامتی کے ذمہ دار ہیں۔ اسی طرح کا معاہدہ ہاشم کے برادر صغیر عبدالشمس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے ساتھ کر لیا۔ (دوسرے دو بھائیوں) نوفل اور مطلب نے فارس اور یمن کے تاجداران قبیلہ حمیر سے یہی معاہدات تسلیم کرا لیے۔

مکہ معظمہ میں خوشحالی:

ان معاہدوں کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی وجاہت و ثروت میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی۔ اہل مکہ دن بدن تجارت میں مہارت حاصل کرتے گئے۔ جن ممالک سے معاہدے تھے ان کے سوداگر مکہ معظمہ میں اپنا اپنا مال لے کر آنے لگے۔

Marfat.com

شہر (مکہ معظمہ) کے باہر مختلف نوع کے بازار قائم ہو گئے۔ خود اہل مکہ ان ممالک میں گرمی سردی دونوں موسموں میں مال لے جانے اور لانے کی وجہ سے تجارت میں مختلف قسم کے داؤ پیچ سے اچھی طرح واقف ہو کر دوسرے ممالک کے تمام تاجروں پر گوئے سبقت لے گئے۔ غرضیکہ تجارت سے متعلق کوئی پہلو ایسا نہ تھا جو ان کے علم میں نہ ہو۔ ہاشم معمر ہو جانے کے باوجود منصب سیادت کو نبھاتے رہے۔ اس دوران میں صرف ایک مرتبہ انکے برادرزادہ امیہ (بن عبدالشمس) نے انہیں معزول کر کے خود اس عہدہ پہ قابض ہونے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے اور اسی احساس ناکامی سے نادم ہو کر شام چلے گئے۔ جہاں انہوں نے زندگی کے دس سال تنہا گزار دیئے۔

ہاشم کا عقدِ نکاح:

ہاشم شام سے لوٹتے ہوئے یثرب میں قیام پذیر ہوئے۔ اتفاقاً ان کے قریب سے ایک خوش جمال بی بی گزریں یہ قبیلہ خزرج کی باعصمت سلمٰی (بنت عمرو) تھیں۔ جن کے مال سے مدینہ کے کئی اشخاص تجارت کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ ہاشم نے اس (بی بی) کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا نجیب الطرفین خاتون ہیں مگر مطلقہ ہیں۔ اس شخص سے عقد کرنے پر راضی ہو سکتی ہیں اور جوان کو حق طلاق دے۔

ہاشم اس شرط کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ پیغام دیا گیا تو معلوم ہوا بی بی ان کے اعلیٰ اخلاق و کردار کے تذکرے سن چکی ہیں۔ غائبانہ طور پر ان کی شخصیت کو پہچانتی ہیں۔ پیغام ملا تو نکاح کے لیے راضی ہو گئیں اور نکاح کے بعد اپنے شوہر کے ہمراہ مکہ معظمہ آ گئیں لیکن جب فلسطین سے ہاشم کے انتقال کی خبر آئی تو وہ اپنے میکے یثرب واپس چلی گئیں۔ یہاں ان کے بطن سے فرزند تولد ہوا۔ جس کا نام شیبہ رکھا۔ سلمٰی نے اپنے مولود کا زمانہ رضاعت میکے ہی میں گزارا بلکہ اس کے اور بعد تک بھی وہ یثرب ہی میں رہیں۔

ہاشم نے فلسطین کے شہر غزہ میں داعئ اجل کو لبیک کہا تو اس کے بعد تمام مناصب اور اعزازات ان کے چھوٹے بھائی مطلب کے سپرد کر دیئے گئے جن کی فضیلت سخاوت اتنی زیادہ تھی کہ انہیں قریش "الفیض" کہہ کر پکارتے جس کی بنا پر یہ تمام مناصب ان کے سپرد کر دیئے گئے انہوں نے اپنے فرائض اسی خوبی سے ادا کیے جس کی طبعاً ان سے توقع تھی۔

عبدالمطلب یعنی شیبہ نائب عم خویش:

کچھ عرصہ بعد مطلب کو اپنے بھائی ہاشم کے بیٹے شیبہ کی یاد نے ستایا تو اسے لینے یثرب تشریف لے گئے۔ اس وقت شیبہ عنفوان شباب میں قدم رکھ چکے تھے۔ ان کی والدہ محترمہ کی رضامندی سے انہیں اونٹنی پہ سوار کر کے اپنے ہمراہ مکہ معظمہ چلے آئے۔ جس وقت مکہ میں ان کی سواری داخل ہوئی تو شیبہ ان کے عقب میں بیٹھے تھے۔ اہل مکہ نے سمجھا کہ یہ نوجوان مطلب کا غلام ہے اور ان میں سے کسی نے بآواز بلند کہہ بھی دیا۔ "عبدالمطلب" مطلب نے فوراً کہا یہ میرا غلام نہیں بلکہ "ابن ہاشم" ہے لیکن اتفاق کی بات کہ شیبہ عبدالمطلب (نام) سے مشہور ہو گئے اور ان کا اصل نام شیبہ لوگوں کے ذہن سے اتر گیا۔

انہیں مکہ معظمہ لانے کے بعد مطلب نے چاہا کہ اس کے والد کی متروکہ جائیداد اس کے حوالے کر دے مگر ان کا بھائی نوفل سختی سے آڑے آیا تو شیبہ کے لیے اس صورتحال کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے حصول حقوق کے لیے اپنے ننھیال سے امداد

Marfat.com

حاصل کرے۔

اس پر اسی (80) خزرجی نوجوان سر سے کفن باندھ کر آئے۔ نوفل نے یہ رنگ دیکھا تو خاموشی سے چپ اپنے بھائی کا ترکہ ان کے فرزند (شیبہ) عبدالمطلب کے حوالے کر دیا۔

عبدالمطلب کو تفویض مناصب:

حضرت مطلب کی وفات کے بعد عبدالمطلب (شیبہ) کو تمام اعزازات و مناصب سونپ دیئے گئے۔ لیکن رفادت اور سقایت دونوں کی ذمہ داری کو نباہنا ان کے لیے مشکل ہوتا گیا۔ اس مشکل میں ان کا ہاتھ بٹانے والا ان کا ایک اکلوتا فرزند (حارث) ہی تو تھا۔

سقایت کی ذمہ داری کو لیجیے تو چاہ زم زم کو مضاض بن عمرو جرہمی بند کر چکا تھا۔ جس کی وجہ سے پانی کے حصول میں بے پناہ مشکلات حائل تھیں اسے حل کرنے کے لیے ایک تجویز زیر غور لائی گئی وہ یہ تھی کہ کعبہ کے قریب ایک بہت بڑا حوض بنایا جائے اور اس میں دور دراز کے کنوؤں سے پانی لا کر بھر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اتنا بڑا کام اسی وقت سرانجام پا سکتا ہے جبکہ صاحب منصب کے ساتھ اس کے دوسرے قبیلہ دار بھی ہوں اور خود اس کے بیٹے بھی تعداد میں زیادہ ہوں۔ عبدالمطلب اپنے ساتھ اس پریشانی میں اپنے بیٹے کو بھی کھویا کھویا دیکھ کر اور زیادہ پریشان رہنے لگے۔

عربوں کو ابھی تک یاد تھا کہ جو کنواں کعبہ کے پائیں میں واقع تھا اسے فلاں صدی میں مضاض بن عمرو نے پاٹ دیا تھا اور سب کی یہ تمنا تھی کہ کاش! وہ کنواں پھر ابھر آئے اور اس کے سوتے پھوٹ نکلیں دوسروں سے کہیں زیادہ یہ تمنا عبدالمطلب کے دل میں تھی۔ لیکن زمزم کے محل وقوع کے بارے میں کسی کو صحیح علم نہ تھا۔ ایک رات قدرت نے عبدالمطلب کی مدد کی اور انہیں خواب میں چاہ زمزم کے محل وقوع کی نشاندہی کرائی گئی۔ جس کے بعد وہ تنہا اپنے نور نظر حارث کے ساتھ اس کی کھدائی میں مصروف ہو گئے۔

ابتداءً اس محنت میں عبدالمطلب کے مددگاروں میں سوائے ان کے اپنے بیٹے حارث کے اور کوئی نہ تھا۔ لیکن جب قریش نے سونے کے ہرن اور مضاض بن عمرو کی طلائی تلواریں دیکھیں تو سب قریش اپنا اپنا حصہ لینے کے لیے دوڑے آئے اور بقیہ حصہ کی کھدائی کے لیے بھی آمادگی ظاہر کرنے لگے۔ مگر عبدالمطلب ان کے ساتھ متفق نہ تھے۔ انہوں نے قریش کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اس طرح تیروں کی قرعہ اندازی کی جائے۔

1- کعبہ کے نام سے دو تیر ہوں۔

2- قریش کے نام سے دو تیر ہوں۔

3- عبدالمطلب کے نام سے دو تیر ہوں۔

قریش اس تجویز پر راضی ہو گئے۔ سب کے سامنے قرعہ اندازی ہوئی۔ مگر قریش کے دونوں تیر خالی گئے۔ عبدالمطلب کے نام سے تلواریں نکلیں اور ہرنوں پر کعبہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے اپنے نام کی تلواریں بیچ کر کعبہ کے دروازہ کی تعمیر کر دی۔ دونوں ہرن کعبہ کی زینت کے لیے اس کے اندر رکھ دیئے اور زمزم میں پانی نکل آنے سے عبدالمطلب کو آب رسانی کی زحمت سے نجات مل گئی۔

Marfat.com

عبدالمطلب کی نذر:

عبدالمطلب کے دل میں اولاد کی کمی کا احساس روز بروز بڑھتا گیا۔اس کے ذہن میں یہ بات بار بار کھٹکنے لگی کہ اگر میری اولاد زیادہ ہوتی تو مجھے زم زم کی کھدائی میں اتنی تکلیف نہ اُٹھانا پڑتی اس نے نذر مانی کہ اگر میرے ہاں دس بیٹے پیدا ہوں تو ان میں سے ایک کو کعبہ کے سامنے اللہ کی نذر کردوں گا۔خدا کی شان کہ عبدالمطلب کی یہ امید بر آئی اور جب تمام بچے سن رشد تک پہنچ گئے تو عبدالمطلب نے اپنی نذر کا عہد تمام بیٹوں کے سامنے رکھا۔سب نے ایک ساتھ ان کے اس عہد نذر کے ایفاء میں اپنی اپنی جانیں پیش کردیں۔لیکن عبدالمطلب نے انتخاب میں ترجیح سے ہٹ کر یہ راستہ اختیار کیا کہ تمام فرزندوں کے نام ایک ایک تیر کے پھل پر لکھ کر کعبہ کے نگران کے حضور قرعہ اندازی کے لیے لے گیا۔تاکہ وہ امر متنازعہ میں تصفیہ کرسکے جیسا کہ عرب میں مشکلات پر کیا جاتا تھا۔

مختصر یہ کہ قرعہ عبداللہ کے نام سے نکلا جو اب سب بھائیوں میں کمسن مگر باپ کو سب بیٹوں سے زیادہ پیارا تھا۔لیکن ایفائے عہد سے مجبور عبدالمطلب عبداللہ کو ہاتھ پکڑے زمزم کے قریب اساف اور نائلہ (دو بتوں) کے درمیان واقع قربان گاہ میں لے گیا۔عرب اپنی تمام نذر ونیاز کی قربانیاں یہیں ذبح کرتے تھے۔ادھر عرب کے تمام لوگوں کے کانوں میں بھی یہ بھنک پہنچ چکی تھی۔وہ پہلے ہی قربان گاہ پر جمع تھے انہوں نے بڑی سختی کے ساتھ عبدالمطلب کو اس کام سے روکا۔لیکن عبدالمطلب اس پر مطمئن نہ ہوئے اور کہا اگر اس کے سوا کوئی اور ایسی تدبیر ہوسکے۔جس سے ہمارا خدا ہم پر مہربان رہے تو میں اپنا ارادہ بدل سکتا ہوں،مغیرہ بن عبداللہ مخزومی نے کہا اگر مالی فدیہ پر آپ مطمئن ہوں تو ہم لوگ اپنی طرف سے اسے فراہم کردیں گے۔اس مشورہ پر بحث ہوتے ہوتے بات یہاں تک پہنچی کہ ہم لوگ یثرب کی مشہور کاہنہ (عرافہ) سے پوچھتے ہیں وہ کیا کہتی ہے یہ لوگ عرافہ کے پاس آئے تو اس نے تمام واقعہ سننے کے بعد جواب کے لیے دوسرے دن بلایا دوسرے دن جب یہ لوگ ملے تو اس نے پوچھا کہ اہل مکہ کے ہاں خون بہا (دیت) کی کیا صورت ہے؟انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں دیت میں دس اونٹ ہیں۔عرافہ (کاہنہ) نے کہا کہ آپ لوگ واپس جائیں اور اپنے طریقہ کے مطابق اس طرح قرعہ اندازی کریں کہ ایک طرف وہ لڑکا اور دوسری طرف دس شتر کھڑے ہوں دونوں کے ناموں سے قرعہ ڈالا جائے۔اگر اس مرتبہ بھی قرعہ لڑکے ہی پر نکلے تو اونٹوں کی جس حد تک تمہیں تحمل ہو ان کی تعداد بڑھاتے جایئے اور پھر قرعہ ڈالیے یہاں تک کہ تمہارا خدا تم پر راضی ہوجائے۔

دوبارہ قرعہ اندازی:

کاہنہ کی ہدایت کے مطابق اسی طرح قرعہ اندازی شروع ہوئی۔پہلی مرتبہ بھی پھر عبداللہ کا نام نکلا۔دوسری مرتبہ بھی، پھر تیسری مرتبہ بھی، یہاں تک کہ جب اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچی تو عبداللہ کی جگہ اونٹوں کا نام نکلا۔تو تمام حاضرین جو اس وقت عبداللہ کی سلامتی کے لیے دست بہ دعا تھا۔خوشی سے اچھل پڑے اور سب نے بیک زبان پکارا کہ بس ہمارا خدا اس فیصلے پر راضی ہوگیا۔اے عبدالمطلب !اب عبداللہ کو چھوڑ دیجیے اور اونٹوں کو قربان گاہ کی طرف لے آیئے لیکن عبدالمطلب اس پر مطمئن نہ ہوئے اور کہا کہ جب تک قرعہ میں تین بار اونٹوں کا نام نہ نکلے میں تسلیم نہیں کروں گا۔چنانچہ تینوں مرتبہ عبداللہ قرعہ کی زد سے بچ نکلے۔اب عبداللہ مطمئن ہوگئے اور تمام اونٹ قربان گاہ پر لاکر ذبح کرکے چلے آئے

Marfat.com

تا کہ انسانوں یا درندوں میں سے جو چاہے ان کا گوشت اپنے استعمال میں لا سکے۔

عرب کی سیرت اور بیت اللہ کی منزلت:

یہ واقعہ جس سے عربوں کے رسوم و عادات اور عقائد کی نوعیت واضح ہوتی ہے۔ سیرت کی کتابوں میں منقول ہے اس واقعہ سے اہل مکہ کے دلوں میں بیت اللہ کی منزلت اور حفظ مرتبت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ طبری نے اس حادثہ کی تائید میں دور اسلام کا یہ ایک فتویٰ پیش فرمایا ہے۔

ایک مسلمان عورت نے نذر مانی کہ اگر میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو میں اپنا لخت جگر اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گی! جب اس عورت کی مراد بر آئی تو وہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس حاضر ہوئی اور ماجرا عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا ''اس نذر میں کوئی چیز قابل عمل نہیں! مگر بی بی اس پر مطمئن نہ ہوئیں اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے استفسار کیا۔

انہوں نے فرمایا: جس طرح (جاہلیت میں) عبداللہ بن عبدالمطلب کا فدیہ ایک سو شتر دیا گیا تھا۔ یہی فدیہ تم پر واجب ہوتا ہے اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں مروان کی حکومت تھی۔ مروان نے یہ فتویٰ سن کر کہا: ''جس نذر میں معصیت کا پہلو ہو اس کی تکمیل ناجائز ہے''۔

مکہ مکرمہ پر ابرہہ کا حملہ:

اردگرد کے رئیس اور سردار مکہ معظمہ کی منزلت دیکھ کر تلملا اُٹھے۔ ہر ایک کے سر میں ایک ہی سودا تھا کہ مکہ جو اپنے معبد کی وجہ سے تمام دنیا میں ممتاز ہے۔ ہم بھی اپنے ملک میں اس سے زیادہ شاندار معبد تیار کریں تا کہ اس کی شان و شوکت کعبہ کے زائرین کو اپنی طرف مائل کر سکے۔

چنانچہ شمال میں قبیلہ غسان کے سردار نے حیرہ میں اور جنوب (عرب میں) ابرہہ والی یمن نے اپنے اپنے ہاں سر بفلک عبادت گاہیں تعمیر کیں۔ ابرہہ نے تو اپنے معبد کو اس طرح جواہرات سے مرصع کیا۔ جسے دیکھ کر ماہ و انجم بھی شرم سے منہ چھپا لیں!

لیکن کعبہ ابراہیمی کے فدائیوں نے ابرہہ کے بت سیم تن کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا:

ہمیں معلوم ہے سب حال ان کے حسن برہم کا
غرور اتنا نہ دکھلائے یہ زلف پر شکن اپنا
برو ایں دام بر مرغ دگرنہ
کہ عنقارا بلند است آشیانہ

ان کے دلوں میں تو صرف اور صرف ایک ہی ذوق نظر ایک ہی شوق دل اور ایک ہی جستجو تھی: بیت اللہ صرف بیت اللہ! کعبہ کے شیدائیوں نے حیرہ اور یمن کے معبدوں کو ایک نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اہل عرب کی اس معصیت کوشی میں یمن کے وہ رہنے والے بھی ان کے دوش بدوش تھے۔ جن کے والی نے اپنے ہاں ایسا معبد تیار کیا۔ جس کی ظاہری شوکت کے سامنے کعبہ ابراہیمی کی فطری سادگی کی کوئی بساط نہ تھی۔ ابرہہ نے بر سبیل تنزل چاہا کہ کم از کم اس مملکت یمن کے باشندے ہی اس معبد کا حج کرتے رہیں۔ لیکن کسی کا رُخ کعبہ کی طرف سے موڑنے میں اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور جب حج کا موسم آتا

Marfat.com

تو یمن کے حمیر اور ان کے دوسرے حاشیہ نشیں قبائل کعبہ ابراہیمی کی زیارت وطواف کے شوق میں سفر کی صعوبتیں سہنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے۔

ابرہہ اپنی ناکامیوں سے بوکھلا گیا۔اس کے دل میں شیطان کی طرح حسد کے شعلے بھڑک اٹھے۔اُس نے ان کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کعبہ کو منہدم کردینے کے بغیر کوئی مداوانہ دیکھا۔

ابرہہ (حبشی) والی یمن ایک کوہ پیکر ہاتھی پہ سوار ہوکر اپنے ساتھ ہاتھیوں پہ لشکر جرار لے کر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیے نکلا۔یہ خبر عرب میں آگ کی طرح پھیل گئی۔قریش نے سنا تو ششدر رہ گئے۔''خداوند! ایک حبشی نژاد ہماری عبادت گاہ کو مٹانے آرہا ہے!'' کعبہ کی نصرت کے لیے یمن ہی میں رہنے والے کعبہ کے معتقد صرف دو شخص زانفر اور نفیل بن حبیب خثعمی اس کی مخالفت میں اپنے ساتھ جھتے لے کر نکلے۔نفیل کے ساتھ اس کے قبیلہ کی دونوں شاخوں شہران اور نابس کے نوجوان تھے۔لیکن دونوں سربراہ راستہ میں ہی ساتھیوں سمیت گرفتار ہوگئے اور نفیل نے صحرا میں ہی ابرہہ کی اطاعت قبول کرلی۔

ابرہہ اپنے لشکر سمیت طائف میں پہنچا۔یہاں کے باشندوں کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ مبادا وہ کعبہ کی بجائے ہمارے معبود ''لات'' ہی کو تہس نہس کردے۔اہل طائف کا ایک وفد ابرہہ کے پاس آیا اور اسے کعبہ وطائف کا فرق سمجھا کر مکہ کی راہ بتانے کے لیے ایک رہبر کو اس کے ہمراہ کردیا۔

ابرہہ کی فوجوں کا وادی مکہ میں پڑاؤ:

ابرہہ نے اپنے لشکر کو وادی مکہ میں ٹھہرا کر سواروں کا ایک دستہ مکہ اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والے لوگوں کو ہراساں کرنے کے لیے بھیج دیا۔لوٹ مار کرتے ہوئے یہ دستہ دوسرے لوگوں کے ساتھ عبدالمطلب بن ہاشم کے سو اونٹ بھی ساتھ ہانک لایا۔قریش نے یہ حالات دیکھ کر مقابلہ کرنے کے لیے باہم مشورہ کیا۔لیکن ابرہہ کے لشکر جرار سے مقابلہ کرنے کی ان میں ہمت تھی نہ طاقت اس لیے انہوں نے مدافعت کا ارادہ ہی ترک کردیا ابرہہ نے اپنے ایک سپاہی جس کا نام حناطہ تھا اور حمیر کا رہنے والا تھا اسے عبدالمطلب کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم صرف کعبہ ہی کو پامال کرنے آئے ہیں اگر اہل مکہ ہمارے راستے میں حائل نہ ہوں تو ان کے جان و مال سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔یہ فرمان سُن کر عبدالمطلب اور اہل مکہ کے دل بیٹھ گئے وہ اپنے صاحبزادوں اور دوسرے چند سرداروں کو لے کر سفیر کے ہمراہ ابرہہ کے پاس پہنچے ابرہہ نے اس وفد کی بہت تعظیم کی اور عبدالمطلب کے تمام اونٹ واپس کردیئے۔عبدالمطلب نے ابرہہ کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ تمام اہل تہامہ کے اموال کا ایک ثلث تاوان میں لے لیجیے مگر کعبہ کی پامالی کا خیال ذہن سے نکال دیجیے۔لیکن ابرہہ نے یہ بات ماننے سے بالکل انکار کردیا۔عبدالمطلب وہاں سے خاموش چلے آئے اور تمام اہالیان مکہ سے کہا کہ تم سب لوگ اردگرد کی پہاڑیوں میں چلے جاؤ تاکہ دشمن کے لشکر کی گزند سے محفوظ رہ سکو وہ رات انتہائی سیاہ رات تھی۔عبدالمطلب اپنے چند ساتھیوں کو لے کر کعبہ میں حاضر ہوئے اور اس کی چوکھٹ کے بازوؤں پر دونوں ہاتھ رکھ کر یوں دعا کرنے لگے۔''ہمیں ابرہہ کے دست تظلم سے نجات دلانا تمہارے ہی اختیار میں ہے'' اس کے بعد یہ چند لوگ بھی شہر سے نکل کر ایک پہاڑی میں چھپ گئے۔

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق ابرہہ کے لشکر میں اچانک چیچک پھوٹ پڑی۔ جس میں لشکر کا ایک ایک سپاہی مبتلا ہوگیا۔ انہوں نے اس مرض کو نہ کبھی دیکھا اور نہ اس کا نام سنا تھا۔ سخت گھبرائے۔ یہ وبا بحیرہ روم سے آنے والی ہواؤں کے دوش پر آئی تھی۔ مؤلف کی تحقیق کے مطابق ابرہہ بھی چیچک سے خوفزدہ ہوگیا اور کعبہ پر حملہ کرنے کے بجائے فوجوں کو واپسی کا حکم دیا۔ فوج کے سربراہ پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ فوجیں واپس جاتی ہوئی راستے میں ہی ہر قدم پر دم توڑنے لگیں۔ جو بچے ان پر بھی مرض کی گرفت بڑھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ صنعاء پہنچنے سے پہلے ابرہہ کی فوج کا زیادہ حصہ لقمہ اجل ہوگیا۔ خود اس کا جسم بھی آبلوں سے اس قدر چھلنی ہوگیا کہ وہ جلد ہی اپنے سپاہیوں کے پہلو میں جا سویا۔

اہل مکہ تاریخی حیثیت سے اس واقعہ کو عام الفیل سے موسوم کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے مکہ کی مستقل اور مسلسل تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل و ارسل علیھم طیراً ابابیل ترمیھم بحجارة من سجیل فجعلھم کعصف ماکول“

کیا تو نے نہیں دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا نہیں کر دیا ان کا داؤ غلط اور بھیجے ان پر اڑتے جانور ٹکڑیاں پھینکتے تھے ان پر پتھریاں کھنگر کی پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس کھایا ہوا۔

”اصحاب الفیل“ کی اس صورت میں ناکامی اور بربادی سے مکہ کی دینی عظمت میں اور اضافہ ہوگیا اور اس کی تجارت کو دن بدن فروغ حاصل ہوتا گیا۔ اب مکہ والوں کو محض یہ فکر تھی کہ اپنے شہر پر کسی دشمن کی نظر نہ پڑنے دیں اور اگر یہ موقعہ آ بھی جائے تو جان و مال نثار کرنے میں دریغ نہ کریں۔ لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ عملاً انہیں زیادہ سے زیادہ دولت یا سامان تعیش حاصل کرنے کا جنون تھا۔ جس کی وجہ سے لاشعوری طور پر ان کے دلوں سے یہ احساس مٹ چکا تھا کہ چاروں طرف سے بے آب و گیاہ جیسے صحرا گھیرے ہوئے ہیں۔ اس بستی میں رہنے والوں کی یہ معاشی اور اخلاقی گمراہیاں خطرناک نتائج بھی پیدا کر سکتی ہیں۔ چنانچہ اہل مکہ کو اس شراب سے فرصت نہیں ملتی تھی جسے وہ خرمے سے نچوڑتے اور منہ سے لگاتے ہی بدمست ہو جاتے وفورِ مستی میں کبھی تو کنیزوں کے گلے میں بانہیں ڈال دیتے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ اپنے عیش و آرام کو جاری رکھنے کے لالچ میں اس شہر مکہ کو دشمنوں سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔

کعبہ کے سامنے بادہ نوشی اور متعہ کی محفلیں:

اہل مکہ کی اخلاقی پستی کا یہ عالم تھا کہ کعبہ ہی کے سامنے شراب شہر کی محفلیں جمتیں۔ شراب و شعر کے ساتھ ایسی بے پر کی ہوائیاں اڑتیں کہ الامان۔ کعبہ کے ارد گرد تین سو بتوں کا نگار خانہ بنا ہوا تھا ان میں ہر ایک قبیلے کا بت جدا تھا۔ ان بتوں نے ان کے معاملات میں کیسے کیسے تصرفات کئے جس نے جو کچھ صحرا نشینوں، یمن کے رہنے والوں حیرہ کے منذر (قبیلہ) اور شام کے غسانی قبیلوں سے سن رکھا تھا۔ وہی حکایت سارے عرب میں بغیر کسی حقیقی سند کے حقیقی شہرت حاصل کر لیتی۔ مخاطبین میں کوئی سننے والا ہے یا نہیں بس ایک لاسلکی (آلہ خبر رسانی) ہے کہ جو اپنی طرف سے خبروں کو فضا میں دھکیل رہا ہے۔

ان واقعات کے ساتھ ہمسایہ ملکوں کے حالات اور بادیہ نشینوں سے حادثے بھی بیان کیے جاتے محفلیں بدمستی کے

Marfat.com

عالم میں اور بھی شباب پر آ جاتیں تو عقل و خرد کا دامن چھوٹ جاتا، بدمستی میں ایک دوسرے کے سامنے جوڑے ہم جفت ہو جاتے۔ یہ تماشے ان کے معبود اپنی پتھر کی آنکھوں سے دیکھتے، جس سے وہ یہ سمجھتے کہ ہمارے معبود نے ہماری تفریحات کو حوصلہ افزا نظروں سے دیکھا ہے۔ بلکہ یہ ہمارے مشاغل میں ہمارے معاون و مددگار ہیں۔ کیونکہ خانہ کعبہ قابل احترام ہے اور شہر مکہ امن و سلامتی کا گہوارہ۔ اس لیے یہاں جو کچھ کیا جائے قابل مواخذہ نہیں ہے۔

فتوی دیا ہے ساقی ابر بہار نے
توبہ کا خون بادہ کشوں پر حلال ہے

اہل مکہ نے خود یہ سمجھ رکھا تھا کہ نہ تو اہل کتاب میں سے کوئی شخص مکہ میں اقامت گزیں ہونے پائے نہ یہاں آ کر وہ اپنے دین اور کتاب کی حکایت بیان کر سکے اجنبی جو بھی آئے وہ یہاں صرف مزدوری کرنے کے لیے عارضی طور پر قیام کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ نہ تو نجران کی طرح نصاریٰ کا وطن مالوف بننے پایا نہ یثرب کی مانند سے ارض یہود بننے کی نوبت آئی۔ بلکہ وہ (کعبہ) محض ان بتوں کی وجہ سے حریم قدس بن گیا جو دوسروں کی یلغار سے مکہ کی حفاظت کرتے جس طرح عرب کے بادیہ نشیں اپنے محافظ آپ تھے۔ ان کی سب سے بڑی سلطنت ان کا اپنا استقلال تھا۔ انہیں نہ تو دو قبائل کا باہم تصادم پسند تھا۔ نہ ایک دوسرے کے معاملات میں دخل دینا پسند کرتے۔ نہ آپس میں گٹھ جوڑ کر کے ہمسایہ ممالک روم یا فارس کی طرح دوسری قوموں یا ملکوں پر حکومت کرنے کے منصوبے بناتے یہی وجوہ ہیں کہ ان سب کی ذہنیت یکساں اور سب کا دستور صحرا نشینی کی وہ زندگی تھی جس کے مطابق وہ ایک نخلستان سے اپنی ناقہ کی مہار موڑ کر دوسرے نخلستان میں پڑاؤ ڈال لیتے۔ ان کی زندگی کا جہاز صحراؤں میں قدم قدم پر صعوبت کے تھپیڑوں سے ٹکراتا رہتا لیکن وہ اپنی آزادی قائم رکھنے کے لیے ان مصیبتوں کا استقبال خندہ پیشانی سے کرتے۔

مکہ شہر کی تقسیم آبادی کے درجات:

ان کے رہائشی مکانات نزدیک اور دور کی صورت میں مناصب کی ترتیب کے لحاظ سے تین حصوں میں بٹے ہوئے تھے۔

☆ قریش کے مناصب سقایت و رفادت اور کعبہ سے متعلقہ جملہ اختصاصات کی بنا پر ان کی حویلیاں کعبہ کی دیواروں سے ملی ہوئی تھیں اور معلوم ہے کہ بعض اوقات ان مناصب کے لیے باہم جنگوں کا خطرہ بھی بڑھ جاتا جیسا کہ کعبہ کے تذکرہ میں (قبل ازیں) گزر چکا ہے۔
لیکن اس قبضہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کی غرض سے بتان کعبہ کے سامنے بیٹھ کر اہل مناصب کی تقرری پر ایک دستاویز لکھ کر کعبہ میں محفوظ کر دی گئی۔ تا کہ خلاف ورزی کرنے والے انہی معبودوں کے قہر و غضب میں مبتلا ہو جائیں۔

☆ دوسرے حصے میں قریش کی حویلیوں کے بعد ان لوگوں کے مکانات تھے جو وجاہت میں ان (قریش) سے دوسرے درجے پر تھے مگر اپنے سوا اوروں سے افضل۔

☆ تیسرے حصے میں یہودی اور نصرانی مزدوروں اور غلاموں کی جھونپڑیاں تھیں۔ جن کا دوسرا رخ صحرا کا دامن تھا! انہیں شہر کے بیرونی رخ پر اس لیے آباد کیا گیا کہ ان کی مذہبی بات چیت کی آواز قریش اور اہل بستی کے کانوں تک نہ

Marfat.com

پہنچے۔ تا کہ اہل کتاب میں سے کسی کے دین کی طرف ان کا میلان نہ ہونے پائے۔ حالانکہ اہل مکہ سیر و سیاحت یا تجارت کے سلسلہ میں ادھر سے ادھر آتے جاتے۔ ان کے کلیساؤں اور کنیساؤں کے پاس سے گزرتے ہوئے ایسی تمام مذہبی باتیں سنتے چلے آ رہے تھے۔

ابوسفیان کی نبی موعود کے تصور سے اظہار برہمی:

لیکن قریش کا اہل کتاب کو شہر سے باہر ایک کنارے پر آباد کرنے کا یہ منشا نہ تھا کہ انہیں ان کی باتیں سن کر یہودی یا نصاریٰ ہو جانے کا ڈر تھا بلکہ یہ خود یہودی اور نصاریٰ دونوں آنے والے پیغمبر کے منتظر تھے۔ جس کا ذکر وہ اکثر ایک دوسرے سے کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس رسول کا عربوں میں ہی ظہور ہوگا۔ خود عرب بھی ان سے اس حقیقت کا اظہار ان کی زبان سے سن چکے تھے۔ ایک روز امیہ بن ابی صلت یہی تذکرہ کسی رہبان کی حکایت میں کر رہے تھے کہ ابو سفیان نے سن لیا اور ان سے خفا ہو کر کہا آپ کو معلوم نہیں مسیحی راہب یہ تذکرہ اپنے دین سے ناواقف ہو جانے کی وجہ سے کرتے ہیں تا کہ ایک اور نبی آئے اور ان کو پھر ان کا دین سمجھائے۔ لیکن ہمیں نبی کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اپنے بتوں کے حضور سرنگوں ہیں۔

"لیقربونا الی اللّٰہ زلفی" (4:34)

(تا کہ ہمارے یہ معبود ہمیں خدا سے قریب کر دیں)

اس لیے ہمیں ایسی بات کی مخالفت کرنی چاہیے۔ ابوسفیان جو اپنے زاد بوم (مکہ) اور معبود بتوں کی محبت میں سرشار تھے۔ انہیں یہی کہنا چاہیے تھا۔ جس میں کسی نبی کے آنے کی خبر ہو ابوسفیان جن کی جائے ولادت مکہ معظمہ تھی اور بتوں کی محبت ان کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ کاش! ان کو معلوم ہوتا کہ ہدایت کا زمانہ قریب ہو چکا ہے۔ ظہور اکبر کا وقت آ ہی چکا ہے۔ جس نور کے سامنے بتوں کی تاریکی اپنا منہ چھپائے گی نہ صرف مکہ اور عرب بلکہ تمام عالم اس نور ہدایت سے فیض یاب ہوگا! دنیا میں توحید کی ضیا پھیلے گی۔ کلمۃ الحق سے لوگوں کو قوت ایمان نصیب ہوگا۔

جوں ہی حضرت عبداللہ نے جوانی میں قدم رکھا ان کے حسن و جمال کے چرچے عورتوں میں شروع ہو گئے۔ خصوصاً جب مکہ کی عورتیں یہ تصور کرتیں کہ حضرت عبداللہ کی جان اللہ تعالیٰ کی نظر میں کتنی قیمتی تھی کہ اُس نے ایک سو اونٹ سے کم ان کی جان کا سودا کرنا پسند ہی نہیں کیا۔ تو ان کے دلوں میں حضرت عبداللہ کی عزت دوبالا ہو جاتی ان تمام خوبیوں کے باوجود کسے خبر تھی کہ حضرت عبداللہ اس عظیم و برتر بیٹے (سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ) کے والد گرامی ہونے کا شرف پانے والے ہیں۔ جن کا نام تاریخ بڑے فخر کے ساتھ دہراتی رہے گی اور اس عظیم الشان قریشی نونہال کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف و امتیاز صرف اور صرف آمنہ بنت وہب کی تقدیر میں لکھا تھا (ان) دونوں کا عقد ہو گیا۔ لیکن عبداللہ بن عبدالمطلب تزویج سے چند ماہ بعد ایسے بیمار ہوئے کہ اب آ کر انہیں موت کے منہ سے بچانے کے لیے فدیہ کی کوئی نوعیت بھی کارگر نہ ہو سکی آہ! عبداللہ آسودہ ہو گئے جناب آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے نور نظر محمد ﷺ کے ظہور تک زندگی کے جھولنے میں جھولتی رہیں مگر اجل کا فرشتہ ان کی بھی تاک میں تھا اور اپنے عظیم فرزند محمد ﷺ کے بچپن میں ہی عالم بقا کو روانہ ہو گئیں۔

......☆☆☆......

Marfat.com

آنحضرت ﷺ
کی ولادت
اور
طفولیت

Muhammad From Birth to Marriage

Marfat.com

عہد ولادت سے تزویج تک عبداللہ بن عبدالمطلب کا نکاح

مکہ پر ابرہہ حبشی (والی یمن) کی چڑھائی کے زمانہ میں عبدالمطلب کا سن مبارک ستر سال کے قریب تھا اور ان کے نونہال (سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ) گلستان زندگی کی چوبیسویں بہار دیکھ رہے تھے والد محترم نے ان کی شادی کا فیصلہ کیا جو سیدہ آمنہ بنت وھب سے طے پائی۔ سیدہ آمنہ بھی قبیلہ قریش میں سے ہی ہیں۔ شجرہ مبارک یہ ہے۔

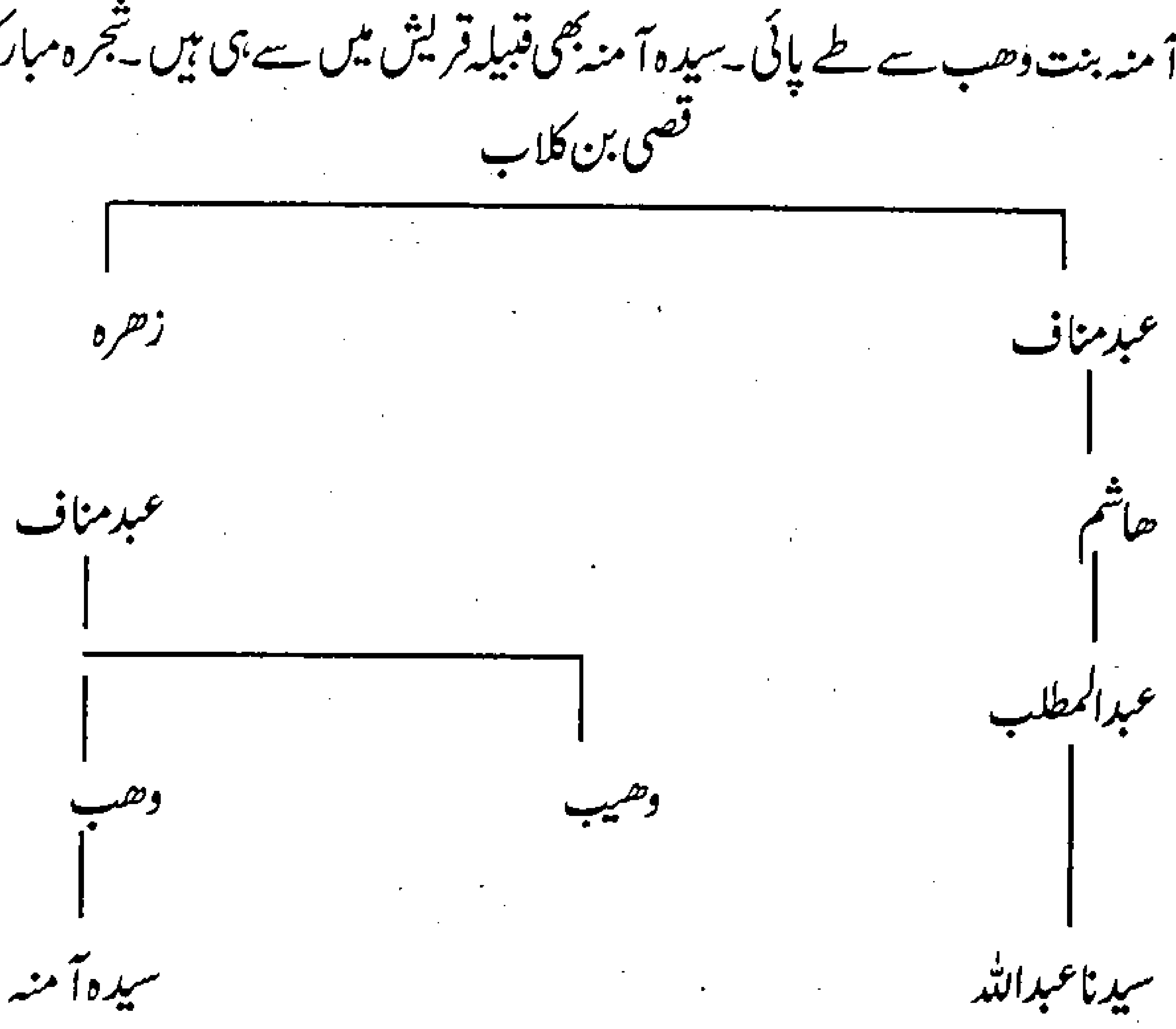

ایک دن جناب عبدالمطلب جناب عبداللہ کو ساتھ لے کر بنو زہرہ کے ہاں تشریف لے گئے اور وہب سے ان کی صاحبزادی آمنہ کا عبداللہ سے رشتہ طے پایا۔ بعض مورخین کے نزدیک اس وقت وہب کا انتقال ہو چکا تھا۔ عبدالمطلب نے یہ درخواست ان کے بھائی وھب (ب 5) سے کی تھی۔ جو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے عم بزرگوار اور سرپرست بھی تھے۔ نکاح کے بعد مسلسل تین دن تک عربوں میں رائج رسم کے مطابق ان کے گھر میں ہی رہے چوتھے روز دولہا اور دلہن جناب عبدالمطلب کے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ جس روز عبداللہ کی رسم تزویج مکمل ہوئی اسی روز عبدالمطلب نے جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھی ہالہ (ہمشیرہ وہب و وہیب) سے عقد کیا اور جس سن میں حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہوئی، اس سال میں بی بی ہالہ کے بطن سے بھی فرزند پیدا ہوئے۔ ان کا نام حمزہ ہے (سید الشہداء) رسول اللہ ﷺ کے عم بزرگوار اور برادر رضاعی بھی ہیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جناب عبداللہ تجارت کے سلسلہ میں شام تشریف لے گئے۔ اس وقت سیدہ آمنہ کا نخل امید بار آور ہو چکا تھا اور جب عبداللہ اس خوشخبری کو اپنے ساتھ اپنے سفر میں لے گئے تھے۔

Marfat.com

جناب عبداللہ کی شام سے واپسی اور مدینہ منورہ میں قیام:

جناب عبداللہ نے کچھ عرصہ غزہ میں رہنے کے بعد مکہ معظمہ واپس ہوتے ہوئے کچھ عرصہ مدینہ منورہ قیام فرمایا۔ یہاں ان کے ننھیال تھے۔ سفر کی تھکن بھی دور کرنا مقصود تھی۔ لیکن جناب عبداللہ وہاں بیمار پڑ گئے اور ان کے ساتھی چند روز تک ان کی صحت کا انتظار کرنے کے بعد روانہ ہو گئے۔ عبدالمطلب نے اپنے فرزند کی علالت کا جب ان کو علم ہوا تو اپنے بڑے بیٹے حارث کو مدینہ بھیجا مگر عبداللہ اپنے ساتھیوں کے مدینے سے جانے کے ایک ماہ بعد فوت ہو چکے تھے۔ حارث اس دکھ بھری خبر کے ساتھ مکہ پہنچے تو بی بی آمنہ جو اپنے شوہر کی بے چینی سے منتظر تھیں یہ خبر سن کر بہت مغموم ہو گئیں۔ عبدالمطلب بھی اس خبر سے غمزدہ ہو گئے۔ عبداللہ ان کے سب سے زیادہ پیارے بیٹے تھے جن کی زندگی کے فدیہ میں ایک سو اونٹ کی قربانی کی گئی تھی۔

جناب عبداللہ کا ترکہ:

انہوں نے اپنے بعد (پانچ) اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کو بطور ترکہ کے چھوڑا۔ جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ام ایمن ہی نے حضور ﷺ کی دیکھ بھال کرنے والی۔ حضرت عبداللہ کا اتنا ترکہ ان کی دولت مندی کا ثبوت تو نہیں بن سکتا لیکن ان کے فقر و فاقہ میں گھرے رہنے کی نفی کے لیے تو کافی ہے پھر ابھی ابھی جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے زندگی کے اس دور میں قدم رکھا تھا جس میں ایک نوجوان معیشت کے لیے اپنی سعی کا دامن وسیع کر سکتا ہے وہ اس جہان فانی سے رخصت فرما گئے۔

آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت:

570ء میں سیدہ آمنہ کے بطن سے بروز پیر اس دن سیدنا محمد مصطفی ﷺ کی ولادت ہوئی۔ یہ خبر فوراً جناب عبدالمطلب کو پہنچائی گئی۔ انہیں اپنے مرحوم فرزند عبداللہ کی نسل جاری ہونے سے بے حد مسرت ہوئی۔ وہ جلدی جلدی محل سرائے میں تشریف لائے۔ مولود کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر کعبہ میں لے گئے (جہاں) ان کا نام محمد (ﷺ) رکھا۔ اس نام کی خوبی میں انوکھا پن یہ تھا کہ اہل عرب اس نام سے آشنا ضرور تھے لیکن اس سے پہلے یہ نام کسی کے نصیب میں نہیں آیا تھا۔

سن، ماہ، یوم ولادت اور وقت میں اختلاف:

ولادت سال	دوسرا گروہ	تیسرا گروہ	چوتھا گروہ	پانچواں گروہ	چھٹا گروہ
ابرہہ کے مکہ پر حملہ کا دن	ابرہہ کے حملہ کا سال (570ء میں	اس (سال) سے (15) روز بعد	اس سال میں چند یوم سے لے کر 2 سال بعد تک!	اس سال کے تین ماہ بعد!	اس سے (70) ماہ بعد!
ماہ ولادت اکثر مورخین					
ربیع الاول	ماہ محرم	ماہ صفر	ماہ رجب	ماہ رمضان	

Marfat.com

ماہ ربیع الاول میں ولادت مبارک کے مویدین اس ماہ کی تاریخ میں 3, 9, 10 اور ابن اسحاق مؤلف سیرۃ کی روایت 12 ہے۔ اسی طرح تولد میں دن تھا یا شب، دو مختلف آراء ہیں کوسان برسگال تاریخ عرب میں 2 اگست 570ء (عام الفیل) کے دولت خانہ میں تقریب ولادت باسعادت کا ذکر کرتے ہیں۔

رسم عقیقہ اور اسم گرامی کی مناسبت:

عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی ولادت سے ساتویں دن اونٹ ذبح کر کے قریش کو دعوت پر بلایا، مدعوین نے مولود کا نام (نامی) سن کر عبدالمطلب سے پوچھا۔ ''آپ نے محمد نام میں کیا خوبی دیکھی جو اپنے تمام بزرگوں کے نام نظر انداز کر دیئے؟ فرمایا: ''اس توقع پر کہ ارض و سما دونوں جگہوں میں میرے فرزند کی تعریف۔''

دایہ گیری:

عرب کے معزز گھرانوں میں شیر خوار بچوں کو دایہ کی سپردگی میں دینے کا رواج شدت سے تھا۔ ولادت کے سات روز بعد بچہ دایہ کے حوالے کر دیا جاتا اور آٹھ سے لے کر دس سال کے سن سے قبل والدین کے پاس نہ لوٹتا۔ دودھ پلانے والی بیبیاں بادیہ نشین قبائل سے تھیں جو ہر سال مکہ معظمہ میں اسی غرض سے آتیں۔

سیدہ آمنہ قبیلہ بنی سعد کی کسی دایہ کے لیے چشم براہ تھیں جن کی محترمات کو بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ لیکن اس وقفہ کے دوران سیدہ آمنہ نے آنحضرت ﷺ کو دودھ پلانے کے لیے محترمہ ثویبہ کے سپرد کر دیا۔ ثویبہ ابولہب کی کنیز تھیں۔ انہیں محترمہ کو جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلانے کا اعزاز حاصل ہے جو حضور اکرم ﷺ کے عم بزرگوار (چچا محترم) تھے ثویبہ نے آپ کو چند ہی روز دودھ پلایا تھا مگر مولود مسعود کی محبت ان کے دل میں راسخ ہو گئی۔ وہ جب تک زندہ رہیں آپ کو دیکھنے کے لیے تشریف لاتی رہیں حضور ﷺ ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آئے۔ ثویبہ کا انتقال ہجرت کے ساتویں سال میں ہوا۔ ان کے بطن سے ان کے ایک بیٹے مروح تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ دودھ پیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ان کی مالی امداد کرنے کی کوشش کی۔ مگر معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

حضورؐ حلیمہ سعدیہ کی آغوش میں:

بنو سعد کی دایہ عورتیں اس سال شہر (مکہ) میں پہنچ گئیں۔ مگر وہ یتیم بچوں کے لینے کی روادار نہ تھیں کہ ان کی بیوہ مائیں ان کا معاوضہ کہاں سے پورا کریں گی۔ جن بچوں کے باپ ان کے سر پر موجود تھے۔ ان میں سے ایک ایک بچہ انہوں نے لے لیا۔ بی بی آمنہ کے جانے کی طرف ان کے یتیم ہونے کی وجہ سے کسی دایہ نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ ان میں حلیمہ سعدیہ (بنت ابوذویب) بھی تھیں جو پہلی مرتبہ آپ کو یتیم جان کر چھوڑ گئیں لیکن سعادت جب مقدر میں لکھی جا چکی تھی ٹوٹتی کیسے۔ انہیں کوئی دوسرا شیر خوار بچہ نہیں ملا اور اس کے ساتھی قافلہ نے واپسی کی تیاریاں بھی کر لیں تب حلیمہ سعدیہ نے اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ (جو اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے) سے کہا۔

مکہ سے خالی ہاتھ جانا بے حد ندامت کا باعث ہے۔ اگر آپ مشورہ دیں تو میں بنو ہاشم کے یتیم ہی کو لے لوں؟

Marfat.com

حارث نے جواب دیا۔

"لا علمك ان لا تفعلی عسى الله ان یجعل لنا فیه بركة

اس بچے کو ضرور لے لو امید ہے کہ اس میں خدا ہمارے لیے برکت کرے گا۔

چنانچہ حلیمہ آئیں اور بی بی آمنہ کے دریتیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ساتھ لے کر اپنے قافلہ کے ساتھ صحرا کی طرف روانہ ہوگئیں۔

برکات کا نزول شروع ہو گیا گھر پہنچی تو میری بکریاں پہلی غذا ہی سے فربہ ہوتی گئیں اور ان کے تھنوں میں دودھ نے ٹھاٹھیں مارنا شروع کر دیا۔

آپ نے زمانہ شیر خوارگی کے ابتدائی دو سال صحرا کی وسعتوں میں گزارے حلیمہ سعدیہ آپ کو دودھ پلاتیں۔ ان کی بیٹی شیما آپ کو کھلاتیں۔ بیابان کی صاف وشفاف کھلی فضا اور گرم ہوائیں آپ ﷺ کے جسم کی نشوونما کا اعزاز حاصل کرتی رہیں۔ صحرا کی زندگی بسر کرنے سے آپ کی زیبائی اور اعضا میں تناسب پوری طرح ابھر آئے رضاعت کے دو برس پورے ہو جانے کے بعد حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے آئیں۔ مگر سیدہ آمنہ کی درخواست پر حلیمہ سعدیہ انہیں پھر واپس لے گئیں ایک روایت کے مطابق جناب آمنہ نے نہیں بلکہ سیدہ حلیمہ سعدیہ نے ہی آپ کو اپنے ساتھ واپس لے جانے کے لیے اصرار کیا، ان کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ ذرا اور بڑے ہو جائیں اور شہر مکہ میں پھیلی ہوئی وبا سے بھی محفوظ رہیں۔ جو اس وقت مکہ میں کئی جانوں کی ہلاکت کا سبب بنی ہوئی تھی۔ اس طرح دوسرے دو سال بھی آپ نے صحرا ہی کے وسیع دامن میں گزارے۔ جس سے آپ کی توانائی اور بھی مضبوط ہو گئی۔

حضورؐ کی شق صدر:

ایک دن آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ خیمہ کے پیچھے بکریوں کے ریوڑ میں تشریف لے گئے وہاں دو سفید پوش شخص آئے انہوں نے آپ ﷺ کو اٹھایا۔ ایک طرف لٹایا آپ کے سینے کو چیر کر اس میں سے کچھ نکالا، یہ سب دیکھ کر آپ کا رضائی بھائی بھاگا ہوا خیمہ کے اندر آیا اور سارا ماجرا سنایا۔ حلیمہ اپنا اور اپنے شوہر دونوں کا چشم دید واقعہ ان لفظوں میں روایت فرماتی ہیں:

"جس وقت ہم وہاں پہنچے تو آپ کھڑے تھے اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ پہلے میں نے اور پھر آپ کے باپ نے آپ کو چھاتی سے چمٹایا اور دونوں نے بیک زبان دریافت کیا۔

"اے ہمارے فرزند! کیا معاملہ ہے؟

جواب دیا۔

"سفید براق پوشاک پہنے ہوئے دو اجنبی شخص آئے اور مجھے زمین پر لٹا کر میرا سینہ چیر دیا۔ وہ میرے سینے کی خلاء میں کچھ تلاش کر رہے تھے۔

یہ سن کر حلیمہ اور ان کے شوہر اپنے خیمہ میں واپس ہو لیے۔ شوہر نے خوفزدہ ہو کر کہا کہیں اس بچہ کو آسیب تو نہیں ہو گیا؟ اسی خوف میں وہ آپ ﷺ کو سیدہ آمنہ کے پاس "مکہ" لے آئے یہ روایت ابن اسحاق نے روایت کی ہے اور اس

Marfat.com

کی تائید میں فرماتے ہیں کہ آپ کا مکہ معظمہ لے جانا تو ثابت ہے۔لیکن شق صدر کی وجہ سے نہیں بلکہ حلیمہ نے سیدہ آمنہ سے عرض کیا: اے بی بی! اب ہمارے لیے صاحبزادہ کو اپنے پاس رکھنے میں بڑی دشواری ہوگئی ہے۔اس روز حبشہ کے نصاریٰ کا ایک قافلہ ہمارے خیموں کے قریب سے گزرا تو صاحبزادہ کو دیکھ کر سب نے اپنے اپنے اونٹوں کی مہاریں کھینچ لیں، صاحبزادہ کی طرف نہایت غور سے دیکھنے کے بعد کئی سوال مجھ سے بھی کیے۔آخر میں مجھ سے کہا ہم کو اس بچے کو اپنے ملک میں لے جانے کی اجازت دیجیے۔اس بچہ کی ذات کے ساتھ ایک عظیم الشان ظہور وابستہ ہے۔ جسے ہم اہل کتاب سمجھتے ہیں۔

صحرائی بود و باش میں جسم کی توانائی:

آپ نے (قبیلہ) بنی سعد میں زندگی کے ابتدائی (5) سال جو بسر کیے تو اس سے صحرا کی کھلی اور پاکیزہ فضا نے آپ کے بدن میں استقلال کی بنا مستحکم تر کر دی، بنو سعد کی فصیح تر زبان عرب کے فصیح تر لوگوں میں بولی جاتی تھی۔جس میں آپ کو پوری پوری مہارت حاصل تھی۔جس کا اظہار آپ نے صحابہ کے سامنے یوں فرمایا۔

انا عربکم انا قرشی و ا رضعت فی بنی سعد بن بکر

"میں عرب ہونے کی حیثیت سے تم سب سے کامل ہوں، مجھے اپنے قریشی ہونے پر بجا طور پر فخر ہے اور اس پر بھی نازاں ہوں کہ میری رضاعت بنی سعد میں ہوئی۔

صحرا کی ابتدائی زندگی کے پنج سالہ قیام نے آپ پر کیا اثر کیا؟ حلیمہ اور ان کا پورا خاندان آپ کی محبت و تکریم کا ماویٰ بنے رہے۔ایک مرتبہ مکہ اور اس کے نواح میں قحط نمودار ہوا۔جناب حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ہاں تشریف لائیں۔اس وقت سیدہ خدیجہؓ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی شادی ہو چکی تھی۔آپ ﷺ نے اپنی بیوی کے مال میں سے ایک اونٹ، جس پر پانی کے بھرے ہوئے مشکیزے چھلک رہے تھے، چالیس بکریوں کا ریوڑ اپنی رضاعی والدہ کو تحفہ میں پیش کیے۔جناب حلیمہ سعدیہ جب بھی تشریف لاتیں تو ان کی نشست کے لیے اپنی چادر بچھاتے۔اسی طرح جب قبیلہ ہوازن کے قیدیوں میں آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیما گرفتار ہو کر آئیں تو حضور ﷺ نے شیما کو ان کی درخواست پر عزت و اکرام کے ساتھ رہا کر دیا۔

عبدالمطلب کی کفالت:

عبدالمطلب نے اپنے پوتے کی تربیت اپنے ہی ذمے رکھی اور اس میں کوئی کمی نہ آنے دی وہ قریش کے سردار اور مکہ کے فرمانروا تھے کعبہ کے سامنے قریش کے لیے جو فرش بچھائے جاتے۔اس کے درمیان میں عبدالمطلب تشریف فرما ہوتے اور کناروں پر ان کے دوسرے صاحبزادے ادب اور قرینہ سے تشریف فرما ہوتے مگر جب حضرت محمد ﷺ تشریف لاتے تو بلا جھجک حلقہ سے گزر کر دادا کے پاس چلے آتے اور وہ انہیں اپنے قریب جگہ دیتے، غرض یہ کہ عبدالمطلب اپنی تمام زندگی آپ ﷺ کے ساتھ نہایت لطف و محبت سے پیش آتے رہے۔جب سیدہ آمنہ آپ ﷺ کو ہمراہ لیے ہوئے اپنے میکے قبیلہ نجار میں لائیں۔(اس سفر میں بی بی اُم ایمن بھی ان کے ہمراہ تھیں) تو مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے آپ کی والدہ نے وہ مکان دکھایا۔جہاں آپ کے والد گرامی نے داعی اجل کو لبیک کہا اس کے بعد آپ کو ان کے مزار پر لے گئیں۔

Marfat.com

جس سے آپ کے دل میں پہلی مرتبہ اپنی یتیمی کا احساس موجزن ہوا۔ جناب آمنہ رضی اللہ عنہا پہلے بھی آپ کے والد کے حالات اور موت کا سانحہ آپ کو سنایا کرتیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اس پہلے سفر کے سب واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی زبان مبارک سے سنائے۔

مدینہ سے واپسی اور سیدہ آمنہ کی رحلت:

مدینہ میں ایک مہینہ قیام کے بعد جناب آمنہ مکہ معظمہ واپس آتے ہوئے مدینہ سے 43 میل پر اور جحفہ کے درمیان واقع ابواء نامی مقام پر پہنچ کر سخت بیمار ہوگئیں اور اسی بیماری میں اسی مقام پر ملک بقا کو روانہ ہوگئیں انہیں ابوا میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔

مدینہ سے واپسی اور سیدہ آمنہ کی رحلت:

مدینہ میں ایک مہینہ قیام کے بعد جناب آمنہ مکہ معظمہ واپس آتے ہوئے مدینہ سے 43 میل پر اور جحفہ کے درمیان واقع ابواء نامی مقام پر پہنچ کر سخت بیمار ہوگئیں اور اسی بیماری میں اسی مقام پر ملک بقا کو روانہ ہوگئیں انہیں ابوا میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔

ابواء میں صرف ام ایمن رضی اللہ عنہا باقی رہ گئی تھیں۔ تنہا وہی آپ کو مکہ میں لائیں۔ والدہ کو اپنے سامنے دفن ہوتے دیکھ کر آئینہ دل پر یتیمی کی چوٹ ایسی لگی کہ تمام دنیا تاریک ہوگئی۔

مصائب میں مشیت کی دستگیری:

مذکورہ المیہ کے بعد اگرچہ جناب عبدالمطلب کی شفقت ومحبت میں اور اضافہ ہوگیا۔ مگر باپ اور اس کے بعد ماں دونوں کے مرنے کا داغ ایسا نہ تھا جو یونہی دل سے مٹ جائے۔ ان مصائب میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشفی کے سامان فراہم کیے۔ قرآن مجید میں ان میں دو ایک واقعات کا تذکرہ بایں الفاظ ملتا ہے۔

الم یجدك یتیما فاوی ووجدك ضالاً فهدی

''کیا اُس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''۔

عبدالمطلب کی وفات:

ابھی حضور ﷺ اس صدمہ کو نہ بھول پائے تھے کہ ایک اور ناقابل تلافی صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ حضور ﷺ کے دادا اس دنیا فانی سے رخصت ہوگئے۔

خداوندا یہ کیا ہو رہا ہے! اس یتیم کے سرپرست ذرا ذرا وقفے کے بعد کیوں بدلے جا رہے ہیں!

آپ نے جس طرح اپنی والدہ ماجدہ کو اپنے سامنے دم توڑتے دیکھا اسی طرح شفیق دادا کی روح آپ کے دیکھتے دیکھتے ان کے دامن حیات سے ہاتھ جھٹک کر غائب ہوگئی۔ ابھی والدہ کے صدمہ سے آنسو بند نہ ہونے پائے تھے کہ دادا کی مفارقت سے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ برستی آنکھوں سے دادا کی میت کے ہمراہ چلے اور لحد میں رکھنے تک اس ''پیر لاشہ'' کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے۔ (یہ مصنف کا اپنا تاثر ہے)

Marfat.com

ابو طالب کی کفالت:

عبدالمطلب کی رحلت کے بعد ان کے نامور صاحبزادے اور جانشین ابو طالب نے آپ ﷺ کی کفالت اپنے ذمہ لی۔ اگر چہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی ہر ممکن دل جوئی کی۔ لیکن ایسا کوئی لمحہ نہ ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ جناب عبدالمطلب کا ذکر نہ کرتے۔ ابو طالب کی کفالت نہ صرف زمانہ طفولیت تک بلکہ بعثت و تبلیغ کے ابتدائی زمانہ تک رہی۔ یہاں تک کہ ابو طالب بھی انتقال کر گئے۔

کے دنیا چھوڑ جانے سے بنو ہاشم کے وقار پر ایسی کاری ضرب لگی کہ گویا وہ بہاریں انہی کی زندگی سے وابستہ تھیں۔ مگر آج دنیا ان کی نظر میں تیرہ و تار ہو گئی اور زندگی کے وہ تمام سہارے ٹوٹ گئے جن پر خاندان اپنا فخر محسوس کرتا تھا۔

عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے نہ تو کسی میں باپ کا سا عزم و قوت تھی نہ ان کی سی اصابت رائے، نہ ویسی سخاوت و بخشش۔ نہ کسی کا ان کی طرح عرب پر اقتدار اور رعب عبدالمطلب حاجیوں کو دعوتیں کھلاتے، اُن کے پینے کے لیے میٹھے پانی کا انتظام کرتے۔ اہل مکہ پر اُن کی شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی ان میں سے کسی پر مشکل پڑتی تو یہ ان کے لیے سینہ سپر ہو جاتے۔ مگر ان کے بیٹوں میں سے کوئی بھی ان کے پایہ کا جانشین نہ بن سکا۔ بعض اپنی مفلسی کی وجہ سے بے بس تھے تو بعض دولت کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے میں کوشاں، ان لوگوں کی یہ کمزوری دیکھ کر ان کے خاندانی حریفاں بنو امیہ جو کبھی سے ان کے مناصب پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے۔ مگر وقت نے آج ان کے لیے مساعدت کا ہاتھ بڑھایا وہ کسی مزاحمت کے بغیر ہاشمیوں کے ان اعزازات پر قابض ہو گئے جو مدت سے ان کے لیے وقف تھے۔ صورتحال یہ تھی۔

فرزندان عبدالمطلب میں! ابو طالب تھے سب بھائیوں میں چھوٹے اور غریب الحال تھے مگر اپنے برادر زادہ کی کفالت کا بار خندہ پیشانی سے اٹھالیا۔

☆ حارث سب میں بڑے اور دولت میں متوسط الحال تھے۔

☆ عباس صاحب ثروت تھے مگر ہمہ وقت دولت بڑھانے کے لیے حریص، اسی ذوق کی وجہ سے باپ کے مناصب میں سے صرف سقایت (حاجیوں کے لیے آب شیریں بہم پہنچانا) قبول کی مگر رفادت (دعوت حجاج) سے مالی خرچ کی بنا پر دامن بچالیا۔

☆ ابو طالب غربت کے باوجود قریش میں عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے۔ ابو طالب نے انتہائی کم مدت میں یہ جان لیا کہ ذہانت، نیکی، شرافت نفس اور حسن کردار میں سے کوئی ایسا جوہر نہیں جو حضور ﷺ میں بدرجہ اتم موجود نہ ہو۔ بلکہ ان کی اولاد سے کہیں زیادہ آپ ﷺ کے یہ اوصاف ہی ابو طالب کے دل میں ان کی اہمیت وعزت، محبت و شفقت کے اضافہ کا سبب بنتے گئے۔

آنحضرت ﷺ کا شام کی طرف پہلا سفر اور بحیرا راہب سے ملاقات:

ابو طالب نے تجارت کی غرض سے شام کا ارادہ کر لیا اور سفر کی صعوبتوں اور عبور صحرا میں دشواریوں کے خوف سے آپ کو ہمراہ لے جانا مناسب نہ سمجھا۔ سن مبارک بھی ہنوز 12 سال سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کے تمام خدشات کو غلط ثابت کر دیا۔

Marfat.com

اس سلسلہ میں کتب سیرت میں دو روایتیں بیان کی گئی ہیں۔

☆ بصرہ میں راہب موصوف نے دیکھتے ہی کہا کہ سیدنا مسیح کے بعد آنے والے نبی کی پوری نشانیاں ان کی ذات میں جمع ہیں۔

☆ راہب نے ابوطالب سے اصرار کیا کہ آپ انہیں شام میں نہ لے جایئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی ان میں نبوت کے آثار بھانپ لیں اور ان کے درپے آزار ہوں۔

سفرِ شام کے قدرتی مناظر:

شام کا صوبہ مکہ سے بہت دور واقع ہے اس طویل اور مہینوں کے سفر میں آپ نے صحرا کی بیکراں وسعت اور فلک دوار پر چمکتے ہوئے تاروں کی جھلملاہٹ دیکھی، راستہ میں مدین [1] میں انہی کی زبان سے ان کے ماضی و حال کی داستانیں آویزۂ گوش ہوئیں۔

سرزمین شام کے گھنے اور میوہ دار باغوں نے طائف کے پر بہار باغیچوں کی منزلت تو پہلے ہی سے کم کردی تھی۔ لیکن چمنستان شام کے مقابلہ میں مکہ کی وادی (غیر ذی زرع) اس کی خشک اور بے آب و گیاہ پہاڑیاں جن میں آپ کے لیے بہشت کا سا منظر تھا۔ انہیں آپ کسی مقام و منظر پر فراموش نہ کر سکے۔

شام کی مذہبی تقریبات:

شام میں آ کر آپ نے سب سے پہلے مسیحی پیشواؤں کو دیکھا، آتش پرست زرتشت علماء کے ساتھ ان کے مکالمات سے بارہ سال کے سن میں روحانی ملکہ، وفورِ ذکاوت، کمالِ فراست، دقتِ نظر اور قوتِ حفظ ہر ایک صفت اس حد تک پہنچ چکی تھی۔ جو رسالت جیسے اہم منصب کے اہل کے بغیر کسی اور شخص میں جمع نہیں ہو سکتی۔

کچھ عرصہ بعد ابوطالب اس سفر سے واپس لوٹ آئے۔ مگر اس مرتبہ انہیں تجارت میں زیادہ نفع حاصل نہ ہوا۔ نہ اس کے بعد کبھی تجارتی سفر کا ارادہ کر سکے۔ مکہ ہی میں رہ کر اپنی پونجی کے سہارے اپنے کثیر التعداد کنبے کی سرپرستی فرماتے رہے اور حضرت محمد ﷺ بھی پوری قناعت کے ساتھ زندگی کے یہ دن گزارتے تھے۔ اس اثناء میں ابوطالب کی معاونت میں جو کام بھی آپ کے قابل ہوتا اسے سرانجام دیتے رہے۔

ماہ ہائے حرم:

عربوں میں حرمت والے 4 مہینے، ذی قعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب ہوتے ہیں ان میں کبھی تو ابوطالب گھر ہی میں رہتے کبھی ایسا ہوتا کہ شہر سے باہر (ان مہینوں میں) جو موسمی رونقیں جمتیں ان میں سیر و تفریح کے لیے تشریف لے جاتے۔ اس تفریح میں ان کے تمام عزیزوں کے علاوہ برادرزادہ (ﷺ) کی ذات گرامی بھی اپنے چچا کے ساتھ ہوتی۔ یہ رونقیں

---

(۱) ''یہ شہر زیادہ تر اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کے نام سے مدائن صالح کہلاتا ہے'' (ارض القرآن: سید سلیمان ندوی: جلد 1) سے گزرے، وادی القریٰ (''مدینہ سے کچھ آگے بجانب شمال وہ میدان واقع ہے جہاں ثمود کا قبیلہ آباد تھا۔ یہ ''جوف'' اور ''وادی القریٰ'' کے نام سے مشہور ہے۔ پایہ تخت کا نام حجر تھا۔ جس کا قرآن میں بھی ذکر آیا ہے''

Marfat.com

بازار میں تین مقامات پر لگتیں۔

سوق العکاظ:

مقام نخلہ اور شہر طائف کے وسط میں واقع ہے یہ یکم ذی قعدہ سے لے کر بیسویں تاریخ تک رہتا۔

سوق ذی المجاز:

یہ بازار عرفات سے ایک فرسخ اور موضع کبکب کے پڑوس میں لگتا۔

سوق المجنہ:

ان تمام بازاروں کی رونقوں میں مکہ کے قرب و جوار کے مشہور راوی (روایتیں بیان کرنے والے) اپنے اسلاف کے کارنامے بیان کرتے اور شعراء اپنا اپنا معرکۃ الآراء کلام سناتے جن کا ایک ایک مصرع سننے والوں کی روح میں اس طرح آگ سلگا دیتا جیسے:

غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا
ان خاموش مجموعوں میں

بادیہ نشینوں کی سادہ ترنم کے ساتھ نغموں کی لہریں جب کانوں سے ٹکراتیں تو سننے والوں پر عجیب و غریب کیفیت پیدا ہو جاتی گویا

کوئی دھیمے سروں میں گا رہا ہے
کلیجہ ہے کہ منہ کو آرہا ہے

عرب کے شعراء کو اپنی فرضی عشق کی داستانیں مرتب کرنے کا خاص ملکہ تھا۔ وہ اپنے اپنے شاہکار کی نمائش کا بہترین موقع سوق عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کو سمجھتے جن میں وہ اپنی اپنی مفروضہ محبوبہ کی خود ساختہ کہانیاں جھوم جھوم کر سناتے اور سننے والوں کے دل تڑپ تڑپ کر رہ جاتے اسی طرح انہیں اپنی بہادری اور مبارزت طلبی کے مبالغہ در مبالغہ میں اس قدر طلاقت لسانی حاصل تھی۔ جس سے سامعین کی رگ رگ میں خون کھول اٹھے۔ اسی طرح کے انداز (بڑے بول) میں وہ اپنے اسلاف کی محبت، شجاعت، شرافت و نجابت، سخاوت و بخشش کے واقعات بھی بیان کرتے۔ جناب محمد ﷺ اس سیر و گشت میں ان تمام عجائبات کے قریب ہو کر نکلتے اور ان محفلوں کی معقول باتوں کو ذہن نشین کر لیتے۔

فاما الزبد فیذهب جفاء

اس کے علاوہ جو بے ہودگیاں تھیں۔ وہ ویسے ہی آپ ﷺ کے صاف و شفاف دل میں اترنے سے قاصر تھیں ان بازاروں میں یہود و نصاریٰ کے علماء بھی اپنے اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے۔ ان خطبوں میں بت پرستی کی مذمت اور تورات و انجیل کی تعلیم پر زور دیا جاتا تھا سیدنا محمد ﷺ یہ خطابات بڑے غور سے سنتے بت پرستی کے مقابلہ میں ان کی تعلیم آپ کو نسبتاً غنیمت نظر آئی۔ مگر آپ کا وجدان اہل کتاب میں سے کسی کی تعلیم سے پوری طرح مطمئن نہ ہو سکا لیکن ان تمام فکری

Marfat.com

مبادیات نے آپ کی بعثت کی ابتدائی کیفیات کے متحمل ہونے کے قابل بنا دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت کی تبلیغ کا عہدۂ جلیلہ عطا فرمایا جس کے سبب آپ نے تمام دنیا کو قیامت تک راہ ہدایت پر چلنے کا پیغام پہنچایا۔

حرب الفجار:

اسی طرح سن رشد کے قریب ہی آپ ﷺ کو ایک جنگ میں بھی شرکت کا موقع ملا۔ جس میں ایک طرف تو آپ کے اجداد قریش تھے اور دوسری طرف دوسرے قبائل۔ اس خونی معرکہ کو تاریخ ''حرب الفجار'' کا نام دیتی ہے۔ جو ان محترم مہینوں میں شروع ہوئی۔ جن مہینوں میں عرب کے دستور کے مطابق جنگ تو ایک طرف بحث و تکرار بھی حرام تھی۔ انہی مہینوں میں عکاظ ومجنتہ وذوالمجاز کے میلے بازار مکہ سے باہر کھلی فضا میں عرفات ونخلہ کے میدانوں میں لگتے جن میں ایک طرف سودا سلف کی گرم بازاری ہے دوسری جانب شعر وسخن کا ہنگامہ بپا، ایک مجمع میں اپنے اپنے قبیلہ کی سخاوت و بخشش کی داستان سرائی اور دوسرے حلقہ میں اپنے اپنے اسلاف کی شجاعت وغارت گری کے فسانے بیان ہو رہے ہیں غرض شاعری، تجارت، داستان گوئی، سخاوت و بخشش کی حکایت بیانی پر بزم میں ہر ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں کوشاں ہے۔ فصاحت وبلاغت کے دریا بہا رہا ہے یہ صفیں الٹنے کو ہوتیں تو ان کا آخری عمل بتان کعبہ کا حج تھا۔ جس کے بعد اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹ جاتے۔ ان میلوں میں سرفہرست عکاظ کا میلہ ہوتا۔ عرب کے بلند پایہ شعراء اسی میں اپنے قصیدے سناتے اپنے زمانے کا مشہور جادو بیان خطیب قیس بن ساعدہ اپنے سحر آفریں خطبے عکاظ میں سناتا یہود ونصاریٰ اسی بازار میں اپنے اپنے مسلک کی تائید میں آزادانہ بحث ومباحثہ کرتے، اسی بازار میں بتوں کے پجاری اپنے عقائد اور اپنے خداؤں کے تصرفات پر حاشیہ آرائی سے اہل کتاب پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور عکاظ میں ایسی تفریحات و تفاخر اس لیے گوارا کر لیے جاتے کہ یہ بازار ان ایام حرمت میں لگتا جن میں ہر قسم کی لڑائی یا تکرار حرام تھی۔ لیکن براض بن قیس (کنانی) نے حرمت والے مہینوں کی پاسداری نظر انداز کر کے عروہ بن عتبہ ہوازنی کو قتل کر دیا۔

نعمان بن منذر والی غسان کی طرف سے ہر سال ''مشک'' کستوری لے کر عکاظ کے میلے میں شامل ہوتا اور یہاں سے واپسی میں چمڑا، رسی اور یمن کے زربفت کے کپڑے تھان کے تھان خرید کر حیرہ لے جاتا۔ لہٰذا براض بن قیس نے لقمان کی طرف خط بھیجا کہ وہ اس قافلہ کی نگرانی کا قبالہ انہیں لکھ دے۔ اس طرف عروہ بن عتبہ ہوازنی (مقتول) نے امیر غسان سے اس کے قافلہ پر اپنی نمبرداری جتانے کے لیے لکھا کہ ''میں اسے نجد کی راہ سے حجاز میں پہنچا دیا کروں گا۔''

نعمان نے براض کی درخواست رد کر دی اور عروہ ہوازنی کو راہداری تفویض کر دی براض نے اس رقابت پر طیش کھا کر عروہ کو اس کی غفلت میں قتل کر دیا اور قافلہ کا تمام مال واسباب اس کے افراد سمیت اپنے قبضہ میں لے لیا۔ براض نے صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ ابوحازم کی زبانی قریش مکہ کو مخبری کروا دی عروہ کے قبیلہ دار (ہوازن) اپنے مقتول کا بدلہ لینے کے لیے قریش پر دھاوا بولنے کو ہیں۔ ادھر قریش کو یہ خبر پہنچی ادھر عکاظ میں ہوازن کا ایک دستہ قریش پر پل پڑا۔ مگر قریش اس مقابلہ کے لیے تیار نہ تھے وہ چشم زدن میں حدود حرم میں داخل ہو گئے۔ ہوازن کا حملہ ناکام رہ گیا لیکن ہوازن لوٹتے ہوئے قریش کو اگلے سال عکاظ کے موقع پر جنگ کی دھمکی دے گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ لڑائی تقریباً چار سال تک مسلسل ایام حرب میں جاری رہی لیکن آخر کار بادیہ نشین قبائل کی پیش کردہ شرائط پر ختم ہو گئی۔

Marfat.com

☆ فریقین کے مقتولین کی برابر برابر تعداد میں سے زائد منہا کرنے کے بعد ان مقتولین کی دیت فریق قاتل کو ادا کرنا ہوگی۔

☆ تعداد شمار کرنے کے بعد ہوازن کے مقتول بیس کی تعداد تک زیادہ تھے۔ قریش نے ان کی دیت ادا کر دی۔

مگر آج سے براض شقاوت و بدبختی میں ضرب المثل بن گیا اور قریش کے حریفوں کے فاجرانہ رویہ کی وجہ سے اس لڑائی کا نام حرب الفجار پڑ گیا۔

آنحضرت ﷺ کی جنگ میں شرکت:

اس موقع پر آپ کا سن مبارک دس سال کا تھا یا بیس کا؟ اس میں دو رائے ہیں۔ تاریخ قطعیت کے ساتھ ایک رائے پر اعتماد کرنے سے ساکت ہے لیکن میرے خیال میں پندرہ اور بیس برس دونوں میں صورت تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ جب لڑائی شروع ہوئی تو آپ کا سن دس سال تھا اور جب جنگ چار سال بعد ختم ہوئی تو آپ کا سن مبارک 14 سال تھا۔

آپ ﷺ نے عملاً جنگ میں شرکت فرمائی یا نہیں اس میں بھی دو رائے ہیں۔

☆ ہوازن کی طرف سے جو تیر ادھر آئے آپ انہیں چن چن کر اپنے بزرگوں کے حوالے فرما دیتے تاکہ وہ ان (تیروں) کو ہوازن کے سینوں میں پیوست کر سکیں۔

☆ آپ نے خود بھی ہوازن پر تیر برسائے۔

ان دونوں صورتوں میں صورت تعلق یہ ہے کہ آپ جنگ کے آغاز میں سن بلوغت میں کمی کی وجہ سے جنگ میں عملاً حصہ نہ لے سکے۔ صرف تیر جمع کر کے بزرگوں کے حوالے کرتے رہے۔ مگر جنگ کے آخری سال میں جو تقریباً 4 سال مسلسل جاری رہی پختہ عمر کو پہنچنے کے سبب خود بھی لڑائی میں عملاً حصہ لینے لگے جیسا کہ حرب الفجار کے تذکرہ میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

قد حضرته مع عمومتي و رميت فيه باسهم وما احب اني لم اكن فعلت

''میں خود بھی اپنے عم ہائے بزرگوار کے ساتھ حرب الفجار میں شامل تھا اور میں نے اپنے ہاتھوں سے دشمنوں پر تیر برسائے اور مجھے اس پر کوئی پچھتاوا نہیں۔

حلف الفضول:

قریش نے حرب الفجار سے نجات حاصل کرنے کے بعد اپنے گریبان میں منہ ڈالا تو خاندان کے بعض افراد میں ہوس جاہ و مناصب کا جنون نظر آیا تو سب کے سب اسے قوم کے زوال کی اولین علامت سمجھ کر دل گرفتہ ہو گئے۔ قریش میں یہ بدذوقی ہاشم اور عبدالمطلب کی وفات کے بعد پیدا ہوئی۔ انہیں محسوس ہوا کہ اغیار بھی بری طرح مکہ معظمہ پر نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ ایک دن عبدالمطلب کے صاحبزادے زبیر کی تحریک پر تمام قریش جمع ہوئے۔

اس اجتماع میں بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم (قریش) کی تمام شاخیں شریک تھیں۔ یہ نشست عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ہوئی۔ کھانے کے بعد سب نے یک زبان ہو کر عہد کیا۔

''ہم ہر مظلوم کی اس وقت تک مدد و نصرت کریں گے جب تک اسے اپنا حق نہ مل جائے اور سب نے اس عہد و پیان

Marfat.com

پرخدائے ذوالجلال کی قسم کھائی۔

اس عہد میں نبی اکرم ﷺ بھی شریک تھے۔جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے عہد رسالت میں اس بارے میں بھی فرمایا۔

ماا حب ان لی بحلف حضرته فی دارا بن جدعان حمر النعمر ولو دعیت لاجبت میں ابن جدعان کے ہاں جس معاہدہ میں شامل تھا۔اگر اس میں شرکت سے منع کرنے پر مجھے سرخ اونٹوں کا ریوڑ دیا جاتا تو اسے قبول نہ کرتا۔آج بھی اگر اسی قسم کا معاہدہ ہوا اور مجھے شرکت کی دعوت آئے تو میں قبول کرنے میں تامل نہ کروں گا۔

اس دور کے مشاغل اور آنحضرت ﷺ:

حرب الفجار جو چار سال جاری رہی پورے سال میں چند روز تک یہ شعلے بھڑکتے اور پورے سال کے بقیہ ایام میں مکہ کے رہنے والے تجارت میں لگے رہتے۔عیش وعشرت کی محفلیں گرم ہوتیں۔شراب کے دور چلتے،باندیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منائی جاتیں اسی طرح اور مشاغل ہوتے حضرت محمد ﷺ اسی شہر(مکہ)اور انہی لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے کے باوجود ان مشاغل سے بے تعلق تھے۔یہ آپ کی زندگی کا وہ حصہ ہے جس کی گواہی میں تاریخ کے کئی اوراق موجود ہیں تاریخ گواہ ہے کہ آپ کو سامان تعیش حاصل کرنے میں غریبی مانع نہ تھی مکہ میں بے شمار ایسے مفلوک الحال تھے جو سامان تعیش کی فراہمی کسی نہ کسی طرح پیدا کر ہی لیتے اور ایسے غریب ونادار بھی تھے جو اپنی ذہانت سے متمول قریش سے زیادہ داد عیش دینے میں اپنا جواب آپ ہی تھے۔

جناب محمد ﷺ کی ذات اقدس عظمت وشرافت کا وہ بے مثال نمونہ تھی جس نے بعد میں ایسا ناقابل زوال اور ممتاز مقام حاصل کرلیا جس کا پرتو آج تک ساری دنیا کو نظر آتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ اپنی ذاتی عظمت نفس کی تاثیر کے سبب اہل مکہ کے ان محبوب مشاغل سے اپنی توجہ ہٹا کر ان مظاہر زندگی کی طرف دیکھتے جو ایسے صاحب نظر کے شایان تھی۔ان مظاہر کی کنہ تک پہنچنے کے اشتیاق میں کھوئے کھوئے سے رہتے یہی اسباب تھے جن کی بناپر طفولیت ہی میں صیافت ومردانگی اور امانت کے جوہر آپ کی ذات میں پرورش پاتے رہے۔جنہیں اہل مکہ نے دیکھا تسلیم کیا اور بے ساختہ پکارا"آپ ﷺ امین ہیں"۔

جن مشاغل سے آپ کی قوت فکر وتامل میں تقویت حاصل ہوئی ان میں چوپانی بھی ہے۔اس سے آغاز راشد میں سابقہ پڑا۔حضور ﷺ نے عہد رسالت میں اپنے اس شغل کی داد میں فرمایا۔

مابعث اللّٰہ نبیًا الا راعی غنم بعث موسٰی وھو راعی غنم، بعث داوٗد وھو راعی غنم و بعثت وانام رعی غنمایا جیاد

اللہ نے جس کسی کو نبوت سے سرفراز فرمایا اس نے بکریوں کی چوپانی بھی کی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جناب داوٗد علیہ السلام نے یہ کام کیا۔میں بھی اپنے خاندان کی بکریوں کے ریوڑ کی چوپانی مکہ کی اجیاد نامی پہاڑی پر کرتا رہا۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا سفرِ تجارت:

آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب کثیر العیال اور قلیل المال تھے جب انہوں نے دیکھا کہ بھتیجا جوان ہو گیا ہے اور ہر قسم کی عمدہ صلاحیت، اعلیٰ ہدایت و سیادت بھی اس میں موجود ہے اور گلہ بانی سے اتنی آمدنی نہیں ہوتی کہ گزر بسر ہو سکے لہٰذا انہیں کسی ایسے کام میں لگایا جائے جس سے متعلقین کا مناسب گزر بسر ہو سکے۔

اس زمانہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریش کے بعض اشخاص کو وکیل تجارت کے طریق پر سوداگری کے لیے باہر کے ملکوں میں بھیجتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا شرافت مند اور متمول خاتون تھیں۔ خاندانی تعلق قبیلہ اسد (قریش) سے تھا۔ انہوں نے اپنے باپ خویلد اور دوسرے معتمدین قریش کی وساطت سے تجارت شروع کی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کئی اکابر قریش نے نکاح کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے کسی کی درخواست اس لیے منظور نہ کی کہ "ان لوگوں کی نظر میرے مال پر ہے!" حتیٰ کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنی تمام توجہ تجارت پر لگا دی۔ جب حضور ﷺ کی صدق و امانت کی شہرت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میرا مالِ تجارت لے کر شام کو جائیں۔ جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں آپ کو اس کا دوگنا دوں گی۔ حضور ﷺ نے قبول فرمایا۔ اس سفر میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرہ کو آپ ﷺ کے ہمراہ کر دیا۔ جناب ابو طالب نے آپ ﷺ کے متعلق ضروری ہدایت میسرہ کے ذہن نشین کرا دیں اور قافلہ روانہ ہو گیا۔

راستے میں صحرائے شام، وادئ القریٰ، مدین اور قوم ثمود کی بستیوں کے کھنڈروں کے قریب ہو کر گزر ہوا جہان سے ہو کر ایک مرتبہ 12 سال کے سن میں اپنے بزرگوار کے ساتھ بھی گزرے تھے۔ پہلے سفر کے نقوش بعینہ آپ کے ذہن پر منقش تھے۔ جو قدم قدم پر آپ ﷺ کے ساتھ چلے۔ اسی طرح یادوں میں وادی مکہ کے موسمی میلے، بازار عکاظ، ذوالمجاز، مجنہ کے ہنگامے، شعر و سخن کی محفلیں، اہل کتاب اور بت پرستوں کے ایڈیشن، اہل مکہ و اہالیان شام کے عقائد و عبادات میں اختلاف، مذاق و مزاج میں تفاوت، غرض اب تک یہاں اور وہاں جو کچھ دیکھا اور سنا ذہن میں گردش کرتا گیا۔ (یہ سب مصنف کا مفروضہ ہے) بصریٰ میں تشریف لائے تو نصاریٰ کو قریب سے دیکھا۔ ان کے رہبان و علماء سے باتیں ہوئیں۔ جو آپ کے اس سفر میں مناظرہ کی روایت مشہور ہے شاید اسی مجوسی راہب سے ہوئی ہو۔ بعض کے نزدیک آپ کا یہ مباحثہ ایک مسیحی عالم کے ساتھ تھا جن (نصاریٰ) کی وحدت کئی فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی (جیسا کہ ہم نے مقدمہ کتاب میں واضح کر دیا ہے)

منافعِ تجارت:

اس سفر میں آپ نے تین قسم کے منافع حاصل کیے۔

1- مالی منفعت اس قدر زیادہ حاصل ہوئی کہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابقہ اور اس سال کے وکلاء نے تجارت میں اس قدر نفع کبھی نہ کمایا۔

2- خدمت گزار میسرہ کی آپ ﷺ کے حسن سلوک اور لطف و مہربانی کی وجہ سے آپ ﷺ کے ساتھ محبت۔

3- سفر سے واپسی پر مالی فائدہ کی کثرت دیکھ کر آپ ﷺ کی شخصیت پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زیادہ توجہ مرکوز

Marfat.com

ہوگئی۔

آنحضرتؐ کی مکہ واپسی:

اس سفر سے مکہ معظمہ کی طرف لوٹے اور جب شہر کے قریب مقام مرالظہر ان پر سواری پہنچی تو میسرہ نے مشورہ دیا کہ ''صاحبزادہ گرامی قدر! جہاں تک ہو سکے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جلدی کاروبار میں منافع کا تذکرہ فرمائیے۔ وہ اس انتظار میں راہ تک رہی ہوں گی! محمد (ﷺ) میسرہ کے اس مشورہ پر دوپہر کی شدت میں بی بی کے ہاں روانہ ہوئے۔ وہ خود بھی قافلہ کے انتظار میں بالاخانہ کے دریچے میں بیٹھی ہوئی راہ تک رہی تھیں۔ دیکھا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) شتر پر سوار ہیں اور انہی کے ہاں تشریف لا رہے ہیں۔ دروازہ پر آکر استقبال کیا۔ بی بی اپنے مال میں نفع کی بات چیت سننے کے لیے بے قرار تھیں۔ جسے آپ ﷺ نے اپنی روداد سفر اور شام کے واقعات و اتفاقات کو بڑی فصیح و بلیغ زبان میں بیان فرمایا۔ ممدوحہ پوری توجہ اور سکوت کے ساتھ سنتی رہیں۔ اتنے میں میسرہ بھی آگئے جنہوں نے آپ ﷺ کے حسن اخلاق کمال ادراک اور تجارتی معاملات میں بہترین رویوں کی تفصیل سنائی جس کی وجہ سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی عظمت و تفوق کا پہلی مرتبہ احساس ہوا۔

آنحضرت ﷺ کا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد:

بی بی نے اپنے وکیل تجارت مکہ کے نوجوان شریف زادے میں حلم و فراست اور شرافت کے جوہر گراں بہا پا کر ایک فیصلہ کر لیا۔ جسے وہ (تین ماہ تک) زبان پر نہ لا سکیں۔ اس وقت سیدہ رضی اللہ عنہا نے زندگی کی چالیسویں منزل پر قدم رکھا تھا۔ جب ان کے دوسرے شوہر آغوش قبر میں آرام فرما ہوگئے۔ قریش ہی میں سے کئی معزز افراد کی درخواست ٹھکرا چکی تھیں لیکن اب انہوں نے التوائے عقد مناسب نہ سمجھا اور اپنی ہمشیرہ یا بروایت دیگر ایک منہ بولی بہن نفیسہ سے اپنا ارادہ ظاہر فرمادیا۔ وہ ان کا پیغام عقد لے کر حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

آپ ﷺ نے اس درخواست کی خبر اپنے چچاؤں کو دی۔ انہوں نے قبول کیا۔ پس تاریخ معین پر ابوطالب اور امیر حمزہ اور دیگر روسائے خاندان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر گئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاندان کو دعوت بھیج کر جمع کیا اور ان کے عم بزرگوار عمرو بن اسد نے ولی کے فرائض انجام دیئے۔ اس وقت تک بی بی کے باپ خویلد بن اسد حرب الفجار میں انتقال کر چکے تھے۔ اس عقد کے بعد جناب محمد (ﷺ) کی زندگی کا نیا باب شروع ہوا۔

یہ آنحضرت ﷺ کی پہلی شادی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد آنحضرتؐ نے چند شادیاں اور کیں۔ تمام ازواج مطہرات کا مہر پانسو درہم ہی مقرر ہوا۔ آنحضرت کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہوئی۔ صرف ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے سن آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے اور سن دس ہجری میں انتقال فرما گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

ازدواجی زندگی سے آغاز بعثت تک

آپ نے بیس شتر حق مہر میں ادا کر دیئے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر انہی کے ہاں رہائش اختیار فرمائی۔

آج سے آپ نے بحیثیت شوہر اور بحیثیت باپ مثالی کردار پیش فرمانے کا آغاز فرما دیا۔ آج سے آپ کی زندگی کا وہ باب شروع ہوا جس کے اس ورق سے پہلے پچیس سال کی زندگی کا ہر ورق بدعنوانی کے داغ سے صاف وشفاف ہے۔ 25 سالہ کتاب زندگی کے کسی حرف پر عہد جوانی کا کوئی فتنہ اثر انداز نہ ہوا۔ وہ بےلوث، منزہ، پاک وصاف شباب بھی اپنی مثال آپ قائم کرتے ہوئے ازدواجی زندگی کا عنوان بنا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے دو فرزند (بعض ارباب النساب سے تین اور بعض سے چار فرزندوں کی روایت بھی ہے) قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ جن کے القاب طاہر وطیب تھے۔ لیکن یہ دونوں بچپن ہی میں دائمی مفارقت دے گئے۔ ان دونوں کے بعد چار صاحبزادیاں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔ جن پر شفقت والطاف پدری کا دامنِ حیات پھیلا رہا۔ اسی طرح ان کے دلوں میں بھی اپنے باپ کے متعلق تکریم واعزاز کے جذبات پرورش پاتے رہے۔

آنحضرت ﷺ کا حلیہ شریف:

حضور ﷺ کا روئے مبارک جمال الٰہی کا آئینہ دار اور انوار تجلی کا مظہر تھا۔ پر گوشت اور کسی قدر گول تھا۔ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں بڑی اور قدرت الٰہی سے سرگیں اور پلکیں دراز تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے۔ آپ ﷺ کی بھنویں دراز و باریک تھیں اور درمیان میں دونوں اس قدر متصل تھیں کہ دور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت حرکت میں آجاتی اور خون سے بھر جاتی۔ آپ ﷺ کی ناک مبارک خوبصورت اور دراز تھی اور درمیان میں ابھراؤ نمایاں تھا۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور چراغ کی مانند چمکتی تھی۔ آپ ﷺ کے ہر دو گوش مبارک کامل وتام تھے۔ غرض بصر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قوت سمع بھی بطریق خرق عادت غایت درجہ کی عطا کی تھی۔ آپ ﷺ کا منہ مبارک فراخ۔ رخسار مبارک ہموار، دندان ہائے پیشین کشادہ اور روشن وتاباں تھے جب آپ کلام فرماتے تو دندان ہائے پیشین میں سے نور نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ حضور ﷺ کی گردن مبارک لمبی اور خوبصورت تھی۔ حضور ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ تھا۔ آپ ﷺ کا شکم اور سینہ مبارک ہموار و برابر تھے۔ نہ تو شکم سینہ سے اور نہ سینہ شکم سے بلند تھا۔ آپ ﷺ کے کفِ دست اور بازو مبارک پر گوشت تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم یا دیبا کو آپ ﷺ کے کف مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا اور نہ کسی خوشبو

Marfat.com

سے بڑھ کر پایا۔ آپ ﷺ نہ بہت دراز تھے نہ کوتاہ قد۔ بلکہ میانہ قد مائل بہ درازی تھے۔ رنگ مبارک گورا اور روشن و تاباں تھا۔ مگر اس میں کس قدر سرخی ملی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے تدبر و تفکر کی علامات نمایاں تھیں۔ آپ ﷺ کی نگاہوں میں حاکمانہ انداز ایسا تھا جس کی وجہ سے دوسروں کے سرکش دل آپ کے سامنے فرماں بردار ہو جاتے تھے۔

ان صفات کے ہوتے ہوئے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت اور آپ کی رسالت پر ایمان لانے کا جذبہ قابل تعجب نہیں اور یہ بھی خلاف عقل نہیں کہ آپ ﷺ کو آئندہ کے لیے مال و تجارت کے جھمیلوں سے سبکدوش کر کے (یعنی کسی اور شخص کو یہ کام سونپ کر) آپ ﷺ کو پوری توجہ کے ساتھ منصب رسالت کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں آپ کی معاونت کی جائے۔

اہل مکہ پہلے بھی آپ کی طرف رشک و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے جس میں اب اور بھی اضافہ ہو گیا۔

اہل وطن کی طرف سے آپ ﷺ کے لیے عزت و احترام کا یہ اضافہ ان کے لیے قابل فخر نہ تھا۔ آپ ﷺ کو تو اپنے گھر بار پہ ناز تھا۔ رفیقہ حیات نے آپ کو نوید تولید سے مسرور فرما دیا۔ آپ کی تمنا تھی کہ آپ اولاد کی خوشی سے دل بہلائیں۔ لیکن دولت و عزت کی فراوانی کے باوجود آپ ﷺ اپنے ہم عصروں کے ساتھ فخر و امتیاز کا سلوک نہیں فرماتے تھے۔ جس سے ہم وطنوں کی نظر میں روز بروز وقار بڑھتا گیا اور ادھر آپ کی طرف سے ان کی تواضع اور ملنساری میں اضافہ ہوتا گیا۔

ذکاوت فہم اور شرافت نفس بیش از بیش ہونے کی وجہ سے دوسروں کا درد دکھ توجہ سے سنتے اپنی کم گوئی کے باوجود لوگوں کی طویل در طویل کہانی پر دل میں میل نہ لاتے۔ گفتگو میں مزاح بھی تھا لیکن یہ مزاح حقیقت کے خلاف نہ ہوتا ہنسنے پر بھی دندان مبارک نظر نہ آتے اور غصے میں کبھی زبان پر سخت الفاظ نہ آنے پاتے۔ صرف پیشانی پر ابروؤں کے کنارے پسینے کے دو ایک قطرے ابھر آتے جو غصے کا تلخ گھونٹ پی جانے کا نتیجہ ہوتا۔

الغرض آپ پر شکوہ، صاحب ارادہ، نمونہ وفا، از سرتاپا خیر و برکت، جود و کرم میں برستے بادل کی مانند تھے...... آپ ﷺ عزیمت و استقلال اور روحانی کمالات میں ایسی مثال ہیں۔ جس کے خدوخال کی تردید پر جرأت بھی نہ کی جا سکے۔

ان صفات نے آپ کی رفیقہ زندگی سیدہ خدیجہ رضی اللہ علیہ وسلم کی محبت و وفا میں بیش از بیش اضافہ کر دیا۔

اس دور میں کسی کو آپ کی ذات سے عداوت تو ایک طرف ہر شخص فریفتہ تھا مگر خود جناب کے دل میں عمارت کعبہ کی کہنگی کا غم کروٹیں لے رہا تھا۔ جو کسی وقت دور نہ ہوتا یہ احساس اس وقت تو اور بھی زیادہ باعث تشویش ہو گیا جب کعبہ کے اردگرد کوئی دیوار یا پشتہ (اوٹ) نہ ہونے کے سبب سیلاب کا پانی اس کی دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ جس کی وجہ سے عمارت دن بدن کھوکھلی ہوتی جا رہی تھی اور عمارت کی خرابی کے ساتھ ساتھ کعبہ میں جمع شدہ تحائف کے چوری ہونے کا خوف بھی بڑھنا شروع ہو گیا۔ آج سے پہلے ایک مرتبہ قریش نے کعبہ کو مسقف کرنا چاہا تو اسے بدعت سیئہ سمجھ کر عذاب الٰہی کے خوف سے ہاتھ روک لیا گیا۔ کیونکہ جاہلیت سے کعبہ کے متعلق اس قسم کے اقدام پر آسمان سے نازل شدہ آفتوں کی داستانیں زبان زد خاص و عام تھیں۔ یہ لوگ اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ اچانک سیلاب آ گیا جس نے کعبہ میں ایک بڑا اشگاف ڈال دیا۔ ہر چند تعمیر کی صورت میں عذاب خداوندی کا خطرہ تھا لیکن عمارت کے پیوست زمین ہو جانے کے خوف سے انہیں کچھ

Marfat.com

کرنا ہی پڑا۔ مکہ میں خبر مشہور ہوئی کہ مصر کے ایک تاجر کی کشتی سمندر کے تھپیڑوں سے کھل کر ساحل جدہ پر آ پڑی ہے۔ اس کا مالک باقوم نامی وہیں موجود ہے اہل مکہ نے ولید بن مغیرہ کی سربراہی میں ایک وفد باقوم کے پاس بھیجا جس نے کشتی کے تمام تختے خرید لیے۔ باقوم نجاری بھی جانتا تھا۔ تعمیر کے لیے معاملہ طے کر کے اسے بھی اپنے ہمراہ لے آئے۔

مکہ معظمہ میں ایک قبطی بڑھی پہلے ہی سے موجود تھا اسے باقوم کی مدد کے لیے اس کا معاون بنا دیا گیا۔

شکست و تعمیر اور تقسیم کار:

قریش نے اطرافِ کعبہ کو چار حصوں میں تقسیم کر کے اسے الگ الگ گروہوں میں بانٹ دیا لیکن اللہ کے عذاب سے ڈر کر دیواروں کو گرانے کی کسی کو بھی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔ بڑی جرأت اور تردد کے بعد ولید بن مغیرہ اللہ کا نام لے کر آگے بڑھا اور رکن یمانی کا کچھ حصہ گرا دیا۔ ادھر چاروں طرف سہما ہوا ہجوم ولید بن مغیرہ پر عذاب الٰہی کا منتظر تھا لیکن کچھ دیر تک ولید بن مغیرہ کو صحیح سلامت دیکھ کر سب کے حوصلے بڑھے اور ہر گروہ نے اپنے اپنے حصے میں آئے ہوئے حصہ کو گرا دیا اور سلیں ہٹانی شروع کر دیں۔ ان میں حضرت محمد ﷺ بھی موجود تھے۔ اچانک زمین میں ایک سبز رنگ کا پتھر گڑھا ہوا ملا جس پر جب بھی کدال ماری جاتی تو کدال الٹی لوٹ آتی۔ بہت کوشش کے باوجود پتھر اپنی جگہ سے ہٹایا نہ گیا تو اسی کو کعبہ کی بنیاد قرار دے کر کعبہ کی تعمیر شروع کر دی گئی اور دیواروں کی تعمیر کے لیے قریب ہی کسی ایک پہاڑی سے نیلے رنگ کے پتھروں کی سلیں تراش تراش کر لائی گئیں۔

حجر اسود کی تنصیب پر اختلاف:

جب دیواریں قد آدم تک جا پہنچیں تو حجر اسود کی تنصیب میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک قبیلہ اپنے لیے یہ اختصاص چاہتا دوسرا اپنے لیے اسی طرح تیسرا اور چوتھا اور اسی طرح پانچواں قبیلہ، حتیٰ کہ جنگ کے شعلے بلند ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ بنو عبدالدار اور بنو عدی ہر دو خاندان کے افراد نے حلف اٹھا کر کہا کہ اگر ہمارے سوا کسی نے اس سلسلہ میں پیش قدمی کی تو ہمیں یہ گوارا نہ ہو گا نہ صرف حلف پہ اکتفا نہ کیا بلکہ معاہدہ کو مضبوط کرنے کے لیے جاہلیت کی پرانی رسم کے مطابق ایک پیالے میں خون بھر کر ہر ایک نے اس میں اپنے پوروے ڈبو دیئے یہ حلف قدیم سے ''لعقۃ الدم'' سے موسوم ہے۔ یہ رنگ دیکھ کر (ستر سالہ معمر) ولید بن مغیرہ نے جن کا احترام قریش کا ہر ایک فرد کرتا تھا، ان لفظوں میں اپنا مشورہ پیش کیا:

اجعلوا الحکم فیما بینکم اول من یدخل من باب الصفا

کل صبح پہلا جو شخص ''باب الصفا'' کی جانب سے کعبہ میں داخل ہو اس کا فیصلہ تسلیم کر لیا جائے۔

جسے سن کر سب نے اپنی اپنی تلواریں میان میں کر لیں۔ دوسرے دن صبح کے وقت سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب بیک زبان پکار اٹھے۔

" ھذا الامین رضینا بحکمه"

یہ امین ہے ہمیں اس کا فیصلہ منظور ہے۔

آپ ﷺ نے ہر فریق کا بیان غور سے سنا۔ سب نے اپنے حقِ تفوق کے دلائل بیان کیے دیکھا کہ ہر قبیلہ کے دل میں ایک دوسرے کے خلاف خاندانی دشمنی کی آگ بھڑک رہی ہے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد دانائے سبل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

Marfat.com

فیصلہ صادر فرمایا۔ ایک چادر لاؤ جو حاضر کی گئی۔ تب آپ نے چادر زمین پر بچھا کر حجر اسود اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس پر رکھ دیا اور فرمایا ''ہر خاندان کا سردار چادر کنارے سے پکڑ کر محل نصب کے قریب لے آئے'' اور اسی طرح تعمیل کی گئی۔ حجر اسود اپنے مقام کے قریب پہنچ گیا تو جناب محمد (ﷺ) نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر اس محل پر رکھ دیا۔ اتنا بڑا فتنہ آپ کے حسن تدبیر سے فرو ہو گیا۔

کعبہ کی تعمیر نو میں آپ ﷺ کی منزلت:

جس زمانہ میں کعبہ از سر نو تعمیر ہوا اور سیدنا محمد ﷺ کے دست مبارک سے حجر اسود اس کے محل نصیب پر رکھا گیا۔ اس وقت آپ کا سن کیا تھا؟ مورخین کی دو روایتیں ہیں پچیس برس، یا بتیس برس دونوں میں سے کوئی مدت سہی اصل موضوع کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

لیکن یہ واقعہ بلا اختلاف مسلم ہے کہ حجر اسود کے نصب کرنے کے لیے قریش کا یہ فیصلہ تھا کہ جو شخص کل صبح سب سے پہلے ''باب الصفا'' کی راہ سے حدود کعبہ میں داخل ہو اس کے سر پر عزت کا تاج رکھ دیا جائے۔ اسی طرح یہ امر بھی بلا اختلاف مسلم ہے کہ مشیت نے یہ اعزاز حضرت محمد (ﷺ) کو بخشا جن کے حکم سے زمین پر چادر پھیلا کر حجر اسود اس میں رکھا گیا اور آخر میں چادر پر سے اٹھا کر اسے (سیدنا) محمد (ﷺ) ہی نے اس کے محل پر نصب فرمایا جس سے اہل مکہ کے نزدیک محمد (ﷺ) کی عظمت کے ساتھ فراست بھی واضح ہو گئی۔

تعمیر کعبہ کے زمانہ میں قریش کے باہمی اختلاف:

اس دور میں قریش کے باہمی اختلاف کا اندازہ کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ حجر اسود کی تنصیب میں قریش میں کیسے کیسے خطرناک ارادوں نے سر اٹھایا ایک فریق نے خون میں پوروے تر کر کے اپنی موت کا قبالہ خون رگ جان سے لکھ دیا۔ حالات نے یہاں تک کروٹ بدل لی تھی کہ پوری قوم میں کسی ایک شخص کو حق سیادت حاصل نہ تھا۔ ان کے جد اعلیٰ قصی کی عظمت ہاشم کی وجاہت اور عبدالمطلب کا دبدبہ ایک ایک کر کے ان سے دامن جھٹک کر علیحدہ ہو چکے تھے۔

عبدالمطلب کی وفات کے بعد تو یہ خطرات عالم عروج کو پہنچ گئے بنو ہاشم اور بنو امیہ میں اقتدار کی کشمکش جوان ہو گئی۔ اہل مکہ کے لیے یہ حوادث مصائب در مصائب بنتے چلے گئے۔ قرب و جوار کے ملکوں میں گر کعبہ کی تقدیس کا سکہ دلوں پر نہ جما ہوتا تو کوئی نہ کوئی حریف آگے بڑھ کر مکہ کو اپنے زیر نگیں کر لیتا۔

جس شہر (مکہ) میں کل تک اہل کتاب کو اپنے اپنے مسلک کی تائید و نصرت میں زبان کو جنبش دینے کی بھی اجازت نہ تھی۔ آج اسی شہر میں یہود اور نصاریٰ برملا بتوں کی مذمت کر رہے ہیں، نتیجتاً قریش کے بے شمار افراد اپنے آبائی خداؤں سے باغی ہو گئے صرف وہ لوگ قدیم مذہب پر رہ گئے جو کعبہ کے مناصب پر قابض تھے جن کے عقیدے میں ابھی تک بتوں کے تصرفات کا تصور بھی قائم تھا۔ ان کو یقین تھا کہ مکہ کی تجارت کو فروغ ان بتوں نے دیا ہے یہاں تجارت پیشہ لوگ ابھی تک سوداگری میں خوب ہاتھ دکھاتے تھے تاہم اس طبقہ کے عقائد میں بھی پہلے کی سی شدت نہ تھی۔

Marfat.com

قریش کا قدیم عقیدے سے فرار:

عقیدہ کے اسی تغیر کے ثبوت میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیدعزیٰ (بت کا نام) کے موقع پر مقام نخلہ میں قریش کا اجتماع ہوا اس میں یہ چار اشخاص ایک طرف خفیہ طور پر تنہائی میں مل بیٹھے۔

(1) زید بن عمرو (2) عثمان بن حویرث (3) عبداللہ بن جحش (4) ورقہ بن نوفل

ہر ایک نے اپنے عقیدہ پر ندامت کا اظہار کیا ایک صاحب نے کہا:

''ہم کس گمراہی میں پھنسے ہوئے ہیں جن پتھروں کا ہم طواف کرتے ہیں وہ نہ سننے پر قادر ہیں نہ انہیں دیکھنے کی توفیق ہے اور نہ وہ کسی قسم کے ضرر و نفع کے مختار! اور ہماری ان کے ساتھ وابستگی کا یہ عالم کہ وہ ہماری طرف سے قربانی کے خون میں تیرتے رہتے ہیں! آؤ سب مل کر کسی اور دین کی پناہ لیں۔

ان میں سے ورقہ بن نوفل عیسوی مذہب میں داخل ہو گئے ان کا علمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے انجیل کا کچھ حصہ عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ دوسرے صاحب (عبداللہ بن جحش) اوائل اسلام میں کچھ دیر تک متردد رہنے کے بعد مسلمان ہو گئے اور مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے مگر وہاں جا کر نصرانی ہو گئے اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوا۔ اس سفر میں ان کی اہلیہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (بنت ابوسفیان) بھی اپنے شوہر کے ہمراہ تھیں جو حبشہ سے واپس تشریف لے آئیں اور حرم نبوی میں داخل ہو کر امہات المومنین کے مقدس گروہ میں شامل ہو گئیں۔ تیسرے صاحب زید بن عمرو ہیں یہ اپنی اہلیہ اور چچا سے ناراض ہو کر گھر سے نکل گئے کچھ عرصہ شام و عراق میں گھومتے پھرے۔ مگر وہاں کے مذاہب اہل کتاب یہودیت اور نصرانیت دونوں میں سے کسی کو بھی اختیار نہیں کیا اور اپنے پرانے مذہب بت پرستی سے بھی لاتعلق رہے جیسا کہ انہوں نے ایک بار کعبہ کے سامنے دعا کرتے ہوئے کہا۔

''یا اللہ! اگر مجھے علم ہو جائے کہ تو فلاں دین سے خوش ہے تو میں اسی مذہب کو اختیار کر کے تیری عبادت کروں۔ لیکن مجھے کچھ علم نہیں کہ تو کس دین سے خوش ہے۔

ان میں چوتھے عثمان بن حارث ہیں جو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ انہوں نے مکہ چھوڑا۔ روم چلے گئے وہاں پہنچ کر نصرانی ہو گئے قیصر روم نے انہیں اپنے مصاحبین میں شامل کر لیا۔ اب عثمان کو یہ شرارت سوجھی کہ اہل مکہ کو قیصر روم کا باجگزار بنا کر خود وہاں کا گورنر بن جائے لیکن قریش اس کے فریب میں نہ آئے عثمان روم چھوڑ کر حیرہ میں غسان کے پاس چلا گیا اور اسے مکہ جانے والوں کی ناکہ بندی پر اکسایا۔

قریش نے یہ سنا تو امیر غسان کو تحائف بھیج کر اپنی طرف مائل کر لیا اور عثمان کو اسی خطہ میں زہر دے کر مار دیا گیا۔

اولاد:

(سیدنا) محمد ﷺ نے زندگی کے کئی سال اپنے ہم وطنوں کے ساتھ گزارے۔ اس دور میں انہیں اپنی رفیقۂ حیات (سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا) کی گود ہری بھری دیکھنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ ان کے بطن سے دو فرزند اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں صاحبزادوں میں ایک کا نام سیدنا قاسم اور دوسرے کا سیدنا عبداللہ اور دونوں کے القاب طاہر اور طیب تھے۔ بیٹیوں کے نام سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ دونوں

Marfat.com

صاحبزادے بچپن ہی میں بعثت سے قبل اللہ کو پیارے ہو گئے جن کے وصال کا ماں باپ دونوں کو بے حد صدمہ ہوا ہوگا۔

صاحبزادیاں اور ان کے رشتے:

آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹیوں کے رشتے بہت ہی مناسب اشخاص کے ساتھ کیے سب سے بڑی صاحبزادی زینب کا عقد ابوالعاص بن ربیع ابن عبدشمس کے ساتھ ہوا۔ یہ خدیجہ کے ہمشیرہ زاد تھے اور معزز تاجر، سیدہ زینب کو ان کے ہاں کبھی تکلیف نہ پہنچی۔ سوائے اس موقع کے جب بی بی زینب ہجرت فرما کر مدینہ جانے لگیں۔ جس کی تفصیل دوسرے مقام پر آئے گی۔

دوسری اور تیسری صاحبزادی بی بی رقیہ اور ام کلثوم کا رشتہ عتبہ اور عتیبہ سے ہوا۔ یہ دونوں آپ کے چچا ابولہب کے بیٹے تھے بعثت کے بعد اس کی اسلام دشمنی اور کفر کی بھرپور حمایت کی وجہ سے یہ رشتے ٹوٹ گئے اور اس کے بعد دونوں کے نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہا سے ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی کا یہ حصہ رفیقۂ حیات ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی محبت وفا اور ان کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد اور خوشگوار ماحول کی وجہ سے انتہائی پرسکون تھا۔ البتہ فرزندان محترم کی وفات کا دوبار صدمہ ضرور باعث غم بنا۔ لیکن آپ جن صفات اعلیٰ کے مالک تھے۔ ان کی بنا پر آپ ﷺ کا ہر معاملہ پر غور و تدبر میں گم رہنا لازمی امر تھا۔ آپ اپنی زندگی کے آس پاس ہی نہیں بلکہ خود سے یا خود پر بیتی جانے والی ہر بات پر گہرا غور فرماتے۔

غار حرا میں گوشہ نشینی:

حضور ﷺ کے ساتھ وحی کی ابتدا رویائے صالحہ (سچے خوابوں) سے ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے خواب صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتے تھے یعنی آپ جو بھی خواب دیکھتے وہی بعینہ پیش آتے تھے۔ یہ سچے خواب دیکھنے پر آپ کو علیحدگی پسند آنے لگی اسی وجہ سے آپ غار حرا میں کئی کئی دن جا کر قیام کرتے اپنا خرچ ساتھ لے جاتے تھے۔ جب وہ ختم ہو جاتا پھر آپ گھر تشریف لے آتے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اور خرچ یعنی کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے اور پھر غار حرا میں جا کر عبادت شروع فرما لیتے وہ آپ کی عبادت کیا تھی: علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سوال کیا گیا کہ آپ کی عبادت کیا تھی؟

"اجیب بان ذالك كان بالتفكر والاعتبار"

جواب دیا گیا کہ آپ کی عبادت غور و فکر اور عبرت پذیری تھی۔

خیال رہے کہ آپ کی عبادت دن کو بھی ہوتی اور رات کو بھی لیکن یہاں صرف رات کا ذکر کیا گیا یا تو قاعدہ تغلیب کے پیش نظر اور یا گوشہ نشینی کے لیے راتوں کا استعمال اہم ہے اس لیے راتوں کا ذکر کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ کا غار حرا میں قیام کتنی دیر کے لیے ہوتا؟ اس کی تعداد معین ذکر نہیں اسی لیے بعض حضرات نے کثرت معنی لیا ہے اور بعض نے قلت یعنی کثیر راتیں آپ وہاں قیام فرماتے تھے اور کچھ حضرات نے کہا کہ کچھ راتیں وہاں قیام فرماتے اور پھر آ جاتے ایک احتمال یہ ذکر کیا گیا ہے۔

"وهی شهر فی كل سنة و ذالك الشهر كان رمضان"

Marfat.com

اور یہ ہر سال میں ایک مہینہ کا قیام ہوتا اور وہ مہینہ رمضان کا ہوتا۔
علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اقول ویمکن ان تکون المدة اربعین قیاسا علی میقات موسیٰ علیه السلام"

میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ یہ مدت چالیس دنوں کی ہو کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا طور پر قیام چالیس دن ہی تھا جب آپ تورات لائے۔

"ولما فیها من الخواص والاسرار التی تظهر اثارها و انوارها علی الصوفیة الابرار مع ما فیها من مطابقة الاربعینات فی الاطوار"

چالیس دن رات کی مدت میں کچھ خصوصیات اور ایسے راز رکھے ہوئے ہیں جن کے آثار و انوار صوفیائے کرام پر ہی ظاہر ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی کبھی چالیس دن رات عبادت کے لیے وقف کرتے ہیں۔ نوافل ادا کرتے ہیں روزے رکھتے ہیں۔ مختصر سے کھانے سے روزہ افطار کرتے ہیں۔ ان کی اس عبادت کو "چلہ کشی" کا نام دیا جاتا ہے۔

"وقد قال علیه السلام من اخلص للّٰه اربعین صباحا ظهرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه هذا"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص دل سے چالیس صبح عبادت کی اس کا ذکر کیا اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

آپؐ غار حرا میں کس شریعت کے مطابق عبادت فرماتے؟

آپ ﷺ غار حرا میں کس شریعت کے مطابق عبادت فرماتے؟ اس بارے علماء کی مختلف رائے ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ (البدایہ والنہایہ) میں متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں۔

(i) حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت کے مطابق۔
(ii) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق۔
(iii) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق۔
(iv) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق۔
(v) اپنی مقرر کردہ شریعت کے مطابق۔

اس میں آخری قول نمبر زیادہ قابل قبول نظر آتا ہے۔ اس لیے کہ یہی آپ ﷺ کے فکر و تامل کا منتہائے مقصود تھا۔

غارِ حرا میں مکاشفات کا تسلسل:

سال بہ سال رمضان المبارک میں غار حرا کی خلوت نشینی اور فکر و تعمق کا تسلسل اس کمال درجہ تک پہنچ گیا کہ یہی غور و تدبر آنحضرت ﷺ کا ہمزاد بن گیا حتیٰ کہ حرا میں وہ حقیقت واضح ہوئی جس کی تلاش میں ابتدائے شعور سے کوشاں تھے اور جس کے نور و روشنی میں دنیا کا جاہ و جلال اور ثروت و دولت حقیر نظر آتے تھے اب آپ ﷺ کی نگاہ میں ان حقائق کی پوری

Marfat.com

طرح وضاحت ہوگئی کہ اہل مکہ کا معاشرہ گمراہ کیوں ہے؟ بتوں کی پرستش ان کے عقیدہ اور عمل پر کس قدر مسلط ہے اور یہود و نصاریٰ کے علماء نے اپنی تعلیم کو اوہام اور شخصیت پرستی سے کس قدر ملوث کر رکھا ہے؟ بات واضح ہوگئی کہ ان دونوں شریعتوں کے علماء حقیقت مطلق اور بسط کو سمجھانے سے قاصر ہیں۔ جو جھگڑوں اور اوہام سے بالکل پاک اور صاف ہے۔ غرض آپ ﷺ جو ہر حقیقت کی سچائی کو اس حد تک پہچان گئے کہ اس پوری کائنات کو پیدا کرنے والا اور اسے عالم ظہور میں لانے والا صرف اور صرف ایک ہی پروردگار ہے جو رحمان اور رحیم ہے۔ نیز جو دو جہان کا پیدا کرنے والا ہے۔ جس کے ہاں ہر شخص کے لیے جزا اور سزا مقدر ہے۔

"فمن یعمل مثقال ذرۃٍ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہ"

سو جو کرتا ہے ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لے گا اسے اور جو کرتا ہے ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لے گا اسے۔

نیک اور بد اعمال ایک ذرہ کے برابر کیوں نہ ہوں ان کی جزا و سزا مل کر رہے گی۔ یہ بھی منکشف ہو گیا کہ جنت اور دوزخ دونوں کا وجود برحق ہے اور جو لوگ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کریں گے ان کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔

انہا ساء ت مستقراً و مقاما (۲۵:۶۶)

جو نہایت تکلیف وہ مقام ہے۔

سن مبارک زندگی کی چالیسویں منزل پر گامزن ہوا اور حرا میں عبادت و ریاضت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ رویا میں جو مکاشفات ہوتے ان سے ایمان میں اور بھی بالیدگی ہوتی باطل پہلے سے کہیں زیادہ نظر میں حقیر ہو گیا۔ اسی کیف میں اللہ سے اپنی قوم کے ضلالت سے نکلنے کی التجا کی۔

ابتدائے نزول وحی:

نزول وحی کی مبارک ساعت آ ہی گئی ایک پس فرشتہ آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اُس نے کہا:

اقراء (پڑھو)

آنحضرت ﷺ میں نے کہا:

ما انا بقاری (میں پڑھنے والا نہیں ہوں) یہاں تک کہ فرشتے نے مجھے پکڑا اور اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا پھر چھوڑ دیا اور کہا:

"اقرأ"

میں نے پھر کہا:

"ما انا بقاری"

فرشتے نے پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

"اقرأ"

میں نے پھر وہی جواب دیا:

"ما انا بقاری"

Marfat.com

پھر فرشتے نے کہا:

اقرأ باسم ربك الذى خلق ٥ خلق الانسان من علق ٥ اقرأ و ربك الاكرم الذى علم بالقلم ٥ علم الانسان مالم يعلم ٥(۹۶:۱تا۵)

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

آپ نے فرشتہ کے سامنے یہ تمام کلمات دہرائے جو فرشتے کے واپس جانے سے پہلے آپ کی لوح دل پر نقش ہو گئے۔

یہ تھی غار حرا میں حضور ﷺ پر سب سے پہلی وحی اور ایک پیغام لانے کی حیثیت سے جبریل علیہ السلام کی پہلی حاضری اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس فرشتہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہی ہیں اور قرآن کریم جبریل ہی لے کر نازل ہوئے قرآن پاک میں بھی اسے واضح طور پر بیان کیا گیا۔

"نزل به الروح الامين على قلبك"

آپ کے دل پر روح امین (جبریلؑ) نے قرآن پاک نازل کیا۔

رویائے صالحہ اور خلوت اختیار کرنے کے بعد یہ کیفیت پیدا ہوئی کہ جبریل علیہ السلام سامنے آگئے اور انہوں نے سورہ اقراء کی پانچ آیتیں سنائیں یہ رمضان کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

"فقال اقرأ" حضرت جبریلؑ امین نے عرض کیا اقرأ پڑھیے جبریل علیہ السلام نے تین مرتبہ "اقرأ" کہا اور حضور ﷺ نے تینوں مرتبہ "ماانا بقارى" (میں تو نہیں پڑھتا) فرمایا۔

تین بار اقرأ کہنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس وحی کا آغاز ہو رہا ہے وہ تین چیزوں پر مشتمل ہوگی۔ توحید، احکام، قصص۔

جبریل علیہ السلام نے کہا پڑھیے تو حضور ﷺ نے فرمایا "میں نہیں پڑھتا" سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے انکار کیوں فرمایا؟ جواباً عرض یہ ہے کہ حق تو یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا تین مرتبہ کہنا "اقــرأ" اور حضور ﷺ کا ہر بار جواب دینا "مــا انــا بـقـارى" اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ اس میں کیا حکمتیں تھیں؟ اس کے متعلق کوئی فیصلہ کن بات کہنے کی تو گنجائش نہیں ہے البتہ بظاہر انکار کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ غار حرا میں ذکر الٰہی سے لطف اندوز تھے۔ قلب اقدس پر کیف کا عالم طاری تھا کہ اچانک حضرت جبریل امینؑ نے حاضر ہو کر استدعا کی کہ پڑھیے تو ظاہر ہے کہ جب آپ کا قلب مبارک محبوب حقیقی کی یاد میں سرشار تھا اور ایک استغراق کی کیفیت طاری تھی تو ایسی صورت میں آپ نے دوسری جانب توجہ مبذول فرمانا گوارا نہ فرمایا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے تین بار اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے معانقہ بھی فرمایا مگر حضور ﷺ کا قلبی اقتضاء یہی رہا کہ ذکر حبیب سے لطف اندوز ہوتا رہوں یہاں تک کہ جب جبریل امین نے اسی محبوب حقیقی کے نام کی برکت سے پڑھنے کی استدعا کی جس کے مشاہدہ جمال میں حضور ﷺ مستغرق تھے تو آپ ادھر متوجہ ہوئے اور سورۃ اقرا کی پانچ آیتیں

Marfat.com

نازل ہوئیں۔

آپ ﷺ کی اپنے دولت کدہ پر واپسی:

فرجع بھا رسول اللہ یرجف فوادہ فدخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذھب عنہ الروع فقال لخدیجۃ واخبرھا الخبر لقد خشیت علی نفسی (بخاری باب کیف کان بدء الوحی)

پھر حضور ﷺ نازل شدہ آیات لے کر واپس گھر تشریف لائے قلب مبارک مضطرب تھا فرمایا مجھے کمبل اوڑھاؤ مجھے کمبل اوڑھاؤ آپ کو کمبل اوڑھایا گیا یہاں تک کہ وہ کیفیت اضطراب جاتی رہی۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو (غار حرا کا) تمام ماجرا بیان کر کے فرمایا: مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا۔

غار حرا میں حضور ﷺ پر جب وحی نازل ہوئی اور انوار برکات حمدیت متوجہ ہوئے اور آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ وحی کی ثقالت اور کلام الٰہی کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب جان چلی، چنانچہ وحی کو خود قرآن نے قول ثقیل کہا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ اگر وحی کسی پہاڑ پر اتار دی جاتی تو وہ جلال الٰہی سے پاش پاش ہو جاتا مگر یہ تو ذات نبوی تھی جس نے بتوفیق الٰہی پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرنے والی چیز کی شدت کو برداشت کر لیا۔

الغرض ''لقد خشیت علی نفسی'' کے جملہ سے حضور ﷺ نے وحی کی اس تکلیف اور شدت کو بیان فرمایا ہے جو غار حرا میں آپ کو پہنچی اور جس کے اثرات گھر تشریف لانے اور چادر اوڑھا دینے تک رہے اور جب چادر اوڑھا دی گئی تو وہ اضطرابی کیفیت ختم ہو گئی اور اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو غار حرا کا واقعہ سنایا چنانچہ ''ذھب عنہ الروع'' کا جملہ اس امر کی تصریح کر رہا ہے کہ خوف دور ہو جانے کے بعد آپ نے قصہ سنایا یہ نہیں کہ قصہ سناتے وقت بھی آپ اپنی جان کے خوف میں مبتلا تھے۔

نبی کو نبوت کے ابتدائی مرحلہ میں فرائض نبوت کو نبھانے کا عارضی فکر ہو جانا شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ منکرین سنت کا اس معصوم جملہ کو غلط رنگ دے کر یہ کہنا کہ بخاری سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی نبوت ہی میں شک تھا۔ نہایت بے ایمانی کے ساتھ حدیث کے مذکورہ بالا جملہ کی تحریف معنوی کرنا ہے۔ کیونکہ پوری حدیث میں کوئی لفظ تو درکنار اشارہ تک نہیں کہ معاذ اللہ آپ ﷺ نبوت کے معاملہ میں ذرا بھر بھی ریب و شک میں مبتلا تھے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب نبوت ملی تو حکم ہوا کہ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔

(اِنَّهٗ طَغٰی) بے شک اس نے سر اٹھایا ہے یعنی سرکش ہو گیا ہے تو اور ہارون علیہ السلام نے عرض کیا۔

''ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغٰی''

اے ہمارے رب! بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔

دیکھیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی خوف ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ خوف کی علت یہ نہیں تھی کہ جناب کلیم علیہ السلام کو اپنی نبوت میں شک تھا بلکہ یہ خوف نبوت کی ادائیگی کے سلسلہ میں تھا کہ مجھے فرعون جیسی عظیم طاقت کے مقابلہ کے لیے بھیجا جا رہا ہے تو میں تنہا فرائض نبوت سے کیونکر عہدہ برآ ہوں گا۔ یہی فکر تھی جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خوف میں مبتلا کر دیا

Marfat.com

اور انہیں عرض کرنا پڑا کہ الٰہی میں ڈرتا ہوں کہ ہم پر فرعون زیادتی نہ کرے۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کا نبوت کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں فرض نبوت کی ادائیگی اور رسالت کی ذمہ داریوں کے متعلق عارضی طور پر ذرا دیر کے لیے باقتضائے بشریت خوف واضطراب میں مبتلا ہو جانا شان نبوت کے منافی نہیں۔اسی طرح "لقد خشیت علی نفسی" کا یہ مطلب لینا بھی باطل ہے کہ آپ پر فرشتہ کو دیکھ کر رعب پیدا ہو گیا تو آپ نے کہا کہ مجھے تو جان کا خطرہ ہو چکا تھا۔

اولاً تو یہ اس لیے باطل ہے کہ یہ اس وقت کسی حد تک ممکن ہو سکتا تھا جبکہ جبریل علیہ السلام اپنی ملکی (فرشتوں والی) صورت میں آتے۔حالانکہ حدیث پاک میں ملکی صورت میں آنے کا کوئی ذکر نہیں البتہ آپ کے بشری صورت میں آنے کے واضح اشارات موجود ہیں تو اس میں اتنا رعب طاری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ثانیاً اگر اس رعب کا سبب جبریل ہوتے تو یہ رعب شروع میں دیکھتے ہی طاری ہونا چاہیے تھا۔حالانکہ آپ بڑے سکون واطمینان سے جواب دیتے رہے ہیں وہ تین مرتبہ "اقرأ" کہہ رہے ہیں اور آپ ہر مرتبہ "مـا انـا بقاری" کہہ کر جواب دے رہے ہیں۔اگر ڈر ہوتا تو معاذ اللہ! آپ کی زبان مبارک سے کوئی لفظ بھی ادا نہ ہو سکتا۔

لہٰذا واضح ہوا کہ رعب واضطراب کا سبب حضرت جبریل علیہ السلام کو فقط دیکھنا نہ تھا بلکہ کلام الٰہی کا نزول اور وحی کی ثقالت وشدت ہی تھی۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"لیس هو بمعنی الشك فیما اتاه الله تعالٰی لکنه ربما خشی انه لا یقوی علی مقاومة هذا الامر و لا یقدر علی حمل اعباء الوحی فتزهق نفسه"

یہاں خوف طاری ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو عطا کیا ہے آپ کو اس میں شک تھا۔بلکہ اتنے عظیم امر نبوت کو اٹھانے کی طاقت مجھے کیسے حاصل ہو گی اس کا خوف دامن گیر تھا۔یہ وحی کا بوجھ جو میرے اوپر ایک چادر کی طرح تان دیا گیا ہے۔میں اس کو اٹھانے کی قدرت کیسے رکھوں گا؟

یہی سبب تھا جسے آپ نے خوف وخطرہ سے تعبیر کیا اور فرمایا کہ میری تو جان جا رہی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تسلی دینا:

"فقالت خدیجة کلاو الله لا یخزیك الله ابدا انك لتصل الرحم و تصدق الحدیث و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں ہرگز نہیں بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی پریشان وشرمندہ نہیں کرے گا۔آپ قرابت داروں کا خوب حق ادا کرتے ہیں۔سچی گفتگو فرماتے ہیں۔بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ضرورتمندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔مسافروں کی میزبانی کرتے ہیں اور لوگوں کو راہ حق میں پیش آنے والے حوادث پر مدد دیتے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تسلی آمیز الفاظ کو بار بار غور سے پڑھیں تو واضح ہو گا کہ فرشتے کا رعب نہیں تھا ورنہ

Marfat.com

آپ پوچھتیں کہ وہ کیسا شخص تھا؟ وہ کیسے آیا آپ سے کیسے پیش آیا۔ نہیں آپ یہ نہیں پوچھ رہی تھیں بلکہ کہہ رہی تھیں۔ حضور ! جس ذات باری نے آپ کو یہ بارگراں اٹھانے کا حکم فرمایا ہے وہی آپ کا معاون ہوگا۔ اس نے تو آپ کو اوصاف حمیدہ پہلے ہی عطا کر رکھے ہیں آپ سے اگر چہ کوئی قطع تعلق کرے لیکن آپ پھر بھی اس سے صلہ رحمی کرتے ہیں آپ ﷺ سچا کلام فرماتے ہیں لوگ بے شک آپ کی تکذیب بھی کرتے رہیں۔ آپ کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آپ ضعیف لوگوں یتیموں بیواؤں، عیال دار نادار عورتوں اور غریب مردوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ان کی امداد فرماتے ہیں۔ آپ بھلائی کے کاموں کے لیے مال حاصل کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے پاس مال نہیں ہوتا انہیں عطا فرماتے ہیں اور جو مسافر لوگ آپ کے پاس آتے ہیں آپ ان کی امداد فرماتے ہیں اور جو مصائب حق کی راہ میں لوگوں پر آتے ہیں۔ آپ ان کی امداد فرماتے ہیں۔

ان اوصاف کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی پریشان نہیں کرے گا۔ سبحان اللہ! ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے کتنا عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے آپ نے جن الفاظ سے تسلی دی رب تعالیٰ نے بھی وہی الفاظ ذکر فرمائے۔

''یوم لایخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ''

حدیث پاک سے یہ بھی سمجھ آیا کہ بعض اوقات کسی انسان کی اس کے سامنے تعریف کرنی جائز ہوتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ وہ شخص اس پر متکبر نہیں ہو جائے گا اور اس تعریف کرنے میں لوگوں کو بھی اس نیکی کی طرف مائل کرنا ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ آپ کا فقر اختیاری تھا اضطراری نہیں تھا حضور ﷺ نے خود فقر کو پسند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''الفقر فخری'' فقر میرا فخر ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دلیل یہ پیش فرمائی:

"انك ممن لا یصبه مکروہ لما جمع اللہ فیك من مکارم الاخلاق ومحاسن الشمائل"

بے شک آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اعلیٰ اخلاق اور اچھی عادات سے نوازا ہے۔

"وفیه دلالة علی ان مکارم الاخلاق و خصال الخیر سبب للسلامة من مصارع السوء"

اس میں دلیل پائی جاتی ہے اس پر کہ اچھے اخلاق اور بھلائی کے کام برائی کی وجہ سے ہلاکتوں سے بچانے کے ذرائع و اسباب ہیں۔

تبلیغ ہدایت:

آنحضرت ﷺ نے اپنے اللہ کی عطا کردہ رسالت کا حق اور تبلیغ ہدایت میں ایسا احسن طریق اختیار فرمایا جو اپنی مثال آپ ہے۔ آپ ﷺ نے وحی کے علم النور سے نسل انسانی کو منور کرنے میں جس کمال عمل کی مثال قائم فرمائی منکرین اس سے چاہے کتنا انکار کریں وہ سچ سب پر خود ہی غالب ہے۔

''واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون''

اللہ تعالیٰ اپنا نور ہدایت تمام عالم پر غالب کرنے کو ہے اگر چہ کفار کو برا ہی کیوں نہ محسوس ہو۔

☆☆☆

Marfat.com

بعثت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف با اسلام ہونے تک

Marfat.com

ورقہ بن نوفل سے گفتگو

پھر ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنے وقت کے عظیم دانشور اور عالم و فاضل چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

ورقہ بن نوفل کچھ مدت پہلے بت پرستی چھوڑ کر نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے۔ عبرانی اور عربی زبان پر عبور ہونے کی وجہ سے آج کل انجیل کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کر رہے تھے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے پوری روداد وحی بیان فرمائی۔ غار حرا کا واقعہ فرشتے کا گلے لگانا، نبی اکرم ﷺ کا سوال جواب غرض وحی کے نازل ہونے اور رسول اللہ ﷺ پر ردعمل کے بارے میں جو کچھ بھی آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے سنا تھا سب بیان کر دیا۔

ورقہ بن نوفل سب کچھ تفصیل سے سننے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے پھر یوں گویا ہوئے:

قدوس قدوس! والذی نفس ورقة بیده لئن کنت صدقتنی یا خدیجة لقد جاء الناموس الاکبر الذی کان یأتی موسٰی وانه لنبی هذه الامة فقولی له فلیثبت!

سبحان اللہ سبحان اللہ! جس ذات کے قبضہ میں ورقہ کی جان ہے اسی کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں اے خدیجہ! اگر ایسا ہی رونما ہوا ہے جیسا کہ تم کہہ رہی ہو تو یہ وحی ''ناموس اکبر'' ہے یعنی وہی فرشتہ مکرم علیہ السلام ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اے خدیجہ! آپ کے شوہر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس امت کے نبی ہوں گے۔ ان سے میری طرف سے عرض کر دیجیے کہ مصائب میں ثابت قدم رہیں۔ پھر اس نے حضور ﷺ کو آئندہ پیش آنے والے واقعات کے متعلق کہا:

اے کاش! میں اس وقت تک زندہ رہ سکتا جبکہ آپ کی قوم آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ بن نوفل نے جواب دیا ہاں! جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں۔ اس کو لے کر کوئی آدمی نہیں آیا جس سے لوگوں نے دشمنی نہ کی ہو اگر میں اس زمانہ میں زندہ رہا تو آپ کی ہر طرح مدد کروں گا اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد ہی ورقہ بن نوفل نے وفات پائی اور اس کے بعد وحی رکی رہی۔

خیال رہے کہ سورہ اقرأ کی پانچ آیتوں کے نزول کے بعد جبریل علیہ السلام کی آمد رکی رہی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سلسلہ وحی رک جانے کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

حضور ﷺ غار حرا سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ فرشتہ نظر آیا جس کا ذکر حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری کی روایت میں ہے وہ وحی کے رک جانے کے متعلق حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں (غار حرا سے) آ رہا تھا کہ میں

Marfat.com

نے آسمان سے ایک آواز سنی میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا تو مجھے اس سے خوف آیا میں گھر واپس ہوا اور میں نے کہا مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

''یاایھا المُدثر قم فانذِرْ ....الخ)

سورہ اقرأ کی پانچ آیتوں کے نزول کے بعد وحی آنا بند ہو گئی تھی۔ جس کی مدت تین سال بتائی جاتی ہے۔ اس کے بعد جبریل امین حاضر ہوئے تو سب سے پہلے سورہ مدثر کی آیتیں نازل ہوئیں جن کا ذکر اس حدیث پاک میں ہے۔ جس کا ترجمہ ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد وحی آنا شروع ہو گئی جس کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام:

زمین و آسمان کے درمیان نبی اکرم ﷺ کی دعوت حق پر سب سے پہلے عورتوں میں سے جس عظیم ہستی نے لبیک کہا وہ قابل احترام ہستی حضرت خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی ہے۔ آپ کا ایمان لانا فطری تھا۔ کیونکہ آپ نے زندگی کے دس سال اس صادق امین ہستی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گزارے تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی ہر بات میں سچائی دیکھی، طبیعت میں روحانی تقدس دیکھا۔ حسن سلوک کا بے مثال عملی اظہار دیکھا، دوسرے لوگ تو بتوں کی عبادت کرتے اور بزعم خود ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے پاگل ہو رہے تھے۔ اپنے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے پتھر، لکڑی سے تراشے معبودوں کو نفع اور نقصان کا مالک سمجھ رہے تھے۔ ان کی عبادت کرنا فرض سمجھتے تھے۔ انہیں اپنا حاجت روا اور فریادیں سن کر امداد کرنے والے مانتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کو ان تمام سالوں میں صرف اور صرف اللہ جل شانہٗ کی صفات کے مظاہر پر غور و تدبر کرنے میں گم دیکھا۔ آپ ﷺ کی روح اور دل کو سچے معبود کی تلاش میں کفار کے مقابلہ میں بے انتہا فعال دیکھا۔

اعلان رسالت کا اہتمام:

وحی کے نزول کے بعد حضور ﷺ نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دینے کا اہتمام فرمایا۔ جس کے سامنے زمین و آسمان ہر لمحہ سربسجود ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز اپنے اہل و عیال اور خاندان والوں سے کیا۔

فرضیت نماز اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نماز کی تلقین فرمائی تو آپ اور آپ کی رفیقہ حیات دونوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ فرضیت نماز کے موقع پر علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بھی آنحضرت ﷺ ہی کے دولت کدہ پر آپ کی کفالت میں تھے۔

اسی دوران میں ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ باہر سے لوٹے تو آنحضرت ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں نماز ادا فرما رہے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ کو رکوع و سجدہ اور قرأت دیکھ کر بے حد متعجب ہوئے اور جہاں کھڑے تھے

Marfat.com

وہاں سے قدم نہ ہٹایا نماز ختم ہونے پر علی نے عرض کیا۔

''آپ (دونوں) کس کے آگے سجدہ کر رہے تھے؟''

رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اے علی! ہم یہ سجدہ اس خدا کے حضور کر رہے تھے جس نے مجھے نبوت عطا فرما کر لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی بلا وقفہ (رسول اللہ ﷺ نے اپنے عم زاد برادر (علی رضی اللہ عنہ) سے فرمایا ''اے علی! اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو! میری نبوت پر ایمان لاؤ! لات و منات اور ان جیسے بتوں کی پرستش سے کنارہ کشی اختیار کر لو!''

اس تلقین کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے تھوڑا سا قرآن پڑھ کر علی کو سنایا۔ وہ اس کلام کی تاثیر میں گھر گئے اور اپنے برادر بزرگ (جناب رسالت مآب ﷺ) سے عرض کیا:

''اتنا وقفہ تو دیجیے کہ میں اپنے والد سے مشورہ کر لوں!'' علی نے یہ شب گونہ اضطراب میں بسر کی مگر صبح ہوتے ہی انہوں نے اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس معاملہ میں مجھے اپنے والد سے مشورہ کرنے کی حاجت نہیں!

لقد خلقنی اللّٰہ من غیر ان یشاور ابا طالب فما حاجتی الی مشاورتہ لاعبد اللّٰہ

اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوطالب سے مشورہ کیے بغیر پیدا کیا میں اس کی عبادت کے لیے اپنے باپ سے کیوں مشورہ کروں!

اس طرح اظہار ایمان کرنے کی وجہ سے جناب علی رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں۔

زید بن حارثہ کا قبول اسلام:

جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زر خرید غلام تھے انہیں غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی اب اس زمرہ میں چار مومن داخل ہو گئے (رسول اللہ ﷺ کے سوا) آپ کی رفیقہ حیات، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ اب رسول الامین کو یہ فکر ہوئی کہ قریش میں اس مہم کا آغاز کس طرح کیا جائے! آپ کو خطرہ تھا کہ وہ آباؤ اجداد کے دین اور بتوں کی پرستاری آسانی سے ترک نہ کریں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا:

حضرت ابوبکر (ابن ابی قحافہ تیمی) آنحضرت ﷺ کے سچے دوست تھے۔ وہ شروع ہی سے رسول اللہ ﷺ کی نیک دلی حفظ امانت و صدق مقال کے مداح تھے آنحضرت ﷺ کو بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اخلاص و یگانگت پر بھروسہ تھا۔ گھر سے باہر سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے سامنے اپنی دعوت کا اظہار فرمایا جس میں نبوت اور وحی کے تمام مراحل کا تذکرہ بھی تھا یار وفادار کسی شک و تردد کا اظہار کیے بغیر آپ کی دعوت پر ایمان لے آئے۔ سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں ایسا حق پرست کون ہے جو پتھر کی تراشی ہوئی مورتیوں کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت پر قربان نہ کر سکے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت و رہنمائی سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اپنی پوشاک کی طہارت و نظافت میں کوتاہی نہ کیجیے سائل کا سوال رد نہ کیجیے اور یتیم بچوں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھیے۔

(سورۃ مدثر کی ابتدائی آیتوں کی طرف اشارہ ہے)

Marfat.com

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اسلام:

ابوبکر رضی اللہ عنہ مرد وجیہ اور پیاری شخصیت کے حامل ہونے کی وجہ سے مرجع انام تھے۔ قریش میں انساب (شجرہ ہائے قبائل) میں اعلم وافقہ تجارت پیشہ ہونے کی بدولت فارغ البال، فراست اور دانشمندی میں ممتاز احسان و مروت کا منبع! قریش میں ان کا بہت وقار تھا۔ وہ توحید کو انسان کے لیے نعمت بے کراں سمجھتے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں کو بھی اس نعمت سے بہرہ مند ہونے کی دعوت شروع فرمادی۔ ان کی دعوت سے قریش کے اکابر میں سے مندرجہ ذیل اصحاب نے اسلام قبول کیا۔ عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام (رضی اللہ عنہم) اور کچھ دنوں کے بعد ابوعبیدہ بن جراح اور مکہ سے باہر بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے بے شمار لوگ ایمان لے آئے۔

عہد اول میں ایمان لانے والے:

عہد اول میں معمول یہ رہا کہ جو بھی ایمان لاتا وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان لانے کا اظہار واقرار کرتا اور آپ ﷺ سے بنیادی مسائل، عقائد اور اعمال کی تعلیم حاصل کرتا۔ لیکن یہ سب قریش سے اپنا مسلمان ہونا پوشیدہ رکھتے انہیں ڈر تھا کہ بتوں سے بیزاری یا ان کی پوجا پاٹ چھوڑ دینے کا علم ہوتے ہی قریش ان کی جان کے دشمن ہو جائیں گے یہی وجہ تھی کہ تمام مومنین فریضہ صلوٰۃ پہاڑوں میں چھپ چھپ کر ادا کرتے سلسلۂ تعلیم و تدریس بھی خفیہ طور پر ہی چلتا غرض اسی حال میں تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی اور اس درمیان میں جتنی بھی آیات نازل ہوئیں انہوں نے ان سب کے ایمان کو اور پختہ کر دیا ان کے ایمان واستقلال میں اضافہ ہوتا گیا۔

اسلام کی قبول دعوت میں آنحضرت ﷺ کے کردار کا اثر:

ہر شے سے کہیں زیادہ رسول اللہ ﷺ کے حسن کردار نے لوگوں کو اسلام پر مائل کیا۔ حضور ﷺ تمام برگزیدہ صفات سے متصف تھے۔ جوہر طینت سے بہرہ منداور رحم وکرم طبیعت کا خاصہ ہی تھا، تواضع اور ملنساری میں نمایاں شجاعت و مردانگی میں بے مثل، شیریں گفتار میں ضرب المثل عدل پسندی اور مراعات حقوق کی نگہبانی میں پیش پیش، کمزور مسکین ومحتاج اور یتیم پر پدرانہ شفقت کے خوگر دوستوں کے ساتھ احسان وبخشش اور مروت وعورت میں بینظیر یہ تو خلوت کے معمولات تھے۔

جونہی شب کی تاریکی دنیا پر چھا جاتی حضور اکرم ﷺ بستر راحت پر آرام فرمانے کی بجائے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے خود پر نازل ہونے والی آیات پر غور وتدبر فرماتے کبھی زمین وآسمان کی وسعتوں کو دیکھ کر خالق کائنات کے کمالات پر توجہ مرکوز فرماتے اور پھر کائنات کے ذرہ ذرہ پر حکمرانی کرنے والے اللہ وحدہٗ لاشریک سے زندگی کے مقصد کو سمجھنے اور سمجھ کر اسے مفید تر بنانے کی توفیق واعانت مانگتے۔ کبھی اللہ تعالیٰ سے حق کی پہچان اور حق کی حفاظت کرنے اور حق پر چلنے کی رہنمائی مانگتے اپنے امام اور رہنما پیشوا کے اس اعلیٰ ترین اخلاق کو دیکھ کر مومنین کے ایمان میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا اس خطرہ سے لاپرواہ کہ قریش ہمیں اپنے باپ دادا کے دین (بتوں کی پرستش) سے منحرف ہونے پر مشتعل ہو جائیں اور ہمیں تکلیفیں پہنچانے لگیں ستانے لگیں۔ اپنے ایمان میں اور مستحکم ہو رہے تھے۔ حتیٰ کہ مکہ کے تجارت پیشہ اور اشراف وجیہ

Marfat.com

حضرات کے ساتھ کچھ غریب و نادار اور مفلس لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ان سابقین اولین یعنی سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں بہت سی خوش نصیب بیبیاں تھیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر:

اب حضور ﷺ کا ذکر خیر مکہ مکرمہ کی گلیوں، محلوں اور گھروں میں صبح و شام ہونے لگا۔ آپ ﷺ کے ذکر کی خوشبو ان اہل مکہ کی خصوصی محفلوں میں پہنچ گئی۔ جن کے دلوں پر بدبختی کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ بدبو کے عادی خوشبو سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اس دین کا حال بھی قیس، امیہ اور ورقہ بن نوفل کے دین کا سا ہو گا۔ جو کچھ مقبولیت کے بعد اپنی موت آپ ہی مر گیا۔ جس طرح دوسرے مذہبی رہنماؤں اور علماء کی محفلیں آج ویران پڑی ہیں یہ بھی ویران ہو جائے گا اور پھر آج مسلمان کہلانے والے پھر اپنے اصل دین بت پرستی کی طرف لوٹ آئیں گے۔ آخر ہبل جیسا پر ہیبت دیوتا! یہ لات و عزیٰ جیسے غیرت مند خدا اور ان سے بھی بڑھ کر اساف و نائلہ جیسے قہرمان جنہیں قربانی کے خون میں تیرایا جاتا ہے اپنے منکروں کو یونہی آوارہ چھوڑے رکھیں گے ہرگز نہیں! وہ ان مسلمان کہلانے والوں کو جلدی اپنے حضور سرنگوں کر کے رہیں گے"۔

افسوس! اہل مکہ کو اس کی ہوا بھی نہ لگی تھی کہ ایمان صادق پر کوئی طاقت غالب نہیں آسکتی اور کامیابی صرف صداقت کی تقدیر میں لکھی جا چکی ہے۔

دعوت اسلام:

تین سال متواتر در پردہ تبلیغ جاری رہنے کے بعد اسلام کی دعوت صلائے عام کے درجہ پر آگئی وحی نازل ہوئی:

وانذر عشيرتك الاقربين واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين فان عصوك فقل اني بريء مما تعملون ○ (۲۶:۲۱۴ تا ۲۱۶)

اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرما دو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ ہوں۔

فاصدع بما تؤمروا عرض عن المشركين (۱۵:۹۴)

تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

دعوت طعام کا اہتمام:

اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے تمام قرابت داروں کو دعوت طعام میں دولت خانہ پر جمع کر کے سب کو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی۔ اسی دوران آپ کے چچا ابولہب (نام) دوران کلام ہی میں آتش زیرپا ہو کر بڑبڑا اٹھا اور لوگوں کو بہکا کر اپنے ساتھ لے نکلا۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی قسم کا ایک موقعہ اور نکالا دوبارہ انہیں دولت خانہ پر جمع کیا۔ جب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

Marfat.com

ما اعلم انسانا فی العرب جاء قومه بافضل مما جئتکم به قد جئتکم بخیر الدنیا و الاخرۃ و قد امرنی ربی ان ادعوکم الیه فایکم یوا زرنی علی ھذا الامر؟

اہل عرب میں سے آج تک کوئی شخص مجھ سے بہتر پیغام نہیں لایا یہ پیام دنیا اور عقبیٰ دونوں کی بھلائی کا رہنما ہے اس پیام میں اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی طرف بلاؤں، آپ میں کون میرا پیام قبول کرتا ہے؟ یہ سن کر تمام حاضرین نے منہ پھیر لیا اور اٹھ کر اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ مجلس میں علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بھی تشریف فرما تھے جو ابھی بالغ بھی نہ ہوئے تھے۔ مگر ہمت و جان نثاری کا یہ عالم کہ بھری مجلس میں لبیک کہتے ہوئے عرض کیا۔

انا یارسول اللّٰہ عونك انا حرب علی من حاربك!

یارسول اللہ! میں آپ کی یاوری کروں گا اور جو شخص آپ سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔

بنو ہاشم کے بعض مغرور اشخاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جرأت مندانہ اعلان پر حقارت آمیز نگاہ ڈال کر مسکرائے اور بعض نے حقارت آمیز قہقہہ لگایا۔

کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو دیکھا اور پھر ابو طالب کے چہرہ پہ نظریں جمائیں، غرض نادانوں کا ٹولہ اس انداز سے اپنی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آستانہ نبوت علیہ السلام سے نکل گیا۔

کوہ صفا پہ توحید کی منادی:

اس کے بعد ایک بار پھر نبی اکرم ﷺ نے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ اہل مکہ کے عام قبائل کو دعوت دینے کا آغاز فرماتے ہوئے ان کو کوہ صفا پہ چڑھ کر ندا دی؟

قریش قریش!

انہوں نے سنا تو اُمڈ کر آگئے اور آپ سے پکارنے کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا:

اریتم لوا خبرتکم ان خیلا بسفع ھذا الجبل اکنتم تصد قونی؟

اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار چھپا بیٹھا ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کر لو گے؟ ہاں! ہم آپ کی بات کو صحیح تسلیم کریں گے۔ آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں! اس حقیقت واقعہ کو مولانا حالی نے اپنی مسدس میں اس طرح بیان کیا ہے:

کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا
کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے

جواب میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید یا بنی عبدالمطلب یا بنی عبد مناف یا بنی زھرۃ یا بنی تیم یا بنی مخزوم یا بنی اسد ان اللّٰہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین وانی لااملك لکم من الدنیامنفعة ولا من الاخرۃ نصیبا الا ان تقولوالا الا اللّٰہ"

Marfat.com

میرے عزیز و اور دوستو! میں نے یہ پکار اس لیے لگائی کہ میں تمہیں ایک سخت عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے خبردار کروں۔ اے بنی عبد المطلب، اے بنی عبد مناف، اے بنو زہرہ، اے بنی تیم، اے بنی مخزوم اور اے فرزندان اسد! سب بگوش ہوش سنو اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریب و دور کے رشتہ داروں کو عاقبت سے ڈراؤں یعنی تمہیں اس بات کی دعوت دوں کہ تم بتوں کو چھوڑ دو اور ''کہو نہیں کوئی معبود مگر اللہ وحدہٗ لاشریک'' تمہارے انکار کی صورت میں میری رشتہ داری دنیا اور آخرت میں تمہارے کسی کام نہ آسکے گی۔

ابولہب کی بدبختی:

ابولہب (از قبیلہ ہاشم) جو اپنے بڑوں کے دین پر مضبوطی سے قائم تھا۔ پہلے ہی کی طرح سیخ پا ہو کر گستاخانہ انداز میں اپنی بدنصیبی کو خود آواز دیتے ہوئے کہا:

تباً لك سائر هذا اليوم الهذا جمعتنا۔

ارے تو سدا برباد رہے ایسے کام کے لیے تو نے ہمیں بلالیا۔

اس کی زبان سے یہ کلمات سن کر رسول مقبول ﷺ حیران رہ گئے (الٰہی! میرا چچا کیا کہہ رہا ہے) ذرا وقفہ کے بعد وحی نازل ہوئی۔

تبت يدا ابى لهب و تب ما اغنٰى عنه ما لهٗ و ما كسب سيصلى نارا ذات لهب (۱۱۱:۱-۳)

تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور تباہ ہو ہی گیا۔ اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں۔

اپنی تباہی اور بربادی پر اللہ تعالیٰ کی مہر لگوا کر گستاخ رسول سب کو ساتھ لیے وہاں سے چل دیا۔ اس کے بعد ابولہب کی ساری تدبیریں ناکام ہو گئیں۔ اہل مکہ کی تمام سازشیں جو انہوں نے لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کے لیے کی تھیں فنا ہو گئیں اور کوئی پل، گھڑی یا دن ایسا نہ ہوتا کہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہہ کر کوئی نہ کوئی حلقہ اسلام میں داخل نہ ہوتا۔ اس پہ کمال یہ ہے کہ اسلام کے قلعہ میں داخل ہونے کے بعد نہ ہی کسی کے دل میں تجارت کے برباد ہو جانے کا ڈر انہیں احکامات الٰہیہ کی تعمیل سے روکتا اور نہ ہی خرید و فروخت میں رکاوٹیں ان کے تقویٰ اور خلوص کو متزلزل کر پاتیں۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فی بیوت اذن اللّٰه ان ترفع و یذکر فیها اسمه یسبح له فیها بالغدو و الاصال رجال لا تلهیهم تجارة ولا و بیع عن ذکر اللّٰه واقام الصلٰوة و ایتاء الزکٰوة یخافون یوماً تتقلب فیه القلوب و الابصار۔ (۳۶:۲۴/۳۷)

ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اسی کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد

Marfat.com

اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

اب ان سب کی زندگی کا مقصد ان کی مسکراہٹ اور غم سب کی روح صرف اور صرف اللہ کے رسول ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کرنا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے جان نثاروں نے اپنے ہادی برحق کو اچھی طرح جان لیا کہ آپ کو نہ تو اپنی رفیقہ حیات کی دولت سے طمع ہے نہ مال و زر جمع کرنے کی ہوس بلکہ ان کی سب سے بڑی دولت نسل انسانی کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آنا ہے۔ مصیبت کے ماروں کی غم خواری کرنا، ہر انسان کو اس دنیا اور آخرت کی بھلائی کی دعوت دینا، ان کی لغزشوں سے درگزر کرنا اور انہیں صراط مستقیم پر چلانا ہے اسی دوران آنحضرت ﷺ پر وہ آیات نازل ہوئیں جن میں انفرادی طور پر مال جمع کرنے والوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الھٰکم التکاثر o حتیٰ زرتم المقابر o کلا سوف تعلمون o ثم کلا سوف تعلمون o کلالو تعلمون علم الیقین o لترون الجحیم o ثم لترونھا عین الیقین o ثم لتسئلن یومئذٍ عن النعیم o

تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا ہاں ہاں! جلد جان جاؤ گے پھر ہاں ہاں! جلد جان جاؤ گے۔ ہاں ہاں! اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔ بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔ پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی۔

آنحضرت ﷺ نے نسل انسانی کو جس لازوال نعمت سے مالا مال کرنا چاہا اس سے بہتر کون سا مال اور دولت ہو سکتا ہے۔ یہ نعمت انسان کو دوسروں کی غلامی سے آزادی دلانے کی نعمت ہے۔ یہ حریت کی لازوال نعمت ہے۔ جس کے اردگرد کوئی دیوار نہیں رہتی جس کے اردگرد سارے قلعے مسمار ہو جاتے ہیں یہی حریت نسل آدم کی عزت نفس اور بقائے دوام کی ضامن ہے۔

کیا اس حریت نے انسانوں کو ان کے ہاتھوں تراشے ہوئے بتوں کی اندھی غلامی اور عقائد کی زنجیروں سے آزادی نہیں دلائی؟

یہ بت جو اللہ وحدہٗ لاشریک اور انسان کے حقیقی خالق و محسن کے درمیان آڑ بنے ہوئے تھے انہیں اب ملیامیٹ نہیں کیا؟ انسانوں کے دلوں کو لات وعزیٰ جیسے مفروضہ معبودوں کے خوف سے نجات نہیں دلائی۔ مجوسیوں کے صدہا سال سے جلتے ہوئے آتش کدوں کو اس نعمت نے نم آلود نہیں کیا؟ کیا اس نعمت توحید نے عصر کی آفتاب پرستی کے ولولوں کو ختم نہیں کیا؟ دنیا نے دیکھا کہ ستاروں کے پجاری اس نعمت عظمیٰ کے پاتے ہی ایک اللہ ایک خالق و مالک کے حضور میں سجدہ ریز ہو گئے۔

فرشتوں اور جنوں کی تقدیس کے تصور میں جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس نعمت توحید کے نور نے اسے پاش پاش

Marfat.com

کردیا۔صدیوں سے بندوں اور معبود حقیقی کے درمیان حجاب اکبر بنے ہوئے انسانوں کے خودساختہ معبودوں کو زمین بوس کردیا۔

محمد ﷺ کی تعلیم نے انسان کو اپنے اعمال پر مختار ہونے کا درس دیا ایک ذات مطلق سے حقیقی تعلق سے آگاہ کیا۔انہیں بتایا کہ تمہارے اعمال کی پرسش ہوگی اور یہ بھی بتایا کہ تمہاری وہ نیکیاں جواس کی عدالت کے ترازو میں بھاری ہوں گی۔ تمہاری شفاعت کریں گی انسان کو بتایا کہ خود ہر انسان کا ضمیر اس کے ایک ایک سانس پر اس کا محاسبہ کرتا ہے اور آخرت کا محاسبہ بھی اس ضمیر کی روشنی میں ہوگا۔

یہ ایسی حریت ہے جس کی دعوت حضرت محمد ﷺ نے دی اگر اس کی تعلیم کی افادیت وعظمت میں کسی کو تردد ہو تو اسے اپنی آزادی کے حدود و معاملات کے مقابلے میں جانچ کر دیکھ لے۔کیا ابولہب اور اس کے ہمدم لوگوں کو اسلام ہی کی متوازن ومتساوی آزادی کی دعوت دے رہے تھے! یا لوگوں کو غیر اللہ کی پرستش پر قائم رکھنے کے لیے خود کو بھی ہلاک کر رہے تھے۔جن کے خرافات دلائل صدیوں سے نور حق وضیائے کے ہدایت کے درمیان حجاب بنے ہوئے تھے۔

کفر بوکھلا اٹھا:

اسلام کی شان اثر خیزی اور نفوذ کو دیکھ کر کفر کے سرغنہ ابولہب، ابوسفیان اور دوسرے اکابرین قریش سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ اگر محمد ﷺ کو اسی طرح کامیاب ہوتی رہی تو ہماری سیادت، تباہ، دولت ختم اور کھیل تماشوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا اس لیے طے پایا کہ آنحضرت ﷺ کی ہر قدم پر توہین کی جائے جس سے نبوت ودعوت کی خود بخود تکذیب ہوتی رہے گی اس سلسلہ میں چوراہوں، گزرگاہوں اور محفلوں میں ہجو یہ قصائد پڑھوانے شروع کیے جن میں ابوسفیان بن حارث عمرو بن العاص اور عبداللہ بن زبعری جیسے جادو بیان شاعر اپنی شعلہ بیانی سے عوام کو حضور ﷺ کے خلاف بھڑکاتے۔ہر شعر میں رسالت ونبوت اور آنحضرت ﷺ پر ہتک آمیز جملوں کا تواتر ہوتا گوان کے جواب میں مسلمان شعراء بھی شعر کہتے اور سناتے جب اہل مکہ ہر قسم کی ایذارسانی کے باوجود حضور ﷺ کو دعوت حق سے روکنے میں ناکام ہوگئے تو انہوں نے قریش کی طرف سے عتبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔حضور ﷺ اور عتبہ کے مابین جو گفتگو ہوئی وہ اس طرح تھی۔

عتبہ: (آنحضرت سے مخاطب ہوکر) بھائی کے بیٹے! آپ کو معلوم ہے کہ خویش واقارب میں آپ بزرگ وبرگزیدہ اور نسب میں عالی رتبہ ہیں۔آپ اپنی قوم میں ایک نیا مذہب لائے ہیں۔جس سے آپ نے ان کی جماعت کو پراگندہ کردیا ہے۔آپ نے ان کے داناؤں کو نادان بتایا۔ان کے معبودوں اور ان کے دین کو برا کہا اور ان کے گزشتہ آباؤاجداد کو کافر بتایا۔سنیے میں چند باتیں پیش کرتا ہوں۔شاید آپ ان میں سے ایک بات پسند فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ: ابوالولید! بیان کریں میں سنتا ہوں۔

عتبہ: بھائی کے بیٹے! اس نئے مذہب سے آپ کا مقصود اگر مال ہے تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کردیتے ہیں کہ آپ ہم سے زیادہ مالدار بن جائیں۔اگر اس سے ہم پر شرف مقصود ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنالیتے ہیں۔آپ کے بغیر کوئی کام نہ کیا کریں گے۔اگر آپ کو ملک مطلوب ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیتے ہیں۔اگر ہم آپ سے اس جن کو نہ روک سکیں جو آپ کے پاس آتا ہے تو آپ کا علاج کرائیں گے اور علاج میں اپنا پیسہ خرچ کریں گے یہاں تک کہ وہ

Marfat.com

جن بھاگ جائے۔

آنحضرت ﷺ ابوالولید کیا تو کہہ چکا جو کہتا تھا؟

عتبہ: ہاں!

آنحضرت ﷺ مجھ سے سن۔

عتبہ: سنایئے:

آنحضرت ﷺ نے سورہ حٰم السجدہ کی آیات تا آیہ سجدہ تلاوت فرما کر سجدہ کیا اور عتبہ کھڑا سنتا رہا۔

آنحضرت ﷺ ابوالولید! تو نے سنا؟

عتبہ: میں نے سن لیا۔ آپ جانیں اور آپ کا کام۔

قریش: (عتبہ کو آتا دیکھ کر ایک دوسرے سے) اللہ کی قسم! ابوالولید وہ چہرہ لے کر نہیں آیا جو لے کر گیا تھا (عتبہ کو پاس بیٹھا دیکھ کر) ابوالولید! وہاں کا حال سنایئے۔

عتبہ: اللہ کی قسم! میں نے ایسا کلام سنا کہ اس کی مثل کبھی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم وہ شعر نہیں نہ جادو ہے، نہ کہانت۔ اے گروہ قریش! میرا کہا مانو اس شخص کو کرنے دو جو کرتا ہے اور اس سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے جو کلام اس سے سنا ہے اس کی بڑی عظمت وشان ہوگی۔ اگر عرب اس کو مغلوب کر لیں تو تم غیر کے ذریعے اس سے بچ گئے۔ اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے تم اس کے سبب سے خوش نصیب ہو جاؤ گے۔

قریش: (ابوالولید) اللہ کی قسم! اس نے اپنی زبان سے تجھے بھی جادو کر دیا۔

عتبہ: اس کی نسبت میری یہی رائے ہے تم جو چاہو کرو۔

قریش مکہ کی ایذاء رسانیاں:

اب رسول ﷺ کا ذکر بلادِ عرب میں دور دور پہنچ چکا تھا قریش روز بروز تشدد میں زیادتی کرتے جاتے تھے۔ انہوں نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں کمینے لوگوں کو آپ پر برانگیختہ کیا۔ آپ کی تکذیب کی۔ آپ پر استہزاء کیا۔ آپ کو شاعر کہا۔ جادوگر بتایا۔ کاہن کہا، سڑی اور پاگل بتایا مگر آپ برابر تبلیغ فرماتے رہے۔

ایک روز آپ خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے۔ حرم شریف میں اس وقت قریش کی ایک جماعت موجود تھی۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کی ترغیب سے ذبح کیے ہوئے اونٹوں کی اوجھ سجدے کی حالت میں آپ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی یہ دیکھ کر وہ سب نابکار قہقہہ مار کر ہنسے۔ کسی نے آپ کی صاحبزادی بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر کر دی۔ وہ فوراً دوڑی آئیں اور آپ کی پشت مبارک سے وہ پلیدی دور کر دی اور ان کو برا بھلا کہا۔ یہ نابکار حرمات اللہ کی بے حرمتی بھی کیا کرتے تھے۔ اس لیے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یوں بددعا فرمائی۔ ''یا اللہ! تو گروہ قریش کو پکڑ۔ یا اللہ! تو ابوجہل بن ہشام۔ عتبہ بن ربیعہ۔ عتیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف کو پکڑ، اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے دن مقتول دیکھا اور امیہ کے سوا سب کے کنویں بدر میں پھینک دیئے گئے۔ امیہ موٹا تھا۔ جب اسے کھینچنے لگے تو کنویں میں ڈالنے سے پہلے ہی اس کے اعضاء

Marfat.com

ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

اسی طرح شیاطین قریش ایک دن خانہ کعبہ میں جمع تھے۔ ابوجہل ایک بھاری پتھر اُٹھا کر سجدے کی حالت میں آنحضرت ﷺ کے سر مبارک کو کچلنے کے لیے آگے بڑھا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو وہ خوف زدہ اور گھبرایا ہوا پیچھے بھاگا اور پتھر ہاتھ سے نہ پھینک سکا۔ قریش نے پوچھا ابوالحکم! تجھے کیا ہوا؟ بولا جب میں نزدیک گیا تو میں نے اس کے درے ایک اونٹ دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے اس کا وہ سر اور گردن اور دانت دیکھے کہ کبھی کسی اونٹ کے دیکھنے میں نہیں آئے۔ وہ اونٹ مجھے کھانے لگا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ جبریل تھے۔ اگر ابوجہل اور نزدیک آتا تو اسے پکڑ لیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ نابکار کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن مبارک میں چادر ڈال لی۔ پھر اسے کھینچا یہاں تک کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے آئے اور فرمانے لگے ”کیا تم ایک شخص کو محض اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے یہ سن کر وہ ہٹ گئے۔

یہ اذیتیں آنحضرت ﷺ تک محدود نہ تھیں۔ بلکہ آپ کے اصحاب بھی طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ وہ غریب مسلمان جن کا مکہ میں کوئی قبیلہ اور دیار نہ تھا۔ خصوصیت سے قریش کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ اذیتیں مختلف انواع کی تھیں۔ مثلاً آگ پر لٹا دینا۔ تپتی ریت پر لٹا کر بھاری پتھر سینہ پر رکھ دینا تا کہ کروٹ نہ لے سکے۔ چابک سے اس قدر مارنا کہ ٹوٹ جائے۔ چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دینا۔ جکڑ کر کوٹھڑی میں بند کر دینا۔ پاؤں میں رسی باندھ کر تپتی ریت پر گھسیٹنا۔ گلا اس قدر گھونٹنا کہ دم نکل جانے کا گمان ہو جائے۔ زدوکوب سے بے ہوش و مختل الحواس کر دینا نیزہ مار کر ہلاک کر دینا وغیرہ۔

معجزات کا مطالبہ:

اس اثناء میں بعض اہل مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے آپ کی نبوت و رسالت کی صداقت میں معجزات طلب کیے جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

(i) کوہ صفا اور مروہ کی پہاڑیاں سونے کی بن جائیں۔

(ii) وحی کتابت شدہ صورت میں آسمان سے ہمارے سامنے نازل ہو۔

(iii) جس فرشتے جبریل (علیہ السلام) سے آپ ہم کلام ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس سے ہمارے روبرو آپ کی گفتگو ہونی چاہیے۔

(iv) (عیسیٰ علیہ السلام کی طرح) مردوں کو زندہ کر کے دکھایا جائے۔

(v) اور یہ پہاڑ جنہوں نے مکہ شہر کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ انہیں اٹھوا کر دور پھنکوا دو تا کہ لوگوں کو آزاد آب و ہوا سے لطف اندوز ہونا نصیب ہو۔

(vi) مکہ مکرمہ کے چاروں طرف ایسے چشمے پھوٹ نکلیں جن کا پانی زمزم سے زیادہ خوشگوار ہو۔

حقیقت یہ تھی کہ تمام گفتگو کا محرک ایک ہی مقصد یعنی آپ ﷺ کا تمسخر اڑانا تھا۔

Marfat.com

اس پر ایک اور مطالبہ یہ بھی تھا۔

(vii) تجارت کی ترقی کے لیے اپنے اللہ سے پوچھ کر روز کا بھاؤ بھی ہمیں بتادیا کرو۔

چنانچہ اہل مکہ کی ان احمقانہ گفتگو کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللّٰه ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسنى السوء ان انا الا نذير و بشير لقوم يومنون o

(سورہ اعراف :188)

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں۔ مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی۔ میں تو ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

ذات کبریا نے تو آنحضرت ﷺ کو ''انذار'' و ''بشارت'' کے لیے مبعوث فرمایا تھا مگر یہ لوگ آپ سے ایسے مطالبات کرنے پر تلے بیٹھے تھے۔ جن کی تصدیق پر عقل خاموش ہے۔ خدا کا رسول ﷺ اسی قدر بتا سکتا ہے۔ جس قدر اللہ کی طرف سے اس پر کلام نازل ہو۔ بخلاف منکرین کے کہ رسول خدا ﷺ کا ان لوگوں سے مطالبہ عین دانش پر مبنی تھا جس کی تصدیق ان (منکرین) کی وحی نفس جیسی قوت قدسی نے بھی کی حیرت ہے کہ قرآن جیسے مرقع ہدایت کے ہوتے ہوئے یہ لوگ معجزوں کے طلب گار ہوئے! مگر قرآن کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا جو خود ہی معجزات کا شاہکار ہے۔ انہوں نے تصدیق رسالت کے لیے معجزہ کو ضروری کیوں سمجھ لیا اور اگر ان کے مطالبہ کی تعمیل ہو جاتی تو پھر بھی ان کے وسوسے دور ہونے کا یقین ناممکن ہے۔

بلکہ اغلب امکان یہ تھا کہ اگر معجزات پورے ہو جاتے تو یہ انکار کے لیے کوئی دوسری راہ نکال لیتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن بتوں کو ان لوگوں (کافروں) نے اپنا مختار کل مان لیا ہے۔ اپنی تقدیر کا مالک مان لیا ہے۔ یا جن کے ذریعہ یہ الہ العالمین تک پہنچنے کی امید لگائے ان کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔ نذریں چڑھاتے، نیازیں دیتے ہیں۔ ان کو اپنا الہ ماننے سے پہلے ان کے معبود ہونے کے حق دار ہونے کی کون سی دلیل دیکھی تھی۔ کونسا معجزہ دیکھا تھا۔ صرف اس لیے اسے اٹھا کر بت خانوں میں سجا دیا کہ وہ صحرا میں گڑھا ہوا تھا۔ الہ مان لیا خود ہی تراشا اور خود ہی گھڑ کر بت خانوں میں اٹکا دیا۔

جب کہ ہر بت کی بے کسی کا یہ عالم ہے کہ وہ خود اپنے نفع وضرر پر قدرت نہیں رکھتا کیا ان بتوں کی پرستش انہوں نے بغیر طلب دلیل شروع نہیں کی؟ ہاں! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان بتوں سے دلیل طلب کرنا بے انصافی تھی۔ اگر یہ لوگ ان سے دلیل کے لیے لاکھ التجائیں بھی کرتے لیکن خشک لکڑی اور بے حس پتھر سے جو زندگی کی رمق سے محروم اور نقل وحرکت سے قاصر ہوں دوسروں کا نفع وضرر تو کجا خود ان پر کوئی آفت ٹوٹ پڑے تو اسے ہٹا نہیں سکتے وہ اپنی خدائی کے لیے دلیل کیسے دے سکتے تھے!

بت پرستی کی برملا تردید:

ابھی تک حضور ﷺ کی زبان پر بتوں کی بے چارگی کا چرچا نہ آنے پایا تھا لیکن اب سے آپ نے ان کی درماندگی کا

Marfat.com

چرچا عام کر دیا۔ جس سے قریش کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔ انہیں اپنا مستقبل تباہ ہوتا دکھائی دینے لگا۔ اس سے پہلے تو وہ حضور ﷺ کا مذاق اڑانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اپنی مشاورت گاہوں میں، اپنی عام اور ذاتی مجلسوں میں، کعبہ کے پاس بیٹھ کر بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ہر موقع پر آپ کا تمسخر اڑا کر دل کے پھپھولے پھوڑتے رہتے تھے۔ تنہائیوں میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لات و عزیٰ کے بیکار ہونے کی دلیلیں سن سن کر اپنے معبودوں کی غم خواری کے غم میں انگاروں پر لوٹتے تھے۔

لیکن اب معاملہ ان حدود سے آگے گزر گیا تھا۔ اب انہوں نے سنجیدگی سے سوچنا شروع کیا کہ اگر محمد ﷺ نے مکہ کے عوام کو قریش کے خلاف ابھار لیا یا اس کے اثر سے اطراف کے رہنے والے لوگ مسلمان ہو کر ہمارے بتوں کو چھوڑ بیٹھے تو اس سے نہ صرف مکہ کی دینی عظمت مٹ جائے گی۔ بلکہ ہماری بیرونی تجارت اور مکہ کی اتنی بڑی منڈی بھی ختم ہو جائے گی۔

وفد قریش کا ابو طالب پر دباؤ:

اگرچہ یہ بات سب کو معلوم تھی کہ جناب ابو طالب اسلام سے کنارہ کش ہیں مگر اپنے بھائی کے بیٹے کی حمایت سے کسی صورت دست بردار نہیں ہوں گے۔ پھر بھی ان کی مجلس شوریٰ نے تین بار اپنا وفد ان کے پاس نبی اکرم ﷺ پر دباؤ ڈالنے کے لیے بھیجا۔

پہلے وفد نے ابوسفیان بن حرب کی صدارت میں ابو طالب سے کہا سید محترم! آپ کے بھتیجے ہمارے خلاف محاذ قائم کر رکھا ہے۔ ہر وقت سر بازار ہمارے بتوں کی توہین کرنا ان کا مشغلہ ہے۔ کئی بار منع کرنے کے باوجود ہمارے دین میں نقص نکالنا نہیں چھوڑا، قریش کے اسلاف پہ نکتہ چینی کرنا ان کا شعار بن چکا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے بزرگوں کو برملا گمراہ کہتے ہیں۔ ہماری قوم کے بزرگوں کے بارہ میں ان کی باتیں سن سن کر ہمارے دلوں میں ناسور ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ:

(الف) انہیں ان باتوں سے منع کر دیجیے

(ب) یا ان کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیجیے۔ پھر ہم ان سے نپٹ لیں گے۔

غنیمت ہے کہ آپ ان کی بجائے ہمارے ہی عقیدہ پر ہیں۔

ابو طالب نے انہیں مناسب جواب دے کر رخصت فرما دیا ادھر رسول پاک ﷺ بدستور تبلیغ میں سرگرم اور بتوں کی بے چارگی بیان کرنے میں منہمک رہے۔ جس سے مسلمانوں کی تعداد اور بڑھ گئی۔ قریش کے دل کا ناسور بھی گہرا ہو گیا۔

دوسرا وفد:

غصہ میں تلملائے ہوئے قریش نے ایک بار پھر مجلس شوریٰ میں فیصلہ کیا کہ ایک اور بااثر وفد جناب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہو۔ چنانچہ اس دفعہ یہ وفد قریش کے ایک انتہائی خوبصورت نونہال، حسن و جمال میں یکتا، شجاعت و جاہت میں بے مثال نوجوان عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ یہ نوجوان شجاعت میں ممتاز ہونے کے ساتھ حسن و زیبائی میں بھی بے مثل تھا۔ وفد نے سیدنا ابو طالب سے درخواست کی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے کر دیجیے اور ان کے عوض میں عمارہ کو اپنی فرزندگی کی عزت بخشیے۔

مگر جناب ابو طالب نے اس تجویز سے اتفاق نہ فرمایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بدستور تبلیغ میں سرگرم رہے۔

Marfat.com

تیسرا وفد:

پھر ایک بار مجلس شوریٰ قائم ہوئی اور پھر وفد کی صورت جناب ابوطالب کے حضور میں یہ مطالبہ پیش کیا گیا۔

اے ابوطالب! آپ نہ صرف سن میں ہم سب سے بڑے ہیں بلکہ مرتبہ میں بھی تمام قریش میں ممتاز و سر بلند ہیں۔ پہلے بھی آپ سے درخواست کی کہ اپنے بھتیجے کو ہماری دشمنی سے منع فرما دیجیے مگر آپ نے انہیں ان کے کام سے ابھی تک نہیں روکا۔

اے بزرگ قوم! بخدا! ''اب ہم سے ضبط نہ ہوگا آپ کے برادر زادہ ہمہ وقت ہمارے بزرگوں کی توہین، ہمارے اسلاف کی تذلیل اور بتوں کی مذمت میں مشغول ہیں۔ اب بھی اگر آپ نے ہماری بات پر توجہ نہ دی تو پھر ہمیں آپ سے جنگ کرنا ناگزیر ہوگا تاکہ معاملہ کسی آخری فیصلہ کن نتائج کو پہنچ جائے۔

قریش کے یہ تیور دیکھ کر ابوطالب کو بہت زیادہ احساس ہوا۔ اب انہیں کیا جواب دینا چاہیے کیا کرنا چاہیے اس فکر میں ڈوب گئے۔

ابوطالب اگرچہ اپنے برادر زادہ کے دین میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ لیکن انہیں اپنے برادر زادہ کی توہین بھی تو کسی قیمت پہ گوارا نہیں تھی۔ البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوا کر قریش کے مطالبے کا ایک ایک حرف بیان کرتے ہوئے کہا:

اے میرے بھتیجے من! میری اور اپنی دونوں کی بقا کا خیال رکھئے اور مجھے ایسی مصیبت میں نہ ڈالیے جسے میں برداشت نہ کر سکوں۔

اپنے عم مہربان کی تنبیہ سن کر پہلے تو آپ خاموش ہو گئے۔ لیکن ذرا دیر بعد تخیل میں پہلی سی روانی پیدا ہو گئی۔

عم بزرگوار کی تنبیہ کا جواب:

رسول کائنات حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثار چچا سے فرمایا:

''یا عم واللہ لو وضعت الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ما ترکتہ''

اگر اہل مکہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ کر کہیں کہ مہر و ماہ کے عوض میں تبلیغ رسالت ترک کر دوں مجھے منظور نہ ہوگا۔ اگر اس راہ میں مجھے ہلاکت نظر آئے تب بھی پیچھے نہ لوٹوں گا۔

اللہ! اللہ! حق کی عظمت اور ایمان کا جذبہ بھی کس قدر پر تاثیر ہے۔ اپنے برادر زادہ کے جواب سے سیدنا ابوطالب کے بدن میں مسرت کی رو دوڑ گئی۔ ابوطالب اپنے بالمواجہ قدسی قوت اور پرشکوہ عزیمت دیکھ رہے تھے۔ جن کے بغیر نہ تو زندہ رہنے میں لطف ہے نہ موت میں کڑواہٹ! یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہٹ آئے۔

ابوطالب کا استقلال:

اللہ اکبر! سبحان اللہ! سچائی کی عظمت اور ایمان کے جذبہ میں کتنی جرأت و شجاعت ہوتی ہے کتنا اثر ہوتا ہے کہ اپنے برادر زادہ کا جواب سن کر ابوطالب کے دل میں خوف کی جگہ خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ ابوطالب کے

Marfat.com

روبروپاکیزہ قوت اور ناقابل شکست عزیمت کا پیکرِ عظیم کھڑا تھا۔ جن کے بغیر عم بزرگوار کو نہ تو زندگی میں لطف محسوس ہوتا اور نہ ہی موت میں کڑواہٹ!

اپنا مذکورہ جواب دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ہٹ گئے۔ ذرا دیر بعد ابوطالب کے تخیل میں بھی تبدیلی رونما ہوئی۔ وہ اپنے برادرزادہ کے موقف اور ان کے خلاف اپنی قوم کے غیظ وغضب سے تھرا اٹھے۔ آپ کو دوبارہ اپنے پاس بلا کر کہا "میرے بھتیجے! جو بات تمہیں لوگوں سے کہنا ہوا سے کہہ دیا کیجیے۔ بخدا! مجھے تمہاری تکالیف گوارا نہ ہوگی۔"

ادھر ابوطالب نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے تمام افراد کو دولت خانہ پر جمع کر کے ان کے سامنے اپنے برادرزادہ کا موقف پیش کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے جو سوال و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ان کی ذاتی بات چیت ہوئی تھی۔ وہ بھی حرف بحرف کہہ دی۔ یہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر آنے والے ان تاثرات کو بھی بیان کر دیا۔ جو ان سے بات کرتے ہوئے ان کے چہرہ پرانوار پر نظر آئے تھے گفتگو کا حاصل یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ ہم سب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرنا ہوگی۔

مسلمانوں پر مشکلات کی یلغار:

ادھر غصے سے بپھرے ہوئے قریش پر راتوں کی نیند حرام ہوگئی مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کی کوشش میں کے لیے انہوں نے عیش وعشرت پر لات ماردی اور تو کیا بس چل سکتا تھا۔ ہر قبیلہ اپنے خویش وقرابت دار مسلمان کی ایذا دہی پر تل گیا۔ حضرت بلال حبشی جو غلامانہ زندگی بسر فرما رہے اسلام لانے کے بعد انہیں انتہائی ظالمانہ سزاؤں کا تختہ مشق بنا دیا گیا۔ انہیں کڑکتی دھوپ میں گرم ریت پر لٹا کر سخت گرم اور وزنی سل ان کے سینے پر رکھوائی جاتی۔ انہیں مجبور کیا جاتا کہ وہ اسلام چھوڑ دیں یا موت قبول کر لیں مگر ایمان کی لاثانی عظمت و ہمت اور عزیمت کے مینار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے ہر نئی اذیت کے جواب میں ایک ہی اعلان کا اعادہ ہوتا۔

هو الله احد ، هو الله احد

بلال رضی اللہ عنہ پر یہ مشق کئی روز تک رہی ایک دن ابوبکر رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے تو ان کی مصیبت برداشت نہ کر سکے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کے آقا سے خرید کر آزاد کر دیا۔ اسی طرح جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کئی ایسے اور غلام خرید کر آزاد کیے جو اسلام لانے کے جرم میں اپنے آقاؤں کی دشمنی کا مورد بنے ہوئے تھے۔ ان میں عمر بن الخطاب کی بھی ایک کنیز تھیں! قریشیوں کے جور، جبر وتشدد سے ایک مسلمان عورت شہادت کا مرتبہ پا گئی۔ جسے کفار نے ہر قسم کے تشدد سے اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا مگر اس مومنہ نے جان دے دی۔ لیکن اسلام کا دامن نہیں چھوڑا۔

جبر وتشدد کا یہ سلسلہ غلاموں تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ کفار مکہ اور قریش نے آزاد مسلمانوں پر بھی ہر طرح کا ظلم وتشدد کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ سرورِ دو عالم بھی جو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب دو قبیلوں کی پناہ میں تھے۔ ان کے گزند سے نہ بچ سکے۔ ابولہب کی بیوی (ام جمیل) نے دستور ہی بنا لیا کہ گھر بھر کا کوڑا اسمیٹ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں پھینک دیا جائے۔ جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے کچھ کہے بغیر راستے سے یہ کچرا ایک طرف ہٹا کر نکل جاتے۔

Marfat.com

ابوجہل کی ایک ذلیل حرکت:

ایک دن ابوجہل کے نصیبوں میں تا قیامت ایک ذلیل کن حرکت سوجھی اور ٹھیک اس وقت جب سید البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے سامنے فریضۂ صلواۃ ادا کرنے میں مصروف تھے کہ ابوجہل نے قربان گاہ سے بکری کی اوجھ اٹھوا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر اس وقت رکھ دی جب آپ بارگاہ الٰہی میں سجدہ کر رہے تھے۔ یہاں سے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں کاشانہ نبوت ہو گئے اور آپ کی صاحبزادی خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے آپ کی پوشاک کو دھویا صاف کیا۔

قریش کی طرف سے نہ صرف جسمانی سزا رسانی کا سلسلہ زوروں پر چلتا رہا بلکہ زبانی بھی انتہائی دل دکھانے والے جملے آندھی کی طرح آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلتے رہے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ اس وقت تک یا جس وقت بھی کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اعلان کرتا۔ یعنی اس کی زبان سے ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں'' نکلتا تو اس لمحہ قریش اور کفار مکہ کی طرف سے طرح طرح کی ہوش ربا تکلیفیں پہنچانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ لیکن ہر قسم کے جبر و تشدد کے باوجود یہ لوگ مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ دین کی راہ میں یہ ایذائیں اور بھی ثبات قدم کا ذریعہ بنتی گئیں۔ اصحاب رسول اپنے ایمان کی حفاظت میں ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے لیے خوشی محسوس کرتے رسالت کا یہ دور (مکی) تاریخ کا حیرت انگیز مرقع ہے۔ جس دور میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی دنیا کی ہر نعمت، مال و منصب حتیٰ کہ بادشاہت کے مقابلہ میں بھی ایمان کے دلدادہ نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان اتنی بڑی نعمت تھی کہ جو لوگ انہیں ایذائیں پہنچاتے صحابہ انہیں بھی اسلام میں لانے کی کوشش فرماتے۔ ان کی خوشی اس میں تھی کہ ہمارے ایذا رسان بت پرستی کے آزار سے رہا ہو جائیں۔ جس سے انسان کی روح ہر لمحہ ذلت و پستی میں سرنگوں رہتی ہے۔ عجیب ماجرا ہے کہ جن لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح و رشد کا یہ بیڑا اٹھایا انہی کے ہاتھوں نئی نئی تکلیفیں پہنچنے لگیں۔

ان کے شاعر قصیدوں میں رسول دو عالم ﷺ کی ہجو کرتے۔ قریش نے ایک شخص کو اس پر اکسایا کہ وہ مصلح اعظم کو کعبہ کے سامنے قتل کر دے دولت کدہ پر سنگ باری ہونے لگی۔ پیرو اور انصار دونوں گروہ مصیبت میں گھر گئے۔ مگر تاریخ اسے نہ بھول سکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلوں میں کمی نہ آنے پائی۔ آئے دن ہمت و استقلال میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ اسی طرح رفقائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ان کی روح میں اپنے ہادی کی وہی گفتار موجزن تھی۔

''لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترك هذا الامر حتی یظهره اللّٰه او اهلك فیه ما تركته''

بخدا! اگر اہل مکہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ کر کہیں کہ تبلیغ رسالت ترک کر دوں۔ تب بھی میں اسے ترک نہ کروں گا۔

اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفوں میں لطف محسوس ہونے لگا۔ اس راہ میں موت کی خلش ان کے دل سے مٹ

Marfat.com

گئی۔ جب قریش مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے تو یہ انہیں توحید کا وعظ سنانا شروع کر دیتے جوان کے سرور و لطف کی علامت ہے۔

غور فرمایئے ان واقعات کی تفصیل کتنی حیرت افزا ہے۔ مکہ میں اسلام لانے والے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کا ایسا عظیم الشان بسیرا جبکہ نہ تو ابھی دین مکمل ہوا تھا اور نہ ہی قرآن حکیم کی آیات زیادہ تعداد میں نازل ہوئی تھیں۔ لہٰذا ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ایک تھی کہ ان مسلمانوں کے خلوص، ثبات واستحکام کے عوامل میں رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاص، محبت، حسن اخلاق، صداقت، مستحکم قوت ارادی، ثابت قدمی اور قوت عزیمت جیسے جوہر الجواہر کا عمل دخل تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ اثرات بھی جن کی روئیداد کچھ اس طرح سے بیان کی جاسکتی ہے۔

اس دور میں مکی زندگی کا نظام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرزمین میں آنکھیں کھولیں جہاں کا نظام شخصی حکومت کے بجائے جمہوری نظام کے مشابہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خاندانی وجاہت کی بنا پر بذات خود بھی ممتاز و موقر تھے۔ ضروریات میں دوسروں کے محتاج نہ تھے، سیادت و عظمت کے اعتبار سے اس قبیلہ کے فرد تھے۔ جو کعبہ کی حجابت اور حاجیوں کی سقایت (پانی پلانے یا فراہم کرنے) میں تمام ہم عصروں میں سرفراز تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتی صلاحیت و قابلیت اور اخلاق کی بنا پر پوری قوم سے ''امین و صادق'' کے اعلیٰ ترین القاب وخطاب حاصل کیے تھے۔ اس لیے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال و جاہ یا دینی اور سیاسی برتری حاصل کرنے کے محتاج ہوں۔

دستور حیات:

سچ تو یہ ہے کہ صرف اور صرف اسلام ہی کے پیش کردہ دستور حیات نے انسانی معاشرہ کی ترقی اور انسانیت کو اعلیٰ مقام دلانے کی واضح اور بے نقص راہیں معین کی ہیں اور صدیوں سے نہ معلوم کتنی اور کیسی کیسی ذلت آمیز غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان کو ان سے نجات دلائی ہے۔ اسے آزادی اور عزت نفس سے متعارف کرایا ہے اور دلائل کے ساتھ سمجھا دیا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانا اور اس حقیقی معبود کو ہی اپنا معبود مان لینے میں انسان کا اپنا وقار ہے۔ عزت ہے اور اس کے پیش کردہ دستور حیات (شریعت) کے مطابق زندگی بسر کرنے سے ہی اسے اپنا بلند تر مقام و عظمت رفتہ حاصل کرنا ممکن ہے۔ رہا اس راہ پہ چلتے ہوئے ابتدا کی مشکلیں تو انجام کار عظیم کامیابی پر نظر ہو تو یہ بھی خوشگوار اور مسرت بخش محسوس ہونے لگتی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

(سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے ساتھیوں کی استقامت دیکھ کر بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب میں حمایت کا جذبہ اور زیادہ ہو گیا۔ ایک روز ابو جہل نے سر راہ ناشائستہ کلمات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بلاتعرض وہاں سے ہٹ آئے۔ حضرت حمزہ جو آپ کے عم بزرگوار اور برادر رضاعی بھی تھے۔ انہیں شکار کا بھی شوق تھا۔ اس میں ان کا یہ معمول تھا کہ صیدگاہ سے لوٹتے تو کعبہ کا طواف کیے بغیر دولت خانہ پر تشریف نہ لے جاتے۔ اس روز

Marfat.com

حضرت حمزہ شکار سے واپس آ رہے تھے۔ کسی شخص نے ابوجہل کی اس زیادتی کا تذکرہ ان سے کر دیا۔ حمزہ راستے میں کسی طرف التفات کیے بغیر سیدھے کعبہ میں پہنچے۔ وہاں ابوجہل آلتی پالتی مارے بیٹھا شیخیاں بگھار رہا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جاتے ہی اس کے سر پر اس زور سے کمان ماری کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا اور قبیلہ مخزوم کے لوگ جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ اپنے سردار کی حمایت کے لیے بڑھے مگر ابوجہل نے یہ کہہ کر معاملہ رفع دفع کرایا کہ زیادتی کی پہل میری طرف سے ہوئی تھی۔

اس کے بعد ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے کا اعلان فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آج سے آپ کی نصرت وحمایت میرے لیے میری جان سے زیادہ عزیز ہوگی انشاء اللہ۔

سفیرانِ قریش آنحضرت ﷺ کی خدمت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی اور دین اسلام کی مسلسل بڑھتی ہوئی مقبولیت سے قریش کے دل دہل گئے۔ انہوں نے ہر طرح کا جبر وتشدد کر کے دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اسلام کا دامن نہیں چھوڑتے اب تو ہمارے سامنے اعلانیہ طور پر نمازیں پڑھنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

قریش نے سدباب کے لیے پھر مجلس شوریٰ قائم کی۔ جس میں سب ایک ہی منصوبہ پر متفق ہو گئے۔ لیکن ہمارے خیال میں انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی سیاست وحکمرانی غبار راہ سے بھی کم حیثیت رکھتی تھی۔ ان کا مطمح نظر تو اللہ جل شانہ کے کلمہ کو سربلند کرتا تھا۔ توحید سے روحانیت کو سرشار کرنا تھا۔

قریش بیت اللہ میں حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ باہمی مشورہ کے بعد عتبہ بن ربیعہ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنا سفیر بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ عتبہ وجاہت شب میں قریش کے اندر ممتاز اور صاحب فراست تھے وہ قریش کی طرف سے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے مال کی اتنی مقدار اور منصب میں تمام قریش کی سرداری وغیرہ پیش کریں تا کہ آپ دعوت سے دست کش ہو جائیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیت اللہ میں ایک طرف یکہ وتنہا بیٹھے ہوئے عبادت میں مصروف تھے۔ عتبہ حاضر خدمت ہو کر عرض گزار ہوا۔

یا بن اخی انك منا حیث قد علیت اتیت من المكان فی النسب و قد اتیت قومك بامر عظیم فرقت به جماعاتهم فاسمع منی اعرض علیك اموراً لعلك تقبل بعضها۔

اے برادرزادہ من! آپ تمام قریش میں عالی النسب تو ہیں۔ مگر آپ نے قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے۔ میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ان میں سے کوئی ایک منظور فرمالیں گے۔

ان كنت ترید بهذا الامر مالا جمعنالك من اموالنا حتی تكون اكثرنا مالا۔

اگر اس قسم کی تبلیغ سے آپ کا منشا مال سمیٹنا ہو تو ہم لوگ آپ کے لیے اتنی دولت جمع کر سکتے ہیں کہ عرب میں آپ سے بڑا کوئی تونگر نہ ملے۔

وان كنت ترید تشریفا سودناك علینا فلا نقطع امرادونك۔

Marfat.com

اگر یہ نیت ہو کہ آپ تمام عرب کے سردار بن جائیں تو ہم برضا ورغبت آپ کی سیادت قبول کرنے کے لیے حاضر ہیں۔

وان کنت ترید ملکا ملکناك علینا

اگر آپ بادشاہت کے طلبگار ہوں تو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔

وان کان الذی یاتیك رئیا تراہ لا تستطیع ردہ عن نفسك طلبناك الطب و بذلنا فیه اموالنا حتی تبراء۔

اگر آپ آسیب زدہ ہیں اور اس کے معالجہ سے معذور ہیں تو فرمایئے ہم لوگ از خود طبیب اور اس کا معاوضہ مہیا کر سکتے ہیں۔

جب عتبہ خاموش ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے عتبہ! کچھ اور بھی کہنا ہے؟ عرض کیا اتنی ہی مفروضات تھیں جو پیش کر دیں رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورہ حم السجدہ کی ابتدائی 41 آیات تلاوت فرمائیں۔

حم : تنزیل من الرحمن الرحیم o کتب فصلت آیته قرآناً عربیاً لقوم یعملون وھم لایسمون تك!)

یہ آیات خدائے رحمان ورحیم کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ ایسی کتاب کی شکل میں جو عربی بولی میں ان لوگوں کے لیے فائدہ رساں ہے جو اسے سمجھنا چاہئیں۔

ادھر سید البشر شاداں وفرحاں معروف تلاوت تھے اور ادھر عتبہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے دم بخود بزم جہاں میں اپنے اپنے کام پر ہیں۔

حسن وعشق ان کے چہرے پر تبسم میرے دل میں ارتعاش

وہ غور سے سنتا رہا اور حیرت سے اس پیکر روحانیت کو دیکھا جسے نہ دولت کا لالچ ہے نہ کسی منصب کی طلب، فرمان روائی جیسی نعمت بھی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ عتبہ شرمسار تھا کہ ایسے قدسی صفات کو آسیب زدہ قرار دیا جائے بلکہ یہ شخص تو بے بہا حقائق ارشاد فرما رہا ہے۔ یہ تو انسانی معاشرہ کو نیکی کا عادی بنانا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت میں بھی لطف ونرمی ہی استعمال کرنا چاہتا ہے۔ عتبہ نے سمجھا کہ اس کی تلاوت کردہ آیتیں کمال بلاغت میں اعجاز کا نمونہ ہیں اور آپ نے عتبہ سے فرمایا میری طرف سے یہی جواب ہے۔ اس کے بعد رسول الامین ایک طرف تشریف لے گئے۔ عتبہ اپنے ساتھیوں کے پاس ایسی حالت میں پہنچا کہ جمال نبوۃ اور اعجاز قرآنی کے جلووں سے مسرور تھا۔ اس نے قریش سے کہا محمد کو مہلت دی جانی چاہیے اگر عرب ان پر غالب آ گئے تو قریش کو خود بخود اس سے نجات مل جائے گی اور اگر عرب ان کے تابع ہو گئے تو فخر قریش کے لیے ہو گا۔

لیکن قریش کی دشمنی بڑھتی ہی گئی۔ انہوں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں پر ستم رانی کی مہم اور تیز کر دی۔ البتہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان اور اپنے عم بزرگوار کے اقبال کی وجہ سے نسبتاً ان کے مظالم سے محفوظ تھے وہ جب چاہتے

Marfat.com

کسی مسلمان کو مار پیٹ لیتے جب چاہتے مسلمان کو قتل کر دیتے۔

مسلمانوں کی ہجرت حبشہ:

صورتحال کی نزاکت مدنظر رکھتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مظلوم مسلمانوں کو عرب سے باہر پناہ لینے کا مشورہ دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! دنیا میں کون سا ملک ہم کو پناہ دے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حبشہ کی مسیحی سلطنت میں تمہیں آرام مل سکتا ہے۔'' اس بادشاہت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ وہ سچائی کی سرزمین ہے۔ جب تک یہاں کے حالات سازگار نہیں ہوتے تم لوگ تب تک ہجرت کر کے وہاں چلے جاؤ۔ چنانچہ مسلمان دربار حبشہ میں ہجرت فرما ہوئے پہلی بار مہاجرین کی تعداد مرد گیارہ اور عورتیں چالیس تھیں جو چھپ چھپا کر مکہ معظمہ سے ہجرت کر گئے اور حبشہ میں امن سے دن گزارنے لگے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ قریش نے مکہ میں مسلمانوں کو ستانا ان پہ ستم ڈھانا بند کر دیا ہے۔ اس افواہ کو سچ مان کر وہ لوگ حبشہ سے واپس آ گئے۔ (اس کی تفصیل آگے آئے گی) لیکن جب یہاں پہنچے تو انہیں پہلے سے بھی زیادہ اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا مجبوراً انہیں دوبارہ حبشہ لوٹ جانا پڑا۔ اس مرتبہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ 80 مرد تھے۔ یہ گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے تک حبشہ میں ہی رہا۔

مسلمانوں کے پہلی بار حبشہ ہجرت کرنے کو ہجرہ اولیٰ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ہجرت کا مقصد:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح پر تحقیق مقصود ہو تو یہ سوال حق بجانب ہے کہ مسلمانوں کی ہجرت (حبشہ) کفار کی ایذا دہی سے فرار تھا یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مقصد بھی مدنظر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رسالت کی ہر منزل میں اپنے روحانی کمالات کی وجہ سے معاملات میں دور اندیشی اور دقت نظر ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اس لیے ہمیں ہجرت حبشہ کی مصلحت و نتائج سے چشم پوشی نہ کرنا چاہیے اور اس کی شرح آگے آئے گی۔

مسئلہ زیر بحث کا ایک پہلو تو عام ہی ہے کہ مسلمانوں کے ترک وطن سے بھی قریش کا دل ٹھنڈا نہ ہو سکا اور بیش قیمت تحفوں کے ساتھ ایک وفد نجاشی (بادشاہ حبشہ) کے حضور بھیجا کہ بادشاہ ان مسلمانوں کو قریش کی مشق ستم کے لیے ان کے حوالے کر دے۔

خیال رہے کہ نجاشی اور اس کی ماتحت رعایا دونوں عیسائی تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قریش کے دل میں یہ کھٹکا نہ تھا کہ اہل حبشہ کا دین اسلام قبول کرنے کا امکان ہے تو پھر انہوں نے مسلمانوں کو نجاشی سے واپس لینے کے لیے اپنا وفد کیوں بھیجا؟ دوسری صورت یہ تھی کہ قریش اس بات سے خائف تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان حبشہ میں رہ کر اتنی قوت حاصل کر لیں کہ وطن لوٹ کر مال اور فوج کی مدد سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ہمارے سامنے صف آراء ہو جائیں۔

Marfat.com

بادشاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہونے والے مکی وفد میں قریش کے بڑوں میں سے دو ممتاز شخص شامل تھے (1) عمرو بن العاص (2) عبداللہ بن رابیعہ یہ لوگ حبشہ کے دارالسلطنت میں پہنچے تو سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت پہلے بادشاہ اور اس کے درباریوں کی خدمت میں تحفے تحائف پیش کیے۔ اس کے بعد دربار شاہی میں حاضر ہو کر درخواست کی۔

اے بادشاہ! ہماری قوم کے چند سر پھرے نوجوان اپنی قوم کے دین سے برگشتہ ہو کر آپ کی مملکت میں آ گئے ہیں اگر وہ آپ کا اختیار کردہ مذہب قبول کر لیتے تو بھی غنیمت تھا۔ انہوں نے ایسا مذہب ایجاد کیا ہے جسے ہم اور آپ دونوں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اے شہنشاہ گیتی! قریش مکہ کے ان اصحاب دانش و حکمت نے آپ کے حضور انہیں واپس لے جانے کے لیے بھیجا ہے جو مسلمان کہلانے والوں کی برائیوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

اگرچہ کفار قریش کے اس وفد نے نجاشی کے درباریوں کو تحفے تحائف دے کر اپنا ہمنوا بنا لیا ہوا تھا لیکن بادشاہ مسلمانوں کو ان کے سپرد کرنے کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس نے اپنا خادم بھیج کر مہاجرین کو اپنے دربار میں بلوایا اور ان سے سب کے سامنے پوچھا!

آپ لوگوں کا مذہب کیا ہے؟ اور آپ لوگوں کو پہلا دین ترک ہی کرنا تھا تو مسیحیت یا سابقہ ادیان میں سے کوئی مذہب کیوں اختیار نہیں کیا؟

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی تقریر:

بادشاہ کے سوالات پر حضرت جعفر بن ابی طالب نے برسرِ اجلاس فرمایا۔

''اے بادشاہ! ہم لوگ دور جاہلیت کی وہ یادگاریں ہیں۔ جن کا مذہب بتوں کی پرستش اور ان کی خوراک مردار جانوروں کا گوشت تھا۔ ہم اپنی خواہشات کو انتہائی بے شرمی سے سب کے سامنے پورا کرتے ہمیں صلہ رحمی سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ پڑوسیوں کے حق ادا کرنا تو ہم جانتے ہی نہ تھے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے سے کمزور کا مال دبا لینے میں ماہر تھا۔ صدیوں سے ہم لوگ ایسی ہی وحشیانہ زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک رحمت الٰہی نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک ایسے شخص کو رسالت پر مبعوث فرمایا جس کی خاندانی وجاہت و حفظ امانت اور پاک دامنی کو ہم اس منصب رسالت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے پہلے ہی جانتے تھے اس نے ہمیں اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور ہم نے بتوں کو پوجنا چھوڑ کر خالق کائنات اللہ وحدہٗ لاشریک کی فرماں برداری (عبادت) کو اپنا مقصد حیات بنا لیا''۔

''اس نے ہمیں راست گوئی کی تعلیم دی اور ہم نے اس پر عمل کیا۔ اس نے ہم کو دوسروں کی امانت کی حفاظت کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا۔ ہم نے اس کی تعمیل کی۔ اس نے کہا ایک دوسرے کی تذلیل اور قتل کرنا بدترین اخلاق کا مظاہرہ ہے اسے چھوڑ دو ہم نے اسے چھوڑ دیا، فحش کلامی اور کذب بیانی کو اس نے بدترین افعال سے تشبیہ دی اور ہم نے ان سے اجتناب کر لیا۔ پاک دامن بیبیوں پر بہتان طرازی سے اس نے منع فرمایا اور ہم نے اپنی زبانوں پر مہر لگا لی۔ اس نے مال یتیم پر تعرض ناجائز قرار دیا اور ہم نے ایسے اموال کو امانت سے عزیز تر سمجھ کر اس کی حفاظت کی۔ اس نے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں ایک اللہ کی

Marfat.com

عبادت قیامِ صلوٰۃ کی ہدایت فرمائی۔ اس نے ہمیں اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ہم کو ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کی تاکید کی۔ ہم نے اس کے ہر ایک حکم کو اپنے اعمال کی روح بنالیا۔

حضرت جعفر نے رسول پاک ﷺ کی تعلیم میں سے کئی اور امور کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا۔

''اے بادشاہ! ہم نے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اس پر ایمان لائے اور اس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیں جو کچھ فرمایا اس کی پیروی کی۔

بادشاہ سلامت! ہمارے اپنے مہربان ہم وطنوں نے ہم پر کیسے کیسے ظلم کیے یہ کہانی تو بہت لمبی ہے۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں نے ہمیں وحشتناک سزائیں صرف اس لیے دیں کہ ہم اس وحدہٗ لاشریک کو اپنا معبود ماننا چھوڑ دیں اور پھر بے حیائی اور فحش کلامی کو اپنا وطیرہ بنالیں۔ ہم نے ان کا ہر ستم سہنا گوارا کیا۔ لیکن اپنے ہادی برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑنا پسند نہ کیا۔ اس وجہ سے انہوں نے بھی ہمارا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر تنگ آ کر ہمیں ہجرت کے سوا کوئی راہ نہ سوجھی۔ ہم نے اپنے آس پاس کے تمام ملکوں کے بارے میں سوچا مگر آپ کے سوا کوئی دوسرا انصاف پسند بادشاہ ہماری نگاہوں میں نہ بچا۔ جس کے ہاں ہم پناہ لے لیں اے بادشاہ! امید ہے کہ آپ کی سلطنت میں ہم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

حضرت جعفر کی تقریر سننے کے بعد نجاشی نے کہا کہ آپ کا رسول آپ لوگوں کو اللہ کی طرف سے جو فرمان دیتا ہے ہو سکے تو اس میں سے کچھ مجھے بھی سناؤ۔ جعفر نے فرمایا مجھے اس میں سے بہت کچھ یاد ہے اور یہ کہہ کر سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت شروع کر دی۔

فارشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیاً قال انی عبداللّٰہ اتنی الکتب وجعلنی نبیاً و جعلنی مبرکاً این ما کنت و اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیاً و براً بوالدتی ولم یجعلنی جباراً شقیاً والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت ویوم ابعث حیاً۔

ترجمہ: اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔ بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز وزکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا اور سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

نجاشی ابھی خاموش ہی تھا کہ اس کے درباریوں کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکل گئے ''بخدا! مسیح کا کلام اور ان کلمات کا مصدر ایک ہی ہے اس پر نجاشی نے کہا'' بے شک! موسیٰ اور آپ کے صاحب ہر دو کی وحی ایک ہی مشکوٰۃ نور سے روشن ہوئی ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے عمرو بن العاص سے فرمایا: ''آپ یہاں سے واپس چلے جایئے میں ایسے لوگوں کو آپ کے حوالے نہیں کر سکتا مگر دوسرے روز عمرو بن العاص نے پھر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''بادشاہ سلامت! یہ لوگ مسیح کے بارے میں بڑی ناشائستہ باتیں کہتے ہیں۔ نجاشی نے عمرو کے سامنے حضرت جعفر کو طلب کر کے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ''ہم حضرت عیسیٰ کے متعلق وہی کہتے ہیں جو ہمارے پیغمبر نے فرمایا کہ عیسیٰ اللہ کے

Marfat.com

بندے ہیں۔اس کی رسالت سے فائز ہیں۔اللہ کی روح اوراس کا کلمہ ہیں۔جو خدا نے مظہر عصمت کمال جناب مریم رضی اللہ عنہا پر القا فرمایا یہ جواب سن کر جناب نجاشی نے زمین پر اپنے عصا سے لکیر کھینچی اور خوشی سے بھر پور لہجہ میں کہا۔''اے جعفر میرے اور تمہارے دین میں اس ایک لکیر سے زیادہ فرق نہیں'' قریش ناکام ہوئے اور نجاشی کو اطمینان ہوگیا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے معترف نصرانیت کے موید اور اللہ وحدہ ذوالجلال کی عبادت کرنے والوں میں سے ہیں۔نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان وہاں امن وامان سے رہنے لگے۔یہ واقعات ہجرت اولی کے دور میں رونما ہوئے جن کے بعد مہاجرین (حبشہ) تک وہ افواہ پہنچائی گئی کہ ''اب مکہ میں مسلمانوں کو نہیں ستایا جاتا'' جسے سن کر وہ سب مکہ لوٹ آئے مگر جب یہاں مظالم کا پہلا رنگ دیکھا تو پھر حبشہ چلے گئے۔

اسلام اور دنیا کے دیگر مذاہب:

حبشہ میں عیسائی مذہب کی بدحالی کا یہ حال تھا کہ ایک طبقہ مریم علیہا السلام کو معبودہ مانتا تھا تو دوسرا گروہ جناب مسیح کو اپنا معبود مان رہا تھا۔دنیا کے زیادہ تر مذاہب زمانے کی طویل گردش کا شکار ہو کر اپنے اصل کو چھوڑ کر بت پرستی پر مطمئن ہو کر رہ جاتے۔اگرچہ ہر دین میں عرب جیسی برملا بت پرستی نہ سہی مگر ہر قوم کے تحت الشعور میں بت پرستی کا رجحان واضح طور پر محسوس ہوتا رہا تھا۔لیکن اسلام واحد وہ دین ہے جو ظاہر اور باطن دونوں قسم کی بت پرستی کے تصور کو بھی جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے اس لیے اس نے بت پرستی کے خلاف ہر رخ سے جنگ لڑی۔

تاریخ اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ اس دور (زمانہ رسالت مآب) میں مسیحی طبقہ بت پرستی پر اس حد تک مائل تھا کہ علماء وزہاد کو بھی وہ مقام دے رکھا تھا جو بت پرستی ہی کی ایک شکل تھی لیکن اسلام میں کسی شخص کے لیے یہ منزلت روا نہیں بلکہ اس کی روح انسانی کو اوہام کے گرداب اور کسی عالم یا پیشوائے دین کے ایسے احترام وتعظیم کی بجائے خود اسے ہی اوج فضیلت پر لے جانا چاہتی ہے۔

اسلامی تعلیم کے مطابق انسان اور اللہ جل شانہ کے درمیان پیر، فقیر، مذہبی پیشوا اور گوشہ نشین ایسی تعظیم کے مستحق نہیں البتہ ان سے تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے اور حد شریعت تک احترام بھی۔

عمل صالح، تقویٰ اور جس قسم کی بھلائی مسلمان کو اپنے لیے پسند ہے۔اسی کی مانند اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے کوشش کرنا یا بھلائی کرنا اسلامی تعلیم کا جمال اخلاق ہے۔

اسلامی تعلیم کے مطابق اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک بتوں، حاضرات بنانے والوں اور نجومیوں کی وقعت تنکے کے برابر بھی نہیں۔اس راہ میں ہر وہ عمل جو عرفاً نیکی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہی کام آسکتا ہے اور بت پرستی کا گناہ اس نیکی کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہے۔اعمال حسنہ کا واسطہ انسان کو اس روح حقیقت کے قریب تر لے جاتا ہے جس کے نور کی لہریں زمان ومکان کی حدود سے نکلنے کے لیے انگڑائیاں لیتی رہتی ہیں۔

اسی روح (حقیقت) تک رسائی کے لیے صلحاء نے اپنے اعمال کے واسطہ سے کوششیں جاری رکھیں۔جن اعمال کے واسطہ سے انسان اور خدا کے درمیانی حجاب خود بخود اٹھ جاتے ہیں۔بت پرستی اور اس قسم کی راہوں پر چلنے میں ارباب ثروت، قوی ہیکل پہلوان اور شہوت پرست بوالہوس سب کے سب چاہے اپنی تمام دولت صرف کردیں۔اپنی جان کو

Marfat.com

خطرے میں ڈال دیں یا نفس کو گزند پہنچانے میں دریغ نہ کریں تو بھی وہ ان طریقوں سے اس حقیقت کو نہیں جان سکتے جو مادیت اور زمانہ کے قیود سے آزاد ہوں۔ یقیناً انسان کو اُس کے اعمال کا معاوضہ اُس روز ضرور ملے گا۔

الیوم تجزی کل نفس بما کسبت (40:16)

ترجمہ: ''آج ہر جان اپنے کیے کا بدلہ پائے گی''۔

یوماً لایجزی والدعن ولدہ ولا مولود ھو جاز عن والدہ شیئاً (32:31)

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنے بچہ کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی کامی (کاروباری) بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دے گا۔

جس روز دولت، قوت اور طاقت لسانی میں سے کوئی خوبی کام نہ آسکے گی۔ جہاں نیک و بد اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں ازل سے لے کر دنیا کے آخری انسان یکجا جمع ہوں گے۔ عدل و حساب کا دن! جس میں کسی پر ظلم نہ ہوگا ہر شخص اپنے کیے کی سزا و جزا پائے گا۔

ولا تجزون الا ما کنتم تعملون (۴۵:۲۷)

ترجمہ: ''آج تمہیں تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا''۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو اسلام کی تعلیم دے کر ان کے دلوں کو نور ہدایت سے منور کیا ہو۔ ایسے لوگوں سے یہ خطرہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ سرزمین حبشہ کی شادابی اور وہاں کے مروجہ دین سے متاثر ہو کر اسلام سے پھر جائیں۔ وہ لوگ جنہیں اپنے پیشوا کی محبت اپنے مال و اولاد اور خود اپنے نفس سے زیادہ ہو ایسے عظیم رہنما کی محبت جس نے اسلام کے عقیدے پر ارض و سماء کی حکومت اور سورج و چاند جیسی دولت کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا ہو کہ:

یا عم واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ما ترکتہ۔

چچا جان اللہ کی قسم! اگر اہل مکہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ کر کہیں کہ میں مہر و ماہ کے عوض میں تبلیغ ترک کردوں تب بھی مجھے منظور نہ ہوگا۔ اب کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے اسلام سے منحرف ہوسکتے تھے۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نور ایمان، حکمت، عدالت، عدل، حقیقت جوئی، نیکی سخاوت، راست گوئی جیسی صفات سے روشناس کرایا تھا۔

بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ کی طرف اپنے دوستداروں کی ہجرت کے معاملہ میں ان کے ثبات ایمان و رسوخ عمل میں پوری طرح مطمئن تھے۔ انہیں (مہاجرین کو) نجاشی کی حکومت میں امن و سکون سے رہنے کا پورا موقعہ حاصل ہوا۔ وہ قریش مکہ کے مقابلہ میں ایسی قوم میں رہنے لگے جن کے ساتھ ان کی قرابت اور وطنیت کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ یہاں وہ اپنے مذہبی اعمال پوری آزادی سے ادا کرنے لگے اور جب قریش ان حالات سے آگاہ ہوئے تو انہیں بے حد ندامت محسوس ہونے لگی کہ ہم نے اہل حبشہ کے مقابلہ میں اپنے ہم قوم اور سب بھائیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

اس وقت حضرت عمر ابن الخطاب کی عمر شریف تقریباً 35 برس تھی۔ آپ کا چند لفظوں میں یوں کیا جا سکتا ہے کہ قوی ہیکل، پر شکوہ، دلاور اور باحمیت تھے کبھی کبھی شرفاء کے مروجہ معمولات سے بھی بہرہ اندوز ہو لیتے اپنے اہل و اقربا کے ساتھ بے حد مہربانی سے پیش آتے اور قریش کے ان افراد میں سے تھے۔ جن کے ہاتھوں مسلمانوں کو تکلیفیں بھی پہنچیں۔

حضرت عمر اپنے مسلمان دوستوں کی ہجرت (حبشہ) پر بھی دل گرفتہ تھے اور اس قسم کے تمام اختلاف کی اصل بنیاد اکھاڑنے کے منصوبوں پر بھی سرگرداں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی جان نثاروں کے ساتھ کسی مسلمان کے ہاں تشریف فرما تھے۔ یہ گھر صفا (پہاڑی) سے ملا ہوا تھا۔ اس گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اس اجتماع کی خبر نے عمر کو اور بھی برافروختہ کر دیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا تہیہ کر لیا تاکہ قریش کی باہمی تفریق ختم ہو جائے۔ حضرت عمر ہاتھ میں تلوار لے کر تیز قدموں سے اس طرف چل دیئے۔ اس راستے میں نعیم بن عبداللہ سے جو عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھے ملاقات ہوئی وہ ان کے تیور دیکھ کر سمجھ گئے اور عمر نے بھی ان کے دریافت کرنے پر صاف صاف کہہ دیا۔ نعیم نے کہا اے عمر! آپ کس دھوکے میں پڑ گئے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ہاتھ سے قتل ہو گئے تو عبد مناف والے تمہیں زندہ چھوڑیں گے؟ پہلے آپ اپنے اہل و عیال کی خبر لیجیے کہ آپ کے قرابت داروں میں سے کون کون مسلمان ہو گیا ہے۔

نعیم بن عبداللہ خود بھی مسلمان ہو چکے تھے (مگر ابھی تک اعلان نہ فرمایا تھا) اور عمر کی ہمشیرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے نیک فطرت شوہر سعید بن زید بھی اسلام قبول کر چکے تھے۔ عمر یہ سن کر الٹے پاؤں ان کے گھر کی طرف لوٹ آئے۔ یہاں پہنچے تو قرآن پڑھا جا رہا تھا بہن نے قدموں کے آنے کی آہٹ سنی تو خاموش ہو گئی۔ عمر نے پوچھا یہ آواز کیسی تھی دونوں نے بات ٹال دی حتیٰ کہ عمر کے اصرار پر بھی دونوں میں سے کسی نے اعتراف نہ کیا۔ عمر نے کہا میں نے سن لیا ہے کہ تم دونوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اختیار کر چکے ہو۔ یہ کہہ کر سعید پر چڑھائی کر دی۔ بی بی اپنے شوہر کو بچانے کے لیے بڑھیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی لہولہان کر دیا۔ دونوں مظلوم دہائی دے اٹھے اور عمر سے کہا "جاؤ! ہم مسلمان ہو چکے ہیں جو چاہو کر لو!" اس وقفہ میں اپنی بہن کے بدن سے خون بہتا دیکھ کر بھائی کا دل پسیج اٹھا اور وہ لطف و کرم عود کر آیا جو عمر رضی اللہ عنہ کی فطرت میں چھپا ہوا تھا۔ نرمی کے لہجہ میں خواہش ظاہر کی کہ وہ کلام ذرا مجھے بھی سناؤ کلام پاک کی تلاوت سنتے ہی رقت سے آنسوؤں کے تار بندھ گئے۔ (مسلمانوں کے ساتھ اپنی بدسلوکی کا نقشہ آنکھوں میں پھرنے لگا اور ندامت سے سر جھکا لیا)

قرآن کی معجز نمائی اور دعوت محمدیہ ﷺ کی حقیقت کا لطف وجدان پر طاری ہو گیا۔ ہمشیرہ اور ان کے شوہر کی محبت بھرے الفاظ میں تالیف قلب کر کے وہاں سے نکلے۔ دل ہے کہ کیف و وجد میں کھویا جا رہا ہے۔ ذرا دیر پہلے جس گھر میں برگزیدہ کائنات کو تہ تیغ کرنے جا رہے تھے۔ باریاب ہوئے اور اس کے حضور سرنگوں ہو گئے۔ سید العالمین کے ہاتھ پر اقرار اسلام کرنے کے بعد مکہ کے گلی کوچہ میں اس اعزاز کا خود ہی اعلان کرتے پھرتے۔

جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے اہل ایمان کی ہمت کہیں

Marfat.com

زیادہ ہوگئی۔ اس واقعہ سے قریش کی صفوں میں شگاف پڑ گیا۔ آج سے قریش اور مسلمان دونوں کا موقف بدل گیا۔ ادھر کفار کو اپنے سیاسی اقتدار میں زوال کا خطرہ بڑھ گیا۔ ادھر مسلمانوں کی مکہ سے ہجرت یثرب کے اسباب نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرفرازی کا وہ نقشہ قائم کر دیا۔ جس پر گامزن ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

ایک تاریخی دستاویز
بنو ہاشم کا
معاشی مقاطعہ

Marfat.com

قریش کی ایذارسانیاں

جیسے کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد قریش کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زمانہ جہالت میں یا اسلام لانے سے پہلے جس شدت کے ساتھ مسلمانوں اور اسلام کی مخالفت کرتے تھے اس سے بہت زیادہ شجاعت و ہمت کے ساتھ وہ اسلام اور مسلمانوں کی حمایت میں مصروف ہو گئے تھے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا اسلام چھپانا ایک طرف، انہوں نے اکابر قریش کے مجمعوں میں برملا اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور اگر کسی نے ان کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے تعرض کیا تو اس کے مقابلہ و مقاتلہ تک میں تامل نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو بھی اسلام چھپانے سے منع کیا۔
اب حالت یہ ہوگئی کہ پہاڑیوں میں چھپ چھپ کر نماز ادا کرنے والے اب کھل کر نڈر ہو کر کعبہ میں قیام الصلوٰۃ کرتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی پشت پناہی کرتے۔
قریش نے محسوس کیا کہ اب ہم نے اگر اپنا سلسلہ جبر و تشدد جاری رکھا تو اس کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگ دوڑ دوڑ کر اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائیں گے جناب حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مردان کار آزمودہ مسلمانوں کی حمایت میں شمشیر بکف میدان میں اتر آئیں گے۔ حبشہ سے انہیں کمک مل جائے گی اور ادھر ادھر سے مسلمانوں کے قرابت داران کی نصرت کرنے پر مائل ہو جائیں گے۔

ایک تاریخی دستاویز مقاطعہ:

اس دستاویز میں کفار نے مکمل اتحاد کے ساتھ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے تمام معاشرتی تعلقات کو توڑ دینا طے کیا اور لکھا گیا کہ ان کے ساتھ رشتہ داری، لین دین، علیک سلیک سب ختم! مکمل ترک موالات! اس دستاویز پر مکہ کے بڑوں کے علاوہ باہر کے ستم گروں نے دستخط ثبت کر دیئے۔ دستاویز بطور اعلام کعبۃ اللہ میں لٹکا دی گئی۔ قریش یہ مقاطعہ کر کے اس فریب میں مبتلا ہو گئے کہ بنو ہاشم سیاست کے اس پھیر میں آ کر بھوک سے تڑپ اٹھیں گے اور یہ طریقہ ان کی ان سابقہ سیاسی چالوں سے زیادہ کارگر ثابت ہوگا۔ جن چالوں میں وہ مسلمانوں کی ایذا دہی پر ہر لمحہ مصروف رہے ہیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو قریش اس پر تشدد کرنے سے باز نہ آتے۔
کم و بیش تین سال تک یہ سوشل بائیکاٹ جاری رہا۔ وہ شیطان کے اس فریب میں مبتلا تھے کہ مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں اکیلا چھوڑ کر ان کے قدموں میں آ گریں گے۔ اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ خود بخود بند ہو جائے گا۔ لیکن اس قطع تعلق سے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثار مسلمانوں کی استقامت اور قوت ایمانی اور دوبالا ہو گئی اپنے

Marfat.com

رہنما علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرماں برداری میں انہیں اور زیادہ راحت ولطف محسوس ہونے لگا۔

قریش نے انہیں مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تو انہوں نے پہاڑیوں میں رہ کر تبلیغ کا راستہ نکال لیا اور جو دین کل تک مکہ کی پہاڑیوں میں محصور تھا۔ آج دشت وجبل کی کھلی فضائیں اس کی آواز سے گونج اٹھیں۔ اسلام کی شہرت پورے جزیرہ (عرب) میں پھیلنا شروع ہوگئی بادیہ نشین اور نواح کی بستیوں میں رہنے والے جوق در جوق آستانہ نبوت پر میں حاضر ہونے لگے اور پہلے سے زیادہ آواز میں ہر طرف کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ گونجنے لگا۔ قریش کے دل میں حسد کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ انہیں محسوس ہونے لگا کہ ہمارے بتوں کی توہین کرنے والوں کا تو سیلاب امڈنے ہی والا ہے اب انہیں یہ غم ستانے لگا کہ ان بادیہ نشینوں کو اسلام قبول کرنے سے کس طرح روکا جائے۔ گویا کل تک جو دوسروں کو تڑپا رہے تھے۔ آج اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے حالات میں جکڑ دیا جس میں وہ خود انتہائی کرب میں تڑپنے لگے۔ اگر مکہ کے باہر کے لوگ اس تیزی کے ساتھ حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے تو ہمارا مذہبی اقتدار ختم ہو جائے گا۔ ہماری تجارت خاک میں مل جائے گی۔

قریش کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکانا، ان کے گھر بار اور خاندان کو مرعوب کرتے رہنا، اسلام کی تحقیر، رسول پر تمسخر، کہیں ان کے پیروؤں کا مضحکہ، شعراء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ہجو پر لگائے رکھنا اور بانی اسلام اور اس کے دوست داروں کی ایذا رسانی سے دل کا غبار نکالنا۔ جب اس پر بھی انہوں نے کامیابی کا منہ نہ دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رشوتوں سے لبھانا شروع کر دیا۔ خود کو آپ کی رعایا بننے اور آپ کو مطلق العنان حکمران بنانے کا قبالہ لکھنے پر وثیقہ آمادگی، حضرت کے قدموں میں مال وزر کے انبار لگا دینے کا اظہار اور یہ وعدہ کہ اگر فرمایئے تو حسینہ عرب خدمت کے لیے پیش کی جائے اس پر بھی دل کی امید بر نہ آئی تو مسلمانوں کو ترک وطن پر مجبور کر دیا۔

شیطان کا یہ آخری مشورہ بھی جب ناکام ہوا تو ترک موالات سوشل بائیکاٹ معاشرتی مقاطعہ کا فیصلہ کر دیا۔ شیطان نے انہیں فریب دیا تھا کہ اس آخری حربہ کے نتیجہ میں ہر مسلمان ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا حضور! ہماری غلطی معاف کر دیجیے۔ ورنہ ہم بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان کھو بیٹھیں گے۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں پر قریش کا کوئی حربہ کارگر نہ ہو سکا۔

قریش کے اوچھے ہتھکنڈے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام یکسوئی کے ساتھ دعوت اسلام پھیلانے میں مصروف رہے جس کے لیے اللہ نے آپ کو ''بشیر نذیر'' دونوں خوبیوں کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔ قریش کو پے بہ پے ناکامیاں ہی دیکھنا پڑیں، پھر بھی انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فتنہ وفساد سے ہاتھ روکنے کا خیال نہ آیا وہ شخص جس نے اپنے حسن کردار اور ادائے امانات سے انہی سے امین کا خطاب حاصل کیا وہ لوگ دینی امانت میں اس کی تصدیق سے کیوں رک گئے۔ توحید کے حوالے سے انہوں نے آپ کو صادق وامین کیوں نہ مانا؟

عقلمندی کا تقاضہ یہ تھا کہ اب وہ ان شیطانی ہتھکنڈوں کو چھوڑ دیتے اور مبلغ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے اور اس عظیم صادق وامین ہستی پر ایمان لے آتے جن کو وہ شروع سے جانتے تھے۔ جس کے متعلق وہ ہمیشہ

Marfat.com

نیک گمان رکھتے رہے تھے۔

لیکن شیطانی فریب کے مارے لوگ سوچتے رہے کہ اسلام کے خاتمہ کے لیے کوئی اور حربہ استعمال کریں تا کہ عرب پر ان کی سیادت و قیادت قائم رہے۔ ان کے بتوں کے بارے میں مفروضہ توہمات کی قوت میں ضعف نہ آنے پائے۔ ان کے شہر کو بتوں کی وجہ سے جو عظمت و تقدس حاصل ہے وہ ختم نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اہل مکہ کی بدنصیبی نے بدستور انہیں اپنے شکنجے میں جکڑے رکھا۔ شاید ان میں سے بعض کی تقدیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وسعادت تھی ہی نہیں انہیں الثا یہ غم کھائے جارہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت مکہ سے نکل کر تمام عرب میں پھیل رہی ہے۔ اب انہوں نے دین اسلام کی دعوت کے خلاف اپنی اس دعوت کے پرچار کا نیا منصوبہ گھڑا جسے وہ شروع سے صرف مکہ میں استعمال کرتے چلے آئے تھے۔

ایسی دعوت جس کے فروغ میں اگر مجادلہ ضروری ہو تو گریز نہ کیا جائے دلیل سے مطلب نکلے یا دشنام طرازی سے جس طریق سے کام لینا ممکن ہو اس کے استعمال میں تامل نہ کیجیے۔ اپنے مزعومہ دشمن رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہتان طرازی، ان کی ہر دلیل کے خلاف توڑ، ان کے عقیدے کے مقابلہ میں ایسے عقیدہ کی برتری دلائل یا جھوٹ سے جس طرح بھی ممکن ہو ثابت کرو۔ غرض دعوت کفر کو مکہ معظمہ میں اس انداز سے پھیلایا کہ مکہ سے باہر رہنے والے نہ صرف بادیہ نشیں بلکہ تمام جزیرہ عرب میں یہ دعوت کفر مقبول ہو جائے۔

قریش نے یہ سمجھ لیا کہ مکہ کے مسلمانوں پر تو تشدد وایذارسانی کے حربے اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ حربے ان ہزاروں انسانوں کے خلاف استعمال نہیں کیے جاسکتے جو مکہ میں حج کے لیے داخل ہوتے ہیں یا کبھی انہیں تجارتی لین دین یہیں کھینچ لاتا ہے۔ کبھی عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے میلوں کی کشش انہیں ادھر لے آتی ہے۔ اس بنا پر یہ لوگ حج کے لیے کعبہ بھی آجاتے ہیں۔ ہمارے بتوں کو تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر ان کے ناموں کی قربانیاں بھی دیتے ہیں۔ نذر نیاز بھی دیتے ہیں...... اور ہم سب ان کی برکت اور بخشش سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ان سب کو دعوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر سے کیسے روکا جائے۔ اگر چہ یہ کوشش اسی دن سے کی جارہی تھی جس دن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت توحید کا آغاز کیا تھا۔ مگر اب ان کے دل میں ایک اور تحریک پیدا ہوئی۔

آج تک سرور دو عالم ﷺ صرف قرابت داروں کے لیے دعوت اسلام کے مکلف تھے (آیت وانذر عشیرتک الاقربین کے مطابق) جس کے اثر سے آپ کے بعض رشتہ داروں نے اسلام قبول کرلیا اور بعض ایذارسانی پر تل آئے مگر آج وحی الٰہی نے خاتم المرسلین کو تمام عرب کی طرف دعوت کا ارشاد صادر فرما دیا اور اس کے بعد تمام عالم کو دعوت اسلام دیں۔

وھذا کتاب انزلناه مبارك مصدق الذی بین یدیه و لتنذر ام القریٰ و من حولها
(۶:۹۲)

ترجمہ: اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اتاری تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو آگے تھیں اور اس لیے کہ تم ڈر سناؤ سب بستیوں کی سردار کو اور جو کوئی سارے جہان میں اس کے گرد ہیں۔

Marfat.com

اس حکم خداوندی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر آنے والے قافلوں کے خیموں میں تشریف لے جاتے اور انہیں اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کا درس دیتے۔

دوسرے نے آپ کو دیوانہ بتانے کی تجویز پیش کی۔ اس پر ولید نے کہا مگر اس میں جنون کا کوئی اشارہ تک نہیں ہے، ہم ایسی بات اس کے ذمے کیسے لگا سکتے ہیں؟ تیسرے نے کہا: جادوگر؟ ولید نے کہا: یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے وہ نہ تو گرہیں لگا کر اس پر دم پھونکتا ہے، نہ کبھی اس نے سحر ہی کیا ہے غرض بہت سی بات چیت کے بعد بن مغیرہ ولید نے یہ مشورہ دیا کہ ہم سب حاجیوں کے سامنے یہ ثابت کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جادو بیانی نے باپ کو بیٹے سے، بیٹے کو باپ سے جدا کر دیا ہے بھائی بھائی سے جدا ہو چکا ہے۔ میاں بیوی میں پھوٹ ڈلوادی ہے خاندانوں اور قبیلوں میں دشمنی کی آگ سلگ گئی ہے ولید نے ان کو مزید یہ بھی مشورہ دیا کہ ان باتوں کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اہل مکہ کے اتفاق اور یکجہتی (جو عرب میں ضرب المثل تھی) کی پرانی داستانوں کا بھی ذکر کرو اور بتاؤ کہ آج وہ اتفاق ختم ہو گیا ہے۔ اس جادوگر کے جادو نے سب میں ایسی تفریق پیدا کر دی ہے کہ سب لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں یہ مشورہ طے ہونے کے بعد قریش نے باہر سے آنے والوں کے خیموں میں جانا شروع کر دیا اور قرارداد کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سحر بیانی کا خوف پھیلانے کی کوشش کرنے لگے ہر ایک اس سلسلہ میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگا۔ درحقیقت یہ ان کا اپنا ہی پیدا کردہ خوف تھا کہ توحید کے مقبول ہونے سے ان کے بتوں کے خلاف ہر طرف آگ سی لگ جائے گی لیکن قریش ہی نے جس دعوت کو سحر بیانی کا نام دیا ہو اس کے سامنے ان کی (یہ) طفلانہ دعوت کیسے قدم جما سکتی تھی؟ ممکن ہے کہ حق کو موثر انداز میں بیان کیا جائے اور لوگ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیں ممکن ہے ایسی تبلیغ میں اپنے حریف کی عظمت اور اپنے عجز کا اعتراف ان کے لیے منفعت رساں ہو سکتا تھا۔ مگر ان کا یہ ذریعہ بھی ناکام ثابت ہوا۔

نضر بن حارث کی ثقافتی یلغار:

اب قریش نضر بن حارث کی امداد کے طلبگار ہوئے جو قریش کا ابلیس تھا۔ وہ کچھ مدت حیرہ میں رہ کر شاہان فارس اور رستم واسفندیار کے واقعات اور مجوس کی عبادت کے طور طریقے سنا کر کہتا کہ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں میری داستان کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہیں! وہ بھی تو میری طرح پہلوں ہی کے قصے سناتا ہے۔“

قریش نضر کی باتیں ان لوگوں کے پاس لے جا کر حرف بحرف بیان کرتے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاقبت کے عذاب سے ڈرا کر خدائے یکتا پر ایمان لانے کی دعوت پیش کرتے۔

گویا ثقافتی یلغار کا سلسلہ چلتا رہا۔ چنانچہ مکہ میں ایک جبر نام کا غلام عیسائی جو صفا پہاڑی کے پاس رہتا تھا۔ عجم کا رہنے والا تھا کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس جا کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس پر قریش نے یہ اڑانا شروع کر دیا کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہتے ہیں وہ جبر نصرانی ہی کی تعلیم کا اثر ہے اور کفار یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہمیں اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑنا ہی پڑا تو ہم عیسائی مذہب اختیار کر لیں گے (مگر اسلام کے قریب نہ پھٹکیں گے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ولقد نعلم انهم یقولون انما یعلمه بشر لسان الذی یلحدون الیه اعجمی و هذا

Marfat.com

لسان عربی مبین (۱۶:۱۰۵)

ترجمہ: اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے جس کی طرف ڈھالتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان نتائج جیسے بھی تھے لیکن قریش اپنے ان جدید حربوں (ثقافتی یلغار) سے کچھ مطمئن ضرور ہو گئے اور یہ خیال پختہ ہو گیا کہ مسلمانوں کو اذیتیں دینے اور ستانے سے کہیں زیادہ یہ حربہ بہتر ہے لیکن حقائق اس کے برعکس تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ میں موجود حقیقت کی پوری قوت ہر طرح جلوہ فرما ہو کر کفار کے باطل پر چھا رہی تھی اسلام کا دائرہ دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا تھا اور ان کی کھلی مخالفت اپنی موت آپ مر رہی تھی۔

طفیل بن عمرو دوسی کا قبول اسلام:

طفیل بن عمرو دوسی حج کعبہ کے لیے مکہ تشریف لائے تو قریش نے ان کا استقبال مکہ سے باہر جا کر کیا یہ اپنے وقت کے مانے ہوئے شاعر تھے۔ دانش مند تھے اور موثر شخصیت کے مالک بھی قریش نے انہیں اسلام کی دعوت اور رسول الامین سے ڈراتے ہوئے کہا: ''اس شخص کی باتوں میں ایسا جادو بھرا ہے کہ زن وشوہر میں تفریق تو ایک طرف وہ خود انسان اور اس کی ذات میں تفرقہ پیدا کر دیتا ہے۔ اے ہمارے معزز مہمان! ہمیں آپ کی قوم پر بڑا ترس آتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ لوگ بھی اہل مکہ کی طرح باہمی افتراق کا نشانہ بن جائیں۔ بہتر ہے کہ آپ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات نہ کریں نہ ان کی بات اپنے کانوں میں پڑنے دیں۔

طفیل زمانۂ قیام مکہ میں کعبہ میں آتے رہتے ایک روز رسول الامین یہاں پہلے سے تشریف فرما تھے اور کسی کو تبلیغ فرما رہے تھے۔ طفیل کے کان میں بھی دو ایک جملے پڑ گئے جو انہیں بہت بھلے معلوم ہوئے۔ انہوں نے خود سے کہا ''ارے! میں مرد دانا اور شاعر ہوں اچھی بری بات میں تمیز کر سکتا ہوں۔ مجھے اس شخص کی بات سننے میں کیا خطرہ ہے اگر اچھی بات ہوگی تو قبول کر لوں گا۔ ورنہ چلا آؤں گا۔ طفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں رہے جب آپ کعبہ سے نکلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بہ قدم آپ کے دولت خانہ پر آ پہنچے۔ طفیل نے یہاں آ کر اپنی کہانی پیش کی اور دل میں جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (طفیل کے سامنے) قرآن کی تلاوت فرمائی۔ وہ قرآن سن کر اسلام لے آئے اور یہاں سے واپس آ کر اپنے قبیلہ (دوس) میں تبلیغ کی کچھ لوگ فوراً اسلام لے آئے اور بعض متوقف رہے۔ طفیل کئی برس تک مسلسل تبلیغ کرتے رہے اور تمام قبیلہ اسلام لے آیا۔ یہ لوگ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کے بعد اسلام کا سیاسی نظام ایک معین شکل میں منتقل ہو گیا۔ مکہ سے باہر عرب کے دوسرے لوگوں میں صرف طفیل دوسی رضی اللہ عنہ تبلیغ اسلام کی برکت سے فیض یاب نہ ہوئے اور نہ صرف مکہ کے بت پرست ہی نعمت توحید سے بہرہ مند ہوئے بلکہ اہل کتاب میں سے بھی بے شمار خوش نصیب حضرات ۔۔ رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار سے اپنی قسمت سنوار لی۔ چنانچہ یمن کے عیسائیوں کا ایک وفد جس میں بیس اشخاص تھے۔ اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت معلوم کرنے کے لیے مکہ میں حاضر ہوا ان لوگوں نے آپ سے کئی باتیں دریافت کیں اور اطمینان حاصل ہونے کے بعد سب نے ایک مجلس میں اسلام کا اقرار پیش کیا۔

Marfat.com

قریش کو جب یہ اطلاع ملی تو کلیجہ مسل کر رہ گئے اور ان کے پاس آ کر کہا تم کیسے بداندیش لوگ ہو تمہاری قوم نے تمہیں اس شخص کے حالات معلوم کرنے بھیجا تھا اور تم ایک ہی ملاقات میں اپنا دین چھوڑ کر اس کی تصدیق کر بیٹھے۔ ان حضرات پر قریش کی بدزبانی کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے سے پہلے وہ عیسائی مذہب کے پیرو تھے اور بتوں کی جگہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے تھے۔

قریش کے تین سرغنہ:

قریش کی ان کوششوں کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پھیلتی ہی گئی حتیٰ کہ خود قریش میں سے اسلام کے نامور دشمنوں کے دل میں یہ خواہش ابھرنا شروع ہو گئی کہ جس چیز سے وہ ہمیں ڈراتا اور جس چیز کا وعدہ فرما رہا ہے وہ صحیح ہے ان کا یہ سوال اپنے اپنے نفس سے تھا اور اس حد تک پر معنی کہ ابوسفیان بن حرب، ابوجہل اور اخنس (بن شریق) تینوں ایک دوسرے سے تذکرہ کیے بغیر ایک ہی وقت میں یہ ارادہ لے کر اپنے گھروں سے (چھپ کر) نکلے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں چھپ کر ان کی زبان سے وہ کلام سنیں جس نے اتنے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ اتفاق یہ ہوا کہ تینوں نے علیحدہ علیحدہ سوچا اور ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل کی نیت باندھ کر کھڑے ہوتے تو ایسے سوز و ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھتے کہ سننے والوں کے دل میں اتر جاتا۔ اس رات تینوں اپنی اپنی جگہ صاحب قرآن کی آواز میں قرآن سنتے رہے فجر ہوئی تو تینوں اپنی اپنی کمین گاہ سے نکلے گھروں کی طرف چلے اتفاقاً تینوں ایک موڑ پر جمع ہو گئے۔ تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تینوں ایک دوسرے کو زبان سے بتائے بغیر سمجھ گئے سب نے بیک زبان اپنی اپنی غلطی کا اقرار کر لیا اور پھر اظہار افسوس کرتے ہوئے طے ہوا کہ جو ہونا تھا سو ہوا۔ آئندہ ایسی حرکت نہیں ہو گی اور پھر اگر یہاں آئے ہوئے ہمیں کسی نے دیکھ لیا تو وہ ہمارے اتحاد سے نکل کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن جیسے ہی دوسری رات نے فضا پر اپنی گہری کالی چادر بچھائی تو ابوسفیان بن حرب، ابوجہل اور اخنس تینوں کو اس کلام و آواز کی کشش نے کھینچنا شروع کیا۔ تینوں کے دل اسی لہجہ اور اسی زبان سے کلام کو سننے کے لیے بے قرار ہو گئے۔ کل کی طرح آج بھی چھپ چھپا کر اپنی اپنی کمین گاہوں میں جا بیٹھے اور ساری رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ کا کلام سن کر حظ اندوز ہوتے رہے اور فجر کے وقت واپس لوٹے تو کل کے موڑ پر تینوں کی مڈبھیڑ ہو گئی اور کل ہی کی طرح ہر ایک خود کو ملامت اور دوسرے کو تنبیہ کرتا ہوا کہنے لگا کہ اب سے ادھر کا خیال تک نہ کیا جائے۔ لیکن تیسری شب کو بھی پہلی دو راتوں کی طرح ان کے دل ہاتھ سے نکلے جا رہے تھے۔ تینوں بے اختیار ہو کر اپنی اپنی گھات میں آ بیٹھے اور رات بھر وحی الٰہی بزبان صاحب وحی سن سن کر وجد میں جھومتے رہے اور پہلے دو موقعوں کی مانند اس فجر کو بھی تینوں اسی موڑ پر اکھٹے ہو گئے۔

آج ان تینوں نے ایک دوسرے سے یہاں اس کے بعد ہرگز نہ آنے کا پکا وعدہ کر لیا۔ لیکن ان تین راتوں میں قرآن حکیم کے سننے نے ان کے دل پہ کیا اثر چھوڑا اس نے ان کی نگاہوں میں مستقبل کا جو نقشہ دکھایا۔ اس سے ان کی روحیں کانپ اٹھیں، انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہماری کوئی حقیقت نہیں۔ ایک نہ ایک دن ہمیں بھی مغلوب ہونا پڑے گا اور ہماری مغلوبیت سے تمام عرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں اپنا فخر محسوس

Marfat.com

کرے گا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے ضمیر کی اس آواز کے بعد انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور قبول اسلام میں کون سا امر مانع تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نہ تو مال طلب فرمایا نہ اپنی سیادت کے طلب گار ہوئے نہ ان کے دل میں حکومت کرنے کی تمنا تھی، بلکہ آپ مرد متواضع اور قوم سے دلی محبت کرتے تھے۔ ہر شخص کے ساتھ نیکی سے پیش آنا آپ کا دستور اور ہر ایک کی دینی ہدایت آپ کا شعار تھا۔ اپنے نفس کا شدید محاسبہ آپ کا وطیرہ تھا۔ دوسروں کے ساتھ سختی اور بے رحمی کرنے کی بجائے ان کی خود پر زیادتی معاف فرمانے والے تھے اور ان تمام کاموں میں آپ کو راحت محسوس ہوتی تھی۔

ولید بن مغیرہ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم:

ایک روز قریش کا سردار ولید بن مغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے بارے میں کچھ گفتگو کر رہا تھا کہ اس درمیان میں ابن ام مکتوم (نابینا) رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور قرآن حکیم کی کسی آیت کے بارے میں دریافت فرمایا لیکن اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے ولید بن مغیرہ کی طرف مکمل توجہ کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ ممدوح ابن ام مکتوم (نابینا) رضی اللہ عنہ نے اپنے سوال کے جواب پر اصرار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار خاطر گزرا۔ چہرہ مبارک پر کچھ ناپسندیدگی کے اثرات ابھرے، اٹھے اور گھر پہنچے تو تنہائی میں ابن مکتوم رضی اللہ عنہ سے کچھ اپنے رویہ کے متعلق محاسبہ کیا اور اس پر یہ وحی نازل ہوئی۔

عبس و تولّٰی اَن جاء ہ الاعمٰی وما یدریك لعلہٗ یزّکّٰی او یذکر فتنفعه الذکری اما من استغنٰی فانت له تصدّٰی وما علیك الا یزّکّٰی واما من جآء ك یسعٰی وھو یخشٰی فانت عنه تلھّٰی کلا انھا تذکرة فمن شآء ذکرہ فی صحف مکرمة مرفوعة مطھرة بایدی سفرة کرام بررة (۸۰:۱تا۱۶)

ترجمہ: تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔ اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو یا نصیحت لے تو اسے نصیحت فائدہ دے وہ جو بے پرواہ بنتا ہے۔ تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو اور تمہارا کچھ زیاں نہیں اس میں کہ وہ ستھرا نہ ہو اور وہ جو تمہارے حضور ملکتا (ناز سے دوڑتا ہوا) آتا اور وہ ڈر رہا ہے تو اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو کیوں نہیں یہ تو سمجھانا ہے تو جو چاہے اُسے یاد کرلے ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں۔ بلندی والے پاکی والے ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نیکی والے ہیں اندازہ کیجیے کہ قریش کو راہ راست پر لانے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششوں کا یہ عالم کہ اللہ تعالیٰ کو یہ فرمانا پڑا کہ آپ ان کے بارے میں اتنے فکر مند نہ ہوں جب ایسا موقع آئے کہ ایک طرف تو (ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ) کی طرح آپ کی رسالت کی تصدیق اور ہماری وحدانیت پر ایمان لانے والا ہماری آیات کو سمجھنے آئے اور فریق ثانی بن مغیرہ ولید جیسا باتونی ہو تو ترجیح صاحب ایمان کو دیجیے۔

Marfat.com

قریش کی ہٹ دھرمی کے اسباب:

بہرحال سوال یہ ہے کہ اسلام کی نعمت سے محروم انسانوں کو اسلام کی نعمت عظمیٰ کا مالک بنانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر تن دہی اور خلوص کے ساتھ کوشش کرنے کے باوجود بت پرستوں کی سرد مہری کے اسباب کیا ہیں اور انہیں آپ کے ہم نوا ہو کر اسلام کی دعوت پھیلانے میں کیوں تامل رہا۔ خصوصاً جب کہ ان کے دل بھی اسلام پر مائل ہو گئے؟

سرفہرست ایک ہی سبب نظر آتا ہے صدیوں پرانا باپ دادا کا عقیدہ بت پرستی جو ان کے دل و دماغ میں مضبوط جڑیں پکڑ چکا تھا اور رسم و رواج مذہبی زنجیروں کی طرح انہیں اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا انسان کے لیے وقت گزرنے اور حقائق کا علم حاصل ہونے کے بعد مذکورہ اسباب کی گرفت سے بچ نکلنا ممکن بھی ہے یا نہیں۔

تجربہ کہتا ہے وراثت میں ملے ہوئے عقائد اور رسم و رواج کا زنگ ان لوگوں کے دلوں سے صاف ہونے کا امکان تو ہوتا ہے جنہیں زمانے کے پیش کردہ حقائق کو سمجھنے کا شعور اور انہیں تسلیم کرنے کا مزاج نصیب ہو۔ اس لیے کہ ایسے لوگوں کے دل اور شعور اس کٹھالی کی طرح ہوتے ہیں جس میں سونا اور چاندی پگھل رہا ہو۔ آگ کی شدت جس کے کھوٹے اجزاء کو جلا کر جوہر خالص سونا باقی رہنے دے ایسے ہی لوگ حق کو جلدی یا بدیر نتھارنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور یہی لوگ حقیقت کی تلاش میں ہر چیز کا تجزیہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں یہ لوگ ہر زبان میں حقیقت پر مبنی الفاظ کی تاثیر کو اپنے دل میں اتار لیتے ہیں۔ یہ ایک اور بات ہے کہ ایسے لوگ بہت ہی کم تعداد میں ہیں لیکن ارباب ثروت اور اصحاب جاہ و سلطنت ایسے لوگوں کو اپنی راہ میں حائل سمجھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دونوں کا مقابلہ جاری رہتا ہے۔ اس خوف سے کہ اگر عوام نے ان کا اثر قبول کر لیا تو اس کی پہلی ضرب ان کی تونگری اور سلطانی ہی پر تو پڑے گی جس دولت اور حکومت پر یہ لوگ پشتوں سے قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ یہ اجارہ داران بادشاہت ہر اس تحریک کے استقبال میں سرگرم رہتے ہیں۔ جو ان کی دولت و اقتدار میں اضافہ کا سبب بن سکے لیکن جس تحریک سے ان کے سرمایہ اور شہنشاہی کے تابوت کو پیروں تلے روندے جانے کا اندیشہ ہو ایسی اصلاح و تحریک ان کے نزدیک عین باطل ہے۔ اسی طرح جس مذہب میں وہ اپنی خواہشات نفسانی یا ہوس پرست میلانات کو اپنی مرضی کے مطابق پائیں۔ وہ مذہب ان کے نزدیک سراپا صداقت ہے۔ لیکن جو دین ان کی شہوات جمع مال و زر اور حصول جاہ و منصب میں حائل ہوتا نظر آئے ان کے نزدیک ایسے دین کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ ہر نئی تحریک سے لرزہ براندام ہو جاتے ہیں اور اپنے مرہون کرم عوام کو اس تحریک کے خلاف ابھار کر اپنی بقا اور توانائی کی راہیں نکالنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ یہ دلدادگان ثروت اپنے دست نگر لوگوں کے سامنے قدیم رسوم کے بوسیدہ حملوں کی مفروضہ تقدس کی روح تابناک رکھنے کی تدبیروں میں لگے رہتے ہیں۔ کاش! وہ اتنا ہی سمجھ سکتے کہ ان حملوں کی کھوکھلی بنیادیں گرنے کو ہیں۔

لیکن آہ...... ان بوسیدہ عمارتوں کا تقدیس کے پتھر اور چونے سے کیسا عجیب ہیکل کھڑا کیا جاتا ہے۔ مٹی کے ڈھیر میں روح مقدس کا وجود فرض کر کے اور کس دلیری سے بے روح اجساد کو تقدیس کا مظہر بتایا جاتا ہے۔

عوام جن کی نظر ایسی ضرورتوں پر جمی رہتی ہے جو ایسے ارباب ثروت سے وابستہ ہیں ہر لمحہ ان سرمایہ داروں کو زندہ باد

Marfat.com

پکارنے میں پیش پیش ہیں انہیں اس تفتیش کی مہلت ہی نہیں ملتی کہ حقیقت کا بتوں کے ہیکل اور بت خانوں کی چار دیواری میں محصور ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ نہ انہیں اس پر غور کرنے کی فرصت کہ حقائق نہ صرف حصار اور پابندی سے آزاد بلکہ روح انسان کے ہم جلیس ہیں اور انسان کے ظرف کے مطابق اس کی تربیت کرنے کے لیے فیض ہیں اور ان حقائق کی یہ پرورش جیسے آزاد افراد کے لیے ہے ویسے ہی غلام کے لیے اس کے نزدیک دونوں میں کچھ فرق نہیں لیکن کوئی نظام کسی قوت نگران کی پوری گرفت کے بغیر چل بھی تو نہیں سکتا ہے۔

لہٰذا ایسے لوگ جنہیں تین راتوں تک جس قرآن حکیم کی آیات سلاست و بلاغت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت و ترتیل کی کشش نے مسلسل تین رات تک نرم بستروں پر سونے نہ دیا ہو۔ ان سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی جاہ و ثروت پر لات مار کر ایسا ایمان قبول کرلیں۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کو اپنالیں۔ جو ان کے بہت سے اعمال کو قابل محاسبہ قرار دیتا ہے اور تمام انسانوں میں پوری پوری مساوات کی حمایت کرتا ہے۔ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ ایک شخص ابن ام مکتوم کی طرح نابینا اور مفلس ہے اور دوسرا ولید بن مغیرہ کی طرح سرمایہ دار اور غنی ہے۔ وہ اس کے کبر و غرور کے پردے چاک کرتا ہے۔ اس کے سامنے یہ زریں اصول ہے۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم (۱۳:۴۹)

خدا کے نزدیک تم میں سے وہی شخص زیادہ مکرم ہے جو اس سے زیادہ ڈرتا ہے۔

ابوسفیان اور ان کے یاران طریقت کا اپنے آباء کے دین پر جمے رہنے کا یہ مطلب نہ تھا کہ وہ اس پر دل سے یقین رکھتے تھے اور ان پر اپنے دین کی صداقت پوری طرح واضح ہو چکی تھی۔ بلکہ ان لوگوں کی اپنے دین پر استقامت کی بجائے اس دین کے صدقے میں اپنی ثروت و برتری کا استقرار تھا جس کی بقا کے لیے وہ ہر اس طاقت سے ٹکر لینے پر کمربستہ تھے جس کے فروغ سے انہیں اپنی دولت و جاہ سے محروم ہو جانے کا خطرہ لاحق ہوا اور قریش نے اپنی ثروت و سیادت کی بحالی کے لالچ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنے کی بجائے ان کے ہر قسم کا بغض وعناد صرف اسی بنا پر قائم رکھا۔

مثلاً امیہ بن صلت ہی کو لیجیے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آنے والے نبی کے لیے چشم براہ تھا۔ حتیٰ کہ یہی امیہ خود اپنے لیے خلعت نبوت کی امید لگائے بیٹھا تھا۔ لیکن جب ظہور اکبر امیہ کی بجائے بعنوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ امی وابی) جلوہ افروز ہوا تو امیہ ہی کا کلیجہ حسد سے چھلنی ہو گیا۔ اس کے باوجود کہ امیہ بن صلت نے اپنے اشعار کو حکمت و دانش کی علامت ہونے کا اعزاز حاصل کرلیا تھا۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ایک شعر پڑھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"امیہ امن شعرہ و کفر قلبہ"

(امیہ کا شعر مومن ہے مگر اس کا دل کافر ہے)

یہی ذہنیت ولید بن مغیرہ کی ہے۔ جو دل سے نبوت کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن جونہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مرتبہ پر فائز دیکھا تو ولید دل پکڑ کر کہہ اٹھا:

"أینزل علی محمد و اترك انا کبیر قریش و سیدھا و یترك ابو مسعود عمرو

Marfat.com

بن عمیر الثقفی سید ثقیف و نحن عظیما القریتین"

عطا کا یہ محل نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مل جائے اور مجھ ایسے قریش کے سرغنہ کو اس سے محروم رکھا جائے اور میری ہی طرح ابو مسعود عمرو بن عمیر ثقفی جو طائف کے بڑے چودھری ہیں۔ ان کو بھی نبوت کا اہل نہ سمجھا جائے جبکہ مکہ اور طائف دونوں بستیوں کے کرتا دھرتا تو ہم ہی دونوں ہیں!

قرآن مجید نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا:

"وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم ○
اهم یقسمون رحمة ربك نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیوٰة الدنیا"
(۴۳:۳۱)

ترجمہ: اور بولے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔ ہم نے ان میں ان کی زینت کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔

اور جیسا کہ ہم نے ابوسفیان و ابوجہل اور اخنس کا متواتر تین راتیں چھپ چھپ کر قرآن مجید سننا (ص:383) بیان کیا ہے۔ جس کے بعد اخنس نے ابوجہل کے گھر آ کر اس سے کہا:

اے ابوالحکم! ان راتوں میں ہم نے جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا اس کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟

ابوجہل نے کہا: قرآن پر میری رائے کیا ہے یہ نہ پوچھو۔ بات یہ ہے کہ عبد مناف کے ساتھ سیادت کا جھگڑا آج کا نہیں بلکہ مدت سے چل رہا ہے۔ انہوں نے اس پر قبضہ قائم رکھنے کے لیے اپنا دسترخوان وسیع کر دیا۔ تو ہم نے بھی ان کے مقابلہ میں مہماتی جدوجہد شروع کر دی۔ جب انہوں نے میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھائے تو ہم نے بھی اپنی شجاعت کا شباب دکھایا اگر انہوں نے سخاوت کے دریا بہائے تو ہم نے بھی اپنی (چمڑے کے تھیلے) ہمیانوں کے منہ کھول دیئے۔ یہاں تک کہ ہم ہر موقع پر ان کے دوش بدوش چلے ہیں۔ جیسے دو گھوڑے قدم بہ قدم ایک دوسرے کے برابر دوڑتے چلے آ رہے ہوں۔

لیکن جب بنی عبد مناف نے یہ کہا کہ ہم میں ایک نبی کا ظہور ہوا ہے اور اس پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے تو اس میں ہم ان کی برابری کرنے سے قاصر رہ گئے کیونکہ ہم اپنے قبیلہ میں نبی پیدا نہ کر سکے! اے اخنس! اب نہ تو ہم ان کے نبی پر ایمان لا سکتے ہیں نہ اس کی تصدیق کے لیے زبان کھول سکتے ہیں!

اور جیسا کہ عرب کے ان بدوؤں میں حسد و کینہ اور باہمی کشمکش کے اثرات کی گہرائی سے انکار کرنا غلط فیصلہ کے مترادف ہے۔ اسی طرح بدوؤں کے سوا جن قوموں میں یہ عادات پرانے ہو چکے ہوں ان کا بھی یہی حال ہے اور ایسے اثرات سے دل کو پاک کرنے کے لیے بہت لمبی اور محنت بھری تربیت درکار ہے ضروری ہے کہ نفسانی شہوات کا فیصلہ عقل کی قوت سے کیا جائے اور اپنے اندر اس قسم کی استعداد بڑھائی جائے۔ جو اپنے مقابل بلکہ دشمن کی زبان سے بھی حقیقت کی داستان سنے تو بیان کرنے والے کو اپنا دوست اور خیر خواہ سمجھے۔ یہاں تک کہ قارون کی دولت، سکندر کی حشمت اور قیصر کی

Marfat.com

شہنشاہیت بھی حقیقت کے مقابلہ میں تنکے کے برابر بھی اس کی نگاہ میں نہ سما سکے۔ لیکن اخلاقی معیار پر وہی انسان پہنچ سکتا ہے جس کے دل میں قبول حق کا ولولہ موجود ہو۔ ایسے لوگ نہ ہوں جو ایسے مال ونعمت کی کثرت پر اپنی جانیں قربان کرتے ہوں جو ایسا جلوہ دکھا کر چشم زدن میں اوجھل ہو جاتے ہیں۔

ایسے لوگ اس دنیا کی دولت کو لازوال نعمت سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں چند لمحوں کے لیے رہنے والی دولت کے لیے خود کو میدان قتل وغارت گری میں نہیں گرانا چاہیے۔ بلکہ لازوال نعمت کے حصول کی جدوجہد کرنی چاہیے۔ دولت وحکومت کے لالچی لوگوں کے مقابلہ میں دور اندیش اور جواں حوصلہ مردوں کو حقیقت اور نیکی سے مضبوط دوستی کرنے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ ان کے سامنے ہر وہ دیوار جو حقیقت اور نیکی کی راہ میں حائل نظر آئے اسے اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھ جانا بہت آسان ہوتا ہے۔

اس معاملہ میں قریش مکہ کی ذہنیت پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار کی بڑھتی ہوئی تعداد دیکھ رہے ہیں۔ یہ حقیقت بھی سامنے ہے کہ ایک نہ ایک دن انہیں کائنات کی سب بڑی اور لازوال سچائی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن ضد میں ایک ایک قدم اٹھانا ان کے لیے موت کے مترادف ہے۔ بلکہ عالم یہ ہے کہ اس سچائی کو تسلیم کرنے والوں کی گردنیں اڑا رہے ہیں اور اس غالب آنے والی دعوت کو روکنے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم سے ترک موالات (سوشل بائیکاٹ) مقاطعہ اور نظر بندی کر رہے ہیں۔ لطف یہ کہ ان لوگوں کو دکھ دینے اور اپنے جبر وتشدد کو شہرت دینے میں انہیں شرم تک نہیں آتی۔

کفار مکہ حشر، یوم الحساب اور عذاب دوزخ کے تصور بھی گھبراتے تھے اس لیے اسلام لانے سے گریز کرتے وہ رنگ رلیوں میں ڈوبے رہتے تجارت میں اونے پونے اور سود سے دولت بڑھانے میں مگن ان میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں تھا جسے آمدن کا مکروہ سے مکروہ طریقہ بھی معیوب محسوس ہوتا ہو۔ مذہباً وہ اپنے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف کروا دیتے ہیں۔ بتوں پر پورا یقین رکھتے تھے۔ ہبل کے سامنے قرعہ اندازی کرتے اور نتیجہ کو ہبل کا فرمان سمجھتے۔ بتوں کی مہربانیوں پر پکا یقین رکھتے ہوئے قتل، بدکاری اور بدگوئی پر غیبی گرفت سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتے تھے۔

گناہوں پر قرآن کی گرفت:

ان کے تصورات کے خلاف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قرآن میں سے وہ آیتیں سناتے جنہیں سن کر عاقبت کے خوف سے انسان کا پتہ پانی پانی ہو جائے۔

ان ربك لبا لمرصاد (۸۹:۱۴)

ترجمہ: تیرا پروردگار مجرموں کو سزا دینے کے لیے گھات میں لگا ہوا ہے۔

وقالوا اذاکنا عظاماً ورفاتا انا لمبعوثون خلقا جدیداً قلکونوا حجارة او حدیداً او خلقا مما یکبر فی صدور کم فسیقولون من یعیدنا قل الذی فطر کم اول مرة......" (۱۷:۴۹،۵۱)

ترجمہ: اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے۔ تم

Marfat.com

فرماؤ کہ پتھر یا لوہا ہو جاؤ یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے خیال میں بڑی ہو تو اب کہیں گے ہمیں کون پھر پیدا کرے گا تم فرماؤ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔

اور یہ کہ قیامت میں ان کے اعمال ان کی شفاعت کریں گے!

فما تنفعهم شفاعة الشافعين (۴۹:۷۴)

تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔

اور جیسا کہ قرآن مجید میں حشر ونشر وحساب وجزا اور سزا کے متعلق فرمایا۔

فاذا جاء ت الصاخه یوم یفر المرء من اخیه و امه و ابیه و صاحبته و بنیه لکل امری منهم یومئذ شان یغنیه وجوه یومئذ مسفره ضاحکهمستبشرة ووجوه یومئذ علیها غبرة ترهقها قترة اولئك هم الکفرة الفجرة (۸۰:۳۳)

ترجمہ: پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹوں سے ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس ہے کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے ہنستے خوشیاں مناتے اور کتنے مونہوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔ ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔ یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

قارئین کرام! آپ نے پہلے بھی وعید کی یہ آیتیں پڑھی ہوں گی یا ان کے سننے ہی کا اتفاق ہوا ہوگا اگر ان دونوں مواقع میں سے کوئی ایک موقع بھی حاصل ہوا ہو تو فرمایئے! کیا آپ کے قلب میں ڈر پیدا نہیں ہوا؟ یہ آیتیں ان آیات کا ایک جزو ہیں جن کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو قیامت کے ہولناک منظر بیان کیا کرتے تھے۔ تاکہ انسان عذاب کے ڈر سے بدکاری، ظلم، بدعہدی اور بے رحمی سے باز آجائے۔ کیا آپ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے وقت جہنم کے اس وصف کو جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں پوری طرح اپنے تصور میں لا سکتے ہیں۔

یوم نقول لجهنم هل امتلئت و تقول هل من مزید (30:50)

ترجمہ: جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے۔

کلما نضبحت جلودهم بدلنا هم جلوداً غیر ها لیذوقوا العذاب (55:14)

ترجمہ: جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں۔

قارئین کرام! جب مسلمان ہونے کی وجہ سے ایمان کی دولت اور آخرت کا زاد راہ اپنے دامن میں رکھنے کے باوجود قیامت کے تیور اور جہنم کے ڈر سے آپ کی روح میں لرزہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر قریش...... خاص کر ان کے سرغنوں کے دلوں پر کس قدر خوف طاری ہوتا ہوگا جو قرآن حکیم کے نازل ہونے سے پہلے خود کو بتوں کی نگہبانی میں رہنے کی وجہ سے عذاب و حساب سے بری سمجھتے تھے یہ تصور بھی کر لیجیے جب کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیتیں سنی ہوں گی اپنے گناہوں کا تصور کیا ہوگا تو طیش میں آکر کس شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہوئے ہوں گے۔

Marfat.com

اکثر قریش درحقیقت موت کے بعد کی زندگی کے نہ تو قائل تھے اور نہ اس کی ہولناکیوں پر یقین رکھتے تھے۔ انہوں نے کبھی خواب میں بھی یہ نہیں سنا تھا کہ دنیوی اعمال کی سزا انہیں موت کے بعد ملے گی۔

انہیں اگر خوف تھا تو یہ کہ مبادا کل کو ہم بیمار پڑ جائیں! کہیں ہماری دولت کم نہ ہو جائے! ہمارے بیٹوں کی زندگی پر کوئی وبال نہ آ جائے! یا ہماری عزت و منزلت پر زوال عارض نہ ہو! ان کے لیے دنیا اور اس کی زندگی ہی سب کچھ تھی صرف دنیوی منافع کی فکر میں غلطاں رہتے یا ان امور کے تدارک کی ادھیڑ بن میں جن سے ان کے دنیوی مفاد میں روک لگتا نظر آئے۔

اگر انہیں کبھی یہ خیال بھی گزرتا کہ غیب سے برائی کا معاوضہ ملنا ممکن ہے تو ان خدشات کو دور کرنے کے لیے انہوں نے کئی ڈھنگ اختیار کر رکھے تھے وہ تیروں، کنکریوں اور پرندوں سے فالیں لیتے۔ پرند سے خال لینے کا طریقہ تھا کنکری مار کر یا زور سے چلا کر اسے اڑا دینا اب اگر وہ ان کی دائیں سمت سے نکل گیا تو اسے نیک شگون سمجھتے اور بائیں جانب اڑ کر نکل گیا تو اسے نحوست سمجھتے۔

بتوں کے نام سے قربانیاں دیتے اور بزعم خود یہ سمجھتے کہ یہ ہمیں تمام خطرات سے محفوظ رکھیں گے۔ لیکن نہ تو انہیں مرنے کے بعد جزا و سزا پر یقین تھا نہ حشر و نشر پر بھروسہ، نہ اس جنت کا تصور جس کا وعدہ ارباب تقویٰ سے کیا گیا اور نہ اس دوزخ کا کھٹکا جو ظالموں کے لیے بھڑکایا جا رہا ہے۔ ان امور میں ان کا رجحان ہی نہ تھا۔

قریش مکہ اور دوزخ کا تصور:

قریش، یہود اور نصاریٰ کی زبان سے سنتے چلے آ رہے تھے کہ اعمال کی سزا جہنم ہے لیکن جس مؤثر انداز میں ان کے سامنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی زبان میں پیش فرمایا اس میں یہود و نصاریٰ کے تصورات سے کہیں زیادہ شدت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صاف صاف الفاظ میں فرما دیا کہ اگر زندگی شہوات کی غلامی میں بسر کر دی یا وہ ناتوانوں پر ظلم سے دولت جمع کرنے میں صرف ہوگئی یا یتیموں کے مال غصب کرنے میں لگے رہے! یا مسکینوں کی تباہ حالی دیکھ کر ان کے مداوا پر توجہ نہ کی گئی! یا سود خوری کا مشغلہ جاری رکھا! تو ان میں سے کسی ایک جرم کے بدلے میں انہیں اس ہاویہ (دوزخ) میں پھینک دیا جائے گا۔ جس کے تصور سے روح قالب میں تھرا اٹھتی ہے پھر یہ (جہنم) اس قدر قریب ہے کہ زندگی کی منزل ختم ہونے کے بعد پہلا قدم اسی کے کنارے پر رکتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا۔ (71:19)

اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تو تمہارے رب کے ذمہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔

جسے ظاہری آنکھیں تو نہیں دیکھ سکتیں لیکن بصیرت کی روشنی میں ہر وقت سامنے نظر آتا ہے۔

قریش اور جنت کا تصور:

اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے پیش کیا جو پرہیز گاروں کے لیے بطور انعام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

سارعو الی مغفرة من ربکم و جنة عرضها السموت والارض اعدت للمتقین (۱۳۱:۳)

ترجمہ: اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں۔ پرہیزگاروں کے لیے تیار کر رکھی ہے، جنت کی خوبیوں کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

لایسمعون فیھا لغو وَّلَا تاثیما الا قیلا سلماً سلماً (26:56)

ترجمہ: اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہگاری ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

ادخلوا الجنة انتم وازواجکم تحبرون و یطاف علیھم بصحاف من ذھب واکواب وفیھا ماتشتھیه الانفس وتلذالا عین وانتم فیھا خالدون۔ (43) (71-70)

ترجمہ: داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں اور تمہاری خاطریں ہوتیں ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

نادان اور بدنصیب قریش کو شبہ تھا تو ایسی جنت کے ہونے میں اور ان کے شبہ کا مبنیٰ دنیا کی دلہن کی طرح سجی ہوئی نعمتوں کا لالچ تھا۔ جن کے مقابلہ میں وہ خود کو یوم جزا کی کشمکش کے انتظار میں مبتلا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اس یوم حساب پر ان کا ایمان ہی نہ تھا۔

بقول غالب:

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

موت کے بعد کی زندگی اور خیروشر کی جزاوسزا سے اہل عرب کے دل ودماغ کیوں محروم رہے مجھے حیرت ہے جب کہ روزازل سے ہی نیکی اور بدی کی باہم جنگ کا نظارہ پہلے انسان سے لے کر آج تک کا ہر انسان نے دیکھا ہے اور دیکھتا رہے گا مثلاً:

مصر اور عاقبت کا تصور:

مصر کے رہنے والے آج سے ہزار ہا سال پہلے سے دوسری دنیا پہ یقین رکھتے تھے وہ میت کے ساتھ اس کے آخرت میں کام آنے کے لیے توشہ رکھ دیتے کفن میں ایسی تحریریں ملفوف کر دیتے ہیں جن میں دعائیں گیت لکھے ہوتے۔

ہنود میں عاقبت کا تصور:

جن کے ہاں نیک لوگوں کی روح کو مکتی (نجات) حاصل ہو جاتی ہے مگر بدوں کی روح کو اواگون (تناسخ) کے چکر میں لاکھوں سال اپنے اعمال کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ یہ سزا پوری ہو جانے کے بعد وہ (روح) ظاہر ہو کر از سر نو کسی انسان کے چولے میں آکر مصروف عمل ہوتی ہے تاکہ سزا کا منہ دیکھے بغیر مکتی (حمنت) حاصل نہ کر سکے!

Marfat.com

مجوسی اور عاقبت کا تصور:

جن کے عقائد میں یزداں اور اہرمن نیکی اور بدی کے دو ایسے علیحدہ علیحدہ خدا ہیں جو ایک دوسرے کو پچھاڑنے کے لیے ہر وقت مصروف پیکار ہیں۔

یہود و نصاریٰ اور تصور عاقبت:

اور یہود و نصاریٰ جو اس زندگی کے بعد دائمی زندگی اور اس کے حاصل کرنے کے لیے خدا کے قہر و لطف کے درمیان امید و خوف کے عقیدے پر قائم ہیں۔

پھر کیسے باور کر لیا جائے کہ عرب جو تجارت کے لیے اپنے ملک سے باہر ایسے ہر گروہ اور عقائد کے لوگوں سے ملاقاتیں کرتے آخرت کے تصورات سے آگاہ نہ ہو سکے! وہ عرب جو صحرا کی لامتناہی وسعتوں میں زندگی بسر کر رہے ہوں جس کی چلچلاتی دھوپ اور رات کے بہت گہرے اندھیروں میں نیک یا بدروح کی سرسراہٹ محسوس کرتے ہوں۔ کسی کو انہوں نے نیک روح اور کسی کو بدروح قرار دے کر اس سے واقعات کا تانا بانا بن رکھا ہو اور پھر انہیں روحوں کا ان کے بتوں میں اتر جانا (حلول) یقینی سمجھتے ہوں اور پھر ان روحوں کی بنا پر انہیں اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ بھی مانتے ہوں بلاشبہ ایسا عقیدہ یا دین رکھنے والوں پر اعمال کے جزا و سزا کا تخیل یقیناً اثر انداز ہوگا۔ لیکن بات پھر وہی قریش سوداگر تھے۔

کیا خوب سودا نقد ہے
اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

کے عادی تھے یعنی نفع حاصل کرنے میں وہ ایک لحہ بھی دیر کرنا پسند نہیں کرتے تھے کے! اور شراب کے رسیا ہونے کی بنا پر قیامت اور روز جزا کے محاسبہ سے خود کو دور سمجھنے پر بضد! اس لیے جب انہیں مسرت یا زحمت میں کسی ایک سے پالا پڑتا تو اسے بھی اپنے کسی سابقہ عمل کی جزا یا سزا سے تعبیر کر کے "قصہ زمین برسر زمین" کے مطابق دنیا ہی میں ختم کر دیتے اور یوم حساب کی فکر میں خود کو مبتلا رکھنا اپنے معمولات تجارت و مشاغل ناؤ نوش پر بوجھ سمجھتے!

ابتدائے وحی اور جنت و جہنم:

قریش کے اسی فکر و عمل کی وجہ سے قرآن حکیم کی مکی زندگی میں نازل ہونے والی آیات میں جنت اور جہنم کے تذکرہ کو زیادہ سے زیادہ بیان کیا گیا ہے تاکہ اہل مکہ کو بتوں کی پرستش اور عیش کوشی اور ستم رسانی سے باز رکھا جا سکے! ان کا تزکیہ نفس ہو سکے جس کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی دنیا میں مبعوث ہوئے۔

وہ جہنم جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اپنی قوم اور تمام عالم میں موجود تا قیامت نسل آدم کو نجات دلانے کی کوشش میں سرگرم رہے اور اس عظیم تر کوشش میں انہوں نے طرح طرح کی مصیبتیں بھی برداشت کیں خود کو ہر لحہ ہر قربانی کے لیے بھی پیش کیا۔ دشمن جسمانی دکھ دینے پر آئے تو بھی دکھ جھیلے، روحانی اذیتیں دینے پہ آئے تو بھی صبر رضا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ دشمنوں نے جلاوطنی پر مجبور کیا تو بھی ہجرت پہ کمر باندھ لی اور اہل وطن سے کہا اور دامن جھاڑ کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے! ان کی بیوی بچوں کو ان کے سامنے تختۂ ستم بنایا گیا تو سامنے

Marfat.com

کھڑے دیکھتے رہے اور جبیں پر شکن نہ آنے پائی۔جیسا کہ مختصراً اوپر بیان کیا جاچکا ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر کفار مکہ جس قدر سختی زیادہ کرتے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں انکی اصلاح اخروی کی حرص اور بڑھتی گئی۔

ان کی فلاح و بہبود کے لیے ان کے ذہن میں موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنا اور حساب کا ڈر پیدا کرنا سب سے اہم پہلو تھا۔جس کے اثر سے وہ خود کو بت پرستی کے فتنہ اور گناہوں کے بھنور سے نکال سکتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کے نزول کی ابتدا میں قیامت سے ڈرانے والی آیات پے بہ پے نازل ہوتی رہیں۔تا کہ وہ لوگ (قریش) چشم بصیرت سے کام لیں۔لیکن افسوس! اہل مکہ روز حشر اور یوم حساب سے انکار کی ضد پر ایسے اڑ گئے جس کا نتیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی مسلسل خوفناک جنگوں کی صورت رونما ہوا۔اور خاتمہ اسلام کی نصرت و دین حق کی دنیا کے ادیان باطلہ پر برتری کی صورت میں

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون"

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔تا کہ اسے تمام ادیان عالم پر غالب و فتح کرے چاہے مشرک برا ہی مانیں!

☆☆☆

Marfat.com

معاشرتی مقاطعہ میں شکست سے معراج شریف تک

Marfat.com

حرمت کے چار مہینے اور دعوت اسلام

قریش کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء اور بنو ہاشم کا مقاطعہ مسلسل تین سال تک رہا۔ لین دین ،حیات و موت ،تجارت ،عبادت یہاں تک کہ علیک سلیک حرام قرار دی گئی۔ البتہ حرمت کے چار مہینے (رجب ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) جن میں دشمنی دل کی گہرائیوں میں ڈوب جاتی ہے ڈاکہ، قتل اور ایذا رسانی سے ہاتھ روک لیا جاتا اور لوگ بے خوف دور دراز سے مکہ میں حج و زیارت کے لیے آتے۔ انہیں چار مہینوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دین کے لیے گھائیوں کے قید خانہ سے باہر تشریف لاتے۔ کعبہ کے زائرین کو دعوت اسلام دیتے۔ انہیں برے اعمال کی سزا میں جہنم سے ڈراتے اور اچھے اعمال کی جزا میں جنت کی خوشخبری سناتے۔

یہ زائرین ادھر اُدھر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اہل مکہ کے ظلم و ستم اور آپ کی قربانی کے واقعات سن کر اور بھی متاثر ہوتے جس سے ان لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت بڑھ جاتی اور ان میں سے اکثر اسلام قبول کر لیتے حتی کہ اس نظر بندی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء نے جس صبر و رضا کا نمونہ پیش فرمایا اس سے اہل مکہ ایسے لوگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے جو سنگدلی میں ابوجہل و ابولہب سے کم درجہ پر نہ تھے۔

شعب ابی طالب میں نظر بندی:

شعب ابی طالب میں نظر بند مسلمان اہل مکہ کے لیے بیگانہ نہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک مسلمان قریش خاندان کے کسی نہ کسی فرد کا قرابت دار تھا۔ اس کے باوجود اتنا شدید قسم کا قطع تعلق اور تین سال کی طویل مدت ان لوگوں کی موجودگی نے بہت سے غریب و نادار افراد کو بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرنے سے بچالیا بلکہ پتھروں میں پھول اُگائے۔

مکہ والوں میں بعض اشخاص کو ابتداء سے اس سختی کا احساس تھا۔ اگر ان میں ایسے لوگ نہ ہوتے تو غریب محصور تڑپ کر جان کھو بیٹھتے! قریش میں سے بعض لوگ کچھ نہ کچھ کھانے کی چیزیں یہاں پہنچاتے رہتے! خصوصاً ہشام بن عمرو ان لوگوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتا وہ رات (پکا ہوا) کھانا اور کبھی گیہوں کی سربند بوریاں اونٹ پر لادلاتا اور درے کے کنارے پر پہنچ کر اونٹ کی نکیل کھول دیتا۔ پھر اسے زور سے چھڑی کی ضرب لگا کر درے کے اندر دھکا دیتا۔ مسلمان اونٹ کو پکڑ لیتے اور سامان اُتار کر اسے واپس لوٹا دیتے۔ اس طرح مسلمانوں کو کھانے کا سامان مل جاتا۔ ہشام بن عمرو نے اسی پر اکتفا نہ رکھا بلکہ اُس نے آخر کار مسلمانوں کی اس تکلیف دہ صورتحال کو دیکھ کر انہیں ہر صورت میں اس جابرانہ قید سے آزاد کرانے کا فیصلہ کیا۔ اس مصمم فیصلہ کے بعد وہ زہیر بن ابی امیہ کے پاس پہنچا یہ عبدالمطلب کی صاحبزادی سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا کے فرزند تھے۔ اس رشتہ سے زہیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہوئے، ہشام نے ان سے کہا:

Marfat.com

''اے زہیر! یہ کیسا انصاف ہے کہ خود آپ پیٹ بھر کر کھائیں جسم پر پورا لباس ہو اور گھر میں عیش و عشرت کے تمام سامان لیکن آپ کے بھائی اس بدحالی میں مبتلا کہ خرید و فروخت تک نہ کر سکیں۔ گھریلو زندگی کی تمام سہولتوں سے محروم ہوں! واللہ! اگر اس قسم کا ظالمانہ قطع تعلق ابوجہل کے بھائیوں سے کیا جاتا تو وہ آپ کی طرح کبھی خاموش نہ بیٹھتا۔

دونوں نے ایک دوسرے سے متفق ہو جانے کے بعد قرارداد کے اوراق ضائع کر دینے کا منصوبہ بنایا۔ طے پایا کہ کچھ اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ تاکہ وقت پڑنے پر وہ ہمارے کام آ سکیں۔ چنانچہ مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود تینوں ان سے متفق ہو گئے، ان پانچوں آدمیوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے منحوس مقرادداد کو چاک چاک کر دیا جائے۔

زہیر کی پیش قدمی:

دوسرے روز زہیر کعبہ میں آئے اور پورے سات طواف کر لینے کے بعد بآواز بلند کہا:

نہایت شرم کی بات ہے کہ ہم اور آپ پیٹ بھر کر گھر سے نکلیں، طرح طرح کی پوشاک سے خود کو سنوارا کریں۔ لیکن بنو ہاشم ایک ایک دانے کو ترسیں انہیں تن ڈھانپنے کے لیے بالشت بھر کپڑا بھی نصیب نہ ہو نہ ہمارا ان کے ساتھ خرید و فروخت کا تعلق ہو!

سن رکھو! جب تک میں ظالمانہ معاہدہ کا ورق پارہ پارہ نہ کر دوں بیٹھنے کا نام نہ لوں گا!

وہاں ابوجہل بھی موجود تھا وہ جل بھن گیا اور گلا پھاڑ کر چلایا۔

''اے زہیر! آپ ورق قرارداد پارہ پارہ کر سکتے ہی نہیں! آپ جھوٹ بول رہے ہیں!

یہ سن کر مطعم بن عدی نے ابوجہل کو ڈانٹتے ہوئے کہا زہیر سچ بول رہے ہیں۔ ابوجہل! کان کھول کر سن لو یہ قرارداد پھٹے گی اور ضرور پھٹے گی! ایک طرف سے ابوالبختری نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ اس قرارداد ظلم کی دھجیاں اڑا دی جائیں۔ اسی طرح ہشام بن عمرو نے ان سب کی تائید کرتے ہوئے ابوجہل سے کہا اب یہ ظالمانہ تحریر ختم ہو کر رہے گی۔ دوسری طرف سے زمعہ بن اسود کی آواز آئی اب اس قرارداد کو ختم کرنے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

سب کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر ابوجہل سمجھ گیا اور اس خوف سے کہ کہیں ضد بازی میں ناکام بھی نہ ہو جائے وہ خاموش ہو گیا۔ لیکن مطعم بن عدی ایک لحہ رکے بغیر قرارداد کو پھاڑنے کے لیے آگے بڑھے تو دیکھا کہ قرارداد کا وہ حصہ سلامت ہے جس پر ''باسمك اللهم'' تحریر تھا باقی تمام کاغذ دیمک کی نذر ہو گیا ہے۔

معاشرتی مقاطعہ کا خاتمہ:

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام اور قبیلہ بنو ہاشم کے ہمراہ شعب ابی طالب سے نکل آئے۔ قطع تعلق ختم تو ہوا لیکن قریش کے رویہ میں بظاہر کوئی فرق نہ آیا دلوں میں کینہ تھا۔ ہر وقت مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش میں رہتے اور مسلمان اپنے دفاع کے لیے ہر وقت فکر مند رہتے۔

''باسمك اللّٰهم''

مسطور تھا باقی تمام کاغذ کو دیمک چاٹ چکی تھی۔

Marfat.com

صحیفہ مقاطعہ کے پارہ پارہ ہو جانے کے بعد نبی کل عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رفقاء اور خاندان کے ساتھ واپس مکہ میں اپنے اپنے محلوں، گلیوں اور مکانوں میں آ بسے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منصب عظیم کے عظیم تر عمل تبلیغ دین کا تسلسل قائم رکھتے ہوئے ان قبائل میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں جو حرمت کے مہینوں میں کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ آتے اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا تمام عرب میں بڑی دھوم کے ساتھ چرچا ہو چکا تھا۔ لیکن بیرون مکہ ابھی جاں نثاران رسالت مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر قریش نے پھر ظلم وتشدد شروع کر دیا اور پہلے کی طرح آج بھی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار و ناصر نہیں تھا۔

ابو طالب کا انتقال:

شعب ابی طالب سے واپسی کے بعد ایک ہی سال میں دو حادثے رونما ہوئے جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے حد متاثر ہوئے۔ پہلے ابو طالب نے داعی اجل کو لبیک کہا جن کی عمر اس وقت 80 برس سے کچھ زائد تھی لیکن اس سانحہ موت سے پہلے جب قریش نے جناب ابی طالب کی صحت بہت بگڑتی ہوئی دیکھی تو ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے وفا شعار مسلمانوں خصوصاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شجاعت سے ٹکراؤ کے مزید خطرہ کا احساس پیدا ہو گیا اور اس احساس کے ساتھ قریش کا ایک وفد جناب ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا!

''اے ابو طالب! ہم لوگ آپ کا جس قدر احترام کرتے ہیں آپ کو معلوم ہی ہے آج آپ کی جو حالت ہے اس کی بنیاد پر مستقبل کا معاملہ ظاہر ہے ہمارے اور آپ کے برادرزادہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختلاف آپ پر چھپا ہوا نہیں۔ انہیں بلا کر آئندہ کے لیے ان کے ساتھ ہمارا معاہدہ کرا دیجیے۔ تاکہ ہم اور وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے مطمئن رہیں۔ بات ذرا سی ہے وہ ہمیں ہمارے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش سے ہاتھ روک لیں اور ہم ان کے ساتھیوں سمیت ان کے دین سے انہیں ہٹانے کی جدوجہد ترک کر دیں۔'' اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از خود تشریف لے آئے آپ کے سامنے قریش کی تجویز پیش ہوئی تو فرمایا:

''نعم ! کلمة واحدة تعطونها تملكون بها العرب و تدين لكم بها العجم''

مجھے منظور ہے! یہ کہ اگر تم صرف ایک بات پر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو تمام عرب تمہارا زیر نگین اور عجم کا چپہ چپہ تمہارا باجگذار ہو جائے۔

ابو جہل نے کہا اس برتری کے لیے ایک نہیں دس کلمے بھی ہوں تو ہمیں منظور ہیں فرمایا:

" تقولون لااله الا الله وتخلعون ما تعبدون من دونه "

اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو اُن کی عبادت ترک کر دو۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا:

''آپ تو ہمارے اتنے خداؤں کے عوض میں صرف ایک اللہ کی عبادت ہمیں سونپنا چاہتے ہیں یہ نہ ہوگا!''

اور قریش یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے آئے کہ ''یہ شخص ہماری کوئی شرط قبول نہ کرے گا!'' اس واقعہ کے بعد ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش نے اور زیادہ سختی شروع کر دی۔

Marfat.com

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال:

کچھ عرصہ بعد ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی انتقال فرما گئیں۔ یہ دوسرا حادثہ ہے جو ابوطالب کی رحلت کے بعد رونما ہوا۔ یہ دونوں دشمنوں کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی و ناصر تھے۔

ان دو متواتر حادثوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر کیا اثر پیدا کیا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن یعنی ''غم کا سال'' کا نام دیا جس سال میں یہ دونوں عظیم ہستیاں اس دنیا فانی سے رخصت ہوئی تھیں۔

اب قریش پھر بے لگام ہو گئے:

اب قریش نے ایذ ارسانی اور تذلیل میں انتہا کر دی کم از کم اذیت کی صورت یہ تھی کہ ایک نادان نوجوان نے سرکار دو عالم ﷺ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی۔

مگر نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب یہ تھا کہ انتہائی صبر وسکون کے ساتھ گھر تشریف لائے صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی آپ کے مبارک سر کو دھونا شروع کیا۔

اب آپ ہی سوچیئے ہم تو اپنے بیٹے کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بیٹی کا رونا کس قدر کرب و اضطراب کا سبب ہو گا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بیٹوں سے زیادہ بیٹیوں سے محبت و شفقت فرماتے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ ابھی ابھی آپ کو غمگین چھوڑ کر آسودہ لحد ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یوں سسکیاں لے کر روتے ہوئے دیکھا تو اس تاثر سے آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور لخت جگر سے فرمایا:

لاتبکی یا بنیة فان اللّٰہ مانع ابیك!

میری بچی! رومت! اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت کا ذمہ دار ہے! بار بار یہی کلمہ دہرانے کے بعد آخر میں فرمایا:

''میرے ساتھ یہ حادثہ میرے چچا جان ابوطالب کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد رونما ہوا ورنہ ان کی زندگی میں کس کی یہ ہمت تھی!''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر قریش کی ایذ ارسانی بڑھتی ہی گئی۔

آنحضرت ﷺ کا سفر طائف:

ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے باعث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو زبردست سہاروں سے محروم ہو گئے۔ ان مصیبتوں میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وظیفہ رسالت کی ادائیگی میں پیش آ رہی تھیں۔ ان جاں گداز مشکلات کے باوجود خدا کے رسول نے اسلام کی دعوت کا کام اسی والہانہ جوش اور شیفتگی کے ساتھ جاری رکھا۔ جس جوش و خروش کے ساتھ ابتدا میں شروع کیا تھا۔

شعب ابی طالب سے واپسی کے بعد مکہ کی فضا اُس حد تک مکدر تھی کہ وہاں تبلیغ اسلام کی بہت کم گنجائش تھی۔ اس لیے

Marfat.com

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کو دعوت دینے کا ارادہ کیا اور اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کو ساتھ لے کر طائف پہنچے۔ طائف میں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا اور عبد یالیل، مسعود اور حبیب تین بھائی اس کے سردار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے انہی کو دعوت حق دینے کا فیصلہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اسلام کی دعوت دی لیکن تینوں نے اپنی بدنصیبی سے خدا کے پیغام کو ٹھکرا دیا اور بڑے گستاخانہ جواب دیئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بردباری سے جوابات سنے۔ پھر فرمایا اگر تمہارے یہی خیالات ہیں تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ انہیں اپنے پاس ہی رکھیں اور دوسروں کی گمراہی کا سبب نہ بنیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کہنا شروع کیا تو تینوں رئیسوں نے اپنے غلاموں، نوکروں اور شہر کے اوباش لڑکوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستی سے نکال باہر کر دیں۔ چنانچہ ایک غول کا غول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہولیا تو وہ لوگ شور مچاتے اور تھپڑ مارتے۔ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لہولہان ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

اے محمد! اگر آپ کہیں تو میں ان پہاڑوں کو ملا کر ان لوگوں کو ہلاک کر دوں۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''میں ان لوگوں کے لیے تباہی کی دعا کیوں کروں۔ ہوسکتا ہے کہ اُن کی آئندہ نسلیں ایک خدا پر ایمان لانے والی ہوں۔'' اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ہدایت کے لیے دعا فرمائی۔ طائف کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے قبائل میں تشریف لے گئے اور اسلام کی تبلیغ فرمائی۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے بایں حالت واپس ہوئے تو آپ عتبہ اور شیبہ کے پاس سے گزرے جو ربیعہ کے بیٹے تھے۔ وہ اپنی حویلی میں بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل طائف کی بدسلوکی کو دیکھا تو ان کے جذبہ رحم کو تحریک ہوئی اور انہوں نے اپنے غلام عداس نصرانی کی معرفت انگوروں کا کچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گچھے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھی اور انگور کھایا۔ پھر عداس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔

کہنے لگا یہاں کے لوگ تو بسم اللہ نہیں پڑھتے۔ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اس سے دریافت فرمایا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ کہنے لگا میں نینوا کا رہنے والا نصرانی ہوں۔ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا اچھا تم اس شہر کے باشندے ہو جہاں کبھی یونس بن متی ایسا نیک آدمی رہتا تھا۔ پوچھا آپ ان کو کیسے جانتے ہیں؟ فرمایا وہ میرے بھائی تھے اور میری طرح نبی تھے۔ اس پر عداس نے آپ کے ہاتھوں سر اور پاؤں کو چوما اور مسلمان ہو گیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نخلہ کے مقام پر جو مکے سے ایک دن کی مسافت پر ہے۔ اترے تو نصیبین کے نو جن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے وقت سورہ جن تلاوت فرما رہے تھے اور جن سن رہے تھے۔ جس جن نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرایا۔ وہ شجرہ تھا۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلدوز دعا:

اس موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی دعا مانگی:

"اللّٰھم الیك اشکوا ضعف قوتی وقلہ حیلتی و ھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین وانت ربی الیٰ من تکلنی الیٰ بعید یتجھمنی اوالیٰ عدو ملکتہ امری ان لم تکن علی غضبان فلا ابالی ولکن عا فیتك اوسع لی اعوذبنور وجھك الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح علیہ امر الدنیا والآخرۃ من ان ینزل بھا غضبك اوتحل علی سخطك لك العقبی حتی ترضی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔"

"اے خدا! میں تجھ سے اپنی قوت کی کمزوری اور تدبیر کی بے اثری اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعتی کی شکایت کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور تو ہی کمزوروں کا آقا ہے۔ تو مجھے اب کس کے حوالے کرنے لگا ہے۔ کسی دور کے دشمن کے جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آئے گا۔ یا قریب کے دوست کے جسے تو میرے معاملات سپرد کر دے گا۔ اے خدا! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں، سوائے اس کے کہ تیری وسیع رحمت مجھے اپنی آغوش میں لے لے۔ اے خدا! میں خود کو تیری ذات کے اس نور کی پناہ میں دیتا ہوں، جس سے زمین و آسمان روشن ہیں اور جس سے اندھیرے جگمگا اٹھے ہیں اور دین دنیا کے کام سلجھ گئے ہیں۔ میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو۔ میں تیری خوشنودی چاہتا ہوں تاکہ تو راضی ہو اور برائی سے بچاؤ کی اور نیکی کی رغبت تیرے ہاتھ میں ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں:

قریش کی مسلسل اذیتوں نے رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احساس غم کو اور ہوا دی اس پر تنہائی نے مزید اضافہ کیا۔ جب تک ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حیات تھیں ہر غم کا مداوا تھیں ہر دکھ میں تسکین کا سامان تھیں تکلیفوں اور مصیبتوں میں حوصلہ افزا اور زوال میں اُترنے والی مسرت تھیں۔ مگر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت پریشانی ہوئی۔ کیونکہ گھر بار بال بچوں کا انتظام انہی سے متعلق تھا یہ دیکھ کر خولہ بنت حکیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نکاح کر لیجیے۔ فرمایا کس سے؟ خولہ نے حضرت عائشہ وسودہ کا نام لیا۔ آپ نے دونوں سے خواستگاری کی اجازت دے دی۔

حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق کا نسب مرہ بن کعب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ملتا ہے۔ بعثت کے چار برس بعد پیدا ہوئیں۔ اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے تعلق سے ام عبداللہ کنیت رکھتی تھیں۔

چھ برس کی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں پہلے جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب تھیں۔ خولہ بنت حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء سے ام رومان (والدہ عائشہ صدیقہ) کے پاس گئیں اور

Marfat.com

نکاح کا پیغام سنایا۔ ام رومان نے رضامندی ظاہر کی۔ حضرت ابوبکر گھر آئے تو ان سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ عائشہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کی بیٹی ہے کیا یہ جائز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں یہ نکاح جائز ہے۔ حضرت ابوبکر نے ام رومان سے کہا کہ ''مطعم بن عدی اپنے پوتے کے لیے خواستگاری کر چکا ہے۔ واللہ! ابوبکر نے بھی وعدہ کے خلاف نہیں کیا۔'' اس لیے وہ مطعم کے پاس گئے اور اس سے تذکرہ کیا۔ مطعم نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیوی نے حضرت صدیق اکبر سے کہا اگر ہم نے اس لڑکے کا نکاح تمہارے ہاں کر دیا تو شاید تم اس کو صابی بنا لو گے اور اپنے دین میں داخل کر لو گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر وہاں سے اٹھ آئے اور خولہ کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ نکاح کے لیے تشریف لے آئیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر نے ماہ شوال 10 نبوت میں حضرت عائشہ کا نکاح کر دیا اور ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں مدینہ منورہ میں نو سال کی عمر میں آپ کی رسم عروسی ادا کی گئی۔

اسراء ومعراج شریف:

621ء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف معراج نصیب ہوا۔ معراج شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخص خصائص اور اظہر معجزات میں سے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء ومعراج کی فضیلت سے خاص کیا اور کسی دوسرے نبی کو اس فضیلت سے مشرف ومکرم نہیں فرمایا اور جہاں تک آپ کو پہنچایا کسی کو نہیں پہنچایا اور جو آیات و عجائبات آپ کو دکھائے وہ کسی کو نہیں دکھائے۔

بدیدہ آنچہ از دیدن بروں بود!
مپرس از ز کیفیت کہ چوں بود

معراج کی رات صاحب معراج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چچازاد بہن اُم ہانی کے ہاں آرام فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کروائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ راز افشاں کیے جو اولاد آدم میں سے کسی پر بھی ظاہر نہیں کیے گئے تھے۔

واقعہء معراج:

معراج شریف کے واقعہ کو مشہور مغربی عیسائی (مستشرق) درمنگھم نے سیرت کی کتب سے یکجا کر کے اس طرح بیان کیا ہے۔ جب آدھی رات کو پوری کائنات پر خاموشی کا سناٹا چھا گیا۔ زمین پر چلنے پھرنے والے چوپائے بے حس وحرکت محو خواب تھے۔ پرندے اپنے گھونسلوں میں پروں میں سر چھپائے چپ چاپ بیٹھے تھے۔ اس وقت ہوا کی سرسراہٹ اور بہتے ہوئے پانی کا شور پرسکون آواز میں بدلنے کو تھا۔ اس وقت نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جاگے تو ان کے سامنے جبریل علیہ السلام حاضر تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفید رنگ کا جانور پیش کیا۔ جس کا نام براق تھا۔ وہ خچر سے پست تر تھا اور گدھے سے اونچا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو گئے۔ براق ہوا میں تیرنے لگا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نخلستان والی زمین پر پہنچے۔ پس جبریل نے آنحضرت سے عرض کیا کہ نیچے اتریئے اور نماز دوگانہ پڑھ لیں کیونکہ یہ یثرب کی زمین ہے (اس کے بعد مدینہ اس کا نام ہو گیا بعد ازاں آپ مدین پہنچے اور اس زمین سے

Marfat.com

گزرے جہاں ولادت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام ہے ان جگہوں پر بھی جبریل علیہ السلام نے کہا اتر کر دوگانہ ادا کرلیں۔ بعدازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جانب ایک بوڑھی عورت کو کھڑے دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جبریل! یہ کون ہے؟ جبریل نے عرض کیا حضور آپ بڑھے چلیے اس کے بعد آپ ایک جماعت پر سے گزرے جو سلام عرض کررہی تھی۔ وہ کہتے تھے:

السلام علیك یا اوّل

السلام علیك یا اخر

السلام علیك یا حاشر

پس جبریل نے عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں سلام کا جواب دیں۔ انہیں آپ نے سلام کا جواب دیا۔ (الحدیث) جبریل نے کہا کہ وہ بوڑھی عورت دنیا تھی اور دنیا اسی قدر باقی رہ گئی ہے۔ جتنی عمر اُس بوڑھی کی باقی ہے اور جس نے آپ کو آواز دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تھا وہ ابلیس تھا۔ اگر آپ اسے جواب دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کو اختیار کرلیتی آخرت کو چھوڑ کر اور ابلیس ان کو گمراہ کردیتا۔ وہ جماعت جو آپ کو سلام کہتی تھی وہ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام تھے اور روایات میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر سے آپ کا گزر ہوا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اپنی قبر شریف میں انہوں نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور چونکہ انبیاء اپنے خدا کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اس لیے نماز ادا کرتے ہیں۔ جس طرح اہل بہشت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ وہ بہشت میں عبادت کرتے ہیں گو وہ مکلّف نہیں ہوتے۔

بعدازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برے اور نیک لوگوں کے گروہوں اور قوموں پر سے گزرے۔ وہ عالم برزخ اور عالم مآل میں اپنے اپنے اچھے یا بُرے اعمال کے نتائج وثمرات میں گرفتار تھے اور ان کا ذکر طویل ہے پھر آپ بیت المقدس میں پہنچے اور مسجد کے دروازہ کے حلقہ کے ساتھ براق کو باندھ دیا۔ اسے اب باب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ بعدازاں آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ دوگانہ ادا کیا یہ دوگانہ تحیۃ المسجد ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام پر فرشتے بھی حاضر ہوئے۔ جملہ انبیاء یعنی آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک کی ارواح متمثّل شدہ حاضر ہوئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صلوٰۃ وسلام پیش کیا تمام نے فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد اذان بلند کی گئی اور اقامت برائے نماز کہی گئی اور سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا امام بنایا۔ آپ نے امامت فرمائی اور جملہ انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام آپ کے مقتدی ہوئے۔ علماء اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ یہ نماز فرض تھی یا نفلی نماز، اگر فرض نماز تھی تو عشاء کی تھی یا کہ فجر کی؟ حدیث شریف کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ کا ورود عروج آسمانی سے قبل تھا۔ اس طرح یہ نماز عشاء ہوگی اور اس قول کے مطابق جس میں ہے کہ یہ واقعہ معراج سے نزول کے بعد کا ہے۔ یہ فجر کی نماز ہوگی اور کچھ نے تو اسی کو ہی ترجیح دی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جملہ کمالات و برکات کے ساتھ نیچے آئے تو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت وتشریف کی نمود کے لیے یہ نماز ادا کی۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد سے باہر آئے تو جبریل ایک دودھ کا پیالہ اور ایک شراب کا سامنے لائے اور آپ کو

Marfat.com

عرض کیا کہ آپ مختار ہیں۔ان میں جو آپ چاہتے ہیں اسے اختیار فرمالیجیے اور پی لیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کو اختیار فرمایا تو جبریل نے عرض کیا کہ آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا ہے اور فطرت سے مراد دین اسلام اور اس پر استقامت ہے۔یعنی آپ نے علامت اسلام اور استقامت اختیار فرمائی۔ یہ علامت اس لیے ہے کہ اس کے پینے والے کے لیے آسان، طیب وطاہر اور ظاہر ہے اور دودھ کو دین وعلم کی مثال سمجھا جاتا ہے۔بخلاف شراب کے کہ وہ ام الخبائث ہے اور حال میں اور پینے کے نتیجہ میں مختلف قسم کی برائیاں پیدا کرنے والی ہے اور جبریل نے کہا اگر آپ شراب کو اختیار کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی اور شراب نوشی میں پڑجاتی جو خیانت اور فساد کا باعث ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں دو پیالے آئے ہیں۔ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔ایک اور روایت میں ہے کہ تین پیالے آئے ایک دودھ والا دوسرا پانی والا اور تیسرا شراب کا۔اس میں شہد مذکور نہیں۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند دودھ ہی ہے۔ یہ پیالے اس وقت کے قریب ہی آئے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔

اس مقام پر مخلوق کے اعمال اور ان کے علوم ختم ہوجاتے ہیں۔ یہاں پر امر الٰہی نازل ہوتا ہے اور احکام ملتے ہیں۔ اس کے قریب فرشتے ٹھہرتے ہیں۔اس مقام سے آگے بڑھنا کسی کی طاقت وبس میں نہیں ہے۔تمام یہاں پر رک جاتے ہیں۔جو کچھ عالم سفلی سے اوپر بلند ہوتا ہے اور عالم علوی سے امر واحکام کا نزول ہوتا ہے۔ان سب کی انتہا یہ مقام ہے اس سے آگے کوئی نہیں بڑھا سوائے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جبریل علیہ السلام بھی اس مقام پر آکر ٹھہر گئے اور علیحدہ ہوگئے۔آپ نے جبریل سے اس مقام کے متعلق پوچھا اور یہ کیسا مقام ہے کہ آپ جدا ہوتے ہیں۔دوست سے دوست کے علیحدہ وجدا ہونے کی یہ جگہ نہیں ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر انگلی کے ایک پپوٹے کے برابر بھی آگے نزدیک ہوجاؤں تو جل جاؤں گا۔

بدو گفت سالار بیت الحرام
کہ اے حامل وحی برتر خرام
بگفتا فراتر مجالم نماند
بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سرموئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر تجھے کچھ حاجت ہو تو عرض کرو تا کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں جبریل نے عرض کیا کہ میری حاجت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ میں پل صراط پر قیامت کے روز اپنے پر پھیلاؤں تا کہ ان پر سے آپ کی امت گزرے۔اس کے بعد آپ زیادہ بلندی پر گئے جہاں قلموں کے چلنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔جو کہ اللہ کے فرشتے ان کے ساتھ اقدار الٰہی کو تحریر کرتے تھے اگرا للہ تعالیٰ کی قضا اور تقدیر قدیم ہے لیکن ان کی کتابت حادث ہے اور کتاب لوح محفوظ ہے کہ کائنات اس میں ثبت شدہ ہے۔آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے سے وجف القلم بما ھو کائن اور آئندہ ہونے والا سب

Marfat.com

کچھ تحریر کر کے قلم خشک ہو گیا یہ اسی طرف اشارہ ہے لیکن یہ کتابت فرشتوں کے صحائف میں اصل سے نقل کرنے کی ہے جس طرح کہ نصف شعبان کی رات (یعنی شب برأت) کو اور دیگر راتوں میں لکھتے ہیں اس میں محو اور اثبات ہوتا رہتا ہے یَمْحُوا اللّٰهُ مَایَشَآءُ وَیُثْبِتُ (اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے باقی رکھتا ہے) سے یہی کچھ عبارت ہے۔

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و دوزخ ملاحظہ فرمائیں۔ کتاب و سنت میں ذکر کردہ صفات کے ساتھ آپ نے دیکھا کہ جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مظہر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب کی خاطر دوزخ ہے۔ اس وقت جنت کھلی تھی اور دوزخ بند تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسبیل نامی چشمہ میں غسل کیا تو کون وحدوث کی تمام آلائشات آپ کے ظاہر و باطن سے دور ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ سے سرفراز کیا گیا۔

جب رویت آیات الٰہی ہو چکی۔ اب قرب اور حضوری کی نوبت آ پہنچی۔ آپ آخر پر پہنچے ہر چیز سے انقطاع ہو گیا۔ آپ اکیلے رہ گئے۔ آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ یا دوست وانیس نہ رہا۔ ابھی سارے حجابات رہتے ہیں۔ ہر حجاب پہلے سے مختلف تھا۔ روایت میں ہے ہر حجاب کی تہ پانچ صد سال کی مسافت تھی۔ ابھی یہ حجابات طے کرنے تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد سے ان سب کو مجبور کیا۔ اب مخصوص وحشت و دہشت اور جلال و عظمت الٰہیہ پیش آئی۔ ندا دینے والے نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں ندا دی۔ قِفْ یَا مُحَمَّد ! فَاِنَّ رَبَّكَ یُصَلِّیْ

اے محمد (ﷺ) ٹھہریئے آپ کا رب صلوٰۃ بھیج رہا ہے۔ آپ سوچنے لگے کہ آواز ابوبکر اس مقام پر کیسے آئی۔ آپ نے اس آواز سے محسوس فرمایا اور اپنے درپیش وحشت سے نکلے پھر اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی طرف سے آواز آئی۔

اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّةِ اُدْنُ یَا اَحْمَدُ اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ

اس کے بعد میرے رب تعالیٰ نے مجھے اتنا قریب کیا اور میں اس قدر نزدیک ہوا جس طرح کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

پھر وہ تجلی نزدیک ہوئی اور خوب نزدیک ہوئی۔ تجلی الٰہی اور میرے درمیان دو قوسین کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم۔

پھر میرے رب تعالیٰ نے مجھ سے کچھ پوچھا مجھ میں طاقت نہ تھی کہ جواب دے سکوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت جو بے کیف و حدود تھا میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی مجھے اولین و آخرین سب کا علم عطا ہوا مختلف اقسام کے علوم بھی سکھائے گئے۔ ان میں ایک وہ علم تھا جس کے متعلق مجھ سے عہد لیا گیا کہ اسے ظاہر نہ کروں۔۔ ہر آدمی کو اس کی برداشت کی تاب نہیں ہے سوائے میرے ایک وہ علم تھا جس کے متعلق مجھے مختار بنا دیا ظاہر کروں یا چھپاؤں ایک وہ علم دیا گیا جس کے بارے میں حکم ہوا کہ اپنی امت کے سب خواص و عام سے اس کی تبلیغ کی جائے۔ اس کے بعد آنحضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ اے پروردگار! میری بارگاہ میں پہنچنے سے پہلے اثناء راہ میں مجھے وحشت ہوئی۔ ناگاہ ابوبکر کی آواز و لغت سے مشابہ آواز میں سنا قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّكَ یُصَلِّیْ اس سے مجھے تعجب ہے کہ ابوبکرؓ اس مقام پر کہاں سے آ گئے اور پروردگار تو نماز پڑھنے سے بے نیاز ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ میں دوسروں کے لیے نماز گزارنے سے بے نیاز ہوں۔ میں تو کہتا ہوں

Marfat.com

"سُبْحَانِیْ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ"

(میں پاک ہوں میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیے ہوئے ہے)

اے محمد! اس آیت کو پڑھو هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا

میری صلوٰۃ پر اور تمہاری امت پر رحمت ہے ابوبکر آپ کے ساتھی اور رفیق کا سنانا اُنسیت کے لیے تھا تا کہ تم انس حاصل کرو اور اس ہیبت ناک مقام پر اپنے حال پر قائم رہ سکو۔ اے محمد! جس وقت ہم نے تمہارے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہونا چاہا۔ اس وقت ان پر بڑی ہیبت غالب آ گئی تھی۔ میں نے اس وقت ان سے پوچھا

"مَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوْسٰی"

(اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو ذکر عصاء سے اُنسیت ملی اور وہ اپنے حال پر آ گئے تھے اس طرح اے محمد! تمہارے لیے بھی میری خواہش تھی کہ تم اُس کو پا سکو۔ لہٰذا آپ کے لیے تمہارے دوست اور رفیق ابوبکر صدیق کی آواز کو پیدا فرمایا۔ کیونکہ تم دونوں یعنی تم اور ابوبکر ایک ہی طینت پر پیدا کیے گئے ہو وہ دنیا میں اور آخرت میں تمہارا انیس ہے۔ پس میں نے ان کی صورت پر ایک فرشتہ پیدا کیا تا کہ وہ ابوبکر کی آواز کی مشابہت میں ندا کرے۔ تا کہ تمہاری وحشت جاتی رہے اور ہیبت قسم کی کوئی چیز اسے نہ ہو۔ جو تمہارے فہم کو اس چیز سے ہٹائے رکھے جو میں نے تمہارے لیے چاہی ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ جبریل کی کیا خواہش تھی جو تم سے اس نے عرض کی تھی؟ میں نے جواب دیا کہ خداوند تو بخوبی واقف ہے اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہوا کہ میں نے ان کی حاجت کو قبول فرمایا لیکن ان کے حق میں جو تمہیں چاہتے ہیں تم کو محبوب رکھتے ہیں اور تمہاری محبت میں ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد ازاں میری خاطر سبز رنگ کی ایک رفرف بچھا دی گئی۔ اس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا۔ میری آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں اور مجھے اس رفرف پر بٹھایا گیا۔ پھر رفرف سمیت اوپر اٹھایا گیا حتیٰ کہ عرش پر پہنچ گیا۔ پس میں نے امر عظیم دیکھا جس کی صفت زبان سے بیان نہیں ہو سکتی۔ عرش پر سے ایک قطرہ میرے نزدیک ہوا اور میری زبان پر گرا۔ میں نے اسے اس طرح کا چکھا کہ اس سے شیریں تر کبھی کوئی چیز کسی نے نہیں چکھی اور مجھے اولین و آخرین کا (علم) حاصل ہو گیا اور میرا دل روشن ہو گیا۔ عرش کے نور نے مجھے ڈھانپ لیا۔ پس ہر چیز کو میں نے اپنے دل سے دیکھا اور پیچھے سے بھی اسی طرح نظر آنے لگا جس طرح کہ سامنے سے دکھائی دیتا ہے اور رفرف ایک بچھائی کو کہتے ہیں جو دیبا سے بھی نرم ہوتی ہے۔

معراج کے موقع پر برنگھم (عیسائی مستشرق) نے سیرت کی مختلف کتب سے واقعہ معراج کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن پھر بھی سیرت ابن ہشام میں سے کئی واقعات کو اس نے نظر انداز کر دیا ہے؟ جیسے ہر مسلمان پر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم لے کر واپس لوٹے تو پہنچے کے آسمان پر حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے سن کر ڈرایا کہ میں اس معاملہ میں بنی اسرائیل کی آزمائش کر چکا ہوں۔ آپ واپس لے جا کر ان میں کمی کرائیے! اس مرتبہ چاہیں منظور ہوئیں جو اسی طرح گھٹتے گھٹتے پانچ نمازیں رہ گئیں۔

Marfat.com

ملاءِ اعلیٰ کی سیر:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں نے وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا، اس پشت میں جس میں وہ اُس دن تھے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا۔ ان کی اصلی صورت پر ان کے سامنے ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ نیک لوگون کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔ پاک روح ہے اور پاک جسم بھی ہے۔ اسے علیین میں لے جاؤ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں خبیث روح ہے جسم بھی خبیث ہے۔ اسے سجین میں لے جاؤ۔ کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوئے ہیں۔ جن پر بدبودار سڑا بھسا گوشت رکھا ہوا ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں۔ جواب دیا آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے۔

پھر میں کچھ اور چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا اُن کے ہونٹ اونٹ کی طرح کے ہیں۔ اُن کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انہیں اُس گوشت کے لقمے دے رہے ہیں۔ جو اُن کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے۔ وہ چیخ چلا رہے ہیں اور خدا کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبریل! علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھا جایا کرتے تھے۔ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جائیں گے۔

میں کچھ دور اور چلا دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل ادھر لٹکی ہوئی ہیں اور ہائے وائے کر رہی ہیں۔ میرے پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کی زنا کار عورتیں ہیں۔

میں کچھ دور اور گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں جیسے ہیں۔ جب وہ اُٹھنا چاہتے ہیں۔ گر گر پڑتے ہیں اور بار بار کہہ رہے ہیں کہ خدایا قیامت قائم نہ ہو فرعونی جانوروں سے وہ روندے جاتے ہیں اور خدا کے سامنے آہ وزاری کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبریل! نے فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں۔ جو سود کھاتے تھے۔ سود خوار ان لوگوں کی طرح ہی کھڑے ہوں گے جنہیں شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہے۔

میں کچھ دور اور چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر فرشتے انہیں کھلا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح اپنے بھائی کا گوشت اپنی زندگی میں کھاتا رہا اب بھی کھا میں نے پوچھا جبریل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ آپ کی امت کے عیب جو اور آوارہ کش لوگ ہیں۔

پھر ہم دوسرے آسمان پر پہنچے تو میں نے وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا اور جو حسین لوگوں پر وہی اہمیت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو اور ستاروں پر ہے۔ میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ اُن کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا جس کا جواب انہوں نے دیا۔

پھر میں چوتھے آسمان کی طرف چڑھا وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا۔ جنہیں خدائے تعالیٰ نے بلند مکان پر اُٹھا لیا ہے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔

Marfat.com

پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے جن کی آدھی داڑھی سفید تھی اور آدھی سیاہ اور بہت لمبی داڑھی تھی۔ قریب قریب ناف تک میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کیا انہوں نے بتلایا کہ یہ اپنی قوم کے ہردلعزیز حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے۔ انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔

پھر میں چھٹے آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ کا گندم گوں رنگ تھا بال بہت تھے اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو بال اُن سے گزر جائیں۔ آپ فرمانے لگے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے بڑے مرتبے کا ہوں حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبے کے ہیں۔ جبریل علیہ السلام سے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔ آپ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے۔ آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔

پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں میں نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھا دیکھا۔ آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں دریافت پر مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہوا۔ میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا۔ میں نے اپنی امت کو نصفا نصف دیکھا۔ نصف کے تو سفید بگلا جیسے کپڑے تھے اور نصف کے سخت سیاہ کپڑے تھے۔ میں بیت المعمور میں گیا۔ میرے ساتھ ہی سفید کپڑے والے سب گئے اور دوسرے جن کے خاکی کپڑے تھے۔ وہ سب روک دیئے گئے ہیں۔ وہ بھی خیر پر۔ پھر ہم سب نے وہاں نماز ادا کی اور وہاں سے سب باہر آئے اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن جو ایک دن پڑھ گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی۔

پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا۔ وہاں میں نے ایک حور دیکھی۔ اُس سے پوچھا تو کس کی ہے؟ اُس نے کہا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی وہاں میں نے نہ بگڑنے والے پانی کی اور مزہ متغیر نہ ہونے والے دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں دیکھیں۔ اس کے انار بڑے بڑے دونوں کے برابر تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان کے دل پر اُن کا خیال تک گزرا۔ پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی جہاں غضب خدا، عذاب خدا، ناراضگی خدا تھی اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے بھی کھا جائے۔ پھر میرے سامنے سے وہ بند کر دی گئی۔

معراج کے متعلق سیرت ابن ہشام کے سوا تفسیر و سیرت کی کتابوں میں اور واقعات بھی پائے جاتے ہیں۔ مؤرخ کو جن میں سے ہر ایک واقعہ کے متعلق تحقیق کا حق حاصل ہے اور یہ کہ ایسی روایات مند صحیح کے سہارے پر قائم ہوں نہ یہ کہ صرف صوفیان خوش جمال کے حسن ظن کا کرشمہ ہوں!

واقعہ معراج روحانی ہے یا جسمانی:

اس کے بعد مصنف نے واقعہ معراج کو روحانی قرار دیا ہے جو جمہور صحابہ و تابعین و محدثین و فقہاء و متکلمین اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ ذیل میں اس امر کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اسراء سے مراد خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک رات کو جانا ہے اور معراج بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر تشریف لے جانے کا نام ہے۔ اسراء قرآن کریم سے ثابت ہے چنانچہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حوله لنریه من ایتنا ط انه هو السمیع البصیر O

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ جس کے گرد ہم نے برکتیں دی ہیں تاکہ ہم اس کو اپنے چند عجائبات اور نشانیاں دکھلائیں۔ بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا۔

یہ آیت شریف اسراء کے ثبوت پر نص ہے اور اس کا اخیر حصہ لنریه من ایتنا معراج شریف کی طرف اشارہ ہے یعنی مسجد اقصیٰ تک لے گیا تاکہ وہاں سے آسمانوں پر لے جا کر عجائب ملکوت و ربوبیت دکھلائے۔ کیونکہ آیات کا دکھانا اور غایت کرامات و معجزات کا ظہور آسمانوں پر ہے۔ صرف ان امور پر مقصود نہیں جو مسجد اقصیٰ میں ظاہر ہوئے مسجد اقصیٰ تک لے جانا تو اس کا مبدأ ہے اور

فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الٰی عبده ما اوحی O (سورۂ نجم)

میں بنا بر تحقیق منتہائے معراج کا ذکر ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اسراء و معراج شریف ہر دو جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں ایک ہی رات وقوع میں آئے جمہور صحابہ و تابعین و محدثین و فقہاء و متکلمین صوفیائے کرام کا یہی مذہب ہے اور یہی قرآن مجید سے ثابت ہے کیونکہ آیۂ کریمہ میں لفظ عبد موجود ہے اور عبد مجموعہ جسم و روح کو کہتے ہیں قرآن شریف میں جہاں کہیں کسی انسان کو کلمہ عبد سے تعبیر کیا ہے وہاں روح اور جسم دونوں مراد ہیں مثلاً سورۃ مریم میں

ذکر رحمة ربك عبده زکریا O

یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔

یہاں عبد سے یقیناً حضرت زکریا مع جسم و روح کے مراد ہیں سورۂ جن میں ہے:۔

وانه لمّا قام عبدالله یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا O

جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) عبادت کے واسطے کھڑے ہوئے تو جن ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں (تاکہ قرآن شریف سنیں)

اس طرح آیت زیر بحث میں عبد سے مراد جسم اقدس مع روح انور ہے پس معراج جسمانی کا ثبوت اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے اور احادیث صحیح کثیرہ سے بھی جو حد تواتر کو پہنچنے والی ہیں۔ پس ثابت ہوتا ہے فی الواقع اگر خواب میں ہوتا تو کفار انکار نہ کرتے اور بعض ضعیف مومن فتنہ میں نہ پڑتے کیونکہ خواب میں تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہم ایک لحظہ میں مشرق میں ہیں دوسرے لحظہ میں ہزاروں کوسوں پر مغرب میں ہیں۔ فلاسفہ اور دیگر عقل کے مقلد جو اعتراضات اس پر کرتے ہیں۔ ان تمام کا جواب اسریٰ بعبدہ (اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا) سے ملتا ہے کیونکہ لے جانے والا تو خدا ہے جو قادر مطلق اور جمیع نقائص سے پاک ہے۔ پس اگر وہ اپنے کامل بندے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اطہر کے ساتھ حالت بیداری میں رات کے ایک حصے میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک اور بیت المقدس

Marfat.com

سے آسمانوں کے اوپر جہاں تک چاہا لے گیا تو اس میں کونسا استحالہ لازم آتا ہے:

وما ذٰلك على الله بعزيز۔

معراج اور جدید علوم:

معراج کے واقعہ کو اس دور کا علم حق تسلیم کرتا ہے کیونکہ قوائے سلیمہ اپنے اپنے مصرف کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ جس قدر ہم آہنگ ہوتی جائے گی۔اسی قدر حقیقتوں کا انکشاف ہوتا جائے گا۔

علوم جدیدہ نے ہمارے افکار کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا ہے وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے اس سبب سے منکر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں میل کا فاصلہ (مکہ سے بیت المقدس تک) اور پھر بیت المقدس سے لامکان تک کا فاصلہ کس طرح کچھ لمحات میں طے کر لیا تھا۔اُن کو جان لینا چاہیے کہ جس طرح ہم آج ہزاروں میل کا سفر ہوائی جہاز کے ذریعے چند گھنٹوں میں طے کر سکتے ہیں۔خلا میں آ جا سکتے ہیں تو کیا وہ پروردگار جو سب کا خالق ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے سدرۃ المنتہیٰ تک معراج کرانے پر قادر نہیں ہے!

''اسراء'' پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق:

عرب کے ان جاہل باشندوں کے ذہن اسراء کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے سے قاصر تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے سامنے اس کا تذکرہ فرمایا تو انہوں نے تنقید شروع کر دی۔یہاں تک کہ جو لوگ پہلے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے مصدق تھے آج وہ بھی اسراء کی صداقت میں شک کا شکار ہو گئے۔بعض کی زبان پر تو یہاں تک آ گیا کہ بیت المقدس تک پہنچنے میں ایک مہینہ لگ جاتا ہے اور واپس لوٹنے میں ایک مہینہ! عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں بیت المقدس پہنچ بھی گئے اور واپس بھی تشریف لے آئے! اسی شک کی وجہ سے کچھ کچے عقیدہ کے حامل مسلمان اسلام سے منحرف ہو گئے۔

ایک گروہ کفار نے حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: ''کیا آپ لوگ اسے جھوٹ سمجھتے ہیں؟''

انہوں نے جواب دیا:

''بالکل جھوٹ!'' ہمارے ساتھ تشریف لے چلیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بھی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔آپ اُن سے خود دریافت کر لیں''۔

حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

''اگر رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے تو ایسا ہی ہو گا۔اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے زمین پر وحی کا آنا دن یا رات کسی کسی ساعت میں فرماتے ہیں تو میں اس کی تصدیق بلا تامل کرتا ہوں۔اس کے مقابلہ میں اسراء پر آپ لوگوں کا تذبذب یا انکار عجیب ہے!

آخر حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مقامات کا تذکرہ فرما رہے تھے۔جن پر آپ معراج کی رات میں گزرے تھے۔

Marfat.com

جیسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ اقصیٰ اور اس کی جغرافیائی حیثیت کا بیان فرمایا سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کی:

''صدقت یارسول اللہ!''

''یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا ہے''۔

اس تصدیق کی بنا پر حضور نبی کریم رؤف ورحیم محمد مصطفیٰ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''صدیق'' کا لقب عطا کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

واقعہ غرانیق

مسلمانوں کے حبشہ میں قیام کے تین ماہ بعد جب سید المومنین حضرت عمر بن الخطاب نے اسلام قبول کر لیا تو حبشہ میں کسی نے یہ خبر پہنچا دی کہ اب کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ستانا بند کر دیا ہے جسے سن کر چند مہاجرین (اور ایک دوسری روایت کے مطابق) سبھی مہاجرین مکہ معظمہ واپس آ گئے۔ لیکن یہاں آ کر دیکھا کہ مسلمانوں پر قریش کے مظالم پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں تو ان میں سے بعض مہاجرین شہر میں قدم رکھے بغیر جیسے آئے تھے ویسے ہی حبشہ کی طرف لوٹ گئے۔ بعض مسلمان چھپ چھپا کر مکہ میں رہنے لگے اور بعض کسی کافر کی حفاظت و پاسداری کے عوض کھلم کھلا دوبارہ مکہ میں آباد ہو گئے اور جو مسلمان حبشہ واپس تشریف لے گئے ان کے ہمراہ اہل مکہ میں سے کئی اور مسلمان بھی ہجرت کر گئے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی اجازت ملی تو حبشہ کے مہاجرین براہ راست مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

واقعہ غرانیق کا پس منظر:

اس کہانی کا تعلق مہاجرین حبشہ کے تین ماہ قیام کے بعد مذکورہ افواہ کی بنا پر واپس مکہ معظمہ آنے سے ہے اور اس افواہ کا پس منظر ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

ابن سعد اور طبری دونوں نے ''طبقات'' اور ''تاریخ الرسل والملوک'' میں علی الترتیب یہ واقعہ نقل کیا ہے دوسرے مسلمان مفسرین اور ارباب سیر ہی کی مانند اور انہی (مصنفین) سے (مغربی) مستشرقین نے یہ واقعہ نقل کر کے اور بھی رائی کا پہاڑ بنا دیا ہے اس (واقعہ غرانیق) کی صورت یوں گھڑی گئی ہے کہ:

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں سورۃ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس وقت کفار کی ایک ٹولی بھی موجود تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

افرأیتم اللت والعزٰی ومنٰوۃ الثالثۃ الاخرٰی (۵۳: ۲۰)

تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ اور اس تیسری منات کو

تک پہنچے تو ''الاخریٰ'' کے بعد یہ جملے آپ کی زبان سے قرآن ہی کے لہجے میں نکل گئے۔

''تلک الغرانیق العلا وان شفاعتھن لترتجی''

(ان بتان حسین وسربلند سے عند اللہ شفاعت کی جا سکتی ہے) اس جملہ کی تداخل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع میں پوری سورہ نجم پڑھی اور ختم سورہ کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ مشرکین بھی

Marfat.com

شریک سجدہ ہو گئے سجدہ سے فارغ ہو کر قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ زندہ کرنے والا جان لینے والا، خالق اور روزی رسان ہے لیکن ہمارے یہ دیوتا اس کے حضور ہماری شفاعت کرتے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ نے ہمارے معبودوں کی شفاعت کا اعتراف کر ہی لیا ہے تو اس کے بعد اب ہماری آپ کی کوئی لڑائی نہیں رہی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کا جھگڑا عملاً ختم ہو گیا اور آہستہ آہستہ یہ خبر عرب میں آگ کی طرح پھیلا دی گئی۔ یہاں تک کہ حبشہ میں بھی یہ افواہ سنی گئی۔ مہاجرین نے سوچا چلو اچھا ہوا اپنے رشتے دار، قبیلے والوں سے ہمارے بھی دل اداس ہیں، چلو مل لیں۔ مگر یہ لوگ ابھی مکہ معظمہ سے کچھ میل دور تک پہنچے تو صحراء میں ان کی کنانہ کے ایک کارواں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے دریافت کرنے پر کہا بیشک آپ کے صاحب نے ہمارے بتوں کی تعریف کی تھی جس پر قریش نے ان سے صلح کر لی مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اُن کا انکار کر دیا پہلے کی طرح بتوں کی مذمت شروع کر دی۔ اس پر اہل مکہ بھی پہلے ہی کی طرح ان پر جبر و تشدد کرنے لگے۔

یہ سن کر مہاجرین نے باہم مشورہ کیا اور قرار پایا کہ اپنے اپنے عزیزوں کو دیکھ کر واپس آجائیں گے اور وہ شہر مکہ میں پہنچ گئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ''بتوں کی تعریف'' کا یہ واقعہ مختلف روایات میں منقول ہے۔

پہلی روایت میں یوں ہے:

جب قریش نے آپ سے کہا ''اب جب کہ آپ نے ہمارے معبودوں کی برتری تسلیم کر لی ہے تو ہم بھی آپ کے ساتھی ہیں'' (اما اذ جعلت لا لهتنا نصيبا فنحن معك)

دوسری روایت:

سورۃ النجم کے نزول سے دوسرے روز جبرئیل امین تشریف لائے اور سورہ (النجم) کی مراجعت ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ''تلك الغرانيق العلى و ان شفاعتهن لترتجى (یہ حسین و جمیل باوقار دیویاں! یقیناً ان کے ذریعے اللہ کے ہاں شفاعت کی توقع کی جا سکتی ہے) سن کر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا! یہ آیتیں میں تو نہیں لایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مبادا میں نے ہی یہ بڑھا دی ہوں؟''

مستشرقین نے ہمارے نادان اور بے مایہ سیرت نویس اور ارباب تفسیر کی زبان سے یہ روایات لپک لیں اور ان پر دل کھول کر حاشیہ آرائیاں فرمائیں لیکن اس فرضی داستان کا تار پود بکھیرنے کے لیے معمولی نقص کافی ہے سب سے پہلے تو یہ واقعہ انبیاء کی عصمت کے ہی منافی ہے اس پر ہمارے جامعین کا اپنی کتابوں میں نقل کرنا ہی باعث تعجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابن اسحاق (سیرت ابن ہشام) سے اس کی صحت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا انه من وضع الزنادقة یہ واقعہ زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔

دوم: واقعہ کو صحیح تسلیم کرنے والے جامعین کتب نے آیت وان كادوا ليفتنونك عن الذى او حينا اليك (۱۷:۷۲) کے ساتھ سورۃ حج کی مندرجہ ذیل آیت کو بھی اپنے استدلال کے لیے شامل کر دیا ہے۔

وما ارسلناك من قبلك من رسول ولا نبى الااذا تمنى القى الشيطن فى امنيته

Marfat.com

فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللّٰہ ایتہ و اللّٰہ علیم حکیم لیجعل ما یلقی الشیطن فتنۃ للذین فی قلوبھم مرض و القاسیۃ قلوبھم و ان الظلمین لفی شقاق بعیدo (۲۲:۵۳-۵۲)

اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے تو شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا پھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمتوں والا اس واسطے کہ جو کچھ شیطان نے ملایا اس سے جانچے ان کو کہ جن کے دل میں روگ ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور گناہ گار تو ہیں مخالفت میں دور جا پڑے۔

غرانیق اور لفظ تمنی سے جوڑ:

لفظ ''تمنی'' کی تفسیر میں دو گروہ ہیں۔

(الف) تمنی بمعنی قرأ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی وہ آیات پڑھیں جو ابھی ابھی نازل ہوئی تھیں۔

(ب) تمنی : 'بمعنی' اس نے خواہش کی۔ ان معنوں کی بے محل تاویل میں مسلمانوں کے نادان سخن فہم جامعین روایات اور ارباب تفسیر کی پیروی میں مستشرقین بھی ان سے متفق ہو گئے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں پر کفار کا جبر و تشدد اس انتہا کو پہنچ چکا تھا کہ وہ جب چاہتے کسی مسلمان کو قتل کر دیتے، جس کو چاہتے کڑکتی دھوپ میں گرم ریت پر لٹا دیتے، اس غریب کے سینے پر پتھر بھی رکھ دیتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جتنا وحشیانہ سلوک ہوا کسی کو نہیں معلوم حد یہ ہے کہ مسلمان ان ناقابل برداشت مظالم سے تنگ آ کر حبشہ ہجرت کر گئے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قریش کی ہدایت اور بتوں سے نجات ہر قیمت چاہتے تھے۔ اس لیے کفار سے قرب کے طمع میں انہوں نے سورہ النجم میں دو آیتیں (تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی) کا اضافہ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سورۂ النجم کی آیت سجدہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ مطابقت ثابت رکھنے کے لیے مشرکین بھی سجدہ میں گر پڑے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ساتھ ان کے بتوں کا تقرب تسلیم کر ہی لیا تھا۔

انبیائے کرام اور خصوصاً رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح کی باتوں کی نسبت کرنا یا اس طرح کی باتوں کا گمان کرنا صراحتاً کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور رسل گناہوں اور کفر و شرک کی آلائشوں سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی اپنے ماننے والوں کو شرک کی تعلیم نہ دی۔ یہ جو بھی باتیں لوگ اُن سے منسوب کرتے ہیں سب کی سب من گھڑت ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللّٰہ الکتب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادالی من دون اللّٰہ ولکن کونوا ربّٰنین بما کنتم تعلمون الکتب و بما کنتم تدرسون O ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبین اربابا ط(۳ :۷۹-۸۰)

''کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اُسے کتاب اور حکم و پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سبب سے کہ تم

Marfat.com

درس کرتے ہو اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرالو'۔
قرآن حکیم میں ہی ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم رؤف ورحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا:

ما ضلّ صاحبکم وماغوی O وما ینطق عن الھوی O ان ھوالا وحی یوحی O
(۵۳:۲۔۴)

تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

درج بالا آیات قرآن حکیم سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ کے انبیاء نے کبھی بھی کسی انسان کو شرک کی دعوت نہ دی اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی فرماتے ہیں وہ اُن کی اپنی مرضی سے نہیں ہوتا بلکہ وہ وحی الٰہی کا نتیجہ ہوتا ہے تو پھر یہ کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے قرب کے طمع میں آیات کا اضافہ کردیا ہو اور آیات بھی وہ ہوں جو بتوں کو شفاعت میں اللہ کا شریک ٹھہراتی ہوں۔ لہٰذا ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ سب کی سب من گھڑت باتیں ہیں جو ملحدین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردی تھی۔

سرولیم میور اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ واقعہ غرانیق ان دلائل کی روشنی میں صحیح ہے کہ مہاجرین جو نجاشی کی سلطنت میں آرام وسکون سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ اگر ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کی باہم مفاہمت کی اطلاع نہ ملتی تو وہ حبشہ سے قیام ترک کر کے اپنے عزیزوں میں رہنے کے لیے مکہ واپس نہ آتے۔ نہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کی مصالحت ہی اس صورت کے بغیر ہو سکتی تھی۔ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قریش اس قدر طاقتور تھے کہ ان کے دوست دار بھی ان کے ستم وظلم سے محفوظ نہ تھے اور قریش کو صلح کا یہ اچھا بہانہ ہاتھ آ گیا تھا۔

سرولیم میور کے استدلال میں نقص:

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی حبشہ سے مراجعت کے دو اسباب ہیں اور ان دونوں میں قوی سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا ہے جو مہاجرین کی حبشہ سے مراجعت سے کچھ ہی عرصہ پہلے وقوع میں آیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے جس سختی سے مخالفت کرتے رہے وہ بھی سب کو معلوم ہے مگر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے بعد وہ جس دلیری، جرأت اور شجاعت کے ساتھ اسلام کی حمایت میں نکل آئے یہ بھی سب مؤرخوں پر واضح ہے تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں کہ انہوں نے اپنا اسلام لانا ایک لمحہ کے لیے بھی پوشیدہ نہیں رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنہوں نے کفار کے بڑے بڑے فرعونوں کے سامنے اپنے ایمان لانے کا اظہار کیا جب مخالفین نے تکرار کی راہ اختیار کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس راستے پر بھی آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے کھلے بندوں بیت اللہ میں نمازیں پڑھیں اور بغیر کسی خوف اور ڈر کے اللہ کے احکام بجالائے۔ قریش عمر کی اس بے خوفی و بے باکی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ اگر مسلمانوں کو ایذائیں دینے کا سلسلہ جاری رہا تو اس سے باہمی لڑائی کا دروازہ کھل جائے گا۔ جس کے بارے میں خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کب ختم ہو اور کس کس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے۔ قریش یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ خود ان

Marfat.com

کے قبائل اور گھرانوں میں سے کئی افراد (مردوں، عورتوں اور بچوں) نے اسلام قبول کرلیا ہے اب ان میں سے کسی کو بھی قتل کیا تو ہوسکتا ہے ان سے متعلقہ قبائل ان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں۔

اس وجہ سے ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہ تھا کہ وہ خود صلح کی کوئی راہ نکالیں یہ تھے وہ حالات جو حبشہ کے مہاجرین کے لیے غور وفکر کا باعث ہوئے اور انہوں نے سوچا کہ جب قریش درپے آزار نہیں ہیں تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

واقعہء غرانیق زنادقہ کا وضع کردہ ہے:

اگر واقعہ (عزانیق) کا جدید علمی طریق سے تجزیہ کیا جائے تو ان روایات میں لفظاً بھی تطابق نہیں پایا جاتا ہے مثلاً:

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

تلك الغرانيق العلاوان شفاعتهن لترتجى

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

تلك الغرانقة العلاوان شفاعتهن ترتجى

تیسری روایت کے الفاظ ہیں:

الغرانقه العلاوان شفاعتهن ترتجى

چوتھی روایت کے الفاظ ہیں:

انها لهى الغرانيق العلاو ان شفاعتهن ترتجى

پانچویں روایت کے الفاظ ہیں:

وانهن الغرانيق العلاوان شفاعتهن لهى التى ترتجى

یہ روایت ان الفاظ کے سوا دوسری کتابوں میں اور الفاظ سے منقول ہے اور متن کا اختلاف الفاظ روایت کے موضوع ہونے کے لیے کافی ہے جیسا کہ ابن اسحاق نے فرمایا (انه من وضع الزنادقة) اور اس روایت کے وضع کرنے سے دشمنان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد آپ ﷺ صحت رسالت میں شک پیدا کرنا ہے۔

سورۃ النجم کی آیات کا سیاق بجائے خود واقعہ کے غلط ہونے کے ناقابل تردید دلیل ہے۔

لقد راى من ايت ربه الكبرى افرائيتم اللات والعزى ومنٰوة الثالثة الاخرى الكم الذكر وله الانثى تلك اذاً قسمة ضيزى ان هى الااسماء سميتموها انتم واباؤكم ماانزل الله بها من سلطان ان يتبعون الا الظن وما تهوى الانفس ولقد جاء هم من ربهم الهدى ۔ (۵۳: ۱۸۔۲۳)

بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ اور اس تیسری منات کو کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے ہیں حالانکہ بے شک ان کے پاس ان کے رب کی

Marfat.com

طرف سے ہدایت آئی۔

یہ آیت وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ لات، عزیٰ اور منات اپنی وضع وقطع کے اعتبار سے بھی اس قدر بے مایہ ہیں کہ تم ہی نے انہیں تراشا اور ان کے نام اپنے بزرگوں سے سن سنا کر رکھ لیے اور کچھ خود بخود تجویز کر لیے کیا خدائے یکتا نے بھی اس پر دلیل تمہیں سپرد فرمائی؟ کیا اس وحدہٗ لاشریک نے بھی ان کی الوہیت پر تمہیں کوئی دلیل دی ہے؟

خلاصہء کلام:

کیا اس ترتیب کے ساتھ ان آیات میں غرانیق کا تداخل اس طرح ممکن ہے:

افرئیتم اللات والعزی ومنوٰۃ الثالثۃ الاخری و تلک الغرانیق العلاو ان شفاعتهن لترتجی الکم الذکر وله الانثی تلک اذاً قسمته ضیزی ان هی الااسماء سمیتموها انتم واباؤکم ما انزل اللّٰه بها من سلطان۔ (۵۳:۱۸تا۲۳)

تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ اور اس تیسری منات کو کیا تم کو بیٹا اور اس کی بیٹی جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔

اگر ہم ان آیات میں غرانیق کا دخل تسلیم کر لیتے ہیں تو اس صورت میں اس آیت کے معنوں میں تضاد ہوگا کیونکہ اس طرح پہلے تو ایک جملہ میں ان کی تعریف ہوگی اور اس کے بعد مسلسل چار آیتوں میں مذمت!

اب آپ ہی غور فرمایئے اور انصاف کیجیے کہ قرآن اس اضطراب، تناقص اور آشفتہ بیانی کا متحمل ہوسکتا ہے۔ جس کی بلاغت کمال کی لاانتہا بلندیوں پر ہے۔

قرآن تو قرآن کیا کوئی سمجھدار انسان بھی اس حرکت کا مرتکب ہوسکتا ہے کہ ایک ہی سانس میں دو مختلف المعنی متضاد باتیں کیسے؟

لہٰذا ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ تداخل غرانیق ملحدوں کا من گھڑت ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

لفظ غرانیق پر شیخ محمد عبدہ کا تبصرہ:

شیخ محمد عبدہ رقمطراز ہیں کہ اہل عرب نے کبھی بھی اپنے اشعار، اپنے خطبوں یا ادب پاروں میں لفظ ''غرانیق'' اپنے معبودوں کے متعلق استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ غرانیق اور غرنوق (دونوں لفظ) سیاہ وسفید رنگت والے حسین آبی پرندہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کلنگ وقاز وغیرہ یا یہ الفاظ سفید رنگ حسین نوجوان کے لیے آتے ہیں۔ لیکن بتوں کے ساتھ ان لفظوں کی مطابقت غیر متعلق ہے۔

واقعہء غرانیق کے موضوع ہونے پر الزامی جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طفولیت وزمانہ رشد اور دور شباب میں سے کسی وقت بھی آپ سے کذب کا صدور نہیں ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ جوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے پچیسویں سال میں قدم رکھا تو مکہ والوں کی زبان پر یہ سچائی عام تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق وامین ہیں اور اس خوبی کا چرچا اس قدر عام اور دن بدن ہمہ گیر ہوتا گیا کہ بعثت

Marfat.com

کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر تشریف فرما ہو کر قریش سے سوال کیا۔

ارءیتم لواخبرتکم ان خیلا بسفع ھذا الجبل اکنتم تصدقونی ؟

اے قریش! اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے ادھر ایک لشکر جرار تم پر حملہ کرنے کے لیے چھپا ہوا ہے تو تم میری بات صحیح سمجھ لو گے؟

سب نے بیک زبان جواب دیا: نعم! انت عندنا غیر متھم وما جربنا علیك كذبا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کی یہ بات۔

صحیح تسلیم کر لیں گے اس لیے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

ایسے امین و عظیم سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسا بہتان منسوب کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ اس نے بندوں کی بجائے رب العالمین سے کی ہو جو اس ذات واحد القہار نے فرمائی ہی نہ ہو۔ اور وہ بھی اللہ کے ڈر سے نہیں بلکہ بندوں سے ڈر کر ان کی قربت حاصل کرنے کے لیے نعوذ باللہ ایسی تدبیر ہو حالانکہ ہر رسول اللہ کے سوا کسی اور سے خائف نہیں ہوتا اور پھر اس شخصیت سے متعلق اس قسم کا گمان کرنا عقل و شعور سے کتنے دور کی بات ہے۔ ایسے شخص سے یہ ارتکاب کیونکر ہو سکتا ہے؟ جس شخص نے انہی قریش کی جانب سے چاند اور سورج کو دائیں اور بائیں کے مطیع فرمان ہو جانے پر بھی اپنے دعوۂ توحید کو ترک کرنے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو، یہاں تک کہ اس نے اپنے مدعا کی تبلیغ میں جان تک قربان کرنے کا تہیہ کر لیا ہو، آج وہی شخص بتوں کی مدح سے اپنے کیے دھرے پر پانی پھیر دے اللہ نے جس دین کی تکمیل کے لیے اسے مبعوث فرمایا ہو اسی دین کی بنیادیں اپنے ہاتھ سے کھود کر پھینک دے؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ بتوں کی (یہ مفروضہ) بزرگی بیان کرنے کا زمانہ بعثت سے دس برس بعد آیا ہو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و فرماں بردار انہیں قریش کے ہاتھوں طرح طرح کے ہولناک جبر و تشدد برداشت کر چکے تھے۔ اس دور کی بجائے آج ان بتوں کی شفاعت کو تسلیم کیا گیا جبکہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی بہادر شجیع اور جرأت مند شخصیتیں علی الاعلان ایمان لا چکیں! اس کے علاوہ مکہ میں دین اسلام کی عام مقبولیت سے خوفزدہ ہو کر اہل مکہ نے ان پر جبر و تشدد کرنے سے ہاتھ روک لیا ہو۔ یہی نہیں بلکہ جس دور میں اہل مکہ کے ظلم و ستم کے واقعات خطہ عرب سے نکل کر فضائے عالم میں گونجنے لگے ہوں۔

قرآن سے ثابت ہے کہ واقعہ غرانیق کا کوئی وجود نہیں۔ اسے دشمنان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وضع کیا مگر اس کے چہرے پر ایسا غازہ ملا جس کی رنگت دیکھنے کے ساتھ ہی پھیکی نظر آنے لگے جیسا کہ الزام دھندہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی باتیں سنتے رہے، یہاں تک کہ خود ان کی زبان سے بھی بتان قریش کی قبول شفاعت پر ایک کلمہ نکل گیا۔ لیکن جب وہاں (کعبہ) سے اٹھ کر اپنے دولت خانہ پر تشریف لائے تو اپنے پر پچھتاوا ہوا اور خدا کے حضور میں توبہ پیش کی جس پر جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے تا بہ آخر تمہ۔

الزام لگانے والوں نے غرانیق کے رخ پر ہی ملمع کاری کر کے خوش نما کر کے دکھانا چاہا لیکن نفس واقعہ کی نفی کے لیے یہ ملمع بجائے خود شہادت ہے اس لیے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کلمات نکل جاتے تو آپ کو گھر جا کر سوچنے کی بجائے وہیں غور کرنے میں کیا امر مانع تھا؟ ذرا سے پچھتاوے پر اگر گھر میں وحی آ سکتی ہے تو وہاں بھی آ سکتی تھی جہاں یہ

Marfat.com

غلطی سرزد ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ (اسلام کے) صدر اول میں اس واقعہ کا کسی کو سان و گمان بھی نہ تھا، صرف حاسدان اسلام نے بعد میں اسے وضع کر کے اپنے دل کا غبار نکالنا چاہا۔ یہ افتراء عائد کرنے والوں کی جرأت پر اور بھی حیرت ہے۔ انہوں نے الزام تراشی کے لیے کونسا مسئلہ تراشا، توحید جو رسالت کا اولین مقصد ہے۔ جس کی تبلیغ کے لیے آپ کی بعثت و جود میں آئی اور جس (توحید) کی تبلیغ کے لیے بعثت سے لے کر زندگی کے کسی لمحہ میں سہل انگاری سے کام نہ لیا وہ توحید جس کی تبلیغ سے منع کرنے کے لیے قریش کی طرف سے مال و منصب اور حسینۂ عرب کا لالچ دیا گیا یہ سانحہ اس وقت رونما کیوں نہ ہوا جب آپ کے پیروؤں کی تعداد بھی معمولی سی تھی، نہ اس وقت صادر ہوا جب قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو توحید سے ہٹانے کی نیت سے ان کی ایذارسانی میں طرح طرح کے جور و ستم برپا کر رکھے تھے؟ دشمنان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پر اس بہتان کا لگانا خود کفار کا چھچھورا پن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغ توحید میں ثابت قدم ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

دوسری طرف بہتان لگانے والوں کی یہ جرأت کس قدر حیرت افزا ہے کہ پھر اس واقعہ کو عام کرنے کے لیے تحقیق کا بہانہ تراش کر اسے خوب ہوا دی اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس توحید کے داعی تھے اسی کو اپنے ہاتھوں سے تہس نہس کرنے بیٹھ گئے۔

مہاجرین کی دوبارہ مکہ واپسی کا ایک بار پھر تذکرہ:

جس طرح تصدیق سے زیر بحث مسئلہ عاری ہے اسی طرح اس سے مہاجرین حبشہ کا تعلق بھی محال ہے۔ بلکہ ان کی ہجرت کے اسباب اور ہی تھے جن کا ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔ جو بات واضح ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد قریش کے ہاتھ مسلمانوں پر ستم کرنے سے خود ہی رک گئے تھے۔

مزید برآں خود نجاشی کے دل میں مسلمانوں کی جمعیت و قوت کا خوف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اور مسلمان سمجھتے تھے کہ کہیں ہمیں اس فتنہ کی لپیٹ میں نہ دھر لیا جائے۔ اس لیے انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ اس فرصت سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ مگر جب مہاجرین حبشہ دوبارہ حبشہ کو لوٹ گئے تو انہیں یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حبشہ میں رہ کر ان کی قوت میں اضافہ ہونے لگے۔ اس سے متاثر ہو کر قریش نے باہم منصوبہ بنا کر ایک مشترک دستاویز لکھی جس میں بنو ہاشم سے مناکحت، خرید و فروخت اور نشست و برخاست تک کا مقاطعہ کیا گیا۔ اسی طرح کا منصوبہ قریش نے بعد میں بنایا کہ سب لوگ جتھہ بنا کر بیک ساعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) کو قتل کر کے سکون کی زندگی بسر کریں۔

☆☆☆

Marfat.com

بیعت عقبہ

زمانہ معراج کے بعد مسلمانوں کا تزلزل:

کافر تو کافر خود مسلمانوں میں سے بھی بعض مسلمان ایسے تھے جو ''معراج اور اسراء'' کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔ درحقیقت معراج اور اسراء کو شک کی نظروں سے دیکھنے یا اپنی مرضی کے مطابق اسے تاویل کے ساتھ سمجھنے والے اللہ جل شانہ کے کمال اختیار پر شک کرتے ہیں۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کو مان لیں۔ ھو اللّٰہ علیٰ کل شئٍ قدیر وہ ہر چیز پر قادر ہے تو پھر روحانی اور جسمانی دونوں کے چکر میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور صادق وامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن الفاظ میں اس کو بیان فرمایا ہے اسی طرح مان لینے کا نام ہی تصدیق رسالت ہے۔ تاہم اس کے بعد صورتحال یہ تھی کہ کفار مکہ نے مسلمانوں کو دکھ پہنچانے کا عمل اور تیز کر دیا۔ جسے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بہت رنجیدہ ہوا۔ ادھر طائف کی بدسلوکی کا اثر ابھی تازہ تھا جہاں سے واپسی پر قبیلہ کندہ و بنو عامر اور بنو حنیفہ سے موسم حج پر جو کچھ پیش آیا ان تمام حوادث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے قبول حق سے مایوس کر دیا۔ عرب کے مختلف دور اور نزدیک علاقوں سے تجارت کے سلسلہ میں آنے والے عرب مسلمانوں کی حالت دیکھتے کہ قریش نے مسلمانوں کو اپنی ستم رانیوں کا تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ اگر کوئی قبیلہ یا فرد مسلمانوں کی حمایت کرنے کا اظہار بھی کرتا ہے تو قریش کفار مکہ ان پر بھی وحشیوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اگرچہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب اسلام نہ لانے کے باوجود ہر وقت مسلمانوں کی امداد کے لیے جان ہتھیلیوں پہ لیے پھر رہے تھے۔ یہ سب کچھ ہے مگر مکہ میں مسلمانوں کی تعداد اس قدر کم اور قریش کے مقابلہ میں ان کی طاقت اتنی لاشے ہے کہ وقت پڑنے پر اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری نہ فرمائے تو یہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے اب سوال یہ ہے کہ ایسے دشوار ترین حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر و ضبط ان کے عزائم میں تزلزل کا موجب بننے والا تو نہیں تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لائے تھے اس کی تبلیغ کے لیے آپ کے حوصلے، آپ کے ارادے ناقابل شکست حد تک پختہ تر تھے۔ جبکہ عام ذہن کے لوگ اپنی دشواریوں سے گھبرا کر اپنے مقصد سے ہٹ بھی جاتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس بڑی ہمت و جرأت کے لوگ ایسے مواقع پر اپنے مقصد کی صداقت سے اپنے اندر ایمان و یقین کی قوت کو اور دوبالا کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقصد کے لیے اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ صداقت، شجاعت، عدالت و قیادت سیادت سب میں تمام انسانوں سے اعلیٰ ترین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفقاء اور خود کو ایسے روح فرسا ماحول میں بھی قائم رکھا اور

Marfat.com

اس یقین کا دامن کبھی نہیں چھوڑا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی وقت بھی نصرت آئے گی اور اسلام دوسرے تمام باطل ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔ اس یقین کی قوت لازوال کے سبب وہ اپنے مقصد سے دست بردار نہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک حالت میں بھی ایک سال تک مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور اس کوشش پیہم میں کبھی ان کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ میرے مخاطب شاید میری دعوت قبول کریں یا نہ کریں یا انکار کر دیں گے تو کیا ہوگا۔ جبکہ اس تبلیغ کے درمیان کفار قدم بہ قدم سایہ کی طرح پیچھا کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتے۔ آپ کا مذاق اڑاتے اور دعوت کو بے اثر کرنے کے لیے ہر کمینی حرکت کر گزرتے لیکن اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تنکے کے برابر کمی نہ آئی۔ اس لیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا مکمل یقین تھا۔[1]

انداز گفتگو کی تاثیر:

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے تلقین فرمائی کہ لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت محبت بھرا نرم لہجہ اختیار فرمائیں۔ ایسا اچھا طریق اختیار فرمائیں کہ آپ کی بات مخاطب کے دل میں اُتر جائے۔

ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم O

(۳۴:۴۴)

جواب میں وہ کہہ جو اس سے بہتر ہو پھر تو دیکھ لے کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی گھریا دوست دار ہے قرابت والا۔

وحی کے ذریعہ یہ بھی ہدایت فرمائی کہ گفتگو میں نرمی برتنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور خوف پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپ دوسروں کے جبر و تشدد پر صبر فرمائیں اور یقین رکھیں فتح آخر میں صبر کرنے والوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

نصرت اور کامیابی کے آثار افق یثرب پر:

غرض مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ہی کشمکش کے ساتھ اس دن کی امید پر کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت آئے گی کئی سال گزارے۔ چنانچہ افق یثرب سے فتح و نصرت کے آثار نمودار ہوئے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ تجارتی تعلقات نہ تھے۔ بلکہ یثرب میں ایک مزار تھا زیارت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہر سال یثرب میں تشریف لاتیں۔ یہ قرابت قبیلہ بنو النجار میں تھی۔ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا سیدنا عبد المطلب کا ننھالی رشتہ تھا اور یہ مزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد المطلب کا تھا جس کی زیارت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ یہاں تشریف لائیں۔ جس یثرب میں آپ کے دادا عبد المطلب اپنے صاحبزادہ کی خبر علالت سن کر آئے۔ جس نے ابھی شباب کی بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں۔ ابھی اس کے رخ و عارض پر سبزۂ خط

---

[1] مؤلف کا اشارہ آیت ذیل کی طرف ہے:

کتب اللہ لا غلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز (۲۱:۵۸)

اللہ نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ "میں اور میرے رسول غالب آئیں گے" بلاشبہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے!

Marfat.com

بھی نمودار نہیں ہوا تھا وہی یثرب جہاں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ تشریف لائے اور جب اپنے والد محترم کی قبر کی زیارت کے بعد مکہ کی طرف لوٹے تو راستے میں مکہ اور یثرب کے وسط میں آپ کی والدہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور مقام ابوا میں راحت فرما ہوئیں۔ ان حوادث کی تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

یثرب میں تبلیغ اسلام کی کامیابی کے مقدمات پر تقدیر کا قلم صدیوں سے نقوش بنا رہا تھا۔ یہ واقعات اس طرح رونما ہوتے رہے کہ قدیم میں اوس وخزرج دونوں قبیلے یثرب میں یہودیوں کے دوش بدوش رہتے تھے لیکن یہود کے ساتھ ان کے روابط ہمیشہ ناہموار رہے۔ کبھی کبھی جنگ وجدال تک نوبت پہنچ جاتی۔ تاریخ کہتی ہے کہ اس زمانے میں شام کے عیسائی جو مشرقی روم کے زیرنگیں تھے اس خیال سے یہودیوں کے دشمن تھے کہ اسی قوم نے تو مسیح کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا۔ مگر ان پر غلبہ نہ پانے کی وجہ سے یثرب کے اوس وخزرج کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور اس یلغار میں انہوں نے یہودیوں سے دل کھول کر بدلہ لیا اور ان کی کثیر تعداد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کے بعد یہود کا ستارہ گہنا گیا۔ ان کی جگہ مقام ومرتبہ اوس و خزرج کو مل گیا جو اس حصول اقتدار سے پہلے صرف محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے تھے۔

اس واقعہ کے بعد ایک مرتبہ عربوں نے بھی چاہا کہ مدینہ کے یہودیوں کو ختم کر کے ان کے ذرائع آمدن ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا جائے، عربوں کو اس کوشش میں کسی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ لیکن یہود ایسی قوم نہ تھی جو اپنے انجام کو محفوظ رکھنے سے غافل رہتی۔ انہوں نے اوس وخزرج دونوں کے اقتدار سے بچنے کی خفیہ تدبیریں شروع کر دیں۔ یہود نے ایک ایسی چال چلی جس سے وہ جنگ وجدال سے ہٹ کر خود کو ان پر غالب بھی رکھ سکتے تھے۔ انہوں نے اوس و خزرج میں پھوٹ ڈلوا دی دونوں قبیلے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے اور یہود فکر فردا سے آزاد ہو کر اپنی تجارت و ثروت کے فروغ میں غرق ہو گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر لیا اور ان کی جتنی زمینیں یا جائیدادیں عربوں کے قبضے میں تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ ان سے واپس لے لیں۔ یثرب میں عرب اور یہود میں اقتدار اور سرمایہ داری ہی کی کشمکش کا بکھیڑا نہیں تھا بلکہ ان کے علاوہ ایک اور امر بھی حائل تھا۔ جس میں نہ صرف اوس وخزرج بلکہ پورا عرب یہودیوں کے سامنے دبا ہوا تھا۔ یہود کو اپنے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے اپنی مذہبی برتری کا احساس تھا۔ وہ توحید پر بھی قائم تھے مگر ان کے ہمسائے بتوں کی عقیدت ومحبت میں دیوانے ہو رہے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ یہود ان کو ایک آنے والے نبی کی بعثت سے ہمیشہ ڈراتے اور کہتے کہ اس نبی کے ذریعہ سے یہودیت سب پر غالب آئے گی لیکن یہود کی دینی دعوت کو دو وجوہات کی بنا پر عرب میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

☆ یہود کی عیسائیوں کے ساتھ دائمی دُشمنی اور کشمکش جس کے خوف سے وہ اپنی سلامتی اور اپنے تجارتی فروغ پر اکتفا کرتے اور عربوں کو اپنے دین میں داخل کرنے کے غم میں مبتلا نہ ہوتے۔

☆ یہود خود کو خدا کی پسندیدہ جماعت سمجھنے کی وجہ سے دوسروں کو اپنی منزلت کا حصہ دار بنانے کے روادار نہ تھے۔ انہیں یہ گوارا ہی نہ تھا کہ کوئی دوسرا ہمارے دین میں شامل ہو کر بنی اسرائیل کے ہم مرتبہ بن جائے۔ یہود اور اوس وخزرج میں ہمسائیگی اور تجارتی تعلقات کے ساتھ ان دونوں قبیلوں کو یہودیوں کی زبان سے مذہبی گفتگو سننے کا موقع دوسرے عرب باشندوں سے زیادہ ملتا جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ عام اہل عرب کے مقابلہ میں یثرب

Marfat.com

کے رہنے والے عربوں میں دعوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول کی گنجائش زیادہ تھی۔

یثرب میں قبیلہ اوس کی بہت ہی باوقار شخصیت سوید بن اصلت تھے۔ جو اپنی شرافت ونجابت شعر گوئی اور شجاعت میں لاجواب ہونے کی وجہ سے اپنی قوم میں ''کامل'' کا خطاب پا چکے تھے۔ یہی سوید بن الصلت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت میں زیارت کعبہ کے لیے مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول انہیں دعوت دین پیش کی۔ سوید نے کہا شاید آپ کے پاس وہی چیز ہو جو میرے پاس پہلے سے موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کون سی شے؟

سوید: میرے پاس لقمان کے اقوال ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کچھ کلام سن کر فرمایا: یہ اچھی باتیں ہیں لیکن میرے پاس ان سے بہتر کلام ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے۔ انتہائی نورانی کلام! یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ایک سورۃ تلاوت فرما کر دعوت اسلام پیش کی۔ کلام حق سوید بن صلت کے دل میں اتر گیا اور اس نے کہا ''یہ کلام تو بہت بہتر ہے'' اس کے بعد جب سوید بن صلت واپس ہوئے تو ان کے ذہن میں قرآن حکیم کی عبادت اور مفہوم کی عظمت کے سوا کچھ نہ تھا۔ رضی اللہ عنہ

جب سوید خزرج کے ہاتھوں قتل ہوئے تو ان کی قوم نے کہا کہ سوید مسلمان ہو کر مرے ہیں۔ لیکن یہود کے پڑوس میں رہنے والوں میں سے صرف سوید بن صلت ہی کے دل و دماغ پر قرآن حکیم کی حکمرانی نہ تھی بلکہ اور بھی کئی خوش نصیب لوگ تھے لیکن یہود نے اوس وخزرج میں دشمنی کی ایسی دیواریں کھڑی کر دی تھیں اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ دونوں اپنے اپنے لیے اہل عرب کو حلیف بنانے میں سرگرداں رہنے لگے۔ اس سلسلہ میں یثرب سے انس بن رافع (ابوالحسبہ) اپنے ساتھ ایک وفد لے کر مکہ میں آئے جس وفد میں ایاس بن معاذ بھی شامل تھے تاکہ قریش کو اپنے قبیلہ (خزرج) کا حلیف بنائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ان کے ہاں تشریف لا کر اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن کا کچھ حصہ انہیں سنایا۔ ایاس موصوف جنہوں نے عنفوان شباب میں چوری اور ڈکیتی کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ قرآن سن کر حیران رہ گئے اور اپنی قوم سے کہا:

''یا قوم! هذا واللہ خیر مما جئتم فیه''

برادران قوم! جس مقصد کے لیے تم یہاں پہنچے ہو بخدا! اس کے مقابلہ میں یہ چیز زیادہ بہتر ہے۔

لیکن ان لوگوں پر دوسری فکر غالب تھی وہ اس دعوت پر پوری توجہ نہ دے سکے انہیں آنے والی جنگ (بعاث) کا خطرہ کھائے جا رہا تھا جس میں قریش کی مدد حاصل کرنے کے لیے یہاں پہنچے تھے۔ ان میں ایاس بن معاذ تو پوری طرح اسلام لے کر واپس لوٹے اور دوسروں کے دلوں میں بھی کچھ نہ کچھ اثر باقی رہ گیا تھا۔

جنگ بعاث (مابین اوس وخزرج):

یہود کی دسیسہ کاری کام آ ہی گئی۔ ابوالحسیر (ایاس بن معاذ) اور ان کے رفقاء کی مکہ سے واپسی کی کچھ مدت بعد اوس وخزرج میں جنگ کے شعلے اس شدت سے بھڑک اٹھے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کا اس دنیا سے نام ونشان مٹانے پر تل آیا۔

Marfat.com

ہر حملہ پر اپنے ساتھیوں کا سختی سے جائزہ لیا جاتا کہ ان میں سے کوئی شخص میدان جنگ میں نرمی یا بزدلی کا ثبوت تو نہیں دے رہا۔ اس کے بعد حملہ جوش و خروش کے ساتھ کیا جاتا۔

قبیلہ اوس کے ایک دستہ پہ ابو اسید حضیر کمان کر رہے تھے جو خزرج دشمنی میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ اتفاق سے اوس کے قدم اکھڑ گئے اور وہ پریشانی میں میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے مگر خزرج نے ان کا پیچھا کیا۔ ان میں ابو اسید بھی تھے جو سواری سے نیچے اترے اپنا نیزہ خود اپنی ران میں پیوست کیا۔ زمین پر بیٹھ گئے اور بآواز بلند کہا۔ اب میں اس جگہ سے پیچھے ہٹ نہیں سکتا مجھے خود قتل کر دو یا خزرج کے حوالے کر دو! اوس قبیلہ نے جب اپنے سردار کی یہ حالت دیکھی تو طیش کھا کر پلٹے اور خزرج پر ٹوٹ پڑے۔ اب یہ یثرب کی طرف بھاگ نکلے اوس نے ان کے گھروں تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ ان کے باغات روندتے ہوئے خزرج کے گھر جلانے شروع کر دیئے خزرج نے سعد بن معاذ اشہلی کی پناہ لی۔ (یہ قبیلہ اوس کے سردار تھے) ابو اسید نے اعلان کر دیا کہ خزرج کے ہر گھر کو آگ لگا دی جائے اور ان کے باغوں میں ایک پودا بھی سلامت نہ رہنے پائے لیکن ابو قیس بن اصلت نے آگے بڑھ کر کہا یہ تمہارے ایسے بھائی ہیں جو یہودیوں سے بہتر ہیں۔

تب جا کر اوس کی تلواریں میان میں لوٹیں (ابو قیس بھی قبیلۂ اوس ہی کے فرد تھے)

اوس و خزرج کی باہمی جنگ آزمائی سے یہود کی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ لوٹ آئی اور انہیں پہلے کی طرح یثرب کی سیادت حاصل ہوگئی۔ مگر جب اوس و خزرج کے فاتح اور شکست خوردہ دونوں قبیلوں نے اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھا تو ان کی ندامت و شرمساری نے دونوں کا سر نیچا کر دیا کہ آج اوس و خزرج کی سیادت بنی اسرائیل میں منتقل ہوگئی۔ پھر دونوں قبیلے سر جوڑ کر بیٹھے۔ کسی ایک شخص کو اپنا سردار بنانے کا معاہدہ ہوا۔ یہ منصب عبداللہ بن ابی کو پیش کیا گیا۔ جو نہایت دانش منداور باوقار منش تھے اور شکست خوردہ قبیلہ خزرج کے چشم و چراغ لیکن سیادت کا یہ چکر ایک نئی صورت اختیار کرنے والا تھا۔ جس کا کسی کو علم نہ تھا۔ کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ اب یثرب میں بنی اسرائیل یا اوس و خزرج کی قیادت و سیادت کی گنجائش ہی نہیں رہی۔

یثرب میں اسلام کا ورود:

حسب معمول خزرج کا ایک قافلہ موسم حج میں زیارت کعبہ کے لیے مکہ پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے اور دریافت حالات پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ یہود کے ہمسائے ہیں اہل یثرب میں اگر یہود و عرب کے درمیان تیز کلامی پر نوبت آجاتی تو یہودی انہیں یہ کہہ کر ڈراتے۔

"ذرا اور صبر کرو آنے والے نبی کا وقت قریب آپہنچا ہے تم سے پہلے ہم اس کے مطیع و فرماں بردار بن کر اس کی پناہ میں تمہیں عاد و ارم کی طرح تہس نہس کر کے رکھ دیں گے"۔

آج مکہ میں یثرب کے عرب باشندوں نے اس نبی (ﷺ) کو اپنے سامنے دیکھ لیا اور ایک دوسرے سے اشاروں میں کہہ گئے:

واللہ! انه النبی الذی تواعد کم به یهود فلا یسبقنکم الیه!

اللہ کی قسم! یہ تو وہی نبی ہے یہود جس کی خبر سنایا کرتے ہیں جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود تم پر سبقت لے جائیں!

Marfat.com

خزرج نے اسلام قبول کرتے ہوئے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم اپنے پیچھے ایسی قوم (اوس وخزرج) کو چھوڑ آئے ہیں۔ جن کی باہمی دشمنی کی کہیں مثال نہیں۔ امید ہے کہ آپ کی تعلیم سے اللہ تعالیٰ انہیں باہم متحد کردے گا۔ اگر ایسا ہوسکا تو ان دونوں کے نزدیک آپ سے زیادہ باعزت کوئی دوسرا نہ ہوگا! اس قافلہ میں بنوالنجار کے ایسے دوآدمی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا سیدنا عبدالمطلب کے رشتہ دار تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کم سنی میں آپ کی پرورش کی تھی یہ لوگ واپس مدینہ آگئے اور علی الاعلان دوسروں کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرنے لگے۔ جس نے سنا اس کے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اوس وخزرج کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس گھر میں دو ایک اشخاص نے (بلاتخصیص مردوزن) اسلام قبول نہ کیا ہو اور ان کی زبانوں پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک نہ ہو۔ انہیں فخر تھا کہ وہ یہودیوں کی طرح موحد بن گئے اور ان سے بہتر دین پر گامزن ہیں۔

بیعت عقبہ اول ودوم:

جب اللہ نے اپنے دین کے غلبے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز اور اپنا وعدہ پورا کرنے کا ارادہ کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام موسم حج میں اوس اور خزرج سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے قبائل عرب سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا آپ عقبہ کے نواح میں تھے کہ خزرج کے بعض لوگوں سے خدا کو جن کی بھلائی منظور تھی ملاقات ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ کہا ہم بنوخزرج سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے پوچھا کیا تم میرے ساتھ کچھ دیر بیٹھو گے تاکہ باتیں کریں؟ انہوں نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ وہ مل بیٹھے اور آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور آیات قرآن کی تلاوت فرمائی یہ حسن اتفاق ہے کہ یہ جو اہل کتاب تھے۔ ان کے شہروں میں سکونت پذیر تھے مگر اوس وخزرج کی زیادہ تعداد تھی چنانچہ جب بھی ان کا باہم کوئی جھگڑا ہوتا تو یہود کہا کرتے کہ جلدی ہی ایک نبی آنے والا ہے، کیونکہ یہی اس کا عہد ہے ہم اس کی پیروی کریں گے اور ہم اس سے مل کر تمہارے خلاف جہاد کریں گے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے گفتگو فرمائی تو وہ پہچان گئے آپس میں کہنے لگے دیکھو! یہود اس معاملے میں ہم پر سبقت نہ لے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی دعوت قبول کرلی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی جو تعلیمات پیش کیں وہ انہوں نے مان لیں چنانچہ ان میں سے چھ آدمی مسلمان ہوگئے ابوامامہ، سعد بن زُرارہ، عوف بن حارث بن رفاعہ جو ابن عفراء کے نام سے مشہور تھا۔ رافع بن مالک بن عجلان، قُطبہ بن عامر بن جدیدہ وعقبہ بن عامر بن نابی اور جابر بن عبداللہ بن ریاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم میری پشت مضبوط کرو، تاکہ میں خدا کا پیغام سکوں۔

انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! سال بعاث کے موقعہ پر ہم پہلی بار آپس میں لڑے تھے اگر آپ وہاں (مدینے میں) تشریف لے آئیں اور ہمارے باہمی تعلقات کی یہی نوعیت ہوتو آپ کے بارے میں ہمارا اتفاق نہیں ہوسکے گا۔ ہمیں مہلت دیجیے تاکہ ہم اپنے قبائل میں واپس جائیں ممکن ہے ہمارے درمیان مصالحت ہو جائے اور ہم انہیں دعوت اسلام دیں، بہت ممکن ہے کہ ہمارا آپ کی دعوت پر اتحاد ہو جائے اور وہ آپ کے پیرو بن جائیں تو آپ سے بڑھ کر اور کوئی آدمی زیادہ محترم نہیں ہوگا۔ پھر ہماری ملاقات سال آئندہ حج کے موقع پر ہوگی۔

Marfat.com

وہ لوگ مدینے لوٹ گئے اور کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ذکر نہ ہوتا ہو جب دوسرا سال آیا تو آپ سے بارہ آدمیوں نے ملاقات کی اسے عقبہ ثانیہ کہتے ہیں چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئے پچھلے سال کے چھ آدمیوں سے جابر بن عبداللہ بن رباب کے سوا باقی سارے آدمی آئے تھے۔ مندرجہ ذیل سات آدمی ان پانچ کے علاوہ تھے معاذ بن حارث بن رفاعہ وہ ابن عفرا تھا، عوف کا بھائی ذکوان بن عبدالقیس، عُبادہ بن صامت، یزید بن ثعلبۃ البلوی، عباس بن عبادہ بن نصد یہ سب لوگ بنوخزرج سے تھے اور دو آدمی بنواوس سے تھے، ابوالہثم بن التیہان جو بنوعبدالاشہل سے تھا اور عویم بن ساعدہ ان سب لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی نیز انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کی بیعت کی اجازت طلب کی جو بالکل ویسی تھی، جیسی کہ فتح مکہ کے وقت لی گئی تھی۔ وہ کلمات یہ تھے:

''ہم خدا کا کوئی شریک نہیں بنائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اولاد کو قتل کریں گی، نہ کسی پر فرضی بہتان باندھیں گی نہ اچھے کاموں میں ہم نافرمانی کریں گی، تنگی اور فراخی میں خوشی اور ناخوشی میں ہم احکام کی پیروی کریں گی اور لوگوں سے خواہ مخواہ جھگڑا مول نہیں لیں گی اور جہاں تک ہوسکا ہم سچ کہیں گی اور خدائی معاملات میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گی۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے یہ باتیں پوری کیں تو تمہیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی اگر ان احکام میں سے تم سے کوئی کوتاہی ہوگئی تو تمہارا معاملہ خدا کے سپرد ہوگا۔ اگر چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے ابھی تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا بعدہ' وہ لوگ مدینہ واپس آ گئے اور خدا نے اسلام کی امداد کی۔ اسعد بن زرارہ مدینہ میں مسلمانوں کو جمع کرتے پھر بنواوس اور خزرج نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو لکھا کہ کسی شخص کو روانہ فرمایئے جو ہمیں قرآن شریف پڑھائے آپ نے مصعب بن عُمیر کو روانہ کیا جن کے ہاتھ پر انصار کی بڑی تعداد ایمان لے آئی ان میں سعد بن مُعاذ اور اُسید بن حُضیر شامل تھے۔

چنانچہ ان کی وجہ سے بنوعبدالاشہل کے مرد اور عورتیں ایک دن میں اسلام لے آئیں۔ سوائے امیرم کے جس کا نام عمرو بن ثابت بن وقش تھا۔ وہ احد کے دن تک ایمان نہ لا سکے چنانچہ اس دن ایمان لائے اور خدا کے سامنے ایک سجدہ کرنے سے پہلے شہید ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ جنتی ہیں، بنوعبدالاشہل میں کوئی شخص بھی منافق نہ تھا، بلکہ سب کے سب سچے اور مخلص مسلمان تھے۔

بیعت عقبہ سوم:

پھر سال آئندہ حج کے مہینے میں ایام تشریق کے وسط میں ستر مرد اور دو عورتیں آئیں، حاکم راوی ہیں کہ کل پچھتر آدمی تھے، سب سے پہلے جس شخص نے بیعت کی وہ حضرت براء بن معرور تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسعد بن زُرارہ تھے یہ عہد کیا گیا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس طرح سے حفاظت کریں گے جس طرح وہ اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ آپ کی خاطر اسود و احمر سے جنگ کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان میں بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ اہل یثرب نے قبیلہ خزرج سے نو اور تین کا انتخاب قبیلہ اوس سے کر کے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ میرے لیے عیسیٰ بن مریم کے حواریوں کی طرح ہو اور میں اپنی

Marfat.com

قوم کی طرف سے تمہارے سامنے جواب دہ ہوں۔ عقبہ کی اس بیعت میں بیعت کرنے والوں نے مزید یہ الفاظ بھی فرمائے۔

بایعنا علی السمع والطاعته فی عسرنا ویسرنا و منشطنا و مکرهنا وان نقول الحق اینما کنا لانخاف فی اللّٰہ لو مة لائم

ہم نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے آرام ہو یا دکھ تنگی ہو یا فراخی خوف ہو یا امید کامیابی ہو یا ناکامی ہم ہر حال میں آپ کی صداقت کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ ہم کسی کی ملامت سے متاثر نہیں ہوں گے۔

یہ مہم عقبہ کی گھاٹی میں رات کے سناٹے میں سکون واطمینان کے ساتھ ختم ہوئی۔ سب کو یقین تھا کہ اہل مکہ میں سے کسی کو اس کی خبر نہیں ہو گی لیکن یہ لوگ تمام کارروائی کے بعد منتشر ہونے کو تھے کہ اچانک کسی شخص نے قریش کی دہائی پکارتے ہوئے بلند آواز سے پکار لگائی۔ غضب ہو گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے ساتھیوں نے تمہارے ساتھ جنگ کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ یہ شخص دراصل کسی ذاتی ضرورت کی بنا پر شہر سے باہر نکلا تھا۔ اتفاق سے اس نے کچھ باتیں سن لیں اور مسلمانوں کی اس تدبیر کو ناکام کرنے کے لیے جنگ کی صورتحال سے ڈرا کر اہل یثرب کو اپنے عہد سے پھر جانے پہ آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن اوس وخزرج کے اشخاص اس کے شوروشغب سے کوئی اثر لیے بغیر رکے رہے حتیٰ کہ عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس ذات مطلق کی قسم جس نے آپ کو رسول صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) بنا کر بھیجا ہے اگر آپ فرمائیں تو ہم دن نکلنے کے ساتھ تلواریں سونت کر اہل مکہ پر چڑھائی کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی طرف سے ہمیں یہ حکم نہیں دیا گیا۔ اب آپ لوگ اپنے اپنے خیموں میں چلے جاؤ۔ اہل یثرب نے فرمان کی تعمیل کی اور صبح تک اپنے خیموں میں آرام سے سوئے رہے۔

بیعت عقبہ سے قریش کی بدحواسی:

دن نکلتے ہی قریش کے کانوں میں اس بیعت کی بھنک پڑ گئی اور ان کا ایک گروہ گھبرائے ہوئے خزرج کے خیموں میں آ کر کہنے لگا ''ہم لوگ آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے خواہاں تو نہیں مگر آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارے خلاف جنگ کا معاہدہ کیوں کرلیا؟'' یثرب سے قبیلۂ خزرج کے جو مشرکین آئے تھے انہیں علم ہی نہ تھا انہوں نے قسمیں کھا کر اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور مسلمانوں نے جب دیکھا کہ ان کی گفتگو صرف اپنے یاران طریقت (مشرکین مدینہ) سے ہے تو یہ (مسلمان) خاموش کھڑے رہے! قریش کچھ اس طرح سے واپس لوٹے کہ نفس معاملہ کے اثبات ونفی کسی پر انہیں یقین نہ رہے۔ ادھر اہل یثرب نے موقعہ غنیمت سمجھا۔ قبل اس کے کہ قریش کو حقیقت معلوم ہو جائے وہ اپنی اپنی سواریوں میں بیٹھے اور وطن کی راہ لی لیکن ذرا دیر بعد قریش نے واقعہ کی تصدیق کر لی اور مسلمانوں کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ سوئے اتفاق سے انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ پر قابو پالیا اور انہیں مکہ میں لے جا کر سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ مگر اہل مکہ میں جبیر بن مطعم اور حارث بن اُمیہ نے طرف داری کر کے انہیں نجات دلوادی کیونکہ یہ دونوں (مکی اشخاص) شام کی طرف تجارتی سفر کرتے ہوئے سعد بن عبادہ کی پناہ میں رہتے تھے۔

Marfat.com

مستقبل کا خوف:

اب تک قریش کے دل میں کبھی ایسا خوف پیدا نہ ہوا تھا حتیٰ کہ اہل یثرب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس بیعت میں کیے ہوئے عہد کا علم بھی انہیں خائف نہ کر سکا۔ جس میں اہل یثرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ان کے دشمنوں کے جنگ کرنے کا عہد کر لیا تھا۔

لیکن آج قریش کو مستقبل ڈراؤنے خوابوں کی طرح نظر آنے لگا۔ وہ تیرہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دعوت دین کی بنا پر جبر و تشدد کرتے رہے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ مبلغ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام منصب رسالت کو ادا کرنے میں ایسے ہمہ تن مصروف ہیں کہ اس راہ میں طرح طرح کی تکلیفیں انہیں تھکا نہیں سکتیں۔ انہیں روک نہیں سکتیں۔

وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ہم نے کون سی ایسی تکلیف ہے جو ان کو نہیں دی ہم نے مسلمانوں کا سانس لینا مشکل کر دیا۔ انہیں مسلسل تین سال تک گھاٹی میں نظر بند رکھا۔ اہل مکہ کو ان کی ہمدردی اور پیروی سے روکے رکھا مگر ہمارے تمام حیلے بے کار ہو گئے۔ یقین تو یہ تھا کہ یہ لوگ گھاٹی میں نظر بندی سے گھبرا کر ہمارے قدموں میں سر رکھ دیں گے، اس دین کو دور سے سلام کہہ کر ہمارے ساتھ بت پرستی میں شریک ہو جائیں گے۔

لیکن آج ہوا کا رخ پلٹ گیا۔ اہل یثرب کے ساتھ شب کے معاہدہ نے مستقبل میں ہمارے لیے مستقل خطرات اور ہمارے دشمن کے لیے یقینی کامیابی کا دروازہ کھول دیا ہے ممکن ہے وہ اپنے دشمنوں (قریش) سے انتقام لینے کے لیے ان پر چڑھائی کر دیں یہ نہ سہی مگر اس میں تو شبہ نہیں کہ وہ اپنے دین کی ترویج اور ہمارے بتوں کی مذمت دونوں کام دل کھول کر کر سکیں گے کیا ہو گا جب ہمارے احریف اہل یثرب کی امداد پا کر اپنے مذہبی رسوم آزادی کے ساتھ ادا کرنے لگیں گے اور دوسروں کو بھی اسی آزادی کے ساتھ اپنے دین کی دعوت دینا شروع کر دیں گے! کون کہہ سکتا ہے کہ جزیرہ عرب میں ہمارے ان دشمنوں کو کہاں تک کامیابی نہ ہو اور اوس و خزرج ان کی نصرت و امداد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے! پھر جبکہ قریش اپنے دشمن کی اس دعوت کو ابتدا میں نہیں روک سکے تو اب جبکہ اس کا پھیلاؤ اس حد تک ہونے کو ہے ہماری تدبیریں کیسے کارگر ہو سکیں گی۔

غرض ادھر قریش اس غم میں غرق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جمعیت اور دعوت دین کو کیسے ختم کریں ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یقین کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعوت کے لیے یثرب کی سرزمین پر میری مکمل کامیابی کی بنیاد رکھ دی ہے اب دین کی سربلندی ہو کر رہے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ قریش کے ساتھ سخت جنگ کا سامنا کرنا پڑے اور اب کے ان کی تمام زیادتیاں اپنے ہاتھوں خود موت کے گھاٹ اترنے والی تھیں۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مسلمانوں کو یثرب ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ مسلمان ایک ایک دو دو کر کے مدینہ جانے لگے قریش نے بھانپ لیا اور بعض کا تعاقب شروع کر دیا۔ بعض کو پکڑ بھی لائے اور ان کو جتنی زیادہ سے زیادہ تکلیفیں دے سکتے تھے دیں۔ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے ہر طرح کے عذاب دیئے اگر کسی قریشی بی بی کا شوہر جو اس کے غیر کفو سے ہے اس کی ہجرت کا ارادہ سن پائے تو مرد سے پہلے اس کی بیوی کو بطور ضمانت نظر بند کر دیتے۔ بعض اوقات ایسے

Marfat.com

مسلمان شوہروں کو اپنے ہاں بلا کر ہجرت سے روکتے اگر وہ اپنے ارادہ سے باز رہنے کا وعدہ نہ کرتے تو انہیں قید کر دیتے۔ اتنی خیریت رہی کہ ان مسلمانوں میں سے کسی کو قتل کرنے کی حماقت نہ کی گئی۔ اس خوف سے کہ ایسا کرنے سے انہیں باہمی خانہ جنگی کا خطرہ تھا۔ مگر قریش ہجرت کو نہ روک سکے اور مسلمان پے در پے مدینہ کی طرف جاتے ہی رہے!

قریش پر ہجرت کا اثر:

مکہ سے مسلمانوں کی اس ہجرت نے قریش کو بہت زیادہ غمگین کیا۔ وہ سوچتے...... افسوس! یہ مسلمان مدینہ میں ترقی کر جائیں گے۔ ثروت مند بن کر عزت کی زندگی گزاریں گے کبھی ان کے تصور میں آتا کہ مکہ کے یہ مہاجر یثرب والوں کے ساتھ مل کر افرادی قوت کا ایک بہت بڑا لشکر لے کر ہم پر چڑھائی کر دیں گے اور پھر ان کے دل میں یہ خوف بار بار سر اٹھاتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اگر ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تدبیر اور ثبات قدمی یقیناً ہمارے لیے تباہ کن صورتحال پیدا کر دے گی۔ کبھی وہ یہ سوچتے کہ ایک دن یہ لوگ اہل مکہ اور شام کی درمیانی لائن ضرور کاٹ دیں گے آہ! ہماری تجارت کا کیا حشر ہوگا۔ اس وقت ہم اسی طرح بھوک سے مرنے لگیں گے۔ جس طرح ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کو قرارداد مقاطعہ سے مجبور کر کے انہیں شعب ابی طالب میں مسلسل تین سال محصور کر دیا تھا! انہیں یہ خیال گزرتا کہ اگر ہم نے (ان کے صاحب) جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکلنے نہ دیا تو اہل یثرب اپنے رسول کی حمایت مین ضرور ہمارے ساتھ جنگ کریں گے!

آخر میں انہوں نے یہ منصوبہ سوچا کہ ان تمام خطرات سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے جس طرح بن سکے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس خون سے اپنے ہاتھ رنگ لیے جائیں لیکن اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کی طرف سے خانہ جنگی کے اندیشہ نے روکا اور پھر یہ بھی سوچتے کہ ہاشمیوں اور بنو عبد المطلب کے لیے یثرب سے کمک بھی آ سکتی ہے۔

اب ایک ہی تجویز رہ گئی جس پر مختلف آراء دی گئیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر انہیں قید خانہ میں ڈال کر دروازہ کو تالا لگا دیا جائے تاکہ یہ سابقہ شعرائے عرب زہیر اور نابغہ کی طرح قید خانہ کی صعوبت سے گھبرا کر جان دے دیں۔ مگر اس رائے پر سب متفق نہ ہوئے۔

☆ دوسری رائے یہ تھی کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے مگر اس پر بھی انہیں اتفاق نہ ہوا اور وہی خطرہ طوفان بن کر ان کے سامنے ابھرا۔ یہ یثرب جا کر وہاں سے اپنے رفقاء کو ہمراہ لے کر مکہ پر چڑھائی کر دیں گے۔

☆ مکہ کے ہر قبیلہ سے ایک ایک شمشیر زن نوجوان نکلے اور سب بیک وقت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلواریں چلا دیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں مقتول کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا۔ بنو عبد مناف کس کس سے انتقال لیں گے آخر خون بہا پر فیصلہ ہوگا۔ اس بدبختی میں نام لکھوانے میں سب راضی ہو گئے۔ تدبیر کے مطابق ہر خاندان کا ایک ایک نوجوان چن لیا گیا۔ تلواریں تیز کر لی گئیں اب قریش کو یقین ہو گیا کہ اب ہم اس الجھن سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لیں گے۔ چند دنوں میں اس نور علم وحکمت کی روشنی وقت کے

Marfat.com

اندھیروں میں دب جائے گی۔

یثرب میں ہجرت کر کے جانے والے مسلمان خود بخود وطن (مکہ) واپس آ جائیں گے۔ دعوت دین ختم ہو چکی ہو گی اور یہ لوگ پھر سے ہمارے ساتھ مل کر بتوں کی پرستش شروع کر دیں گے۔ شاعر نے کفار کی اس جماعت کی کیا خوب تصویر کشی کی ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

☆☆☆

Marfat.com

واقعاتِ ہجرت

اور

ہجرت سے پہلے کے واقعات

Al Hijrah, or the Prophet's Emigration

Marfat.com

حالاتِ ہجرت

مصنف نے ہجرت کے کئی واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ذیل میں واقعات ہجرت کو مختلف کتب سیرت سے احادیث کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔

قریش کی اذیت رسانی کے سبب سے اب مکہ میں مسلمانوں کا قیام نہایت دشوار ہو گیا۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہجرت کر کے مدینہ چلے جاؤ۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ متفرق طور پر رفتہ رفتہ چوری چھپے مدینہ پہنچ گئے۔ اور مکہ میں حضور انور بابی وامی کے علاوہ حضرت ابوبکر و علی اور کچھ بیمار و عاجز رہ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

''امید ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔'' عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان یہ امید ہے؟ فرمایا ہاں! یہ سن کر حضرت صدیق ہمراہی کی امید پر حاضر خدمت رہے؟

خبر دار الندوہ:

قریش نے جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے ہیں اور مہاجرین مکہ کو انصار نے اپنی حمایت و پناہ میں لے لیا ہے تو وہ ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی وہاں چلے جائیں اور اپنے مددگاروں کو ساتھ لے کر حملہ آور ہوں۔ اس لیے تمام قبائل کے سردار عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ۔ ابوسفیان۔ طعمیہ بن عدی جبیر بن معطم۔ نضر بن حارث۔ ابوالبختری بن ہشام ازمعہ بن اسود۔ ابوجہل عتبہ و عتیبہ پسران حجاج اور امیہ بن خلف وغیرہ دارالندوہ میں مشورہ کے لیے جمع ہوئے۔ ابلیس لعین بھی کمبل اوڑھے اور شیخ پارسا کی صورت بنائے دروازہ پر آموجود ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بولا میں نجدیوں سے ایک شیخ ہوں۔ میں نے سن لیا ہے جس امر کے لیے تم جمع ہوئے ہو۔ اس لیے میں بھی حاضر ہوا ہوں تاکہ سنوں کہ تم کیا کہتے ہو۔ اور مجھے تم سے اپنی رائے اور نصیحت سے بھی دریغ نہ ہوگا۔ وہ بولے بہت اچھا آیئے۔ جب آنحضرت ﷺ کا معاملہ پیش ہوا تو ایک بولا کہ اس کے ہاتھ پاؤں لوہے کی بیڑیاں ڈال کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دو اور کھانے پینے کو کچھ نہ دو۔ خود ہلاک ہو جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا۔ یہ رائے اچھی نہیں۔ اللہ کی قسم! اگر تم اس کو اس طرح کوٹھری میں قید بھی کر دو۔ تو اس کی خبر بند دروازے میں سے اس کے اصحابؓ تک پہنچ جائے گی۔ وہ تم پر حملہ کر کے اس کو چھڑا لیں گے دوسرا بولا کہ اس کو شہر سے نکال دو۔ جہاں چاہے چلا جائے۔ ہمیں اس کا خوف نہ رہے گا۔ شیخ نجدی نے کہا۔ اللہ کی قسم! یہ رائے اچھی نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کا کلام کیسا شیریں اور دلفریب ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ممکن ہے وہ کسی قبیلہ میں چلا جائے اور اپنے کلام سے اپنا تابع بنا لے اور پھر انہیں ساتھ لے کر تم پر حملہ کر دے ابوجہل بولا میرے ذہن میں ایک رائے ہے جواب تک کسی کو نہیں سوجھی۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابوجہل نے کہا۔

Marfat.com

وہ یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ میں سے ایک ایک عالی قدر دلیر خاندانی جوان لیں۔ اور ہر نوجوان کے ہاتھ میں ایک ایک تیز تلوار دے دیں۔ پھر وہ سب مل کر اس کو قتل کر دیں۔ اس طرح جرم خون تمام قبائل پر عائد ہوگا۔ عبد مناف کی اولاد تمام قبائل سے لڑ نہیں سکتی۔ اس لیے وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اور ہم آسانی سے خون بہا دے دیں گے۔'' یہ سن کر شیخ نجدی'' یہی بات درست ہے۔ اس کے سوا کوئی اور رائے نہیں سب نے اس رائے پر اتفاق کیا اور مجلس برخاست ہوگئی۔

قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے:۔

﴿واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک و یقتلوک او یخرجوک ط ویمکرون ویمکر اللّٰہ ط واللّٰہ خیر الماکرین o﴾ (انفال ۷ ع ۴)

اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کریں۔ یا شہید کر دیں۔ یا نکال دیں اور وہ اپنا مکر کرتے تھے۔ اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

سازش کی اطلاع:

جب قریش قتل پر اتفاق کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو حضرت جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قریش کے ارادہ کی آپ کو اطلاع دی اور عرض کیا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔

ہجرت:

عین دوپہر (۱) کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازے پر دستک دی۔ اجازت کے بعد اندر داخل ہوئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا:

''جو تمہارے پاس ہیں ان کو نکال دو۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان آپ کے اہل کے سوا کوئی اور نہیں۔''

آپ نے فرمایا کہ: ''مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے۔''

حضرت صدیقؓ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان! میں آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے منظور فرمایا۔ حضرت صدیق نے پھر عرض کیا ''یارسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان! آپ ان دو اونٹنیوں (۲) میں سے ایک پسند فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیمت سے لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو نکاح کے بعد سے اس وقت تک اپنے والد بزرگوار کے گھر میں تھیں۔ بیان فرماتی ہیں کہ ہم نے سفر کی ضروریات کو جلدی تیار کر دیا اور دونوں کے لیے کچھ کھانا توشہ دان میں رکھ دیا حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے نطاق (پٹکے) کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے توشہ دان کا منہ اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ باندھا۔ جس کی وجہ

---

(۱) قصہ ہجرت کے لیے دیکھو صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینہ۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اونٹنیوں کو چار ماہ سے ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

Marfat.com

سے ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ ایک کافر عبداللہ بن اریقط دئلی جو راستہ سے خوب واقف تھا رہنمائی کے لیے اجرت پر نوکر رکھ لیا گیا۔ اور دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کر دی گئیں۔ تاکہ تین راتوں کے بعد غار پر حاضر کر دے۔ اس انتظام کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے دولت خانہ کو تشریف لے گئے۔

آستانہ نبوت کے باہر:

ایک تہائی رات گذری تھی کہ قریش نے حسب قرارداد دولت خانہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس انتظار میں رہے کہ آپ سو جائیں تو حملہ آور ہوں۔ اس وقت آپ کے پاس صرف علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ قریش کو اگرچہ رسول اللہ ﷺ سے سخت عداوت تھی۔ مگر آپ ﷺ کی امانت و دیانت پر انہیں اس قدر اعتماد تھا کہ جس کے پاس کچھ مال و اسباب ایسا ہوتا کہ اسے خود اپنے پاس رکھنے میں جوکھم نظر آتی۔ وہ آپ ہی کے پاس امانت رکھتا۔ چنانچہ اب بھی آپ کے پاس کچھ امانتیں تھیں۔ اس لیے آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور حکم دیا کہ یہ امانتیں واپس کر کے چلے آنا۔ اور خود خاک کی ایک مٹھی لی[1] اور سورہ یٰسٓ شریف کے شروع کی آیات فھم لا یبصرون تک پڑھتے ہوئے کفار پر پھینک دی۔ اور اس مجمع میں سے صاف نکل گئے۔ کسی نے آپ کو نہ پہچانا۔ ایک مخبر جو اس مجمع میں نہ تھا ان کو خبر دی کہ محمد (ﷺ) تو یہاں سے نکل گئے۔ اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر جو ہاتھ پھیرا تو واقع میں خاک پائی۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سبز چادر اوڑھے ہوئے سوتے دیکھ کر خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ سو رہے ہیں۔ جب صبح کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو وہ کہنے لگے کہ اس مخبر نے سچ کہا تھا۔

بازارِ حزورہ میں حضور ﷺ کا خطاب:

حضور ﷺ اپنے دولت خانہ نکل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ راستے میں بازار حزورہ میں جو بعد میں[2] مسجد حرام میں شامل کر لیا گیا۔ ٹھہر کر یوں خطاب فرمایا۔ ''بطحائے مکہ مکرمہ'' تو پاکیزہ شہر ہے۔ اور میرے نزدیک کیسا عزیز ہے۔ اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا'' اسی رات آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر گھر کے عقب میں ایک دریچہ سے نکلے اور کوہ ثور کے غار پر پہنچے۔

کوہ ثور کے غار پر:

رسول اللہ ﷺ نے چاہا غار میں داخل ہوں مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ داخل نہ ہوں جب تک میں پہلے داخل نہ ہو لوں۔ تاکہ اگر اس میں کوئی سانپ بچھو وغیرہ ہو۔ تو مجھ کو کاٹے آپ کو نہ کاٹے۔ اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے داخل ہوئے۔ غار میں جھاڑو دی۔ اس کے ایک طرف میں کچھ سوراخ پائے۔ اپنا تہبند پھاڑ کر ان کو بند کیا۔ مگر دو سوراخ باقی رہ گئے۔ ان میں اپنے دونوں پاؤں ڈال دیئے۔ پھر عرض کیا اب

---

(۱) سیرت ابن ہشام۔

(۲) معجم البلدان لیاقوت الحموی تحت حزورہ۔

Marfat.com

تشریف لائیے۔آپ داخل ہوئے اور سر مبارک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ایک سوراخ سے کسی چیز نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کاٹا۔مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے کہ مبادا رسول اللہ ﷺ جاگ اٹھیں۔حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو جو آپ کے چہرہ مبارک پر گرے تو فرمایا۔''ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجھے کیا ہوا؟ عرض کی۔'' میرے ماں باپ آپ پر فدا مجھے کسی چیز نے کاٹ کھایا۔'' آپ نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔فوراً سب درد جاتا رہا۔(۱)

اس غار میں دونوں تین راتیں رہے۔حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نوخیز جوان تھے۔ رات کو غار میں ساتھ سوتے صبح منہ اندھیرے شہر چلے جاتے۔اور قریش جو مشورہ کرتے یا کہتے شام کو غار میں آکر اس کی اطلاع دیتے۔حضرت ابو بکر کا غلام عامر بن فہیرہ دن کو بکریاں چراتا۔اور رات کو دو بکریاں غار پر لے جاتا۔ان کا دودھ حضور ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کام آتا عامر منہ اندھیرے بکریوں کو عبداللہ کے نقش پر باہر یا نکلنے لے جاتا تاکہ نقش قدم مٹ جائے۔

قریش غارِ ثور کے دہانے پر:

جب آنحضرت ﷺ کو اپنے دولت خانہ سے نکل آئے تو صبح کو کفار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تیرا یار کہاں گیا۔آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں اس لیے پائے مبارک کے نشان کے ذریعے سے انہوں نے آنحضرت ﷺ کا تعاقب کیا۔جب وہ کوہ ثور کے پاس پہنچے تو پائے مبارک کا نشان ان پر مشتبہ ہو گیا۔وہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔اور غار کے دہانہ پر پہنچ گئے۔مگر غار پر اس وقت خدائی پہرہ لگا ہوا تھا۔(۲) دہانہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا،اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ اگر (حضرت) محمد ﷺ اس میں داخل ہوتے تو مکڑی جالا نہ تنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی۔اس حال میں آہٹ پا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی کی نظر اپنے قدم پر پڑ جائے تو ہمیں دیکھ لے گا۔'' آپ نے فرمایا ''غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے۔''

قصہ کوتاہ غار میں تین راتیں گذار کر شب دوشنبہ یکم ربیع الاول کو اونٹنیوں پر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔عامر بن فہیرہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغرض خدمت اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا۔بدرقہ آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا۔راستے میں اگر کوئی حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نسبت پوچھتا تھا کہ یہ کون ہیں تو جواب دیتے کہ یہ میرے ہادی طریق ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ (دوشنبہ کی) رات کو روانہ ہو کر ہم برابر چلتے رہے۔یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اور راستہ میں آمد و رفت بند ہو گئی۔ہمیں ایک بڑا پتھر نظر آیا۔ہم اس کے نزدیک اتر پڑے۔میں نے اس کے سایہ میں اپنے ہاتھوں سے جگہ ہموار کی۔اس پر پوستین بچھا دی اور عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ سو جائیں۔میں آپ کے اردگرد پاسبانی کرتا ہوں۔'' آپ سو گئے میں نکلا کہ دیکھوں اردگرد کوئی دشمن تو نہیں آرہا۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں اسی پتھر کی طرف سایہ میں آرام پانے کے لیے لا رہا ہے۔میں نے پوچھا۔تو کس کا غلام ہے؟ اس نے قریش کے ایک شخص

(۱) مشکوٰۃ شریف،باب مناقب ابی بکر۔

(۲) مشکوٰۃ شریف۔باب فی المعجزات فصل ثالث۔

Marfat.com

کا نام لیا تو میں نے اسے پہچان لیا اور پوچھا۔ کیا تیری بکریوں میں دودھ دینے والی ہیں؟ وہ بولا کہ ہاں میں نے کہا کیا تو دودھ کر دے سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ پس اس نے ایک بکری پکڑ لی۔ میں نے کہا۔ اس کا تھن گرد و غبار سے صاف کر لے۔ پھر کہا کہ تو اپنا ہاتھ صاف کر لے۔ اس نے ایک پیالہ چوبین میں دودھ دوہا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک مطہرہ ساتھ لے گیا تھا۔ جس سے آپ وضو کرتے۔ میں نے ٹھنڈا کرنے کے لیے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا کر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے خوب پیا۔ جس سے میری طبیعت خوش ہوئی۔ پھر فرمایا کیا چلنے کا وقت نہیں آیا؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ دن ڈھل چکا تھا کہ ہم وہاں سے چلے۔ (۱)

سراقہ بن جعشم تعاقب میں:

دوسرے روز یعنی سہ شنبہ کے دن جب قدید کے قریب پہنچے تو سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی تعاقب میں نکلا۔ جس کی کیفیت وہ خود یوں بیان کرتا ہے۔ ''کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ جو شخص محمد (ﷺ) یا ابوبکر کو قتل کرے گا یا گرفتار کر کے لائے گا۔ اُسے ایک خون بہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جائے گا۔ میں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک شخص نے آ کر کہا۔ ''سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند اشخاص دیکھے ہیں۔ میرے خیال میں وہ محمد ﷺ) اور ان کے ساتھی ہیں۔'' میں سمجھ گیا کہ وہی ہیں۔ مگر میں نے اس سے کہا کہ وہ نہیں ہیں۔ تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے۔ جو ہمارے سامنے سے گئے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں مجلس سے اٹھ کر گھر آیا۔ اور اپنی لونڈی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو شیشہ کے پیچھے (بطن وادی میں) لے جا کر ٹھہرا۔ میں نیزہ لے کر اپنے گھر کے عقب سے نکلا۔ اور بُن نیزہ سے زمین میں خط کھینچا اور نیزے کے بالائی حصہ کو نیچا کیے ہوئے گھوڑے کے پاس پہنچا۔ میں نے سوار ہو کر گھوڑے کو ذرا دوڑایا یہاں تک کہ میں ان کے قریب جا پہنچا۔ میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ میں گر پڑا۔ اٹھ کر میں نے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور اس میں سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ مگر جواب خلاف مراد نکلا۔ میں نے تیر کی بات نہ مانی۔ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا۔

یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی مرأت کی آواز سنی۔ حالانکہ آپ (میری طرف) نہ دیکھتے (۲) تھے۔ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر پیچھے دیکھتے تھے تو میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ میں نے اتر کر گھوڑے کو زجر و توبیخ کی۔ اُس نے چاہا کہ اٹھے۔ مگر وہ پاؤں زمین سے نہ نکال سکا۔ جب وہ (بمشکل تمام) سیدھا کھڑا ہوا تو ناگاہ اس کے پاؤں کے نشان سے دھوئیں کی مانند غبار آسمان کی طرف اٹھا۔ میں نے پھر تیروں سے فال لی۔ مگر خلاف مراد ہی جواب ملا۔ میں نے پکارا۔ مان! مان! یہ سن کر وہ ٹھہر گئے ہیں۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ مکرر تجربہ سے میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ رسول اللہ ﷺ کا بول بالا ہوگا۔ میں نے آپ سے قریش کے ارادے اور انعام کا

(۱) صحیح بخاری۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ نیز باب مناقب المہاجرین وفضلہم۔

(۲) آپ کو اپنے پروردگار پر اعتماد تھا اس لیے آپ کو سراقہ کی کچھ پروا نہ تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا تو خیال نہ تھا۔ مگر محبت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا بڑا خیال تھا۔ اس لیے از روئے شفقت پیچھے دیکھتے تھے کہ سراقہ کی طرف سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

Marfat.com

ذکر کیا۔ اور زاد و متاع پیش کیا۔ مگر انہوں نے کچھ نہ کہا۔ اور صرف یہی درخواست کی کہ ہمارا حال پوشیدہ رکھنا۔ اس کے بعد میں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے کتاب امن تحریر فرما دیجئے۔

آپ کے حکم سے عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا (1)۔'' سراقہ نے فرمان امن اپنی ترکش میں رکھ لیا اور واپس ہوا راستے میں جس سے ملتا۔ یہ کہہ کر واپس کر لیتا کہ میں نے بہت ڈھونڈا۔ آنحضرت ﷺ اس طرف نہیں ہیں۔ حسن اتفاق سے حضور اقدس ﷺ کو مسلمانوں کا ایک قافلہ ملا جو شام سے مال تجارت لا رہا تھا۔ اس قافلہ میں حضرت زبیر بن العوام بھی تھے۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے۔

آپ ﷺ ام معبد عاتکہ بنت خالد کے خیمہ میں:

قدید ہی میں سہ شنبہ کو دوپہر کے وقت اُم معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے ہاں گزر ہوا۔ اُم معبد کی قوم قحط زدہ تھی۔ وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا کرتی۔ اور آنے جانے والوں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا قصد کیا مگر اس کے پاس ان میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔

حضور ﷺ نے اس کے خیمہ کی ایک جانب ایک بکری دیکھی۔ پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ لاغری و کمزوری کے سبب دوسری بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ پھر پوچھا کیا دودھ دیتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ اسے دوہ لوں اس نے عرض کی ''میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر آپ اس کے نیچے دودھ دیکھتے ہیں تو دوہ لیں۔ آپ نے اس کے تھن پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور بسم اللہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی بکری نے آپ کے لیے دونوں ٹانگیں چوڑی کر دیں۔ دودھ اُتار لیا اور جگالی کی۔ آپ نے برتن طلب کیا جو جماعت کو سیراب کر دے۔ پس آپ نے اس میں خوب دودھ دوہا۔ یہاں تک کہ اس پر جھاگ آ گئی۔ پھر اُم معبد کو پلایا یہاں تک کہ سیر ہو گئی۔ اور اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ سب کے بعد آپ نے پیا۔ بعد ازاں دوسری بار دوہا۔ یہاں تک کہ برتن بھر دیا۔ اور اس کو اسلام میں بیعت کیا۔ پھر سب وہاں سے چل دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُم معبد کا خاوند گھر آیا۔ اس نے دودھ جو دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ حالانکہ گھر میں تو کوئی ایسی بکری نہیں جو دودھ کا ایک قطرہ بھی دے۔ اُم معبد نے جواب دیا کہ ایک مبارک شخص آیا تھا کہ جس کا حلیہ شریف ایسا ایسا تھا۔ وہ بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے قصد کر لیا ہے کہ ان کی صحبت میں رہوں۔

---

(1) صحیح بخاری۔ باب الہجرۃ الی المدینۃ۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے سراقہ سے فرمایا کیف بک اذا لبست سواری کسریٰ (تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے دو کنگن پہنایا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین و طائف سے واپس ہوئے تو جعرانہ میں سراقہ نے وہ فرمان امن پیش کیا حضرت نے فرمایا کہ آج وفا و احسان کا دن ہے۔ سراقہ آگے بڑھے اور ایمان لائے۔ جب عہد فاروقی میں ایران فتح ہوا۔ اور کسریٰ ہرمز کے کنگن حضرت فاروق کے ہاتھ آئے تو آپ نے قول رسول کریم ﷺ کی تصدیق و تحقیق کے لیے وہ کنگن سراقہ کو پہنا دیئے اور فرمایا الحمد للہ الذی سلبھما کسریٰ والبسھما سراقۃ (یعنی سب ستائش اللہ کو ہے جس نے کسریٰ جیسے شاہ عجم کے کنگن چھین کر سراقہ جیسے غریب بدوی کو پہنا دیئے سراقہ نے 24ھ میں بعہد حضرت عثمان نے وفات پائی۔

Marfat.com

بریدہ اسلمی کا قبول اسلام:

جب مدینہ کے قریب موضع غمیم میں پہنچے جو رانج وجحفہ کے درمیان ہے تو بریدہ اسلمی قبیلہ بنی سہم کے ستر سوار لے کر حصول انعام کی اُمید پر آنحضرت ﷺ کو گرفتار کرنے آیا رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بریدہ ہوں۔ یہ سن کر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور تغافل فرمایا۔ ابوبکر! ہمارا کام خوش وخنک اور درست ہوگیا۔ پھر آپ نے بریدہ سے پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے؟ اس نے کہا کہ بنو اسلم سے۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ہمارے لیے خیر وسلامتی ہے۔ پھر پوچھا کون سے بنو اسلم سے؟ اس نے کہا کہ بنو سہم سے آپ نے فرمایا تو نے اپنا حصہ (اسلام سے) پالیا۔ بعدازاں بریدہ نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں۔ بریدہ نے نام مبارک سن کر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ جو سوار بریدہ کے ساتھ تھے وہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ بریدہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ کس کے ہاں اتریں گے؟ فرمایا؟ یہ میرا ناقہ مامور ہے جہاں یہ بیٹھ جائے گا وہی میری منزل ہے۔ بریدہ نے کہا۔ الحمد للہ کہ بنو سہم بطوع ورغبت (1) مسلمان ہوگئے۔

مسلمانان مدینہ کا شوق انتظار:

مدینہ میں ہجرت کے نکات حوادث کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ قریش نے آپ کی اسیری قتل اور تلاش کے لیے جو تدبیریں کیں یثرب میں اس کی ایک ایک واقعہ کی اطلاع پھیل گئی تھی۔ مسلمان رسول خدا ﷺ اور ان کے رفیق کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ ایک ایک فرد زیارت اور گفتگو کے اشتیاق میں گھڑیاں گن رہا تھا جن لوگوں نے ابھی تک حضور ﷺ کو دیکھا نہ تھا وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے واقعات وقوت بیان وعزیمت کے کارنامے سن کر اور بھی مشتاق دید تھے۔

مدینہ میں اسلام کی ترقی:

اس کی وضاحت کے لیے دو واقعات تحریر کیے جاتے ہیں۔ حضرت سعد بن زرارہ اور جناب مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چند مسلمان ساتھیوں کے مجمع بنی اظفر کے باغ میں تشریف فرما تھے ان مسلمان سرداروں کے اس جلوداری کی خبر سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے سنی تو حسد سے دونوں کا خون کھول اٹھا۔ سعد اور اسید دونوں اپنی قوم میں بہت معزز تھے۔ سعید نے اسید سے کہا کہ ان دونوں مسلمانوں نے ہمارے ضعف الاعتقاد بھائیوں کو بری طرح ورغلا لیا ہے۔ سعد بن زرارہ میرے خالہ زاد بھائی ہیں۔ رشتہ داری کی وجہ سے ان کے سامنے لب کشائی نہیں کرسکتا۔ آپ وہاں جاکر سعد کو سمجھایئے کہ اس کا انجام ان کے حق میں اچھا نہ ہوگا! اور اسید نے ایسا ہی کیا۔

مصعب: اسید! ذرا دیر تشریف رکھیے اور جو کچھ میں ان لوگوں کو سمجھا رہا ہوں آپ بھی سنیے اگر پسند آئے تو قبول کیجیے ورنہ آپ کی مرضی!

اسید: بلاشبہ آپ نے انصاف کی بات فرمائی۔ اور اسید اپنا عصا زمین میں گاڑ کر حلقہ میں بیٹھ گئے۔ وہاں سے اُٹھتے تو مسلمان ہوکر اٹھے اور سعد کے پاس لوٹے تو چہرے پر اور رنگ تھا۔ سعد نے سمجھ لیا اور وہ ان پر بپھر اٹھے اور خود مصعب

(1) مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات فصل ثالث۔

Marfat.com

کے حلقہ میں انہیں منع کرنے کے لیے آئے لیکن وہ بھی اپنے ساتھی کی طرح مسلمان ہو کر واپس لوٹے۔

قبیلہ بنی عبدالاشہل کا قبول اسلام:

نہ صرف یہ بلکہ سعد بن معاذ یہاں سے سیدھے اپنے قبیلے میں پہنچے اور سب کو جمع کر کے ان سے اس طرح ہم کلام۔

اے بنی عبدالاشہل! تم مجھے کیسا آدمی سمجھتے ہو؟

جواب: اے سعد! آپ ہمارے نگہبان ہیں۔

سعد: اگر تم لوگ خدا اور رسول ﷺ پر ایمان نہ لاؤ تو میرے لیے تم لوگوں کے ساتھ سلام و کلام حرام ہے!

اور اپنے سردار کا یہ فرمان سن کر قبیلہ بنی عبدالاشہل کے زن و بچہ مسلمان ہو گئے۔

اسی طرح ہجرت سے قبل مدینہ میں اسلام کی مقبولیت وہاں کے باشندوں پر مسلمانوں کی ہیبت و وقار کا جو سکہ بیٹھ رہا تھا قریش مکہ کے گمان میں بھی نہ تھا۔ یثرب کے مسلمان مشرکین کے بتوں کا فضیحتا کس کس طرح کرتے۔ اس ایک واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

عمرو بن الجموح کے معبود کا حشر:

اشراف مدینہ میں عمرو بن الجموح جو قبیلہ بنی سلمہ کے سردار تھے۔ ان کا بت دستور عام کے مطابق ان کے گھر میں گڑا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ نوجوان مسلمان شب کے وقت اس بت کو ان کے گھر سے اٹھا لائے اور شہر کے سنڈاس میں اسے اوندھے منہ گندگی کے ڈھیر میں گاڑ دیا۔ صبح ہوئی اور عمرو حسب معمول اپنے معبود کی عبادت کرنے کے لیے گئے۔ تو وہ غائب تھا۔ جیسے تیسے عمرو نے اسے ڈھونڈ لیا اور دھو دھلا کر پھر اسی جگہ گاڑ دیا۔ دن بھر عمر غم و غصے میں بھپرے ہوئے اور اپنے خدا کو چرا کر لے جانے والوں کو غائبانہ صلواتیں سناتے رہے لیکن دوسری رات کو وہ نوجوان پھر آئے اور عمرو کے معبود کو چرا کر اسی سنڈاس میں اوندھا کر کے گاڑ دیا۔ آج بھی عمرو اسے گھر لے آئے اور کل کی طرح اسے نہلا کر پہلی جگہ میں ٹھوک دیا لیکن نوجوانوں نے منات کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر ایک روز عمرو نے منات کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا: ''ان کان فيك خير افا متنع بفهذا السيف معك!'' ''اے میرے معبود اگر آپ کے اندر کچھ طاقت ہے تو ان نابکاروں سے بدلہ لیجیے میں یہ تلوار آپ کے گلے میں لٹکا دیتا ہوں!'' صبح کو اٹھے تو منات پھر غائب تھا۔ آج اس کا مجسمہ کنویں میں کتے کی لاش کے ساتھ پڑا ہوا ملا اور تلوار غائب تھی لوگ اِدھر اُدھر سے جمع ہو گئے۔ مسلمانوں نے عمرو کو سمجھایا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ عمرو نے دیکھ لیا کہ بت پرستی انسان کو ایسی ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ انسانی قدروں سے دور ہٹ جاتا ہے۔

ان واقعات سے مدینہ میں اسلام کی مقبولیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں کے مسلمان کس بے چینی کے ساتھ رسول ﷺ کے تشریف آوری کے منتظر تھے۔

مدینہ میں حضور ﷺ کی تشریف آوری:

رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ لوگ ہر روز صبح کو شہر سے نکل کر حرہ میں جمع ہوتے۔ انتظار کرتے کرتے جب دوپہر ہو جاتی تو واپس چلے جاتے۔ ایک دن انتظار کر کے گھروں میں واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی

Marfat.com

نے ایک قلعہ پر سے کسی مطلب کے لیے نظر دوڑائی۔ اُسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہی سفید لباس پہنے ہوئے آئے جو سراب کے آگے حائل تھے۔ وہ یہودی نہایت زور سے بے ساختہ پکار اُٹھا۔ ''اے معشر عرب! الو تمہارا مقصود و مقصود جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آگیا۔'' یہ سن کر مسلمانوں نے فوراً ہتھیار لگا کر حرہ قباء کے عقب میں رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ اور اظہار مسرت کے لیے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جس کی آواز بنی عمرو بن عوف میں پہنچی۔ یہ قبیلہ موضع قباء میں جو مدینہ سے جنوب کی طرف دو میل کے فاصلہ پر ہے آباد تھا۔ اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہدم انصاری اوسی تھا۔ اس سے پہلے اکثر اکابر صحابہ اسی کے ہاں اُترتے تھے۔ حضور ﷺ نے بھی اسی کو شرف نزول بخشا۔

☆☆☆

Marfat.com

مدینہ منورہ

کا

ابتدائی دور

Beginning of the Yathrib Period

Marfat.com

سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا مدینہ میں استقبال

آپ ﷺ قبا میں تشریف لائے۔ اور وہاں بائیس دن قیام فرمایا۔ پھر آپ دن چڑھے قبا سے جمعے کے دن روانہ ہوئے اور جمعے کے وقت بنو سالم بن عوف کی بستی میں پہنچ گئے۔ چنانچہ آپ نے وہاں نماز جمعہ تقریباً سو آدمیوں کے ساتھ ادا کی۔ بعد از نماز آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور مدینے کو چلے۔ جب بھی حضور ﷺ انصار کے گھروں کے پاس سے گزرتے تو وہ سب حضور ﷺ کو اپنے یہاں قیام کی دعوت دیتے اور امداد اور خدمت کا وعدہ کرتے۔ آپ فرماتے میری اونٹنی کے راستے سے ہٹ جاؤ کیونکہ اسے اپنی جگہ معلوم ہے۔ آپ نے اس کی مہار ڈھیلی چھوڑی ہوئی تھی۔ اور اسے بالکل حرکت نہیں دے رہے تھے، اور وہ دائیں بائیں دیکھتی جا رہی تھی۔ چنانچہ جب مالک بن نجار کے محلے میں پہنچی، تو مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئی۔ اس جگہ ان دونوں سہل و سہیل پسران رافع بن عمرو نے جو یتیم ہو گئے، کھجوریں خشک کرنے کا کھلیان بنا رکھا تھا۔ پھر وہاں سے چل دی اور حضور اکرم ﷺ اس پر سوار تھے، تا آنکہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحن میں بیٹھ گئی۔ گردن زمین پر رکھ دی اور بغیر منہ کھولے آہستہ آہستہ بولنے لگ گئی۔ آپ اترے اور فرمایا یہ ہے انشاء اللہ ہماری منزل، حضرت ابو ایوب انصاری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کجاوہ اٹھا کر اندر لے گئے اور حضرت زید بن حارثہ ساتھ تھے اور بنو نجار کا محلہ، انصار کی بستی کے درمیان واقع تھا اور سب سے بہتر تھا اور یہ لوگ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے دادا حضرت عبد المطلب کے ننھیال تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن حضور اکرم ﷺ مدینے میں داخل ہوئے تو آپ کی وجہ سے ہر چیز جگمگا اٹھی اور قبیلے کی پردہ نشیں عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں اور مندرجہ ذیل دو شعر گانے لگیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا
مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا
مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاعِ

(1) وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چاند نمودار ہوا۔
(2) جس کا شکر ہم پر واجب ہے۔ کسی دعا مانگنے والے نے کیا عمدہ دعا مانگی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ کی اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی، تو بنونجار کی لڑکیاں ڈھولکیاں لیے گا رہی تھیں:

ہم بنونجار کی لڑکیاں ہیں۔ سبحان اللہ! محمد ﷺ کتنے اچھے ہمسائے ہیں۔

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں یارسول اللہ ﷺ: فرمایا اللہ جانتا ہے کہ میرا دل تم سے پیار کرتا ہے۔ طبری راوی ہے کہ لڑکے بالے گلیوں میں پھیل گئے اور حضور ﷺ کی تشریف آوری کی منادی کرتے پھرتے تھے۔ اور آپ سات مہینے تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر قیام فرما رہے۔

مدینے میں تعمیر مسجد:

جب حضور اکرم ﷺ نے تعمیر مسجد کا ارادہ کیا، تو بنونجار سے فرمایا کہ تم اپنے احاطے کی قیمت مجھ سے لو۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم فی سبیل اللہ یہ زمین دینے کو تیار ہیں۔ لیکن آپ نہ مانے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس دینار لے کر زمین خرید لی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ساری پونجی ساتھ لے آئے تھے۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اینٹیں بناؤ، مسجد تیار ہوگئی، چھت کھجور کے پتوں کی اور ستون کھجور کی لکڑی کی تھی۔ سب مسلمان اس کی تعمیر میں شریک تھے اور حضور ﷺ خود بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، اور عبداللہ بن رواحہ کے یہ دو شعر پڑھتے جاتے تھے:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْبَرِه

هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرَه

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَه

فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه

(1) یہ ثمرہ خیبر کی کھجوروں کا ثمر نہیں۔ اے ہمارے رب! یہ تو بہت مقدس اور پاکیزہ ہے۔

(2) اے خدا! ہمیں آخرت کا اجر دے۔ اور انصار اور مہاجرین پر رحم کر۔

مسجد کا قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا۔ تین دروازے لگائے گئے۔ ایک پچھلی طرف دوسرا وہ جسے باب الرحمۃ کہتے تھے اور تیسرا وہ جس سے مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ اور مسجد کا طول دیوار قبلہ سے پچھلی دیوار تک سو ہاتھ تھا اور دونوں بازو بھی اتنے ہی تھے یا کچھ کم۔ مسجد کی بنیاد تین ہاتھ گہری رکھی گئی۔ مسجد کے پہلو میں اینٹوں سے حجرے تیار کئے گئے اور چھت پر کھجور کے تنے اور پتے ڈالے گئے تھے۔ جب مسجد تیار ہوگئی تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ایک حجرہ تیار کرایا جس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا۔ اور اسی طرح حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ایک اور حجرہ بنایا گیا اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے ان حجروں میں اٹھ آئے پھر آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکے روانہ کیا، تاکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینے لے آئیں۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خاندان کو لے آئے۔

حضور اکرم ﷺ جمعے کے دن مسجد کے ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے، فرمایا مجھے کھڑا ہونے میں

Marfat.com

وقت ہوتی ہے۔اس لیے آپ کے لیے منبر بنایا گیا۔ہم باب المعجزات میں اس ستون کے رونے کا واقعہ بیان کریں گے۔

ہجرت مدینہ کے وقت مدینہ منورہ کی آبادی:

جب حضور ﷺ نے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت یثرب میں یہ گروہ موجود تھے۔

1: مسلمانوں میں مہاجرین اور انصار۔

2: اوس وخزرج میں سے مشرک اور بت پرست جن میں باہم ایک دوسرے کے قبیلہ سے دشمنی تھی۔

3: یہود اور یہ چار حصوں پر مشتمل تھے۔

(i) مدینہ کے اندر بنی قینقاع۔

(ii) فدک میں بنو قریظہ۔

(iii) شہر سے باہر ایک ملحقہ آبادی میں آباد بنو نضیر۔

(iv) مدینہ سے شمال کی سمت خیبر میں دوسرے قبیلوں کے یہود مہاجر اور انصار تو دین اسلام کے رشتے میں پرو چکے تھے ان میں مضبوط اتحاد تھا بلکہ وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل کی وجہ سے سیسہ پلائی دیوار کی طرح تھے مگر رسول اللہ ﷺ ان کے معاملہ میں فطرت انسانی کے تقاضوں کی روشنی میں اکثر متفکر رہتے تھے وہ سوچتے تھے کہ کہیں ان کی پرانی دشمنی پھر ابھر نہ آئے جیسے کہ ایک دفعہ ہوا۔

صورت حال یہ تھی کہ مشرکین اوس وخزرج کو ماضی کی باہم لڑائیوں نے تھکا رکھا تھا لیکن اب ان کی حیثیت یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان دیوار کی سی تھی۔

لیکن مشرکین و یہود اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے اپنی خیریت کے خواب دیکھ رہے تھے،اوس وخزرج کے مشرکین کی نگاہ میں مسلمانوں اور یہودیوں میں جنگ ان کے لیے مفید تھی۔

اور یہودی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا تھا ان کے دل میں یہ منصوبہ پرورش پا گیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو اپنا حلیف بنا کر عرب کے ان مسیحیوں سے بدلہ لیں جنہوں نے ان کی برگزیدہ جماعت کو ارض مقدس (فلسطین) سے دھکیل کر باہر نکال دیا تھا۔

فراست نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام:

فراست نبوت سب سے منفرد و ممیز ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی فراست سابقہ تمام انبیاء کرام سے الگ تھی۔ انہوں نے اسے بڑی گہری نگاہ اور دور اندیشی کے بعد اس انداز سے مرتب فرمایا کہ اس کی عملی صورت دیکھ کر کوئی صاحب عقل و ہوش اسے خراج تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ ﷺ کی فراست نبویہ نسل آدم وحوا کو ایسی وحدت میں منسلک کرنا چاہتی تھی جس کا عرب کو کبھی وہم وگمان بھی نہیں تھا۔سوائے اس کے کہ زمانہ ماضی میں یمن کا خط ایک مرتبہ وحدت کی جھلک دیکھ چکا تھا۔مگر چہ نسبت خاک را با عالم پاک! رسول اللہ ﷺ کی فراست وحدت صرف عرب کے خط تک محدود نہیں تھی۔آپ ﷺ تا قیامت تمام دنیا کے انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔لہٰذا ان کی نگاہ فراست نسل آدم وحوا جہاں کہیں بھی ہو سب کو وحدتِ عقیدہ

Marfat.com

توحید و رسالت میں مضبوط و مربوط دیکھنا چاہتی ہے۔

مواخات:

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد جامع کی تعمیر کے بعد مہاجرین و انصار میں رشتہ اخوت قائم کیا۔ تاکہ مہاجرین غربت کی وحشت اور اہل و عیال کی مفارقت محسوس نہ کریں اور ایک دوسرے سے مدد لیں۔ مہاجرین کی تعداد 45 یا 50 تھی آپ ہر دو فریق میں سے دو دو کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔ آپ کا یہ فرمانا تھا۔ کہ وہ درحقیقت بھائی بن گئے۔ چنانچہ جب حضور انور بابی و امی نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قریشی زہری اور حضرت سعد بن ربیع انصاری خزرجی میں رشتہ برادری قائم کر دیا تو حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ انصار میں میرے پاس سب سے زیادہ مال ہے۔ میں اپنا مال آپ کو بانٹ دیتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک کو جو آپ پسند کریں طلاق دے دیتا ہوں۔ عدت گزرنے پر آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔

حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ کے اہل اور آپ کا مال آپ کو مبارک ہو۔ کیا یہاں کوئی بازار تجارت ہے؟ انہوں نے بنو قینقاع کے بازار کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن شام کو نفع کا پنیر اور مکھن ساتھ لائے۔ اسی طرح ہر روز بازار میں چلے جایا کرتے۔ تھوڑے عرصہ میں وہ مالدار ہو گئے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان کے بدن پر خوشبو کا نشان تھا۔ حضور انور ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کی کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے پوچھا کہ کتنا دیا؟ عرض کی پانچ درہم بھر سونا۔ فرمایا کہ ولیمہ دو خواہ ایک بکری (۱) ہو۔"

حضرت عبدالرحمٰن کی طرح کئی اور مہاجرین نے بھی تجارت کا کام شروع کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ عقد برادری کے بعد انصار نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے نخلستان ہمارے بھائیوں اور ہم میں تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ سن کر انصار نے مہاجرین سے کہ کام (درختوں کو پانی دینا وغیرہ) تم کیا کرو۔ ہم تمہیں پھل میں شریک کر لیں گے۔ اس پر سب نے کہا بسر و چشم (۲) یہ منافات کی صورت تھی۔ مگر بعض نخلستان محض منیحہ کے طور پر بھی دیئے ہوئے تھے۔ جن میں کام خود انصار کرتے تھے۔ اور مہاجرین کو پیداوار کا نصف دیتے تھے۔

یہ عقد برادری نصرت و مواسات و توارث پر تھا۔ اس لیے جب کوئی انصاری وفات پاتا تھا تو اس کی جائیداد و مال مہاجر کو ملتا تھا۔ اور قریبی رشتہ دار محروم رہتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ

(۱) صحیح بخاری کتاب المناقب باب اخاء النبی ﷺ بین المہاجرین والانصار ۱۲۔

(۲) صحیح بخاری۔ ابواب الحرث والمزارعۃ۔

Marfat.com

يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (حشر۔ ع ۱)

اور (فی ہے واسطے) ان لوگوں کے جنہوں نے مہاجرین سے پہلے دارالسلام۔ (مدینہ) اور ایمان میں جگہ پکڑی۔ وہ دوست رکھتے ہیں ان کو جو وطن چھوڑ کر ان کے پاس آتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں کوئی دغدغہ نہیں پاتے اس چیز سے جو مہاجرین کو دی گئی۔ اور ان کو اپنی جانوں سے اول رکھتے ہیں اگر چہ خود ان کو تنگی ہو اور جو کوئی اپنے نفس کے حرص سے بچایا جائے۔ وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

صحیح (۱) بخاری میں یہ قصہ مذکور ہے کہ ایک بھوکا سائل جناب پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے گھر میں دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ جواب آیا ہے کہ صرف پانی آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کو اپنا مہمان بنائے؟ ایک انصاری نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔ اور بیوی سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کو کھانا کھلاؤ۔ وہ بولی کی صرف بچوں کی خوراک موجود ہے۔ کہا کہ تو وہ کھانا تیار کر اور چراغ روشن کر کے کھانے کے وقت بچوں کو سلا دینا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب میاں بیوی اور مہمان کھانے پر بیٹھے تو بیوی نے بتی اکسانے کے بہانہ سے اُٹھ کر چراغ گل کر دیا۔ میاں بیوی بھوکے رہے۔ اور اسی طرح ہاتھ چلاتے رہے کہ گویا کھا رہے ہیں۔ صبح کو وہ انصاری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ تمہارے نیک کام سے راضی ہوا۔ اور يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الایۃ نازل فرمائی۔

اصحاب صفہ:

پایان مسجد میں ایک سائبان تھا جو صفہ کہلاتا تھا اور ان فقراء و مساکین صحابہ کے لیے تھا۔ جو مال و منال اور اہل و عیال نہ رکھتے تھے۔ ان ہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

﴿مَعَ وَ امبِرْ نَفْسَكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔﴾ (کہف ع ۴)

اور روک رکھ جان اپنی ساتھ ان لوگوں کے جو پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو صبح کو اور شام کو چاہتے ہیں رضامندی اس کی۔

ان کی تعداد میں موت یا سفر یا تزوج کے سبب سے کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ بعض وقت ان کی تعداد ستر (70) تک پہنچ جاتی تھی۔ باہر سے مدینہ میں اگر کوئی آتا اور شہر میں اس کا کوئی شریف جان پہچان نہ ہوتا تو وہ بھی صفہ کے نام گنائے جاتے تھا۔ جن میں حضرت ابوذر غفاری عمار بن یاسر۔ سلمان فارسی صہیب رومی۔ بلال حبشی ابو ہریرہ۔ خباب بن الارت حذیفہ بن الیمان۔ ابوسعید خدری بشیر بن الخصاصیہ ابو مویہبہ (مولٰے رسول اللہ ﷺ) وغیرہم مشاہیر میں سے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اہل صفہ پر آنحضرت ﷺ بڑی نظر عنایت تھی۔ ایک دفعہ غنیمت میں کنیزیں آئی ہوئی تھیں۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر

(۱) صحیح بخاری۔ کتاب المناقب باب ویؤثرون علیٰ انفسھم۔

Marfat.com

آپ کی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت علی المرتضیٰ دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔اور ایک خادمہ کے لیے درخواست کی۔آپ نے یوں جواب دیا۔اللہ کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ تم کو خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے مریں۔ان کے خرچ کے لیے میرے پاس کچھ نہیں۔میں ان اسیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں [۱] گا۔

مواخات کے فوائد:

1: مدینہ کے منافق اور یہود جو اوس وخزرج کے درمیان پھوٹ ڈلوانے کی کوشش کر رہے تھے وہ سب ناکام ہوگئیں۔

2: مدینہ کے انہی منافقوں نے مہاجرین اور انصار میں بھی پھوٹ ڈلوانے کی مذموم کوشش شروع کر دی تھی۔قیام مواخاۃ نے ان کی سازشوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

یہودیوں کے ساتھ تاریخی معاہدہ [۲]:

حضور نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا۔آپ ﷺ نے اس معاہدہ میں یہودیوں کو بھی شامل فرمایا اور ان سے بھی معاہدہ کیا اور ان کے دین اور ان کے اموال کے تحفظ کا انہیں یقین دلایا ان پر کچھ شرائط عائد کیں اور کچھ حقوق دیئے۔

معاہدہ کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عہد نامہ حضور نبی اکرم ﷺ کی جانب سے ہے یہ قریش میں سے مسلمانوں اور یثرب کے مومنین ان کی اتباع کرنے والے والوں، ان کے ساتھ ملحق ہونے والوں اور ان کے ہمراہ جہاد کرنے والوں کے مابین ہے۔وہ لوگوں کے علاوہ ایک امت ہیں۔

☆ قریش مکہ کے مہاجر اسی دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جس طرح وہ اسلام سے قبل ادا کرتے تھے۔

☆ وہ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کریں گے تاکہ مومنین کے مابین عدل وانصاف اور نیکی اور احسان برقرار رہے۔

☆ بنوعوف بھی اپنے سابقہ دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے۔

☆ ہر گروہ اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر آزاد کرائے گا تاکہ مؤمنین کے مابین عدل وانصاف قائم رہے۔

☆ بنوساعدہ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے۔ان میں سے ہر گروہ اپنے اسیر کا فدیہ ادا کرے گا تاکہ مؤمنین کے مابین عدل وانصاف قائم ہو۔

☆ بنوحارث اپنے سابقہ دستور کے مطابق ہی خون بہا ادا کریں گے۔ان کا ہر گروہ اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر آزاد کرائے گا۔

☆ بنوجشم اپنے سابقہ دستور کے مطابق ہی خون بہا ادا کریں گے اور ان کا ہر قبیلہ فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کو آزاد کرائے

(۱) مرقات شرح مشکوٰۃ۔جزء خامس ص۴۸۶ عینی شرح صحیح بخاری۔جزء ثانی جلد۶۱۳۔

(۲) سیرت ابن ہشام جلد 2۔

Marfat.com

گا تا کہ مؤمنین کے مابین عدل وانصاف قائم رہے۔

☆ بنو عمرو بن عوف اپنے سابقہ دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور ان کا ہر گروہ اپنے اسیروں کو فدیہ دے کر آزاد کرے گا تا کہ مؤمنین کے مابین عدل وانصاف قائم رہے۔

☆ بنو اوس بھی اپنے سابقہ دستور کے مطابق خون بہا دیں گے۔ ان کا ہر گروہ اپنے اسیروں کا فدیہ دے کر آزاد کرے گا تا کہ مؤمنین کے مابین عدل وانصاف قائم ہو سکے۔

☆ مؤمنین کسی مؤمن کو مقروض یا زیر بار دیکھ کر ویسے ہی نہیں چھوڑ دیں گے بلکہ وہ اس کے لیے خون بہا یا فدیہ کی ادائیگی کے لیے اس کی مدد کریں گے۔

☆ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے حلیف سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں کرے گا۔

☆ مسلمانوں میں سے جس نے بغاوت کی یا ظلم، گناہ مسلمانوں کے مابین فساد یا عداوت کا مرتکب ہوا تو تمام مسلمان اس کے خلاف متحد ہو جائیں گے اور تمام مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

☆ کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے کسی مسلمان کو قتل نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ مؤمن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ذمہ ایک ہے مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔

☆ دوسرے لوگوں کے خلاف مسلمان باہم معاون و مددگار ہیں۔

☆ یہودیوں میں سے جس نے ہماری اتباع کی اس کے لیے نصرت و مساوات ہوگی نہ ان پر ظلم ہوگا نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔

☆ مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی۔

☆ مسلمان راہ خدا میں جہاد میں کسی مؤمن کو چھوڑ کر کسی دوسرے شخص سے صلح نہیں کرے گا۔ مگر جب کہ تمام مسلمان اس صلح میں شریک ہوں۔

☆ وہ گروہ جو ہمارے ساتھ مل کر نبرد آزما ہوں گے وہ ایک دوسرے کے پیچھے ہوں گے۔

☆ مسلمان اس دیت میں برابر ہوں گے جو راہ خدا میں ان کے خون کو پہنچے گی۔

☆ متقی مؤمن شاہراہ ہدایت اور صراط مستقیم پر ہیں۔

☆ کوئی مشرک قریش کے مال اور جان کو پناہ نہ دے گا اور مؤمن کے لیے اُس کو قتل کرنے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔

☆ جو شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے گا اور اس قتل کے گواہ بھی مل جائیں گے تو اس سے قصاص لیا جائے گا، اگر مقتول کا ولی خون بہا پر رضا مند ہو جائے۔ تمام مسلمان مل کر اس کے خلاف ہوں گے اور اس کے خلاف اٹھنے کے علاوہ مسلمانوں کے پاس اور کوئی چارۂ کار نہیں۔

☆ جن مسلمانوں نے اس صحیفہ میں مکتوب دستور کا اقرار کر لیا، اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لے آیا اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی فتنہ باز کی مدد کرے اور نہ ہی اسے پناہ دے۔

☆ جس نے کسی فتنہ گر کو پناہ دی یا اس کی مدد کی تو روز حشر اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب ہوگا۔ اس سے کوئی عوض یا

Marfat.com

فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

☆ اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو گیا تو رجوع اللہ تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہو گا۔
☆ یہودی جب تک مسلمانوں کے ساتھ مل کر معرکہ آزمایوں ہوں گے خرچہ بھی کریں گے۔
☆ بنوعوف کے یہودی مسلمانوں کے خلاف ایک سیاسی وحدت ہوں گے۔
☆ یہودی اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر رہیں گے۔ ان کے حلیف اور ان کی جانیں محفوظ ہوں گی۔
☆ مگر جس نے ظلم کیا اور گناہ کا مرتکب ہوا تو وہ اپنے نفس اور اپنے اہل خانہ کو ہلاکت میں ڈالے گا۔
☆ بنونجار کے یہودیوں کو وہی حقوق ملیں گے جو بنوعوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔
☆ بنوساعدہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق ملیں گے جو بنوعوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔
☆ بنوجشم کے یہودی بھی وہی حقوق حاصل کریں گے جو حقوق بنی عوف کے یہودی لیں گے۔
☆ بنواوس کے یہودی بھی وہی حقوق لیں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔
☆ بنوثعلبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنوعوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے بشرطیکہ گناہ کا ارتکاب نہ ہو عمدہ اعمال سرانجام ہوں۔
☆ ثعلبہ کے حلیفوں کو بھی بنوثعلبہ جیسے حقوق ملیں گے اور تمام یہود کی شاخوں کو بھی یہودیوں جیسے ہی حقوق حاصل ہوں گے۔
☆ حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر ان میں سے کوئی بھی جنگ کے لیے نہیں نکلے گا۔
☆ زخم کا بدلہ لینے سے نہیں روکا جائے گا۔
☆ جس نے خونریزی کی اس کی جوابدہی اس پر اور اس کے اہل خانہ پر ہوگی۔ مگر جس پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ اُسی کے ساتھ ہے۔
☆ یہودیوں کے ذمہ ان کا نفقہ اور مسلمانوں کے ذمہ ان کا نفقہ ہے۔
☆ جو یہ معاہدہ کرنے والوں کے خلاف جنگ کرے گا تو اس معاہدہ کو قبول کرنے والے ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ ان کے مابین خلوص اور خیر خواہی کے جذبات ہوں گے، حسن سلوک ہو گا برا رویہ نہ ہو گا۔
☆ کسی شخص کو اس کے حلیف کے گناہ کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ اور مظلوم کی دادرسی کی جائے گی۔
☆ یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس وقت تک خرچہ برداشت کریں گے۔ جب تک وہ ان کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔
☆ یہ معاہدہ کرنے والوں کے لیے مدینہ طیبہ کا میدان قابل احترام ہو گا۔ پناہ دینے والا پناہ لینے والے کی مانند ہو گا۔ نہ اسے کوئی نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ہی وہ گناہ کرے گا۔
☆ کسی عورت کو اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔
☆ اس معاہدہ کو قبول کرنے والوں کے مابین اگر کوئی جھگڑا یا فتنہ رونما ہو جس سے فساد بھڑکنے کا اندیشہ ہو تو رجوع اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اور محمد ﷺ کی طرف ہوگا۔

☆ اللہ رب العزت کو اس معاہدہ سے زیادہ احتیاط اور وفاء پسند ہے۔ نہ تو قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ ہی ان کے معاون و مددگار کو۔

☆ جو شخص مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوگا تمام اہل معاہدہ اس کا دفاع کریں گے۔ جب انہیں صلح کرنے اور مصاحبت کرنے کی دعوت دی جائے تو صلح اور مصاحبت اختیار کریں گے۔

☆ مسلمانوں کے لیے بھی ایسی دعوت کو قبول کرنا لازم ہوگا مگر اگر جنگ دین کے متعلق ہو تو پھر ان پر یہ شرط لازم نہ ہوگی۔

☆ ہر فریق کے ذمہ اسی حصہ کا دفاع ہوگا۔ جو اس کے سامنے ہوگا۔ اوس اور خزرج کے یہودیوں کو اور ان کے حلیفوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے۔ جو یہ معاہدہ کو کرنے والوں کو حاصل ہوں گے مگر خلوص اور وفاداری شرط ہے۔

☆ ابن اسحاق کہتے ہیں نیکی اور وفا گناہ کرنے سے آڑ ہوگی۔ گناہ کرنے والے کا وبال اس کے نفس پر ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سچائی اور وفاداری پر گواہ ہے۔ جو کچھ اس صحیفہ میں مرقوم ہے۔ یہ تحریر نامہ کسی ظالم یا گناہ کار کے لیے کوئی پناہ پیدا نہیں کرتا۔ جو شخص باہر نکلے گا وہ بھی امن میں ہوگا۔ مگر ظالم اور گناہ گار اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ جو شخص وفا کرتا ہے۔ تقویٰ شعار بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کا حامی ہے۔ محمد عربی ﷺ کے رسول ہیں۔"

اس درمیان میں مسلمانوں کو امن و عافیت سے زندگی گزارنے کا موقع ملا۔ زکوٰۃ روزہ اور حدود (تعزیرات) بھی فرض کر دیئے گئے۔ جن سے مدینہ منورہ میں اسلام کی شوکت کا سماں بندھ گیا۔

اذان کی ابتداء:

جب مدینہ منورہ میں مسجد جامع تیار ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ کو یہ خیال آیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لیے کس طرح جمع کیا جائے۔ آپ نے اپنے اصحاب کرام سے مشورہ کیا۔ ظاہر ہے کہ ایک وقت اور ایک مکان میں اجتماع بغیر اعلان و آگاہی کے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے صحابہ کرام نے اعلان کے لیے کئی طریقے پیش کئے۔ بعض نے کہا کہ آگ روشن کر کے اُونچی کر دی جائے۔ مسلمان اسے دیکھ کر جمع ہو جایا کریں گے۔ حضور ﷺ نے بوجہ مشابہت مجوس اس طریقہ کو پسند نہ فرمایا۔ بعضوں نے ناقوس تجویز کیا۔ مگر بوجہ مشابہت نصاریٰ یہ تجویز رد کر دی گئی۔ اسی طرح بوق کو بوجہ مشابہت یہود پسند نہ کیا گیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ ایک شخص کو نماز کے وقت بغرض اعلان بھیج دیا جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال یوں ندا کر دیا کرتے الصلوٰۃ جامعۃ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری کو خواب میں ان سب سے بہتر طریق بتلا دیا گیا۔ اور وہ مروجہ اذان شرعی ہے۔ حضرت عبداللہ نے اپنا خواب بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ حضور انور ربانی وامی پر اس سے پہلے اس بارے میں وحی آ چکی تھی۔ اس لیے آپ نے سن کر فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کلمات اذان کی تلقین کر دو۔ وہ اذان دیں گے۔ کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند اور نرم و شیریں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اسلامی تمدن:

رسول اللہ ﷺ نے اسلامی تمدن کی بنیاد باہم ایثار و محبت قرار دیتے ہوئے فرمایا لا یومن احد کم حتی یحب

Marfat.com

لا خیه ما یحب لنفسه۔

میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔

حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے اس محبت وایثار میں ایسی مہربانی اور لطف کی تعلیم سمودی کہ اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کسی کو کسی قسم کی تکلیف زحمت احساس نہ ہو۔ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا۔اسلام میں پسندیدہ عمل کونسا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

﴿ تطعم الطعام و تقرأ اسلام علی من عرفت و من لم تعرف ﴾ (حدیث)

بھوکوں یا حقداروں کے لیے کھانا کھلانے کا بندوست کرنا اور جانے یا انجانے کو سلام میں پہل کرنا۔

مدینہ منورہ میں پہلے خطبہ کا ایک حرف یہ ہے **من استطاع ان بقی و جمعه من النار و لو شقه فلیفعل و من لم یجد فیکلمتة فان بها تجزی الحسنة بعشر امثا لها۔**

جو شخص اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانا چاہتا ہے تو کھجور کے ایک دانہ سے بھی بچا سکتا ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو ایک میٹھا بول ہی سہی! ہر ایک نیکی کا اجر دس گنا ملے گا۔ (حدیث)

ایک اور حدیث پہ غور فرمائیے جو مدینہ منورہ کے دوسرے خطبہ کا حصہ ہے۔

﴿ اعبد واللّٰه ولا تشرکوا به شیئاً وا تقوه حق تقاته واصدقوا اللّٰه صالحًا ما تقولون و تحا بوا بروح اللّٰه بیا کم ان للّٰه بیا کم ان اللّٰه یغضب ان ینکث عهده۔ ﴾

اللہ کے بندو! صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس طرح کہ کسی اور کو اس کا شریک نہ جانو نہ مانو! اس وحدہ لاشریک ذات سے ڈرتے رہو۔اس کی راہ میں سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے پرخلوص محبت کرو۔(یادرکھو) اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے جو اس سے خود کیے ہوئے عہد کو خود ہی توڑ ڈالے۔(حدیث)

نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کے فکر و عمل کی تربیت اسی تعلیم سے فرماتے۔

حضور ﷺ کی نجی زندگی:

اپنے اہل خانہ میں بھی آپ کا کردار مثالی اور عظیم ہے۔ان کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے۔اپنی پوشاک خود دھو لیتے۔ پیوند لگانا ہوتا تو خود اپنے دست مبارک سے لگا لیتے بکری کا دودھ دوہ لیتے، اپنے جوتے سی لیتے، اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرتے، اپنی اونٹنی خود باندھتے، خادم کے ساتھ کھانا کھالیتے، اپنے گھر یا اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے۔ چاہے خود کو کتنی ہی تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہو۔گھر میں کوئی چیز خوردنی ہو یا نقدی جمع نہیں فرماتے تھے۔

تواضع اور تالیف قلب اور مکافات کا یہ عالم کہ نجاشی کی طرف سے ایک وفد آیا تو ان کی خدمت کاری مہمان نوازی کا بوجھ خود اُٹھایا۔جب اصحاب نے اپنی خدمات پیش کیں تو فرمایا۔

Marfat.com

اہل حبشہ نے میرے اصحاب پر مہربانی کی، میں اس مہربانی کا معاوضہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر:

اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد ان کا تذکرہ آجاتا تو نہایت عمدہ پیرائے میں سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے محاسن کا ذکر فرماتے جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتیں!

﴿ ما غرت من امراۃ ما غرت من خدیجۃ لما اسمعہ بذکرھا ﴾

نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف سن کر مجھے جس قدر رشک آتا ہے کبھی کسی اور زوجہ رسول پر ایسا رشک نہیں آتا۔

ایک بار ایک محترمہ تشریف لائیں تو محمد رسول اللہ ﷺ اس سے انتہائی تواضع سے پیش آئے۔ اس کے چلے جانے کے بعد فرمایا یہ بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں آیا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ کا خلق عظیم:

افرادِ انسان میں سے انبیائے کرام صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کو مکارم اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ان کا کام تبلیغ و تزکیہ ہے اسی واسطے بعنایت الٰہی انہیں اول خلقت وفطرت ہی میں محاسن اخلاق حاصل تھے۔ جن کا ظہور حسب موقع ان کی عمر شریف میں ہوتا رہا۔ مگر دیگر فضائل کی طرح اس کمال میں بھی آنحضرت ﷺ دیگر انبیائے علیہم اسلام سے ممتاز ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کو آپ کی ذات شریف میں پیدا فرمایا ہے۔

﴿ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ٥ ﴾ (سورہ قلم)

اور تحقیق تو بڑے خلق پر پیدا ہوا ہے اور خود حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

﴿ بُعِثْتُ لِاُ تَـمِّمَ مَکَارِمَ الْاَ خْلَاقِ ۔ ﴾ (موطا امام مالک)

میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک حسن اخلاق کی ایک نوع سے متصف تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس حسن اخلاق کے تمام انواع کی جامع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ کی سیرت کے اتباع کا حکم دیا۔ فَبِھُدٰ ھُمُ اقْتَدِہٖ (پس تو ان کی روش کی پیروی کر) (انعام ع ۱۔)

لہٰذا خصال وکمال وصفات شرف وفضائل جو ان میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ وہ تمام آپ کی ذات شریف میں جمع تھے۔ چنانچہ حلم وسخاوت ابراہیم صدق وعدہ اسمٰعیل شکر داؤد وسلیمان۔ قبر ایوب۔ معجزات قاہرہ موسیٰ مناجات زکریا تضرع یحییٰ۔ دم عیسیٰ وغیرہ سب آپ میں موجود تھے۔

آنچہ بنالند زاں دبراں
جملہ تراہست وزیادت براں

حضرت سعد بن ہشام بن عامر نے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت ﷺ کے خلق کی

Marfat.com

بابت دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا قرآن نہیں پڑھتا؟ حضرت سعد نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ ''نبی ﷺ کا خلق قرآن تھا'' کتب سابقہ الہامیہ میں جو آداب وفضائل واوصاف حمیدہ مذکور تھے۔ قرآن مجید ان سب کا جامع ہے ارشاد صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر محاسن اخلاق مذکور ہیں۔ وہ سب آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس میں پائے جاتے تھے۔ غرض دیگر کمالات کی طرح محاسن اخلاق میں بھی آپ کا مرتبہ دیگر انبیائے کرام علیہم تسلیمات سے بڑھا ہوا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں۔

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّفِيْ خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

لے گیا فوق انبیاء پر خلق میں اور خلق میں کس میں تھا۔ اس کا علم اور کس میں اس کا سا کرم۔

آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نیا نبی نہ ہوگا۔ اس لیے آپ کے اخلاق و عادات بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ ہیں تا کہ قیامت تک ہر زمانے میں ان کا اقدار کیا جائے اور ان ہی کو دستور العمل بنایا جائے۔ اس مختصر میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لیے ذیل میں چند جزئیات پیش کی جاتی ہیں۔ واللہ الموفق و المعین۔

صبر و حلم وعفو:

نبوت کا بوجھ ان اوصاف (۱) کے بغیر برداشت نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ ان اوصاف کا ذکر آیا ہے۔

﴿ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ ﴾ (مائدہ۔ ع ۳)

پس معاف کر ان سے اور درگزر کر بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے۔

﴿ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ج ﴾

(انعام: ع ۴)

اور البتہ بہت رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے۔ پس وہ جھٹلانے اور ایذاء پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد پہنچی۔

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ٥ ﴾

(اعراف: اخیر رکوع)

خو پکڑ معاف کرنا۔ اور کہا کہ نیک کام کر اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط ﴾ (احقاف۔ اخیر رکوع)

پس تو صبر کر جیسے صبر کرتے رہے اولو العزم رسول اور شتابی نہ کر ان کے واسطے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَا

---

(۱) مصیبت وایذاء کے وقت اپنے آپ کو روکنا اور متاثر نہ ہونا صبر کہلاتا ہے۔ اپنی طبیعت کو غصہ سے ضبط کرنے کا نام حلم ہے۔ خطا پر مواخذہ نہ کرنے کو عفو کہتے ہیں۔

Marfat.com

وَّ اٰهٌ حَلِیۡمٌ ۝ ۔ (توبہ۔ ع ۱۴)
تحقیق ابراہیم تھا البتہ دردمند حلم والا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے حق کے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ کسی حرمت اللہ کی بے حرمتی دیکھتے تو اللہ کے واسے کا انتقام لیتے۔ (۱)

نبوت کے دسویں جیسا کہ پہلے آچکا ہے آنحضرت ﷺ قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ مگر بجائے روبراہ ہونے کے انہوں نے آپ کو اس قدر اذیت دی کہ نعلین مبارک خون آلودہ ہو گئے۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ تو راستے میں پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ یا محمد! آپ جو چاہیں حکم دیں۔ اگر اجازت ہو۔ تو اخشبین کو ان پر اُلٹ دوں۔ اس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا۔ جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (۲)

ہجرت سے پہلے مکہ میں کفار نے مسلمانوں کو اس قدر اذیت دی کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خباب بن الارت بیان کرتے ہیں کہ ہمیں مشرکین سے شدت و سختی پہنچی۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سر مبارک کے نیچے چادر رکھ کر کعبہ کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ مشرکین پر بددعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ اُٹھ بیٹھے۔ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا تھا۔ فرمایا تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں۔ جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا۔ اور ان کے سر پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا(۳)۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا۔

نضر بن حارث کا قتل:

جب آنحضرت ﷺ وسلم غزوۂ بدر (رمضان سنہ ۲ھ) سے واپس تشریف لائے تو راستے میں مقام صفراء میں آپ کے حکم سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نضر بن حارث بن علقمہ بن کلاہ بن عبد مناف بن عبد اللہ ابن قصی کو قتل کر ڈالا۔ نضر مذکور ان امرائے قریش میں سے تھا۔ جن کا شغل آنحضرت ﷺ کی ایذا رسانی اور اسلام کو مٹانے کی کوشش کرنا تھا۔ اسی نضر کی بیٹی قتیلہ نے جو بعد میں اسلام لائی اپنے باپ کا مرثیہ لکھا جس کے اخیر میں یہ شعر ہیں:

محمد وَلَانتَ ابنجیبة
من قومها والفحل فحل مصعرق

اے محمد! بیشک آپ اس ماں کے بیٹے ہیں جو اپنی قوم میں شریف ہے اور آپ شریف اصل والے مرد ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری باب صفہ نبی ﷺ۔
(۲) مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔
(۳) صحیح بخاری۔ باب مالقی النبی ﷺ واصحابہ من المشرکین بمکۃ۔

Marfat.com

مـا كـان ضـرّك لـو مـننـت وربّـمـا
الـفـتـى وهـو الـمـغـيـظ الـمـعـنـق

آپ کا کچھ نہ بگڑتا تھا اگر آپ احسان کرتے اور بعض وقت جوان پر احسان کرتا ہے۔ حالانکہ وہ غضبناک اور نہایت خشمناک ہوتا ہے۔

والـنـضـر اقـرب مـن اسـرت قـرابـةً
واحـق ان كـان عـتـق يـعـتـق

اور نضر آپ کے تمام قیدیوں میں قرابت میں سب سے زیادہ قریب تھا۔ اور آزادی کا مستحق تھا۔ اگر ایسی آزادی پائی جائے کہ جس سے آزاد کیا جائے۔

جب یہ شعر حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ تو ان کو پڑھ کر آپ اِتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر (1) ہوگئی اور فرمایا کہ اگر یہ اشعار قتل سے پہلے میرے پاس پہنچ جاتے تو میں ضرور اسے قتیلہ کے حوالہ کر دیتا۔

عمیر کا قبول اسلام:

جنگ بدر کے کچھ دن بعد ایک روز عمرو بن وہب بن خلف قرشی جحمی، اور صفوان بن اُمیہ بن خلف قرشی جحمی خانہ کعبہ میں حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمیر مذکور شیاطین قریش میں سے تھا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اذیت دیا کرتا تھا۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر اسیران جنگ میں تھا عمیر و صفوان کے درمیان یوں گفتگو ہوئی۔

عمیر: بدر میں ہمارے ساتھیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں۔

ظالموں نے کس بے رحمی سے ان کو گڑھے میں پھینک دیا۔

صفوان: اللہ کی قسم! ان کے بعد اب زندگی کا لطف نہ رہا۔

عمیر...... اللہ کی قسم تو نے سچ کہا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور عیال نہ ہوتا جس کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تو میں سوار ہو کر محمد ﷺ کو قتل کرنے جاتا۔ کیونکہ اب تو ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔ صفوان: آپ کا قرض میں ادا کر دیتا ہوں۔ آپ کا عیال کے ساتھ رہے گا۔ میں آپ کے بال بچوں کا متکفل ہوں جب تک وہ زندہ ہیں۔

عمیر: بس میرے اور آپ کے درمیان۔

صفوان: بسرو چشم (عمیر کی روانگی کے بعد لوگوں سے) تم شاد ہو کہ چند روز میں تمہارے پاس ایک واقعہ کی خبر آئے گی جس سے تم جنگ بدر کی سب سے مصیبتیں بھول جاؤ گے۔

(عمیر زہر میں بجھی ہوئی تیز تلوار لے کر مدینہ میں آتا ہے۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگ بدر میں مسلمانوں پر خدا کی عنایات کا ذکر کر رہے ہیں۔ عمیر تلوار آڑے لٹکائے

(1) استیعاب لابن عبدالبر۔

Marfat.com

ہوئے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے میں بٹھا دیتا ہے) عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عمیر کو دیکھ کر) کہتے ہیں دشمن خدا عمیر کسی شرارت کے لیے آیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ: اسے میرے پاس لاؤ (عمیر سے) آگے آؤ۔ عمیر آپ کی صبح بخیر ہو۔ رسول اللہ ﷺ: عمیر! تو نے جاہلیت کا تحیہ کہا۔ مگر اللہ عزوجل نے ہمیں تیرے تحیہ سے بہتر عطا فرمایا ہے۔ اور وہ سلام ہے جو اہل بہشت کا تحیہ ہے۔

عمیر: یا محمد! اللہ کی قسم! یہ تحیہ آپ کو تھوڑے دنوں سے ملا ہے۔

رسول اللہ ﷺ: عمیر! کیونکر آنا ہوا؟

عمیر: اپنے بیٹے کے لیے جو آپ کے پاس اسیران جنگ میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ۔ پھر گلے میں تلوار آڑے کیوں لٹکائی ہے؟

عمیر: خدا ان تلواروں کا برا کرے۔ انہوں نے ہمیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

رسول اللہ ﷺ: نہیں بلکہ تو اور صفوان دونوں حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو نے مقتولین بدر کا ذکر کیا جو گڑھے میں پھینکے گئے۔ پھر تو نے کہا کہ مجھ پر قرض اور بارِ عیال نہ ہوتا تو میں محمد کو قتل کرنے نکلتا۔ یہ سن کر صفوان نے بار قرض و عیال اپنے ذمہ لیا۔ بایں غرض کہ تو مجھے قتل کردے۔ مگر اللہ تیرے اور اس غرض کے درمیان حائل ہے۔

عمیر: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ﷺ ہیں۔ یا رسول! ہم اس آسمانی وحی کو جو آپ پر نازل ہوئی تھی جھٹلا دیا کرتے تھے۔ آپ نے جو بات بتلائی وہ میرے اور صفوان کے سوا کسی کو معلوم نہ تھی۔ اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ خدا کے سوا آپ کو کسی نے نہیں بتائی۔ حمد ہے اللہ کی جس نے مجھے اسلام کی توفیق بخشی۔ **اشهد ان لا اله الاّ اللّٰه وحدهٗ لا شريك لهٗ واشهد ان محمدًا عبدهٗ رسولهٗ۔**

رسول اللہ ﷺ (اپنے اصحاب سے) تم اپنے بھائی عمیر کو مسائل دینی سکھاؤ اور قرآن پڑھاؤ۔ اور اس کے بیٹے کو بھی چھوڑ دو۔ (1)

حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ انمار (ربیع الاول 3ھ) میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر عرب پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ غطفان نے دعثور بن حارث کو جوان کا سردار تھا کہا کہ محمد اس وقت اپنے اصحاب سے علیحدہ ہے۔ تمہیں ایسا موقع نہ ملے گا۔ دعثور تیز تلوار لے کر اُتر آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ تلوار کھینچ کر آپ کے سر پر آ کھڑا ہوا۔ آپ بیدار ہوئے تو کہنے لگا ''تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟'' آپ نے فرمایا اللہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے ہٹا دیا اور وہ گر پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے تلوار لے کر کہا ''تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟'' وہ بولا کوئی نہیں۔ غرض رسول اللہ ﷺ نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا۔ اور وہ ایمان لے آیا۔ (2)

غزوۂ احد (شوال 3ھ) میں کفار نے آپ کا دانت مبارک شہید کر دیا۔ اور سر اور پیشانی مبارک بھی زخمی کر دی۔ اس حالت میں آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ (1) تھے۔

---

(1) سیرت ابن ہشام۔

(2) اصابہ بحوالہ واقدی۔ ترجمہ دعثور بن حارث غطفانی۔

Marfat.com

﴿ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

خدایا! میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ غزوۂ نجد (غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ 4ھ) میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ واپس آتے ہوئے ایک گھنے جنگل میں آپ کو دوپہر ہوگئی۔ آپ ایک درخت کے سایہ میں اُترے۔ اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی۔ اور آپ کے اصحاب بھی ایک ایک کر کے درختوں کے سایہ میں اُتھ پڑے۔ اسی اثناء میں آپ نے ہمیں آواز دی۔ ہم حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدو آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا۔ اس نے آکر میری تلوار کھینچ لی۔ میں بیدار ہوا۔ تو یہ تلوار کھینچے میرے سر پر کھڑا تھا۔ کہنے لگا "تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ یہ سن کر اس نے تلوار نیام میں کر لی۔ آپ نے اس کو کچھ سزا نہ دی۔ [2] اس اعرابی کا نام غورث بن حارث تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں کہ ایک غزوہ (غزوۂ مریسیع شعبان ص 5ھ) میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے تھپڑ مارا۔ انصاری نے انصار اور مہاجر نے مہاجرین کو مدد کے لیے پکارا۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا۔ تو پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ جب سارا ماجرا عرض کیا گیا تو فرمایا کہ یہ دعویٰ جاہلیت اچھا نہیں۔ اس طرح دفع فساد ہو گیا۔

رأس المنافقین عبداللہ بن ابی خزرجی نے سنا۔ تو کہنے لگا کہ "اگر ہم اسی سفر سے مدینہ میں پہنچ گئے۔ تو جس کا اس شہر میں زور ہے۔ وہ بے قدر شخص کو نکال دے گا۔" رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا اسے جانے دو۔ کیونکہ لوگ یہی کہیں گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ [3] جائے غور ہے کہ آپ کا یہ سلوک اس شخص کے ساتھ ہے جو عمر بھر منافق رہا۔ جس نے آپ کو اذل بتایا ہے جو جنگ اُحد کے موقع پر تین سو کی جمعیت لے کر راستہ سے واپس آ گیا۔ اور ہمیشہ آپ کی مخالفت و توہین میں سرگرم رہا۔

جب آنحضرت ﷺ غزوۂ مریسیع واپس ہوئے۔ تو راستے میں واقعہ افک پیش آیا۔ جس کا بانی یہی رأس المنافقین تھا رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم تھا مگر معاملہ گھر کا تھا۔ اس لیے فیصلہ خدا پر چھوڑا۔ تا کہ منافقین کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تکذیب اپنے کلام پاک میں کر دی۔ بایں ہمہ جب یہ منافق مرا۔ تو آپ کو نماز جنازہ کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ اس پر نماز پڑھنے لگے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ابن ابی پر نماز پڑھتے ہیں جس نے فلاں فلاں روز ایسا ایسا کہا۔ اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عمر! ہٹو۔ جب اصرار کیا تو فرمایا کہ استغفار و عدم استغفار کا مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ بار استغفار سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ویسا ہی کرتا۔ جب آپ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے۔ تو آئندہ کے لیے

---

(1) مواہب اللدنیہ و شفاء شریف۔

(2) صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد و کتاب المغازی۔

(3) صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر سورۃ اذا جاءک المنافقون۔

Marfat.com

حکم ممانعت نازل ہوا۔

فرات بن حیان جو انصار میں سے ایک شخص کا حلیف تھا۔ ابوسفیان کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا۔ غزوۂ خندق (ذیقعدہ 5ھ) میں وہ جاسوسی کرتا ہوا پکڑا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا لوگ اس کو پکڑ کر لے چلے۔ راستے میں اس کا گزر انصار کے ایک حلقہ پر ہوا تو کہنے لگا کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی۔ کہ فرات کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو ہم ان کے ایمان پر چھوڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے۔ حضرت فرات بعد میں صدق دل سے ایمان لائے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کو یمامہ میں ایک قطعہ زمین عطا فرمائی جس کی آمدنی چار ہزار (1) دو سو تھی۔

ثمامہ بن اثال الیمامی جو اہل یمامہ کا سردار تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے دُعا فرمائی تھی کہ خدایا! اس کو میرے قابو میں کر دے۔ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا۔ وہ بنوحنیفہ میں سے ایک شخص ثمامہ بن آثال کو پکڑ لائے۔ اور اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آنحضرت ﷺ کی اس کی طرف نکلے۔ تو پوچھا ثمامہ! کیا کہتے ہو؟ ثمامہ نے کہا یا محمد! اگر آپ مجھے قتل کریں گے۔ تو ایک خونی کو قتل کریں گے۔ اور اگر احسان کریں گے۔ تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے۔ اگر آپ زرِ فدیہ چاہتے ہیں۔ تو جس قدر مانگیں دے دوں گا۔ آپ نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز بھی یہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے روز آپ نے اس کا وہی جواب سن کر حکم دیا کہ ثمامہ کو کھول دو۔ یہ عنایت دیکھ کر اس نے مسجد کے قریب ایک درخت کی آڑ میں غسل کیا اور مسجد میں آ کر کلمہء شہادت پڑھا اور کہنے لگا۔ ''اے محمد! خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا اب وہی چہرہ میرے نزدیک سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ (2) وفاء الوفاء میں ہے کہ حضرت ثمامہ کی گرفتاری شروع 6ھ میں ہوئی۔

حضرت انس روایت (3) کرتے ہیں کہ اہل مکہ میں سے اسی مرد کوہ تنعیم (4) سے رسول اللہ ﷺ پر آپڑے۔ وہ ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو غافل پائیں۔ آپ نے ان کو لڑائی کے بغیر پکڑ لیا اور زندہ رکھا ایک روایت میں ہے کہ ان کو چھوڑ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ ﴾

(فتح: ع ۳)

اور خدا وہ ہے جس نے مکہ کے نواح میں ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے باز

---

(1) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین۔

(2) ابوداؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب فی الجاسوس الذمی اصابہ۔

(3) صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب وفد بنی حنیفۃ۔

(4) مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد باب حکم الاسراء۔

Marfat.com

رکھا۔

یہ واقعہ قضیہ حدیبیہ (ذیقعدہ 6ھ) میں ہوا تھا۔

جب آنحضرت ﷺ غزوۂ خیبر (محرم 7ھ) سے واپس تشریف لائے تو ایک روز سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ زینب بنت حارث نے بکری کا گوشت بھون کر زہر آلود کر کے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ جسے آپ نے اور آپ کے چند اصحاب نے کھایا۔ باوجود اعتراف کے آپ نے اس یہود کو اپنی طرف سے معاف کر دیا۔ مگر جب اس کے سبب سے ایک صحابی نے انتقال فرمایا۔ تو قصاص میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسی سال ماہ محرم ہی میں لبید بن اعصم یہودی منافق نے آنحضرت ﷺ کو جادو کر دیا۔ معلوم ہو جانے پر آپ نے اس سے بھی کچھ تعرض نہ فرمایا۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میری ماں مشرکہ تھیں میں ان کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت اسلام دی۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں مجھے مکروہ الفاظ سنائے میں روتا ہوا آپ کی خدمت میں اقدس میں گیا اور واقعہ عرض کر کے دعائے ہدایت کی درخواست کی۔ آپ نے یوں دُعا فرمائی ''خدایا ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔'' میں اس دُعا سے خوش ہو کر گھر آیا۔ تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں۔ میری ماں نے میرے قدم کی آہٹ سن کر کہا ابو ہریرہ! یہیں ٹھہرو۔ میں نے پانی کی آواز سنی۔ انہوں نے غسل کر کے جلدی کپڑے پہنے اور دروازہ کھولتے ہی کلمۂ شہادت پڑھا۔ (3)

جن دنوں رسول اللہ ﷺ فتح مکہ (رمضان 8ھ) کے لیے پوشیدہ تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے بغرض اطلاع قریش ایک خط لکھا اور ایک عورت کی معرفت مکہ روانہ کیا۔ وہ خط راستے میں پکڑا گیا۔ باوجود ایسے سنگین جرم کے آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطب کو معاف کر دیا۔ اور اس عورت سے بھی کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔

ابوسفیان بن حرب جو اسلام لانے سے پہلے غزوۂ احد و غزوہ احزاب میں رئس المشرکین تھے۔ غزوۂ فتح میں مقام مر الظہران میں مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ابوسفیان سے مروت سے پیش آئے اور وہ اسلام لائے۔

قریش آنحضرت ﷺ کو مذمم کہہ کر گالیاں دیا کرتے تھے۔ مگر آپ فرمایا کرتے۔ ''کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی دشنام و لعنت کو کس طرح مجھ سے باز رکھتا ہے۔ وہ مذمم کہہ کر گالیاں دیتے اور لعنت کرتے ہیں۔ حالانکہ میں محمد ہوں۔ (4)''

اعلان دعوت سے ساڑھے سترہ سال تک قریش نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کو جو اذیتیں دیں۔ ان کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں۔ فتح مکہ کے دن وہی قریش مسجد حرام میں نہایت خوف و بے قراری کی حالت میں آپ

---

(1) مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مشہور مقام ہے جہاں سے عمرہ بجالاتے ہیں۔

(2) وفاء الوفاء جزء اول صفحہ ۲۲۵۔ جزء ثانی ص ۲۵۲۔

(3) صحیح بخاری۔ کتاب الطب باب ہل یستخرج السحر۔

(4) صحیح مسلم۔ باب من فضائل ابی ہریرۃ۔

Marfat.com

کے حکم کے منتظر ہیں۔آپ ان اذیتوں کا ذکر تک زبان مبارک پر نہیں لاتے۔اور یہ حکم سناتے ہیں۔

﴿ اذھبوا فانتم الطّلقاء ﴾ (جاؤتم آزاد ہو)

اس عالی حوصلگی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔اس عفوعام کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ حنین میں دو ہزار طلقاء لشکر اسلام میں شامل تھے۔

ہند بنت عتبہ (زوجہء ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبا گئی تھیں۔فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہو کر ایمان لائیں۔تاکہ آنحضرت ﷺ پہچان نہ لیں۔بیعت کے موقع پر بھی گستاخی سے باز نہ رہیں۔ایمان لا کر نقاب اُٹھا دیا اور کہنے لگیں کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں مگر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے کسی امر کا ذکر تک نہ کیا۔یہ دیکھ کر ہند نے کہا۔"یارسول اللہ ﷺ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں رہتے۔" (1)

عکرمہ بن ابی جہل قرشی مخزومی اپنے باپ کی طرح رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمن تھے۔فتح مکہ کے دن وہ بھاگ کر یمن چلے گئے۔ان کی بیوی جو مسلمان ہو چکی تھی وہاں پہنچی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر صلہء رحمی اور احسان کرنے والے ہیں۔غرض وہ عکرمہ کو بارگاہِ رسالت میں لائی۔عکرمہ نے آپ کو سلام کہا۔رسول اللہ ﷺ ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔اور ایسی جلدی سے ان کی طرف بڑھے کہ چادر مبارک گر پڑی اور فرمایا۔(2)

﴿ مرحبا بالراکب المھاجر ﴾

ہجرت کرنے والے سوار کو آنا مبارک ہو۔

صفوان بن امیہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے۔اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے عطا فرمایا:

صفوان بن امیہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے۔حضرت عمیر بن وہب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا صفوان میری قوم کے سردار ہیں۔وہ بھاگ گئے ہیں۔تاکہ اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیں۔احمر واسود کو آپ نے امان دی ہے ان کو بھی امان دیجئے۔آپ نے فرمایا تو اپنے چچیرے بھائی کو لے آ۔اسے امان ہے۔حضرت عمیر نے عرض کیا۔کہ امان کی کوئی نشانی چاہیے۔جو میں اسے دکھادوں۔آپ نے اپنا عمامہ جو فتح مکہ کے دن لیے ہوئے تھے عطا فرمایا پھر باقی صفوان جدہ میں جہاز پر سوار ہونے کو تھے۔کہ حضرت عمیر جا پہنچے۔اور ان کو مژدۂ امان سنایا۔صفوان نے کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔حضرت عمیر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا حلم وکرم اس سے برتر ہے۔غرض صفوان حاضر خدمت اقدس ہوئے۔اور عرض کیا کہ یہ عمیر کہتا ہے کہ آپ نے مجھے امان دی ہے۔آپ نے فرمایا عمیر سچ کہتا ہے یہ سن کر صفوان نے کہا۔یارسول اللہ دو ماہ کی مہلت دیجئے۔آپ نے فرمایا کہ تجھے چار ماہ کی مہلت ہے۔(3) حضرت صفوان غزوۂ طائف کے بعد برغبت ورضا ایمان لائے۔

جب رسول اللہ ﷺ طائف (شوال 8ھ) سے واپس آنے لگے۔تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔کہ آپ ثقیف پر بددعا

---

(1) صحیح بخاری۔کتاب المناقب۔باب اسماء النبی ﷺ۔ (2) صحیح بخاری۔باب ذکر ہند بنت عتبہ۔

(3) اصابہ۔سیرت حلبیہ۔

Marfat.com

فرمائیں۔مگر آپ نے یوں دُعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا (خدایا ثقیف کو ہدایت دے) چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی۔اور ثقیف 9ھ میں ایمان لائے۔

جب آنحضرت ﷺ نے جعرانہ میں غنائم حنین تقسیم فرمائیں۔تو ایک منافق انصاری نے کہا کہ اس تقسیم سے رضائے خدا مطلوب نہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ماجرا آپ سے عرض کیا تو فرمایا۔''خدا موسیٰ پر رحم کرے ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی۔پس صبر کیا۔''(1)

جب ابو العاص بن ربیع نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کو مکہ سے مدینہ بھیجا۔تو راستے میں چند سفہائے قریش نے مزاحمت کی۔ان میں سے ہبار بن اسود قریشی اسدی نے حضرت زینب کو اُونٹ سے گرا دیا۔حاملہ تھیں۔ پتھر پر گریں۔حمل ساقط ہو گیا۔اور ان کو سخت چوٹ آئی اور اسی میں جاں بحق ہوئیں۔فتح مکہ کے دن ہبار مذکور واجب القتل اشتہاریوں میں تھا۔وہ مکہ سے بھاگ گیا اور چاہتا تھا کہ ایران چلا جائے۔جب آنحضرت ﷺ جعرانہ سے واپس تشریف لائے تو وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔اور یوں عرض کرنے لگا۔یا نبی اللہ! میں آپ کے ہاں سے بھاگ کر شہروں میں پھرتا رہا۔میرا ارادہ تھا کہ ایران چلا جاؤں۔پھر مجھے آپ کی نفع رسانی صلہ رحمی اور عفو کرم یاد آئے۔اپنی خطاو گناہ کا اعتراف ہے۔آپ درگزر فرمائیں۔'' یہ سن کر آپ نے فرمایا۔''میں نے تجھے معاف کر دیا۔'' (2)

کعب بن زہیر اور ان کے بھائی بجیر ابرق عزاف میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔بجیر نے کعب سے کہا۔''تم یہاں ٹھہرو میں اس مدعیٔ نبوت کے پاس جاتا ہوں۔تا کہ دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔'' بجیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کا کلام سن کر مسلمان ہو گئے۔کعب کو یہ خبر لگی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی ہجو اور اسلام کی توہین میں یہ اشعار بجیر کو لکھ بھیجے۔

الا ابلغا عنی بحیراً رسالة

فهل لك فيما قلت ويحك

هل لكا سقاك ابو بكر بكأس روية

فانهلك المامون منها وعلكا

آگاہ ہو میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا تو نے دل سے کلمہ شہادت پڑھ لیا ہے تجھ پر افسوس! کیا تو نے دل سے کلمہ پڑھ لیا ہے؟ ابو بکر نے تجھے سیراب کرنے والا پیالہ پلا دیا۔اور امین (حضرت محمد ﷺ) نے تجھے اس پیالہ سے پہلی بار اور دوسری بار پلا دیا۔

﴿ فارقت اسباب الهدىٰ واتبعه علىٰ اىّ شىء ريب غيرك دلّكا علىٰ خلق لمه تلف اُمًّا علىٰ خلق لمه تلف اُمًّا ولا ابا ﴾

اس لیے تو اسباب ہدایت چھوڑ کر اس کا پیرو بن گیا۔اس نے تجھے کیا بتایا۔تو اوروں کی طرح ہلاک

(1) سیرت حلبیہ۔ (2) صحیح بخاری۔باب غزوۃ الطائف۔

Marfat.com

ہو گیا۔اس نے ایسا مذہب بتایا۔جس پر تو نے اپنے ماں باپ کو نہ پایا۔

﴿علیه ولم تعرف علیه اخا لکا فأن انت لم تفعل فلست بآسف ﴾

اور نہ اپنے بھائی کو اس پر دیکھا۔اگر تو نے میرا کہانہ مانا تو میں تجھ پر تاسف نہ کروں گا۔

﴿ ولا قائل اما عثرت لعًا لکا ﴾

اور تو ٹھوکر کر کھا کر گر پڑے۔تو میں دعا نہ کروں گا کہ تو اُٹھ کر کھڑا ہو جائے۔

حضرت بجیر نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ماجرا عرض کر دیا۔آپ نے کعب کا خون ہدر فرما دیا۔پھر حضرت بجیر نے کعب کو اطلاع دی اور ترغیب دی کہ حاضر خدمت اقدس ہو کر معافی مانگیں۔چنانچہ وہ 9ھ میں غزوۂ تبوک سے پہلے حاضر خدمت ہوئے۔آنحضرت ﷺ اس وقت مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔آپ کعب سے واقف نہ تھے۔ کعب نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عرض کیا۔یا رسول اللہ! کعب بن زہیر مسلمان ہو کر امان طلب کرتا ہے۔ اجازت ہو تو میں اسے آپ کے پاس لے آؤں۔آپ نے اجازت دی۔پھر کعب نے عرض کیا۔یا رسول اللہ! کعب میں ہی ہوں۔بعد ازاں اسلام لا کر انہوں نے اپنا قصیدہ لے پڑھا۔جس میں تقطیہ کے بعد یہ شعر ہے۔

اُنْبِئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْعَدَنِیْ
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَامُوْلٗ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ بارگاہِ رسالت میں میری نسبت وعید قتل صادر ہوئی ہے۔حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے عفو کی اُمید کی جاتی ہے۔

اس قصیدہ سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب کو اپنی چادر (بردہ) عطا فرمائی۔اور ان کی گذشتہ خطا کا ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے۔(1)

آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل وحشی حبشی غلام سفیان بن حرب جنگ اُحد کے بعد مکہ میں رہا کرتا تھا۔جب مکہ میں اسلام پھیلا۔تو وہ بھاگ کر طائف چلا گیا۔پھر وفد طائف کے ساتھ ماہ رمضان 9ھ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔آپ نے ان سے صرف اتنا فرمایا کہ مجھے اپنا چہرہ نہ دکھایا کرو۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ نہ فاحش تھے (3) اور نہ متفحش۔اور نہ بازار میں شور کرنے والے تھے۔آپ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دیا کرتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے۔(4)

اب ہم چند متفرق مثالیں اور پیش کرتے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔لوگ اسے مار پیٹ کرنے کے لیے اٹھے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔چھوڑ دو اسے جانے

---

(1) اصابہ وغیرہ۔

(2) صحیح بخاری۔باب قتل حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(3) فاحش کے معنی ہیں کلام میں یا طبع فحش کرنے والا۔ اور متفحش کے معنی بتکلف فحش کرنے والا ہیں۔

(4) شمائل ترمذی۔باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ۔

Marfat.com

دو۔اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہادو۔کیونکہ تم نرم گیر بنا کر بھیجے گئے ہو۔سخت گیر بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا۔آپ سخت حاشیہ والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ایک بدو آپ کے پاس آیا۔اُس نے آپ کی چادر کے ساتھ آپ کو ایسا سخت کھینچا کہ چادر پھٹ گئی۔آپ کی گردن مبارک کو جو میں نے دیکھا اس میں چادر کے حاشیہ نے اثر کیا ہوا تھا۔پھر اس بدو نے کہا ''اے محمد! آپ کے پاس جو خدا کا مال ہے اس میں میرے واسطے حکم کیجئے۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا۔پھر ہنس کے اس کے لیے بخشش کا حکم دیا۔ (2)

آنحضرت ﷺ کی خطا بخشی کا یہ عالم تھا کہ حسب بیان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ نے کبھی کسی عورت یا خادمہ کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا۔ (3)

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو احبار یہود میں سے تھے۔اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں۔کہ میں نے تورات میں نبی آخر الزماں کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں۔وہ سب میں نے روئے محمد ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔صرف دو خصلتیں ایسی تھیں جن کا آزمانا باقی رہا۔یعنی آپ کا حلم آپ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے۔اور دوسرے کی شدت اور جہالت و ایذاء آپ کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ان دونوں کی آزمائش کے لیے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ سے تلطف سے پیش آتا تھا۔ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے دولت خانہ سے نکلے۔آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب تھے۔ایک سوار جو بظاہر کوئی بادیہ نشین تھا۔آپ کی خدمت میں آیا۔اور یوں عرض کرنے لگا۔یا رسول اللہ! فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں۔میں ان سے کہا کرتا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ۔تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔اب ان کے ہاں امساک باراں اور قحط ہے۔یا رسول اللہ! مجھے اندیشہ ہے کہیں وہ طمع کے سبب سے اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔کیونکہ طمع کے سبب سے اسلام کی رائے مبارک ہو۔تو کچھ ان کی دست گیری فرمائیے۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے پہلو میں ایک شخص (جو میرے گمان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے) کی طرف دیکھا۔

اس نے عرض کیا کہ اس میں سے تو کچھ باقی نہیں رہا۔یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا۔اور آپ سے کھجوروں کی میعاد معین میعاد معلوم پر خرید کی۔اور اس کی قیمت اسی مثقال ہونا اپنی ہمیان سے نکال کر پیشتر دے دی۔آپ نے وہ اسی مثقال اس سوار کو دے دیئے اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اس قبیلے کے لوگوں میں اسے تقسیم کر دو۔جب میعاد ختم ہونے میں دو تین دن باقی رہ گئے۔تو رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے۔آپ کے ہمراہ منجملہ دیگر اصحاب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔جب آپ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے۔اور بیٹھنے کے لیے ایک دیوار کے قریب پہنچے۔تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کی قمیض اور چادر کے دامن پکڑ لئے۔اور تند نگاہ سے آپ کی طرف دیکھ کر یوں کہا ''اے محمد! کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا۔اے عبد المطلب کے خاندان والو! قسم بخدا تم ادائے حق سے گریز

(1) صحیح بخاری۔باب الادب۔باب قول النبی ﷺ یَسِّرُوْا وَ لَا تُعَسِّرُوْا۔

(2) صحیح بخاری۔کتاب الادب۔باب التبسم والضحک۔

(3) ابوداؤد۔کتاب الادب باب فی التجاوز۔

Marfat.com

کرنے کے لیے حیلے حوالے کیا کرتے ہو۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "او دشمن خدا! کیا تو رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم کے درمیان صلح کے فوت ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا۔ تو اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔" رسول اللہ ﷺ نے آرام و آہستگی اور تبسم کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی۔ کہ تم مجھے حسن ادائے حق اور اسے حسن تقاضا کا امر کرتے۔ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اس کو لے جاؤ۔ اور اس کا حق ادا کر دو۔ اور اسے جو تم نے دھمکایا ہے اس کے عوض بیس صاع کھجوریں اور دے دو۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اور میرا حق ادا کر دیا۔ اور بیس صاع کھجوریں علاوہ دیں۔ میں نے پوچھا کہ کیسی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا جواب دیا۔ پھر میں نے کہا۔ "عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا تم مجھے پہچانتے؟ جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے کہا۔ کہ میں زید بن سعنہ ہوں۔ فرمایا۔ وہی زید جو یہودیوں کا عالم ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ پھر پوچھا کہ تو نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ میں نے کہا اے عمر! جس وقت میں نے روئے ﷺ کو دیکھا۔ وہ تمام علامات جو میں تورات میں پڑھا کرتا تھا موجود پائیں۔ ان میں سے صرف دو علامتیں باقی تھیں۔ جو میں نے اب آزمائیں۔" اے عمر! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کو اپنا پروردگار اور اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر ماننے پر راضی ہو گیا۔ اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال اُمت محمد ﷺ پر صدقہ ہے۔" پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت زید نے بارگاہِ رسالت میں اظہار اسلام کیا۔ (1) اسلام لانے کے بعد حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سے غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے اور غزوۂ تبوک میں دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شفقت و رحمت:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (انبیاء۔ ع۔ ۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت بنا کر سارے جہاں کے لیے۔ اس لیے تمام مخلوقات آپ کی رحمت سے بہرہ ور ہے۔ جیسا کہ ذیل کے مختصر بیان سے واضح ہوگا۔

اُمت پر شفقت و رحمت:

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی شان میں یوں فرماتا ہے:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (توبہ۔ اخیر رکوع)

(1) دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔

Marfat.com

البتہ تحقیق تمہارے میں کا ایک پیغمبر تمہارے پاس آیا ہے۔ تمہاری تکلیف اس پر شاق گزرتی ہے۔
اس کو تمہاری ہدایت وفلاح کی حرص ہے۔ وہ ایمان والوں پر شفقت رکھنے والا اور مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے اوصاف حمیدہ میں ذکر کردیا کہ امت کی تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ ان کو شب وروز یہی خواہش دامنگیر ہے کہ امت راہ راست پر آجائے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے اُمت کی ہدایت و بہبودی کے لیے کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔ سخت سے سخت مصیبت میں بھی آپ نے بددعا نہ فرمائی۔ بلکہ ہدایت کی دُعا فرمائی۔ ایمان والوں پر آپ کی شفقت ورحمت ظاہر ہے۔ اسی واسطے آپ نے کسی مقام پر اُمت کو فراموش نہیں فرمایا۔ بغرض توضیح چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

جس روز آندھی یا آسمان پر بادل ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک میں غم وفکر کے آثار نمایاں ہوتے۔ اور آپ کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے ہٹتے۔ جب بارش ہو جاتی تو آپ خوش ہوتے اور حالت غم جاتی رہتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا (قوم عاد کی طرح) یہ عذاب ہو جو میری اُمت پر مسلط کیا گیا ہو۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں دُعا مانگی:

﴿ اَللّٰھُمَّ مَنْ وُّلِّیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَشَقَّ عَلَیْھِمْ فَاشْقُقْ عَلَیْہِ وَ مَنْ وُّلِّیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَرَفَقَ بِھِمْ فَارْفُقْ بِہٖ۔(2) ﴾

خدایا جو شخص میری اُمت کے کسی کام کا ولی ومتعرف بنایا جائے۔ پس وہ ان کو مشقت میں ڈالے تو اس والی کو مشقت میں ڈال اور جو شخص میری اُمت کے کسی کام کا والی بنایا جائے۔ پس وہ ان کے ساتھ نرمی کرے تو اس والی کے ساتھ نرمی کر۔

رسول اللہ ﷺ کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ آپ چاہتے تھا کہ جہاد میں آپ کے ساتھ نکلے بفحوائے آیت ذیل:

﴿ مَا کَانَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَمَنْ حَوْلَھُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِھِمْ عَنْ نَّفْسِہٖ ط ﴾

(توبہ۔ ع ۱۵)

نہ چاہیے مدینہ کے رہنے والوں کو اور ان اعراب کو جو ان کے گرد ہیں کہ پیچھے رہ جائیں رسول خدا سے اور نہ یہ کہ رسول کی جان سے اپنی جان کو زیادہ نہ چاہیں۔

اس لیے آپ سرایا میں لشکر اسلام کے ساتھ بایں خیال میں تشریف نہ لے جایا کرتے تھے کہ اگر میں ہر فوج کے ہمراہ جاؤں تو مسلمانوں کی ایک جماعت پیچھے رہ جائے گی۔ کیونکہ میرے پاس اس قدر گھوڑے اونٹ نہیں کہ سب کو سوار کر

(1) صحیح مسلم۔ کتاب صلوٰۃ الاستغفار۔
(2) مشکوٰۃ بحوالہ مسلم کتاب الامارۃ والقضاء۔

Marfat.com

کے ساتھ لے جاؤں۔ اور نہ ان میں استطاعت ہے کہ سوار ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ اس طرح پیچھے رہ جانے والے گنہگار اور ناخوش و شکستہ دل ہوں گے۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ عز و جل کا قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ الایہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تلاوت فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر یوں دُعا کی اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ (خدا میری امت میری امت) اور رو پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ (حالانکہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہے) ان سے رونے کا سبب دریافت کرو۔ حضرت جبرئیلؑ نے حاضر خدمت ہو کر رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے بتا دیا (حالانکہ خدا) کو خوب معلوم ہے کو خوب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اے جبرئیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ اور ان سے کہہ دو کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اور غمگین نہ کریں گے۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے، کہ جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔ کہ جو مومن مر جائے اور مال چھوڑ جائے۔ تو وہ اس کے وارثوں کو خواہ کوئی ہوں ملنا چاہیے۔ اور جو مومن قرض یا (محتاج) عیال چھوڑ جائے۔ تو چاہیے کہ قرض خواہ یا عیال میرے پاس آئے۔ کیونکہ میں (3) اس کا ولی و کفیل ہوں۔

آنحضرت ﷺ نے تین رات نماز تراویح اپنے اصحاب کرام کو پڑھائی۔ چوتھی رات صحابہ کرام بکثرت مسجد میں جمع ہوئے اور انتظار کرتے رہے۔ حضور ﷺ تشریف نہ لائے۔ صبح کی نماز کے بعد آپ نے تقریر فرمائی۔ (4)

﴿ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا۔ ﴾

اما بعد! تمہارا مسجد میں جمع ہونا مجھ پر پوشیدہ نہ تھا۔ لیکن میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز آ جاؤ۔ (5)

نماز تراویح کی طرح بعضے اور افعال کو آپ نے صرف اس ڈر سے ترک کر دیا کہ کہیں اُمت پر فرض نہ ہو جائیں۔ ہر نماز کے لیے مسواک کا ترک کرنا۔ تاخیر عشاء کا ترک کرنا اور صوم وصال سے منع فرمانا اسی قبیل سے ہیں۔ یہ آپ کی شفقت ہی کا باعث تھا کہ دین و دنیا میں اُمت کے لیے تخفیف و آسانی ہی مدنظر رہی۔ چنانچہ جب آپ کو دو امروں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے۔ بشرطیکہ وہ آسان موجب گناہ نہ ہوتا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو آپ سب سے

(1) صحیح مسلم۔ باب فضل الجہاد۔

(2) صحیح مسلم۔ باب دعاء النبی ﷺ۔

(3) صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض ۔ باب الصلوٰۃ عن من ترک الدنیا ۔

(4) صحیح بخاری۔ کتاب الجمعۃ ۔ باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء اما بعد ۔

(5) صحیح بخاری۔ باب قول النبی ﷺ۔

Marfat.com

بڑھ کر اس سے دور رہنے والے تھے۔[1]

شب معراج میں پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ بارگاہِ رب العزت سے واپس آتے ہوئے جب آپ آسمان ششم میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر روز پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کی اُمت ہر روز پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی۔ آپ اپنی امت سے بوجھ ہلکا کرائیں۔ چنانچہ آپ درگاہِ رب العزت میں بار بار حاضر ہو کر تخفیف کراتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں۔ اور آپ اس پر راضی ہو گئے۔ (صحیحین)

جب شب معراج میں حضور مقام قاب قوسین میں پہنچے تو باری تعالیٰ کی طرف سے آپ پر یوں سلام پیش ہوا۔

﴿ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ ۔ ﴾

اے نبی! تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔ اس کے جواب میں آپ نے عرض کیا:

﴿ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۔ ﴾

سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اس جواب میں حضور نے عباد صالحین کو الگ ذکر کر کے گنہگاران اُمت کو غایت کرم سے، سلام میں اپنے ساتھ شامل رکھا۔ اور اسی واسطے صیغہء جمع (علینا) استعمال فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا حال اور میری اُمت کا حال اس شخص کی مثل ہے۔ جس نے آگ روشن کی۔ پس ٹڈیاں اور پروانے اس میں گرنے لگے۔ اور وہ ان کو آگ سے ہٹاتا تھا۔ سو میں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے والا ہوں۔ اور تم میرے ہاتھ سے چھوٹتے ہو۔[2] (اور آگ میں گرنا چاہتے ہو)۔

قیامت کے دن لوگ بغرض شفاعت یکے بعد دیگر انبیائے کرام علیہم اسلام کے پاس جائیں گے۔ مگر وہ سب عذر پیش کریں گے۔ آخر کار حضور شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ حمد وثناء کے بعد سجدے میں گر پڑیں گے۔ باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا کہ سر سجدے سے اٹھایئے۔ جو کچھ مانگیں، دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے۔ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس وقت آپ یوں عرض کریں گے۔ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ اے میرے پروردگار! میری امت میری اُمت (صحیحین) اب عالم برزخ میں ہر روز آپ پر اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اچھے عملوں کو دیکھ کر آپ خدا کا شکر اور برے عملوں کو دیکھ کر مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔

کافروں پر رحمت:

پہلی اُمتوں میں نافرمانی پر عذاب الٰہی ہوتا تھا مگر حضور ﷺ کے وجود باوجود کی برکت سے کفار عذاب دنیوی سے محفوظ رہے۔

---

(1) صحیح بخاری۔ باب قول النبی ﷺ سیروا ولا تعسروا

(2) صحیح مسلم۔ باب شفقۃ النبی ﷺ علی امتہ۔

Marfat.com

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ﴾ (انفال۔ ع ۴)

اور خدا ان کو عذاب نہ کرے گا جب تک تو ان میں ہے۔

بلکہ عذاب استیصال کفار سے تا قیامت مرفوع ہے۔

ایک دفعہ صحابہء کرام نے عرض کیا یا رسول! آپ مشرکین پر بددعا کریں آپ نے فرمایا ''میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (1)

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کو رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ دوس میں دعوت اسلام کے لیے بھیجا تھا۔ انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یوں عرض کیا (2)۔ ''قبیلہء دوس ہلاک ہو گیا۔ کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ آپ اُن پر بددعا کریں۔'' لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ بددعا کرنے لگے ہیں۔ مگر آپ نے یُوں دُعا فرمائی: (3)

﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيْفًا﴾

خدایا! ثقیف کو ہدایت دے۔

جنگ اُحد میں دانت مبارک شہید ہو گیا تھا اور چہرہ مبارک آلودہ تھا۔ مگر زبان مبارک پر یہ لفظ تھے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔﴾

خدایا! میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ جب قریش نے از روئے تعصب و عناد ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے یوں دُعا کی۔ ''یا اللہ! ان حضرات پر یوسف کے ساتھ سالوں کی طرح سات سال قحط لا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ قریش نے ہڈیاں اور مردار کھائے۔ اس حالت میں ابوسفیان نے حاضر خدمت ہو کر یوں عرض کیا۔ ''یا محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو گئی۔ اللہ سے دعا کیجئے۔ کہ ان کی مصیبت دور ہو جائے۔'' پس حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے دعا فرمائی اور مصیبت دور ہو گئی۔ (4)

حضرت ثمامہ بن آثال یمامی کے ایمان لانے کا قصہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ اسلام لا کر آنحضرت ﷺ کی اجازت سے عمرہ کے لیے مکہ میں آئے۔ مشرکین میں سے کسی نے ان سے کہا کہ تم ہمارے دین سے برگشتہ ہو گئے۔ ثمامہ نے کہا کہ میں نے دین محمدی جو خیر الادیان ہے اختیار کر لیا ہے۔ ''خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر غلہ کا ایک دانہ تم تک نہ پہنچے گا۔'' (5) مکہ میں غلہ آنا بند ہو گئی۔ تو قریش میں کال پڑ گیا۔ انہوں نے تنگ آ کر صلہء رحم کا واسطہ دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ یہ بندش اٹھا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (6)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میری ماں میرے

---

(1) مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ ﷺ۔ (2) صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب قصۃ دوس۔

(3) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی باب مناقب قریش و ذکر القبائل۔ (4) صحیح بخاری۔ تفسیر سورۃ دخان۔

(5) صحیح بخاری۔ باب وفد بنی حنیفہ۔

(6) سیرت ابن ہشام۔ ام ثمامہ ابن اثال الحنفی و اسلامیہ۔

Marfat.com

پاس آئی۔ وہ مشرکہ تھی۔ میں نے حضورﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کچھ مانگتی ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟
حضورﷺ نے فرمایا۔ (1)

﴿ نَعَمْ صِلِيْ اُمَّكِ ﴾

ہاں۔ تو اپنی ماں سے صلہ رحم کر۔

آنحضرتﷺ کا سلوک منافقین کے ساتھ قابل غور ہے۔ یہ لوگ سامنے تو چاپلوسی کیا کرتے تھے۔ مگر پیٹھ پیچھے حضورﷺ کو اذیت دیا کرتے تھے۔ باوجود علم کے آپ ان کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔ ان کے لیے استغفار فرماتے۔ اور ان کے جنازے کی نماز پڑھ کر ادا کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔

عورتوں پر شفقت ورحمت:

اسلام سے پہلے یہ صنف نازک قعر مذلت میں گری ہوئی اور مردوں کے استبداد کا تختہ مشق بنی ہوئی تھی۔ عرب میں ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ حضرت غیلان ثقفی ایمان لائے۔ تو ان کے تحت میں دس عورتیں تھیں۔ جب کوئی شخص مر جاتا۔ تو اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو وراثت میں پاتا۔ وہ خود اس سے شادی کر لیتا۔ یا اپنے بھائی یا قریبی کو شادی کے لیے دے دیتا۔ ورنہ نکاح ثانی سے منع کرتا۔ اسی طرح اور خرابیاں بھی تھیں۔ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ہندوستان میں کثرتِ ازدواج اور نیوگ کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ شوہر مر جاتا۔ تو بیوہ نکاح ثانی نہ کر سکتی تھی۔ بلکہ اسے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ وہ شوہر کی چتا میں زندہ جل کر بھسم ہو جاتی۔ اور ستی کا پوتر لقب حاصل کرتی۔ طرفہ یہ کہ ایسا حکم صرف عورتوں ہی کے لیے تھا۔ شوہر عورت کی چتا میں جلتا۔

بعض ملکوں مثلاً تبت میں کثرت ازدواج کا عکس پایا جاتا تھا۔ اگر عورت ایک مرد سے شادی کرتی۔ تو وہ اس مرد کے دوسرے بھائیوں کی بھی زوجہ سمجھی جاتی تھی۔

مجوسیوں کے ہاں بیٹی اور ماں سے بھی نکاح جائز سمجھا جاتا تھا۔ مسیحی بیاض تعلیم میں عورت کی عزت واحترام کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کو اے عورت! کہتے ہیں (یوحنا باب 19 آیۃ 26) اور ستم یہ کہ شوہر عنین ہو۔ خصی ہو محبوب ہو۔ مجنون ہو یا سزا یافتہ حبس دوام ہو۔ ان حالات میں انجیل مقدس نے عورت کی رہائی کی کوئی صورت نہیں بتائی۔ مگر یہ کہ زنا جیسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے۔ (متی باب 5۔ آیہ 32)

جزیرہ پاپوا (نیوگنی) کے قدیم باشندوں کے حالات جواب معلوم کئے گئے ہیں۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ ان میں شوہر کو اپنی عورت پر پورا اختیار حاصل تھا وہ اپنے شوہر کا مال تھی۔ کیونکہ خاوند اس کے لیے ایک رقم ادا کرتا تھا۔ بعض حالات میں شوہر اس کو قتل کر سکتا تھا۔" (2)

دنیا کے کسی مذہب میں والدین یا شوہر کے ترکہ میں عورت کا کوئی حق نہ تھا۔ اور اب تک بھی اسلام کے سوا کسی مذہب

(1) بخاری۔ باب الہدیۃ للمشرکین۔

(2) نیلسن کی انسائیکلوپیڈیا تحت لفظ Women۔

Marfat.com

نے عورت کو ترکہ میں کسی کا حق دار نہیں ٹھہرایا۔

آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے اس ذلیل و مظلوم گروہ کی وہ حق رسی ہوئی۔ کہ دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ حضور ﷺ نے عورت کو عزت واحترام کے دربار میں مردوں کے برابر جگہ دی۔ اور مذکور بالا مفاسد کا انسداد فرمادیا۔

اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ جیسا کہ اُوپر بیان ہوا۔ اسلام نے اسے بصورت ضرورت چار تک محدود کر دیا۔ اور چار کو بھی شرطِ عدل پر معلق رکھا۔ بصورت فقدان عدل صرف ایک پر مقصود کر دیا۔ مرد عورت پر حاکم ہے۔ اس لیے رعیت کا تعدد ایک حد تک جائز رکھا گیا۔ مگر حاکم کا تعدد جائز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ایک عورت کے متعدد شوہر نہیں ہوسکتے۔ قرآن مجید میں محرمات کی تفصیل موجود ہے۔ جن میں ماں اور بیٹی داخل ہیں۔ خودکشی خواہ کسی طرح ہو منع ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔ ﴾ (نساء۔ ع ۱۵)

اور نہ مار ڈالو اپنے آپ کو۔

حسنِ معاشرت کی تاکید:

باری تعالیٰ عزاسمہٗ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْ هُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ ﴾ (نساء۔ع ۳)

عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو۔

اگر عورت سرکشی اختیار کرے۔ تو مرد کو اسے قتل کرنے کا اختیار نہیں۔ بلکہ پہلے اسے سمجھائے۔ نہ سمجھے تو گھر میں اس سے جدا سوئے۔ پھر آخر درجہ مارے بھی تو نہ ایسا کہ ضرب شدید پہنچے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

﴿ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَ هُنَّ فَعِظُوْ هُنَّ وَ اهْجُرُوْ هُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْ هُنَّ ﴾

(نساء۔ ع ۶)

اور جن عورتوں کی سرکشی کا تم کو ڈر ہو تم ان کو نصیحت کرو۔ اور خواب گاہ میں ان کو جدا کرو اور ان کو مارو۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ خَيْرُ كُمْ خَيْرُ كُمْ لِاَ هْلِهٖ وَ اَنَا خَيْرُ كُمْ لِاَ هْلِیْ۔ ﴾ (ترمذی ودارمی وابن ماجہ)

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے سب سے اچھا ہو۔ اور میں اپنے اہل کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔

حضور ﷺ مردوں کو عورتوں کی کج خلقی پر صبر کی وصیت یوں فرماتے ہیں۔

﴿ اِسْتَوْ صُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْ صُوْا بِالنِّسَآءِ۔

بخاری باب خلق آدم وذریتہ۔ (بقرہ۔ ع ۳۸)

میں جو تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں۔ تم میری وصیت کو قبول کرو۔ کیونکہ عورت استخوان

Marfat.com

پہلو سے پیدا کی گئی ہے۔اور استخوان پہلو میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کا حصہ بالائی ہے۔اگر تم اسی استخوان کو سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے۔اور اگر ایسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی۔پس تم عورتوں کے بارے میں میری وصیت کو قبول کرو۔

عورتوں پر آنحضرت ﷺ کی شفقت اس قدر تھی۔کہ اگر آپ نماز کی حالت میں کسی بچہ کی آواز سنتے تو اس کی ماں کی مشقت کے خیال سے نماز میں تخفیف فرماتے (بخاری باب الایجاز فی الصلوٰۃ والمالہا)

آنحضرت ﷺ کے ایک سیاہ فام غلام انجشہ نام تھے۔وہ اونٹوں کے آگے حُدی پڑھا کرتے تھے۔ایک دفعہ سفر میں ازواج مطہرات ؓ ساتھ تھیں اونٹ تیز چلنے لگے۔تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

﴿ ويحك يا انجشة رويدك بالقوارير ۔ ﴾ (بخاری کتاب الادب)

انجشہ! دیکھنا شیشوں کو آہستہ لے چل۔

حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق ؓ مکہ میں حضرت زبیر بن العوام کے نکاح میں آئیں۔حضرت زبیر کے پاس ایک گھوڑے اور ایک آبکش اونٹ کے سوا کوئی مال و مملوک نہ تھا۔اس لیے حضرت اسماء گھر کے کام کے علاوہ گھوڑے کے لیے گھاس لاتیں۔اور اونٹ کو کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر کھلاتیں۔چنانچہ آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں اس زمین سے جو رسول اللہ ﷺ نے (ہجرت کے بعد اموال بنی نضیر میں سے) حضرت زبیر کو عطا فرمائی تھی اور جو میرے مکان سے دو میل کے فاصلے پر تھی کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاد کر لایا کرتی تھی۔ایک روز میں آ رہی تھیں اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں اسی حالت میں میری نظر رسول اللہ ﷺ پر پڑی۔آپ کے ساتھ انصار کی ایک جماعت تھی آپ نے مجھے آواز دی۔اور اونٹ کو بٹھا دیا تاکہ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیں۔[1] میں مردوں کے ساتھ چلنے سے شرما گئی۔[2] آنحضرت ﷺ آگے تشریف لے گئے۔کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خادمہ میرے پاس بھیج دی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی۔اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو گویا غلامی سے آزاد کر دیا۔

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں حضرت اسماء کا بیان ہے کہ میں حضرت زبیر کے ہاں گھر کا کام کیا کرتی تھی۔ان کا ایک گھوڑا تھا۔جس کی نگہبانی میرے ذمہ تھی۔گھوڑے کی نگہبانی سے زیادہ سخت اور کوئی خدمت نہ تھی۔میں اس کے لیے گھاس لاتی۔اس کی خدمت و نگہبانی کرتی۔" کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس غلام آئے۔آپ نے ایک خادمہ حضرت اسماء کو عطا فرمائی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی۔ہر دو روایت میں وجہ تطبیق یوں ہے[3] کہ آنحضرت ﷺ نے وہ باندی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بھیج دی تاکہ وہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیں۔

---

(1) صحیح بخاری۔کتاب النکاح۔باب الغیرۃ۔

(2) صحیح مسلم باب جواز ادناف للواۃ الاجنبیہ اذا اعیت فی الطریق۔

(3) مشکوٰۃ۔ باب قصۃ حجۃ الوداع۔

Marfat.com

عورتوں کے حقوق:

اسلام میں از روئے قرآن وحدیث عورتوں کے حقوق ثابت ہیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ عزاسمہٗ کا ارشاد ہے۔

﴿ ولهنّ مثل الّذی علیهنّ بالمعروف ص وللرّ جال علیهنّ درجة ط ﴾ (البقرہ ع ۲۸)

اور عورتوں کا (مردوں پر) حق ہے جیسا کہ (مردوں کا) عورتوں پر ہے۔ ساتھ انصاف کے اور مردوں کو ان پر درجہ (فوقیت) ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں۔ جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ از دواجی زندگی میں تباہ نہ ہونے کی صورت میں اگر مرد کو طلاق کا حق ہے۔ تو دوسری طرف عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے۔

﴿ للرّ جال نصیب ممّا ترك الو الدان و الا قربون ص و للنّسآء نصیب ممّا ترك الو الدان و الا قربون ممّا قلّ منه اوْ كثُر ط نصیبا مّفروضاه ﴾ (النساء ع ۔ ۱)

مردوں کے لیے حصہ اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی تھوڑا ہو اس میں سے یا بہت ہو۔ حصہ ہے مقرر کیا ہوا۔

اس آیت کی رو سے عورتیں اپنے ماں باپ اور قرابتیوں کی وارث ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں یوں ارشاد فرمایا۔ (1)

﴿ فاتّقوا الله فی النّسآ ء فانّكم اخذ تموهنّ بامان الله۔ ﴾

پس عورتوں کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے ان کو عہد خدا کے ساتھ لیا ہے۔

ایک روز عورتوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ کے ہاں مردوں کا ہر روز ہجوم رہتا ہے۔ آپ ہمارے واسطے ایک خاص دن مقرر فرمائیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کے لیے ایک دن خاص کر دیا۔ وہ اس دن حاضر خدمت اقدس ہوتیں۔ آپ ان کو وعظ ونصیحت فرماتے۔ (2)

حقوق النساء کی تفصیل کے لیے مطولات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

یتامیٰ ومساکین وبیوگان پر شفقت ورحمت:

تیموں اور غریبوں پر آپ کی بڑی شفقت تھی۔ چنانچہ یتیم کی خبر گیری کرنے والے کا درجہ بتانے کے لیے آپ نے اپنی انگشت سبابہ ووسطیٰ کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا "میں اور یتیم کا متکفل خواہ یتیم اس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے ہو بہشت میں یوں ہوں گے۔"(3)

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص محض رضائے خدا کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اس کے لیے ہر بال کے مقابلہ میں جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے۔ نیکیاں ہیں۔ اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے

(1) مشکوٰۃ۔ باب قصۃ حجۃ الوداع۔

(2) بخاری۔ کتاب العلم۔ باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم۔

(3) مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری۔ باب الشفقة والرحمة على الخلق۔

Marfat.com

ساتھ (جو اس کی کفالت میں ہو) نیکی کرتا ہے۔ میں اور وہ بہشت میں ان دو انگلیوں (آپ نے سبابہ و وسطی کو ملا کر اشارہ فرمایا) کی مانند ہوں گے۔ (1) ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرا دل سخت ہے۔

بچوں پر شفقت و رحمت:

آنحضرت ﷺ بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ بچے آپ کی خدمت میں بغرض دعا و تحنیک لائے جاتے تھے۔ ایک روز ام قیس بنت محصن اپنے شیر خوار بچہ کو خدمت اقدس میں لائی۔ آپ نے اس بچہ کو اپنے گود میں بٹھا لیا۔ اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس پر پانی بہا دیا (2) اور کچھ نہ کہا۔

آپ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے تھے۔ ایک روز آپ حضرت حسنؓ بن علی کو چوم رہے تھے۔ اقرع بن حابس تمیمی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ دیکھ کر کہنے لگے کہ میرے دس لڑکے ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی کو نہیں چوما۔ آپ نے فرمایا "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

ایک بدو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ تم بچوں کو چومتے ہو۔ ہم نہیں چومتے۔ آپ نے فرمایا "جب اللہ تمہارے دل سے رحمت نکال لے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" (3)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سمرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ظہر پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ دولت خانہ کو تشریف لے گئے۔ میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں بچے ملے۔ آپ نے ہر ایک کے رخساروں پر دست شفقت پھیرا۔ اور میرے رخساروں پر بھی پھیرا۔ میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ مبارک عطار کے صندوقچہ میں سے نکالا تھا۔ (4)

جب آپ کا گذر بچوں پر ہوتا تو ان کو سلام کیا کرتے تھے۔ (5)

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ کسی سفر سے تشریف لاتے تو آپ کے اہل بیت کے بچے خدمت شریف میں لائے جاتے۔ ایک دفعہ آپ کسی سفر سے تشریف لائے تو پہلے مجھے خدمت شریف میں لے گئے۔ آپ نے مجھے اپنے آگے سوار کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے [illegible] سے ایک لائے گئے۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اس طرح تینوں ایک سواری پر داخل مدینہ ہوئے۔ [illegible]

فتح مکہ کے دن جب آپ مکہ میں تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادوں [illegible] سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیا۔ (7)

---

(1) مشکوۃ۔ بحوالہ احمد و ترمذی۔ باب الشفقة۔
(2) صحیح بخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب بول الصبیان۔
(3) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب رحمة الولد وتقبیله۔
(4) صحیح مسلم۔ طیب ریحہ ﷺ۔
(5) صحیح بخاری۔ کتاب الاستئذان۔ باب التسلیم علی الصبیان۔
(6) مشکوہ بحوالہ مسلم۔ باب آداب السفر۔
(7) صحیح بخاری۔ باب الثلثة علی الدابة۔

Marfat.com

حضرت ابورافع بن عمرو غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا بیان کرتے ہیں۔ کہ میں لڑکپن میں انصار کے نخلستان میں جاتا۔ اور درختوں پر ڈھیلے مارتا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے پوچھا لڑکے! تو درختوں پر ڈھیلے نہ مار، میں نے کہا کھجوریں کھانے کے لیے فرمایا کھجوریں جو نیچے گری ہوں کھا لیا کرو۔ پھر آپ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور یوں دعا فرمائی "خدایا! اس کا پیٹ بھر دے۔" (1)

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ فصل کا کوئی پھل پکتا تو لوگ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا کرتے۔ آپ اس پر یہ دعا پڑھا کرتے۔ "خدایا ہمیں اپنے مدینہ میں اور اپنے پھل میں اور اپنے مُد میں اور اپنے صاع میں برکت دے" اس دعا کے بعد بچے جو حاضر خدمت ہوا کرتے ان میں سے سب سے چھوٹے کو وہ پھل عنایت فرماتے۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں۔ اس نے مجھ سے کچھ مانگا۔ اس وقت میرے پاس صرف ایک کھجور تھی۔ میں نے وہی اسے دے دی۔ اس نے دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی۔ پھر وہ چلی گئی۔ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو میں نے یہ قصہ آپ سے عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا "جس شخص کے ہاں لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش اچھی کرے۔ تو وہ آتش دوزخ اور اس کے درمیان حائل ہو جائیں گی۔ (3)

اُم خالد بنت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرشیہ امویہ کے والدین ہجرت کر کے حبشہ میں چلے گئے تھے۔ یہ وہیں پیدا ہوئیں۔ اور لڑکپن میں وہاں سے مدینہ آ گئیں۔ حضرت زبیر بن العوام کے ساتھ بیاہی گئیں۔ جن سے ایک لڑکا خالد نام پیدا ہوا۔ اس سبب سے ان کی کنیت اُم خالد ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ ایک روز میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ زرد رنگ کا کرتہ میرے بدن پر تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا سنہ سنہ (حبشی زبان میں حسنہ کو کہتے ہیں) میں خاتم نبوت سے کھیلنے لگی۔ میرے باپ نے مجھے جھڑک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھیلنے دو۔ پھر تین بار فرمایا۔ تو اُس کو پہن کر پرانا کرے۔ (4)

اُم خالد ہی بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت کے پاس کپڑے آئے۔ ان میں سے ایک سیاہ چادر تھی۔ جس میں دونوں طرف آنچل تھے۔ آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ چادر کس کو اوڑھاؤں؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا اُم خالد کو لاؤ۔ مجھے لے گئے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ چادر مجھے اوڑھائی۔ اور دو دفعہ فرمایا "تو اسے پہن کر پرانی کرے۔" آپ چادر کی بُوٹیاں دیکھ رہے تھے۔ اور ہاتھ مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے "ام خالد! یہ سنہ ہے۔ ام خالد یہ سنہ ہے۔" سنہ حبشی زبان میں حسن (اچھے) کو کہتے ہیں۔ (5)

---

(1) ابوداؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب من قال انه یأکل مماسقط۔

(2) صحیح مسلم۔ باب فضل المدینۃ۔

(3) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب رحمۃ الولد وتقبیلہ۔

(4) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب من ترك صبية غيره حتّٰى تلعب به۔

(5) صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب مایدعی لمن لبس ثوبا جدیداً۔

Marfat.com

غزوات میں آنحضرت ﷺ کی ہدایت تھی کہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا۔ آپ کا وجود مسعود لڑکیوں کے لیے خصوصیت سے رحمت تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بعضے عرب افلاس کے ڈر سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ہم اہل جاہلیت و بت پرست تھے۔ اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ میرے ہاں ایک لڑکی تھی۔ میں نے اسے بلایا وہ خوشی خوشی میرے پیچھے ہوئی۔ جب میں نزدیک ہی اپنے اہل کے ایک کنوئیں پر پہنچا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں گرا دیا۔ وہ ابا ابا کہتی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ قصہ مجھے پھر سناؤ۔ اس شخص نے دہرایا۔ تو آپ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ (1)

عرب کی طرح ہند میں بھی دختر کشی پائی جاتی تھی۔ رومۃ الکبریٰ میں بچہ کشی کی رسم زمانہ قدیم سے جاری تھی۔ چنانچہ ایڈورڈ گبن صاحب اپنی تاریخ میں یوں رقمطراز ہے:

"اپنے نئے پیدا ہوئے بچوں کو باہر پھینک آنے یا قتل کرنے کی خوفناک رسم جس سے قدماء خوب آشنا تھے۔ رومۃ الکبریٰ کے صوبہ جات بالخصوص اطالیہ میں روز بروز کثیر الوقوع ہوتی جاتی تھی۔ اس کا باعث افلاس تھا۔ اور افلاس کے بڑے اسباب ٹیکسوں کا نا قابل برداشت بوجھ اور مفلس مدیونوں کے خلاف محکمہ مال کے افسروں کے تکلیف دہ اور بے درد مقدمات تھے۔ نوع انسان کے کم مالدار یا کم محنت کش حصہ نے عیال میں اضافہ کی خوشی منانے کی بجائے۔ مشقت پدری کا مقتضا یہ سمجھا تھا۔ کہ اپنے بچوں کو ایسی زندگی کی آنے والی تکلیفوں سے چھڑا دیا جائے جسے وہ خود بنا ہنے کے قابل نہ تھے۔ قسطنطین (متوفی 22 مئی 337ء) کی مروت شاید مایوسی کے بعض تازہ غیر معمولی واقعات سے حرکت میں آئی کہ اس نے پہلے اطالیہ پھر افریقہ کے تمام شہروں کی طرف ایک فرمان بھیجا۔ جس میں ہدایت تھی کہ والدین اپنے ایسے بچے مجسٹریٹوں کی عدالتوں میں پیش کیا کریں۔ جن کو ان کا افلاس تعلیم دلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ان کو فوری و کافی امداد دی جائے گی۔ لیکن یہ وعدہ ایسا ضیافیانہ اور یہ بندوبست ایسا بے سروپا تھا۔ کہ اس پر کوئی عام یا دائمی فائدہ مترتب نہ ہوا۔ یہ قانون اگرچہ کسی قدر قابل تحسین تھا۔ مگر افلاس عامہ کو کم کرنے کی بجائے۔ یہ افلاس کے اظہار کا ذریعہ بنا۔ (2)

یہ رسم بد جس کا انسداد کسی دنیوی قوت سے نہ ہو سکا۔ آنحضرت ﷺ کی برکت سے عرب بلکہ آہستہ آہستہ تمام دنیا سے اٹھ گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہٗ یوں ہوا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ﴾ (انعام ع ۱۹)

اور تم اپنے بچوں کو مفلسی کے ڈر سے ہلاک نہ کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔

﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝﴾ (تکویر)

اور جب زندہ درگور لڑکی پوچھی جائے گی کہ تو کس گناہ کے بدلے ہلاک کی گئی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمادیا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ ۔﴾ (مشکوٰۃ۔ باب البر والصلۃ)

---

(1) مسند داری۔ صفحہ اول۔

(2) تنزل وزوال رومۃ الکبریٰ۔ جلد اول باب 14

Marfat.com

اللہ نے تم پر حرام فرما دیا ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا۔

عورتیں جن چیزوں پر آنحضرت ﷺ سے بیعت کیا کرتی تھیں۔ان میں سے ایک یہ تھی۔

﴿ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ ﴾ (ممتحنہ : ع ۲)

وہ اپنے بچوں کو ہلاک نہ کیا کریں گی۔

غلاموں پر شفقت و رحمت:

آنحضرت ﷺ نے غلاموں کے آزاد کرنے کو موجب نجات فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

''جو کوئی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے۔ اس غلام کے ہر عضو کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ (1) '' علاوہ ازیں کفارات میں جا بجا غلام آزاد کرنا واجب رکھا گیا ہے۔

اسلام میں غلاموں کے حقوق کا خاص لحاظ ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں تمہارے غلاموں میں جو تمہارے موافق ہو۔ اسے کھلاؤ اس میں سے جو تم کھاتے ہو اور پہناؤ اس میں سے جو تم پہنتے ہو۔ اور ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اسے بیچ دو۔ اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔ (2)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ کہ میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی ''ابو مسعود! جان لو کہ تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے۔ اس سے زیادہ خدا کو تم پر اختیار ہے۔'' میں نے مڑ کر جو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اس کو رضائے خدا کے لیے آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا دیکھو! اگر تم ایسا نہ کرتے۔ تو دوزخ کی آگ تم کو جلاتی۔''(3)

''حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عجمی غلام کو برا بھلا کہا۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کر دی۔ آپ نے فرمایا ''ابو ذر!

تم میں جاہلیت ہے۔ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اسے بیچ دو۔ اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔ (4)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ ''یا رسول اللہ! ہم خادم کو کتنی بار معاف کر دیا کریں۔'' آپ خاموش رہے۔ اس نے دوسری بار دریافت کیا۔ پھر بھی آپ خاموش رہے۔ تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا۔ کہ ہر روز ستر بار معاف کر دیا کرو۔ (5)

آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے غلام کے منہ پر تھپڑ مارے اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے۔

(1) مشکوٰۃ۔ کتاب العتق۔ (2) مشکوٰۃ بحوالہ احمد و ابوداؤد۔ باب النفقات وحق المملوک۔

(3) مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ باب النفقات وحق المملوک۔

(4) ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی حق المملوک۔

(5) ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی حق المملوک۔

Marfat.com

حضرت سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مقرن بیان کرتے ہیں کہ ہم سات بھائی تھے۔ ہمارے ہاں صرف ایک خادمہ تھی۔ ہم میں سے ایک نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا کہ خادمہ کو آزاد کر دو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں صرف یہی ایک خادمہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ خدمت کرتی رہے۔ یہاں تک کہ بے نیاز ہو جائیں۔ جب ضرورت نہ رہے تو اسے آزاد کر دیں۔ (1)

آنحضرت ﷺ کو غلاموں کی بہبودی کا اس قدر خیال تھا کہ جب وفات شریف کا وقت عین قریب آپہنچا۔ تو آپ یوں وصیت فرما رہے تھے۔

﴿ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم ﴾

نماز اور غلام۔

چوپایوں پر شفقت ورحمت:

انسان درکنار چوپایوں پر بھی آنحضرت ﷺ کی شفقت تھی۔ ایک روز آپ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک اونٹ ہے۔ جب اس اونٹ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ اس کے پاس آئے۔ اور اس کے پس گوش پر ہاتھ پھیرا۔ وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے عرض کیا کہ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے۔ خدا سے نہیں ڈرتا؟ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔ اور کثرت سے تکلیف دیتا ہے۔ (2)

ایک روز رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک اونٹ پر ہوا۔ جس کی پیٹھ (بھوک اور پیاس کے سبب سے) پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا:

"ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم ان پر سوار ہو در آنحالیکہ لائق (سواری کے) ہوں۔ اور ان کو چھوڑ دو آنحالیکہ لائق ہوں۔" (3)

ایک دفعہ ایک گدھے پر آپ کا گزر ہوا۔ جس کے چہرے پر داغ دیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"لعنت کرے اللہ اس شخص کو جس نے اسے داغ دیا ہے۔" (4)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔ "تم اپنے چوپایوں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے تابع کیا ہے۔ تاکہ وہ تم کو ایسے شہروں میں پہنچا دیں۔ جہاں تم بغیر مشقت جان نہ پہنچتے اور تمہارے واسطے زمین بنائی۔ پس اس پر اپنی حاجتیں پوری کرو۔ (5)

---

(1) تیسیر الوصول الی جامع الاصو (2) مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد۔ باب النفقات وحق المملوک۔

(3) مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ کتاب الصید والذبائح۔

(4) مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد۔ باب آداب السفر۔

(5) صحیح مسلم۔ باب مراعات مصلحۃ الدواب فی الیسر۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے آداب سفر میں فرمایا ہے کہ جب فراخ سالی ہو اور گھاس بکثرت ہو۔ تو تم سفر میں دن کو کسی وقت اونٹوں کو چھوڑ دیا کرو۔ تاکہ وہ چرلیں۔ اور جب قحط سالی ہو تو ان کو تیز چلاؤ۔ تاکہ وہ اچھی حالت میں منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ بصورت تاخیر وہ بھوک کے مارے کمزور ہو کر راستے ہی میں رہ جائیں۔ اور جب تم آخر شب میں کسی جگہ اترو۔ تو راستہ چھوڑ کر ڈیرہ ڈالو۔ کیونکہ رات کے وقت چوپائے اور حشرات الارض راستوں میں پھرا کرتے ہیں۔ (1) اور کھانے کی گری پڑی چیزیں اور ہڈیوں وغیرہ جو راستے میں ہوں کھایا کرتے ہیں۔

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ اونٹوں کی کوہان اور بھیڑ بکری کی سرین کا گوشت (کھانے کے لیے) کاٹ لیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو گوشت کسی زندہ چوپائے سے کاٹا جائے وہ مردار ہے۔ کھانا نہ چاہیے۔ (2)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی جسے اس نے باندھ رکھا اور کھانا نہ کھلایا۔ اور نہ چھوڑا تاکہ حشرات الارض کو کھاتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص راستے میں چل رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی ایک کنواں نظر پڑا۔ تو اس میں اتر کر اس نے پانی پیا۔ پھر نکل آیا۔ ناگاہ اس نے ایک کتا دیکھا۔ جو پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے تھا۔ اور مٹی کھا رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس کتے کو پیاس سے ویسی ہی تکلیف ہے۔ جیسی مجھے تھی اس لیے وہ کنوئیں میں اترا۔ اور اپنا موزہ پانی سے بھرا۔ پھر اسے اپنے منہ سے پکڑا یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا۔ اور کتے کو پانی پلایا۔ خدا نے اس کی قدر دانی کی۔ اور اسے بخش دیا۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا چوپایوں میں ہمارے واسطے کچھ اجر ہے؟

آپ نے فرمایا کہ ہر ذی روح میں اجر ہے۔ (3)

آنحضرت ﷺ کی شفقت عامہ کا مقتضاء تھا کہ آپ نے چوپایوں کو باہم لڑانے۔ (4) کسی جانور کو نشانہ (5) بنانے۔ کسی چوپائے یا جانور کو ہلاک کرنے کے لیے جس (6) کرنے اور حیوان کو مثلہ (7) بنانے سے منع فرمادیا۔

پرندوں اور حشرات الارض پر شفقت و رحمت:

حضرت عبدالرحمٰن کے والد عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک پرندہ (زورک) کو دیکھا۔ جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ زورک آئی اور اترنے کے لیے بازو پھیلانے لگی۔ اتنے میں نبی ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے

---

(1) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ترمذی وابوداؤد۔ کتاب ایصد والذبائح۔
(2) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ترمذی وابوداؤد، کتاب الصید والذبائح۔
(3) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی وابوداؤد۔ باب ذکر الکلب۔
(4) مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم۔ کتاب الصید والذبائح۔
(5) مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ کتاب الصید والذبائح۔
(6) مرقات۔ بحوالہ احمد وشیخین ونسائی۔ کتاب الصید والذبائح۔
(7) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ابوداؤد۔ باب قتل اہل الردۃ۔

Marfat.com

فرمایا ''اس کے بچوں کو پکڑ کر اسے کس نے دکھ دیا ہے۔ اس کے بچے اسے واپس دے دو۔'' پھر آپ نے ایک چیونٹیوں کا گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے جلایا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ''جائز نہیں کہ خدا کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب دے۔ (1)

ایک روز حضرت عثمان بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پسو پکڑ کر آگ میں ڈال دیا۔ اس پر حضرت اُم درداء نے کہا میں نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''آگ کے مالک (خدا) کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب نہ دے۔''(2)

عامر تیرانداز سے روایت ہے کہ ہم نبی کی خدمت میں تھے۔ ناگاہ ایک شخص آیا۔ جس پر کمبل تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ جس پر اس نے کمبل لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! درختوں کے جنگل میں میرا گزر ہوا۔ میں نے اس میں ایک پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے ان کو پکڑ لیا۔ اور اپنے کمبل میں رکھ لیا۔ ان کی ماں آئی۔ اور میرے سر پر منڈلانے لگی۔ میں نے کمبل کو بچوں پر سے دور کر دیا۔ وہ ان پر گر پڑی۔ میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا۔ اور وہ یہ میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو رکھ دے۔ میں نے ان کو رکھ دیا۔ مگر ان کی ماں نے ان کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم بچوں پر ماں کے رحم کرنے پر تعجب کرتے ہو۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ تحقیق اللہ اپنے بندوں پر ان بچوں کی ماں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ تو ان کو واپس لے جا اور ان کو ماں سمیت وہیں رکھ دے۔ جہاں سے انہیں پکڑا ہے۔ پس وہ ان کو واپس لے گیا۔ (3)

نباتات و جمادات پر رحمت:

آنحضرت ﷺ کی رحمت سے جمادات و نباتات کو بھی حصہ ملا ہے۔ آپ کی بعثت سے زمین شرک و کفر کی نجاست سے پاک ہوئی۔ اور نور ایمان چاروں طرف پھیل گیا۔ مسجدیں تعمیر ہونے لگیں۔ اور اذان میں اللہ اور اس کے رسول کا نام پکارا جانے لگا۔ آپ کے تولد ہونے کے بعد آسمان پر شیاطین کا جانا بند ہو گیا۔

جب امساک باراں ہوتا تو لوگ حضور کا وسیلہ پکڑ کر دعا کیا کرتے اور وہ مستجاب ہو جاتی۔ یا حضور خود دعا فرمایا کرتے اور باران رحمت نازل ہوتا۔ جس سے مردہ زمین پھر زندہ ہو جاتی اور نباتات اُگتے۔

غرض آنحضرت ﷺ کی رحمت سے دونوں عالم کو حصہ پہنچا ہے۔ انسان کے علاوہ جنات بھی آپ کی دعوت پر دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ فرشتے آپ پر درود بھیجنے کے سبب سے مورد رحمت الٰہی بنے رہتے ہیں۔ کیونکہ حدیث مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔''

---

(1) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ابوداؤد۔ باب قتل اہل الردۃ۔

(2) مرقات۔ بحوالہ مسند بزار۔ جزء رابع ص 236۔

(3) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ابوداؤد۔

Marfat.com

تواضع وانکساری:

باوجود علو مرتبت کے آنحضرت ﷺ سب سے بڑھ کر متواضع تھے۔آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ بارگاہ الٰہی سے ایک فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ آپ کا پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو پیغمبری کے ساتھ بندگی وفقر اختیار کریں۔اور اگر چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہت اور امیری لے لیں۔آپ نے پیغمبری کے ساتھ بندگی کو پسند فرمایا۔اس کے بعد حضور انور تکیہ لگا کر کھانا نہ کھاتے اور فرماتے ''میں کھانا کھاتا ہوں جیسے بندہ کھایا کرتا ہے۔اور بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھا کرتا ہے۔(1)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصا پر ٹیک لگائے نکلے۔ہم آپ کے لیے کھڑے ہو گئے۔آپ نے فرمایا کہ تم کھڑے مت ہو جیسا کہ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی نے ایک دوسرے کو دشنام دی۔مسلمان نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے ایک تھپڑ مارا۔یہودی جناب پیغمبر خدا ﷺ کے پاس گیا۔اور اپنا اور مسلمان کا حال بیان کیا۔آپ نے (مسلمان سے) فرمایا کہ تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔کیونکہ لوگ (قیامت کے دن) بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔ناگاہ موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔مجھے معلوم نہیں کہ وہ ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہوئے۔اور پھر ہوش میں آئے۔یا ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رہے۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا۔

یا خیر البریۃ اے بہترین خلق آپ نے فرمایا۔کہ خیر البریہ تو ابراہیم ہیں۔(4)

حضرت عبداللہ بن الشخیر بیان کرتے ہیں۔کہ میں بنو عامر کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ہم نے کہا آپ ہمارے آقا ہیں۔آپ نے فرمایا۔آقا خدا ہے۔پس ہم نے کہا کہ آپ فضل وکرم میں ہم سب سے افضل و اعظم ہیں۔آپ نے فرمایا تم یہ کہو یا اس سے بھی کم کہو، دیکھنا! شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے۔(5)

عدی بن حاتم طائی پہلے عیسائی تھے۔جو اپنی قوم کے سردار تھے اور غنیمت میں سے حسب قاعدہ جاہلیت چوتھا حصہ لیا کرتے تھے۔جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی۔تو وہ بھاگ کر ملک شام کو چلے گئے۔ان کی بہن پیچھے رہ گئی۔

---

(1) مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ۔باب فی اخلاقہ وشمائلہ (ﷺ)

(2) مشکوٰۃ۔کتاب الاداب۔باب القیام۔

(3) صحیح بخاری۔کتاب الانبیاء باب اذ قال موسیٰ لقومه ان الله یامر کم ان تذبحوا بقرة۔

(4) مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ باب المفاخرة والحصبية ۔

(5) مشکوٰۃ بحوالہ مسلم باب المفاخرة والعصبية ۔

Marfat.com

اور گرفتار ہو کر بارگاہ رسالت میں آئی۔ اس نے عرض کیا کہ آپ مجھ پر احسان کیجئے۔ خدا تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اسے خوراک و پوشاک اور سواری دے کر اس کی قوم کے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ فرما دیا وہ شام میں اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئی۔ عدی کو شک تھا کہ رسول اللہ ﷺ بادشاہ ہیں یا پیغمبر۔ بہن نے مشورہ دیا کہ تم خود حاضر خدمت ہو کر دیکھ آؤ۔ چنانچہ عدی یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں مدینہ پہنچا۔ تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے گھر لے چلے۔ ناگاہ ایک مسکین بڑھیا کسی حاجت کے لیے حاضر خدمت ہوئی۔ وہ کہنے لگی ٹھہریئے۔ چنانچہ آپ ٹھہر گئے اور وہ دیر تک کچھ عرض کرتی رہی یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر میں لے گئے۔ آپ نے ایک تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا۔ میری طرف پھینکا۔ اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا نہیں آپ اس پر تشریف رکھیے آپ نے فرمایا کہ تم ہی اس پر بیٹھو۔

چنانچہ حسب الارشاد میں اس پر بیٹھ گیا۔ اور آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بادشاہ کا یہ حال نہیں ہوا کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا عدی بن حاتم! کیا تم رکوسی (1) نہیں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کیا تم غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کیا۔ کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے دین میں جائز نہیں۔ میں اس سے پہچان گیا کہ آپ پیغمبر مرسل ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ عدی! شاید تم اس لیے دین اسلام میں داخل نہیں ہوتے کہ مسلمان غریب اور تعداد میں تھوڑے ہیں۔ اور ان کے دشمن بہت اور صاحب ملک و سلطنت ہیں۔ مگر عنقریب مسلمانوں میں مال کی کثرت ہو گی کہ کوئی صدقہ لینے والا نہ ملے گا۔ اور تم عنقریب سن لو گے کہ ایک عورت اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کا حج کیا کرے گی۔ اور اسے کسی کا ڈر نہ ہو گا۔ اور تم عنقریب سرزمین بابل میں سفید محلات پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبر سن لو گے۔ یہ سن کر میں اسلام لایا۔

حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ان تین پیشگوئیوں میں سے دوسری اور تیسری پوری ہو چکی ہے۔ او رپہلی پوری ہو کر رہے گی۔ (2)

آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کو مدح میں مبالغہ کرنے سے روکتے اور فرماتے "میری مدح میں تم مبالغہ نہ کرو۔ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کی مدح میں کیا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو۔ (3)

آپ اپنے اہل خانہ و خدام اور اصحاب سے نہایت تواضع سے پیش آیا کرتے۔ اپنے دولت خانہ میں اہل خانہ کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔ آپ نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا۔ خواہش ہوتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ حضرت انس نے دس سال تک آپ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں آپ نے کبھی ان کو اُف نہ کہا۔ اور نہ یوں فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا۔ (4)

---

(1) رکوسیہ گروہے است میان ترسایاں و صائبین۔

(2) سیرت ابن ہشام امر عدی بن حاتم۔

(3) مشکوٰۃ۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ۔

(4) صحیح بخاری۔ کتاب الآداب۔ باب حسن الخلق۔

Marfat.com

جب آپ نمازِ فجر (1) سے فارغ ہوتے تو اہلِ مدینہ کے خادم پانی کے برتن لے کر حاضر ہوتے۔ آپ ان میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔ تاکہ ان کو شفاء اور برکت ہو۔ آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلتے۔ اور ان کی حاجت برآری فرماتے۔

اہل (2) مدینہ کی لونڈیاں آپ کا ہاتھ مبارک پکڑتیں۔ اور اپنے کاموں کے لیے جہاں چاہتیں لے جاتیں۔

آپ بیماریوں کی عیادت فرماتے۔ جنازے کے پیچھے چلتے۔ غلاموں کی دعوت قبول فرماتے۔ دراز گوش پر سوار ہوتے۔ اور اپنے پیچھے اوروں کو بٹھا لیتے۔ چنانچہ بنی قریظہ کی لڑائی کے دن آپ دراز گوش پر سوار تھے۔ جس کی مہار اور پالان پوست کا تھا۔ (3) حجۃ الوداع میں جس کجاوے پر آپ سوار تھے۔ (4) جب آپ شہر میں داخل ہوتے تو ازروئے تواضع سرمبارک کو اس قدر جھکا لیا۔ کہ کجاوے پر آ لگا۔ (5)

غزوہ بدر میں تین تین مجاہدوں کے لئے ایک ایک اونٹ تھا۔ (6) چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری رسول اللہ ﷺ کے عدیل تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کے اترنے کی باری آتی۔ تو دونوں عرض کرتے کہ آپ نہ اتریں۔ ہم آپ کے بدلے پیدل چلتے ہیں۔ مگر حضور انور ﷺ فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو۔ اور میں تمہاری نسبت اجر وثواب سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں۔ (7)

آپ اپنے نعل مبارک کو آپ پیوند لگا لیتے۔ اپنے کپڑے آپ سی لیتے۔ اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ جب آپ سے کوئی ملنے آتا۔ تو اس کا اکرام کرتے۔

یہاں تک کہ بعض وقت، اپنی چادر مبارک اس کے لیے بچھا دیتے۔ جب آپ کسی سے ملتے تو پہلے سلام کرتے۔ جب مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ نہ ہٹاتے جب تک دوسرا شخص نہ ہٹاتا۔ اور اس نے اپنا روئے مبارک نہ پھیرتے۔ یہاں تک کہ وہ پھیر لیتا۔ آپ اپنے زانو اپنے ہم نشین سے آگے بڑھا کر نہ بیٹھا کرتے۔ (8)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص اجازت لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اندر آیا۔ آپ نے اسے دروازے میں دیکھتے ہی فرمایا کہ قبیلے کا یہ شخص برا ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اس کے سامنے کشادہ

---

(1) مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ۔
(2) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب الکبر۔
(3) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ۔
(4) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ (اس کی قیمت چار درہم تھی)
(5) صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب الردف علی الجہاد۔
(6) سیرت ابن ہشام۔
(7) طبقات ابن سعد۔ غزوہ بدر۔ مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ۔ باب آداب السفر۔
(8) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ترمذی۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ ﷺ۔

Marfat.com

روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے اس شخص کو دروازے میں دیکھا۔ تو ایسا فرمایا مگر اس کے روبرو تازہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا ''اے عائشہ! تو نے مجھے فاحش کب پایا۔ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک منزلت کے لحاظ سے سب سے برا وہ شخص ہوگا۔ جس سے لوگ اس کے فحش سے بچنے کے لیے کنارہ کرتے ہیں۔'' (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فحش کہنے والے نہ تھے اور نہ کسی پر لعنت کرنے والے اور نہ گالی دینے والے تھے۔ جب آپ کسی پر عتاب فرماتے تو یوں ارشاد فرماتے۔ ''اسے کیا ہوا۔ اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔'' (2)

ایک سفر میں آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ کھانے کے لیے ایک بکری درست کرلو۔ ایک نے کہا۔ اس کا ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے کہا۔ کھال اتارنا میرے ذمے ہے۔ ایک اور بولا۔ پکانا میرے ذمے ہے۔ آپ نے فرمایا لکڑیاں چن کر لانا میرے ذمے ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ کام ہم خود کرلیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ تم کرسکتے ہو۔ لیکن مجھے یہ پسند نہیں۔ کہ میں اپنے تئیں تم سے ممتاز کروں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس بندے کو پسند نہیں کرتا۔ جو اپنے ساتھیوں سے ممتاز بنتا ہے۔ اس کے بعد آپ لکڑیاں جمع کر کے لائے۔ (3)

آپ اپنے اصحاب کرامؓ کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرماتے۔ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اپنی حاجت عرض کی۔ وہ آپ کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ مت میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (4)

ایک دفعہ نجاشی شاہ حبشہ کا وفد آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ بذات خود ان کی خدمت کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کے لیے کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے ملک میں ہمارے اصحاب کا اکرام کیا تھا۔ اس لیے مجھے یہی پسند ہے کہ اس اکرام کا بدلہ میں خود دوں۔ (5)

حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ میرے والد نے آپ کی خاطر تواضع کی۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد جب آپ واپس آنے لگے۔ تو میرے والد نے آپ کے لیے ایک دراز گوش تیار کیا۔ جس پر کمبل کا پالان تھا۔ آپ اس پر سوار ہوگئے۔ جب چلنے کو ہوئے تو والد نے مجھ سے کہا۔ قیس! تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا۔ اس لیے میں ساتھ ہولیا۔ حضور ﷺ انور نے فرمایا کہ تو میرے ساتھ سوار ہو جا۔ میں نے پاس ادب سے انکار کردیا۔ مگر آپ نے فرمایا ''یا تو سوار ہوجا یا لوٹ جا۔'' اس لیے میں واپس آگیا۔ (6)

---

(1) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب لم یکن النبی ﷺ فحاشا و لا متفحشا۔

(2) صحیح بخاری۔ باب لم یکن النبی ﷺ فحاشا و لا متفحشا۔

(3) مواہب لدنیہ بحوالہ سیرت محب طبری۔ (4) ابن ماجہ باب القدید۔

(5) مواہب لدنیہ۔ (6) ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب کم مرة یسلم۔ الرجل فی الاستیذان۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ امت کی دل جوئی کے لیے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے۔ مگر وہ متضمن دروغ نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت انس کا ایک چھوٹا اخیافی بھائی تھا۔ وہ جب حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آتا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا (ممولا) ہوتی۔ جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ چڑ مرگئی۔ اس کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آتا۔ تو آپ خوش طبعی کے طور پر فرماتے۔

﴿ یَا اَبَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ ﴾

یعنی اے ابوعمیر! وہ چڑیا کہاں گئی۔ (1)

ایک روز ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے سواری عنایت کیجئے تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ وہ بولا میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اونٹنیاں ہی اونٹ جنتی ہیں۔ (2) یعنی ہر ایک اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ اس میں تعجب کیا ہے۔ اسی طرح ایک روز عورت نے جو قرآن پڑھا کرتی تھی۔ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔ کہ آپ دعا کریں کہ میں بہشت میں داخل ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ کوئی بوڑھی عورت بہشت میں داخل نہ ہوگی۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔

﴿ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ٥ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ٥ ﴾ (واقعہ:ع۱)

ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر پیدا کیا اور ان کو کنواریاں بنایا۔

ایک بدوی صحابی زاہر نام جو بدشکل تھے۔ جنگل کے پھل سبزی وغیرہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ آپ سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں کپڑا وغیرہ ان کو دیدیا کرتے تھے۔ آپ کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا روستائی ہے۔ اور ہم اس کے شہری ہیں۔ ایک روز آپ بازار کی طرف نکلے۔ تو دیکھا کہ زاہر اپنی متاع بیچ رہے ہیں۔ آپ نے پیٹھ کی طرف سے جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھا۔ اور ان کو گود میں لے لیا۔ وہ بولے۔ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا۔ تو آنحضرت ﷺ تھے۔ پس اپنی پیٹھ اور بھی حضور کے سینے سے (بغرض تبرک) لپٹانے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خرید لے۔ وہ بولے یارسول اللہ! اگر آپ بیچتے ہیں۔ تو آپ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ حضور نے فرمایا۔ "تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے۔" (3)

حضرت محمود بن ربیع انصاری خزرجی جو صحابہ میں سے تھے۔ پانچ سال کے تھے کہ آنحضرت ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ جس میں ایک کنواں تھا۔ آپ نے ایک ڈول سے پانی لیا۔ اور پانی کی کلی (بطریق مزاح) حضرت محمود کے

(1) مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ کتاب الآداب۔ باب المزاح۔
(2) مشکوٰۃ۔ باب المزاح اور شمائل ترمذی باب ماجاء فی مزاح رسول اللہ ﷺ۔
(3) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی مزاح رسول اللہ ﷺ۔

Marfat.com

چہرے پر ماری۔(1) اس کی برکت سے ان کو وہ حافظہ حاصل ہو گیا۔ کہ اس قصے کو یاد رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صحابہ میں شمار ہوئے۔ اس طرح حضرت زینب بنت ام سلمہ مخزومیہ جو آنحضرت ﷺ کی ربیبہ تھیں۔ آپ کے پاس آئیں۔ آپ غسل خانے میں تھے۔ آپ نے ان کے چہرے پر پانی پھینک دیا۔ اس کی برکت سے ان کے چہرے میں شباب کی رونق قائم رہی۔ یہاں تک کہ نہایت بوڑھی ہو گئیں۔ (2)

سخاوت وایثار:

جودِ حقیقی یہ ہے کہ بغیر غرض وعوض کے ہو۔ اور یہ صفت ہے حق سبحانہٗ کی۔ جس نے بغیر کسی غرض وعوض کے تمام ظاہری و باطنی نعمتیں اور تمام حسی وعقلی کمالات خلائق پر اضافہ کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد اجود الاجودین اس کے حبیب پاک ﷺ ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ:

''آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا گیا کہ اس کے مقابل آپ نے لا (نہیں) فرمایا ہو''(3) یعنی آپ کسی کے سوال کو رد نہ فرماتے۔ اگر موجود ہوتا تو عطا فرماتے۔ اور اگر پاس نہ ہوتا تو قرض لے کر دیتے۔ یا وعدہ عطا فرماتے ایک دفعہ ایک سائل آپ کی خدمت شریف میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ تو مجھ پر قرض کرے۔ جب ہمارے پاس کچھ آجائے گا۔ ہم اسے ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! خدا نے آپ کو اس چیز کی تکلیف نہیں دی۔ جو آپ کی قدرت میں نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات حضور کو پسند نہ آئی۔ انصار میں سے ایک شخص بولا یارسول اللہ! عطا کیجئے۔ اور عرش کے مالک سے تقلیل کا خوف نہ کیجئے۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا۔ اور آپ کے روئے مبارک پر تازگی وخوشحالی پائی گئی۔ فرمایا ''اسی کا امر کیا گیا ہے۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بحرین سے مال لایا گیا۔ اور یہ زیادہ سے زیادہ مال تھا جو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں ڈال دو۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو اس مال کے پاس بیٹھ گئے۔ اور تقسیم فرمانے لگے۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس مال میں سے دیجئے۔ کیونکہ جنگ بدر کے دن میں نے فدیہ دے کر اپنے آپ کو اور عقیل بن ابی طالب کو آزاد کرایا تھا۔

آپ نے فرمایا لے لو۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ پھر اٹھانے لگے تو نہ اٹھا سکے۔ عرض کیا یارسول اللہ! آپ کسی سے فرمادیں کہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں

---

(1) صحیح بخاری۔ کتاب العلم۔ باب متیٰ یصح سماع الصغیر۔
(2) استیعاب لابن عبدالبر۔ ترجمہ زینب بنت ابی سلمہ۔
(3) صحیح بخاری کتاب الادب۔ باب حسن الخلق والسخاء۔
(4) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ۔

Marfat.com

کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے آپ خود اٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اٹھاتا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سے کچھ گرا دیا۔ پھر اٹھانے لگے تو تب بھی نہ اٹھا سکے۔ پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھالیا۔ اور روانہ ہوئے۔ حضور اقدس ان کی طرف دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے۔ اور حضور ﷺ ان کی طمع پر تعجب فرماتے تھے۔ غرض حضور انور ﷺ وہاں سے اٹھے۔ تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا۔ (1)

مسند ابن ابی شیبہ میں بروایت حمید بن بلال بطریق ارسال مروی ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم تھا۔ اور اسے علاء بن الحضرمی نے بحرین کے خراج میں بھیجا تھا۔ اور یہ پہلا مال تھا جو آنحضرت ﷺ کے پاس لایا گیا۔

غنائم حنین کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان میں آپ کی سخاوت حد قیاس سے خارج تھی۔ آپ نے اعراب میں بہت سوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ (2) مگر اس دن آپ کی سخاوت زیادہ تر مؤلفۃ القلوب کے لیے تھی۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (صفوان بن امیہ) نے اس روز بکریوں کا سوال کیا۔ جن سے دو پہاڑوں کا درمیانی جنگل پُر تھا۔ آپ نے وہ سب اس کو دے دیں۔ اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا "اے میری قوم! تم اسلام لاؤ۔ اللہ کی قسم محمد ﷺ ایسی سخاوت کرتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے۔ (3)

حضرت سعید بن میسب روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ حنین کے دن مجھے مال عطا فرمانے لگے۔ حالانکہ آپ میری نظر میں صبغوض ترین خلق تھے۔ پس آپ مجھے عطا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے۔ (4)

حضرت جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ جب میں اور دیگر لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین سے (بعد تقسیم غنائم) واپس آرہے تھے تو بادیہ نشینان عرب حضور ﷺ سے لپٹ گئے۔ وہ حنین کی غنیمت میں سے مانگتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ آپ کو بحالت اضطرار ایک ببول کے درخت کی طرف لے گئے۔ اس درخت میں آپ کی چادر مبارک پھنس گئی۔ آپ ٹھہر گئے۔ اور فرمایا "مجھے میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس اس جنگل کے درختان ببول جتنے چوپائے ہوتے تو البتہ میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھ کو بخیل نہ پاتے۔ اور نہ دروغ گو اور بزدل پاتے۔" (5)

حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ ایک روز میں جناب پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ تھا۔ جب آپ نے کوہ احد کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ "اگر یہ پہاڑ میرے لیے سونا بن جائے۔ میں یہ پسند نہ کروں گا کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین راتوں سے زیادہ رہ جائے۔ بجز اس دینار کے جسے میں ادائے قرض کے لیے رکھ چھوڑوں گا۔" (6)

---

(1) صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ما اقطع النبی ﷺ من البحرین۔

(2) بخاری۔ باب غزوۃ الطائف۔

(3) مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ فصل اول۔

(4) جامع ترمذی۔ باب ما جاء فی اعطاء المؤلفۃ قلوبہم۔

(5) صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب الشجاعۃ فی الحرب والجبن۔

(6) صحیح بخاری۔ کتاب الاستقراض۔ باب اداء الدیون۔

Marfat.com

ایک روز نماز عصر کا سلام پھیرتے ہی آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ پھر جلدی نکل آئے۔ صحابہ کرامؓ کو تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آ گیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے۔ مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہو جائے۔ اور وہ گھر میں پڑا رہے۔ اس لیے جا کر اسے تقسیم کرنے کے لیے کہہ آیا ہوں۔ (1)

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے۔ میں آپ کے پہننے کے لائی ہوں۔ آپ کو ضرورت تھی۔ اس لیے آپ نے وہ چادر لے لی۔ پھر آپ ہماری طرف نکلے۔ اور اسی چادر کو بطور تہہ بند باندھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا۔ کیا اچھی چادر ہے یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے۔ پھر لوٹ آئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابیؓ کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرامؓ نے اس سے کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چادر کا سوال کیا۔ حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اس صحابیؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ جس دن میں مر جاؤں۔ یہ چادر میرا کفن بنے۔ حضرت سہیل فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک کافر رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہوا۔ آپ کے حکم سے اس کے لیے ایک بکری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ پی گیا۔ دوسری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ پھر ایک اور دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ اس طرح اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔ صبح جو اٹھا تو اسلام لایا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے لیے ایک بکری دوہی جائے۔ وہ اس کا دودھ پی گیا۔ پھر دوسری دوہی گئی۔ مگر وہ اس کا دودھ تمام نہ پی سکا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مومن ایک انتڑی میں پیتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں پیتا ہے۔'' (3)

حضرت بلال موذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے خزانچی تھے۔ ایک روز عبداللہ ہوازنی نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے خزانہ کا حال پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ نہ رہتا تھا۔ بعثت سے وفات شریف تک یہ کام میری تحویل میں تھا۔ جب کوئی ننگا بھوکا مسلمان آپ کے پاس آتا۔ آپ مجھے حکم دیتے۔ میں کسی سے قرض لیتا۔ اور چادر خرید کر اسے اُڑھاتا اور کھانا کھلاتا۔ ایک روز ایک مشرک مجھ سے ملا کہنے لگا بلال! میرے ہاں گنجائش ہے۔ میرے سوا کسی اور سے قرض نہ لیا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک روز میں وضو کر کے اذان دینے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔ او حبشی! میں نے کہا لبیک۔ پھر اس نے ترش رو ہو کر میری نسبت سخت الفاظ کہے۔ اور بولا ''کچھ معلوم ہے وعدے میں کتنے دن باقی ہیں''۔ میں نے کہا وقت وعدہ قریب آ گیا ہے اس نے کہا۔ کہ صرف چار دن باقی ہیں۔ اگر اس مدت میں تو نے قرضہ ادا نہ کیا۔ تو تجھے غلام بنا کر بکریاں چرواؤں گا۔

---

(1) صحیح بخاری۔ کتاب التہجد۔ باب یفکر الرجل الشی فی الصلوٰۃ۔

(2) صحیح بخاری۔ کتاب للباس۔

(3) صحیح مسلم۔ باب المومن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء۔ اس مہمان کا نام غالباً نھلہ بن عمرو غفاری تھا۔

Marfat.com

جیسا کہ تو پہلے چرایا کرتا تھا۔ یہ سن کر مجھے فکروغم دامنگیر ہوا۔ رسول اللہ! نماز عشاء پڑھ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ میں وہیں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا وہ مشرک جس سے میں قرضہ لیا کرتا تھا۔ اس نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے۔ آپ کے پاس ادائے قرض کے لیے کچھ موجود نہیں اور نہ میرے پاس ہے۔ وہ مجھ کو فضیحت کرے گا۔ آپ اجازت دیں۔ تو میں بھاگ کر مسلمانوں کے کسی قبیلہ میں جارہوں۔ جب ادائے قرض کے لیے خدا کچھ سامان کردے گا۔ تو واپس آجاؤں گا۔ غرض میں اپنے گھر آ گیا۔ اور تلوار، تھیلا، جوتا اور ڈھال اپنے سرہانہ رکھ لئے۔ صبح کا ذب ہوتے ہی میں چلنے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص دوڑتا آرہا ہے۔ اور کہتا ہے بلال! رسول اللہ ﷺ تجھے یاد فرما رہے ہیں۔ وہاں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ چار لدے ہوئے اونٹ بٹھائے ہوئے ہیں۔ میں اجازت لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ادائے قرض کا سامان کر دیا۔ تم نے چار اونٹ بیٹھے دیکھے ہوں گے میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ حاکم فدک نے بھیجے ہیں۔ سب تمہاری تحویل میں۔ ان کو بیچ کر قرضہ ادا کر دو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر میں مسجد میں آیا اور رسول اللہ ﷺ سے سلام عرض کیا۔ آپ نے ادائے قرضہ کا حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ قرضہ سب ادا ہو گیا۔ کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے پوچھا کہ کچھ بچ تو نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ کچھ بچ بھی رہا۔ فرمایا ”مجھے اس سے سبکدوش کرو۔ جب تک یہ کسی ٹھکانے نہ لگے گا۔ میں گھر نہ جاؤں گا۔“ آپ نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلا کر اس بقیہ کا حال پوچھا میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے۔ کوئی سائل نہیں ملا۔ رسول اللہ ﷺ رات کو مسجد میں ہی رہے۔ دوسرے روز نماز عشاء کے بعد مجھے پھر بلایا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے تکبیر کہی اور خدا کا شکر کیا۔ کیونکہ آپ کو ڈر تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے۔ اور وہ مال میرے پاس ہو۔ پھر آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ (1)

بعض وقت ایسا ہوتا۔ کہ آپ کسی شخص سے ایک چیز خریدتے۔ قیمت چکا دینے کے بعد وہ اسی کو یا کسی دوسرے کو عطا فرماتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے ایک اونٹ خریدا۔ پھر وہی اونٹ ان کو بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح ایک روز آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شتر بچہ خریدا پھر حضرت عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا۔ (2)

غرض جو کچھ آنحضرت ﷺ کے پاس آتا۔ سب راہ خدا میں دیدیتے۔ پاس نہ ہوتا۔ تو قرضہ لے کر سائل کی حاجت روائی فرماتے۔ اپنی ذات شریف کے لیے دوسرے دن کا نفقہ بھی جمع نہ کرتے۔ (3)

البتہ بعض وقت اپنے حرم کے لیے ایک سال کا نفقہ ذخیرہ کر لیتے۔ جب آپ کسی محتاج کو دیکھتے۔ تو باجود احتیاج کے

---

(1) ابوداؤد۔ جلد ثانی۔ کتاب الخراج والفی۔ باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین۔

(2) صحیح بخاری۔ کتاب البیوع۔ باب شری الدواب والحمیر باب اذا اشتریٰ شیئًا فویھب من ساعتہٖ قبل ان یتفرقا۔

(3) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب فی اخلاقہٖ وشمائلہٖ ﷺ

Marfat.com

اپنا کھانا اسے دے دیتے۔آپ کے دولت خانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ نہ جلتی تھی۔ایک دفعہ غنیمت میں کنیزیں آئی ہوئی تھیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔کہ تم اس موقع پر اپنے والد بزرگوار سے خدمت کے لیے ایک کنیز مانگ لو۔جب وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔تو آپ نے پوچھا کہ کس لیے آئی ہو؟ عرض کیا کہ سلام کرنے آئی ہوں اور بپاس حیا اظہار مطلب نہ کیا۔اور واپس آ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی عذر بیان کر دیا۔پھر دونوں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔یا رسول اللہ ﷺ! آب کشی کرتے کرتے میرے سینے پر نیل پڑ گئے ہیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ چکی پیستے پیستے میری ہتھیلیوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔آپ خدمت کے لیے ایک کنیز عنایت فرمائیے۔آپ نے فرمایا ''اللہ کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ میں تم کو خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے مریں۔ان کے خرچ کے لیے میرے پاس کچھ نہیں۔میں ان اسیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔'' رات ہوئی تو آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔دونوں ایسی پرزہ دار چادر میں تھے کہ اگر اس سے سر ڈھانپتے۔تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے رہتے۔آپ کو دیکھ کر دونوں اٹھنے لگے۔آپ نے فرمایا اپنی جگہ پر رہو۔پھر ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں کنیز سے بہتر چیز بتاتا ہوں اور وہ وہ کلمات ہیں۔جو حضرت جبرئیلؑ نے مجھے سکھائے ہیں۔یعنی ہر نماز کے بعد سبحان اللہ دس بار الحمد للہ دس بار اور اللہ اکبر دس بار اور سونے کے وقت سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ 33 بار اور اللہ اکبر 34 بار پڑھ لیا کرو۔(1)

شجاعت وقوت عزم واستقلال:

آنحضرت ﷺ ان اوصاف میں بھی سب پر فائق تھے۔ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے۔اور شور وغل برپا ہوا گویا کوئی چور یا دشمن آتا ہے۔آپ نے حضرت ابوطلحہ کا گھوڑا لیا۔جو سست رفتار اور سرکش تھا۔آپ اس کی پیٹھ پر بغیر زین کے سوار ہو گئے اور تلوار آڑے لٹکائے ہوئے جنگل کی طرف اکیلے ہی تشریف لے گئے۔جب لوگ اس آواز کی طرف گئے تو رسول اللہ ﷺ ان کو راستے میں واپس آتے ہوئے ملے۔آپ نے ان کو تسلی دی۔کہ ڈرو مت ڈرو مت اور گھوڑے کی نسبت فرمایا کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا۔(2)

غزوات میں جہاں بڑے بڑے دلاور و بہادر بھاگ جایا کرتے تھے۔آپ ثابت قدم رہا کرتے تھے۔چنانچہ جنگ احد میں جب مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔تو یہ کوہ استقامت اپنی جگہ پر قائم رہے۔اور دشمنوں پر تیر پھینکتے رہے۔جب کمان پارہ پارہ ہو گئی۔تو سنگ اندازی شروع کی۔جنگ حنین میں صرف چند جانباز آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔باقی سب بھاگ گئے تھے۔اس نازک حالت میں آپ نے اسی پر اکتفاء نہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہ کر مدافعت فرمائیں۔بلکہ اپنے خچر کو بار بار ایڑ لگا کر دشمن کی طرف بڑھانا چاہتے تھے۔مگر وہ جانباز مانع آ رہے تھے۔

جب گھمسان کا معرکہ ہوا کرتا تھا۔تو صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کی آڑ میں پناہ لیا کرتے تھے۔چنانچہ حضرت براء بن عازب کا قول ہے ''اللہ کی قسم! جب لڑائی شدت سے ہوا کرتی تھی۔تو ہم نبی ﷺ کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے۔اور ہم میں

(1) صحیح بخاری۔کتاب الادب۔باب حسن الخلق والسخاء۔

(2) صحیح مسلم۔غزوہ حنین۔

Marfat.com

سے بہادر وہ ہوتا تھا۔ جو آپ کے ساتھ دشمن کے مقابل کھڑا ہوتا تھا۔ (1)

اعلان دعوت پر قریش نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ جب ابو طالب نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے یوں فرمایا:

''چچا جان! اللہ کی قسم اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تا کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں۔ تب بھی اس کام کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ خدا اسے غالب کر دے یا میں خود اس میں ہلاک ہو جاؤں۔''

ہجرت سے پہلے قریش نے مسلمانوں کو اس قدر ستایا کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ تنگ آ کر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔

اور فرمایا:

''تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جائیں۔ جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا۔ اور ان کے سروں پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صغاء سے حضر موت تک سفر کرے گا۔ اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری)

آنحضرت ﷺ کی قوت بدنی بھی سب سے زیادہ تھی۔ غزوہ احزاب میں جب صحابہ کرامؓ خندق کھود رہے تھے۔ تو ایک جگہ ایسی سخت زمین ظاہر ہوئی کہ سب عاجز آ گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ تو آپ بذات شریف خندق میں اترے۔ اور ایک کدال ایسا مارا کہ وہ سخت زمین ریگ رواں کا ایک ڈھیر بن گئی۔ (2)

رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم قرشی مطلبی قریش میں سب سے طاقتور تھا۔ وہ ایک روز مکہ کے راستے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا:

''رکانہ! کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور میری دعوت اسلام کو قبول نہیں کرتا؟''

اس نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں۔ وہ سچ ہے۔ تو میں آپ پر ایمان لے آؤں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر میں تجھے کشتی میں پچھاڑ دوں تو کیا تو مان جائے گا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے؟'' وہ بولا کہ ہاں۔ آپ نے اسے پکڑتے ہی چاروں شانے چت گرا دیا۔ کہنے لگا ''محمد! آپ مجھ سے دوبارہ کشتی لڑیں۔'' آپ نے دوسری دفعہ بھی اسے پچھاڑ دیا۔ اس پر اُس نے کہا محمد! خدا کی قسم آپ کا مجھے پچھاڑنا عجیب ہے۔'' آپ نے فرمایا ''اگر تو خدا سے ڈرے اور مجھ پر ایمان لائے۔ تو میں اس سے بھی عجیب امر تجھ کو دکھاتا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ درخت جو تو دیکھتا ہے۔ میں اسے بلاتا ہوں۔ اور وہ میرے پاس چلا آئے گا۔ اس نے کہا کہ آپ اسے بلائیے۔ چنانچہ وہ درخت آپ کے بلانے پر پاس آ کھڑا ہوا۔ رکانہ نے کہا کہ اسے حکم دیجئے کہ اپنی جگہ پر چلا جائے۔ آپ کے حکم سے وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ رکانہ اپنی قوم میں جا کر کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) سے بڑھ کر کسی کو جادوگر نہیں

(1) صحیح بخاری۔ غزوہ خندق۔

(2) سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

دیکھا۔ پھر بیان کیا۔ جو کچھ دیکھا تھا۔(1) رکانہ مذکور فتح مکہ میں ایمان لائے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ نے ابوالاسود جمحی کو بھی پچھاڑا تھا۔ جو ایسا طاقتور تھا کہ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا۔ دس جوان اس کھال کو اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال لینے کی کوشش کرتے۔ وہ چمڑا پھٹ جاتا۔ مگر اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکل سکتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا "اگر آپ مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔" آپ نے اسے پچھاڑ دیا۔ مگر وہ بدبخت ایمان نہ لایا۔ (2)

آپ کا زہد:

یہ وصف بھی آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک میں کمال درجے کا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ جن کے آگے بکری کا بھنا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کو شریک طعام ہونے کے لیے بلایا مگر آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ (3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کبھی لگاتار دو روز جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔(4) حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے کبھی خوان پر کھانا نہ کھایا اور نہ باریک روٹی تناول فرمائی۔ (5)

حضور اقدس ﷺ کے دولت خانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوا کرتی تھی۔ اور صرف پانی اور چھواروں پر گزارہ ہوتا تھا۔(6) بعض وقت آپ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ انصاری بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا دکھایا۔ پس آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے دکھائے۔ (7)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا۔ تو میرے گھر کے طاق میں سوائے آدھے پیمانہ جو کے کچھ کھانے کو نہ تھا۔ اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے عوض گروی تھی۔ جو آپ نے اپنے اہل و عیال کے نفقہ کے لیے لئے تھے۔ (8)

---

(1) سیرت ابن ہشام۔

(2) مواہب لدنیہ۔

(3) صحیح بخاری۔ باب ما کان النبی ﷺ واصحابہ یاکلون۔

(4) مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ باب فضل الفقر۔

(5) صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔

(6) صحیح بخاری۔ باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ۔

(7) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب فضل الفقراء۔

(8) صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب وفات النبی ﷺ۔

Marfat.com

ایلاء کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ ایک مشربہ (بالا خانہ) میں تشریف رکھتے تھے۔ جہاں کھانے پینے کا اسباب رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ایلاء کی خبر ہوئی۔ تو گھبرائے ہوئے اس مشربہ میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک کھردری چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جو برگ خرما سے بنی ہوئی ہے۔ اور جس پر کوئی توشک وغیرہ نہیں۔ بوریائے خرما کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور بدن مبارک پر ایک تہ بند کے سوا کچھ نہیں۔ سرہانے ایک تکیہ ہے۔ جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے رسول ﷺ کے خزانہ کو دیکھا۔ ایک کونے میں مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے۔ پاؤں مبارک کے قریب درخت سلم کے کچھ پتے (جو دباغت میں کام آتے ہیں) پڑے ہوئے تھے۔ اور سر مبارک کے پاس ایک کھونٹی پر تین کھالیں لٹک رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے پوچھا ابن خطاب! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہ روؤں۔ بوریائے خرما کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ یہ آپ کا خزانہ ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ نظر آ رہا ہے۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے رسول و برگزیدہ کے خزانہ کا یہ حال ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ابن خطاب! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ آخرت ہمارے واسطے اور دنیا ان کے لیے ہو۔ (1)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ بوریا خرما پر سوئے ہوئے تھے۔ اٹھے تو اس کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم آپ کے لیے گدا بنوا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "مجھے دنیا سے کیا غرض۔ دنیا میں میرا حال اس سوار کی مانند ہے جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے۔" (2)

آنحضرت ﷺ اپنے اہل و عیال کے لیے بھی زہد کی زندگی پسند فرماتے تھے چنانچہ آپ کے ازواج مطہرات کے حجرے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے۔ جن کی چھت کہگل کی ہوئی تھی۔ اور وہ قد آدم سے کچھ ہی اونچے تھے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پہننے کے لیے ان میں سے ہر ایک کے پاس صرف ایک جوڑا کپڑا تھا۔ (3)

---

(1) صحیح مسلم۔ باب بیان ان تخییرہ امراتہ لایکون طلاقاً الابالنیة صحیح بخاری۔ کتاب النکاح۔

(2) صحیح بخاری۔ کتاب الرقائق۔ باب فضل الفقر۔

(3) صحیح بخاری۔ کتاب الحیض۔ باب هل یصلی المرأة فی۔ ثوب حاضت فیه۔ ابو داؤد۔ باب المرأة تفصل ثوبها الذی تلبسها فی حیضها۔

Marfat.com

حضرت ثوبان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر کا قصد فرماتے ، تو اپنے اہل میں سے سب سے آخیر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مل کر جاتے واپس آ کر سب سے پہلے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر جاتے واپس آ کر سب سے پہلے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتے۔ ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے دروازہ پر پردہ لٹکایا ہوا تھا۔ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چاندی کے کنگن پہنائے ہوئے تھے۔ آپ حسب معمول حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں آئے۔ تو اندر داخل نہ ہوئے۔ اور تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیال کیا کہ زینت وزیور ہی نے آنحضرت کو اندر آنے سے روکا ہے۔ اس لیے پردے کو پھاڑ ڈالا اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال دیئے۔ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ حضور ﷺ نے کنگن ان سے لے لیے اور فرمایا۔

"ثوبان! یہ زیور فلاں شخص کی آل کے ہاں لے جا۔ کیونکہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ یہ اپنی دنیوی زندگی میں لذائذ سے حظ اٹھائیں۔ ثوبان! فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ایک عصب (1) کا ہار اور دو (ہاتھی دانت) کے دو کنگن خرید لاؤ۔ (2)

ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پر تشریف لے گئے۔ مگر اندر داخل نہ ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے یہ ذکر کر دیا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر مخطط پردہ لٹک رہا تھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا غرض جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بیان کیا تو وہ بولیں۔ کہ حضور انور اس بارے میں جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے فلاں حاجتمند اہل بیت کو دیدیں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک حلہ سیرا (مخطط یا ریشمی) بطور ہدیہ عطا فرمایا۔ میں نے اسے پہن لیا۔ یہ دیکھ کر حضور انور ﷺ کے چہرہ مبارک پر غضب کے آثار نمودار ہوئے۔ میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔ (3)

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کی دعوت کی۔ اور کھانا تیار کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کیا خوب ہو اگر ہم رسول اللہ ﷺ کو بھی شریک طعام کر لیں۔ چنانچہ ہم نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے آپ نے دروازے کے بازوؤں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔ اور گھر کے ایک طرف پردہ لٹکتا دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جایئے اور دیکھئے کہ آپ کس واسطے واپس ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے واپسی کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ یہ پیغمبر کی شان کے

---

(1) عصب کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ ایک بحری جانور کے دانت کو عصب کہتے ہیں۔ جس کو تراش کر منکے بنائے جاتے ہیں۔ عصب کے معنی پٹھے کے بھی ہیں ممکن ہے کہ بعض حیوانات کے پٹھوں کو خشک کر کے کتر کر منکے بنا لیتے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(2) مشکوٰۃ بحوالہ احمد و ابوداؤد۔ کتاب اللباس۔

(3) صحیح بخاری۔ کتاب الجھة۔ باب ہدیة۔ ما یکرہ لبسها۔

Marfat.com

خلاف ہے کہ زیب وزینت والے گھر میں داخل ہو۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔ میں آپ کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھی۔ ہمارے ہاں ایک رنگین فرش تھا۔ میں نے اسے چھت کے ایک شہتیر پر لپیٹ دیا۔ جب آپ تشریف لائے۔تو میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

السلام علیك یارسول اللّٰہ ورحمة اللّٰہ و بر کاته۔

سب ستائش خدا کے لیے ہے جس نے آپ کو شرف وبزرگی بخشی۔

آپ نے گھر میں سباط رنگین دیکھ کر میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر کراہت کے آثار دیکھے۔آپ نے اس فرش کو پھاڑ ڈالا۔اور فرمایا کہ خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے۔اس کے بارے میں ہمیں یہ حکم نہیں دیا۔ کہ اینٹ پتھر کو پہنا دیں۔بس میں نے اس کے دو تکیئے بنا لئے۔جن میں کھجور کی چھال بھر دی۔آپ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔کہ ہمارے پاس ایک پردہ تھا۔جس میں پرندوں کی تصویریں تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ!اس کو بدل ڈالو۔کیونکہ جب میں اسے دیکھتا ہوں۔تو دنیا یاد آتی ہے۔(3)

واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ زہد اختیاری تھا۔خدا تعالیٰ نے تو زمین (4) کے خزانوں کی کنجیاں آپ پر پیش کیں۔ مگر آپ کی ہمت عالی نے عبودیت و زہد کو پسند فرمایا۔آپ فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا کہ "اگر تو چاہے تو تیرے واسطے وادی مکہ کو سونا بنا دوں۔"

مگر میں نے عرض کیا:

"اے میرے پروردگار! میں یہ نہیں چاہتا۔ بلکہ یوں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں تو تیرے آگے زاری و عاجزی کروں۔اور جب سیر ہو جاؤں۔تو تیری حمد اور تیرا شکر کروں۔(5)

اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو فتوحات بکثرت ہوئیں۔مگر جو کچھ آتا راہ خدا میں اٹھا دیتے۔اور خود زہد کی زندگی بسر کرتے۔یہاں تک کہ جب آپ کا وصال شریف ہوا۔تو بدن مبارک پر صرف ایک کملی اور تہ بند تھا۔اور کملی میں پیوند پر پیوند لگے ہوئے تھے۔اور نمدہ کی طرح ہو گئی تھی۔تہہ بند کا کپڑا بھی پیوندوں کی کثرت سے موٹا ہو گیا تھا۔(6) اور

(1) ابوداؤد۔کتاب الاطعمہ۔باب الرجل یدعیٰ فیریٰ مکروہاً۔

(2) ابوداؤد۔کتاب اللباس۔باب فی الصور۔

(3) مشکوٰۃ بحوالہ امام احمد۔کتاب الرقاق۔

(4) مواہب لدنیہ بحوالہ طبرانی۔

(5) جامع ترمذی۔ابواب الزہد۔باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ۔

(6) صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب ماذکر من درع النبی ﷺ وعصاہ وسیفہ۔

Marfat.com

آپ کی زرہ ذات الفضول نام ابوالشحم یہودی کے پاس بیس صاع جو میں گروی تھی۔ جو آپ نے اپنے اہل کے لیے ایک دینار کو لئے تھے۔ (ترمذی)

خوف وعبادت:

آنحضرت ﷺ کو معرفت الٰہی اور علم سب سے زیادہ تھا۔ اس لیے آپ سب سے زیادہ خداترس اور عبادت کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہیں معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے تو تم البتہ زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے۔''(1)

آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ کثرت قیام شب کے سب سے آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ گیا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ یہ تکلیف ومحنت کیوں اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' (2) یعنی کیا میں اس بات کا شکر نہ کروں کہ میں بخشا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تمام رات نماز میں کھڑے رہے۔ اور قرآن کی ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے۔(3)

حضرت حذیفہ بن الیمان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کے ایک حصے میں نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ یوں پڑھتے تھے اَللّٰہُ اَکْبَر (تین بار) ذوالملك والجبروت والكبرياء والعظمة پھر دعائے استفتاح پڑھتے تھے۔ بعدازاں آپ نے (سورہ فاتحہ کے بعد) سورہ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا۔ آپ کا رکوع (طوالت میں) مانند قیام کے تھا۔ اور اس میں سبحان ربی العظیم پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا۔ آپ کا قومہ مانند رکوع کے تھا۔ اور آپ اس میں عربی الحمد پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا۔ آپ کا سجدہ مانند قومہ کے تھا۔ آپ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ آپ دو سجدوں کے درمیان مانند سجدہ کے بیٹھتے تھے۔ اور رب اغفرلی رب اغفرلی پڑھتے تھے۔ اس طرح آپ نے چار رکعتیں پڑھیں۔ اور ان میں سورہ بقرہ وآل عمران ونساء اور مائدہ یا انعام ختم کریں۔(4)

آپ کو خوف الٰہی کمال درجہ کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن الشخیر روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور رونے کے سبب سے آپ کے شکم مبارک سے تانبے

---

(1) صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما اعلم۔

(2) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی عبادة رسول اللہ ﷺ۔

(3) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی عبادة رسول اللہ ﷺ روایت ابوذر میں ہے کہ وہ آیت یہ ہے۔
اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(4) مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد۔ باب صلوٰۃ اللیل۔

Marfat.com

کی دیگ (کے جوش) کی مانند آواز آرہی ہے۔ (1)

رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے تفصیلی حالات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ یہاں بوجہ اختصار ان کے ایراد کی گنجائش نہیں۔ مگر اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ آپ کا طرزِ عمل افراط و تفریط سے خالی ہوا کرتا تھا۔ نہ تمام رات نماز پڑھتے اور نہ تمام رات سوتے بلکہ رات کو نماز بھی پڑھتے اور سو بھی لیتے۔ اسی طرح روزوں کا حال تھا۔ ماہ رمضان مبارک کی طرح تمام ماہ شعبان کے روزے رکھتے باقی دس مہینوں میں سے ہر ایک میں آپ ہمیشہ روزہ نہ رکھتے کہ افراط لازم آئے اور نہ ہمیشہ افطار فرماتے کہ تفریط لازم آئے۔ بلکہ ہر مہینہ میں کبھی روزہ رکھتے اور کبھی افطار فرماتے۔ (2)

عدل وانصاف:

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ عادل وامین تھے۔ طفولیت میں جب مائی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو پہلے پہل گود میں لیا۔ تو آپ نے صرف داہنی چھاتی سے دودھ پیا۔ اور دوسری ان کے شیر خوار بچہ کے لیے چھوڑ دی۔ (3)

جب آپ غنائم حنین تقسیم فرما رہے تھے۔ تو ذوالخوارج نے کہا یارسول اللہ! عدل کیجئے آپ نے فرمایا ''تجھ پر افسوس ہے۔ میں اگر عدل نہ کروں تو اور کون کرے گا۔ اگر میں عادل نہیں تو نا امید وزیاں کار ہے۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا ''اسے جانے دو۔ کیونکہ اس کے اصحاب ایسے ہیں۔ کہ ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ دین سے یوں نکل جاتے ہیں۔ جیسا تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ (4)

ایک دفعہ آپ نے ایک شخص سے کچھ کھجوریں ادھار لیں۔ جب اس نے تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا۔ ''آج ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ مہلت دیجئے کہ کچھ آجائے تو ادا کر دوں۔'' یہ سن کر وہ بولا ''آہ بے وفائی'' اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آگیا۔ آپ نے فرمایا ''عمر! جانے دو۔ صاحب حق ایسا ویسا کہا کرتا ہے۔'' پھر آپ نے حضرت خولہ بنت حکیم انصاریہ سے کھجوریں منگوا کر اس کے حوالہ کیں۔ (5)

حضرت ابو حدرد اسلمی کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک یہودی کا چار درہم قرض تھا۔ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ خیبر کا ارادہ فرما رہے تھے۔ اس نے مجھ سے تقاضا کیا۔ میں نے مہلت مانگی تو وہ نہ مانا اور مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے مجھ سے دو دفعہ فرمایا کہ اس کا حق ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مہم خیبر کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ شاید ہمیں وہاں سے کچھ غنیمت ہاتھ لگے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اس کا حق ادا کر دو۔ یہ قاعدہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی بات کے لیے تین بار فرما دیتے۔ تو پھر کوئی عذر نہ کیا جاتا۔ میرے پاس بدن پر ایک تہہ بند اور سر پر عمامہ تھا۔ میں

---

(1) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی بکاء رسول اللہ ﷺ۔

(2) صحیح بخاری۔ باب مایذکر من صوم النبی ﷺ وافطارہ

(3) شرح ہمزیہ لابن حجر بحوالہ ابن اسحاق وابن راہویہ وابویعلیٰ وطبرانی وبیہقی وابونعیم۔

(4) صحیح بخاری۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

(5) معجم صغیر طبرانی۔

Marfat.com

نے اس یہودی سے کہا کہ اس تہہ بند کو مجھ سے خرید لو۔ چنانچہ اس نے چار درہم میں خرید لیا۔ میں نے عمامہ سر سے اتار کر کمر سے لپیٹ لیا۔ ایک عورت میرے پاس سے گذری۔ اُس نے اپنی چادر مجھے اڑھا دی۔

سرق ایک صحابی تھے۔ ان سے اس نام کی وجہ تسمیہ دریافت کی گئی۔ تو کہنے لگے کہ ایک بدوی دو اونٹ لے کر آیا۔ میں نے خرید لئے۔ پھر میں (قیمت لانے کے بہانہ سے) اپنے گھر میں داخل ہوا اور عقب خانہ سے نکل گیا۔ اور ان اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت پوری کی۔ میں نے خیال کیا کہ بدوی چلا گیا ہوگا۔ میں واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہے۔ وہ مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت روائی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بدوی کو قیمت ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو سرق ہے۔ پھر بدوی سے فرمایا کہ تم اس کو بیچ کر اپنی قیمت وصول کر لو۔

چنانچہ لوگ اس سے میری قیمت پوچھنے لگے۔ وہ ان سے کہتا تھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہتے تھے کہ ہم خرید کر اس کو آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر بدوی نے کہا کہ میں تمہاری نسبت ثواب کا زیادہ مستحق و خواہاں ہوں۔ اور مجھ سے کہا کہ جاؤ۔ میں نے تم کو آزاد کر دیا۔ (1)

ایک دفعہ خاندان مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش نے چاہا کہ وہ حد سے بچ جائے۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب خاص تھے۔ درخواست کی کہ آپ سفارش کیجئے۔ چنانچہ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کی۔ آپ نے فرمایا ''کیا تم حد میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے۔ اور امیروں کو چھوڑ دیتے۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد بھی ایسا کرتی۔ تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ (2)

ایک روز رسول اللہ ﷺ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور آپ پر جھک گیا۔ آپ نے کھجور کی سوکھی شاخ سے جو آپ کے دست مبارک میں تھی اسے ٹھوکا دیا۔ جس سے اس کے منہ پر خراش آ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو۔ اس نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا۔'' (3)

آنحضرت ﷺ جنگ بدر کے لیے صف آرائی فرما رہے تھے۔ حضرت سواد بن غزیہ انصاری صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک تیر کی لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا:

استویا سواد۔

اے سواد! برابر ہو جاؤ اس پر سواد نے حضور سے قصاص طلب کیا۔ آپ نے فوراً اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا کہ قصاص لے لو۔ یہ قصہ بالتفصیل پہلے آ چکا ہے۔

---

(1) معجم صغیر طبرانی۔

(2) مستدرک حاکم۔ کتاب الاحکام۔ قصہ سرق رضی اللہ عنہ۔

(3) صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء۔

Marfat.com

آپ کی امانت کا یہ عالم تھا کہ نبوت سے پہلے بھی آپ عرب میں امین مشہور تھے۔ چنانچہ جب قریش کعبہ کو از سرنو بنانے لگے۔ اور وہ حجر اسود کی جگہ اسود کو اٹھا کر ہم اس کی جگہ پر رکھیں گے۔ آخر یہ قرار پایا۔ کہ جو شخص کل صبح باب بنی شیبہ سے حرم میں پہلے داخل ہو وہ ثالث بنے۔ اتفاقاً اس دروازے سے جو پہلے داخل ہوئے وہ آنحضرت ﷺ تھے آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے۔ (1)

﴿ هٰذَا الْاَمِیْنَ رَضِیْنَا فِیْنَا هٰذَا مُحَمَّدٌ ۔ ﴾

یہ امین ہیں۔ ہم راضی ہیں۔ یہ محمد ہیں۔

جب انہوں نے آپ سے یہ معاملہ ذکر کیا۔ تو آپ نے ایک چادر بچھا کر حجر اسود کو اس میں رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر طرف والے ایک ایک سردار انتخاب کریں۔ اور وہ چاروں سردار چادر کے چاروں کونے تھام لیں۔ اور اوپر کو اٹھائیں۔ اس طرح جب وہ چادر مقام نصب کے برابر پہنچ گئی۔ تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر پوار کعبہ میں نصب فرمایا۔ اور وہ سب خوش ہو گئے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک پر ایک جوڑا قطری موٹے کپڑے کا۔ جب آپ بیٹھتے تو وہ سینہ سے بوجھل ہو جاتا۔ ایک یہودی کے ہاں شام سے کپڑے آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ کہ آپ کسی کے ہاتھ اس سے ایک جوڑا قرض منگوا لیں۔ جب آپ کا آدمی یہودی کے پاس پہنچا۔ تو اس نے کہا ''میں سمجھا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ میرا مال یا دام یوں ہی اڑا لیں۔'' آپ نے سن کر فرمایا ''اس نے جھوٹ کہا۔ اسے معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں۔''(2)

قریش کو اگرچہ آنحضرت ﷺ سے سخت عداوت تھی۔ مگر باوجود اس کے اپنی جوکھم کی چیز آپ ہی کے ہاں امانت رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔

صدق وسچائی:

اپنے تو درکنار بیگانے بھی آنحضرت ﷺ کی صداقت کے قائل تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام ابھی ایمان نہ لائے تھے کہ حضور ﷺ کو دیکھتے ہی پکار اٹھے:

﴿ وَجْهُهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ ۔ ﴾

ان کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں۔ (3)

صلح حدیبیہ کی مدت میں ہرقل روم نے ابوسفیان (جو اب تک ایمان نہ لائے تھے) سے آنحضرت ﷺ کی نسبت پوچھا ''کیا دعویٰ نبوت سے پہلے تمہیں ان پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے؟'' ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابوجہل نے آنحضرت ﷺ سے کہا ''ہم (معشر

---

(1) ابوداؤد۔ باب القود بغیر حدید۔ (2) سیرت ابن ہشام۔ حدیث بنیان الکعبۃ۔

(3) ترمذی۔ باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الیٰ اجل۔

Marfat.com

قریش) تم کو جھوٹا نہیں کہتے۔ لیکن جو کچھ (کتاب و شریعت) تم لائے ہو۔ اس سے ہم انکار کرتے ہیں۔'' اس پر ابو جہل اور اس کے امثال کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝﴾

(انعام: ۴)

وہ تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے۔ لیکن ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

عتبہ بن ربیعہ حضرت امیر معاویہ کی والدہ ہند کا باپ تھا۔ جو جنگ بدر میں کفر پر مرا۔ ایک روز قریش نے اس کو آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے حضور ﷺ پر چند امور پیش کئے کہ ان میں سے جو چاہیں اختیار کریں ۔ اور نئے مذہب سے باز آئیں۔ اس کے جواب میں آپ نے سورہ حٰم السجدہ پڑھنی شروع کی۔ جب آپ آیۃ فَإِنْ أَعْرَضُوا پر پہنچے۔

تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر اور قرابت کی قسم دے کر کہا کہ آپ آگے نہ پڑھیں۔ اس کے بعد عتبہ نے واپس جا کر قریش سے یہ ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قرآن سنایا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا:

﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ۝﴾

اگر وہ منہ پھیریں۔ تو کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں ایک کڑاکے سے ڈرایا ہے جیسا کہ عاد و ثمود پر آیا تھا۔

تو میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور قرابت قریبہ کی قسم دے کر کہا کہ بس آگے نہ پڑھیے۔ تمہیں معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) جب کچھ کہہ دیتا ہے۔ تو جھوٹ نہیں بولتا۔ اس لیے میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر وہ عذاب نازل ہو جائے جس سے اس نے ڈرایا تھا۔(1)

جب آنحضرت ﷺ کو اعلان دعوت کا حکم آیا۔ تو آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو پکارا۔ جب وہ جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان سے پوچھا ''بتاؤ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ وادی مکہ سے ایک سواروں کا لشکر تم پر تاخت و تاراج کرنا چاہتا ہے تو کیا تمہیں یقین آ جائے گا۔'' وہ بولے ''ہاں'' کیونکہ ہم نے تم کو سچ ہی بولتے دیکھا ہے۔(2)

حسن عہد و وفا:

جب ہرقل قیصر روم نے ابوسفیان سے پوچھا: ''کیا وہ مدعی نبوت عہد شکنی کرتا ہے؟'' تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔

ابو رافع ایک قبطی غلام تھے۔ جو مکہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ قریش نے مجھے سفیر بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا۔ تو میرے دل میں اسلام کی صداقت جاگزیں ہو گئی۔ میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میں واللہ کبھی ان کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں گا۔''

۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں۔ تم اب لوٹ جاؤ اگر وہاں

---

(1) ترمذی۔ باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الیٰ اجل۔

(2) مشکوٰۃ شریف۔ باب فضل الصدقۃ۔

Marfat.com

بھی تمہارے دل میں صداقت اسلام رہی۔تو واپس آجانا۔"

ابورافع کا قول ہے کہ میں چلا گیا۔پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا۔ (1)

آنحضرت ﷺ عہد شکنی کو بہت برا جانتے تھے۔چنانچہ فرمایا کرتے تھے:

﴿ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَّسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔ ﴾

جو شخص کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) کو قتل کرے گا وہ بہشت کی تو نہ سونگھے گا۔حالانکہ اس کی بُو چالیس سال کی مسافت سے آئے گی۔ (2)

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں۔کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی ﷺ سے کوئی چیز خریدی۔اس کی قیمت میں سے کچھ میرے ذمہ باقی رہا میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں باقی قیمت لے کر اسی جگہ آپ کے پاس آتا ہوں۔ چنانچہ میں چلا گیا۔اور اپنا وعدہ بھول گیا۔تین راتوں کے بعد مجھے یاد آیا۔میں بقیہ قیمت لے کر آیا۔تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اسی جگہ بیٹھ رہے ہیں۔آپ نے فرمایا"اے نوجوان!بے شک تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔میں تین راتوں سے یہاں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔" (3)

عفت و حیا:

حضور اقدس ﷺ کی پاک دامنی کا ذکر کس زبان سے کیا جائے۔صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ آپ نے کبھی کسی عورت کو جس کے آپ مالک نہ ہوں نہیں چھوا۔

حیا وہ خلق ہے جس کے ذریعے انسان قبائح شرعیہ کے ارتکاب سے بچتا ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں غایت درجہ کی حیا تھی۔چنانچہ حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ:"رسول اللہ ﷺ پردہ والی دوشیزہ سے بڑھ کر حیادار تھے۔جب آپ کسی امر کو ناپسند فرماتے تو ہم اسے آپ کے چہرہ مبارک میں پہچان جاتے۔ (4)

یعنی غایت حیا کے سبب سے آپ اپنی کراہت کی تصریح نہ فرماتے تھے۔بلکہ ہم اس کے آثار چہرہ انور میں پاتے۔

تعلیم اوقات:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا جو وقت اپنے دولت خانہ میں گزرتا تھا۔آپ اس میں کیا کیا کرتے تھے؟انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو اس میں قیام کے وقت کے تین حصے کر لیتے تھے۔ایک حصہ اللہ (کی عبادت) کے لیے دوسرا اپنے اہل (کے

(1) ابوداؤد۔باب فی الامام یستجن بہ فی العہود۔

(2) بخاری۔باب اثم من قتل معاہدا بغیر جرم۔

(3) ابوداؤد۔کتاب الادب باب العدۃ۔

(4) شمائل ترمذی۔باب ماجاء فی حیاء رسول اللہ ﷺ۔

Marfat.com

ساتھ موانست و معاشرت) کے لیے تیسرا اپنی ذات اقدس کے لیے پھر اپنے ذاتی حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان تقسیم کر لیتے۔ جو صحابہ دولت خانہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ ان کی وساطت سے عوام کو جو دولتخانہ میں حاضر نہ ہوا کرتے تبلیغ احکام فرماتے۔ اور نصیحت و ہدایت کی کوئی بات عام و خاص سے پوشیدہ نہ رکھتے۔ حصہ امت میں آپ کا طریقہ یوں تھا۔ کہ اہل فضل کو ترجیح دیتے۔ تا کہ حاضر خدمت ہو کر افادہ عام کریں۔ اور اس حصہ امت کو بقدر حاجات دینیہ تقسیم فرماتے۔ اہل فضل میں سے کسی کو ایک مسئلہ دین دریافت کرنا ہوتا کسی کو دو اور بعض کو بہت سے مسائل کی ضرورت ہوتی پس آپ ان اصحاب حاجات کی طرف متوجہ فرماتے اور ان کو وہی امور دریافت کرنے دیتے۔ جن میں ان کی امت کی بہبودی ہو۔ حضور ﷺ ان کے مناسب حال احکام بیان فرماتے۔ اس کے بعد آپ حاضرین مجلس سے ارشاد فرماتے۔ کہ تمہیں چاہیے کہ بقیہ امت کو جو حاضر نہیں یہ احکام پہنچا دو۔ اور نیز فرماتے کہ جو لوگ (مثلاً عورتیں۔ بیمار۔ غائب وغیرہ) اپنی حاجتیں مجھ تک پہنچا نہیں سکتے۔ تم ان کے حوائج مجھ پر پیش کرو کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی حاجت بادشاہ تک پہنچاتا ہے۔ جسے وہ خود نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدم (پل صراط پر) ثابت رکھے گا۔ اسی طرح کے ضروری مفید امور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا کرتے۔ اور ایسے امور کی شنوائی نہ ہوتی جن میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ طالب وسائل دولت خانہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ اور آپ سے استفادہ علوم کرتے اور لوگوں کے رہبر بن کر نکلتے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کا جو وقت گھر سے خارج گزرتا تھا۔ آپ اس میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اکثر خاموش رہتے۔ اور بجز مفید و ضروری امر کے لب کشائی نہ فرماتے۔ آپ لوگوں کو (حسن خلق سے) اپنا گرویدہ بناتے۔ اور ایسی بات نہ کرتے۔ جس سے وہ آپ سے نفرت کرنے لگیں آپ ہر ایک قوم کے بزرگ کی عزت کرتے۔ اور اس کو ان کا سردار بناتے آپ لوگوں کو (عذاب خدا سے) ڈراتے۔ ان سے احتراز کرتے اور بچتے۔ مگر کشادہ روئی اور حسن خلق میں کسی سے دریغ نہ فرماتے۔ اپنے اصحاب کی خبر گیری فرماتے۔ (مثلاً مریض کی عیادت۔ مسافر کے لیے دعا، اور میت کے لیے استغفار فرماتے) اپنے خاص اصحاب سے لوگوں کے حالات دریافت فرماتے (تا کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیں) آپ اچھی بات کی تحسین فرماتے اور اس کی تائید کرتے۔ اور بری بات کی برائی ظاہر فرماتے۔ اور اس کی تضعیف و تردید کرتے۔ آپ کا حال ہمیشہ معتدل تھا۔ اس میں اختلاف نہ تھا۔ آپ (لوگوں کی تذکیر و تعلیم سے) غافل نہ ہوتے تھے۔ کہ مبادا وہ غافل ہو جائیں اور پستی کی طرف مائل ہو جائیں۔

آپ ہر حال (جمیع انواع عبادات کے لیے) مستعد تھے۔ حق سے کوتاہی نہ کرتے۔ اور نہ حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ (استفادہ کے لیے) آپ کی خدمت میں حاضر رہتے وہ خیر الناس ہوتے سب سے افضل آپ کے نزدیک وہ ہوتا جو سب مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا اور مرتبہ میں آپ کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہوتا جو محتاجوں کی غمخواری کرنے والا اور (مہمات امور میں) اپنے بھائیوں کی مدد کرنے والا ہوتا۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے والد بزرگوار سے آنحضرت ﷺ کی مجلس کا حال

Marfat.com

دریافت کیا۔انہوں نے فرمایا۔کہ حضور کا مجلس سے اٹھنا اور مجلس میں بیٹھنا بغیر ذکر الٰہی نہ ہوتا۔جب آپ کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے۔تو جو جگہ خالی پاتے۔وہیں بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے۔جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے۔آپ ان میں سے ہر ایک کو (حسب حال کشادہ روئی اور تعلیم و تفہیم سے) بہرہ ور فرماتے۔آپ کا ہر ایک ہمنشین یہ سمجھتا کہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں۔جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی حاجت کے لیے آپ سے کلام کرتا۔آپ اس کے ساتھ اسی حالت میں ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ خود واپس ہو جاتا۔جو شخص آپ سے کسی حاجت کا سوال کرتا۔آپ اس کی حاجت کو پورا کرتے یا اس سے کوئی نرم بات فرماتے۔(یعنی وعدہ فرماتے یا فرماتے کہ فلاں سے ہمارے ذمہ قرض لے لو) آپ کی کشادہ روئی اور حسن خلق تمام لوگوں کے لیے عام تھا۔آپ (بلحاظ شفقت) سب کے باپ ہو گئے تھے۔اور وہ آپ کے نزدیک حق میں برابر تھے۔(حسب حال واستحقاق ہر ایک کی حق رسانی ہوتی) آپ کی مجلس حلم و حیا و امانت و صبر کی مجلس ہوا کرتی تھی۔اس میں آوازیں بلند نہ ہوا کرتیں۔اور نہ اس میں کسی کی آبرو ریزی ہوتی۔اور نہ اشاعت ہفوات ہوتی۔آپ کی مجلس میں سب مساوی تھے۔ہاں بلحاظ تقویٰ بعض کو بعض پر فضیلت تھی۔وہ سب متواضع تھے۔جو مجلس مبارک میں بڑوں کی توقیر چھوٹوں پر رحم کرتے۔اور صاحب حاجت کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے اور مسافر و اجنبی کے حق کی رعایت کرتے۔(1)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام لباس (2) چادر قمیص اور تہہ بند تھا۔یمن کی دھاریدار چادریں جن کو عربی میں حبرۃ کہتے ہیں سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے بعض اوقات آپ نے ادنیٰ جبہ شامیہ استعمال فرمایا ہے جس کی آستینیں اس قدر تنگ تھیں کہ وضو کے وقت ہاتھ آستینوں سے نکالنے پڑتے تھے۔جب کسروانی بھی پہن لیتے تھے۔جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی سنجاف تھی۔ایسی ادنیٰ چادر بھی آپ نے پہنی ہے جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی۔سفید لباس پسند فرماتے تھے۔پاجامہ آپ نے کبھی نہیں پہنا۔

عمامہ کا شملہ اکثر دونوں شانوں کے بیچ میں اور کبھی شانہ مبارک پر پڑا رہتا۔بعض وقت عمامہ تحلیک فرماتے۔یعنی دستار مبارک کا ایک پیچ بائیں جانب سے ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے گزار کر سر مبارک پر لپیٹ لیتے عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا۔عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوا کرتی۔اونچی ٹوپی آپ نے استعمال نہیں فرمائی۔

نعلین شریفین چپلی کی شکل کی تھیں۔ہر ایک کے دو دو تسمے دہری تہہ والے تھے ایک شملہ انگوٹھے اور متصل کی انگلی مبارک کے بیچ میں اور دوسرا انگشت میانہ اور بصر کے بیچ میں ہوا کرتا۔یہ وہی نعلین شریفین ہیں کہ شب معراج میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر تشریف لے گئے۔تو بقول صوفیاء کرام باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ نعلین سمیت عرش کو شرف بخشیے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

---

(1) شمائل ترمذی۔باب جاء فی تواضع۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(2) لباس کے متعلق دیکھو مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس۔

Marfat.com

لَدَی الطُّورِ مُوسٰی نُودِی اخْلَعْ
وَاحْمَدُ عَلَی الْعَرْشِ لَمْ
یُوْذَنْ بِخَلْعِ نِعَالِہٖ

طور کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی کہ پاپوش اتار لیجئے اور حضرت احمد کو عرش پہ پاپوش اتارنے کی اجازت نہ ملی۔

عبداللہ بن اسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ احباب یہود اور یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام اپنے اسلام لانے کا وقعہ اس طرح سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے تو لوگ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ میں بھی ان کی موافقت میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میری نظر آنجناب کے چہرہ قدس پر پڑی۔ تو میں نے جان لیا کہ آپ کا چہرہ جھوٹے لوگوں کے چہروں کی مانند نہ ہے اور میں نے یہ بھی سُنا کہ آپ کہتے تھے۔ یَا! یُّھَا النَّاس افشوا السلام۔ اے لوگو اسلام عام کرو۔ یعنی خویش و بیگانہ سب کو سلام علیکم کہا کرو۔ اور اسے صرف خویش و اقارب تک مخصوص نہ رکھو اور نہ واقف حضرات تک۔ نیز فرماتے تھے۔ اطعمو ا الطعام۔ کھانا کھلایا کرو۔ یعنی فقراء سے محبت کرو اور درویشوں اور محتاجوں کی غم خواری کیا کرو۔ وصلو الارحام یعنی تشنہ داری کرو اور شب خیری کیا کرو جب کہ عام لوگ سوتے ہیں۔ اور یہ پہلا وعظ ہے جو آنخضرت ﷺ نے مدینہ شریف میں فرمایا۔ پس میں اپنے گھر واپس آ گیا۔ دوسری دفعہ پھر علیحدگی میں آنخضرت ﷺ کے ساتھ صحبت کی اور تین سوال پوچھے جن کا جواب سوائے پیغمبر کے کوئی نہیں جانتا۔ پہلا سوال یہ تھا کہ قیامت کی علامات سے پہلی علامت کیا ہوگی؟ دوسرا یہ کہ بہشت میں سب سے پہلا طعام مومنوں کے لیے دستر خوان پر کیا ہوگا؟ تیسرا یہ کہ کیا وجہ ہے کہ بیٹا کبھی باپ سے مشابہت رکھتا ہے اور کبھی ماں کے ساتھ؟ پس آنخضرت پر وحی نازل ہوئی اور آپ نے ان تینوں سوالات کے جواب ارشاد فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت کی پہلی نشانی یہ ہوگی کہ مشرق کی طرف سے آگ پیدا ہوگی۔ جو لوگوں کو مغرب کی طرف ہانک لے جائے گی۔ جیسے کہ چرواہے بکریاں ہانکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ پہلا کھانا جو اہل بہشت کی طرف لائیں گے وہ اس مچھلی کے جگر کے ساتھ منسلک گوشت ہوگا۔ جس کی پشت پر زمین قائم ہے، اور وہ طعام بڑا لذیذ اور پسندیدہ ہے۔ اور احادیث میں آیا ہے کہ پروردگار تعالیٰ اپنی قدرت سے زمین کو مثل روٹی سفید کر دے گا۔ اور آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ والد اور والدہ میں سے جس کا نطفہ پہلے رحم میں گرتا ہے یا زیادہ گرتا ہے مولود اس سے مشابہ ہوتا ہے۔

عبداللہ بن سلام نے اپنے سوال کا جواب سنا تو پکار اٹھے اور کہا اشھدُ ان لا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاشْھَدُ ان محمد رسول اللّٰہ اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ یہ قوم یہود ہے جو بہت جھوٹے ہیں اور بہتان باندھنے والے ہیں، اور وہ مجھے سیادت و ریاست کے علم میں مسلمہ شخصیت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں ان کا سردار اور ان کے سردار کا بیٹا اور ان میں سے سب سے زیادہ عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ جب وہ سنیں گے کہ میں ایمان لے آیا ہوں۔ تو وہ بہتان کریں گے اور اس جماعت یہود سے میرے احوال پوچھیں۔ اور سنیں کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ آنخضرت ﷺ نے عبداللہ بن سلام رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جگہ پر پوشیدہ کر دیا۔ اور یہود کو طلب فرمایا۔ ان کو وعظ و ہدایت کی اور فرمایا کہ اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ تم جانتے ہو۔ اور تورات میں تم پڑھ چکے ہو کہ میں رسول خدا ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے تم مجھ پر ایمان لاؤ اور مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ تم خدا کے رسول ہو پھر فرمایا کہ تمہارے درمیان عبداللہ بن سلام کیسے آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا وہ تو ہمارا سردار ہے۔ اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ وہ ہمارا پیشوا ہے۔ بہترین اور دانا ترین ہے۔ اور ہم میں سے دانا ترین کا بیٹا ہے یعنی وہ اور اس کے آباؤ سب بزرگ چلے آئے ہیں۔ اور بہترین ہوئے ہیں پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم کیا کہو گے؟ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ کی اس پر نظر ہے وہ کیوں ایمان لائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ بار بار کہے اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابن اسلام! باہر آؤ۔ پس عبداللہ بن سلام شہادت دیتے ہوئے باہر آئے اور کہا کہ اے گروہ یہود! خدا تعالیٰ سے ڈرو اور محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ کیونکہ یہ تم بھی جانتے ہو کہ وہ رسول خدا ہے انہوں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو ہم بالکل نہیں جانتے اور عبداللہ بن سلام کے حق میں کہنے لگے کہ یہ ہم میں سے بُرا ہے اور ہمارے بڑے بُرے کا بیٹا ہے۔ اور ہم میں سب سے زیادہ جاہل ہے۔ اور سب سے زیادہ جاہل کا بیٹا ہے۔ یہ بدترین ہے اور بدترین کا بیٹا ہے۔ اور یہ کہ جاہل بدترین ہے۔ اور اسی ساعت انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ہمارا سردار ہے اور سردار کا بیٹا ہے اور سب سے بڑا عالم ہے اور بڑے عالم کا بیٹا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جب صبح سعادت اسلامی و ایمانی طلوع کی ابتداء انصار کے گھروں کی طرف سے ہوئی تھی۔ لہٰذا یہود نا ہود کے خون انصار کی دشمنی کے باعث آنحضرت ﷺ کے بارے میں بھی حرکت میں آیا بعض نے عداوت کے اظہار کی کوشش کی۔ اور جتنا کہ وہ کر سکتے تھے انہوں نے اپنی ہلاکت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مثال کے طور پر حیی بن اخطب اور اس کا بھائی یاسر بن اخطب جو کہ اس قوم میں سب سے زیادہ عداوت کی شدت میں مبتلا تھے۔ وغیر ہم اور اس کے گروہ میں سے بعض شقی القلوب نے منافقت کو اپنا حیلہ وسیلہ بنایا۔ اور اسی کو اپنی فانی زندگی کے لیے اپنا سرمایہ جمع کیا۔ اور اوس اور خزرج کے دو قبیلوں سے بعض نے منافقت میں یہود کا ساتھ دیا۔ اور منافقوں کی اکثریت یہود سے ہی تھی۔ اور یہود کے بعض بڑے بڑے علماء جن کی جبیں اقبال پر رحمت ازلی نے سعادت مندی تحریر کی ہوئی تھی۔ اس معرفت کے سبب جو وہ حقیقت محمدی ﷺ کے بارے میں رکھتے تھے اور رسالت سید المرسلین ﷺ کی حقیقت کو پہچانتے تھے اسی معرفت کے تقاضہ سے انہوں نے بلا تردد اور توقف اطاعت کی گردن جھکا دی اور اسلام کا بلند بخت ہار اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اور سعادت ازلی سے ہمکنار ہوئے۔ جیسے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے دوسرے آنحضرت ﷺ کو ان سے زیادہ جاننے پہچاننے والا درحقیقت یہود میں اور کوئی نہ تھا۔ انہوں نے آسمانی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے احوال و اوصاف پڑھے تھے۔ اور آپ کی بعثت و رسالت اور تشریف آوری کے منتظر تھے اور باپ اپنے بیٹوں کو وصیت کر جاتے تھے اور خوشخبری دیے جاتے تھے کہ پیغمبر آخر الزماں تشریف لائیں گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ کہ یہود محمد (ﷺ) کو پہچانتے ہیں جیسے کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور چونکہ والدین کی معرفت بیٹوں کے متعلق علم یقینی پر شاہد ہے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ کی پہچان کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ میں کہا گیا۔ يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ

Marfat.com

۔باوجود اس معرفت کے یہود ابدی شقاوت و وبال میں گرفتار ہیں۔

علمے کہ حق تنہائد جہالت است

یہود کے مجادلے:

مدینہ کے یہودی پورے جوش و خروش کے ساتھ آستین چڑھائے رسول اللہ ﷺ کے سامنے مجادلہ پر اتر آئے۔

یہودیوں نے اپنی کتابوں میں مکر و فریب کے ساتھ ایسی تبدیلیاں کر لیں۔ جو رسول اللہ ﷺ کے منصب رسالت کو مشکوک بنا سکتی ہوں۔ نہ صرف آنحضرت ﷺ کو بلکہ یہودیوں نے آپ کے ساتھیوں سے بھی طرح طرح کے سوالات پوچھ پوچھ کر پریشان کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے مدینہ ہی کے رہنے والوں میں سے ایسے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا جو منافق تھے۔ اور جھوٹ موٹ کی پرہیز گاری اور نیکو کاری کا ڈھونگ رچائے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں پر اسلام کے بارہ میں طرح طرح کے اعتراض کرنا شروع کر دیئے۔ ان تمام گروہوں کا مقصد مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر اعتماد متزلزل کرنا تھا۔

یہودیوں کی امداد کے لیے وہ منافق بھی تیار ہو گئے جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ مگر دل میں کھلم کھلا اسلام دشمنوں سے زیادہ در پردہ اسلام کے دشمن تھے۔

یہود کا مسلمات تورات سے انکار:

یہود نے اس رقابت میں اپنی مقدس کتاب (تورات) کے مسلمات سے بھی انکار کر دیا۔ باوجودیکہ یہ تمام گروہ (یہود و مشرکین اور منافقین) خدا کی ہستی پر ایمان کے دعویٰ میں پیش پیش تھے۔ حتیٰ کہ ان میں بت پرست خدا کو بھی مانتے مگر بتوں کو بھی اس کے قرب کا ذریعہ سمجھنے پر مصر تھے۔ بایں ہمہ ان سب نے مل کر رسول خدا ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ نے تو سب مخلوقات پیدا کیں۔ مگر اس کو کس نے پیدا کیا! جس کا جواب رسول اللہ ﷺ نے انہیں وحی الٰہی کی زبان سے لفظوں میں دیا۔

﴿ قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوًا احد ۔﴾ (سورۃ اخلاص)

ان سے کہہ دیجئے کہ خدا یکتا و بے بنیاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے!

آہستہ آہستہ مسلمانوں کو بھی ان اسلام دشمنوں کی پہچان ہو گئی۔ اس اثناء میں ایک دن ان میں سے چند منافق مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ کر دبی زبان سے اسلام پر شکوک ظاہر کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو ان کو فوراً مسجد سے نکلوا دیا لیکن اسلام دشمنوں کے لیے یہ معمولی سی سزا کیسے اثر انداز ہوتی۔

ایک روز شاس بن قیس (منافق) نے دیکھا کہ اوس و خزرج مسلمان مل کر بیٹھے ہوئے اور ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی خوشگوار ہیں۔ تو اس کے کلیجے کا ناسور ابھر آیا اف! آج دونوں قبیلے آپس میں ایسے شیر و شکر ہیں کہ ان میں مداخلت یا لشست کی ہمت بھی نہیں ہو سکتی؟ کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ ان کی پرانی دشمن کو ابھارا جائے۔

چنانچہ اس کام کے لیے اس نے ایک زبان دراز نوجوان یہودی کو منتخب کیا۔ کام یہ تھا کہ کسی موقع پر اوس و خزرج کے درمیان جنگ بعاث (جس کا ذکر گزر چکا ہے) کو ان میں پھر سے ابھار دے جس میں قبیلہ اوس نے خزرج کو دبا کر ان کو ان

Marfat.com

کے گھروں میں قید کر دیا تھا۔

یہودی شیطان نے یہ موقع پیدا کر ہی لیا۔ اور چشم زدن میں دونوں قبیلے کے نوجوانوں کا خون کھول گیا۔ ایک دوسرے پر تہمت بازی اور تفاخر کا سیلاب امڈ آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شخص نے روائتی انداز جنگ میں کہا۔ اگر ارمان باقی ہو تو نکال لو۔ ہم جواب دینے کے لیے تیار ہیں یہ خبر رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچی تو آپ ﷺ فوراً موقع پر تشریف لے آئے۔ انہیں دین اسلام کی صحبت انگیز امن وسکوں سے سیراب کر دینے والی تعلیم کا احساس دلایا تو شیطان نے منہ کی کھائی اور نبی رحمت کے رحمت نچھاور کرنے والے وعظ نے ایسا اثر کیا کہ سب کی آنکھوں میں ایک دوسرے کی محبت کا جوش آنسوؤں میں بدل گیا۔ سب ایک دوسرے سے گلے مل گئے لیکن یہودیوں کی مجادلہ بازی نے یہ بدترین صورت صورت اختیار کر لی کہ قرآن مجید نے سورۃ بقرہ میں مسلسل کئی آیات میں ان کی نشاندہی فرمائی۔ ایک مجادلہ کی حکایت تو سور نساء میں بیان فرمائی گئی۔ ان آیات میں یہود اور نصاریٰ دونوں اہل کتاب کا ضد وتکبر میں ان کی اپنی کتابوں (توریت اور انجیل) میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنے کے احکامات کو ماننے سے انکار کی نشاندہی کے ساتھ ان پر لعنت کا ذکر تک موجود ہے۔

﴿ ولقد اتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل واتینا عیسی ابن مریم البینت وایدنہ بروح القدس افکلما جاء کم رسول بمالا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون o قالوا قلوبنا غلف بل لعنھم اللّٰہ بکفر ھم فقلیلا مایو منون o ولما جاء ھم کتب من عند اللّٰہ مصدق لما معھم و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ماعرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللّٰہ علی الکافرینo ۔ 87:2 ﴾

فخاص یہودی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

مسلمان اور یہودیوں کے درمیان معاہدے کے باوجود یہودیوں نے اپنے عہد کو بالائے طاق رکھ کر ایسی سرد جنگ شروع کر دی اور وہ اس حد تک بڑھ گئی کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے نرم خو، رقیق القلب مسلمان کے ساتھ فخاص یہودی ایسا الجھا کہ آپ اس کی زبان درازی سے بے قابو ہو گئے۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبلیغ اسلام کر رہے تھے کہ فخاص یہودی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا اگر ہم اللہ کے محتاج ہوتے تو کوئی بات بھی بنتی مگر تمہارے نبی (ﷺ) تو کہتے ہیں کہ:

﴿من ذاالذی یقرض اللّٰہ قرضًا حسنا فیضا عفہ لہ اضعا فًا کثیرۃ۔ ﴾

(سورۃ 2 آیت 245)

کون ہے جو (انسان کی جگہ اللہ سے معاملہ کرتا ہے اور) اللہ تعالیٰ کو خوش دلی کے ساتھ قرض دیتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کا قرض دوگنا سہ گنا زیادہ کر کے ادا کرے۔ (یعنی حقیر مال اللہ کی راہ میں خرچ کر کے دین ودنیا کی بے شمار برکتوں اور سعادتوں کو حاصل کر سکے۔)

فخاص نے کہا اللہ ہمارے آگے ایسے ہاتھ پھیلاتا ہے جیسے ہم تونگر ہیں اور وہ فقیر۔ پھر وہ ہمیں تو سود خوری سے منع

Marfat.com

کرتا ہے مگر خود سود دینے کا وعدہ فرما رہا ہے۔ جناب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سمجھایا مگر جب اس نے زیادہ واہی تو اہی بکنا شروع کر دیا تو ان سے ضبط نہ ہو سکا اور یہودی کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے فرمایا اے اللہ کے دشمن! اگر تمہارے قبیلہ سے معاہدہ نہ ہوا ہوتو میں تم کو قتل کر دیتا۔ فخاص نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی مگر اپنی بے ہودہ گفتگو کا حصہ حذف کر گیا۔ اس واقعہ پر آیت نازل ہوئی۔

﴿ لقد سمع اللّٰه قول الذين قالوا ان اللّٰه فقير و نحن اغنياء سنكتب ماقالو اوقتلهم الانبياء بغير حقٍ و نقول ذوقوا عذاب الحريق۔ ﴾

یہود مدینہ اپنے سابقہ کردار کے مطابق اپنی سازشوں میں یہیں تک محدود نہ تھے کہ مہاجرین اور انصار میں پھوٹ ڈلوا کر مسلمانوں کو کمزور کر دیں بلکہ اوس وخزرج کو دین اسلام سے ہٹا کر بت پرستی پر لگا دیں۔

ایک بار ان کے علماء اور سرداروں کے وفد نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ آپ کو معلوم ہے قوم میں ہماری کتنی عزت اور کتنا وقار ہے۔ اگر ہم ایمان لے آئیں تو تمام یہودی آپ کے فرماں بردار بن جائیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ ہمارا ایک گروہ کے ساتھ تنازعہ ہے۔ ہم دونوں فریق مقدمہ آپ کے پاس لائیں گے۔ اگر آپ فیصلہ ہمارے حق میں کر دیں گے تو ہم سب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اس حوالہ سے یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ وان احكم بينهم بما انزل اللّٰه ولا تتبع اهواء هم واحذر هم ان يفتو نك عن بعض ما انزل اللّٰه اليك فان تولو افاعلم انما يريد اللّٰه ان يصيبهم ببعض ذنوبهم و ان كثيراً من الناس لفسقون افحكم الجاهلية يبغون ومن احسن من اللّٰه حكما لقوم يوقنون ۔ ﴾ (سورۃ 5 آیات 49,50)

تحویل قبلہ:

رسول اللہ ﷺ پہلے مکہ میں کعبہ کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد بحکم الٰہی بنا بر حکمت و مصلحت وقت بیت المقدس آپ کا قبلہ مقرر ہوا۔ چنانچہ آپ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ یہود آپ پر طعن کیا کرتے تھے کہ محمد (ﷺ) ہماری مخالفت کرتے ہیں مگر قبلہ میں ہمارے تابع ہیں۔ اس لیے آپ کی یہ آرزو تھی کہ ملت ابراہیمی کی طرح میرا قبلہ بھی ابراہیمی ہی ہو۔ مدت مذکورہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ آرزو پوری کر دی۔

﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ المسجد الحرام ط وحيث ماكنتم فولوا وجوهكم شطرهٗ ط ﴾ (البقرہ۔ ع ۱۷)

بے شک ہم دیکھتے ہیں تیرے منہ کا پھرنا آسمان کی طرف پس ضرور ہم پھیریں گے تجھ کو اس قبلہ کی طرف کہ تو اسے پسند کرتا ہے پس پھیر منہ اپنا مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو پس پھیرو منہ اپنے اس کی طرف۔

اس تحویل کی کیفیت یہ ہے کہ نصف رجب یوم دوشنبہ یا نصف شعبان یوم سہ شنبہ کو حضور انور ﷺ مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر پڑھا رہے تھے۔ تیسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ وحی الٰہی سے آپ نے نماز ہی میں کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔ اور مقتدیوں نے بھی آپ کا اتباع کیا اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ ایک نمازی جو شامل جماعت تھا عصر کے وقت مسجد بنی

Marfat.com

حارثہ میں گیا۔اس نے دیکھا کہ وہاں انصار نماز عصر بیت المقدس کی طرف پڑھ رہے ہیں۔اس نے تحویل قبلہ کی خبر دی وہ لوگ نماز ہی میں کعبہ رخ ہو گئے۔دوسرے روز قباء میں عین اس وقت خبر پہنچی جب کہ لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔انہوں نے بھی اسی حال میں اپنا رخ بدل کر کعبہ کی طرف کر لیا۔تحویل قبلہ یہودیوں پر سخت ناگوار گزرا۔وہ اس پر اعتراض کرنے لگے۔ان کا اعتراض اور اس کا جواب قرآن کریم میں یوں مذکور ہے۔

﴿ سیقول السّفهآء من النّاس ما ولّهم عن قبلتهم الّتی کانوا علیها ط قل للّٰه المشرق والمغرب ط یهدی من یّشاء الٰی صراط مّستقیم o ﴾

اب کہیں گے لوگوں میں سے بیوقوف کس چیز نے پھیرا ان کو ان کے قبلے سے جس پر وہ تھے۔کہہ دے اللہ کی ہے مشرق اور مغرب چلاتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف۔

﴿وما جعلنا القبلة الّتی کنت علیها الّا لنعلم من یّتّبع الرّسول ممّن ینقلب علی عقبیه ط وان کانت لکبیرة الاّ علی الّذین هدی اللّٰه ط ﴾ (البقرۃ: ع ۱۷)

اور نہیں مقرر کیا ہم نے قبلہ اس کو جس پر تو پہلے تھا۔(یعنی کعبہ) مگر اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں۔اور البتہ یہ قبلہ ہے شاق و دشوار۔مگر ان لوگوں پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے (حکمت احکام کی)

پہلی آیت میں ان کا اعتراض نقل کر کے یوں جواب دیا گیا کہ شرق و غرب بلکہ جہات ستہ سب خدا کی ہیں۔اس کو کسی خاص جہت سے خصوصیت نہیں۔کیونکہ وہ مکان و جہت سے پاک ہے۔وہ جس جہت کو چاہے قبلہ مقرر کر دے۔ہمارا کام اطاعت ہے۔دوسری آیت میں مذکور ہے کہ تحویل قبلہ اس واسطے ہوا کہ ثابت و متزلزل میں تمیز ہو جائے۔

نجران کے نصاریٰ:

نجران مکہ مشرفہ سے جانب یمن سات منزل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر ہے۔جو نجران بن زید بن یشجب بن یعرب کے نام سے موسوم ہے۔یہ شہر ملک عرب میں عیسائی مذہب کا مرکز تھا۔اور 73 گاؤں اس سے متعلق تھے۔جناب سرور دو عالم ﷺ کے وصال سے ایک سال پیشتر یہاں کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ میں آیا۔جب وہ عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ان کی نماز کا وقت آ پہنچا۔مسجد میں انہوں نے مشرق رو ہو کر نماز ادا کی۔صحابہ کرامؓ منع کرنے لگے۔مگر حضور اقدس ﷺ نے تالیف قلوب کو مدنظر رکھ کر ان سے تعرض کرنے سے منع فرمایا۔اس وفد میں ساٹھ آدمی تھے جن میں چوبیس ان کے اشراف میں سے تھے اور ان چوبیس میں سے تین مرجع کل تھے۔عبدالمسیح جن کا لقب عاقب تھا۔اور سید جس کا نام ایہم اور بقول بعض شرجیل تھا۔اور ابو حارثہ بن علقمہ جو ان کا اسقف (بڑا پادری) تھا۔حضور ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی۔مگر وہ رو بر و نہ ہوئے۔بلکہ مباحثہ کرنے لگے۔اور آخر کار کہنے لگے کہ اگر عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں تو بتاؤ ان کا باپ کون تھا؟ اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

﴿ انّ مثل عیسٰی عند اللّٰه کمثل ادم ط خلقه من تراب ثمّ قال لهٗ کن فیکون o الحقّ من رّبّك فلا تکن مّن الممترین o فمن حآجّك فیه من ۢ بعد ما جآءك من

Marfat.com

العلم فقل تعالوا ندعُ ابنآء نا و ابنآء کم و نسآ ء نا و نسآ ء کم و انفسنا وانفسکم ثمّ نبتھل فنجعل لعنت اللّٰہ علی الکذبین o ﴾ (آلِ عمران: ع ٦)

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسی مثال آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا کہ ہو جا، وہ ہو گیا حق بات ہے تیرے رب کی طرف سے۔ پس تو مت رہ شک میں پھر جو جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں بعد میں اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تو کہہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو۔ پھر دعا کریں۔ اور لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر۔

ان آیات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کا نہ باپ تھا نہ ماں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے۔ اگر نصاریٰ اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ قسم کرو کہ یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے۔ کہ دونوں اپنی جانوں سے اولاد سے حاضر ہوں، اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے اہل اسلام اس طرح کے فیصلے کو مباہلہ کہتے ہیں۔ اور یہ کیا خوب فیصلے کا ڈھنگ ہے کہ صرف عادل حقیقی جو بے رو رعایت اور بغیر بھول چوک کے فیصلہ کرنے والا ہے فیصلہ کر دے۔

اہل نجران سے آخری فیصلہ:

اس ارشاد الٰہی کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے ان علمائے نصاریٰ سے مباہلہ کے لیے کہا۔ انہوں نے مہلت مانگی۔ دوسرے روز صبح کو حضرت ﷺ امام حسن اور حسین کو جو خورد سال تھے۔ ہاتھ سے پکڑا۔ آپ کے پیچھے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام مباہلہ کو روانہ ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تم آمین کہنا آپ ﷺ اور آپ کے ان اہلبیت کو دیکھ کر ابو حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: (1)

"میں وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر وہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو بے شک ان کی دعا سے ٹل جائے گا۔ اس لیے تم مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہے گا۔ اللہ کی قسم! تمہیں اس کی نبوت معلوم ہو چکی ہے اور وہ تمہارے صاحب (عیسیٰ) کے بارے میں قول فیصل لایا ہے۔ اللہ کی قسم! جس قوم نے پیغمبر سے مباہلہ کیا وہ ہلاک ہو گئی۔"

یہ سن کر عیسائی ڈر گئے اور مباہلہ کی جرأت نہ کر سکے۔ بلکہ صلح کر لی اور جزیہ دینا قبول کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندر اور سور بن جاتے۔ اور یہ جنگل ان پر آگ برساتا۔ اللہ نجران اور اس کے باشندوں کو تباہ کر دیتا۔ یہاں تک کہ کوئی پرندہ بھی درخت پر باقی نہ رہتا۔ (2)

---

(1) زرقانی علی المواہب، بروایت ابن ابی شیبہ وابی نعیم وغیرہما جزء رابع ص ۴۳۔

(2) ابن سعد کی روایت میں ہے کہ عاقب اور سعید کچھ مدت بعد جلد مدینہ آئے اور حضور ﷺ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔

Marfat.com

نصاریٰ کا اس طرح مباہلہ سے گریز صاف بتا رہا ہے کہ اعدائے اسلام بھی حضور اقدس ﷺ کی دعا کی اجابت کے قائل تھے۔ اس مباہلہ سے ایک اور بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر دین اسلام خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ اور حضور نبی برحق نہ ہوتے تو ہرگز اپنے دعویٰ پر خدا کے حضور جھوٹے پر لعنت اور غضب الٰہی نازل ہونے کی بددعا کرنے کا حوصلہ اور جرأت نہ کر سکتے، کیا کوئی اپنی چالاکی سے خدا کو بھی دھوکا دے سکتا ہے؟ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو پھر عیسائی علماء کیوں دعا مانگنے کی جرأت نہ کر سکے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم
کے غزوات
اور سرایا

The First Raids and Skirmishes

Marfat.com

غزوات وسرایا کا آغاز

اسی سال سلسلہ غزوات وسرایا شروع ہوتا ہے۔ محدثین واہل سیر کی اصطلاح میں غزوہ وہ لشکر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بذات اقدس شامل ہوں اور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات شریف شامل نہ ہوں۔ بلکہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو دشمن کے مقابلہ میں بھیج دیں تو وہ لشکر سریہ کہلاتا ہے۔ غزوات تعداد میں ستائیس ہیں۔ جن میں سے نو میں قتال وقوع میں آیا ہے اور وہ یہ ہیں بدر، احد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف اور سرایا کی تعداد سینتالیس ہے۔

ہجرت کے بعد بھی کفار قریش مسلمانوں کے مذہبی فرائض کی بجا آوری میں مزاحم ہوتے تھے اور اسلام کے مٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ بلکہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کی مخالفت پر برانگیختہ کرتے تھے۔ اس لیے حضور اقدس ﷺ نے مختلف اغراض کے لیے اپنے اصحاب کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں (سرایا) اطراف مدینہ میں بھیجنی شروع کیں بلکہ بعض دفعہ خود بھی شرکت فرمائی۔ کہیں دشمن کی نقل وحرکت کی خبر لانے کے لیے۔ کہیں بعض قبیلوں سے معاہدہ قائم کرنے کے لیے اور کہیں محض مدافعت کے لیے ایسا کیا گیا۔ ہاں! ایک غرض یہ بھی تھی کہ قریش کی شامی تجارت کا راستہ بند کر دیا جائے اور یہ وہی بات ہے جس کی دھمکی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کے بعد ابوجہل کو خاص خانہ کعبہ میں یوں دی تھی کہ اگر تم نے (1) ہم کو طواف کعبہ سے روکا تو ہم تمہارا مدینہ کا راستہ بند کر دیں گے۔ چونکہ قریش بالعموم مسلمانوں کو حج وعمرہ سے روکتے تھے۔ اس لیے مجبوراً مسلمانوں کو ان کے تجارتی قافلوں سے تعرض کرنا پڑا۔ تاکہ مذہبی مداخلت سے باز آجائیں۔ پہلا سریہ وہ ہے جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حصّہ لیا تھا۔ اس دستے میں مہاجرین کی تعداد تیس تھی۔ یہ دستہ قریش کے قافلے کو روکنے کے لیے گیا۔ لیکن جنگ کی نوبت نہ آ سکی یہی حال سریہ عبیدہ بن حارث بن مُطلب کا تھا۔ جو وادی رافع کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ گیا تھا۔ تاکہ ابوسفیان کو روکیں۔ جو دوسو آدمیوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ لیکن اس میں بھی جنگ نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا سریہ ہے۔ جس میں وہ بیس آدمیوں کے ساتھ جزا کی وادی میں بھیجے گئے تھے۔ تاکہ قریش کے قافلے کو روکیں۔ لیکن قافلہ ایک دن پہلے گزر گیا تھا۔

غزوہ ودان کا دوسرا نام الابواء ہے۔ یہ وہ پہلا غزوہ ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک تھے۔ آپ نے ہجرت کے بارہ ماہ بعد ساٹھ آدمیوں کے ساتھ صفر کے مہینے میں قریش کے خلاف مدینے سے کوچ فرمایا۔ علم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور مدینے کا نظام حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ آخر مصالحت اس بات پر ہوئی کہ بنوضمرہ نہ تو مسلمانوں کے خلاف لڑیں گے۔ نہ لشکر کشی کریں گے اور نہ دشمنوں کی امداد کریں گے۔

(i) صحیح بخاری، کتاب المغازی باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر۔

Marfat.com

غزوہ بواط:

دوسرا غزوہ بواط ہے۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے تیرھویں مہینے دو سو صحابہ کے ساتھ قریش کے اس قافلے کو روکنے کے لیے جس میں عبداللہ بن خلف شامل تھا۔ شمولیت فرمائی لیکن مقابلے کی نوبت نہ آئی۔

غزوہ عشیرہ:

اس کے بعد غزوہ عشیرہ ہے۔ جو ینبوع میں نبی مُدلج کی بستی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے سولہ ماہ بعد ڈیڑھ یا دو سو صحابہ کی معیت میں جمادی الاولی یا جمادی الاخری کے مہینے میں قریش کے اس قافلے کو جو مکّے سے شام کو تجارت کے لیے جا رہا تھا۔ روکنے کے لیے روانہ ہوئے لیکن قافلہ پہلے ہی نکل گیا تھا۔ اس دوران میں آپ نے بنو مدلج سے تعاون کا معاہدہ کیا۔

غزوہ بدر اوّل:

اس کے بعد غزوہ بدر اوّل ہے۔ جس میں کُرز بن جابر الفہری نے نواح مدینہ میں چراگاہ پر حملہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش میں نکلے اور بدر کے قریب سفوان نامی بستی تک اس کے تعاقب میں گئے۔ لیکن وہ نہ ملا اور علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تھا۔

سریہ حضرت عبداللہ بن جحش:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آٹھ مہاجرین کی ایک جماعت تھی۔ نخلہ کو جو مکّے سے ایک دن کے فاصلے پر ہے۔ رجب کے مہینے میں قریش کے ایک قافلے کو روکنے کے لیے روانہ ہوئے۔ قافلے میں کھجور، چھوہارے اور طائف کا چمڑا تھا۔ اس قافلے میں عمرو بن حضرمی بھی تھا۔ جسے انہوں نے قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کلیان کو پکڑ لیا۔ باقی بھاگ گئے اسلام میں یہ پہلی غنیمت تھی۔

عیسائیوں کا اسلام پر الزام:

غزوہ بدر کا تذکرہ کرنے سے پہلے میں مستشرقین کے اس اعتراض کہ:

"اسلام تلوار کے زور سے اپنا سکہ منوانا چاہتا ہے"۔

کا جواب دینا چاہوں گا۔

آیت:

يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه○ (2-217)

(وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشہر حرام میں قتال کے متعلق دریافت کرتے ہیں)

کو سامنے رکھ کر مسیحی حضرات نے شور مچا دیا ہے کہ اسلام جہاد کی دعوت دیتا ہے۔ یعنی دین پھیلانے کے لیے جنگ ضروری قرار دیتا ہے۔ مسیحی حضرات کا یہ بہت پرانا نعرہ ہے کہ

"اسلام تلوار کے زور سے اپنا سکہ منوانا چاہتا ہے"۔

Marfat.com

دوستو! صاف بات تو یہ ہے کہ نعرہ لگانا تو اس کو زیب دیتا ہے۔ جس نے اپنا دین پھیلانے میں کبھی تلوار کو چھوا نہ ہو۔ اس کا اپنا دامن مذہبی حملوں سے بالکل پاک صاف ہو۔ اس نے خود سلامتی کی راہ اختیار کی ہو اور دوسروں کو بھی سلامتی کا مستحق قرار دیا ہو۔ جس کا اپنا نعرہ اور عملی مظاہرہ صلح و آشتی ہو۔ انسانیت کے درمیان اللہ اور سیدنا مسیح علیہ السلام کے تعلق سے اُخوت کے رشتہ کو قائم رکھنا جن کا دستور رہا ہو۔

میں اس کے جواب میں انجیل کی اس تشریح کو پیش کرنا نہیں چاہتا۔ جس میں لکھا ہے میں زمین پر صلح کرانے نہیں آیا۔ تلوار چلوانے آیا ہوں اور نہ میں انجیل کی اس آیت کی تفسیر میں جانا چاہتا ہوں جو سیدنا مسیح کے بعد ان کے ماننے والوں نے تلوار کی زبان سے دوسروں کے سامنے فرمائی۔ کیونکہ مسلمان خود حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کے قائل ہیں لیکن میں اسلام کی طرف سے مستشرقین اور ان کے مبلغین کا یہ اعتراض دور کرنا چاہتا ہوں کہ پیغمبر اسلام نے تلوار کے زور سے اسلام کی بنیاد رکھی۔ قرآن حکیم ان کے اس الزام کی تردید ان الفاظ میں فرماتا ہے۔

لا اکراہ فی الدین قدتبین الرشد من الغی O

دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت صاف طور پر ظاہر اور گمراہی سے الگ ہو چکی ہے اور اس کے علاوہ بات واضح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وقاتلو فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلو نکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین ۔

(256 : 2)

’’اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اس کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا‘‘۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ جو اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام قبول کرانے میں اکراہ (یعنی دباؤ زبردستی یا لالچ) کا کوئی دخل ہی نہیں۔

جہاد فی سبیل اللہ کی اسلامی توجیہہ:

مذکورہ آیات نمبر 256 اور 190 سورہ البقرہ اور وہ آیت جو جناب عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے نازل ہوئی اس میں جہاد کی واضح توجیہ یہی ہے کہ ’’جنگ کرنا انہی لوگوں کے ساتھ روا ہے جو مسلمانوں کو ان کے دین سے روکیں‘‘۔ مقاتلہ عقیدہ کی آزادی حاصل کرنے کے لیے جو (عقیدہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے دین سے مربوط ہے۔ جسے عہد حاضرہ کے اسلوب میں اس وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

’’جہاد سے مقصود وہ دفاعی وسائل ہیں جو عقیدہ کی حفاظت کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں‘‘۔

(i) اگر کسی شخص کو اس کے عقیدے سے رشوت، دباؤ یا جبر و تشدد سے قطع نظر دلیل و منطق سے ہٹانے کی کوشش کی جائے تو مقابل کو حق حاصل ہے کہ ایسے شخص کو منطق و دلیل سے جواب دے۔

(ii) اگر کسی شخص کو اس کے اس عقیدے سے علمی دلائل یا منطق سے ہٹ کر قوت، دباؤ، ڈراوے یا عذاب کے ذریعے روکا جائے تو ایسے شخص کا جواب دلیل و منطق کی بجائے طاقت و تخویف و تعذیب سے ہوگا۔ اس لیے کہ انسان کو اس کا شرف و بزرگی اپنے عقیدے کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ جو شخص انسانیت کے مفہوم کو سمجھتا ہے اس کے

Marfat.com

نزدیک عقیدہ کی حفاظت مال و ثروت اور جاہ و منصب بلکہ جان سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ ورنہ انسان اور حیوان ذی روح ہونے کی حیثیت سے دونوں ایک سے ہیں۔ اسی طرح خورد و نوش و نمو اور حفاظت بدن میں دونوں کے احساسات مساوی ہیں۔ لیکن عقیدہ جسے معنوی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ہی مربوط ہے۔ یہی عقیدہ انسان اور خدا کے درمیان وجہ ربط ہے۔ لیکن انسان اور حیوان میں عقیدہ کے رشتہ کا کوئی سوال نہیں اسی (عقیدہ) کی بدولت انسان کو حیوان پر تفوق ہے۔

عقیدے ہی کی بناء پر انسان جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسرے انسان کے لیے بھی پسند کرتا ہے۔ وہ ربط عقیدہ کی وجہ سے اپنی نکبت و ناداری میں دوسرے محتاج ہم عقیدہ انسان کی ضروریات کو اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر ترجیح دینے میں لطف و انبساط محسوس کرتا ہے اور اس ربط و ہمدردی سے انسان کا مقصد ان کمالات کو حاصل کرنا ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے عالم کون و مکان کے ہر ذرے کو اس کی منفعت کے لیے مقدر فرما رکھا ہے۔

یہی عقیدہ جب انسان کی روح میں نفوذ حاصل کر لیتا ہے۔ جس کے بعد اگر اس (عقیدہ) کا مخالف اس کے عقیدہ کو بدلنا چاہتا ہے۔ تو یہ مخالف ہزار ہا مظالم روا رکھنے کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ غریب چاہے اس کے جور و ستم کو روک بھی نہ سکتا ہو، تمام سختیاں برداشت کر لیتا ہے۔ لیکن اپنے عقیدے کو ترک نہیں کرتا۔ جیسے کہ مکہ میں ہجرت کرنے سے پہلے مسلمانوں کا معاملہ سب کو معلوم ہے جنہوں نے خود پر ہر قسم کے مظالم برداشت کیے۔ لیکن صبر کا دامن نہ چھوڑا۔ شدت اشتہا سے جان کے لالے پڑ گئے۔ مگر عقیدہ کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھی۔

عہد اولیٰ کے مسیحی حضرات:

بلاشبہ مسیح علیہ السلام کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں نے مسلمانان مکہ ہی کی طرح دین کی راہ میں ہر قسم کے ظلم برداشت کیے۔ جن کی تعداد مکہ کے مسلمانوں جتنی نہ تھی۔ (جتنے مسلمانان مکہ!) چند منتخب روزگار تھے۔ جن کو خدا نے ان کی قوت ایمان کی وجہ سے پسند فرما لیا۔ وہ اپنے عقیدے اور ایمان کی حفاظت میں کسی قوت کے سامنے شکست خوردہ نہیں ہوئے۔ ایسے لوگوں کے ثبات و استقلال اور ان کے ایمان کی تاثیر پر انجیل بھی گواہ ہے کہ اگر وہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹ جانے کا حکم دیں تو اسے تعمیل کے بغیر چارہ نہ ہوگا۔

ایک اور شخص جسے دشمن اس کے عقائد سے ہٹانا چاہتا ہے۔ اس پر ہر طرح کے ظلم کرتا ہے اور یہ شخص اپنے مخالف کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے ہرگز روا نہیں کہ مقابلہ کرنے میں ذرہ برابر کوتاہی سے کام لے اگر اس نے مقابلہ نہیں کیا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کا ایمان و عقیدہ ابھی استوار نہیں ہوئے یہی عمل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء رضی اللہ عنہم اجمعین نے مدینہ میں مستقل قیام کے بعد کیا۔ جیسا کہ مسیحیوں نے شام و قسطنطنیہ پر قبضہ و اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد عیسائیت کے دشمنوں پر روا رکھا باوجودیکہ روم کے بعض بادشاہ جور رقیق القلب بھی تھے۔ لیکن انہوں نے بھی اپنے عقیدہ کی حفاظت میں نرم دلی کو بالائے طاق رکھ کر دشمنوں سے دل کھول کر بدلے لیے۔

آج مسیحی منادی کرنے والے کہتے پھرتے ہیں کہ دین مسیح جنگ کرنے کو مطلق طور پر منع کرتا ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ ان کا دین کیا کہتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی وہ تاریخ جو آج ہمارے سامنے معتبر گواہ ہے وہ

Marfat.com

کیا بتاتی ہے......اس کا کہنا ہے کہ جوں ہی مسیحیت نے آنکھیں کھولیں مذہب عیسویت کے نام پر زمین انسانی خون سے رنگ دی گئی۔ کیا مملکت روم میں انسانی خون سستا نہیں ہوا؟ کیا یورپ میں عیسویت کی خاطر خون کے دریا نہیں بہائے گئے؟ کیا صلیبی جنگوں کو مسیحیت کے پرستاروں نے ہوا نہیں دی؟ کیا یورپ سے وہ لشکر صلیبیں اٹھا کر وسط ایشیا کے مسلمانوں پر وحشیوں کی طرح حملہ آور نہیں ہوئے؟ ارض مقدس میں صدیوں تک انسانی خون کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا رہا۔ ان جنگوں میں مقدس پاپائے فوج کے (مسیحی) سپاہیوں کو برکت عطا کرتے ہوئے انہیں بیت المقدس پر قبضہ کر لینے کی تلقین فرماتے (جو اس وقت مسلمانوں کے زیر اقتدار تھا) کیا پاپایان مقدس کو اتنا علم نہ تھا کہ مسیحیت خون ریزی سے منع کرتی ہے یا قرون وسطیٰ کا یہ دور بربریت اور وحشت کا دور تھا اور اس دور کے حوادث کا دور تھا اور اس دور کے حوادث کو دین مسیح کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں؟

اگر مسیحی کرم فرما اس بات پر بضد ہیں کہ جس زمانہ میں صلیبی جنگیں برپا ہوئیں۔ وہ ظلمت و وحشت کا دور تھا۔ مگر صلیب کے پرستاروں نے بیسویں صدی میں یہ گمان کیا جبکہ تہذیب و تمدن کی روشنی چشم انسان کو خیرہ کر رہی ہے۔ اتحادیوں کے مشترکہ نمائندہ لارڈ اسی نے 1918ء میں بیت المقدس پر صلیب لہراتے ہوئے نہایت فخر کے ساتھ نہیں کہا تھا کہ آج صلیبی جنگوں کی تکمیل ہوئی۔

اگرچہ گزشتہ زمانہ میں مسیحیوں کے اندر ایسے پاک باطن لوگ پیدا ہوئے جو جنگ و جدل سے دست کش اور انسانی محبت کے قیام و آرام کے دلدادہ تھے۔ ہمیں ان سے بھی انکار نہیں لیکن مسلمانوں میں ایسے لوگ ان کی نسبت زیادہ پیدا ہوئے۔ جو روحانی عظمت کا نمونہ، اختلاف سے بالاتر، جنگ و جدال سے یک طرف اور انسانی برادری و اخوت قائم رکھنے کے فریفتہ رہے۔

عیسائی اور مسلمانوں دونوں میں ایسے مقدس لوگوں کی کمی نہیں رہی لیکن انسانی زندگی جس کمال کے لیے صدیوں تگ و دو میں سرگرداں تھی۔ اس کے لیے اسلام سے پہلے اس مطلوبہ منزل کو حاصل کرنے کی کوئی راہ نہ تھی۔ آج سے تقریباً 1420 سال قبل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مولد و مسکن (مکہ) کو خیرباد کہہ کر یثرب میں وطن ڈالی اس وقت تک بھی دنیا کے ہر خطہ میں بسنے والی قوتیں آپس میں مصروف جنگ تھیں اور طرح طرح کے جہنمی آلات کی ایجادات میں مشغول تھیں۔ یہ نہیں کہ اس دور کی جنگجو قومیں باہم صلح کے معاہدے کرتی ہی نہ تھیں بلکہ آج کی طرح وہ بھی "صلح صلح" کرتے تھے اس صلح کے عقب میں آلات جہنم تیار کیے جاتے تھے "حرمت جنگ" اور تخفیف اسلحہ دونوں کو آلہ فریب کے طور پر استعمال کیا جاتا۔

لیکن دنیا نے پہلی بار ایک ایسی آواز سنی جس میں جنگ کی کھلم کھلا مذمت تھی۔ ایک ایسی آواز جو سچائی سے نکلی، سچ کا نور بن کر تمام دنیا کے انسانوں کے کانوں سے ٹکرائی یہ اسلام کی آواز تھی لیکن اہل مغرب آج کسی ایسے طریق پر قادر نہیں جس سے جنگ رک سکے اور دنیا کو مسلح جنگوں کی بجائے سلامتی کا صحیح حل مل سکے۔

اسلام کی بنیاد خیال، عقائد و اوہام پر نہیں نہ وہ انسان کو انفرادی زندگی کے گر بتاتا ہے بلکہ دین اسلام دین فطرت ہے۔ جس کی پیروی فرد اور جماعت سب پر ایک سی فرض ہے۔ اسلام ایک مسلمہ حقیقت اور طبعی استقلال پر قائم ہے۔ جہاں تک جنگ و جدال کا تعلق ہے۔ دین اسلام اس کی اہمیت کو مشروط کر دیتا ہے۔ لیکن انسانیت کے احترام کو ہر حالت میں قائم

Marfat.com

رکھنے کی سخت تاکید فرماتا ہے۔ یہ سب سے بڑی اصلاح وتبدیلی ہے۔ جو اس (جنگ) کے معاملہ میں کی جاسکتی ہے۔ جس سے انسان کو نیکی اور کمال حاصل کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔

دین اسلام ''جنگ'' صرف دو حالتوں میں جائز قرار دیتا ہے۔

(i) انسانی زندگی کی حفاظت کے لیے۔

(ii) عقیدہ توحید کی حفاظت کے لیے۔

اسلام نے جس قسم کے جہاد کو قائم رکھا اور جس کی تلقین قرآن نے فرمائی ہے۔ یہی جنگ ہے۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں بیان کیا اور جس کی مزید تفصیل بعد میں آئے گی۔

☆☆☆

Marfat.com

غزوہ بدر کبریٰ

غزوہ بدر سب سے بڑا غزوہ ہے اس کا سبب عمرو بن حضرمی کا قتل اور قافلہ قریش کا شام کی طرف سے آنا تھا۔ اس واقعہ کے بعد کفار مکہ نے حضرمی کے قتل اور حرمت والے مہینے میں واقع ہونے کی وجہ سے تمام عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے خلاف بھڑکانے کا ذریعہ بنا لیا۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ قریش مکہ سے سمجھوتے کی توقع رکھنا بے سود ہے۔

کفار مکہ کے اس رویے کے پیش نظر مسلمانوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ کفار مکہ کے خلاف جہاد کے لیے تیار ہو جائیں۔ کفار مکہ جو کئی سالوں سے مسلمانوں کے صرف اس لیے دشمن تھے کہ انہوں نے بت پرستی چھوڑی اور ایک اللہ اور ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک کتاب (قرآن حکیم) پر ایمان لے آئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کفار مکہ ان مسلمانوں کو اللہ کی راہ پر چلنے سے روکنے کے لیے ہر طرح کا جبر و تشدد کرتے رہے۔

ایک تجارتی قافلہ:

2 ہجری کی بات ہے مسلمانوں کو یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان تجارتی سامان لے کر شام کی طرف آ رہا ہے۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کے قصد سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ذوالعشیرہ تک تشریف لے گئے تھے۔ امیر قافلہ ابوسفیان تھا۔ اس قافلے میں قریش کا بہت سا مال تھا۔ جب یہ قافلہ بدر کے قریب پہنچا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر لگی۔ آپ نے فوراً مسلمانوں کو نکلنے کی دعوت دی۔ اس لیے جلدی سے تیاری کر کے آپ بتاریخ 12 ماہ رمضان بروز ہفتہ مدینہ سے نکلے اور مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر بئر ابی عتبہ پر لشکر گاہ مقرر ہوا۔ یہاں لشکر کا جائزہ لینے کے بعد آپ نے صغیر السن صحابہ (مثلاً ابن عمر، براء بن عازب، انس بن مالک، جابر، زید بن حارث اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو واپس کر دیا اور باقی کو لے کر روانہ ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عمیر (1) جن کی عمر سولہ سال کی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھ بچا رہے تھے۔ کیونکہ ان کو شہادت کا شوق تھا مگر ڈرتے تھے کہ کہیں چھوٹی عمر کے سبب واپس نہ کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جب پیش ہوئے تو واپسی کا حکم ملا۔ اس پر آپ رونے لگے۔ لہٰذا اس رحمۃ اللعالمین نے شمولیت کی اجازت دے دی۔ بلکہ ان پر خود اپنی تلوار کا تلہ لگا دیا۔

(1) (طبقات ابن سعد و استیعاب و اصابہ ترجمہ عمیر بن ابی وقاص)

Marfat.com

واضح رہے کہ مسلمان محض قافلہ قریش سے تعرض (1) کے لیے نکلے تھے۔ ان کو علم نہ تھا کہ فوج قریش سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس لیے فوری ناتمام تیاری کی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس کا سواری کا اونٹ موجود ہو وہ سوار ہو کر ہمارے ساتھ چلے انصار آپ سے ان اونٹوں کے لانے کے لیے جو مدینہ کے حصہ بالائی میں تھے اجازت مانگنے لگے آپ نے فرمایا۔ ”نہیں صرف وہی ساتھ چلے جس کا سواری کا اونٹ حاضر ہے۔

آپ کے ساتھ صرف ستر اونٹ دو گھوڑے اور تین سو آٹھ مجاہدین تھے۔ جن میں سے مہاجرین کچھ ساٹھ سے اوپر تھے اور باقی سب انصار تھے۔ آٹھ صحابہ اور تھے۔ جو بوجہ عذر شامل نہ ہو سکے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی غنیمت میں سے پورا حصہ دیا۔ لہٰذا یہ بھی اصحاب بدر میں شمار ہوتے ہیں۔ ان آٹھ میں سے تین تو مہاجرین تھے۔ یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کے لیے حضور ہی کے ارشاد سے مدینہ منورہ میں رہ گئے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید (ہر دو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) جن کو حضور نے روانگی سے دس روز پیشتر قافلہ قریش کی خبر لانے کے لیے بھیج دیا تھا اور وہ آپ کی روانگی کے بعد مدینہ میں واپس آئے تھے اور پانچ انصار تھے۔ یعنی ابولبابہ بن عبدالمنذر جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیبت میں مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ عاصم بن عدی العجلانی جو روحاء سے ضرب شدید کے سبب واپس کر دیئے گئے اور مدینہ منورہ کی بالائی آبادی (عالیہ) کے حاکم بنائے گئے۔ حارث بن حاطب العمری جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روحا سے کسی خاص کام کے لیے بنو عمرو بن عوف کے پاس بھیج دیا۔ حارث بن الصمہ جو روحا میں ٹانگ پر ضرب شدید آنے کے سبب واپس کر دیئے گئے اور اخوت بن جبیر جو اثنائے راہ میں ساق پر پتھر لگنے کے سبب مقام صفرا (2) سے واپس کر دیئے گئے۔

سواری کے لیے تین تین مجاہدین کو ایک ایک اونٹ ملا ہوا تھا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

مقام روحاء تک حضرت مرثد کی جگہ حضرت علی اور حضرت ابولبابہ تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باری پیدل چلنے کی آتی تو حضرت علی و ابولبابہ عرض کرتے۔ آپ سوار ہو لیں۔ ہم بجائے آپ کے پیدل چلتے ہیں۔ مگر حضور فرماتے تم پیدل چلنے پر مجھ سے زیادہ قادر نہیں ہو اور نہ میں تمہاری نسبت اجر کا کم خواہاں ہوں۔ طبقات ابن سعدی غزوۂ احد اور حضرت علی اور حضرت مرثد غنوی ایک اونٹ پر اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عبدالرحمن بن عوف دوسرے پہ باری

---

(1) (حدیث کعب بن مالک میں ہے۔ انما خرج النّبی صلی اللہ علیہ وسلم یرید عیر قریش حتی جمع اللّٰہ بینہ و بینھم علیٰ غیر میعاد (یعنی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف قافلہ قریش کے قصد سے نکلے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کو اچانک مقابل کر دیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے اور قرآن کریم کی آیت ذیل کی صحیح تفسیر ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ ۝

اور اگر آپس میں تم وعدے کرتے تو نہ پہنچتے وعدے پر لیکن اللہ کو کر ڈالنا تھا ایک امر کا جو ہو چکا تھا۔

حدیث کعب کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ جو اسی مضمون کی تائید کرتی ہیں۔)

(2) صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب سقوط فرض الجہاد عن المعذورین۔ حدیث انس بن مالک۔)

Marfat.com

باری سوار ہوتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحاء سے چل کر صفراء کے قریب پہنچے تو آپ نے حضرت بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو قافلہ قریش کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ وہ بدر میں پہنچے اور وہاں سے یہ خبر سن کر آئے کہ قافلہ کل یا پرسوں بدر میں پہنچے گا۔

ابوسفیان پھر بچ نکلا:

ابوسفیان کو شام میں خبر لگی تھی کہ حضرت قافلہ کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس لیے اس نے حجاز کے قریب پہنچ کر ضمضم بن عمرو کو بیس مثقال سونے کی اجرت پر مکہ میں قریش کے پاس بھیجا۔ تاکہ ان کو قافلہ کے بچانے کی ترغیب دے۔ چنانچہ ضمضم اونٹ پر سوار ہو کر فوراً روانہ ہو گیا۔

مکہ پہنچ کر ضمضم نے اپنے اونٹ کے ناک کان کاٹ دیئے تھے۔ کجاوہ الٹ دیا تھا اور اپنی قمیض پھاڑ دی تھی۔ اس ہیت کذائی میں وہ اپنے اونٹ پر سوار یوں پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ ''اے گروہ قریش قافلہ تجارت! قافلہ تجارت! تمہارا مال ابو سفیان کے ساتھ ہے۔ محمد ﷺ اور اس کے اصحاب اس کے سدراہ ہو گئے ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ تم اسے بچالو گے۔ فریاد! فریاد!'' یہ سن کر قریش کہنے لگے کیا محمدؐ اور اس کے اصحاب گمان کرتے ہیں کہ یہ قافلہ بھی عمرو بن حضرمی کی مانند ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایسا نہیں۔ غرض قریش جلدی نکلے اور ان کے اشراف میں سے سوائے ابولہب کے کوئی پیچھے نہ رہا اور اس نے بھی اپنے عوض ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام کو بھیجا اور چار ہزار درہم جو بطور سود اس سے لینے تھے۔ اس صلے میں اس کو معاف کر دے۔ امیہ بن خلف نے بھی پیچھے رہ جانے کا ارادہ کیا تھا۔ (1) کیونکہ اس نے حضرت سعد بن معاذ سے ہجرت کے بعد مکہ مشرفہ میں سنا تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ مگر ابوجہل نے کہا تو اہل وادی مکہ کا سردار ہے اگر تو پیچھے رہ گیا تو دوسرے بھی دیکھا دیکھی تیرے ساتھ رہ جائیں گے۔ غرض پس وپیش کے بعد ابوجہل کے اصرار پر وہ بھی ساتھ ہولیا۔ (2)

پرانی دشمنی:

قریش جب بڑے ساز وسامان سے اس طرح چلنے کو تیار ہو گئے تو انہیں بنو کنانہ کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا کیونکہ بدر سے پہلے قریش و کنانہ میں لڑائی جاری تھی۔ اس لیے قریش خائف تھے کہ مبادا کینہ سابق کے سبب ہمارے پیچھے ہم کو کوئی ضرر پہنچائیں۔ اس وقت ابلیس بصورت سراقہ بن مالک ظاہر ہوا۔ جو کنانہ کا سردار تھا اور کہنے لگا میں ضامن ہوں تمہارے پیچھے بنو کنانہ سے تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس طرح ابلیس لعین بصورت سراقہ لشکر قریش کے ساتھ تھا۔ علاوہ ازیں اہل مکہ کے ساتھ گانے والی عورتیں اور آلات ملاہی بھی تھے۔ رسد کا انتظام یہ تھا کہ امرائے قریش عباس، عتبہ بن ربیعہ۔ حارث بن عامر، نضر بن حارث، ابوجہل، امیہ وغیرہ باری باری ہر روز دس دس اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھلاتے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا۔

---

(1) سیرت ابن ہشام۔
(2) صحیح بخاری، باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر۔

Marfat.com

(i) سیرت ابن ہشام

(ii) قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَاغَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ

(الانفال ع6)

اور جس وقت سنوار نے لگا شیطان ان کی نظر میں ان کے کام اور بولا کوئی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن اور میں رفیق ہوں تمہارا۔

میں پہنچا اور قریش کی کمک اس کی مدد کو نہ پہنچی تو وہ نہایت خوفزدہ ہوا کہ کہیں مسلمان کمین گاہ میں نہ ہوں۔ اسی حال میں وہ بدر میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا کیا تو نے محمد کے جاسوسوں میں سے کسی کو دیکھا ہے؟ مجدی بولا "اللہ کی قسم! میں نے کسی اجنبی شخص کو نہیں دیکھا۔ وہاں اس مقام پر دو سوار آئے تھے یہ کہہ کر عدی و بسی کے مناخ(1) کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسفیان نے ان کے اونٹوں کی مینگنیوں کو لے کر توڑا تو کیا دیکھتا ہے کہ ان میں کھجور کی گھٹلیاں ہیں۔ کہنے لگا ان اونٹوں نے یثرب کی کھجوریں کھائی ہیں۔ وہ تو محمد کے جاسوس تھے۔ لہٰذا اس نے اپنے قافلے کے اونٹوں کے منہ پھیر دیئے اور بدر کو بائیں ہاتھ چھوڑ کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو روانہ ہوا۔ جب وہ قافلے کو محل خطر سے بچالے گیا ہے۔ تو اس نے قیس بن امریٔ القیس کے ہاتھ قریش کو کہلا بھیجا کہ میں نے قافلے کو بچالیا ہے۔ لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ یہ قاصد جحفہ مدینے کے راستے میں مکہ سے تین یا چار منزل ہے اور غدیر خم سے دو میل اور ساحل بحر سے قریباً تین منزل ہے۔ معجم البلدان لیاقوت الحمدی) جحفہ میں قریش سے ملا اور انہیں ابوسفیان کا پیغام پہنچایا۔ قریش نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر ابوجہل بولا کہ ہم (2) بدر سے ورے واپس نہ ہوں گے۔ وہاں تین دن ٹھہریں گے۔ اونٹ ذبح کریں گے اور کھائیں کھلائیں گے۔ شراب پئیں گے اور راگ سنیں گے۔ اس طرح قبائل عرب کے اطراف میں ہماری عظمت وشوکت کا آواز پھیل جائے گا اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ پس ابوجہل کی رائے پر عمل کیا گیا۔ جحفہ ہی میں اخنس (3) بن شریق

(1) اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ کو مناخ بولتے ہیں۔

(2) کامل لابن الاثیر۔ غزوہ بدر۔ بدر مواسم عرب میں ایک موسم بھی تھا۔ جہاں ہر سال ایک دفعہ میلا لگا کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر پہنچنے کے لیے جو راستہ اختیار فرمایا تھا۔ وہ روحا سے تھا۔ روحاء اور مدینے کے درمیان چار دن کا رستہ ہے۔ پھر روحاء سے منصرف ایک برید۔ پھر ذات اجدال ایک برید۔ پھر معاملات ایک برید۔ پھر اثیل ایک برید اور اثیل سے بدر دو میل طبقات ابن سعد (4) قرآن کریم کی آیت ذیل میں اسی طرف اشارہ ہوا ہے۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ط (انفال:66)

اور مت ہو کہ جیسے نکلے وہ لوگ اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کو دکھاتے اور روکتے اللہ کی راہ سے اور اللہ کے قابو میں ہے جو وہ کرتے ہیں۔

(3) اس کا اصلی نام ابی تھا مگر جب بنو زہرہ کو لوٹا لے گیا تو کہا گیا۔ خنس ہم (وہ ان کو واپس لے گیا) لہٰذا اس کو اخنس کہنے لگے (طبقات ابن سعد) اس کے اسلام میں اختلاف ہے دیکھو اصابہ فی تمیز الصحابہ۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اثقفی نے اپنے حلیف بنوزہرہ کو جوایک سواور بقول بعض تین سو مرد تھے۔ مشورہ دیا کہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے۔ اس طرح بنوعدی بن کعب جو قریش کے ساتھ آئے تھے۔ ثنیہ لغت سے واپس لوٹ گئے اور واپسی میں ابوسفیان ان سے ملا اور کہنے لگا اے بنوعدی تم کیونکر لوٹ آئے؟

لا فی العیر ولا فی النفیر

(نہ قافلے میں اور نہ قریش میں)

وہ بولے کہ تو نے ہی تو قریش کو لوٹ جانے کا پیغام بھیجا تھا۔ غرض بنوزہرہ اور بنوعدی کے سوا تمام قریش کے قبائل لڑائی میں شامل تھے۔

مجلس مشاورت:

مقام صفراء کے نزدیک وادی زفران میں حضور اقدس کی خدمت میں حضرت جبرئیل دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ لائے۔ پس آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ عیر (قافلہ) یا نفیر (گروہ قریش؟) مسلمان چونکہ محض قافلہ کے قصد سے نکلے تھے۔ تعداد بھی کم تھی اور سامان جنگ بھی کافی نہ تھا۔ اس لیے ایک فریق اس حالت میں لڑائی سے ہچکچاتا تھا

لہٰذا ابوبکر صدیقؓ نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور خوب جملہ وَاِنَّ فَرِيْقًا حال حقیقیہ نہیں بلکہ مقدرہ ہے۔ جیسا کہ تمام کتب تفسیر میں مذکور ہے اور وَاِذْ يَصِدُكُمْ میں واؤ عاطفہ نہیں بلکہ استیناف ہے اور اذ ظرف ہے۔ فصل مضمر اذ کر وا کا نہ کہ اخرجک کا۔ اس میں شک نہیں کہ نویں آیت (اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ) میں اور گیارہویں آیت (اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ) میں اذ بدل ہے۔ اِذْ يَعِدُكُمْ سے۔ پس بنا بر تقریر بعض مذکور خروج من البیت وعدہ احدی الطائفتین استغاثہ مسلمین نیند کا طاری ہونا اور مینہ کا برسنا

کہا پھر حضرت عمر نے تقریر کی اور اچھی کی۔ پھر حضرت مقدادؓ بن عمرو کھڑے ہوئے اور بولے کہ ''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو بتایا ہے وہ کیجیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم نہیں (اور کائے پیچھا کافروں کا حضور اقدس کا مطلب یہ تھا کہ کاروان اور لشکر قریش میں سے ایک کا وعدہ ہو چکا ہے۔ اب قافلہ تو ہاتھ سے جاتا رہا لہٰذا قریش گرفتار ہوں گے۔) کہتے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی قوم نے کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

طبقات ابن سعد اور ضرب الامثال للبدانی میں ہے کہ ابوسفیان کا یہ خطاب بنوزہرہ سے تھا اور اسی نے لکھا ہے کہ یہ مثل سب سے پہلے ابوسفیان کی زبان سے نکلی تھی۔ بقول اصمعی اسے ایسے مقام پر بولا جاتا ہے جہاں کسی شخص کی قدر سے تحقیر و تصغیر منظور ہو۔

(iii) سورہ انفال رکوع اول میں ہے:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ

بعض نے پانچویں آیت میں وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ کو حال حقیقیہ سمجھ کر کہا ہے کہ مدینہ سے نکلے اور اسی گردہ کے جی چرانے کا وقت ایک ہی تھا اور ساتویں آیت وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ کی رو سے دو فریق (کاروان تجارت و فوج قریش)

Marfat.com

آگے پیچھے لڑیں گے'' یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور حضرت مقداد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے انصار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مجھے مشورہ دو انصار کی طرف اشارہ کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے بیعت عقبہ کے وقت کہا تھا۔'' یا رسول اللہ!

(i) (سیرت ابن ہشام)

(ii) صحیح بخاری، غزوہ بدر باب قول اللہ تعالیٰ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (الآیۃ سیرت ابن ہشام میں حضرت مقداد کی تقریر میں یہ بھی ہے ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ برک الغماد کا قصد کریں گے تو ہم تلوار چلائیں گے۔ یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں''۔ بعض روایتوں میں یہی الفاظ حضرت سعد بن معاذ کی طرف منسوب ہیں۔ ممکن ہے دونوں نے ایسا ہی کہا ہو۔ جیسا کہ ابن الدینہ کا قول ہے (معجم البلدان لیاقوت الحموی) برک الغماد مکہ مشرفہ سے پانچ دن کی راہ اقصائے یمن میں حبشہ کے مقابل ایک شہر ہے۔

(3) فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (مائدہ 64)

تو جا اور تیرا رب دونوں لڑو ہم یہاں ہی بیٹھتے ہیں۔

ہم آپ کے زمام یعنی عہد سے بری ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ہمارے دیار میں پہنچ جائیں۔ جب آپ ہمارے دیار میں پہنچیں گے تو ہمارے امان وعہد میں ہوں گے اور ہم آپ کی حمایت کریں گے۔ ہر ایسے امر سے کہ اس سے ہم اپنی اولاد اور عورتوں کی حمایت کرتے ہیں''۔ چونکہ اس عبارت سے ایک طرح کا وہم ہوتا تھا کہ انصار پر صرف مدینے میں ہی حضور کی حمایت واجب تھی۔ لہٰذا آپ نے اس مقام پر محض ان کے حالات سے استکشاف واستمزاج کے لیے ایسا کیا۔ انصار نے جب حضور کا ارشاد سنا تو حضرت سعد بن معاذ نے جو اکابر انصار میں سے تھے۔ یوں جواب دیا ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور شاہد ہیں اس امر پر کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہی حق ہے اور اس تصدیق پر ہم نے آپ کو اپنی اطاعت کے عہد ومواثیق دیئے ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ جہاں چاہیں چلیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ اس سمندر کو عبور کرنا چاہیں اور اس میں کود پڑیں تو بیشک ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہے گا۔ شاید اللہ تعالیٰ مقابلے میں ہمارے ہاتھ سے آپ کو وہ دکھائے کہ جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ لہٰذا آپ ہم کو اللہ تعالیٰ کی برکت سے لے چلیں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کے اس قول سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''اللہ کی برکت سے چلو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو باتوں (قافلہ اور فوج قریش) میں سے ایک[1] سیرت ابن ہشام۔ غزوہ بدر)

(ii) قرآن کریم میں ہے۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشو كه۔

(اور جب وعدہ کرتا ہے اللہ ایک کا دو جماعتوں میں سے کہ یہ واسطے تمہارے

کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

---

(1) یہ سب مدینہ ہی میں ہونا چاہیے و هٰذا کما تریٰ تفصیل کے لیے رسالہ غزوات النبی مولفہ خاکسار دیکھو۔

Marfat.com

اللہ کی قسم! گویا میں قریش کی موت کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں''

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈے تیار کیے۔ سب سے بڑا جھنڈا مہاجرین کا تھا۔ جو حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔ اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن المنذر کے پاس تھا اور قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ نے اٹھایا ہوا تھا۔ مشرکین کے ساتھ بھی تین جھنڈے تھے ایک ابوعزیز بن عمیر، دوسرا نضر بن حارث اور تیسرا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔

مقام بدر:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ 17 ماہ رمضان جمعہ کی رات کو بدر میں قریب کے میدان میں اترے اور قریش دوسری طرف اترے۔

غیر ذات الشوکۃِ تکُوْنُ لکُمْ وَ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَ یَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ O (الانفال 14)

رکھتے ہو یہ کہ بن شوکت والا ہی ہووے واسطے تمہارے اور اللہ چاہتا ہے کہ سچا کرے سچ کو اپنے کاموں سے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی وزبیر وسعد بن ابی وقاص کو مشرکین کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ قریش کے دو غلام پکڑ لائے۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہ کرام نے ان غلاموں سے پوچھا کیا تم ابو سفیان کے ساتھی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو قریش کے سقے ہیں۔ قریش نے ہمیں پانی پلانے کے لیے بھیجا ہے۔ اس پر صحابہ کرام نے انہیں مارا۔ جب وہ درد سے بے چین ہوئے تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے ساتھی ہیں۔ اتنے میں حضرت نماز سے فارغ ہوئے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ''جب یہ تم سے سچ بولے تم نے ان کو مارا اور جب تم سے جھوٹ بولے تو ان کو چھوڑ دیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا۔ وہ قریش کے ساتھی ہیں'' پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں سے قریش کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم! یہ تو وہ ریگ جو نظر آ رہا ہے۔ اس کے پیچھے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ قریش تعداد میں کتنے ہیں؟ وہ بولے کہ ہمیں معلوم نہیں پھر آپ نے پوچھا کہ وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن دس اور ایک دن نو۔ آپ نے فرمایا ''وہ ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں (واقعی وہ ساڑھے نو سو تھے اور ان کے پاس سو گھوڑے تھے) پھر آپ نے پوچھا سردار ان قریش میں سے کون کون آئے ہیں وہ بولے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حرام، نوفل بن خویلد حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی ابن نوفل، نضر بن حارث زمعہ بن اسود، امیہ بن خلف بنیہ و منبہ پسران حجاج، سہل بن عمرو، عمرو بن عبدود، یہ سن کر حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا ''لو مکہ نے اپنے جگر پارے تمہاری طرف بھیج دیئے ہیں''۔ پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جلدی کوچ کر کے کنوؤں کی طرف آئے اور جو کنواں بدر کے سب سے قریب تھا۔ اس پر اترے۔ حضرت حباب بن منذر نے عرض کیا ''یارسول اللہ! جہاں آپ ہیں وہ اچھی جگہ نہیں آپ ہمیں اس کنویں پر لے چلیں جو قریش کے سب سے نزدیک ہو میں بدر سے اور اس کے کنواں سے واقف ہوں وہاں میٹھے پانی کا ایک کنواں ہے۔ جس کا پانی ختم نہیں ہوتا۔ ہم اس پر ایک حوض بنالیں گے۔ اس میں سے پئیں گے اور جنگ کریں گے اور باقی کنوؤں کو بند کر دیں گے۔ تاکہ کفار کو پانی نہ ملے۔'' حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (1)

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حباب کی رائے درست ہے۔ علاوہ ازیں جہاں مسلمان اترے ہوئے تھے۔ وہ نرم ریتلی زمین تھی۔ جس میں آدمیوں کے پاؤں اور چوپایوں کے کھر اور سم دھنستے تھے اور جہاں کفار ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں کنویں کھودے تھے اور پانی جمع کر لیا تھا۔ مسلمانوں میں سے بعض کو غسل جنابت اور بعض کو وضو کی حاجت تھی اور پیاسے تھے۔ پانی نہ ملتا تھا پس شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تمہارا گمان ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ پیغمبر ہمارے درمیان ہیں اور ہم اللہ کے پیارے ہیں۔ حالانکہ مشرکین پانی پر قابض ہیں اور تم جنب اور محدث ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھتے ہو۔ پھر تمہیں کس طرح امید ہو سکتی ہے کہ تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔ ایسی حالت اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری (1) کر دی۔ جس سے ان کا رنج و تعصب دور ہو گیا اور مینہ برسا دیا۔ جس سے انہوں نے پیا اور غسل کیا۔ اپنے چوپایوں کو پلایا اور مشکیں بھریں اور ریت سخت ہو گئی۔ جس پر چلنا آسان ہو گیا اور کفار کی زمین کیچڑ ہو گئی جس پر چلنا دشوار ہو گیا۔ اس طرح وسوسہ شیطانی جاتا رہا اور اطمینان حاصل ہو گیا۔

غرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب وہاں سے چل کر کفار سے پہلے آب بدر پر پہنچ گئے اور قریش کے سب سے قریب کوئیں پر اترے۔ (1) اور اس پر حوض بنا کر پانی سے بھر لیا اور دوسرے کوؤں کو بند کر دیا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اونچی جگہ پر ایک عریش (کھجور کی شاخوں کا سائبان) بنایا گیا اور حضرت بذات خود معرکہ کی جگہ پر تشریف لے گئے اور دست مبارک کے اشارے سے فرماتے تھے کہ یہ فلاں کافر کے مارے جانے کی جگہ ہے اور یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا۔ لڑائی میں ویسا ہی وقوع میں آیا۔ ان میں سے کسی نے بھی اشارے کی جگہ سے لہر مو تجاوز نہ کیا۔ یہ سب کچھ جمعہ کی رات بتاریخ 17 ماہ رمضان المبارک واقع ہوا۔

کفار کیچڑ کے سبب سے اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ حضرت مع صدیق اکبر عریش میں داخل ہوئے۔ یار غار یہاں بھی عریش کے اندر اپنے آقائے نامدار کی حفاظت کے لیے شمشیر برہنہ علم کیے ہوئے تھا اور دروازے پر حضرت سعد بن معاذ تلوار آڑے لٹکائے پہرہ دے رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات بیدار اور مصروف دعا رہے۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو نماز کے لیے آواز دی اور نماز سے فارغ ہو کر جہاد پر وعظ (2) فرمایا۔ پھر آپ صف آرائی میں مشغول

---

(1) (قرآن کریم میں ہے۔
اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (الانفال 6)
جس وقت تم تھے درے کے ناکے پر اور وہ پرے کے ناکے پر اور قافلہ نیچے اتر گیا تم سے یعنی مسلمان قریب کے میدان میں مدینے کی طرف کو اترے اور کفار پرلے ناکے پر مکہ کی طرف اترے اور قافلہ مسلمانوں سے نیچے کی طرف ساحلِ سمندر کے قریب تھا۔ سیرت ابن ہشام مگر صحیح مسلم میں ایک غلام کا ذکر ہے۔ بظاہر حدیث مسلم کے راوی نے ایک ہی کے ذکر پر اختصار کیا۔ قرآن مجید میں ہے۔ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً

(2) (مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ط (انفال 62)
اور جس وقت ڈال دی تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کرے اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور محکم گرہ دے تمہارے دلوں پر اور ثابت کرے اس کے سبب تمہارے قدم)

Marfat.com

ہوئے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک تیر کی پکڑی تھی جس سے کسی کو آپ اشارہ فرماتے کہ آگے ہو جاؤ اور کسی سے ارشاد فرماتے تھے کہ پیچھے ہو جاؤ۔ چنانچہ (1) غزوہ بدر بہ روایت ابن اسحاق) حضرت سواد بن غزیہ انصاری جو صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ حضور اقدس نے اس لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا استویا سواد (اے سواد برابر ہو جاؤ) حضرت سواد نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ نے مجھے ضرب شدید لگائی ہے۔ حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق وانصاف کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ مجھے قصاص دیں۔ یہ سن کر حضورؐ نے اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا اپنا قصاص لے لو۔ اس پر حضرت سواد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے لپٹ گئے اور آپ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا۔ حضورؐ نے پوچھا اے سواد! تو نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سواد نے عرض کی۔ یارسول اللہ! موت حاضر ہے میں نے چاہا کہ آخر عمر میں میرا بدن آپ کے بدن اطہر سے مس کر جائے۔ یہ سن کر آپ نے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اور اس نے معاف کر دیا۔

فتح کے لیے دعا:

حضور اقدس نے ان کی تعداد کثیر دیکھ کر یوں دعا فرمائی۔

''یا اللہ! یہ قریش فخر وتکبر کرتے آ پہنچے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ تیرے ساتھ جنگ کریں اور تیرے رسول کو جھٹلائیں۔ اے خدا! میں اس نصرت کا منتظر ہوں۔ جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے''۔

لشکر کا جائزہ:

جب ہر دو فریق صف آرائی کر چکے تو قریش نے عمیر بن وہب جمحی کو لشکر اسلام کی تعداد معلوم کرنے بھیجا۔ وہ لشکر اسلام میں آیا اور دیکھ بھال کے بعد واپس جا کر کہنے لگا ''مسلمان کم وبیش تین سو ہیں اور ان کے ساتھ ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہیں۔ اے گروہ قریش! میں نے دیکھا کہ ان کے اونٹوں کے پالان موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں یثرب کے آب کش اونٹ زہر قاتل سے لدے ہوئے ہیں۔ ان کو اپنی تلواروں کے سوا اور کوئی پناہ نہیں وہ گونگے ہیں۔ کلام نہیں کر سکتے اور سانپوں کی طرح زبانیں منہ سے نکالتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میری رائے میں ان میں سے ایک شخص بھی قتل نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ تم میں سے ایک کو قتل نہ کرے۔ پس جب وہ تم میں سے اپنی تعداد کے برابر قتل کر دیں گے۔ تو اس کے بعد تمہارا جینا کیسا ہوگا۔ اس لیے تم آپس میں مشورہ کر لو۔ جب حکیم بن حزام نے یہ سنا تو عقبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اس سے کہا اے ابوالولید! تو قریش کا سردار ہے کیا تو چاہتا ہے کہ آخر زمانے تک دنیا میں تیرا ذکر خیر رہے؟ وہ بولا پھر میں کیا کروں؟ حکیم نے کہا لوگوں کو واپس لے جا اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا خون بہا ادا کر دے۔ عتبہ نے کہا بے شک وہ میرا حلیف تھا۔ اس کا خون بہا اور اس کا نقصان مال جو ہوا وہ سب میرے ذمہ ہے۔ تو ابن الحنظلیہ (ابوجہل) کے پاس جا۔ کیونکہ وہی ہے جس کی طرف سے مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں میں لڑائی کرا دے۔ پھر عتبہ نے کھڑے ہو کر یوں تقریر کی۔

''اے گروہ قریش! تمہیں محمد اور اس کے اصحاب کے ساتھ لڑنے سے کچھ فائدہ نہیں خدا کی قسم! اگر تم محمد کو قتل کرو گے۔ تو تم میں سے ہر ایک کو ان میں اپنے چچیرے بھائی کے قاتل یا ماموں زاد بھائی کے قاتل یا اپنے خاندان کے کسی شخص کے

(2) طبقات ابن سعد۔ غزوہ بدر۔

Marfat.com

قاتل کا منہ ہر وقت دیکھنا پڑے گا۔ اس سے لوٹ چلو۔ اور محمد اور باقی عرب کو خود آپس میں سمجھ لینے دو"۔

حکیم مذکور کا بیان:

حکیم مذکور کا بیان ہے کہ میں ابوجہل کے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ابوجہل نے زرہ دان میں سے اپنی زرہ نکالی ہوئی ہے۔ اُسے زیتون کے تیل کی چینٹک مل رہا ہے۔ میں نے کہا "خدا کی قسم!

محمد اور اس کے اصحاب کو دیکھ کر اس کا سینہ پھول گیا ہے۔ (یعنی بزدل ہو گیا ہے) خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عتبہ بزدل تو نہیں ہے۔ مگر اُس نے دیکھا کہ محمد اور اس کے اصحاب چند اونٹوں کا گوشت کھانے والے ہیں اور ان میں ان کا بیٹا ابو حذیفہ ہے۔ اس کے بارے میں وہ تم سے ڈر گیا ہے"۔ پھر ابوجہل نے عامر بن حضرمی کو کہلا بھیجا کہ تیرا حلیف عتبہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو ہٹا لے جاوے اور تو قصاص چاہتا ہے۔ اس لیے اُٹھ اور اپنے بھائی کا قصاص اور عہد و پیمان یاد دلا۔ اس پر عامر مذکور اٹھا اور اپنے چوتڑ ننگے کر کے چلایا واعمراہ واعمراہ! یہ دیکھ کر لوگوں کی رائے بدل گئی جب عتبہ کو معلوم ہوا کہ ابوجہل نے اس کی نیت یہ الفاظ (اللہ کی قسم اس کا سینہ پھول گیا ہے) کہے ہیں تو بولا وہ حلقہ دبر[1] زرد کیے ہوئے جلد ہی جان لے گا کہ کس کا سینہ پھول گیا ہے۔ میرا یا اس کا" یہ کہہ کر عتبہ نے اپنے سر کے لیے خود طلب کی۔ مگر اس کی کھوپڑی اتنی بڑی تھی کہ تمام لشکر میں ایسی خود نہ ملی جو اس کے سر پر ٹھیک آ جائے۔ اس لیے اس نے چادر سے اپنا سر ڈھانپ لیا۔ اس طرح قریش آمادہ جنگ ہو گئے۔ عتبہ نے عمیر بن وہب سے کہا کہ جنگ کر و اس لیے وہ سو سوار لے کر حملہ آور ہوا۔ مسلمان اپنی صف پر قائم رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر لڑائی نہ کرنا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند طاری ہو گئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! قریش ہم پر آ پڑے ہیں۔ حضور بیدار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خواب میں قریش تھوڑے دکھائے اگر بہت دکھاتا تو مسلمان تعداد کثیر کا نام سن کر ڈر جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو دیکھیے کہ میدان جنگ میں التحام حرب سے پہلے مسلمانوں کو کفار تھوڑے[2] دکھائے۔ تاکہ وہ جنگ پر اقدام کریں اور کفار کو مسلمان تھوڑے دکھائے جس سے انہوں نے لڑنے میں بہت کوشش نہ کی۔

جنگ کا آغاز:

مسلمانوں میں سے جو سب سے پہلے لڑائی کے لیے نکلا۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کا آزاد کردہ غلام مہجع نام تھا۔ جسے عامر بن حضرمی نے تیر سے شہید کیا۔ وہ مسلمانوں میں پہلا قتل تھا۔ پھر انصار میں سے حضرت حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ترغیب دی اور فرمایا بہشت کی طرف اٹھو۔ جس کا عرض آسمان و زمین ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تب حضرت عمیر نے کہا واہ وا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تو نے واہ وا کیوں کہا حضرت عمیر نے کہا واہ وا یا رسول اللہ! فقط اس توقع پر کہ اہل بہشت سے ہو جاؤں"۔ آپ نے فرمایا تب تو بیشک اہل بہشت میں

1۔ منتخب کنز الاعمال بروایت ابن عساکر۔

2۔ سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

سے ہے''۔

اس پر حضرت عمیر نے اپنی ترکش سے چھوہارے نکال کر کھانے شروع کیے۔ پھر کہنے لگے ''اگر میں زندہ رہوں یہاں تک کہ یہ چھوہارے کھالوں۔ تو البتہ یہ لمبی زندگی ہے''۔ یہ کہہ کر حضرت عمیر نے چھوہارے جو پاس تھے پھینک دیئے۔ پھر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ دوسری جانب مصرف اعداد میں سے اسود بن عبدالاسد مخزومی جو بدخلق تھا آگے بڑھا اور کہنے لگا ''میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پیوں گا۔ یا اسے ویران کردوں گا یا اس سے ورے مرجاؤں گا'' ادھر سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نکلے۔ اسود حوض تک پہنچنے نہ پایا کہ حضرت حمزہ نے اس کا پاؤں نصف ساق تک کاٹ دیا۔ اور وہ پیٹھ کے بل گر پڑا پھر وہ حوض کے قریب پہنچا۔ یہاں تک کہ اس میں گر پڑتا تا کہ اس کی قسم پوری ہوجائے۔ حضرت حمزہ نے اس کا تعاقب کیا اور حوض ہی میں اس کا کام تمام کر دیا بعدازاں شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن ربیعہ نکلے۔ مشرکین نے چلا کر کہا۔

''اے محمد! ہماری طرف اپنی قوم میں سے ہمارے جوڑ کے آدمی بھیجئے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا اے بنی ہاشم! اٹھو اور اس حق کی حمایت میں لڑو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے۔ کیونکہ وہ باطل لائے ہیں۔ تا کہ اللہ کے نور کو بجھادیں''۔

پس حضرت حمزہ (جن کے سینہ مبارک پر بطور نشان شتر مرغ کا پر تھا) اور علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن مطلب بن عبد مناف دشمن کی طرف بڑھے اور ان کے سروں پر خود تھے۔ عتبہ نے کہا۔ ''تم بولو تا کہ ہم پہچان لیں''۔

حضرت حمزہ نے کہا میں حمزہ بن عبدالمطلب شیر خدا اور شیر رسول ہوں'' عتبہ بولا یہ اچھا جوڑ ہے۔ میں حلیفوں کا شیر ہوں'' پھر اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ ولید اٹھ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ ولید کی طرف بڑھے اور ایک دوسرے پر وار کیا۔ مگر حضرت علی نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر عتبہ اٹھا حضرت حمزہ اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر شیبہ اٹھا۔ حضرت عبیدہ جو اصحاب میں سے عمر میں سب سے بڑے تھے۔ اس کی طرف بڑھے۔ شیبہ نے تلوار کی دھار حضرت عبیدہ کے پاؤں پر ماری۔ جو پنڈلی کے گوشت پر لگی اور اسے کاٹ دیا۔ پھر حضرت حمزہ اور حضرت علی شیبہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔

(ii) اور حضرت عبیدہ کو اٹھا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت عبیدہ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! کیا میں شہید نہیں؟'' حضور نے فرمایا ''ہاں'' پھر حضرت عبیدہ نے کہا اگر ابوطالب اس حالت میں مجھے دیکھتا تو مان جاتا کہ میں اس کی نسبت اس کے شعر ذیل کا زیادہ مستحق ہوں۔

ونسلمہ حتّٰی نصرع حولہ

ونذھل عن ابنائنا والحلائل

ہم محمد کو حوالہ نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ان کے گرد لڑ کر مر جائیں اور اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔

یہ سب کچھ ہر دو فوج کے اجتماعی حملہ سے پہلے وقوع میں آیا۔ پھر دونوں فوجیں مقابلہ کے لیے نزدیک ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ میرے حکم کے بغیر حملہ نہ کرو۔ اگر تمہیں دشمن آگھیرے تو نیزوں سے اسے دور رکھو۔

Marfat.com

دعا:

اہل اسلام نے جب جنگ سے چارہ نہ دیکھا تو اپنی تعداد کی کمی اور دشمن کی کثرت دیکھ کر خدا سے دعا کرنے لگے۔ حضرت بھی صفیں درست کرنے کے بعد عریش میں تشریف لے آئے۔ عریش میں بجز یار غار آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اس وقت حضور انور قبلہ رو ہو کر یوں دست بدعا ہوئے۔ یا اللہ (1) تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کر۔ یا اللہ! تو نے جو کچھ مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ عطا کر۔ یا اللہ اگر تو مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک کر دے گا تو روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی حضور نے دعا میں اتنا الحاح کیا کہ چادر شانہ مبارک سے گر پڑی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے چادر اٹھا کر شانہ مبارک پر ڈال دی۔ پھر آپ کا دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کی ''یا نبی اللہ! آپ کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی درخواست کافی ہے۔ جو اس نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ جلدی پورا کر دے گا''۔ (2) عریش ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غنودگی طاری ہوئی ہے۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا ''ابوبکر! بشارت ہو۔ اللہ کی نصرت آ پہنچی۔ حضرت جبرئیل گھوڑے پر سوار باگ پکڑے آ رہے ہیں اور ان کے دندان پشین پر غبار ہے''۔ اس انعام کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ○

(الانفال: ع 1)

جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ میں تمہاری مدد بھیجوں گا ہزار فرشتے لگاتار آنے والے پہلے ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار ہو گئے۔ بعد ازاں بصورت صبر و تقویٰ پانچ ہزار ہو گئے۔ شیطان نے جو بصورت سراقہ کفار کے ساتھ تھا۔ جب یہ آسمانی

(i) قرآن کریم میں ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○ (آل عمران 134)

(2) (فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (الانفال 4 6)

پس جب سامنے ہوئیں دو فوجیں الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر۔ اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں ڈرتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔)

آخر کفار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے ننگی تلوار علم کیے یہ پکارتے ہوئے نکلے۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (قمر: ع 3)

---

(1) ابو جہل لعین کے حلقہ دبر پر ایک برص کا داغ تھا۔

(2) جسے وہ زعفران لگا کر زرر کھا کرتا تھا سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ ''مجھے معلوم ہے کہ بنو ہاشم وغیرہ میں سے چند لوگ بجبر واکراہ کفار کے ساتھ شامل ہو کر آئے ہیں۔

(3) اسی کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال 64)

اور تو نے نہیں پھینکی تھی مٹھی خاک جس وقت پھینکی تھی۔ لیکن اللہ نے پھینکی۔

(4) چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ۝ (آل عمران۔ 204)

ابھی ہو چکا ہے تم کو ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں ایک فوج ہے لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری منکر ہے۔ دیکھتے تھے۔ وہ کافر مسلمانوں کو اپنے دو برابر صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے۔ اس میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے۔

جو ہم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ اگر ان میں سے کوئی تمہارے مقابل آ جائے۔ تو تم اسے قتل نہ کرو'' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے نام بھی بتا دیئے تھے۔ ازاں جملہ ابوالبختری عاص بن ہشام تھا۔ جو مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی اذیت نہ دیا کرتا تھا۔ ابوالبختری کے ساتھ جنادہ بن ملیح بھی اس کا ردیف تھا۔ مجذر بن زیاد کی نظر جو ابوالبختری پر پڑی تو کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے قتل سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے تجھے چھوڑتا ہوں'' ابوالبختری نے کہا میرے رفیق کو بھی۔ مجذر نے کہا ''اللہ کی قسم! ہم تیرے رفیق کو نہیں چھوڑنے کے ہمیں رسول اللہ نے فقط تیرے چھوڑنے کا حکم دیا ہے''۔ ابوالبختری نے کہا ''تب اللہ کی قسم! میں اور وہ دونوں جان دیں گے۔ میں مکہ کی عورتوں کا یہ طعنہ نہیں سن سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا''۔ جب مجذر نے حملہ کیا تو ابوالبختری بھی یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا اور مارا گیا۔

لن سلیم ابن خرة زمیله

حتٰی یموت او یرٰی سبیله

شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک مر نہ جائے یا اپنے رفیق کے بچاؤ کی راہ نہ دیکھ لے۔

قتل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا۔ اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے۔ امیہ ان کو اذیت دیا کرتا تھا۔ تا کہ اسلام چھوڑ دیں۔ مکہ کی گرم

Marfat.com

ریت میں پیٹھ کے بل لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر پتھر رکھ دیا کرتا تھا۔ پھر کہا کرتا تھا۔ تمہیں یہ حالت پسند ہے یا ترک اسلام؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی احد احد پکارا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کسی زمانہ میں مکہ میں امیہ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ میں آئے گا تو یہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے۔ عہد کی پابندی کو ملحوظ رکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چاہا کہ وہ میدان جنگ سے بچ کر نکل جائے۔ اس لیے اس کو اور اس کے بیٹے کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھے۔ اتفاق یہ کہ حضرت بلال نے دیکھ لیا اور انصار کو خبر کر دی۔ لوگ دفعتہً ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا۔ لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی اور امیہ کی طرف بڑھے۔ امیہ چونکہ جسیم و ثقیل تھا۔ اس لیے حضرت عبدالرحمٰن نے کہا تم زمین پر لیٹ جاؤ وہ لیٹ گیا تو آپ اس پر چھا گئے۔ تا کہ لوگ اس کو مار نے نہ پائیں۔ مگر لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن کی ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن کی بھی ایک ٹانگ زخمی ہوئی اور زخم کا نشان مدتوں باقی رہا۔ جب میدان کارزار سرد ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کون ہے جو ابو جہل کی خبر لائے؟ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود گئے اور اسے اس حال میں پایا کہ عفرا کے بیٹوں معاذ اور معوذ نے اسے ضرب شمشیر سے گرایا ہوا تھا اور اس میں ابھی رمق حیات باقی تھا۔ حضرت ابن مسعود اس لعین کے سینے پر بیٹھ گئے اور اس کی ناپاک داڑھی کو پکڑ کر کہا کیا تو ابو جہل ہے؟ بتا آج تجھے اللہ نے رسوا کیا؟ اس لعین نے جواب دیا ''رسوا کیا کیا؟ تمہارا مجھے قتل کرنا اس سے زیادہ (اس لعین کا مطلب یہ تھا کہ تمہارا مجھے قتل کرنا ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کو اس کی قوم قتل کر دے پس اس میں نہ تمہیں کوئی فخر ہے اور نہ مجھے کوئی عار ہے)

نہیں کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر ڈالا کاش! مجھے کسان کے سوا کوئی اور قتل کرتا'' اس جواب میں اس لعین کا تکبر اور انصار کی تحقیر پائی جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت معاذ اور معوذ انصار میں سے تھے اور انصار کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابن مسعود نے اس لعین کا کام تمام کر دیا اور یہ خبر حضور اقدس میں لائے۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر تین بار اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو پڑھا۔

چوتھی بار یوں فرمایا:

اللّٰہ اکبر الحمدللّٰہ الذی صدق وعدہٗ و نصر الاحزاب وحدہ

پھر آپ حضرت ابن مسعود کو ساتھ لے کر اس لعین کی لاش کے پاس تشریف لے گئے اور دیکھ کر یہ فرمایا ''یہ اس امت کا فرعون ہے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے فارغ ہو کر حضرت زید بن حارثہ کو اس فتح کی خوشخبری دینے کے لیے مدینہ میں بھیجا۔ جب حضرت زید مدینہ میں پہنچے تو بقیع میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر رہے تھے۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے صرف چودہ شہید ہوئے۔ جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔ حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف، حضرت عمیر بن ابی وقاص، حضرت ذو الشمالین عمیر بن عبد عمرو بن نفلہ، حضرت عاقل بن ابی بکیر، حضرت مجمع مولیٰ، عمر بن الخطاب، حضرت صفوان بن بیضار (یہ چھ مہاجرین میں سے ہیں) حضرت سعد بن خثیمہ، حضرت مبشر بن عبدالمنذر، حضرت حارثہ بن سراقہ، حضرت عوف و معوذ پسران عفراء، حضرت عمیر بن حمام، حضرت رافع بن

Marfat.com

مصلّی، حضرت یزید بن حارث بن صحیم (یہ آٹھ انصار میں سے ہیں) رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

مشرکین میں سے ستر مقتول اور ستر گرفتار ہوئے۔ منجملہ مقتولین یہ ہیں۔ : شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، عاص بن سعید بن عاص، ابوجہل بن ہشام، ابوالبختری حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب، حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف، طعیمہ بن عدی، زمعہ بن اسود بن مطلب، نوفل بن خویلد، عاص بن ہشام بن مغیرہ جو حضرت عمر فاروق اعظم کا ماموں تھا۔ امیہ بن خلف، علی بن امیہ بن خلف، منبہ بن حجاج، معید بن وہب اور منجملہ اسیران یہ ہیں۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب عقیل عباس بن عبدالمطلب عقیل بن ابی طالب، ابوالعاص بن ربیع، عدی بن خیار، ابوعزیز بن عمیر، ولید بن ولید بن مغیرہ، عبداللہ بن ابی بن خلف ابوعزہ عمرو بن عبداللہ جمحی شاعر، وہب بن عمیر بن وہب جمحی، ابووداعہ بن خبیرہ سہمی۔ سہیل بن عمرو عامری۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مشرکین مقتولین میں سے چوبیس روساء کی لاشیں ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں جس میں مردار پھینکا کرتے تھے۔ امیہ بن خلف جو ذرا سی دیر میں پھول گیا تھا۔ اس پر جہاں وہ پڑا تھا۔ وہیں مٹی ڈال دی گئی اور باقی لاشوں کو اور جگہ پھینک دیا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جب دشمن پر فتح پاتے تو تین دن میدان جنگ میں قیام فرماتے۔

مقتولین بدر سے خطاب:

چنانچہ بدر میں بھی تیسرے روز سوار ہو کر مقتولین کے گڑھے پر تشریف لے گئے اور ان سے یوں خطاب فرمایا۔

''اے بیٹے فلاں کے اے فلاں بیٹے فلاں کے۔ کیا اب تمہیں تمنا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے؟ جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا۔ ہم نے اسے سچ پایا۔ کیا تم نے بھی اسے جو تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا سچ پایا؟ (1) یہ دیکھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! آپ ان بے روح جسموں سے کیا خطاب فرما رہے ہیں؟'' اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قسم ہے خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے''۔ (2)

(ii) ترجمہ : شتاب شکست کھائیں گی جماعت اور بھاگیں گے پیٹھ دے کر۔ اس آیت میں نبوت کا ایک نشان ہے۔ کیونکہ مکہ مشرفہ میں نازل ہوئی۔ جس میں پہلے یہ بتایا گیا تھا کہ کفار کو ہزیمت ہوگی۔

(iii) سیرت ابن ہشام۔ غزوہ بدر۔

---

(1) صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل

(2) اس سے سماع موتیٰ ثابت ہے۔ اگر زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو کتاب البرزخ مولفہ خاکسار دیکھو

Marfat.com

اہل مدینہ کے نام پیغام فتح ونصرت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ کو حکم دیا کہ آپ دونوں حضرات مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو فتح وکامرانی کی خوشخبری سنائیں۔ان کو روانہ کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور فاتح مجاہدین نے منزل بہ منزل مدینہ منورہ کا سفر شروع کیا۔جنگی قیدی آپ کے ساتھ تھے اور مال غنیمت کی نگرانی عبداللہ بن کعب فرما رہے تھے۔

تقسیم مال غنیمت:

کوہ صفرا کے درہ میں آپ نے توقف فرمایا اور یہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیلہ پر بیٹھ کر مال غنیمت تقسیم فرمانا شروع کیا۔غزوہ میں شریک ہر مجاہد کو ایک سا برابر حصہ عطا فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال (غنیمت ہیں) مندرجہ ذیل طبقات کا حصہ بھی محفوظ کرا دیا۔

(1) شہدائے بدر کے وارثوں کے لیے مقتولین کا حصہ۔

(2) نائبین انتظام کا حصہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بدر کی طرف آتے ہوئے اپنے بعد کسی منصب پر مقرر فرمایا۔مثلاً ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(3) جو لوگ کسی معقول وجوہات کی بنا پر غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے،یعنی نہ صرف شرکاءغزوہ بلکہ اس شخص کو غنیمت میں سے حصہ دیا گیا جو اس کا مستحق تھا۔

نضر اور عقبہ کا قتل:

اس اثناء میں ابھی قیدیوں کی رہائی،قتل،فدیہ یا غلامی میں سے کوئی فیصلہ طے نہیں ہوا تھا،کہ مقام اثیل پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قیدیوں کو پیش کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نضر بن حارث کو دیکھا وہ تھرا اٹھا اس کی وجہ اس کا اپنا ماضی تھا۔مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے خلاف یہ ہر وقت بھڑکتا ہوا شعلہ تھا۔مکافات عمل سے گھبرا کر اپنے ساتھ کے قیدی سے کہنے لگا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کرا دیں گے۔جب انہوں نے میری طرف دیکھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ان کی آنکھیں مجھے موت کا پیغام دے رہی ہیں۔اس کے ساتھی نے کہا کہ تم خود ہی گھبرا رہے ہو ورنہ مجھے تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی۔نضر بن حارث کی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے قرابت داری تھی۔اس نے کہا اے مصعب !اللہ کے لیے اپنے صاحب سے میری سفارش کر دیجئے کہ وہ مجھے اپنے رفقاء کے اندر شامل کر لیں ورنہ وہ مجھے...... مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا تم نے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں کیا کچھ نہیں کہا اور کیا کچھ نہیں کیا؟ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کون سی اذیت نہیں دی۔

نضر: مصعب!اگر میری طرح آپ کو قریش گرفتار کر لیتے تو میرے جیتے جی وہ آپ کو تہ تیغ نہ کر سکتے تھے۔

مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے۔اور نہ میں اور آپ دونوں ایک سے ہیں۔اسلام نے جاہلیت کے تمام معاہدے ختم کر دیئے ہیں۔

نضر بن حارث کو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیدی بنایا تھا۔ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے وارثوں سے فدیہ میں

Marfat.com

بہت سامال حاصل کریں گے۔ مگر انہوں نے دیکھا کہ لوگ ان کے قتل کے درپے تو انہوں نے بآواز بلند کہا نضر میرا قیدی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت نضر کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت علی آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقداد کی خوشحالی کی دعا فرمائی۔ مجاہدین یہاں سے کوچ کر کے عرق انطبیہ (مقام) میں پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط (قریشی) کے قتل کا حکم عطا فرمایا۔ عقبہ فوراً چلایا اے محمد...... (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بعد میری لڑکی کی خبر گیری کون کرے گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری لڑکی کی خبر گیری آگ کرے گی۔

عقبہ کی گردن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا عاصم بن ثاقب رضی اللہ عنہ نے اڑا دی۔

فتح کے بعد مدینہ میں آمد:

مدینہ میں اس فتح کی اتنی خوشی تھی کہ لوگوں نے مبارکباد کہنے کے لیے حضور اقدس کا مقام ردحا میں استقبال کیا۔ اسیران جنگ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دن بعد مدینہ میں پہنچے۔ آپ نے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیا تھا اور تاکید فرمادی تھی کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ چنانچہ ابوعزیز بن عمیر کا بیان ہے کہ جب مجھے بدر سے لائے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ وہ صبح یا شام کا کھانا لاتے۔ تو روٹی مجھے دیتے اور خود کھجوریں کھاتے۔ ان میں سے جس کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آتا۔ وہ میرے آگے رکھ دیتا۔ مجھے شرم آتی میں اسے واپس کرتا۔ مگر وہ مجھ کو واپس دیتا اور ہاتھ نہ لگاتا۔ (1)

جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے ان کو کپڑے دلوائے گئے حضرت عباس چونکہ دراز قد تھے۔ کسی کا کرتہ ان کے بدن پر ٹھیک نہ اترتا تھا۔ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے جو حضرت عباس کا ہم قد تھا۔ اپنا کرتہ منگوا کر دیا۔ (2)

صحیح بخاری میں سفیان بن عیینہ کا یہ قول منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ مذکور کو قبر سے نکلوا کر جو اپنا کرتہ پہنایا تھا۔ وہ اکثر کے نزدیک اسی احسان کا معاوضہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا۔ (3)

"یا رسول اللہ! یہ آپ کی قوم اور آپ کا قبیلہ ہیں۔ انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ ان سے فدیہ لیا جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی توفیق دے"۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ!

میری تو وہ رائے نہیں جو ابوبکرؓ کی ہے بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔ تاکہ ہم ان کو قتل کر ڈالیں۔ مثلاً عقیل کو حضرت علیؓ کے حوالے کر دیں اور میرے فلاں رشتہ دار کو میرے سپرد کر دیں"۔ حضور انور بابی وامی

(1) سیرت ابن ہشام۔ غزوہ بدر۔

(2) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة۔

(3) صحیح مسلم: باب الامداد بالملئکة فی غزوہ بدر واباحة الغنائمہ۔

Marfat.com

نے حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے پر عمل فرمایا۔

(ii) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (انفال: 94)

نہ تھا لائق واسطے نبی کے یہ کہ ہوویں واسطے اس کے بندیواں یہاں تک کہ خونریزی کرے بیچ زمین کے ارادہ کرتے ہو۔ اسباب دنیا کا اور اللہ ارادہ کرتا ہے آخرت کا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔)

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملائکہ سے مشابہت:

(اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شیخین) کو فرشتوں اور نبیوں کی مشابہت سے نوازا۔

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میکائیل علیہ السلام کے مشابہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیوں کے لیے اس کی فنا وعفو کا پیغام لے کر آتا ہے اور انبیاء میں سے حضرت ابراہیم علیہ اسلام اور جناب مسیح علیہ السلام کے ساتھ اس شبیہ اور جناب مسیح علیہ السلام کے ساتھ۔ اس شبیہ میں حضرت ابراہیمؑ کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنی قوم کے لیے شہد سے زیادہ نرم وشیریں تھے۔ مگر مشرکوں نے انہیں آگ میں جھونکنے سے بھی دریغ کیا۔ جس پر ابراہیم نے انہیں صرف اتنی سی تشبیہ!

اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون (67:21)

تف ہے تم پر اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو ان پر۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں کے لیے یہ دعا بھی فرمائی۔

فمن تبعنی فانہ منی و من عصانی فانک غفور رحیم (36:14)

جس شخص نے میرا کہا مانا وہ میرا ہے۔ جس نے میری نافرمانی کی تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اور جناب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشبیہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس حوالے سے مرحمت فرمائی کہ وہ اپنی قوم کے لیے ہر لحہ اس طرح مصروف التجا رہے۔

ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم ۝ (118:5)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تیری مہربانی ہے۔ بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشابہت ملائکہ میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ دی جو اللہ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر عذاب لے کر نازل ہوتا ہے اور انبیاء میں سے جناب نوح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ ان حوالوں سے دی۔

جیسے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے رویہ سے گھبرا کر دعا کی۔

Marfat.com

رب تزر علی الارض من الکافرین دیارا (118:5)

اے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر زندہ نہ رہنے دے۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے عاجز آ کر یہ دعا کی۔

ربنا اطمس علی اموالھم و اشد و علی قلوبھم فلا یومنوا حتی یرو االعذاب الالیم O (88:10)

اے پروردگار! ان کے مال کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

مستشرقین کے اعتراض:

بعض مستشرقین بدر کے قیدیوں میں سے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کے قتل پر بھی اور قیدیوں کو فدیہ کے بدلے رہا کر دینے پر بھی معترض ہیں۔ ان کے لیے تو بدر کی فتح اور مال غنیمت کا حصول ہی نکتہ چینی کے لیے کافی تھا مگر انہوں نے زیادہ زور مذکورہ دونوں شخصوں کے قتل پر دیا ہے اور تاثر یہ دینے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی تلوار دوسروں کا خون چاٹنے میں بڑی حریص ہے۔

جواب: مستشرقین کو اسلام پر اعتراض کرتے وقت نہ تو حالات کے تقاضوں کا علم ہوتا ہے نہ ہی واقعہ کے حقیقی اسباب وعلل سے آگاہی ان کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے اسلام کے خلاف عوام کے جذبہ شفقت وترحم کو ابھارا جائے۔ خود ان کے ہاں جیسے جنگ کے موقع پر خونریزی ہوتی ہی نہیں۔

آج سے 1410 سال پہلے کے واقعات پر حاشیہ آرائی، بدر کے مقتولین نضر وعقبہ کے قتل کو جہان والوں کے سامنے اچھالنا قابل حیرت بات ہے۔ انہیں اس بات کا احساس بھی نہیں کہ اس دور میں عرب تمدن کا چلن کیا تھا۔ چلیے نہ سہی ذرا اپنے گھر کی طرف دیکھیں۔ پیروان مسیحیت کی صدیوں سے مسلسل خوب آشنائی کے تقابل میں ان دو مقتولین کا خون اتنی اہمیت کا مقام کیوں پا گیا۔ یورپ فرانس اور دوسرے مسیحی ممالک میں سیاسی حادثات میں انسانی خون سے لہولہان زمین ان کی نظروں سے اوجھل کیوں ہوتی ہے۔ جنگ عظیم میں ان مسیحی یاران عقیدہ کے ہاتھوں انسانیت کے ساتھ جو سلوک ہوا بدر کے ان دو مقتولین کے خون سے موازنہ کر کے بتائیں کہ اسلام نے نضر وعقبہ پر زیادہ ظلم کیا ہے۔ یا یورپ اور امریکہ کے پرستاران صلیب نے؟

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر بت پرستی اور شرک سے بنی نوع انسان کو نجات دلانے کا آغاز فرمایا۔ اس تحریک کی ابتدا مکہ معظمہ سے کی گئی اور اس جدوجہد توحید کے صلہ میں انہیں تیرہ سال تک بے انتہا ظلم وقہر کا تختہ مشق بننا پڑا۔ وطن جیسی نعمت چھوڑ کر مدینہ منورہ میں رہنا پڑا جہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے سکون بخشا۔ یہاں تک کہ سچائی خود ایک طاقت بن کر ابھری، مکہ میں قریش اور مدینہ میں مسلمان دونوں کو اس تحریک اصلاح عقیدہ کا احساس تھا۔ مسلمانوں نے مدینہ کے یہود سے بھی معاہدہ کر لیا اور اس غزوہ بدر سے پہلے مسلمانوں کے نمائشی دستے نواح مدینہ میں دو چار جگہ اپنا رعب بھی جما آتے تھے۔ بیشک دین اسلام کے استحکام کا ایک سبب غزوہ بدر ہی تھا۔ لیکن اسے بنیاد قرار نہیں دیا

Marfat.com

جاسکتا۔ البتہ اس کے ذرائع میں بدر بڑا ذریعہ ضرور ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں نے جس تحریک کو جاری رکھا وہ درحقیقت دین اسلام کے ان اصولوں کی پابندی تھی جو ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے حکم ہی سے ان کے سامنے پیش کیے تھے۔

بنظر غائر دیکھیں تو تحریک اور اس کے مبادی دو مختلف حیثیت پہلو ہیں مگر اسلام نے جس تہذیب وتمدن کی بنیاد رکھی۔ وہ اخوت سے موسوم ہے۔ جن کو ابتدائی دور میں طے کرنے کے لیے مشقیں کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ ذرا فرانس کی خون ریزی پر نگاہ ڈالو جو عیسائیت کی تاریخ کا شرمناک باب کہلاتی ہے اور اسلام کی تاریخ پر نگاہ ڈالو اور بتاؤ اس میں بھی کوئی ایسی مثال پائی جاتی ہے۔ سان بارتلمی کی خون ریزی جس میں کیتھلک عیسائیوں نے پراٹیسٹنٹ کی گردنیں اڑا دیں اور سازش کی صبح تک پراٹیسٹنٹ زندہ نہ رہا۔ اس کے مقابلہ میں بدر کے 150 قیدیوں میں سے صرف دو قیدیوں کا قتل اور وہ بھی اسی بنا پر کہ ان دونوں نے مکہ میں مسلمانوں پر خود تو برسوں روح فرسا جبر وتشدد کیا ہی تھا۔ اپنے ساتھیوں کو بھی اس کے لیے اکساتے رہے۔ ان پر اتنا گراں کیوں؟

ان دونوں کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس رحم اور مالی فائدے کے مقابلہ میں زیادہ مفید سمجھا گیا جو رحم فدیہ لے کر رہا کیے جانے والوں پر کیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

ما كان لنبي ان يكون له اسرى حتى يثخن في الارض تريدون عرض الدنيا والله يريد الاخرة۔ (67:8)

نبی کے یہ شایان شان نہیں کہ اس کے قبضہ میں قیدی رہیں جب تک کافروں کو قتل کر کے زمین میں کثرت سے خون نہ بہا دے تم لوگ تو دنیا کے مال کے طالب ہو مگر اللہ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے، اور اللہ ہی غالب حکمت والا ہے۔

کفار مکہ کا شکست پر ردعمل:

ادھر مسلمانان مدینہ مال غنیمت اور فتح کی خوشیاں منارہے تھے۔ ادھر حیسمان (بن عبداللہ خزاعی) ایک برق رفتار سواری پر مکہ پہنچ کر قریش کے سامنے سرداروں کی ہلاکت اور شکست کا حال بیان کر رہا تھا۔ سب سے پہلے مکہ میں یہی شخص کفار کی شکست کی خبر لے کر آیا یہ سنتے ہی قریش بدحواس ہو گئے۔ تھوڑی دیر تک تو یہ کہہ کر دل کو تسلیاں دیتے رہے ناممکن! یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ غلط کہتا ہے۔ ہمارے اپنے نامی گرامی شمشیر زن بہادر شکست کھا سکتے ہیں... نہیں ناممکن!

لیکن تابہ کے...... آخر حیسان بن عبداللہ انہیں یقین دلانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ لوگ سرد آہیں بھرنے لگے، ابولہب جس نے اپنا قائم مقام لڑائی میں بھیج دیا تھا۔ وہ کپکپا کر گر پڑا اور تپ محرقہ کی گرفتاری ہی میں، ساتویں دن موت کے چنگل میں جا پھنسا۔

لیکن قریش (کفار) پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور فی الحال دو تجویزوں پر اتفاق کیا۔

(الف) ہماری کوئی عورت مقتولین پر نالہ وشیون نہ کرے۔ جناب محمد...... صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کے رفقاء نے اگر سن لیا تو ہمارا مذاق اڑائیں گے۔

(ب) ہمیں اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے مسلمانوں سے بات چیت نہیں کرنا چاہیے ورنہ وہ فدیہ کی رقم بڑھا دیں

Marfat.com

گے۔

قیدیوں میں سے ہر ایک کا فدیہ حسب استطاعت ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھا۔ جن کے پاس مال نہ تھا اور وہ لکھنا جانتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا کہ انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھا دے۔ چنانچہ زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔ بعضوں مثلاً ابوعزہ جمحی شاعر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یونہی چھوڑ دیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک شخص سہیل بن عمرو تھا۔ جو عام مجمعوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں سہیل کے دندان پیشین اکھاڑ دوں اور اس کی زبان نکال دوں۔ پھر وہ کسی جگہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے گا''۔

حضور نے فرمایا:

''میں اس کا عضو نہیں بگاڑتا ورنہ خدا اس کی جزا میں میرے اعضاء بگاڑ دے گا۔ گو میں نبی ہوں''۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عباس ان دس روسائے قریش میں تھے۔ جنہوں نے لشکر قریش کی رسد کا سامان اپنے ذمہ لیا تھا۔ اس غرض کے لیے حضرت عباس کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ چونکہ ان کی نوبت کھانا کھلانے کی نہ آئی۔ اس لیے وہ سونا انہیں کے پاس رہا اور غنیمت میں شامل کر لیا گیا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! میں مسلمان ہوں'' حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ کو تیرے اسلام کا خوب علم ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اللہ تجھے جزا دے گا۔ تو اپنے فدیہ کے ساتھ عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور اپنے حلیف عمرو بن حجدم کا فدیہ بھی ادا کر''۔

حضرت عباس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو تو نے اپنی بیوی ام الفضل کے پاس رکھا تھا اور اسے کہا تھا کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو اتنا فضل کو اتنا عبداللہ کو ملے۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا ''قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس مال کا علم سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو نہ تھا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں''۔ حضور نے فرمایا کہ تیرا یہ بیس اوقیہ سونا فدیہ میں شمار نہ ہوگا۔ یہ تو اللہ عزوجل نے ہمیں عطا کیا ہے۔ پس حضرت عباس نے اپنا اور اپنے بھائیوں کے بیٹوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر دیا۔

شکست قریش کی خبر مکہ میں سب سے پہلے حیسمان بن ایاس خزاعی لایا۔ قریش اپنے مقتولین پر نوحہ کرنے لگے پھر بدیں خیال کہ مسلمان ہم پر ہنسیں گے۔ نوحہ بند کر دیا۔ شکست کی خبر پہنچنے کے نو روز بعد ابولہب مر گیا۔ اسود بن عبدیغوث کے دو بیٹے زمعہ اور عقیل اور ایک پوتا حارث بن زمعہ میدان بدر میں کام آئے۔ وہ چاہتا تھا کہ ان پر روئے۔ مگر ممانعت کے سبب خاموش تھا۔ ایک رات اس نے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی۔ چونکہ اس کی بینائی جاتی رہی تھی۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّمَن فِيٓ أَيْدِيكُم مِّنَ ٱلْأَسْرَىٰٓ لا إِن يَعْلَمِ ٱللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ o (الانفال 116)

Marfat.com

اے نبی! کہہ دے ان کو جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دل میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔)(1)

اس لیے اس نے اپنے غلام سے کہا کہ جاؤ دریافت کرو کیا اب رونے کی اجازت ہوگئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں بھی زمعہ پر نوحہ کروں۔ کیونکہ میرا جگر جل گیا ہے غلام نے آ کر کہا ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اس کے لیے رو رہی ہے۔ یہ سن کر اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلے۔

اتبکی ان یضل لها بعیر
ومنعها من النوم اسهود

کیا وہ اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے۔
اور بے خوابی اسے نیند نہیں آنے دیتی۔(2)

فلاتبکی علی بکر ولکن
علی بدر تقاصرت الجدود
وابکی ان بکیت علی عقیل
وابکی حارث اسد الاسود
وابکهیم ولا سمّی جمیعاً
وما لابی حکیمة من نوید

سو وہ جوان اونٹ پر نہ روئے بلکہ بدر پر جہاں قیمتوں نے کوتاہی کی اگر تجھ کو رونا ہے تو عقیل پر رو اور شیروں کے شیر حارث پر رو اور ان سب پر رو اور نام نہ لے اور ابو حکیمہ (زمعہ) کا کوئی ہمسر نہیں یوم بدر واقع میں یوم فرقان تھا کہ کفر و اسلام میں فرق ظاہر ہو گیا اور اللہ عزوجل نے ضعف کے بعد مسلمانوں کو تقویت دی۔ چنانچہ اس نعمت کو یوں یاد دلایا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ (آل عمران: 134)

اور تمہاری مدد کر چکا ہے۔ اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے۔

اس دن سے اسلام کا سکہ کفار کے دل پر جم گیا اور اہل مدینہ میں بہت سے لوگ ایمان لائے۔ اہل بدر کے فضائل میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا ہے ''بیشک اللہ اہل بدر سے واقف ہے۔ کیونکہ اس نے فرما دیا۔

تم عمل کرو جو چاہو البتہ تمہارے واسطے جنت ثابت ہو چکی یا تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔'' آخرت میں مغفور ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی بدری ہونا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ ہتھیار بھی جن سے بدر میں کام لیا گیا۔ تبرک خیال کیے جاتے تھے چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جو برچھی عبیدہ بن سعید بن عاص کی آنکھ میں ماری تھی۔ وہ یادگار رہی۔

---

(1) کامل ابن اثیر۔ غزوہ بدر، سیرت ابن ہشام غزوہ بدر، طبقات ابن سعد غزوہ بدر

(2) کامل ابن اثیر۔ غزوہ بدر۔ سیرت ابن ہشام غزوہ بدر

Marfat.com

بدیں طور کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے مستعار لی۔ پھر آپ کے چاروں خلیفوں کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ بعدازاں حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ 73ھ میں حجاج نے ان کو شہید کر دیا۔

سیدہ زینب کے شوہر کا معاملہ:

مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر سیدہ زینب تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ربیع) کے فدیہ میں اپنا ہار بھیجا۔ جو ان کو ان کی والدہ ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما نے رخصتی کے وقت تحفہ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک اس ہار پر پڑی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔

''اگر مناسب سمجھا جائے تو ہار اور قیدی دونوں کو واپس کر دیا جائے'' اس کی تعمیل کی گئی۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ وعدہ بھی لے لیا کہ وہ بی بی زینب کو خود سے الگ کر دیں کیونکہ میاں بیوی میں سے ایک کے مسلمان اور دوسرے کے کفر پر قائم رہنے سے رشتہ ازدواج کوئی معنی نہیں رکھتا ابوالعاص نے اسے منظور کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک دوسرے شخص کو ان کے ساتھ مکہ بھیجا اور یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نور نظر کو مدینہ منورہ لے آئے۔

خاموش ہندہ:

ہر ایک عورت نے اپنے بال نوچ کر ہوا میں اڑا دیئے لیکن ابوسفیان کی بیوی ہندہ اس بارے میں سب سے مختلف تھیں۔ وہ رونے پیٹنے سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھ گئیں۔ ایک دن قریش کی مجروح دل عورتیں ہندہ کے پاس آئیں اور ان سے کہا۔

حیرت ہے بدر میں تمہارا ایک عزیز نہیں بلکہ باپ مارا گیا۔ عم بزرگوار قتل ہوا بھائی کی گردن کٹی گئی اور عزیزوں کی جانیں گئیں مگر تعجب ہے آپ گریہ و ماتم سے کنارہ کش چپ سادھ کر بیٹھ گئی ہیں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

ہندہ نے جواب دیا کیا میں بھی تمہاری طرح اپنے عزیزوں کو رو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو اپنے آپ پر ہنسنے کا موقع دوں اور خزرج کی عورتوں کے لیے خوشی کا سامان بنوں مجھ سے ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میں حضرت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے اپنے پیاروں کا بدلہ لے کر رہوں گی اور جب تک میرا یہ قول پورا نہ ہو مجھ پر اپنے بالوں میں تیل لگانا اور شوہر دونوں حرام ہیں۔

بہنو! اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میرے رونے پیٹنے واویلا کرنے سے مجھے تسکین ہو سکتی ہے۔ تو میں ایسا کرتی لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ نوحہ و ماتم سے میری تسکین نہ ہو سکے گی۔ مجھے تسکین میرے عزیزوں کے قتل کرنے والوں کا کلیجہ چبا کر ہوگی۔

ہندہ نے اپنے دونوں قول پورے کر کے دکھا دیئے۔ نہ تو بالوں میں تیل لگایا نہ شوہر سے تعلقات قائم کیے۔ وہ قریش کو ایک اور لڑائی کے لیے اکساتی بھڑکاتی رہی۔ وہ لڑائی جس کو غزوہ احد کہا جاتا ہے۔

(i) لعل اللّٰہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ او فقد غفرت لکم۔

(صحیح بخاری۔ کتاب المغازی، فضل من شھد بدرا)

Marfat.com

بدر اور اُحد کا درمیانی وقفہ

(از ماہ نومبر 644)

فتح بدر کا مدینہ کے غیر مسلموں پر اثر:

فتح بدر کا جو اثر اہل مکہ پر ہوا اس کی مختصر حکایت گزر چکی ہے۔ یہ کہ مکہ والے مسلمانوں سے اپنے مقتولین کے خون کا بدلہ ہر قیمت پر اور جلد از جلد لینے کی تیاریاں میں غرق ہو گئے۔ ساتھ ہی اس فتح (بدر) نے مدینہ میں بھی مسلمانوں کے وجود کو غیر معمولی اہمیت بخش دی۔ شہر کے ہر سہ (یہود و مشرک منافق) گروہوں کو مسلمانوں کی قوت کا احساس ہونے لگا۔

یہود مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صلح و آشتی کا معاہدہ کرنے کے باوجود بدر سے قبل مسلمانوں کے ساتھ چشمک شروع کر رکھی تھی لیکن جونہی مسلمانوں نے بدر کا میدان جیت لیا نہ صرف مدینہ کے یہود بلکہ مسلمانوں کے دوسرے دشمنوں کے دلوں میں بھی خوف بیٹھ گیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف طعن و تشنیع کا دامن وسیع کر دیا۔ حتیٰ کہ اشعار و قصائد میں طنز و توہین ہونے لگی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اصلاح کی طرف اپنی توجہ مرکوز فرما دی۔ انہیں یہ گھن بھی کھانے لگا کہ کہیں مسلمانوں کی ہیبت اور دبدبہ مدینہ سے ہمارا اقتدار ختم نہ کر دے۔

لہٰذا اس خوف سے انہوں نے طے کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہر سطح پر جاری رکھی جائے۔ اس سرد جنگ میں یہودی جتنی سازشیں کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع مل جاتی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حُسن تدبر و حکمت سے ان کا اثر زائل کر دیتے اور یہودی اپنی ہر ناکام سازش کے بعد از سر نو سازشوں کا جال پھیلانے میں مصروف ہو جاتے۔

فتح بدر سے پہلے مسلمانوں کے مظلوم ہونے کی یہ حالت تھی کہ اگر مشرکین اور یہود میں سے کوئی انہیں قتل بھی کر دیتا تو مسلمان صبر سے کام لیتے لیکن غزوۂ بدر کی فتح کے بعد حالات کی تبدیلی نے ان میں مدافعت کی جرات پیدا کر دی۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ غزوۂ بدر سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مکہ اور مدینہ دونوں میں مسلمانوں کو واستعینوا بالصبر و الصلوٰۃ کا حکم دیا تھا اور غزوۂ بدر کے بعد مدافعت اور جہاد کا حکم دے دیا۔ مترجم)

چنانچہ مدینہ کے سہ فریقی گروپ یہود، مشرک اور منافقین کی اسلام دشمن تحریک کی ناقابل برداشت حد تک زیادتیوں کی وجہ سے مندرجہ ذیل واقعات رونما ہوئے۔

Marfat.com

ہجو گو ابو عفک کا قتل:

مدینہ کے باشندوں میں سے بدنصیب ابو عفک قبیلہ بن عمرو بن عوف سے تھا۔ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی ہجو میں قصائد الاپ کر اپنی قوم کو ان کے خلاف جنگ پر اکسایا کرتا تھا۔ ابو عفک فتح بدر کے بعد بھی اپنی زبان نہ روک سکا۔

غزوۂ بدر کے بعد تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین کے خلاف یاوہ گوئی میں اتنا بڑھ گیا کہ جانثاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حد برداشت سے باہر ہو گیا۔ چنانچہ ایک رات سالم بن عمیر (اوسی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیمانہ صبر چھلک گیا۔ وہ رات کے وقت ابو عفک کے گھر پہنچے۔ دیکھا کہ وہ صحن میں سو رہا ہے۔ تیر کی نوک اس کے سینے میں اس زور سے ماردی کہ وہ اس پار نکل گئی اور ابو عفک ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔

عصماء بنت مروان کا قتل:

مدینہ ہی کے رہنے والے مروان بن زید نامی شخص کی بیٹی تھی جس کا نام عصماء تھا۔ حضرت عمیر بن عدی بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصماء بنت مروان زوجہ زید بن خطمی یہودی ایک یہودی عورت کے لیے بھیجا تاکہ اس کو قتل کر دیا جائے اور یہودیوں کی معروف عورتوں میں سے وہ ملعون ایک بے حیاء عورت تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہجو بیانی کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء کا باعث بنی رہتی تھی۔ پس عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصما کے گھر میں رات کے وقت گئے۔ اُس کا گھر مدینہ سے باہر تھا اس وقت اس کے گرد چھوٹے چھوٹے بچے تھے ان میں سے ایک کو وہ دودھ دیتی تھی پس اس سے اس بچہ شیر خوار کو علیحدہ کر دیا اور اپنی تلوار اس کے سینہ پر رکھ دی۔ یہاں تک اس کی پشت میں سے تلوار گزار دی اور رات کو ہی عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آ گئے اور صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اسے دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے مروان کی بیٹی کو قتل کر دیا ہے؟ جواب عرض کیا؟ ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ **لا ینتطع فیھا غفران** اور یہ پہلا کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا گیا۔

کعب بن اشرف کا قتل:

کعب بن اشرف کا واقعہ یوں ہے کہ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ طیبہ میں فتح و نصرت الٰہی کی خوشخبری دینے کے لیے روانہ کیا اور انہوں نے اہل مدینہ کو خوشخبری سنائی تو کعب بن اشرف جس کا تعلق بنی طی کی شاخ بنی نبہان سے تھا اور اس کی ماں بنی نضیر سے تھی، کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو وہ کہنے لگا کیا یہ خبر سچ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں فلاں لوگوں کو قتل کر دیا ہے جن کے نام یہ دونوں شخص (حضرت زید اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) لے رہے ہیں۔ وہ لوگ تو عرب کے اشراف اور لوگوں کے سردار تھے۔ قسم بخدا!! اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو قتل کر دیا ہے تو روئے زمین پر زندہ رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ہمیں زمین کے بطن میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابن اسحاق نے

Marfat.com

فرمایا مجھ سے یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن مغیث بن ابی بردہ ظفری، حضرت عبداللہ بن ابی امامہ بن سہل نے بیان کیا۔ ان سب نے اس واقعہ کا کچھ حصہ بیان کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اس کے اشعار

جب اس دشمن خدا کو اس واقعہ کا پورا یقین ہو گیا تو وہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آیا اور عبدالمطلب بن ابی وداعہ بن خبیرہ سہمی کے ہاں ٹھہرا۔ اس کی بیوی عاتکہ بنت ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بھی اپنے خاوند کے پاس موجود تھی۔ اس نے کعب کی بڑی خاطر تواضع کی۔ وہاں اثنائے قیام اس نے قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف برانگیختہ کرنا اور ہجویہ اشعار سنانا شروع کر دیئے۔ وہ اصحاب قلیب بدر پر روتا تھا جو بدر میں قتل ہوئے تھے اور کہتا تھا:

طَحَنَتْ رَحٰی بَدْرٍ لِمُهْلِكِ اَهْلِهٖ
وَلِمِثْلِ بَدْرٍ تَسْتَهِلُّ وَ تَدْمَعُ

''بدر کی چکی اپنے ہی لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے چلی اور بدر کے سے واقعات پر ہی (آنکھیں) روئی اور آنسو بہاتی ہیں۔''

قُتِلَتْ سَرَاةُ النَّاسِ حَوْلَ حِيَاضِهِمْ
لَا تَبْعُدُوْا اِنَّ الْمُلُوْكَ تُصَرَّعُ

''لوگوں کے سردار اپنے ہی مومنوں کے اردگرد قتل کر دیئے گئے۔ اسے بعید از حقیقت نہ سمجھو کیونکہ بادشاہ بھی بچھاڑ دیئے جاتے ہیں۔''

كَمْ قَدْ اُصِيْبَ بِهٖ مِنْ اَبْيَضَ مَاجِدٍ
ذِیْ بَهْجَةٍ تَأْوِیْ اِلَيْهِ الضُّيَّعُ

''کتنے ہی ایسے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوئے جو گورے چہرے والے، رونق والے اور بزرگ تھے جن کے پاس نادار لوگ پناہ لیتے تھے۔''

طَلْقِ الْيَدَيْنِ اِذَا الْكَوَاكِبُ اَخْلَفَتْ
حَمَّالِ اَثْقَالٍ يَسُوْدُ وَيَرْبَعُ

''جو اس وقت بھی دونوں ہاتھوں سے خرچ کرنے والے تھے جب ستارے اپنی بارش روک لیتے۔ جو دوسروں کے بوجھ اُٹھانے والے تھے۔ سردار اور شفقت و مہربانی کرنے والے تھے۔''

وَيَقُوْلُ اَقْوَامٌ اُسَرُّ بِسُخْطِهِمْ
اِنَّ ابْنَ الْاَشْرَفِ ظَلَّ كَعْبًا يَجْزَعُ

''اور کچھ لوگ کہتے ہیں میں ان کی ناراضگی سے خوش ہوتا ہوں (یہ غلط ہے بلکہ) کعب بن اشرف تو جزع فزع کر رہا ہے۔''

صَدَقُوْا افَلَيْتَ الْاَرْضَ سَاعَةَ
قُتِلُوْا ظَلَّتْ تَسُوْخُ بِاَهْلِهَا وَتَصَدَّعُ

Marfat.com

''انہوں نے سچ کہا لیکن کاش! جس وقت وہ قتل کیے گئے زمین اپنے لوگوں کو دھنسا لیتی اور پھٹ جاتی۔''

صَارَ الَّذِیْ اَثَرِ الْحَدِیْثِ بِطَعْنَةٍ
اَوْعَاشَ اَعْمٰی مُرْعَشًا لَّایَتْمَعُ

''جس نے اس بات کا چرچا کیا کاش وہ اپنے نیزے کا نشانہ بن گیا ہوتا یا اندھا ہو کر زندہ رہتا اور کانپتا رہتا اور اسے کچھ سنائی نہ دیتا۔''

نُبِّئْتُ اَنَ بَنِیْ الْمُغِیْرَةِ کُلَّھُمْ
خَشَعُوْا لِقَتْلِ اَبِی الْحَکَمِ وَجُدِّعُوْا

''مجھے خبر ملی ہے کہ ابوالحکم (ابوجہل) کے قتل کی وجہ سے تمام بنی مغیرہ کی ناک کٹ گئی اور وہ ذلیل و خوار ہو گئے۔''

وَابْنَا رَبِیْعَةَ عِنْدَہٗ وَمُنَبِّہٗ
مَانَالَ مِثْلَ الْمُھْلِکِیْنَ وَتُبَّعُ

''اور ربیعہ کے دونوں بیٹے بھی اسی کے پاس (چلے گئے) اور منبہ بھی۔ یہ لوگ ایسے تھے کہ کسی نے بھی ان مقتولین جیسے رتبے حاصل نہ کیے اور نہ تبع نے۔''

نُبِّئْتُ اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ ھِشَامِھِمْ
فِی النَّاسِ یَبْنِیْ الصَّالِحَاتِ وَیَجْمَعُ

''مجھے خبر ملی ہے کہ ان کا ایک فرد حارث بن ہشام لوگوں میں نیک کام کر رہا ہے اور ان کو جمع کر رہا ہے۔''

لِیَزُوْرَ یَثْرِبَ بِالْجُمُوْعِ وَاِنَّمَا
یَحْمِیْ عَلَی الْحَسَبِ الْکَرِیْمُ الْاَرْوَعُ

''تاکہ وہ لشکر لے کر یثرب والوں سے مقابلہ کرے اور آبائی شرافت کی حفاظت ایک شریف اور شان و شوکت والا شخص ہی کرتا ہے۔''

اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے دیا، فرمایا:

اَبْکَاہُ کَعْبٌ ثُمَّ عُلَّ بِعَبْرَةٍ
مِنْہُ وَعَاشَ مُجَدَّعًا لَّایَسْمَعُ

''کعب نے اس کا مرثیہ کیا پھر اسے آنسوؤں کے گھونٹ دوبارہ پلائے گئے اور اس نے ذلت میں ایسی زندگی بسر کی کہ وہ سنتا ہی نہیں۔''

وَلَقَدْ رَاَیْتُ بِبَطْنِ بَدْرٍ مِنْھُمْ
قَتْلٰی تَسُحُّ لَھَا الْعُیُوْنُ وَتَدْمَعُ

''اور میں نے وادی بدر میں ان کے ایسے مقتول دیکھے جن کے لیے آنکھیں رو رہی ہیں۔ اور آنسو بہا رہی ہیں۔''

Marfat.com

فَابْکِی فَقَدْ اَبْکَیْتَ عَبْدًا رَافِعًا
شِبْہَ الْکُلَیْبِ اِلَی الْکُلَیْبَۃِ یَتْبَعُ

''تو نے اونچے غلام کو بہت رلایا۔ اب تو اس طرح رو جس طرح کم عمر کتا کم عمر کتیا کے بعد آواز نکالتا ہے۔''

وَلَقَدْ شَفَی الرَّحْمٰنُ مِنَّا سَیِّدًا
وَاَھَانَ قَوْمًا قَاتَلُوْہُ وَصُرِعُوْا

''اور خداوند رحمٰن نے ہمارے آقا کے دل کو مطمئن کر دیا اور ان لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیا جنہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور وہ پچھاڑے گئے۔

وَنَجَا وَاَخْلَتْ مِنْھُمْ مَنْ قَلْبُہٗ
شَغِفٌ یَظَلُّ لِخَوْفِہٖ یَتَصَدَّعُ

اور ان میں سے جو شخص بھاگ کر بچ نکلا۔ اس کے دل میں آگ بھڑک رہی ہے اور اس (ہمارے آقا) کے خوف سے پھٹا جا رہا ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد سوم)

برقع پوش مسلمہ اور یہودی:

انہیں مذکور واقعات کے درمیان ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا یوں کہ ایک نواحی گاؤں کی ایک مسلم خاتون اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کے لیے بنی قینقاع کے بازار میں آئی۔ اس نے اپنا سامان بیچا اور ایک زرگر کی دُکان پر آ کر بیٹھ گئی۔ یہودی نے باتوں باتوں میں بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے چہرہ سے نقاب اُلٹ دے لیکن اس خاتون نے انکار کر دیا۔ وہ زرگر چپکے سے اُٹھا اور اس کے تہبند کا ایک گوشہ پکڑ کر اس کی پیٹھ کے ساتھ گرہ لگا دی۔ جب وہ اٹھی تو اس کا ستر ننگا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر یہودی قہقہہ لگانے لگے۔ اُس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ایک مسلمان اس یہودی زرگر پر جھپٹا اور چشم زدن میں اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس بازار کے سارے یہودی جمع ہو گئے اور اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس پر اس مسلمان کے اقرباء نے یہودیوں کے خلاف فریاد کی اور سب مسلمان غضبناک ہو گئے اور بنی قینقاع کے ساتھ جنگ کا بازار گرم ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام۔ جلد سوئم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان:

مذکور واقعہ کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں پر واضح فرما دیا اگر تم لوگوں نے مسلمانوں کو اذیت دینا بند نہ کیا، اپنے کئے ہوئے معاہدہ پر پورے نہ رہے، تو تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک ہو گا جس طرح کفار مکہ کے ساتھ ہوا، لیکن یہود کو غرور نے ایسا مغرور بنایا ہوا تھا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب میں کہلا بھیجا۔

لایغرنك یا محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم انك لقیت قوما لا علم لھم بالحرب فاصبت ضرصة انا واللہ لئن حاربناك لتعلمن انا نحن الناس۔

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فخر میں نہ آؤ۔ تم نے ایسی قوم کے ساتھ جنگ کی جو لڑائی کے فنون سے ناواقف تھے۔ اللہ کی قسم! اگر تم ہم سے جنگ کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ تمہیں کیسے فولادی لوگوں سے پالا پڑا ہے۔''

Marfat.com

یہودیوں کے اس جواب میں اگر مسلمان دفاعی جنگ کے لیے تیار نہ ہوتے تو ان کی حالت بھی اتنی ہی پریشان اور ذِلت کا سبب بن جاتی جتنی مکہ معظمہ میں تیرہ سال تک رہی۔ اب مسلمان اپنے بارے میں وہ سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ جو بدر کی شکست کے بعد کفار مکہ کے بارے میں گھر گھر ہر ایک زبان پر تھے۔"

بنوقینقاع کا محاصرہ:

بنوقینقاع کے یہودیوں کے شوق پنجہ آزمائی کا جب مثبت جواب دیا گیا تو یہودی بھاگ کر قلعہ میں دبک گئے۔ لیکن پندرہ دن ہی کے محاصرہ کے بعد یہودی اطاعت پر راضی ہو گئے۔ انہوں نے اپنے متعلق فیصلہ کے لیے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حاکم تسلیم کرلیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر قادر و غالب فرمادیا تو اس وقت عبداللہ بن ابی بن سلول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجیے یہ سب قبیلہ خزرج کے حلفاء تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجیے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر چہرۂ اقدس دوسری طرف پھیرلیا۔ اس نے آپ کی زرہ کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس زرہ کا نام ذات الفضول تھا۔ حضرت ابن اسحاقؒ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا مجھے چھوڑ دو اور اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے پھر فرمایا: تیرا برا ہو مجھے چھوڑ دے۔ وہ کہنے لگا نہیں قسم بخدا! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ آپ میرے موالی پر احسان کریں۔ ان میں سے چار سو غیر زرہ پوش اور تین سو زرہ پوش ایسے ہیں جنھوں نے ہر سرخ اور سیاہ انسان سے میرا دفاع کیا مگر آپ ایک دن میں ہی ان سب کی گردنیں اُڑا دیں گے۔ قسم بخدا! میں ایسا انسان ہوں جو حوادث زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو تیری خاطر بخش دیا۔

بنوقینقاع کے حلف سے حضرت ابن الصامت کی براءت

جب بنی قینقاع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی تو عبداللہ بن ابی بن سلول ان کی چارہ جوئی کے لیے کھڑا ہو گیا۔ جبکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ بھی عبداللہ ابن ابی کی طرح بنی قینقاع کے حلیف تھے۔ لیکن آپ نے انہیں چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا اور ان سے دیرینہ تعلقات منقطع کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور مومنین کو اپنا دوست بنانے کا اعلان کرتا ہوں اور ان کفار کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ راوی فرماتے ہیں سورۂ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیات حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئیں۔

یٰآیہا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ط و من یتولھم منکم فانہ منھم ط ان اللّٰہ لایھدی القوم الظلمین o فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم یقولون نخشی ان تصیبنا دآئرۃ ط فعسی اللّٰہ ان۔

Marfat.com

یاتی بالفتح اومر من عندہ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم ندمین ۝ ویقول الذین امنوا اھولاء الذین اقسموا باللہ جھد ایمانھم انھم لمعکم حبطت اعمالھم فاصبحوا خسرین ۝ (المائدہ: آیت 50 تا 53)

''اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو (اپنا) دوست (اور مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جس نے دوست بنا لیا انہیں تم میں سے سو وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے۔ (یعنی عبداللہ بن اُبی اور اس کا یہ قول ہے کہ میں گردش زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ ابن اسحاق) کہ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں یہود و نصاریٰ کی طرف، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے۔ وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ (تمہیں) دے دے فتح کامل یا (ظاہر کر دے کامیابی کی) کوئی بات اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے۔ اس پر جو انہوں نے چھپا رکھا تھا۔ اپنے دلوں میں نادم، اور (اس وقت) کہیں گے۔ ایمان والے کہ کیا یہ ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں اٹھائی تھیں اللہ کی سخت سے سخت کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں اکارت گئے ان کے اعمال اور ہو گئے وہ (سراسر) نقصان اٹھانے والے۔

پھر یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک چلتا ہے۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوۃ وھم رکعون (المائدہ: آیت 55 تا 56)

''تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔ اور (بہر حال میں) وہ بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے ہیں۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے اور اللہ تعالیٰ کے رسول اور مؤمنین کو دوست بنانے اور بنی قینقاع کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرنے کا ذکر فرمایا:

ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون ۝ (المائدہ آیت 55 تا 56)

''اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ کو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ایمان والوں کو (تو وہ ان کے گروہ سے ہیں اور) بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔''

سیاسی وحدت:

بنو قینقاع کے مدینہ سے نکل جانے کے بعد مدینہ منورہ فساد سے پاک ہو گیا۔ یہودی اگرچہ مدینہ منورہ سے قیام گاہ کی نسبت رکھتے تھے۔ لیکن ان کی تمام سیاسی سرگرمیوں کے مراکز ام القریٰ اور خیبر کی بستیاں تھیں۔

Marfat.com

عربوں کے رویے کے متعلق مسیحی مورخ کی رائے:

فرض کریں مسلمہ کی بے حرمتی پر مقامی مسلمان یہودی سنار کو قتل نہ بھی کرتا اور اس کا مداوا کوئی اور بھی ہو جاتا۔ تو بھی عرب قوم کا تاریخی کردار اس بات کا گواہ ہے کہ عرب اس قسم کے واقعات کے بعد انتقاماً سمجھتے ہیں عرب تاریخ میں اس کے بے گفت مثالیں بھی موجود ہیں۔

مسلمان عورت کی بے حرمتی اور چیکوسلواکیہ کے شہزادہ کے واقعات میں مشابہت:

چیکوسلواکیہ کے شہزادہ کا واقعہ یوں ہے کہ 1914ء میں شہزادہ مذکور کو قتل کر دیا گیا۔ جس کی بنا پر جنگ عظیم کا آغاز ہوا اور پھر اس آگ نے پورے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اسی طرح اس مسلمان عورت کی بے حرمتی یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، جن میں دشمنی کی آگ پہلے سے سلگ رہی تھی۔ گویا یہ ایک آتش فشاں تھا۔ جو ذرا سی مداخلت سے ابل پڑا۔ جیسا کہ بعد کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔

غزوہ سویق:

جب ابوسفیان بھاگ کر مکہ پہنچا اور لشکر قریش بدر سے واپس لوٹا تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ کر کے انتقام نہیں لے گا۔ اس وقت تک وہ غسل جنابت نہیں کرے گا۔ اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے ماہ ذوالحجہ میں وہ قریش کے دو سو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا، اس نے عام راستہ کے بجائے نجد کا لمبا راستہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ وادئ قناۃ سے گزرتا ہوا ثیب نامی پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ یہ پہاڑ مدینہ طیبہ سے تقریباً ایک بریدہ (بارہ میل) کی مسافت پر واقع ہے۔ پھر رات کی تاریکی میں چھپتا چھپاتا بنی نضیر کے محلہ میں آیا اور ان کے ایک رئیس حیی بن اخطب کے دروازے پر آ کر دستک دی۔ لیکن اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ اور اس سے ڈر گیا۔ پھر وہ وہاں سے لوٹ کر سلام بن مشکم کے دروازے پر آیا۔ یہ سلام اپنے زمانے میں یہودیوں کا سردار اور ان کے خزانے کا نگران تھا۔ ابوسفیان نے اس سے ملاقات کا اذن طلب کیا۔ اس نے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔ اور اس کی پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس نے ابوسفیان کو مسلمانوں کے خفیہ حالات سے آگاہ کیا۔ نصف شب کے بعد ابوسفیان وہاں سے نکلا اور قریش کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ کی طرف بھیج دیا۔ یہ لوگ مدینہ کے ایک علاقہ میں آئے جس کا عریض تھا۔ یہاں کھجور کے چھوٹے پودوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ انہوں نے اسے نذر آتش کیا۔ وہاں ایک انصاری اور اس کے ایک ساتھی کو اپنی کھیتی میں تنہا پایا اور انہیں شہید کر دیا۔ پھر وہ سب وہاں سے بھاگ گئے، لوگ ان سے باخبر ہو کر چوکنے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے تعاقب میں نکلے، مدینہ طیبہ میں حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور بڑھتے ہوئے قرقرۃ الکدر تک جا پہنچے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے ابوسفیان اور اس کے لشکر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ستو کی کثیر تعداد بوریاں راستے میں گری ہوئی دیکھیں، جو انہوں نے کھیتوں میں پھینک دی تھیں۔ تاکہ اپنے بوجھ کو ہلکا کر کے تیزی سے بھاگ سکیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا حضور امید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ سفر جہاد شمار ہوگا۔ آپ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک۔

ادھر سچائی عرب کے چاروں طرف پھیل گئی کہ کفار مکہ نے غزوۂ بدر سے پہلے جن لوگوں کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ مدینہ منورہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ انہیں لوگوں نے مقام بدر میں کفار مکہ کے حملہ آوروں کا صفایا کر کے فتح مبین حاصل کر لی۔ یہی نہیں بلکہ قینقاع جیسے مضبوط یہود قبیلہ کو بھی مسلمانوں نے اپنی حاصل کردہ قوت سے مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ مدینہ کے سب سے بڑے اور بااثر عبداللہ بن ابی بن سلول نے بھی مسلمانوں کی ہیبت کے سامنے سر جھکا دیا ہے اور مکہ کا چودھری ابوسفیان مسلمانوں سے خوفزدہ مکہ میں دبک کر بیٹھ گیا ہے۔

ناکہ بندی:

اس زمانہ میں مکہ اور شام کے درمیان تجارتی فاصلوں کی شاہراہ بحیرہ احمر کے کنارے سے ہو کر گزرتی تھی۔ جس کے قریب آباد بستیوں کے لوگ تاجروں کی آمد و رفت سے مالی فائدہ بھی اُٹھاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تبلیغ کے زیر اثر ان بستیوں کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کر لیا۔ جس کی وجہ سے ان کی ناکہ بندی ہو گئی۔ لیکن انہیں قبائل کو مستقبل میں اپنی معاشی بدحالی کے خوف سے دن کو تارے نظر آنے لگے وہ سوچنے لگے کہ ایسے بنجر علاقوں سے اگر ملکی قبائلیوں کے تجارتی قافلوں کی آمد و رفت بند ہو گئی تو ان کا جینا محال ہو جائے گا۔ مدینہ میں آنے سے پہلے ان دشواریوں کا تصور تک بھی نہ تھا۔

پھر بدر میں کفاران مکہ کی شکست نے ان قبائل کو بری طرح دہشت زدہ کر رکھا تھا۔ کبھی سوچتے کہ سب مل کر مدینہ پر یلغار کر دیں۔ مگر ان کی بے ہمتی اور بزدلی قدم اٹھانے نہ دیتی۔

قبیلہ غطفان اور سلیم:

اس دوران غطفان اور قبیلہ سلیم کے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہمراہ ایک دستہ لے کر مدینہ سے نکلے اور مقام قرقرۃ پر آ کر ان کی ناکہ بندی کی تو معلوم ہوا یہاں بے شمار اونٹ چر رہے ہیں۔ مگر ان کا چرواہا کوئی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ریوڑ کو قبضہ میں لے لیا۔ اور ایک جماعت قریب کی بستی میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجی۔ جہاں انہیں ایک لڑکا ملا۔ اس نے بتایا کہ تھوڑی دیر پہلے ایک گروہ بھاگتا ہوا سمندر کی طرف نکل گیا ہے۔ اس اطلاع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اونٹ اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیئے اور یہ تقسیم قرآن مجید کے حکم سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خمس نکالنے کے بعد ہر ایک غازی کے حصہ میں دو دو اونٹ آئے۔ کل پانچ سو اونٹوں کا گلہ تھا۔

مقام ذی امر:

کچھ دنوں کے بعد اطلاع آئی کہ بنو ثعلب اور بنو محارب ''مقام ذی امر'' میں جمع ہو رہے ہیں۔ ان کا ارادہ مدینہ کے مسلمانوں پر یلغار کرنے کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً چار سو یا پانچ سو مجاہدوں کا قافلہ لے کر نکلے۔ راستے میں بنو ثعلبہ کا ایک شخص مل گیا اور اسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی کہ وہ لوگ فلاں مقام پر چھپے بیٹھے

Marfat.com

ہیں۔ لیکن اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے ہی انہوں نے آپ کی آمد کی خبر سنی وہ یقیناً بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ جائیں گے۔ آپ آیئے میرے ساتھ تشریف لائیے۔ ان پوشیدہ جگہوں پر میں آپ کو خود لے کر چلتا ہوں۔ چنانچہ واقعہ بھی یہی ہوا جو بنو ثعلبہ کے اس فرد نے کہا تھا۔ جونہی انہوں نے مسلمانوں کی آہٹ سنی تو چوہوں کی طرح بھاگ کر پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔

چند دنوں بعد ہی اطلاع ملی کہ بنو سلیم دوبارہ حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سو ساتھیوں کا دستہ لے کر مقام بحران پر پہنچے تو اسی رات کو قبیلہ سلیم ہی کے آدمی نے آ کر خبر دی کہ یہ لوگ آپ کی آمد کی خبر ملتے ہی بھاگ گئے ہیں۔

الغرض اسی طرح عرب کے قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خائف تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی صداقت کا ثبوت ہے:

نصرت بالرعب مسيرة شهر

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ماہ کی مسافت کے سفر تک رعب و دبدبہ عطا کیا گیا ہوں" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمن دور ہی سے خوفزدہ ہو کر بھاگ جاتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ بعض لوگ تو بڑے بڑے خطرناک منصوبے بنا کر بڑی ہمت کر کے حملہ آور ہونے کے لیے گھروں سے نکلتے مگر جیسے ہی انہیں اپنے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکلنے کی اطلاع ملتی تو الٹے پاؤں بھاگ جاتے۔

☆☆☆

Marfat.com

غزوہ اُحد

کفار مکہ کے دلوں سے غزوہ سویق کا غم تو نکل گیا لیکن بدر کا زخم کسی صورت مندمل نہ ہو سکا۔
بدر کا صدمہ وہ بھول بھی کیسے سکتے تھے جبکہ اس میں ان کے بڑے بڑے بہادر اور بڑے بڑے سردار و سرغنہ تہ تیغ کر دیئے گئے جن کی یاد میں قریش کی عورتیں صبح و شام نوحہ و ماتم کر رہی تھیں۔ کوئی اپنے لخت جگر کے لیے سینہ پیٹتی تو کوئی اپنے سگے بھائی کے لیے سر کے بال نوچتی۔ کسی کا دل باپ کا سایہ اٹھ جانے کی وجہ سے گھائل تھا تو کسی کا سرتاج غائب کسی کا کوئی اور قرابت دار نیست و نابود ہو گیا تھا جس پر رونا اور سینہ کوبی کرنا ان عورتوں کا مقدر بن چکا تھا۔ ہر ایک اپنے نصیب کو بھگت رہی تھی۔ ان کا نوحہ ایسا پر سوز اور پر درد ہوتا تھا جسے کفار مکہ سنتے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے حواس باختہ انسانوں کی طرح ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتے۔

ابتدائی مراحل:

جب قریش بدر میں شکست فاش کھا کر مکہ میں آئے تو ابوسفیان کے قافلے کا تمام مال دار الندوہ میں رکھا ہوا پایا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ وغیرہ روسائے قریش جن کے باپ بھائی اور بیٹے جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ ابوسفیان اور دیگر شرکاء کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اپنے مال کے نفع سے کرو۔ تاکہ ہم ایک لشکر تیار کریں اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بدلہ لیں۔ سب نے بخوشی منظور کیا چنانچہ تمام مال فروخت کر دیا گیا اور جب قرارداد اور راس المال مالکوں کو دیا گیا اور نفع تجہیز لشکر میں کام آیا۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

انّ الّذین کفروا ینفقون اموالھم لیصدّوا عن سبیل اللّٰہ ط فسینفقونھا ثمّ تکون علیہ حسرۃ ثمّ یغلبون ط والّذین کفروآ اِلٰی جھنّم یحشرون O (انفال۔ع4)

جو لوگ کافر ہیں خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہو گا ان پر پچھتاوٗ پھر آخر مغلوب ہوں گے اور جو کافر ہیں دوزخ کو ہانکے جائیں گے۔

قریش نے بڑی سرگرمی سے تیاری کی اور قبائل عرب کو بھی دعوت جنگ دی۔

عورتوں کی پیشکش:

مردوں کے ساتھ عورتوں کی ایک جماعت بھی شامل ہوئی تاکہ ان کو مقتولین بدر کی یاد دلا کر لڑائی پر اُبھارتی رہیں چنانچہ ابوسفیان کی زوجہ ہند بنت عتبہ، عکرمہ بن ابو جہل کی زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام، حارث بن ہشام بن مغیرہ کی زوجہ فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ۔ صفوان بن امیہ کی زوجہ سلافہ بنت سعد اپنے اپنے شوہروں سمیت نکلیں۔ اسی طرح خناس

Marfat.com

بنت مالک اپنے بیٹے ابوعزیز بن عمیر کے ساتھ نکلی۔ کل جمعیت تین ہزار تھی جن میں سات سو زرہ پوش تھے۔ ان کے ساتھ دو سو گھوڑے تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی نام کو بھی یہ کہہ کر بھیج دیا کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حمزہ کو میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے قتل کر دو تو میں تم کو آزاد کر دوں گا۔ یہ لشکر قریش بسر کردگی ابوسفیان مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور مدینہ کے مقابل احد کی طرف بطن وادی میں اترا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جواب تک مکہ میں تھے۔ بذریعہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی تیاری کی خبر دی۔

کفار مکہ کا لشکر ابوا کے مقام پر پہنچ گیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا مزار ہے۔

جوش انتقام بھرے ہوئے چند کوتاہ اندیش نوجوان جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار کی بے حرمتی کرنے پر آمادہ ہو گئے تو انہیں ان کے بڑوں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو پورے عرب میں ایک وبا پھیل جائے گی۔ ابوبکر اور بنوخزاعہ باپ دادا کے مردوں کی قبریں کھود کر رکھ دیں گے۔ اسی بناء پر وہ نوجوان باز آ گئے۔

کفار یہاں سے کوچ کرنے کے بعد وادی عقیق میں آ پہنچے اور احد پہاڑی کے دامن میں ایک ہموار میدان میں پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ مقام مدینہ منوہ سے 5 میل کے فاصلہ پر ہے۔

اقدام:

حضور نے حضرتِ انس و مونس پسران فضا بن عدی انصاری کو بطور جاسوس بھیجا۔ وہ خبر لائے اور کہنے لگے کہ مشرکین نے اپنے اونٹ اور گھوڑے عریض میں چھوڑ دیئے ہیں۔ جنہوں نے چراگاہ میں سبزی کا نام ونشان نہیں چھوڑا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حباب بن منذر کو بھی بغرض تجسس بھیجا۔ وہ لشکر کی تعداد وغیرہ کی خبر لائے۔ جمعہ کی رات (4 شوال) کو حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ ایک جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانے پر پہرہ دیتے رہے اور شہر پہ بھی پہرہ لگا رہا۔ اسی رات حضور نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ آپ کی تلوار ذوالفقار ایک طرف سے ٹوٹ گئی ہے ایک گائے نظر پڑی جو ذبح کی جا رہی ہے اور آپ کے پیچھے ایک مینڈھا سوار ہے۔ صبح کو آپ نے یہ تعبیر بیان فرمائی کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے تلوار کی شکستگی ذات شریف پر مصیبت ہے گائے آپ کے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور مینڈھا کش الکتیبہ ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا اس خواب کے سبب حضور انور کی رائے تھی کہ لڑائی کے لیے مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ عبداللہ بن ابی کی بھی یہی رائے تھی۔

آنحضرت ﷺ کا صحابہ سے مشورہ:

حضور نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو اکابر مہاجرین وانصار بھی آپ سے متفق ہو گئے۔ مگر وہ نوجوان جو جنگ بدر میں شامل نہ تھے آپ سے درخواست کرنے لگے کہ مدینہ سے نکل کر لڑنا چاہیے۔

کچھ کی رائے تھی کہ مدینہ سے باہر نہ جانا چاہیے اور عورتوں اور بچوں کو قلعہ میں بھیج دینا چاہیے اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے شرف بھی ان کے مطابق ہی تھی اور عبداللہ بن ابی منافق نے بھی یہ ہی رائے دی۔ لیکن حمزہ بن عبدالمطلب اور مہاجرین سے ایک جماعت اور سعد بن عبادہ اور بنواوس اور بنوخزرج سے ایک جماعت یہ کہتے تھے کہ

Marfat.com

اگر ہم شہر میں محصور ہو گئے تو دشمن اس سے ہماری کمزوری کی دلیل لیں گے جوان کے لیے مزید حرارت کا سبب ہو گا اور باوجود اس کے کہ ہم بدر میں تین سو مرد بھی نہ تھے۔ پروردگار تعالیٰ نے ہماری نصرت فرمائی تھی اور آج الحمد للہ ہمارا لشکر قوی ہے اور تعداد میں بھی کافی ہیں اور عرصہ سے ہم اس قسم کے دن کی آرزو رکھتے تھے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن نسان رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! خدا کی قسم ہم احد کے میدان میں خوش ہیں۔ فتح ہو یا شہادت ہمیں دونوں پسند ہیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس خدا کی قسم جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا ہے میں اپنا روزہ افطار نہ کروں گا جب تک مشرکوں کے ساتھ اپنی تلوار سے جنگ نہ کروں اور انصار میں سے نعمان بن مالک دلاوروں اور جانبازوں میں سے تھے انہوں نے عرض کیا کہ خواب بیل کا ذبح آپ کا خواب میں دکھایا گیا ہے وہ میری شہادت ہے اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہ ہے میں بہشت میں داخل ہوتا ہوں اور معرکہ جنگ میں دشمنوں کے پیچھے سے نہیں ہٹوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم درست کہتے ہو اور نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ اُحد میں مرتبہ شہادت پایا۔ جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع تھے۔ جن کے دل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن حکیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کے حساب کتاب پر پورا پورا بھروسہ تھا کہ ان کی تلواریں دشمن کی تکہ بوٹی اڑا دیں گی اور اگر ان میں سے دس پانچ بچ بھی گئے تو ہماری ہیبت سے ادھر اُدھر بکھر جائیں گے اور ہم میں سے جو مجاہد شہید ہو گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا جس کا وعدہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملئكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التى كنتم توعدون نحن اوليائكم فى الحيوة الدنيا وفى الاخرة ولكم فيها ما تشتهى انفسكم ولكم فيها تدعون ۔ (41 - 30 - 31)

لايسمعون فيها لغواً ولا تاثيماً الا قيلاً سلاماً سلاماً (25:56)

اس کے بعد ایک بزرگ خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

عسى الله ان يظفر نابهم اوتكون الاخرى الشهادة لقد اخطائتنى وقعة بدر و كنت عليها حريصا حتى بلغ من حرصى عليها ان ساهمت ابنى فى الخروج فخرج سهمه فارزق الشهادة و قد رائيت ابنى البارحة فى النوم و هو يقول الحق بناتر افقنا فى الجنة فقد و جدت ما وعدنى ربى حقا و قدو الله يا رسول الله اصبحت مشتاقاً الى موافقته فى الجنه و قد كبرت سنى ورق عظمى واحببت لقاء ربى !

اول تو ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب فرمائیں گے یا شہادت نصیب فرمائیں گے جس شہادت سے غزوہ بدر میں محروم رہ گیا۔ میں غزوہ بدر میں الگ رہنے پر راضی نہ تھا مگر بیٹا سعد بھی اس شہادت کے لیے مصر تھا۔ آخر دونوں نے قرعہ اندازی کی۔ مگر میرے بیٹے کی قسمت بیدار ہو گئی۔ وہ اس معرکہ میں شہید ہو گیا۔ اسی رات میرے خواب میں اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہم سے جو وعدے کیے تھے وہ سب سچے ہو گئے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ آکر رہیئے یارسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم اللہ کی قسم میں تو اسی لمحے سے اپنے بیٹے کے ساتھ رہنے کے لیے تڑپ رہا ہوں یوں بھی بوڑھا ہو گیا ہوں" میری ہڈیوں میں دم نہیں رہا اب میں اپنے رب سے ملاقات کرنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

جمعۃ المبارک کا دن:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور جہاد کا امر فرمایا اور اور خبر ارشاد فرمائی کہ تمہاری نصرت امداد فرمائی جائے گی اگر تم صبر کرو گے اور ثابت قدم رہو گے اور حکم فرمایا کہ فوج کو تیار و مرتب کیا جائے پس وہ جماعت جو باہر جا کر لڑنے کی خواہش رکھتی تھی خوش ہو گئی اور جب سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز گذاری تو حجرہ میں تشریف لے گئے اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ کی خدمت میں اندر چلے گئے سر مبارک پر دستار شریف پہنی اور جسم مبارک پر زرہ سجائی اور ہتھیار زیب تن کرائے اور حجرہ شریف کے دروازے پر آدمیوں کا ہجوم آپ کے باہر تشریف لانے کا منتظر کھڑا تھا اور سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ آنحضرت پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے بہتر ہے کہ زمام اختیار ان کے سپرد کی جائے اور بہتر ہے کہ آپ پر اکراہ و مبالغہ کیا جائے اسی گفتگو میں تھے کہ خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات حجرہ شریف سے مسلح باہر تشریف لائے۔ سر پر دستار مبارک سجائے زرہ پہنے ہوئے کمر باندھے ہوئے شمشیر حمائل کیے اور نیزہ ہاتھ مبارک میں پکڑے ہوئے آپ باہر تشریف فرما ہوئے۔ جب صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت میں دیکھا تو سب حیران و پریشان ہوئے اور سب کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ کی رائے مبارک کے خلاف قدم اٹھائیں جو کچھ آپ کے دل میں آتا ہے ہم اسی کے مطابق عمل کریں گے۔ ہم سے خطا سرزد ہوئی ہے جو ہم اس سے پہلے اصرار کرتے رہے ہیں۔ (میرے آقا و مولا) صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم سے کہا تھا لیکن تم نے نہ سنا اور مبالغہ اور الحاح کیا۔ اب یہ سزاوار نہیں ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار پہن لے تو پھر واپس اتارے جب تک کہ خدا تعالیٰ حکم نہ فرمائے جو کچھ میں کہتا ہوں اور جو کرتا ہوں وہ سنو اور کرو اور صبر و استقامت اختیار کرو۔ نصرت و اعانت آپ کے لیے ہو گئی اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس غزوہ کی ابتدائے کار اختلاف و کراہت سے تھی۔ شاید اسی لیے ابتدائے جنگ میں اختلال اور تزلزل رونما ہوا لیکن چونکہ بالآخر اختیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیا گیا آپ باہر تشریف لائے اور پکا ارادہ کر لیا۔ بمطابق حکم

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ

آخر کار فتح و ظفر واپس میسر ہوئی واللہ اعلم

تین جھنڈے ترتیب دیئے گئے مہاجرین کا جھنڈا علیٰ مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا اور بنو اوس کا جھنڈا اسعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور خزرج کا جھنڈا احباب بن المنذر کے ہاتھ عطا کیے گئے۔ رضی اللہ عنہم اور حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف متوجہ ہوئے اور تمام مسلمان بھی آنجناب کے ہمرکاب تھے۔ ان میں سے ایک سو آدمی زرہ پوش تھے اور فوج کے اعداد و افراد ایک ہزار تھے اور ایک روایت کے مطابق نو سو تھے اور سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہما دونوں زرہ پہنے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چل رہے تھے۔

انکار:

جب منزل شخیصیں پر پہنچے تو لشکر کا ایک گروہ تھا جن سے خشویت کی آواز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان شریف تک پہنچی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں بتایا؟ گیا کہ یہ عبداللہ بن ابی کے ساتھی ہیں۔ یہودیوں میں سے آپ نے ارشاد فرمایا۔

نستنصر باهل الشرك على اهل الشرك

ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔

سن لڑکوں کو مثلاً عبداللہ بن عمر بن خطاب، زید بن ثابت، اسامہ بن زید، زید بن ارقم، لبرار بن عازب، ابو سعید خدری، سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج وغیرہ ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا گیا کہ وہ واپس مدینہ شریف چلے جائیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! رافع تیرانداز ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ آپ نے رافع کو اجازت دے دی ہے اور میں رافع کو زمین پر پچھاڑ سکتا ہوں مشفق دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں کشتی کریں۔ جب کشتی ہوئی تو سمرہ نے رافع کو زمین پر گرا دیا۔ پس سمرہ کو بھی اجازت عطا فرمائی گئی۔ جب آفتاب غروب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور سب نے باجماعت نماز ادا کی۔ اسی جگہ پر رات بسر کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار میں اترے تھے اور مشرک بھی نزدیک تھے وہ دیکھتے تھے کہ لشکر اسلام کیا کہ رہا ہے انہوں نے بھی عکرمہ بن ابو جہل کو مقرر فرمایا کہ وہ ان کے لشکر کی نگہداشت کرے۔ جب صبح طلوع ہوئی تو سالارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ نے رہنما طلب فرمایا۔ ابو حثمہ حارثی یہ خدمت بجالائے۔ پس آنحضرت شاہسوار عالمین صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے اور ابو حثمہ راہنما ہے اور آنحضرت محبوب دو عالم کو میدان احد میں پہنچایا۔ دوران راہ ایک منافق پر گزر ہوا جس کا نام مربع بن قیظی تھا اور وہ کور باطن مظاہر تھا۔ وہ منافق اٹھا اور لشکر اسلام پر مٹی پھینکنے لگا دراصل وہ اپنے روزگار پر پھینک رہا تھا۔ میرے محبوب آنحضرتؐ سے کہنے لگا اگر تم رسول خدا ہوتے تو میرے حائط میں داخل نہ ہوتے اور اسے خراب نہ کرتے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر کمان دے ماری اور اس منافق کا سر پھوڑ دیا۔ نبی کریم مجاہد الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فان الاعمٰى اعمى القلب

اور جب آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم اُحد میں پہنچے تو صبح کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ پس بلالؓ نے اذان پکاری اور تکبیر بلند کی لوگوں نے صفیں درست کیں اور باجماعت نماز ادا کی۔

عبداللہ بن ابی کی واپسی:

عبداللہ بن ابی منافق تھا۔ اس کا گروہ تقریباً تین سو آدمی تھے۔ اس مقام سے یا اس سے پہلی منزل سے ہی اپنے ساتھیوں سمیت واپس چلا گیا تھا۔ تحقیق یہ ہے کہ میدان اُحد میں پہنچنے سے پہلے ہی وہ واپس مڑ گئے تھے اور جو کہ مومنوں اور موحدوں کا مقام ہے نہ پہنچ سکا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو شناسائے دو عالم آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے ان کے کفر و نفاق کے باعث واپس بھیج دیا تھا۔

صفیں آراستہ ہو رہی ہیں:

جب لشکر اسلام احد میں پہنچا دونوں لشکروں نے صفیں باندھیں مسلمانوں نے پائین احد کے ساتھ اپنی صفیں باندھیں اور ان شور بختوں نے اس شورشان میں صفیں آراستہ کیں جو کہ وہاں پر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود راست فرمائیں اور اس طرح ترتیب دی کہ کوہ احد پشت پر تھا اور مدینہ شریف سامنے تھا اور وہاں ایک پہاڑ ہے جس کو عینین کہتے ہیں یہ آپ کے بائیں جانب تھا۔ اس پہاڑ میں ایک درہ تھا جو خطرناک تھا کہ دشمن چھپ کر اس طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو جائیں حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو اس جگہ تیر انداز کے طور پر بیٹھا دیا تا کہ وہ نگاہ رکھیں کہ کافر اس طرف سے آ کر مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو جائیں اور ان کو تاکید کی کہ کسی بھی صورت میں اپنی جگہ سے نہ ہلیں، خواہ مسلمان غائب آئیں یا مغلوب ہوں یہاں تک مبالغہ سے یہ حکم دیا کہ فرمایا کہ خواہ تم دیکھو کہ ہمیں پرندے نوچتے ہیں پھر بھی تم اپنی جگہ مت چھوڑنا جب تک کہ میں تمہارے پاس کسی آدمی کو نہ بھیجوں اگر تم دیکھو کہ ہم نے کفار کی قوم کو شکست دے دی ہے پھر بھی تم یہاں سے جنبش نہ کرنا اور اگر وہ ہم کو مار بھی دیں تو پھر بھی یہ جگہ نہ چھوڑنا۔

اور عکاشہ بن محصن اسدی کو میمنہ پر اور ابوسلمہ بن عبدالاسعد مخزومی کو میسرہ پر اور ابوعبیدہ بن جراح اور سعد بن ابی وقاص قلب پر مقداد بن عمر کو قلب پر ساقہ پر مقرر فرمایا۔

لشکر کفار صف آرا ہو رہا ہے:

مشرکوں نے بھی اپنی صفیں درست کیں۔ خالد بن ولید میمنہ پر اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ پر اور ابوسفیان کو قلب لشکر پر تعین کیا گیا اور صفوان بن امیہ اور ایک روایت کے مطابق عمرو بن العاص کو پچھلے حصہ پر پہاڑ کے شگاف کے برابر متعین کر دیا اور عبداللہ بن ربیعہ کو تیر اندازوں کا امیر متعین کیا اور جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں دے دیا اس کو کیش کتبہ کہتے تھے اور علماء فرماتے ہیں کہ میرے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں تلوار تھی اور اس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

فی الجبن عارضی الاقبال مکرمة
والمرابالجبن لاینجوُ مِنَ القدر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو یہ تلوار لے اور اس کا حق ادا کرے پس کئی آدمی وہ تلوار لینے کے لیے اٹھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار ان کو نہ دی۔

خوش نصیب ابودجانہ:

اس کے بعد ابودجانہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ یارسول اللہ! اس کا حق کیا ہے آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اسے دشمن پر مارے یہاں تک کہ متمنی ہو جائے اور ٹیڑھی ہو جائے ابودخانہ نے عرض کیا کہ میں اس کا حق ادا کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلوار عطا فرمائی اور ابودخانہ رضی اللہ عنہ بہادر آدمی تھے۔ میدان جنگ میں ٹہلتے تھے آنحضرت نے اسے اس متکبرانہ انداز میں دیکھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ رفتار ناپسند ہے سوائے اس جگہ کے یعنی میدان

Marfat.com

جنگ میں داخل ہو گئے اور کہا جاتا ہے کہ جب وہ سُرخ عصابہ سر پر باندھتے تھے تو سخت جنگ کرتے تھے اور جو بھی مشرک آپ کے سامنے آتا تھا اس کو قتل کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ پہاڑ کے قریب ابوسفیان کی زوجہ تک پہنچ گئے۔ وہ عورتوں کے ساتھ مل کر رجزیہ نغمے گا رہی تھیں اور دفیں بجاتی تھیں اور کشتگانِ بدر پر نوحہ خوانی کرتی تھیں۔ ابودجانہ نے شمشیر کھینچی تا کہ ہند کو قتل کریں۔ لیکن پھر اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور کہا کہ یہ تلوار اس سے زیادہ گرامی القدر ہے کہ اس عورت کا خون بہایا جائے اور یہ اس کے خون سے آلودہ ہو پس دونوں جانب سے جنگ سخت ہوئی۔

کفار کا پہلا حملہ:

سب سے پہلے کفار کی طرف سے جس نے لشکر اسلام پر تیر پھینکا وہ ابو عامر فاسق تھا۔ اس کو ابو عامر راہب بھی کہتے ہیں۔ وہ اپنی قوم کے پچاس آدمیوں کے ساتھ آیا آواز دی اور کہا کہ میں ابو عامر ہوں۔ لعنت اللہ علیہ مسلمانوں نے کہا:

لا مرحبا بك ولا اهلا يا فاسق

پس اس نے اپنی قوم کے ساتھ مل کر تیراندازی شروع کر دی۔ اس کے ساتھ قریش کے چند غلام تھے۔ جو لشکر اسلام پر پتھر مارتے تھے۔ مسلمان بھی ان پر تیر اور پتھر مار رہے تھے یہاں تک کہ وہ فاسق اپنے یاروں سمیت بھاگ گیا اور یہ بد بخت نور نبوت کے ظہور سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال شریف اور بعثت مبارک کے متعلق خبر دیتا تھا لیکن آنحضرت کی بعثت کے بعد منکر ہو گیا اور اپنے قول سے پھر گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی۔

اس کے بعد طلحہ بن ابی جو کافروں کا علمبردار تھا۔ نکلا اور اس نے آواز دی اور اپنا مدمقابل طلب کیا۔ اس کے جواب میں شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نکلے اور اس سے جنگ کی اور اس کے سر پر تلوار ماری جو مغز تک چیرتی ہوئی چلی گئی۔ آپ پھر واپس آ گئے اور اپنے ساتھیوں میں آ ملے۔ دوستوں نے کہا کہ تم نے طلحہ کا کام تمام کیوں نہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب وہ زمین پر گر پڑا تو اس کی عورت نمودار ہوئی اور اس نے مجھے قسم دی تا کہ میں اس سے درگزر کروں اس کے بعد اس سے مزید کچھ کرنے سے مجھے شرم محسوس ہوئی اور مجھے علم ہو گیا کہ وہ جلدی ہی خود بخود مر جائے گا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ مصعب بن عمیر نے اس کو مار دیا تھا اور علماء کا قول ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مارا جاتا ہوا دیکھا تھا وہ یہی طلحہ تھا۔

شہادت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت امیر حمزہ کو آخر کار وحشی نے جو بعد میں ایمان لائے شہید کر دیا۔ وحشی اپنا قصہ یوں بیان کرتے ہیں "حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر میں قتل کر دیا تھا۔ اس لیے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا اگر تو حمزہ کو میرے چچا کے بدلے قتل کر دے تو آزاد ہو جائے گا۔ جب سال عینین میں (عینین احد کے مقابل ایک پہاڑ ہے اور دونوں کے درمیان ایک وادی ہے) لوگ نکلے۔ تو میں لوگوں کے ساتھ لڑائی کے لیے نکلا۔ جب لڑائی کے لیے صف بستہ ہوئے تو سباع (بن عبدالعزیٰ) نکلا اور کہا کیا کوئی مبارز ہے؟ یہ سن کر حمزہ بن عبدالمطلب اس کی طرف نکلے اور یوں خطاب کیا۔ اے سباع! اے عورتوں کے ختنہ کرنے والی ام اغار کے بیٹے! کیا تو خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کرتا ہے؟ یہ کہہ کر حمزہ نے اس پر حملہ کیا۔ پس وہ گل گزشتہ کی طرح ہو گیا۔ میں ایک پتھر کے نیچے حمزہ کی تاک میں تھا جب حمزہ مجھ سے نزدیک ہوا۔ میں نے اپنا حربہ اس پر مارا

Marfat.com

وہ اس کی ناف وعانہ کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ اس کی دورانوں میں سے نکل گیا اور یہ اس کا آخر امر تھا۔ جب لوگ واپس آئے میں ان کے ساتھ واپس آیا اور مکہ میں ٹھہرا یہاں تک کہ اس میں اسلام پھیل گیا۔ پھر (فتح کے بعد) طائف کی طرف بھاگ گیا۔ جب اہل طائف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے قاصد بھیجے تو مجھ سے کہا گیا کہ حضرت قاصدوں کو تکلیف نہیں دیتے۔ اس لیے میں قاصدوں کے ساتھ نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کیا تو وحشی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا؟ میں نے کہا ایسا ہی وقوع میں آیا ہے جیسا کہ آپ کو خبر پہنچی ہے۔ آپ نے فرمایا تو میرے سامنے نہ آیا کر پس میں چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مسلیمہ کذاب ظاہر ہوا۔ میں نے کہا کہ میں مسلیمہ کی طرف ضرور نکلوں گا۔ شاید میں اسے مار ڈالوں اور اس طرح سے قتل حمزہ کی مکافات کر دوں۔ اس لیے میں لوگوں کے ساتھ نکلا۔ مسلیمہ کا حال ہوا جو ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک شخص ہے دیوار کے درمیان کھڑا ہوا۔

گویا کہ وہ ایک ژولیدہ مو خاکستری اونٹ ہے۔ میں نے اس پر اپنا حربہ (1) مارا جو اس کے دونوں شانوں کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان سے پار ہو گیا۔ انصار میں سے ایک شخص اس کی طرف کودا اور اس کے سر پر تلوار ماری۔ پس ایک لونڈی نے گھر کی چھت پر (نوحہ کرتے ہوئے) کہا وائے امیر المومنین اسے ایک حبشی نے قتل کر دیا''۔

حضرت حنظلہ بن ابی عامر انصاری اوسی نے مشرکین کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ابوسفیان کو قتل کر دیتے۔ مگر شداد بن الاسود نے ان کے وار کو روک لیا اور اپنی تلوار سے حضرت حنظلہ کو شہید کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کرو۔ بیوی نے کہا کہ شب احد کو ان کی شادی ہوئی تھی۔ صبح کو اٹھے تو غسل کی حاجت تھی۔ غسل کے لیے آدھا سر دھویا تھا کہ دعوت جنگ کی آواز کان میں پڑی فوراً اسی حالت میں وہ شریک جنگ ہو گئے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ اسی سبب سے اسے فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت حنظلہ کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔

قزمان کون تھا؟

قزمان درحقیقت منافق تھا جو غزوہ احد میں مجاہدین کے ساتھ شامل جہاد ہونے کے بجائے گھر میں دبک کر رہ گیا۔ لیکن اسی دن کی صبح کو عورتوں نے قزمان کو گھر میں دیکھ کر کہا تمہیں شرم نہیں آتی۔ عورتوں کی طرح گھر بیٹھ گئے ہو اور قوم کے باقی مرد میدان جہاد میں نکل کر اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ قزمان عورتوں کے طعنے سن کر جوش میں آ گیا۔ تیر و ترکش لیا اور اسی وقت گھر سے نکلا۔ میدان جہاد میں پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں مصروف تھے۔ قزمان فطرتاً بہادر تھا۔ تیراندازی میں ماہر بھی، صفیں چیرتا ہوا مجاہدین کی اگلی صف میں جا پہنچا اب قزمان کے نیزوں کے پھل پیغام اجل بن کر

(1) یہ وہی حربہ ہے جس سے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ حضرت وحشی کہا کرتے تھے۔ قتلت فی کفری خیر الناس وفی اسلامی شر الناس یعنی میں نے کفر کی حالت میں خیر الناس کو قتل کیا اور مسلمان ہونے کی حالت میں شر الناس کو قتل کیا۔

Marfat.com

کافروں کے سینے میں پیوست ہونے لگے۔ عالم یہ تھا کہ اس کے نیزہ کا پھل جسم سے نکلتا تو جان لے کر نکلتا۔ دو پہر تک اس نے کافروں کی کافی تعداد کو بے جان کر دیا۔ لیکن تیسرے پہر بیک وقت دشمنوں کے سات آدمیوں کو فنا کی گود میں سلانے کے بعد اس نے خودکشی کر لی۔ جب وہ مرتے وقت نزع کے عالم میں تھا۔ تو ابو نصید اق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے سکرات کے عالم میں دیکھا تو قزمان کو شہادت کی مبارکباد دی تو اس بدبخت نے جواب دیا۔ دوست! میری موت دین کی حمایت میں لڑتے ہوئے نہیں ہوئی بلکہ میں صرف اس جذبہ سے سرشار ہو کر گھر سے نکلا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کفار ہمارے کھیتوں کو ویران کر دیں۔ ہماری عورتیں ان کے ہاتھوں ذلیل ہوں۔ واللہ میں صرف قومی عصبیت سے لڑنے کے لیے خود کو نثار کر رہا ہوں اگر یہ جذبہ نہ ہوتا تو میں گھر سے کسی صورت نہ نکلتا۔

مجاہدین کی ثابت قدمی:

مجاہدین کی تعداد غزوہ احد میں سات سو سے زیادہ نہ تھی دشمن ان سے چار گنا زیادہ تھا۔ کفار کی اکثریت اور بہادر فوج کے مقابلہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس ثابت قدمی کا ثبوت دیا اس سے آپ مجاہدین کی ایمانی قوت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان کے سامنے قوی ہیکل دشمنوں کے جسم بید کی طرح لرزنے لگے۔ وہ کفار (قریش) جن کی بہادری اور مہارت جنگ کے سامنے سارا عرب کانپ جاتا تھا۔ ان کی ہمت و جانثاری کا اندازہ اس سے لگا لیجیے کہ جونہی کفار کا علم ایک کے ہاتھ سے گرنے لگتا تو لپک کر دوسرا اس سے لے لیتا۔ مثلاً ان کا قومی جھنڈا سب سے پہلے طلحہ بن ابوطلحہ کے پاس تھا۔ جب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ٹھکانے لگا دیا تو فوراً عثمان بن ابوطلحہ نے ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ عثمان حمزہ بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں سے مرا تو ابو سعد بڑھا جو مقتول ہی کا بیٹا تھا۔ علم ہاتھ میں لیتے ہی مجاہدین کو للکارنا شروع کر دیا۔ ابو سعد نے مجاہدین کو مخاطب ہو کر کہا۔

"تم سب اس لالچ میں ہم سے لڑ رہے ہو کہ تمہارے قتل ہونے والے اس کے بعد جنت میں بسیرا کر چکے ہوں گے اور ہمارے قتل ہونے والے جہنم کا ایندھن بن چکے ہوں گے۔ لات و عزیٰ کی قسم! تم غلطی پر ہو۔ اگر تمہارا یہ گمان صحیح ہے تو آؤ تم میں سے کون مجھے قتل کر سکتا ہے۔"

ابو سعد قریشی (کافر) کے اس متکبرانہ چیلنج کو سن کر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور ایک ہی ضرب میں اس کے سر کے دو ٹکڑے کر کے اسے ڈھیر کر دیا ابو سعد کے بعد قبیلہ عبدالدار کے نو بہادر یکے بعد دیگرے آتے چلے گئے۔ ان کا آخری تیغ زن اسی قبیلہ کا حبشی غلام صواب تھا۔ جب اس کا دایاں ہاتھ قزمان کی ضرب سے کٹ گیا تو اس نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا قزمان نے اس کا یہ ہاتھ بھی قطع کر دیا تو صواب نے اسے اپنی دونوں کہنیوں کے سہارے سنبھالے رکھا۔ آخر زخموں کی شدت سے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا۔ مگر اس حالت میں بھی اپنے علم کی حرمت بچانے کے لیے اسے اپنی پیٹھ کے نیچے دبائے رہا۔ ہوتے ہوتے اس کی زبان سے یہ جملے نکلے اے بنو عبدالدار! میں نے اپنا فرض ادا کر دیا صواب قزمان یا سعد بن ابی وقاص کی ضرب سے قتل ہوا۔

شکست:

بہادران اسلام نے خوب داد شجاعت دی۔ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ عثمان بن ابی طلحہ کے بعد ان کے علم بردار ابو

Marfat.com

سعید بن ابی طلحہ۔ مسافع بن طلحہ۔ حارث بن طلحہ۔ رطات بن شرجیل کلاب بن طلحہ۔ جلاس بن طلحہ۔ شرتح بن قارظ اور ابوزید بن عمرو بن عبد مناف یکے بعد دیگرے قتل ہو گئے۔ ان کا جھنڈا زمین پر پڑا رہ گیا۔ کوئی اس کے نزدیک نہ آیا تھا۔ عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے اُٹھا لیا۔ جس سے ایک حبشی غلام صواب نام نے لے لیا۔ قریش اس کے گرد جمع ہو گئے۔ لڑتے لڑاتے صواب کے دونوں بازو کٹ گئے وہ سینے کے بل زمین پر گر پڑا اور جھنڈے کو سینے اور گردن کے درمیان دبا لیا۔ اس حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ صواب کے بعد کسی کو جھنڈا اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

مشرکین کو شکست ہوئی۔ وہ عورتیں جو دف بجاتی تھیں۔ اب کپڑے چڑھائے برہنہ ساق پہاڑ پر بھاگی جا رہی تھیں۔ مسلمان قتل و غارت میں مشغول تھے:

کفار مکہ مسلمانوں سے جنگ کی غرض سے نکلتے وقت اپنے ساتھ جس معبود کی برکت حاصل کرنے کے لیے اسے کعبہ سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے آئے تھے وہ تنہا ایک ہودج میں براجمان تھا۔ کفار کا یہ بے بس و بے اختیار پروردگار بھی اس افراتفری میں اپنے ہودج سے منہ کے بل آ گرا اور اپنے دوست دُشمن سب کے پاؤں تلے پامال ہوتا رہا۔

پہلی فتح:

مجاہدین کی یہ پہلی فتح مجاہدین کی جنگی مہارت و قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جسے بعض اہل نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی مہارت سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپؐ نے درہ پہ مجاہدین کی محدود تعداد کو متعین فرما دیا تھا۔ اس دستہ کا ہر ایک فرد تیر اندازی میں اپنا جواب آپ تھا۔

مگر ان کی تعداد کو مدّ نظر رکھ کر اگر ان پر دو تین سو کے قریب حملہ آور ہو جاتے تو ان کا ثابت قدم رہنا ناممکن تھا۔ لیکن کثرت کے مقابلہ میں سب سے بڑی قوت وہ ہے۔ جس کی روح صحیح فکر ہے۔ عقیدہ ہے اللہ عزوجل پر پختہ ایمان ہے۔ ایسے لوگوں کی کم سے کم تعداد پر بھی غالب آنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ان کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مجاہدین کی سات سو نفری کے مقابلہ میں تین ہزار تیغ زن بہادر جنگجو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ نرغہ میں آئی ہوئی کفار کی عورتوں کو مجاہدین گرفتار کرنے کی تیاریاں کر ہی رہے تھے کہ مجاہدین کا ایک گروہ بھاگتے ہوئے کفار کا تعاقب کرتے ہوئے انہیں کافی دور تک چھوڑ آیا مگر یہی دستہ واپس آ کر مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گیا۔ جیسا کہ فاتح لشکریوں کی عادت ہے۔ گویا مجاہدین دشمن کی گھات سے غافل ہو کر دُنیا کے لالچ میں پھنس گئے۔

اب لڑائی رخ بدلتی ہے:

ناگاہ اقبال مندی کے محبوب کو بری نظر لگ گئی۔ وہ اس طرح ہوا کہ جب تیر اندازوں کی جماعت نے دیکھا کہ لشکر کفار بھاگ اٹھا ہے اور مسلمان مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہیں انہوں نے بھی اپنی جگہ سے حرکت کی اور بے صبری کی عبداللہ بن جبیر خود ان کا امیر تھا انہوں نے ہر چند ان کو نصیحت کی ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تاکیدیں کی تھیں ان کو سنائیں کہ اپنی جگہ اور مرکز نہ چھوڑیں لیکن سب بے سود، ان کی اکثریت چلی گئی اور غارت وغنیمت میں مشغول ہو گئے ادھر دشمن نے چند بار کوشش کی تھی کہ ادھر سے مسلمان فوج پر حملہ کرے لیکن ہر بار تیر اندازوں کے باعث خائب و خاسر

Marfat.com

واپس سر اتارہا تھا وہ ابھی مایوس نہ ہوا تھا اور کمین گاہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مومنوں کی غفلت و مسابات کا منتظر تھا اس نے عکرمہ بن ابوجہل لعنت اللہ علیہ اور کچھ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا، ان کو ان کے ساتھیوں سمیت شہید کر کے شگاف کوہ سے باہر نکلے اور مسلمانوں کے عقب سے آئے تلواریں کھینچیں اور مسلمانوں کو قتل کرنے لگے۔ لشکر اسلام میں بڑا اضطراب برپا ہوا۔ تمام لشکر درہم برہم ہو گیا شور وغل مچا اور ان میں کمزوری پیدا ہو گئی۔ ایک دوسرے ہی کو قتل کرنے لگے اور اپنے پرائے کا شعور نہ رہا۔ یہاں تک کہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو دو زخم مسلمانوں ہی سے ہوئے اور ابوبکر کو بھی دو زخم پہنچے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے تو آپ نے فرمایا ھو فی سبیل اللہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کا باپ یہاں مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ہر چند حذیفہ نے فریاد کی کہ یہ میرے والد ہیں اور مسلمان ہیں لیکن کسی نے نہ سنی اور ان کو شہید کر دیا پس حذیفہ نے کہا اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے اور تم پر رحمت فرمائے اور حذیفہ ہمیشہ اپنے والد کے قاتلوں کے لیے استغفار ہی کرتے رہے۔ جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یمان کی دیت ادا کی جائے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیت وصول کی اور اسے مسلمانوں پر صدقہ کر دیا پس اشرار کا غلبہ ہو گیا اور اخیار سب بھاگ گئے یکبار معاملہ پہلے کے الٹ ہو گیا۔ کافر جلادانہ انداز میں مسلمانوں کو شہید کرنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کا ثمر:

حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ وہ مجاہدین جنہیں اس درہ پر مقرر کیا گیا تھا۔ سوائے دس گیارہ کے سب ہٹ گئے ہیں تو اس نے سب سے پہلے ان پر اچانک حملہ کر کے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ سمیت سب کو شہید کر دیا۔ پھر جب دیکھا کہ باقی مجاہدین اس تبدیلی سے غافل مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہیں تو ان پر بھی اچانک حملہ کر دیا۔ ہر ایک سے مال غنیمت رکھوا لیا اور کفار مکہ کو اس انداز سے پکارا جیسے اس نے تمام مجاہدین کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ مشرکوں نے بھی یہی سمجھ لیا اور مجاہدین پر پلٹ کر زور دار ہلہ بول دیا ہر چند مجاہدین نے مال غنیمت پھینک کر تلواریں سونت لیں مگر صف بندی ٹوٹ چکی تھی اور تھوڑے سے مجاہدین کو کافروں کی تعداد نے گھیر لیا۔ افسوس تھوڑی دیر پہلے جو مجاہدین کلمہ حق کی سرفرازی اور عقیدہ توحید کی حفاظت کے لیے مربوط صف بندی اور ترتیب کے ساتھ جنگ کر رہے تھے ان کی صف بندی ختم ہو گئی۔ ترتیب ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر گئی۔ سب کے سب موت کی دلدل میں پھنس گئے۔ بربادی اور ہلاکت کے جنگل میں دم توڑنے لگے۔ جو مجاہد تھوڑی دیر پہلے اس کائنات کے عظیم رہنما علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ باطل کے ساتھ نبرد آزما تھے۔ اس لمحہ انہیں اپنے اس عظیم و بے مثال قائد و رہنما صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی افواہ نے پریشان کر دیا اور اس افراتفری میں مجاہدین آپس میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے لگے۔

آنحضرت ﷺ کی شہادت کی افواہ:

اچانک جبل اُحد کی فضاؤں سے ا[illegible] لعین نے پکار کر کہا:

ان محمد اقد قتل

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو چکے''۔

Marfat.com

مسلمان سراسیمہ بھاگنے لگے اور ان کے تین فرقے ہو گئے۔ فرقہ قلیل بھاگ کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے اور اختتام جنگ تک واپس نہ آئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن لا انما استزلّھم الشیطٰن ببعض ما کسبوا و لقد عفا اللّٰہ عنھم ط ان اللّٰہ غفور حلیم O (آل عمران: ع16)

تحقیق جو لوگ کہ پیٹھ موڑ گئے تم میں سے اس دن کہ ملیں دو جماعتیں سوائے اس کے نہیں کہ بہکا دیا ان کو شیطان نے کچھ ان کے گناہوں کی شامت سے اور تحقیق معاف کیا اللہ نے ان سے بے شک اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔

دوسرا فرقہ یعنی اکثر صحابہ کرام یہ سن کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے حیران ہو گئے۔ ان میں سے جو جہاں کھڑا تھا وہیں رہ گیا اور اپنی جان بچاتا رہا۔ یا جنگ کرتا رہا۔ تیسرا فرقہ جو بارہ سے کچھ اوپر صحابہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہا۔

فتح کے بعد مسلمانوں کو جو شکست ہوئی۔ اس کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خلاف ورزی تھی۔ جیسا کہ آیات ذیل سے ثابت ہے۔

ولقد صدقکم اللّٰہ وعدہٗ اِذ تَحُسُّوْنھم باذنہ حتّی اذا فشلتم و تنازعتم فی الامر و عصیتم مّن م بعد ما ارٰکم مّا تحبّون ط منکم من یّرید الدّنیا و منکم من یّرید الاخرۃ ج ثمّ صرفکم عنھم لیبتلیکم ج ولقد عفا عنکم ط واللّٰہ ذو فضل علی المؤمنین O اذ تصعدون ولا تلوٗن علٰی احدٍ و الرّسول یدعوکم فی اُخراکم فاثابکم غمًّا بغمّ لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا مآ اصابکم واللّٰہ خبیرٌ بما تعملون O (آل عمران: ع14)

''اور البتہ تحقیق سچا کیا ہے تم سے اللہ نے وعدہ اپنا جس وقت کاٹتے تھے تم ان کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب نامردی کی تم نے اور جھگڑا کیا تم نے اپنے کام میں اور نافرمانی کی تم نے بعد اس کے کہ دکھلایا تم کو جو چاہتے تھے تم بعض تم میں سے وہ تھا کہ ارادہ کرتا تھا دنیا کا اور بعض تم میں سے وہ تھا کہ ارادہ کرتا تھا آخرت کا۔ پھر پھیر دیا تم کو ان سے تاکہ آزماوے تم کو اور البتہ تحقیق معاف کیا تم سے اور اللہ صاحب فضل کا ہے ایمان والوں پر جس وقت چڑھے جاتے تھے تم شہر کو اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی میں پس دوبارہ دیا تم کو غم ساتھ غم کے تاکہ تم غم نہ کھاؤ اس چیز کا جو چوک گئی تم سے اور جو نہ پہنچی تم کو اور اللہ کو خبر ہے اس چیز کی کہ کرتے ہو تم۔''

خالد بن ولید کے حملے پر مسلمانوں میں جو لوٹنے میں مشغول تھے۔ ایسی ابتری و سراسیمگی پھیلی کہ اپنے بیگانے میں تمیز نہ رہی۔ چنانچہ حضرت حذیفہ کے والد حضرت ان کو مسلمانوں ہی شہید کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی آواز نے بڑے بڑے بہادروں کو حواس کر رکھا تھا۔ حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر

Marfat.com

جنگ بدر میں حاضر نہ تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں پہلے قتال میں کہ آپ نے بذاتِ شریف مشرکین سے کیا ہے۔ حاضر نہ تھا۔ اگر خدا مجھے مشرکین کے قتال میں حاضر کرے تو دیکھیے گا کہ میں کیا کرتا ہوں جب احد کا دن آیا اور مسلمانوں نے شکست کھائی تو کہا یا اللہ! میں عذر چاہتا ہوں تیرے آگے اس سے جوان لوگوں نے کیا۔ یعنی اصحاب کرام نے اور بیزار ہوں میرے آگے اس سے جوان لوگوں نے کیا۔ یعنی مشرکوں نے پھر لڑائی کے لیے آئے۔ حضرت سعد بن معاذ ان کو ملے انس بن نضر نے کہا سعد! میں بہشت چاہتا ہوں اور نضر کے رب کی قسم کہ میں احد کی طرف سے اس کی خوشبو پاتا ہوں۔ سعد نے کہا یا رسول اللہ! میں نہ کر سکا جو ابن نضر نے کہا۔ انس بن مالک کا قول ہے کہ ہم نے ابن نضر پر اسی سے کچھ اوپر تلوار و پر دہ تیر کے زخم پائے اور وہ شہید تھے۔ مشرکین نے ان کو مُثلہ کر دیا تھا۔ ان کو فقط ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم گمان کرتے تھے کہ آیت ذیل میں ابن نضر اور اس کی مثل دوسروں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه ج فمنهم من قضی نحبه و منهم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا O

مسلمانوں میں سے وہ مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا انہوں نے اس چیز کو کہ عہد باندھ تھا اللہ سے اس پر پس بعض ان میں سے وہ ہے کہ پورا کر چکا کام اپنا اور بعض ان میں سے وہ ہے کہ انتظار کرتا ہے اور نہیں بدل ڈالا انہوں نے کچھ بدل ڈالنا۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت انس ابن نضر نے راستے میں مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کو دیکھا۔ جس میں حضرت عمر فاروق و طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے۔ وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہے تھے۔ ابن نضر نے ان سے پوچھا کہ کیوں بیٹھ رہے ہو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت پا چکے ہیں۔ ابن نضر نے کہا کہ حضور کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے تم بھی اسی طرح دین پر شہید ہو جاؤ۔ پھر ابن نضر نے جنگ کیا اور شہید ہو گئے حضرت ابن نضر کی طرح ثابت بن وحداح آئے اور انصار سے یوں خطاب کیا ''اے گروہ انصار اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے تو اللہ تو زندہ ہے مرتا نہیں۔ تم اپنے دین کے لیے لڑو''۔ یہ کہہ کر انہوں نے چند انصار کے ساتھ خالد بن ولید کی فوج پر حملہ کیا۔ مگر خالد بن ولید نے ان کو شہید کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ اور مسلمانوں کی نظروں سے غائب ہونے کے بعد سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک انصاری نے حضور کو پہچانا آپؐ کے سر مبارک پر مغفر تھا جس کے نیچے سے آپ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت کعب نے زور سے پکار کر کہا ''مسلمانو! تم کو بشارت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں'' یہ سن کر ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی المرتضیٰ طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام اور حارث بن ضمہ وغیرہ کے ساتھ شعب کی طرف متوجہ ہوئے۔ تا کہ اپنے باقی اصحاب کا حال دیکھیں۔ اب کفار نے بھی سب طرف سے ہٹ کر اسی رخ پر زور دیا وہ بار بار ہجوم کر کے حملہ آور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا تو حضور نے فرمایا ''کون مجھ پر جان دیتا ہے'' حضرت زیاد بن سکن پانچ یا سات انصاری ساتھ لے کر حاضر ہوئے جنہوں نے یکے بعد

Marfat.com

دیگرے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک (رُباعیہ یمنی سفلی) شہید کر دیا اور نیچے کا ہونٹ زخمی کر دیا۔ ابن قمیہ لعین نے چہرہ مبارک ایسا زخمی کیا کہ خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے اور آپ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسق نے بدیں غرض کھودے تھے کہ مسلمان بے علمی میں ان میں گر پڑیں۔ اس حالت میں حضور فرما رہے تھے۔ کیف یفلح قوم شجوا نبیّھم (وہ قوم کیا فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی:-

لیس لک من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذّ بھم فانّھم ظلمون O

(آل عمران ۔ ع13)

تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں۔

دندان مبارک:

حضرت علی مرتضیٰؓ نے حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ آپ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کا ایک حلقہ نکالا تو ان کا ایک سامنے کا دانت گر پڑا۔ دوسرا حلقہ نکالا تو دوسرا نکل گیا۔ حضرت ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان نے حضور کا خون چوس کر پی لیا۔ حضور خود بھی کپڑے سے اپنے چہرے کا خون پونچھ رہے کہ مبادا زمین پر گر پڑیں تو عذاب نازل ہو اور یوں فرما رہے تھے۔

"اللّٰھمّ اغفر لقومی فانّھم لا یعلمون"

(اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے)

مجاہدین کی سرفروشی:

اس موقعہ پر بعض اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جاں بازی کی خوب داد دی۔ ذیل میں ان اصحاب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

صالح فطرت صاحب ایمان ام عمارہ انصار کے خاندان سے تھیں۔ دوپہر تک ان کا مشغلہ زخمی مجاہدین کو پانی پلانا اور زخموں پر مرہم پٹی کرنا تھا۔ دوپہر کے بعد دیکھا کہ مجاہدین کفار کے نرغہ میں پھنس گئے ہیں تو مشکیزہ پھینکا۔ تلوار سونت لی اور کفار پر ٹوٹ پڑیں۔ تیر اندازی کا موقع آیا تو ان کے پاس تیر اور ترکش بھی تھے...... تیروں سے کفار کی تواضع کرنے لگیں۔ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار سے بچاتے ہوئے خود زخمی ہو کر گر پڑیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک اور غزوہ کے لیے زندہ رکھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اس موقع پر بعض اصحاب نے جانبازی کی خوب داد دی۔ چنانچہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اسی کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے تیر روکے کہ ہاتھ بیکار ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہ حضور کے آگے ڈھال بنے کھڑے تھے۔ ان کی پشت پر تیر لگ رہے تھے۔ مگر آپ آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکے ہوئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بھی حضور انور کی مدافعت میں تیر چلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ حضور خود ان کو اپنے ترکش میں سے تیر دیتے تھے اور فرماتے تھے "پھینکتے جاؤ" حضرت ابو طلحہ انصاری بڑے تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس

Marfat.com

قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے ہاتھ میں رہ گئیں۔ وہ حضور انور پر چمڑے کی ڈھال کی اوٹ بنائے کھڑے تھے۔ حضور کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی طرف دیکھتے۔ تو ابوطلحہ عرض کرتے ''آپ پر میرے ماں باپ قربان! گردن اٹھا کر نہ دیکھیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے یہ میرا سینہ آپ کے سینے کے لیے ڈھال ہے''۔ حضرت شماس بن عثمان قریشی مخزومی تلوار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدافعت کر رہے تھے۔ دائیں بائیں جس طرف سے وار ہوتا تھا۔ وہ ڈھال کی طرح آپ کو بچا رہے تھے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ابھی رمق حیات باقی تھا کہ ان کو اٹھا کر مدینے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے گئے۔ وہاں ایک دن رات زندہ رہ کر وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن ڈھال کے سوا مجھے کوئی ایسی چیز نہ سوجھی کہ جس سے شماس کو تشبیہ دوں۔ اسی طرح سہل بن حنیف انصاری اوسی تیروں کے ساتھ مدافعت کر رہے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے ''سہل کو تیر دو'' حضرت قتادہ بن عثمان انصاری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کو بچانے کے لیے اپنا چہرہ سامنے کیے ہوئے تھے۔ آخر کار ایک تیر ان کی آنکھ میں ایسا لگا کہ ڈیلا رخسارے پر آ گرا۔ حضور نے اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا اور یوں دعا فرمائی۔

''خدایا! تو قتادہ کو بچا جیسا کہ اس نے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے''۔ پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی تیز اور خوبصورت ہوگئی۔

حضرت مصعب بن عمیر علمبردار لشکر اسلام نے بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا کر دی۔ جب ابن قمیہ لعین حضور کے قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوا تو حضرت مصعب نے مدافعت کی۔ مگر شہید ہو گئے حضرت محمد بن شرجیل عبدری روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصعب کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور وہ کہہ رہے تھے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ تو جھک کر جھنڈے کو دونوں بازوؤں کے ساتھ سینہ سے لگا لیا اور آیۂ مذکور زبان پر تھی۔ راوی کا قول ہے کہ یہ آیت بعد میں نازل ہوئی۔ مگر اس دن اللہ تعالیٰ نے بجواب قول قائل قَدْ قُتِلَ مُحَمَّدٌ ان کی زبان پر جاری کر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن خلف:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب پر چڑھے تو ابی بن خلف سامنے آکر کہنے لگا ''اے محمد! اگر تم بچ گئے تو میں نہ بچوں گا'' صحابہ کرام نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم میں سے ایک اس کا فیصلہ کر دے حضور نے اجازت نہ دی اور بذات شریف حضرت حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا۔ جس سے فقط خراش آئی اور لہو نہ نکلا۔

اُبی مذکور مکہ میں حضور سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے۔ جسے میں ہر روز آٹھ یا دس سیر پختہ ذرہ (جوار) کھلاتا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کر دوں گا۔ آپ فرماتے بلکہ میں ان شاء اللہ تم کو قتل کروں گا۔ جب وہ قریش میں واپس گیا تو کہنے لگا اللہ کی قسم! مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ وہ کہنے لگا تو بے دل ہو گیا ہے۔ اس خراش کا کچھ ڈر نہیں۔ اس نے کہا

Marfat.com

کہ مکہ میں مجھ سے محمد نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ سو اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ پر صرف تھوک دیتے تو میں مرجاؤں گا۔ چنانچہ قریش اس دشمن خدا کو مکہ کی طرف لے جارہے تھے کہ راستے میں مقام سرف میں مرگیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب کے دہانے پر پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ اس (کنڈ) سے اپنی ڈھال پانی سے بھرلائے۔ تاکہ حضور پئیں۔ مگر آپ نے اس میں بُو پائی اور نہ پیا۔ حضرت علی نے اس سے حضور کے چہرے سے خون دھویا اور سر مبارک پر گرایا۔ اس وقت حضور نے فرمایا۔

اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ دَمّٰى وَجْهَ نَبِيِّهٖ

کفار کی ایک اور ناکام کوشش:

مشرکین اب تک تعاقب میں تھے۔ چنانچہ جب آپ اصحاب مذکورۂ بالا کے ساتھ شعب میں تھے تو ان کے سواروں کا ایک دستہ بسر کردگی خالد بن ولید پہاڑ پر چڑھا آپ نے دعا فرمائی کہ خدایا!

یہ ہم پر غالب نہ آئیں۔ پس حضرت عمر فاروق اور مہاجرین کی ایک جماعت نے قتال کیا۔ یہاں تک کہ ان کو پہاڑ سے اتار دیا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو ناتوانی اور دوہری زرہ کے سبب سے نہ چڑھ سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے اور آپ ان کی پشت پر سے چڑھ گئے۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا:

وجب طلحۃ (یعنی حضرت طلحہ نے وہ کام کیا کہ جس سے وہ بہشت کے مستحق ہوگئے) اس روز زخموں کی وجہ سے حضور نے نماز ظہر بیٹھ کر ادا کی اور مقتدیوں نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔

ابوسفیان کی دھمکی:

جب ابوسفیان نے میدان سے واپس ہونے کا ارادہ کیا تو سامنے کی ایک پہاڑی پر چڑھ کر پکارا کیا تم میں محمد ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ اس کا جواب نہ دو وہ پھر پکارا کیا تم میں ابن ابی قحافہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا جواب نہ دو۔ اس نے پھر پکار کر کہا کیا تم میں ابن خطاب ہے؟ جب جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ یہ سب مارے گئے۔ کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ حضرت عمر سے رہا نہ گیا بول اٹھے ''او دشمن خدا! تو نے جھوٹ کہا۔ وہ سب زندہ ہیں۔ اللہ نے تیرے واسطے وہ باقی رکھا ہے۔ جو تجھے غمگین کرے گا۔ (فتح کے دن) ابوسفیان بولا۔

اُعْلُ هُبَل اے ہبل! تو اونچا رہ صحابہ کرام نے حسب ارشاد حضور جواب دیا۔

اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلُّ۔

اللہ اونچا اور بڑا ہے۔

ابوسفیان نے کہا:

لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ۔

ہمارے پاس عزّیٰ ہے اور تمہارے پاس عزّیٰ نہیں۔(1)

(1) صحیح بخاری۔ عزوہ بدر۔

Marfat.com

صحابہ کرام نے حسب ارشادِ نبوی جواب دیا۔

اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ

اللہ ہمارا ناصر و مددگار ہے اور تمہارا کوئی ناصر نہیں۔

ابوسفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔لڑائی میں کبھی جیت کبھی ہار ہوتی ہے۔تم اپنی قوم میں ناک کان کٹے پاؤ گے۔میں نے اپنی فوج کو یہ حکم نہیں دیا مگر اس پر کچھ رنج بھی نہیں ہوا۔ (1)

اس کے بعد ابوسفیان یہ کہہ کر واپس ہوا کہ ہمارا اور تمہارا مقابلہ آئندہ سال موسم بدر میں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمادیا کہ کہہ دیجیے ہاں بدر ہمارا اور تمہارا موعد ہے۔

اثنائے جنگ میں مشرکین کی عورتیں شہدائے عظام کو مُثلہ کرنے میں مشغول تھیں۔عتبہ کی بیٹی ہند نے اپنے پاؤں کے کڑے، بالیاں اور ہار حضرت امیر حمزہ کے قاتل وحشی کو دے دیئے اور خود شہداء کے کانوں اور ناکوں سے اپنے واسطے کڑے بالیاں اور ہار بنائے اور حضرت حمزہ کے جگر کو پھاڑ کر چبایا۔نگل نہ سکی تو پھینک دیا۔ (2)

یہ حرکت کفاران قریش کی عورتوں نے ہی نہیں کی بلکہ مردوں نے بھی اپنی طرف سے کوئی کمی نہ رہنے دی۔البتہ ابو سفیان نے اپنا دامن بچائے رکھا۔اس نے کہا نہ تو میں نے ان حرکات کا حکم دیا نہ ہی اسے ناگوار سمجھا۔یہاں تک کہ اس نے مجاہدین میں سے ایک مجاہد کے سامنے کہہ دیا کہ تمہاری لاشوں کا مثلہ کرنے میں نہ خوش ہوں نہ بیزار نہ میں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور نہ ہی منع کیا۔ (3)

اظہارِ غم:

اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے ستر یا کچھ کم وبیش شہید ہوئے۔ابن نجار نے ان سب کے نام دیئے ہیں۔جن میں سے چار مہاجرین میں سے اور باقی چھیاسٹھ انصار میں سے ہیں۔ (4)

اختتامِ جنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے کرام کی لاشوں پر تشریف لے گئے۔حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک کو دیکھ کر فرمایا کہ ”ایسا دردناک منظر میری نظر سے کبھی نہیں گزرا۔حضرت حمزہ ساتوں آسمانوں میں شیر خدا اور شیر رسول لکھے گئے ہیں“۔

پھر تمام لاشوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا:

” اَنَا شَھِیْدٌ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ “

میں قیامت کے دن ان کا شفیع ہوں۔

شہدائے احد کی تدفین:

بعدازاں حکم دیا کہ ان کو دفن کر دیا جائے کپڑے کی قلت کا یہ عالم تھا کہ عموماً دو دو تین تین ملا کر ایک ہی کپڑے میں

(2) سیرت ابن ہشام۔ (3) وفاء الوفاء للسمہودی۔جزء ثانی 113ء۔
(1) صحیح بخاری ۔ غزوہ احد (2) طبقات ابن سعد

Marfat.com

ایک ہی قبر میں دفن کر دیئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا۔ اس کو مقدم کیا جاتا اور ان شہداء پر اس وقت نماز جنازہ نہ پڑھی گئی۔ بلکہ بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے دفن کر دیئے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

سید الشہداء امیر حمزہؓ کو ایک چادر میں دفن کیا گیا۔ مگر چادر کوتاہ تھی۔ اگر منہ ڈھانپتے تو قدم ننگے رہتے قدموں کو چھپاتے تو منہ ننگا رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منہ کو ڈھانپ دو اور قدموں پر حرمل ڈال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

احد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا فیصلہ:

(دوسرے روز (17 شوال دوشنبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ان مسلمانوں کو قریش کے تعاقب کے لیے پکارا جو احد میں شریک ہوئے تھے۔ چنانچہ غزوہ احد میں شامل ہونے والے تمام مجاہدین تعاقب کے لیے روانہ ہو گئے۔)

غزوۂ حمراء الاسد:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مجاہدین تعاقب کرتے ہوئے حمراء الاسد تک پہنچے تو ابوسفیان چند میل آگے روحاء تک پہنچ گیا تھا اور معبد الخزاعی جو ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوا تھا ابوسفیان نے دریافت کیا تو اس نے کہا "جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا لشکر لے کر آ رہے ہیں جس کی مثال آج تک دیکھنے میں نہ آئی۔ اس فوج میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو احد میں شریک نہ ہوئے تھے۔ انتقام جوش میں ان کی تلواریں میان سے نکلی ہوئی ہیں۔ یہ سن کر ابوسفیان طرح طرح کے تفکرات میں غرق ہو گیا۔ کبھی اسے خیال گزرتا کہ احد کی فتحیابی کے بعد (جناب) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ سے فرار بہتر ثابت ہو گا۔ مبادا مقابلہ کرنے کی صورت میں جیتی ہوئی بازی ہارنا پڑے۔ عرب خصوصاً میرے رفقاء ہی مجھے ملامت کریں گے۔ اسے یہ وہم بھی گزرتا کہ شکست کی صورت میں ہمارے خلاف قضا و قدر کا یہ آخری فیصلہ ہو گا جس کے بعد ہم کبھی نہ سنبھل سکیں گے آخر ہمیں کیا کرنا چاہیے جس سے ملک میں سرخرو رہ سکیں؟

مدینہ کے منافقین کو تو بہانہ چاہیے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لائے تو منافقین نے اپنے مخصوص انداز میں مسلمانوں کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک شوخ چشم منافق نے سوال کیا بدر کی فتح اگر تمہارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرتی تھی تو غزوۂ احد کی شکست کو کس طرح تعبیر کرو گے؟

ابوسفیان کو ایک ترکیب سوجھی۔ جب قبیلہ عبدالقیس کا ایک کاروان مدینہ کی طرف جاتے ہوئے اس نے دیکھا اُس سے ملا اور اسی کی زبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ دھمکی بھیجی کہ ابوسفیان آندھی کی طرح آ رہا ہے تا کہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دے چنانچہ حمراء الاسد (قیام گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر اس نے یہی الفاظ دہرا دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدم جمائے رکھے اور کفار مکہ کو اپنی استقامت و شجاعت ثابت کرنے کے لیے مسلسل تین رات تک آگ کا بہت بڑا الاؤ جلائے رکھا۔ ابوسفیان بھی الاؤ کو جلتا دیکھتا رہا۔ آخر اس کی ہمت مقابلہ کے خیال سے جواب دے گئی تو وہ احد ہی کی نیم فتح کی پر فریب مسرت لیے ہوئے مکہ کی طرف کوچ کر گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

غزوۂ احد کے اثرات

ابوسفیان کی مکہ واپسی:

ویسے تو غزوۂ احد میں مسلمانوں کی ناکامی کی خبر پہلے ہی سے مکہ میں پھیل چکی تھی۔لیکن ابوسفیان غزوۂ احد میں فتح کا غرور لے کر سب سے قبل کعبہ میں داخل ہوا۔اس نے اپنے باپ دادا کے معبود ہبل کے حضور میں حمد وثناء کا تحفہ پیش کیا۔بت پرستی کی مروجہ رسم کے تحت کانوں کی لو سے بڑھے ہوئے بال کٹوائے۔

آج ابوسفیان کی وہ منت بھی پوری ہوگئی جس کے تحت اس نے بدر کا انتقام لیے بغیر بیوی کو خود پہ احرام کرلیا تھا۔آج وہ عورت کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔

سریہ:

غزوہ احد سے دوماہ کے بعد خبر ملی کہ بنوسعد کے سرغنہ طلیحہ اور سلمہ خویلد کے بیٹے اپنے قبیلہ کو لیے ہوئے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ان کا ارادہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا سارا مال واسباب حاصل کرلیا جائے۔مسلمانوں کے مویشی جتنے بھی یا جو بھی مدینہ سے باہر ہوں ان کو ہلاک کردیا جائے۔جو سرسبز وشاداب گھاس کھا کھا کر طاقت ور ہو رہے ہیں۔بنواسد کی بغاوت کی وجہ غزوہ احد کی ناکامی تو تھی۔جس کی وجہ سے یہ سمجھ لیا گیا کہ اب مسلمانوں میں جنگ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رہی۔یہ اطلاع ملتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسلمہ بن عبدالاسد کو ان کے خاتمہ کی غرض سے نامزد فرمایا۔علم اپنے مبارک ہاتھوں سے تیار فرمایا۔اس دستہ میں ایک سو پچاس مجاہدین تھے۔جن میں سرفہرست ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور اسد بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رخصت کرتے وقت یہ نصیحتیں فرمائیں۔

(ا) اہل دستہ رات میں سفر کریں اور دن میں کسی محفوظ جگہ میں چھپے رہیں۔

(ب) رات کو بھی عام شاہراہ سے ہٹ کر سفر کریں۔تاکہ کسی کو ان کا کھوج نہ مل جائے۔

(ج) دشمن پر اچانک حملہ کریں۔

سالار دستہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی پابندی کرتے ہوئے صبح کے وقت مطلوبہ مقام پر پہنچ کر دشمن پر حملہ کردیا۔کفار کو اس وقت سنبھلنے کا موقع نہ ملا اور وہ جلد ہی مجاہدین کی گرفت میں آ گئے۔کچھ کفار بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔امیر لشکر نے دو فریق اُن کے پیچھے بھیجے۔اور ہدایت فرمائی کہ دشمن اور اس کے مال و اسباب دونوں پر قبضہ کرلیا جائے۔امیر لشکر خود اس مقام پر گئے اور وہاں تب تک قیام کیا جب تک کہ مجاہدین دشمنوں کا

Marfat.com

سامان لے کر واپس نہ آ گئے۔ امیر لشکر نے شریعت کے تحت پہلے خمس علیحدہ کیا اور بقیہ مال غنیمت مجاہدین میں بانٹ دیا۔ اور فاتح بن کر مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ اس فتح سے مسلمانوں میں نئے سرے سے ہمت بندھ گئی اور غزوہ احد کی ناکامی کا احساس کچھ کم ہوا لیکن امیر لشکر نے غزوہ احد میں کھائے ہوئے زخم کے دوبارہ تازہ ہو جانے کی وجہ سے چند دنوں بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

سریہ 2

مذکورہ سریہ کے بعد چند دنوں میں ہی ایک اور خبر موصول ہوئی کہ خالد بن سفیان بن نبیح الربی نخلیا نامی جگہ پر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے لشکر اکٹھا کر رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحقیق کے لیے عبداللہ انیس رضی اللہ تعالیٰ کو جاسوسی پر نامزد فرمایا: جناب عبداللہ جب مذکورہ شخص کے سریہ پر جا پہنچے۔ تو وہاں ان کی ملاقات براہ راست اس سے شخصیت سے ہوئی۔ وہ وہاں اپنی بیویوں کے ہمراہ اسی جگہ پر اپنے لشکر کے لیے اکٹھے ہونے کی جگہ تلاش کر رہا تھا۔ جناب عبداللہ بن......رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے لشکر اکٹھا کر رہے ہیں۔ اس نے جواب میں کہا بے شک میں مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہوں۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کے کفر اور کافرانہ مقصد کا علم ہو گیا تو اسے ان عورتوں کے سامنے ہی قتل کر دیا اور وہ عورتیں اس پر روتی رہ گئیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آ کر پورا واقعہ بیان کر دیا۔

یوم رجیع

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے بعد عضل اور قارہ کے چند آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے لوگوں میں اسلام کی رغبت پیدا ہو رہی ہے۔ اس لیے ہمارے ساتھ اپنے اصحاب کا ایک گروہ بھیجئے جو ہمیں دین سکھائیں قرآن کریم پڑھائیں اور شرائع اسلامیہ سے آگاہ کریں۔

قبیلہ ہذیل کے لیے چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تقرر:

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چھ اصحاب پر مشتمل ایک جماعت روانہ کی جن کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ۔

(۲) بنی عدد بن کعب کے حلیف حضرت خالد بن بکیر اللیثی رضی اللہ عنہ۔

(۳) بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے فرد حضرت عاصم بن ثابت ابی الافلح رضی اللہ عنہ۔

(۴) بنی ججبی بن کلفہ بن عمرو بن عوف کے فرد حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ۔

(۵) بنی ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس کے حلیف حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی کو ان لوگوں کا امیر مقرر کیا۔ آپ ان لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب یہ لوگ حجاز کے اطراف میں ہداۃ کے اوپر قبیلہ ہذیل کے ایک رجیع نامی چشمے پر پہنچے تو

Marfat.com

ان لوگوں نے ان سے غداری کی۔ اور قبیلہ ہذیل کے لوگوں سے مسلمانوں کے خلاف خفیہ بات چیت کی۔ مسلمان اپنے خیموں میں بے فکر بیٹھے تھے۔ البتہ چند آدمیوں کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جوان کا پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی تلواریں تھام لیں۔ اس پر وہ کہنے لگے قسم بخدا! ہم تم کو قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے، بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہیں اہل مکہ کے حوالے کر کے ان سے کچھ رقم بٹورلیں۔ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کا عہد اور میثاق دیتے ہیں کہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کریں گے۔ یہ سن کر مسلمانوں نے اشاروں میں طے کرلیا کہ مکہ والوں کے ہاتھوں قید ہو کر جانے سے بہتر ہے کہ ہم شہید ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا اور مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ ہذیل نے ان میں سے تین کو شہید کر دیا اور تین حضرات کو گرفتار کر کے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب یہ لوگ مرظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور پھر اپنی تلوار کو بے نیام کرلیا اور یہ دیکھ کر کفار آپ سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کا مزار ظہران میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ لے آئے۔

وہ لوگ انہوں نے ان دونوں کو قریش کے ہاتھ بیچ دیا اور ان کے بدلے اپنے دو ہذیلی قیدی رہا کرا لیے جو پہلے سے مکہ میں اسیر تھے۔ پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بنی نوفل کے حلیف حجیر بن ابی اہاب تمیمی نے عقبہ بن حارث بن عامر بن نوفل کے لیے خرید لیا۔ ابو اہاب حارث بن عامر کا اخیافی بھانجا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت خبیب کو اپنے باپ کے بدلے قتل کرے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفاداری

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تا کہ آپ کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کرے۔ اس نے آپ کو اپنے نسطاس نامی آزاد کردہ غلام کے ساتھ مقام تنعیم بھیج دیا۔ وہ آپ کو قتل کرنے کے لیے حدود حرم سے باہر نکال لائے۔ وہاں قریش کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا جب حضرت زید کو قتل کرنے کے لیے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے آپ سے پوچھا:

انشدك اللّٰه یازید اتحب ان محمدا عندنا الان فی مکانك نضرب عنقه وانك فی اهلك۔

''اے زید! اللہ کے واسطے مجھے صحیح صحیح بتاؤ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت تیری جگہ محمد (فداہ روحی الف الف مرۃ) ہوتے ہم ان کی گردن مار دیتے اور تم بخیر و عافیت اپنے اہل و عیال میں ہوتے؟''

آپ نے جواب دیا:

واللّٰه ما احب ان محمدا الان فی مکانه الذی هو فیه تصیبه شوکة تؤذیه وانی جالس فی اهلی۔

''بخدا میرے لیے تو یہ بھی امر بھی ناقابل برداشت ہے کہ میرے آقا جہاں اس وقت تشریف فرما ہیں، میرے آقا

Marfat.com

کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔''

راوی فرماتے ہیں ابوسفیان کہنے لگا:

ما رأيت من الناس احد ایحب احدا كحب اصحاب محمد۔

''میں نے کسی آدمی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کرتے دیکھا ہے۔''

پھر نسطاس نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت

پھر حضرت خبیب بن عدی اور عبداللہ بن طارق اور زید بن الدشنہ رضی اللہ عنہ نے پہاڑ سے اتر کر اپنے آپ کو مشرکوں کے حوالے کر دیا۔ کافر بدبختوں نے عہد شکنی کی۔ اور ان کے ہاتھوں کو کمانوں کے ساتھ باندھ لیا جب عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے انکار غدر و بہانہ دیکھا۔ تو حیلہ کے ساتھ اپنا ہاتھ بند سے چھوڑ الیا۔ اور تلوار کھینچ کر دشمنوں پر حملہ کر دیا اور آخر کار کافروں کی سنگ باری کے باعث شہید ہو گئے۔ اور حضرت خبیب اور زید رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے آئے اور بیچ دیا۔ حضرت خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل کی بیٹی نے سو اونٹ کے عوض خریدا تاکہ حارث بن عامر کے بدلے میں جسے خبیب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، قتل کرے اور حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے عوض خریدا۔ تاکہ وہ ان کو اپنے باپ کے بدلے میں جسے حضرت زید نے میدان بدر میں قتل کیا تھا، قتل کرے اور یہ مکہ معظمہ میں ماہِ ذیقعدہ میں لائے گئے تھے۔ پس دونوں کو قید کر دیا گیا کہ حرمت کے مہینے گزر جائیں اور حدیث بخاری میں آیا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ جب مکہ میں قید تھے تو لوگوں نے ان کو دیکھا کہ خوشہ انگور پکڑے رہے ہیں۔ حالانکہ اس وقت کسی بھی پھل کا موسم نہ تھا۔

وہ لوہے میں بندھے ہوئے قید میں تھے اور وہ رزق تھا جو پروردگار تعالیٰ نے ان پر ارزانی فرمایا تھا۔ اور جب حرمت کے مہینے گزر گئے۔ تو زمین حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر حضرت خبیب اور زید رضی اللہ عنہ کو پھانسی چڑھا دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے قریش سے التماس کی کہ ان کو چھوڑ دیں تاکہ دو رکعت نماز ادا کر لیں حق تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈالا انہوں نے التماس قبول کر لی۔ اور مقتولین میں سے خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ سنت یادگار رہ گئی۔ اور حضرت خبیب نے کہا کہ یہ بات نہ ہوتی کہ تم کہتے خبیب نے موت کے ڈر سے نماز لمبی کر لی ہے۔ اور آپ چند بیت کہے۔ جن کا مضمون یہ ہے کہ مجھے کوئی خوف نہ ہے مارا جانے سے جبکہ میں مسلمانی کی حالت میں مارا جاتا ہوں۔ جیسے بھی مارا جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا میں مارا جاتا ہوں اور خدا تعالیٰ چاہے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے۔ ٹکڑوں پر بھی برکت دے سکتا ہے۔ پس کافروں پر نفرت کی نگاہ ڈالی اور دعا کی۔ اور کہا اے خداوند! ان کافروں کو گن لے۔ اور ان کو علیحدہ علیحدہ جان سے مار اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ۔ علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور وہاں پر موجود حاضرین کی اکثریت کو تھوڑے وقفے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ابتلاؤں میں مبتلا کر دیا۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ میں حاضر تھا میرے والد نے مجھے زمین پر سلا دیا بوجہ اس کی دعا کے خوف اور ہیبت کے اور ان میں یہ مشہور تھا کہ اگر کوئی بددعا کرے تو زمین پر لیٹے ہوئے بددعا کا اثر نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ۔ یہ کیا جہالت اور عناد ہے۔ اگر تم غلامانِ محمد میں

Marfat.com

سے کسی ایک کی بددعا سے اتنا ڈرتے ہو تو ملاحظہ کرو کہ یہ اس سے کیوں نہیں ڈرتے اور اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ ہاں ڈرتے تو یہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ہیں لیکن ان کے دلوں کا شقاوت اور عناد ایمان لانے نہیں دیتا۔ نعوذ باللّٰہ من ذالک۔

اس کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی پر چڑھایا اس صورت میں کہ اُن کا منہ مبارک مدینہ مطہرہ کی طرف تھا۔ اور کعبہ کی طرف سے ان کا منہ پھیر دیا گیا تھا۔ حضرت خبیب کہنے لگے کہ اس سے مجھے کیا نقصان ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فاینما تولو افثم وجه اللّٰه

اور خود ان کا قبلہ حقیقی مدینہ طیبہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پر ہیں۔ پس کفار نے ان سے کہا تم دین اسلام سے باز آ جاؤ تا کہ تمہیں آزاد کر دیں خبیب نے کہا اس رب العزت کی قسم اگر تمام روئے زمین مجھے دے دی جائے تو پھر بھی میں اپنے دین سے منہ موڑنے والا نہیں۔ ایک جان کیا اس پر سو جائیں فدا کرتا ہوں۔

من جان از برائے دوست می دارم دوست

کافروں نے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ تیری بجائے اس پھانسی پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتے اور تم اپنے گھر میں خوش باش ہوتے؟ خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! میں نہیں چاہتا آنحضرت ﷺ کے پاؤں مبارک میں کانٹا بھی لگے اور اپنے گھر پر رہوں۔ بالجملہ یہ کہ کافروں نے مختلف تخویفات وتشدیدات اور ہذیانات کے ذریعے چاہا کہ ان کو دین مستقیم سے برگشتہ کریں لیکن وہ ہرگز نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ قرار پایا کہ اس کو مار دیا جائے۔ اس وقت حضرت خبیبؓ نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ میں یہاں سوائے دشمنوں کے کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور دوستوں میں کوئی بھی یہاں نہیں ہے جو میرا پیغام تیرے حبیب تک پہنچا دے۔ اے خداوند! میرا اسلام ان تک پہنچا دے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں تھا کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علامتِ وحی ظاہر ہوئی۔ بعد ازاں فرمایا علیہ السلام ورحمتہ اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ خبیب رضی اللہ عنہ کو قریش نے شہید کر دیا ہے اور یہ جبریل علیہ السلام آئے ہیں اور ان کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

پس مشرکوں نے بدر میں مارے گئے کافروں کے پسماندگان کو آواز دی جن کے باپ بدر میں قتل ہو گئے تھے۔ وہ ہاتھ میں نیزے لے کر اور خبیب رضی اللہ عنہ کے جسم میں مارنے لگے اور وہ ضرب کے زور سے مضطرب ہو جاتے تھے۔ اور حرکت کرتے تھے یہاں تک کہ ان کا چہرہ قبلہ کی جانب ہو گیا۔ تو کہنے لگے کہ تمام خدا تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرا منہ قبلہ کی طرف کر دیا۔ جس کے ساتھ وہ خود بھی اور اس کے پیغمبر کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ راضی ہے۔ اگر ان کا روئے مبارک بہر حال جانب قبلہ حقیقی تھا لیکن وہ چاہتے تھے کہ اس میں ظاہر و باطن، صورت و معنی اور حقیقت و شریعت کو مجتمع کریں اس کے بعد ایک شقی القلب نے اپنا نیزہ ان کے سینہء بے کینہ میں مارا۔ اس طرح کہ وہ پشت کی طرف سے نکل آیا۔ پس انہوں نے کلمہ توحید پڑھا اور اس طرح کلمہ شریف کا ورد کرتے ہوئے اس جہان فانی سے دار آخرت کو سدھار دیا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

Marfat.com

اور جب حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو پھانسی کے پاس لائے تو انہوں نے بھی حضرت خبیب کی طرح نماز ادا کی۔اور جو کچھ انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ وہی کچھ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بھی کہا۔اور جو کچھ انہوں نے حضرت خبیب کے ساتھ کیا تھا۔اسی طرح ان سے کیا۔اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی روش پر شہید ہو گئے۔اور کہا جاتا ہے کہ زید رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ کے نسطاس نامی غلام نے شہید کیا۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت خبیب اور زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کسی کے ساتھیوں کو اس قدر مہربان نہیں دیکھا اور فدا کار جتنا کہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ہیں اور چونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد بھی پھانسی پر لٹکتا چھوڑ دیا۔لہٰذا کافروں نے ان کی مزید رسوائی کے لیے یہ نسبت حضرت زید پر کہی۔کیونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے زیادہ تھا۔لہٰذا ان کی شان وعزت کا اہتمام بھی بیشتر ہوا۔اور خبیب رضی اللہ عنہ کو اتنا عرصہ تک پھانسی پر ہی رکھا جب تک ان کی شہادت کی خبر تمام عرب میں پھیل چکی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ان کی وقیعت حال بذریعہ وحی منکشف ہوگئی۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں فرمایا کہ تم میں سے ہے کوئی جو جائے اور خبیب کو پھانسی سے اتار لے۔اور اس کی جزاء بہشت بریں ہو۔پس حضرت زبیر بن العوام اور مقار بن الاسود رضی اللہ عنہم اس مقصد کے لیے مکہ کی طرف چل پڑے۔وہ دن کے وقت چھپے رہتے تھے اور رات کے دوران سفر کرتے تھے۔حتی کہ ایک رات وہ تنعیم پہنچے جہاں پر خبیب کو پھانسی چڑھایا گیا تھا۔انہوں نے دیکھا کہ چالیس آدمی پھانسی کے اردگرد سوئے ہوئے ہیں۔انہوں نے حضرت خبیب کو آہستہ سے پھانسی سے اتارا۔اور چالیس روز گزر چکے تھے۔ابھی حضرت خبیب بالکل تازہ تھے۔اور اب تک ان کے زخموں سے خون ٹپکتا تھا،اور اس میں سے کستوری کی خوشبو مہکتی تھی حضرت زبیر نے ان کو گھوڑے پر لاد لیا اور دونوں ساتھی واپس مڑے، جب صبح ہوئی تو قریش کو خبر ہوئی۔پس ستر سوار ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔اور ان تک پہنچ گئے۔حضرت خبیب کی لاش کو گھوڑے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا۔اور زمین نے فوراً اُسے اپنے اندر مخفی کر لیا۔اس سبب سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بلیع الارض کہا گیا۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ کافروں کی طرف کر کے فرمایا میں زبیر بن العوام ہوں میری ماں صفیہ بنت عبدالمطلب ہے۔اور یہ میرے ساتھ مقداد بن الاسود ہیں۔ہم دونوں شیر ہیں۔اپنے جنگل کی طرف جا رہے ہیں۔اور اپنے راستے کے تمام موانع دفع کرتے جاتے ہیں۔اگر تم چاہتے ہو تو ہم تمھارے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور اگر تم چاہتے ہو تو واپس چلے جاؤ، پس کافر واپس مکہ کو چلے گئے اور زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ شریف میں پہنچ گئے۔اور اس وقت حضرت جبریل مجلس رسالت مآب میں حاضر تھے۔انہوں نے اپنا منہ آنحضرت ﷺ کی طرف کیا اور کہا کہ آپ کے ان دونوں پہاڑوں کے بارے میں فرشتے آپس میں بحث کر رہے ہیں۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔(۱)

---

(1) مدارج النبوت جلد دوم

Marfat.com

اندھے مستشرقین

میں حیران ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں دواشخاص (نضیر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط) غزوۂ بدر کے دوقیدیوں کا قتل مستشرقین کی نگاہوں میں زمین و آسمان کے درمیان واویلا اور آہ و بکا کا مستحق ٹھہرا مگر مکہ والوں کے ہاتھوں قتل کیے جانے والے حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور جناب خبیب رضی اللہ عنہ کی ہمدردی میں ان کے انصاف پسند قلم کو حرکت تک نہ ہوئی جبکہ یہ دونوں شہدا جنگی قیدی بھی نہ تھے بلکہ دھوکہ دے کر لائے گئے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کر کے بنو ہذیل کو دین اسلام کی تعلیم دینے کے لیے ساتھ لائے گئے تھے۔ جن میں سے چار مظلوم مسلمانوں کو ہذیل نے ہی شہید کر دیا۔ اور دو کو کفار مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا گیا۔ اور انہیں اہل مکہ نے انتہائی سخت دلی کے ساتھ شہید کر دیا۔

انصاف تو یہ ہے کہ مستشرقین نے جس شد و مد کے ساتھ نضر اور عقبہ بدر کے قیدیوں کے قتل پر واویلا مچایا زید اور خبیب رضی اللہ عنہم کے قتل پر بھی اسی طرح واویلا کرتے کچھ تو لکھتے۔ آہ! ان دو مسلمانوں کے ناحق قتل پر جنہیں ہذیل خود دین سیکھنے اور ان کو سکھانے کے لیے فریب دے کر لائے تھے۔ ان میں سے چار کے خون سے اپنا دامن رنگین کیا اور مکہ کے خونخوار وحشیوں کے سپرد کر دیا۔

بد قماش ہذیل نے جس مکر و فریب کے ساتھ ان چھ مومنوں کو شہید کیا مسلمانوں کے لیے وہ انتہائی اذیت دہ المیہ تھا۔ صحابہ میں سے شاعرِ رسول حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ پر رقت انگیز مرثیہ لکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فکر دامن گیر ہوگئی کہ اگر اس حادثہ سے شہ پا کر یا راہ پا کر عرب مسلمانوں کو پامال کرنے کے لیے جمع ہو گئے تو کیا ہوگا؟ اللہ کافی!

بیر معونہ

ہجرت سے 46 ماہ بعد یعنی سال چہارم سفر کے دوران جنگ اُحد کے چار ماہ بعد حادثہ بیر معونہ رونما ہوا۔ اسے سریہ المنذر بن عمرہ اور سریہ الطہر ز بھی کہتے ہیں۔ اور بیر معونہ ایک مقام ہے ہذیل کے علاقہ میں مکہ اور عسفان کے درمیان اور جس طرح محمد بن اسحاق اور دوسرے اصحاب سیر نے یہ بیان کیا ہے قصہ اس طرح ہے کہ ایک شخص ابو براد عامر بن مالک بن جعفر تھا جو ملاعب الاسنہ کے نام سے مشہور تھا۔ یعنی نیزوں کے ساتھ کھیلنے والا۔ اور نیزوں کے ساتھ اس کی لڑائی بڑی مشہور تھی۔ یہ قبیلہ نجد اور بنی عمرو سے تھا۔ یہ مدینہ آیا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا اور آنحضرت نے اس کو اسلام کی دعوت دی اس نے دین اسلام تو قبول نہ کیا لیکن دین اسلام کی تعریف بہت کرتا تھا کہ میں جانتا ہوں تمہارا دین شریف ہے اور تمہاری ملت حنیف ہے اور کہا کہ میری قوم بڑی ہے اگر آپ اپنے صحابہ کی جماعت میرے ساتھ بھیجیں تو شاید میری ساری قوم قبیلہ نجد اور بنی عامر میں بھیجیں تو شاید آپ کا دین متین قبول کر لیں اور آپ کی دعوت قبول کریں۔ مراد یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا دین قبول کر لوں اور آپ کے امر میں اعانت کروں لیکن قوم سے خوف رکھتا ہوں اور اگر آپ اپنے چند یار بھیج دیں جوان کو دعوت دیں تو شاید مسلمان ہو جائیں اور مجھے بھی اس سے کوئی باک نہ رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اہل نجد سے مطمئن نہیں ہوں۔ مجھے

Marfat.com

خدشہ ہے کہ میرے صحابہ پر ظلم وستم نہ اٹھائیں۔ ابو براء عامر نے کہا آپ کوئی خوف و دغدغہ دل میں نہ لائیں۔ آپ کے ساتھی میری پناہ میں ہوں گے اور میں ان کو اپنے علاقہ میں رکھوں گا اور کسی کو اجازت نہ دوں گا کہ ان سے کوئی تعرض کریں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فقراء صحابہ سے ستر آدمی اور ایک روایت کے مطابق چالیس صحابی اور ایک روایت کے مطابق تیس آدمیوں کو بھیجا اور اس جماعت کا یہ کام تھا کہ ہر روز پانی اور ایندھن ازواج مطہرات کے حجروں میں پہنچاتے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ اسے بیچتے تھے اور عوضانہ میں ملنے والی نقدی سے اپنی خوراک خریدتے تھے اور اصحاب صفہ کے لیے بھی۔ اور ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آب شیریں لاتے تھے۔ اور جب رات ہو جاتی تھی تو نماز اور ذکر وفکر اور قرآن خوانی میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اور ان کو قرار صحابہ بھی کہا جاتا تھا ان میں سے اکثر انصار سے تھے۔ اور بعض مہاجر تھے۔ اور ان کے اسماء میں سے جو کہ کتب احادیث وسیر میں مذکور ہیں سولہ آدمیوں کے نام مندرج ہیں۔ اور ہم نے صرف ان کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے جو اس سریہ کے حصہ میں مذکور ہوئے ہیں۔ اور اس جماعت صحابہ پر آنحضرت نے منذر بن عمرو کو امیر بنایا۔ اور ایک مکتوب نجد اور بنی عامر کے رؤسا کی طرف لکھا۔ وہ ان کے حوالے کیا۔ اور ابو براء عامر کا ایک بھتیجا تھا۔ عامر بن الطفیل بن مالک۔ وہ اسلام اور اہل کا دشمن تھا۔ جبکہ ابو براء اسلام سے عداوت نہ رکھتا تھا۔

اور جب یہ مسلمان بیر معونہ پر اترے۔ اور اونٹ عمرو بن امیہ ضمری اور حارث بن صمہ کو دیں جو ان کے ساتھیوں میں تھے۔ تاکہ ان کو چراگاہ میں لے جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب مرغوب ایک اور ساتھی کو دیا اس کا نام حرام بن الحام تھا۔ اور ام سلیم کا بھائی تھا جو انس بن مالک کی خالہ تھیں اور صحیح بخاری کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی عامر کی طرف یہ ہی بھیجے گئے لیکن ارباب سیر نے امیر قوم منذر بن عمرو کے بارے میں لکھا ہے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب حرام بن ملحان کو دیا گیا وہ اسے عامر بن الطفیل کے پاس لے گئے حرام دو اور آدمی ساتھ لے کر ان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ ان کے قریب آ گئے۔ تو حرام نے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں جاتا ہوں۔ اگر مجھے امان دی گئی تو تم بھی آ جانا۔ اور اگر مجھے انہوں نے قتل کر دیا تو تم اپنے ساتھیوں سے جا ملنا۔ پس حرام اندر ان کے پاس گئے اور کہا کہ کیا آپ امان دیتے ہیں تاکہ تم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچاؤں۔ اسی اثناء میں جبکہ حرام ان سے بات کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا جو حرام کے عقب میں نیزہ لیے آیا تھا۔ اس نے نیزہ حرام رضی اللہ عنہ کو مارا۔ وہ اس طرح سے لگا کہ دوسری جانب آ نکلا۔ پس حرام رضی اللہ عنہ اپنے خون کو اپنے چہرے اور سر سے پونچھتے تھے اور کہنے لگے۔

اللہ اکبر فزت ورب الکعبۃ

یعنی میں نے اپنا مقصود پا لیا۔ جو کہ امتثال حکم رسول اللہ ہے اور درجہ شہادت کا حصول ہے۔ پس عامر بن الطفیل نے بنی عامر سے مدد چاہی تاکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کریں۔ بنو عامر چونکہ جانتے تھے کہ ابو براء نے مسلمانوں کو اپنی پناہ میں رکھا ہوا ہے لہٰذا انہوں نے عامر بن الطفیل کی درخواست قبول نہ کی اور انہوں نے کہا ہم ابو براء کی دی ہوئی پناہ کو توڑنا قبول نہیں کرتے پس تمام بنو عامر نے مسلمانوں سے جنگ کرنے سے انکار

Marfat.com

کر دیا۔ پس عامر بن الطفیل نے دوسرے سلیم عصیبہ اور رعل اور ذکوان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور اپنے لشکر سے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ اسلام نے جب اپنے آپ کو گرداب بلا میں مستغرق دیکھا۔ تو بارگاہِ ایزدی میں روئے، اور کہنے لگے کہ ہمیں کوئی شخص اب نظر نہیں آتا جو ہمارا اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دے پس جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اوران دردمندوں کا سلام آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں پہنچایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان شہداء کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو دی اور فرمایا کہ تمھارے یار مصیبت زدہ ہیں اور انہوں نے پروردگار تعالیٰ وتقدس سے سوال کیا کہ ہماری خبر ہمارے بھائیوں کو کر دے۔ ہم اے اللہ! تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہو جا۔ اور ایک روایت ہے کہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

بلغوا عَنَّا قومنا انا قد لقینا ربَّنا فرضی عَنَّا وَارضانَا

یہ آیت کچھ عرصہ قرآن میں پڑھی جاتی رہی بعد میں منسوخ ہوگئی۔ آمدیم برسر حصہ کہ مسلمانوں نے کافروں کے ساتھ اس حدتک مقاتلہ وجنگ کی کہ سب مسلمان شہید ہو گئے سوائے منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ان سے کافروں نے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو ہم تمھیں امان دیتے ہیں۔ انہوں نے بھی ان کی امان کو قبول نہ کیا اوران سے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

اور عمرو بن امیہ ضمری اور حارث بن صمہ جو مسلمانوں کے اونٹ چراگاہ میں لے گئے تھے۔ جب وہ واپس آئے اور چاہا کہ لشکر گاہ میں آلیں۔ تو انہوں نے پرندوں کو دیکھا کہ لشکر کے اردگرد منڈلا رہے ہیں۔ اور بڑا گرد وغبار اٹھا ہوا ہے اور کافروں کے سوار بلندی پر کھڑے ہیں۔ یہ آگے گئے تو دیکھا کہ ان کے سب ساتھی مارے گئے ہیں۔ اور زمین پر پڑے ہیں عمرو نے کہا کہ اب مصلحت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اور آپ کو اس حال کی خبر دیں۔ حارث رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ شہادت کا موقع آن پہنچا ہے اسے غنیمت شمار کرنا چاہیے۔ پس کافروں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے جنگ کی۔ ان میں دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور مشرکوں نے دونوں کو پکڑ لیا۔ باوجود اس کے کہ کافر اب ان کا خون کرنے سے درگزر کر چکے تھے۔ حارث رضی اللہ عنہ نے پھر بھی ان سے جنگ شروع کر دی اوران کے دو آدمی مزید قتل کر دیئے اور پھر خود شہید ہو گئے۔ اور عمرو رضی اللہ عنہ کی انگلی اور پیشانی کے بال عامر بن الطفیل نے رکھ لیے اوران کو آزاد کر دیا کیونکہ اس کی ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی۔ اس حیلہ سے عمرو رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور رخصت دے دی کہ مدینہ جائے اور اس سے کہا کہ کیا تو اپنے سب یاروں کو پہچانتا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں پہچانتا ہوں پس وہ کشتگان میں آیا اور ایک ایک کا نام ونسب پوچھا پس کہا کہ کوئی تمہارا یار ہے جو یہاں ان میں تجھے دکھائی نہیں دیتا۔ انہوں نے کہاں کہ ہاں۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے جو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔ عامر بن الطفیل نے پوچھا کہ وہ کس طرح کا آدمی تھا۔ عمرو نے کہا کہ وہ ہمارے فاصلوں میں سے تھا۔ اور وہ اولین مسلمانوں میں سے ہے۔ عامر بن الطفیل نے کہا کہ جب وہ مارا گیا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس کو آسمان کی طرف اٹھائے لے جا رہے ہیں۔

اور یہ عامر بن فہیرہ پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ کی والدہ کے بھائی کے غلام تھے۔ ان کی خدمت بجالاتے تھے۔ پس

Marfat.com

ان کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خرید لیا اور آزاد کر دیا۔ اور پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے اور مدینہ کی طرف سفر ہجرت میں ان کے ساتھ تیسرے شخص یہ تھے۔ اور قدیم الاسلام تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا چکے تھے اور تعجب تو یہ ہے کہ اس عامر بن الطفیل شقی نے ان لوگوں کی یہ کرامات و برکات دیکھیں پھر بھی ان کے قتل سے پشیمان نہ ہوا اور ایمان بھی نہ لایا اس سے زیادہ شقاوت اور عناد کیا ہوسکتا ہے۔

ایک اور آدمی جس کا نام خبار بن سلمی تھا۔ اور وہ بنی کلاب سے تھا وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ اس سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ جب میں نے اپنا نیزہ عامر بن فہیرہ پر مارا۔ اور وہ دوسری طرف جسم کے جا نکلا۔ تو میں نے عامر کی آواز سنی۔ انہوں نے کہا فزت واللہ۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کو اٹھا آسمان پر لے گئے۔ میں اپنے آپ میں یہ سوچنے لگا کہ اس نے جو کہا تھا فزت اللہ اس سے کیا مراد تھی۔ پھر میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا اور اس کو اس حال کی۔ اس نے کہا کہ اس کا مقصود یہ تھا کہ اس نے کہا فزت اللہ بالجنۃ اور میں نے اسے کہا کہ میرے سامنے اسلام پیش کرو پس میں مسلمان ہو گیا۔ اور وہ جو اس کا حال میں میں نے دیکھا تھا وہ میرے اسلام لانے کے باعث ہوا۔ سبحان اللہ سعادت مندوں کا یہ حال ہے کہ حال دیکھنے اور بات سننے سے نور اسلام دل میں آ گیا لیکن اس بدبخت پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ شقاوت و عناد کا مادہ اور زیادہ ہو گیا ہو۔

انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم

منقول ہے کہ ضحاک بن سفیان نے ایک مکتوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجا جس میں حبار بن سلمیٰ کے اسلام لانے کی خبر تھی۔ نیز یہ کہ اس نے دیکھا تھا کہ عامر بن فہیرہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ درست ہے کہ ملائکہ نے ان کا جثہ دفن کر دیا ہے۔ اور ان کی روح کو اعلیٰ علیین میں لے گئے اور صحیح بخاری میں آیا کہ عامر بن الطفیل نے کہا کہ میں نے عامر بن فہیرہ کو دیکھا بعد از قتل کہ اس کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ یہاں تک کہ میں ان کے اور زمین کے درمیان بھی دیکھتا تھا۔ اس کے بعد وہ زمین کی طرف رکھ دیئے گئے۔

اور قسطلانی نے کہا ہے واقدی سے روایت ہے کہ زمین نے ان کو پوشیدہ کر لیا۔ اور مشرکوں نے ان کو نہ دیکھا۔

منقول ہے کہ ابو براء اس بغاوت سے بڑے متالم اور محزون ہوا جو اس کے برادر زادوں نے یاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی۔ اور اس کو بڑا افسوس ہوا۔ اور اسی سبب سے وہ انہی دنوں میں عالم آخرت کو سدھارے۔ اب یہ ایک اور قسم ہے کہ ابو برار شرف دین اسلام کو جانتا تھا اور کہاں سے واقف تھا پھر بھی ایمان نہ لایا اور منقاد نہ ہوا اور وہ عامر بن الطفیل کی شقاوت دیکھئے اور اس عامر بن مالک کی بدنصیبی کا مشاہدہ کریں ادھر شیطان غالب آ گیا اور ادھر ہوس دنیا نے راہ روکے رکھی۔ واللہ الہادی اور روایت ہے کہ ابو براء کے بیٹے ربیعہ نے عامر پر حملہ کیا اور قوم مجلس میں اس پر نیزہ مارا اور ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ہلاک نہ ہوا بعد ازاں طاعون کی بیماری جیسے کہ اونٹوں کا طاعون ہوتا ہے ظاہر ہوئی۔ اور یہ بھی گھوڑے پر سواری کی حالت میں مر گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی۔

اللّٰھمّ اکفنی عامرا

اور ابن الطفیل کی حماقتوں میں سے ایک یہ تھی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین باتوں میں سے ایک

Marfat.com

اختیار کرنے کے لیے کہا تھا پہلی یہ کہ وہ ریگستانی علاقہ میں مقیم ہوں یعنی ریگستانی علاقہ لے اور مجھے پتھریلا علاقہ دے دیں۔ اور یا مجھے اپنا خلیفہ بنائیں اور یا میں آپ سے جنگ کروں گا اہل غطفان کے لشکر کے ساتھ ہزار سرخ گھوڑوں اور ہزار سرخ اونٹنیوں کے ساتھ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰھم اکفنی عامرا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غم زدہ ہو گئے:

جب قرا کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ کو بڑا رنج ہوا۔ اتنا اُس سے قبل کبھی کسی مصیبت میں نہیں ہوا تھا۔ آپ ایک ماہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس روز تک صبح کی نماز میں رعل وذکوان اور عضل اور دوسرے ان تمام قبائل کے بارے میں دعا فرماتے رہے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت کی دعا میں لحیان کا ذکر بھی ہوتا تھا۔ اور وہ بیر معونہ میں داخل نہ تھے۔ بلکہ وہ قضیہ رجیع میں تھے۔ لیکن آپ نے ان پر بھی دعا کی۔ (1)

کفار کے گھر شادیانے:

منافقین ومشرکین اور کفار مدینہ اور یہود جن کے گھروں میں مسلمانوں کی ہر مصیبت پر شادیانے بجانا معمول تھا وہ غزوہ احد کے بعد بیر معونہ کے سانحہ جانگداز کو سن کر اور خوشی سے ناچنے لگے۔ اگرچہ حمراء الاسد کا زخم ان کے دلوں میں اتنے ناسور کی طرح اب بھی موجود تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت ان کے دلوں میں اب بھی غالب تھی۔

بنو نضیر کی شرارت:

اور اسی سال کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کبار کو ساتھ لے کر یہودیوں یعنی بنی نضیر کے مقامات پر (محلہ میں) تشریف لائے تھے۔ صحابہ جیسے کہ ابوبکر صدیق، عمر، علی، طلحہ اور زبیر وغیرہ مہاجرین سے اور سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، سعد بن عبادہ وغیرہ انصار سے ساتھ تھے۔ اور بنو نضیر یہودی قبائل میں سے ایک بڑا قبیلہ تھا۔ یہ قضیہ بھی بیر معونہ کے بعد چوتھے سال کے اندر واقع ہوا۔ جیسے کہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بات ابن اسحاق اور سہیلی نے کہی ہے کہ غزوہ بنو نضیر جنگ بدر کے چھ ماہ بعد اور غزوہ احد سے پہلے غزوہ ابواء کے آخر میں ذکر کیا ہے اور ابن اسحاق کا قول صحیح تر ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ ان کے محلہ میں پہنچے تو انہوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم! آپ کچھ دیر بیٹھیں تاکہ ہم آپ کی ضیافت کریں اور آپ کے صحابہ کی بھی۔ اور یہود آنحضرت کو اس سے قبل اس کنیت سے مخاطب کرتے تھے تاکہ ملزم نہ ٹھہریں۔ باوجود اس بات کے کہ آپ کا اسم شریف ان کے کتب وصحائف میں مذکور ہے پس آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی پشت ان کے مکان کی دیوار سے لگا کر بیٹھ گئے پس یہود میں سے حیی بن اخطب جو حضور کا سخت دشمن تھا۔ اس نے یہود سے کہا اے یہودیو! اس کے بعد کبھی بھی تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ خلوت کا موقع نہ ملے گا۔ ایک شخص مکان کی چھت سے ایک بھاری پتھر اس کے سر پر گرا دے اور اس کو ہلاک کر دے۔ تاکہ ہم اس کی موجودگی کی

(1) مدارج النبوت جلد دوم

Marfat.com

زحمت سے خلاصی پائیں۔ عمرو بن حجاش نے کہا میں یہ کام کرتا ہوں سلام بن مشکم نے ان کو اس خیال سے منع کیا کہ ابھی اس کو اس کے بارے میں آسمان سے خبردار کردیا جائے گا اور ہم نقض عہد کے مجرم ہوجائیں گے۔ لیکن وہ منع نہ ہوئے اور شقی القلب پتھر لئے کہ جب مقام خاص پر آیا تاکہ آپ پر گرادے۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ کو ان کے مکرو فریب سے آگاہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر اپنے ساتھیوں کو اطلاع کیے ہوئے اس کی ہیئت میں جیسے کوئی قضائے حاجت کے لیے جاتا ہے۔ اٹھے اور مدینہ کی طرف چل دیئے۔ جب یاروں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے میں دیر کردی ہے تو اٹھے اور آپ کے تعاقب میں چل پڑے۔ اور آنجناب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آنحضرت نے صحابہ کو حقیقت حال سے خبردی۔ اور علماء نے فرمایا ہے کہ اس واقعہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایھا الّذین امنوا اذکرو انعمة اللّٰہ علیکم اذھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکف ایدیھم عنکم۔

"اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اُس نعمت کو یاد کرو جو اُس نے تم پر کی۔ جب لوگ تم پر دست درازی کرنا چاہ رہے تھے۔ تو اُس نے تم کو اُن کے ہاتھوں سے بچالیا۔"

اور جب یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غائب ہوجانے کے بارے میں علم ہوا۔ تو احبار یہود میں سے کنانہ نے ان کو کہا کہ اے قوم! میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمھارے فریب سے آگاہ کردیا ہے۔ اے قوم! تم اپنے آپ کو فریب میں نہ ڈالو۔ وہ رسول خدا ہے اور خاتم انبیاء ہے اور تم کو طمع یہ تھا کہ خاتم انبیاء حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہو۔ حق تعالیٰ نے جیسے چاہا یہ نعمت عطا فرمائی اور سعادت کا دروازہ جس پر اس نے چاہا کھول دیا اور جو صفات ہم نے تورات میں آخر الزمان پیغمبر کی پڑھی وہ سب اس میں موجود ہیں اور میرے دل میں یہ بات آرہی ہے کہ وہ یہاں سے تمہاری جلاوطنی کا حکم کرے گا۔ اب مصلحت اس میں ہے کہ دو کاموں میں سے ایک کام ضرور کرو۔ اصوب واولیٰ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ کیونکہ اس میں دینا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ تاکہ تم اس دیار سے باہر نہ نکالے جاؤ اور یا جزیہ دینا قبول کرلو۔ تاکہ تمھارے مال اور اولاد محفوظ رہیں۔ یہود نے کہا کہ ہم ملک چھوڑنا پسند کریں گے۔ لیکن دین موسیٰ کو ترک نہیں کرسکتے۔

اور بنی نضیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خیر سگالی معاہدہ قرار پایا ہوا تھا۔ اور جب غزوہ بدر میں مومنوں کو نصرت حاصل ہوئی تو یہ کہتے تھے کہ وہ تورات میں مذکور نبی موعود ہے اور جب احد کے روز مسلمانوں کو ہزیمت کی صورت کا سامنا ہوا۔ تو ان کو شک پڑگیا اور انہوں نے ابوسفیان کے ساتھ حلف اٹھایا۔ (1)

اعلان جنگ:

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کے پاس محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اور کہا کہ یہودی میرے ملک سے نکل جائیں۔ اس لیے کہ تم نے غداری کی ہے۔ اور تم کو دس روز کی مہلت دی جاتی ہے۔ دس روز کے بعد جو کوئی یہاں رہے گا اس کی گردن قلم کردی جائے گی۔ پس یہود نے جلاوطن ہونے کے خیال سے ایسی تیاریاں شروع کر

(1) مدارج النبوت جلد دوم

Marfat.com

دیں۔ اپنے اونٹوں کو وہ صحرا سے لے آئے اور دوسرے اونٹ بھی کرایہ پر حاصل کیے۔

عبداللہ ابن ابی کی شرارت:

ناگاہ منافقوں کے رئیس عبداللہ بن سلول کا ایلچی انکے پاس آیا کہ اپنا وطن ترک نہ کریں۔ بلکہ اپنے قلعوں میں فارغ البال و فارغ اطباک بیٹھ جائیں۔ میں دو ہزار بہادروں کے لشکر کے ساتھ تمہاری مدد میں ہوں۔ اور یہودی قبیلہ بنو قریظہ اپنے حلیفوں سمیت جو کہ بنی عطفان ہیں وہ بھی تمھارے ساتھ ہیں۔ اور یہ منافق آدمی بھی نہایت عداوت وحماقت اور نفاق کے باعث ظاہر ہوا اور اس قسم کی عداوت کا اظہار کیا۔ اور نہایت حماقت کے باعث یہ نہ سمجھ سکا کہ اتنی بڑی تعداد میں بہادر قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے خلاف غالب نہ آسکے تو ان یہود کے قلعے اور وہ خود کیا چیز ہیں۔ ہاں یہود اس منافق کی بات سے مغرور ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم اپنے ملک سے باہر ہرگز نہ جائیں گے۔ آپ جو کر سکتے ہیں کر لیں۔

شکست اور جلاوطنی:

جب یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید البشر کی سماعت مبارک کو پہنچی تو آپ نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ پر مسلمانوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ اور ایک جھنڈا تیار کر کے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور مدینہ مطہرہ سے باہر نکلے اور عصر کی نماز بنی نضیر کے علاقے کی فضا میں ادا کی اور یہود کا علاقہ مدینہ منورہ کے قریب ہی تھا۔ جب یہودیوں نے سپاہ اسلام کو دیکھا۔ تو قلعوں کے دروازے بند کر لیے اور پتھر پھینکنے لگے، اور عشاء کے وقت تک جنگ کرتے رہے۔ اور جب مومنوں نے عشاء کی نماز ادا کر لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند ساتھیوں سمیت اپنے آستانہ رسالت پر تشریف لائے اور تمام صحابہ کرام جن کے سردار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے یا علی رضی اللہ عنہ (اختلاف روایات) نے صبح کے وقت تک یہود کا محاصرہ کیے رکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ اور ان یہودیوں کی فریاد کو نہ ابن ابی سلول ہی پہنچا اور نہ ان کے دوسرے حلیف قبائل ہی آئے آنحضرت نے ابولیلیٰ مازنی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا تاکہ وہ یہودیوں کے درختوں کو کاٹ دیں، اور ایک روایت میں ہے آگ لگائی گئی۔ پس ابولیلے نے یہود کے درختوں سے ایک خاص قسم کی کھجور کے درخت کاٹے اور کہا یہود کے لیے ان درختوں کا کاٹا جانا اصعب واتعب گزرتا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے اردنامی قسم کے درخت کاٹے اور کہا کہ مجھے معلوم ہے یہود کی یہ متملکات عنقریب اہل اسلام کے قبضہ میں آئیں گی پس جو کچھ ان کے لیے بہتر ہے وہ میں چھوڑتا ہوں۔

اور منقول ہے کہ یہود بنو نضیر نے کہا کہ تم مسلمان ہو تم پر درخت کاٹنا حلال نہیں ہے اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو فساد سے منع کرتے ہیں پس وہ درخت کاٹنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ پس مسلمانوں نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا کہ قطع نہیں کرتے۔ پس ان کے آثار مٹا دینے کا حکم فرمایا گیا۔

ماقطعتم من لینة او ترکتموها قائمة علی اصولها فباذن اللّٰه ولیخزی الفاسقین۔ (5:59)

Marfat.com

''مومنو! کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور مقصد یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

ادھر ان کی کمک میں نہ تو عبداللہ بن ابی کے دو ہزار شمشیر زن نکلے، نہ قبائل حمایت کو آئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ مقابلہ جاری رکھنے کی صورت میں وہ کہیں کے نہیں رہیں گے۔ اپنے انجام سے خوفزدہ ہو کر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں جلاوطن کر دیں لیکن ہمارے خون نہ بہائیں۔ شرط یہ ہوئی کہ وہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہوں لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے اتنا مال و متاع اونٹوں پر لاد لیا جتنا ان کے اونٹ اٹھا سکتے تھے۔ بلکہ ان کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے کچھ آدمی اپنے گھروں کو گرا رہے تھے۔ اور دروازہ کے کواڑ اکھیڑ کر اپنے اونٹوں کی پیٹھوں پہ لاد رہے تھے اور اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ وہ خیبر چلے گئے اور بعض نے شام کا راستہ اختیار کیا۔

خیبر کی طرف ہجرت کرنے والے یہودی:

اشراف یہود میں سے جنہوں نے خیبر کا راستہ اختیار کیا ان میں سے چند یہ ہیں:

سلام بن ابی حقیق، کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق، اور حیی بن اخطب، جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو اہل خیبر نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ان سے بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں نے اپنی عورتوں، بیٹوں اور اموال کو اونٹوں پہ اٹھا لیا۔ ان کے ساتھ دف اور مزامیر بھی تھے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے غلام نغمے الاپ رہے تھے۔ ان یہودیوں میں عروہ بن ورد عبسی کی بیوی ام عمرو بھی شامل تھی۔ انہوں نے سے خریدا تھا۔ یہ ایک غفاری عورت تھی۔ بہر حال بنی نضیر حد درجہ غرور و تکبر سے جا رہے تھے۔ جس کی مثال اس زمانے کے کسی قبیلے میں نہیں ملتی۔

مہاجرین کے درمیان بنی نضیر کے اموال کی تقسیم:

یہودیوں نے اپنے بقیہ اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوڑ دیئے وہ اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص تھے، آپ انہیں جہاں چاہتے استعمال فرماتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو چھوڑ کر مہاجرین اولین میں تقسیم فرما دیئے۔ البتہ حضرات سہیل بن حنیف اور ابو دجانہ سماک بن خرشہ کے افلاس فقر کا حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی حصہ عطا فرمایا۔

بنی نضیر میں سے اسلام لانے والے خوش نصیب:

بنی نضیر میں سے دو آدمیوں کے سوا کوئی بھی مشرف باسلام نہ ہوا۔ وہ دو خوش نصیب یہ ہیں: کعب بن عمرو بن حجاش کے والد حضرت یامین بن عمر اور حضرت ابو سعد بن وہب رضی اللہ عنہ۔ ان دونوں نے اپنے اصول کی شرط پر اسلام قبول کیا اور ان پر قبضہ کر لیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد سوم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق بنو نضیر کا جلاوطن ہونا مسلمانوں کی کامیابی کا سنہری باب ثابت ہوا۔

Marfat.com

ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ مدینہ میں بنونضیر کا وجود فتنوں کا سرچشمہ ہے۔ بنونضیر کے متعلق ساری سورۂ حشر نازل ہوئی جس میں اس انتقام کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا اور اس بات کا ذکر ہے جو اللہ نے ان پر اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلط عطا فرمایا اور جو آپ نے ان کے ساتھ سلوک کیا اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هو الذی اخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من دیارهم لاول الحشر ماظننتم ان یخرجوا وظنوا انهم مانعتهم حصونهم من اللّٰه فا تهم اللّٰه من حیث لم یحتسبواق و قذف فی قلوبهم الرعب یخربون بیوتهم بایدیهم وایدی المؤمنینق فاعتبرو ایا اولی الابصار ٥ (الحشر)

''وہی تو ہے جو باہر نکال لایا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے وقت تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ انہیں ان کے قلعے بچالیں گے اللہ (کے قہر) سے۔ پس آیا ان پر اللہ (کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب۔ چنانچہ وہ برباد کر رہے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے دروازوں کے کواڑ نکالنے کے لیے اپنے گھروں کو گرادیا تا کہ انہیں اپنے ساتھ اٹھا کر لے جائیں پس عبرت حاصل کرو اے دیدۂ بینا رکھنے والو۔''

و لولا ان کتب اللّٰه علیهم الجلآء لعذبهم فی الدنیاط ولهم فی الاخرة عذاب النار ٥ (الحشر)

''اور اگر نہ لکھ دی ہوتی اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی (اور یہ ان سے اللہ تعالیٰ کا انتقام تھا) تو انہیں عذاب دے دیتا اس دنیا میں (یعنی شمشیر زنی کے ساتھ) اور ان کے لیے آخرت میں تو آگ کا عذاب ہے ہی (اس دنیاوی عذاب کے ساتھ)۔''

ماقطعتم من لینة او ترکتموها قآئمة علیٰ اصولها فباذن اللّٰه ولیخزی الفسقین ٥

''جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر (الینہ عجوہ کھجور کے علاوہ دیگر کھجور کے درختوں کو کہا جاتا ہے) تو یہ (دونوں باتیں) اللہ کے اذن سے تھیں (یعنی یہ درخت اللہ کے حکم سے کاٹے گئے۔ یہ فساد فی الارض نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام تھا) تا کہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو۔''

وما افآء اللّٰه علیٰ رسوله منهم فما اوجفتم علیه من خیل ولارکاب ولکن اللّٰه یسلط رسله علیٰ من یشآءط واللّٰه علیٰ کل شیء قدیر ٥ (الحشر)

''اور جو مال پلٹا دیئے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان سے لے کر (علامہ ابن اسحاق نے کہا یعنی بنی نضیر سے لے کر) تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ تسلط بخشتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے (یعنی ہر چیز اسی کے لیے خاص ہے)۔''

Marfat.com

ما افاء اللّٰہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللّٰہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمی والمسکین وابن السبیل ط کی لایکون دُولۃ بین الاغنیآء منکم ط وما اتکم الرسول فخذوہ ق وما نھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب o (الحشر)

''جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے۔ اس کے رسول کا ہے (علامہ ابن اسحاق نے کہا: یعنی وہ مال جس پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے اور جو جنگ کے ذریعے زبردستی حاصل کیا گیا وہ اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے) اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔''

آپ فرماتے ہیں: یہ اس مال کی دوسری قسم ہے جو جنگ کے ذریعے حاصل کیا جائے کہ اسے مسلمانوں کے درمیان اس طریقہ کے مطابق تقسیم کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا:

الم ترالی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم الذین کفروا من اھل الکتاب لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدا ابدا وان قوتلتم لننصرنکم واللّٰہ یشھدانھم لکذبون oالی قولہ کمثل الذین من قبلھم قریبا ذاقوا وبال امرھم ولھم عذاب الیم o (الحشر)

''کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا (یعنی عبداللہ بن ابی اس کے ساتھی اور جو ان کی مثل ہو) جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے۔ (یعنی بنی نضیر میں سے)...... یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے پہلے ابھی اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ رہے ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' اس سے مراد بنی قینقاع ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر فلما کفرقال انی بریء منک انی اخاف اللّٰہ رب العلمین o فکان عاقبتھمآ انھما فی النار خالدین فیھا ط وذلک جزؤ الظلمین o (الحشر)

''منافقین اور یہود کی مثال شیطان کی سی ہے جو (پہلے) انسان کو کہتا ہے انکار کردے اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب العالمین ہے۔ پھر ان دونوں (شیطان اور اس کے چیلے) کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔''

غزوہ بدر ثانی

اُحد سے واپسی پر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا تھا آئندہ سال تمہارے ساتھ بدر میں جنگ کرنے کا ہم وعدہ

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجازت آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تھا کہ ہاں انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ بعض اصحاب نے کہا۔ اور بیضاوی کی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تھا ہاں پس اگلے موعودہ سال میں ابوسفیان اسباب جنگ کی ترتیب اور اسباب قتال کے تخمینہ میں مشغول ہوا، اور قریش کو خزاج مکہ پر ترغیب وتحریض کی۔ لیکن اس نے تکلف کیا اور جلدی کی تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ڈر گیا ہے اور جنگ کے لیے نہیں نکل سکا۔ نعیم بن مسعود اشجعی جو مدینہ سے مکہ آ چکا تھا اس نے قریش کو لشکر اسلام کی شوکت اور اسباب قتال کی فراہمی برائے جنگی مواد کے بارے میں خبر دی اور کہا کہ مدینہ اس طرح لشکر سے پُر ہے جیسے کہ رمان ہے۔ (یعنی جیسے انار دانوں سے پُر ہوتا ہے) ابوسفیان نے اس سے ملاقات کی۔ اور کہا کہ غزوہ اُحد میں ہمارا وعدہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ طرح تھا لیکن اس سال ہمارے علاقہ اور شہروں میں قحط ہے۔ اور چار پایوں کے لیے صحرا میں نکلنے سے باز رکھو تا ہم خوراک نہ ہے۔ لہٰذا اگر تم مدینہ جاؤ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے صحابہ کو ہمارے خلاف جنگ کے لیے نکلنے سے باز رکھو تا کہ وعدہ خلافی ان کی طرف سے سرزد ہو، تو میں تم کو بیس اونٹ سہ سالہ عمر میں تمہیں دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ نعیم مدینہ گیا اور اپنا سر منڈوالیا، اور اس طرح دکھائی دینے لگا جیسے عمرہ کے لیے گیا تھا۔ اور تفسیر کشاف سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع وہ عمرہ کے لیے گیا تھا اور اس نے لشکر اسلام کو قریش کے لشکر کی شان وشوکت اور مکہ سے برائے جنگ برآمد ہونے کی اطلاع دی۔ اور کہا کہ مصلحت اس طرح نظر آتی ہے کہ آپ مدینہ مطہرہ سے باہر نہ نکلیں۔ کیونکہ میرا گمان ہے کہ اگر ان سے مقابلہ کرو گے تو تم میں سے کوئی ایک بھی وہاں سے سلامت نہ نکلے گا سوائے اس کے جو فرار اختیار کر جائے۔ مسلمانوں نے نعیم کو سچا سمجھتے ہوئے مدینہ سے نکلنے سے گریز کیا۔ حتیٰ کہ اس طرح گمان ہونے لگا کہ اس غزوہ کے لیے کوئی شخص بھی باہر نہ نکلے گا۔

مجاہدین کو بدرِ ثانی میں شرکت کی تاکید:

یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمع شریف تک پہنچی اور صحابہ کے خوف کے بارے میں معلوم ہوا۔ اور گمان کیا کہ کوئی بھی ان سے باہر نہ نکلے گا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس طرح کی ابتدائی باتیں کیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں جنگ کے لیے نکلوں گا خواہ میرے ساتھ ایک شخص بھی نہ ہو۔ جب آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات کی تو مسلمان اکٹھے ہو گئے اور ان کے دل آمادہ وتیار ہو گئے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو جھنڈا عطا کیا اور ایک ہزار پانچ سو بہادروں کے ساتھ نکلے۔ اس لشکر میں دس گھوڑوں سے زیادہ نہ تھے اور مسلمانوں نے بہت اموال تجارت اپنے ساتھ لیے۔ میدان بدر میں آ کر اُترے۔ اور وہاں پر آٹھ دن تک قیام کیا۔ اور مال اچھی قیمت پر فروخت کیا۔ حتیٰ کہ ایک ایک درہم کے بدلے دو دو درہم حاصل ہوئے اور سرور وحضور کے ساتھ مدینہ میں واپس آئے اور مشرکوں سے ملاقات ومقابلہ کی نوبت نہ آئی۔ یہ آیت پاک وہاں پر نازل ہوئی۔

الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا وقالوا

Marfat.com

حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل۔

''وہ جن سے لوگوں نے کہا تمہارے لیے لشکر جمع ہیں اور تم ڈرو۔ تو اس سے ہاں ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوا۔ اور وہ بولے ہمیں اللہ کارساز کافی ہیں۔''(1)

کفار کا بدر ثانی میں آنا

ابوسفیان دو ہزار آدمیوں کے ساتھ مکہ سے نکلا۔ ان کے پاس 50 گھوڑے تھے۔ اور مرالظہر ان کے مقام سے واپس مکہ کو چلے گئے یہ مقام مکہ سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ بہانہ یہ کیا کہ صحرا خشک ہے اور جانوروں کے لیے خوراک اور آدمیوں کے لیے دودھ پیدا نہیں ہوتا۔ اور اصل میں شوکت لشکر اسلام کا رعب اور خوف تھا۔ صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا کہ ہیبہ کیا ہے کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے صحابہ سے جنگ کا وعدہ کیا تھا لیکن تو نہ کر سکا اور وہ ہم پر دلیر ہو گئے۔ (مدارج النبوت جلد دوم)

ابوسفیان تو اپنے لاؤ لشکر کو لے کر چلا گیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مجاہدین کے ساتھ آٹھ دن تک بعد میں انتظار کرتے رہے ہو سکتا ہے کفار لوٹ آئیں مگر جب کوئی نہ لوٹا تو وہاں سے کوچ فرمایا بدر ان دنوں میں تجارت کا بازار بھی تھا۔ مجاہدین نے آٹھ دنوں میں کم یا زیادہ تجارت میں منافع بھی کمایا۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے مجاہدین مدینہ منورہ میں خوش اور مسکراتے ہوئے داخل ہوئے۔ ان کا سب کچھ اللہ کا فضل و کرم اور اس کی نعمتیں ان کے ساتھ تھیں۔ اس واقعہ کے بارہ میں آٹھ آیات نازل ہوئیں۔

(1) الذین قالوا لاخوانهم وقعدو الو اطاعونا ماقتلوا قل فادرء واعن انفسکم الموت ان کنتم صادقین۔ (3-168)

وہ لوگ (جو خود تو گھروں میں بیٹھے رہے) لیکن اپنے بھائیوں کو کہتے ہیں اگر ہماری بات مان لی جاتی تو کیوں مارے جاتے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے آپ کہہ دیجئے اگر تم واقعی ہی سچے ہو تو موت کو اپنے اوپر سے ٹال دینا۔

(2) ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عندربهم یرزقون۔ (3-169)

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔

(3) فرحین بما اتهم اللّٰہ من فضله ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم الاخوف علیهم ولا هم یحزنون (3-170)

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے (اور شہید ہو گئے) کہ قیامت کے دن ان کو بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم ناک ہوں گے۔

---

(1) مدارج النبوت جلد دوم

Marfat.com

(4) یستبشرون بنعمة من اللّٰہ وفضل وان للّٰہ لایضیع اجر المومنین۔ (3-171)
اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس حقیقت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

(5) الذین استجابواللّٰہ والرسول من بعد مااصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجرا عظیم۔
اور وہ لوگ جنہوں نے زخم کھانے کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانا۔ ان میں جو لوگ نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

(6) الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً وقالوا حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل۔
جب ان لوگوں نے آ کر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے سو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور بہت اچھا کارساز ہے۔

(7) فانقلبوا بنعمة من اللّٰہ وفضل لم یمسسھم سوء واتبعوا رضوان اللّٰہ واللّٰہ ذو فضل عظیم۔
پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ خوش وشاداں واپس آئے ان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا اور وہ اللہ تعالیٰ کی خوشی کے تابع رہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے۔

(8) انما ذلکم الشیطان یخوف اولیاء فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مومنین۔
یہ خوف دلانے والا شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ تو اگر تم مومن ہو تو ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا۔ (3-174 تا 167)

کفارِ مکہ جو مسلمانوں سے ہیبت کھا کر لوٹ گئے تھے اس سے مجاہدین کے غزوۂ احد کا کچھ غم ہلکا ہوا۔ کافروں کا اس طرح لوٹ جانا ان کے لیے بدر کی پہلی شکست کے ہی مترادف تھا لیکن اس کے باوجود کافر آنے والے سال میں جنگ کرنے کے منصوبہ سے غافل نہ تھے۔

غزوۂ ذات الرقاع:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر ثانیہ سے واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید ونصرت پر پورے مطمئن تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں قریش مکہ (کفار) پر ایمان والوں کا رعب بیٹھ جانے سے بھی بے حد خوشی تھی۔ لیکن ساتھ ہی تحفظ دین سے بھی غافل نہ تھے اور ہر طرف اپنے جاسوس پھیلا دیئے تھے۔ اس اثناء میں خبر ملی کہ بنو غطفان مدینہ پہ حملہ کرنے کے لیے نجد میں جمع ہو رہے ہیں۔ ایسے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل یہ تھا کہ دشمن کی ایسی غفلت میں اس پر حملہ آور ہوتے کہ اسے مدافعت کا موقع ہی نہ ملتا۔ چنانچہ یہ خبر ملتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار سو مجاہدین کو ساتھ لے کر بنفس نفیس نکلے۔ جہاں دشمن نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ وہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ بنو محارب اور بنو ثعلبہ (غطفانی) دونوں جمع ہو رہے تھے۔ جیسے ہی ان کی نظر مجاہدین پر پڑی تو سامان ایک طرف رہا۔ عورتوں کو

Marfat.com

بھی چھوڑ کر بھاگے اور وہاں سے بھاگ گئے۔

غزوہ دومۃ الجندل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خبر آئی کہ اس علاقہ میں ایک بڑی جمعیت اکٹھی ہو گئی ہے۔ وہ راہگیروں کو تنگ کرتی ہے اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے اس جگہ کا فرمانروا اکیدر نامی ایک عیسائی ہے جن لوگوں نے وہاں پڑاؤ ڈالا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کا قصد کیا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہزار مجاہدوں کا لشکر اپنے ساتھ لیا۔ اور مدینہ میں حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا گئے۔ ایک راہبر بنی عذرہ کا ساتھ لیا۔ آپ رات کے وقت سفر کرتے تھے اور دن کو چھپ رہتے تھے۔ جب آپ ان کے قریب پہنچے تو راہبر نے بتایا کہ دشمنوں کے مویشی وہاں چر رہے ہیں۔ ... لوگ بھاگ گئے اور منتشر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی دن میدان میں قیام فرمایا اور دشمنوں کا کوئی شخص وہاں نظر نہ آیا۔ آپ نے چھوٹے چھوٹے دستے ... بھیجے ... محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گرفتار کیا ... آنحضرت نے اس سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے بتایا کہ ... وہ لوگ وہاں سے بھاگ گئے۔ وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... مدینہ واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں ایک واقعہ ... حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ... حضرت سعد ... خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ میری والدہ وفات پا گئی ہیں ... اگر میں صدقہ دوں تو کیا اس کا ثواب والدہ کو پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں ... حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی۔ لہٰذا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوا کر والدہ کے نام وقف کر دیا اور کہا ھذہ لام سعد یعنی یہ کنواں ام سعد کے لیے ہے۔

غزوہ خندق اور یہودیوں کا قصہ:

یہودیوں کے تین بڑے قبیلے مدینہ منورہ میں آباد تھے۔

(ا) بنو قینقاع: سب سے پہلے انہیں نکالا گیا۔

(ب) بنو نضیر: ان سے خیبر کی طرف جلاوطن ہوئے۔

(ج) بنو قریظہ: اس فصل میں ان کی کارستانیاں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

بنو قینقاع کے بعد بنو نضیر کو بھی مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔ غزوہ بدر ثانیہ میں ابو سفیان جنگ ... غزوہ دومۃ الجندل میں ... تمام واقعات کے بعد مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں چین ... اگرچہ تجارت کے لیے ان کو اب بھی ... بڑی آزادی کے ساتھ

Marfat.com

کرنا قدرے محال تھا۔

یہود کا مشرکین کو بھڑکانا

بنی نضیر اور بنی وائل سے تعلق رکھنے والے یہودیوں کی ایک جماعت جن میں سلام بن ابی الحقیق نضری ما حیی بن اخطب نضری، کنانہ بن ابی الحقیق نضری ماہوذہ بن قیس وائلی اور ابوعمار وائلی شامل تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف گروہوں (احزاب) کو اکٹھا کیا، یہ لوگ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس آئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی دعوت دی۔ انہوں نے قریش سے کہا کہ ہم ان کے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف تمہارا اس وقت تک ساتھ دیں گے۔ یہاں تک کہ ہم ان کا استیصال کر دیں گے۔ قریش نے ان سے پوچھا ''اے گروہ یہود! تم صاحب کتاب اول (تورات) ہو اور صاحب علم ہو، تم جانتے ہو جو ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان اختلاف ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا دین؟ یہودی وفد نے کہا بلکہ تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ تم ان سے کہیں زیادہ حق کے قریب ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائیں۔

الم ترالی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدیٰ من الذین امنوا سبیلا o اولئك الذین لعنھم اللّٰہ ط ومن یلعن اللّٰہ فلن تجدلہ نصیرا ام لھم نصیب من الملك فاذا لایؤتون الناس نقیرا ام یحسدون الناس علی ماا تھم اللّٰہ من فضلہ ج فقد اتینا ال ابرھیم الکتب والحکمۃ واتینھم ملکا عظیما o فمنھم من امن بہ ومنھم من صد عنہ ط و کفی بجھنم سعیرا o (النساء:)

''کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں وہ (بدنصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا۔ تو اس کا کوئی مددگار کیا ان کے لیے کوئی حصہ ہے حکومت میں؟ اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے یہ لوگوں کو تل برابر۔ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے (یعنی نبوت۔ ابن اسحاق وہ حسد کی آگ میں جلا کریں) ہم نے تو مرحمت فرما دی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب اور حکمت اور عنایت فرما دی ہے انہیں عظیم الشان سلطنت۔ تو ان سے کوئی ایمان لایا اس کے ساتھ اور کسی نے منہ پھیر لیا اس سے اور کافی ہے۔ (انہیں جلانے کے لیے) جہنم کی دہکتی ہوئی آگ۔''

جب یہود نے قریش کو یہ جواب دیا تو وہ بہت مسرور ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کی دعوت ان کے لیے بڑی نشاط افزاء ثابت ہوئی۔ چنانچہ وہ اس جنگ کے لیے جمع ہو گئے اور اس کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ پھر یہود کا یہ وفد وہاں سے روانہ ہو کر قیس غیلان کے قبیلہ بنی غطفان کے پاس پہنچا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کی دعوت دی اور انہیں اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ وہ ان کے خلاف ان کا ساتھ دیں گے اور یہ بھی بتادیا کہ اس بات پر قریش نے بھی ان کا اتباع کیا ہے۔ یہ سن کر بنی غطفان بھی اس سازش میں ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ (1)

مستشرقین کی صفائی:

قریش مکہ اور بت پرستوں کے سامنے توحید کے مقابلہ میں بت پرستی کے مذہب کی مدد کرنے والے یہودی علماء کے اس جھوٹ سے اپنے آپ کو لاتعلق ثابت کرنے کے لیے مشہور مستشرق ڈاکٹر اسرائیل ونسفون اپنی کتاب ''تاریخ الیہود فی العرب'' میں لکھتے ہیں۔ بتوں کو ماننے والے قریشیوں کے سامنے توحید اسلامی کی مخالفت کر کے علمائے یہود نے بہت بڑی زیادتی کی ہے۔ انہیں توحید کے سلسلے میں ذاتی دشمنی کو اہمیت نہیں دینا چاہیے تھی کہ حقیقت اور (سچائی) سے ہی انحراف کریں۔ انہیں مشرکین کے روبرو ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ بت پرستی توحید کے مقابلہ میں بہر حال اعلیٰ ہے، چاہے اس کے نتیجہ میں انہیں اپنی حمایت کے سلسلے میں ناکامی ہی کیوں نہ ہوتی۔

وہ یہ بات بھول گئے کہ ان کے مورث اعلیٰ بنی اسرائیل نے بت پرستی کے خلاف کس طرح قوموں سے جنگیں جاری رکھیں اور توحید کی تبلیغ کرنے کے سلسلے میں ان کے کتنے ہی بزرگوں کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔

ان میں سے کافی لوگ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کی وجہ سے زخمی ہوئے۔ یہود کو چاہیے تھا کہ بت پرستوں کو نیچا دکھانے کے لیے اپنی زندگی کا ایک ایک سانس لگا دیتے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جس قدر مال و دولت دیا تھا سب کا سب اسی کی راہ میں قربان کر دیتے مگر انہوں نے تو بت پرستوں کے عقیدہ کو سراہا گویا اپنے ہی عقیدہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جبکہ ان کو معلوم تھا کہ تورات میں بت پرستی کے خلاف تعلیم موجود ہے۔ بلکہ بت پرستوں سے نفرت اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مشرکین کی روانگی:

چنانچہ قریش اپنے قائد ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں نکلے اور بنی غطفان اپنے قائد عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر جو بنی فزارہ کی نمائندگی کر رہا تھا۔ کے ساتھ نکلے اور بنی مرہ حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کی قیادت میں اور بنی اشجع میں سے اپنے سردار کے پیروکار لوگ مسعر بن رخیلہ بن نویرہ بن طریف بن سحمہ بن عبداللہ بن بلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان کی قیادت میں نکلے۔

بنوفزارہ:

بنوفزارہ کے ان گنت نوجوان نکلے جن کے پاس سواری میں ایک ہزار تیز تر چلنے والی سانڈنیاں تھیں۔ ان کا سپہ سالار عیینہ بن حصن بن حذیفہ تھا۔

قبیلہ اشجع اور مرہ سے ہر ایک کے چار چار سو بہادر شامل ہوئے۔ جن کے امیر لشکر مسعر بن رخیلہ اور حارث بن عوف

(1) سیرت ابن ہشام جلد سوئم۔

Marfat.com

بالترتیب تھے۔قبیلہ بنوسلیم جنہوں نے بمقام قرقرہ اپنے خروج کی سزا پائی تھی۔سات سو سوار لے کر آ پہنچے۔اسی طرح بنو اسد سب کی مجموعی تعداد دس ہزار کے قریب ہوگئی۔لشکر کے سپہ سالار اعظم ابوسفیان بن حرب تھے۔محاصرہ کے درمیان عرب باری باری لڑتے۔اگر آج ان میں سے ایک مورچہ پر آتا تو دوسرے دن دوسرا میدان میں اترتا۔ہر ایک قبیلہ کا سردار اپنے سپاہیوں کو ہر وقت جنگ کے لیے اکساتا رہتا۔

☆☆☆

Marfat.com

غزوہ خندق

خندق کھودنا عربوں کی عادت نہ تھی بلکہ یہ ایرانیوں کی جنگی چال تھی۔ اسی وجہ سے اس کی طرف حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا۔ امام طبری کے بیان کے مطابق ملوک فارس میں سے جس نے سب سے پہلے خندق کھودی وہ منو شہر بن البرج بن افریدوں ہے۔ افریدوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ لیکن اکثر علماء اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اثقیان کا بیٹا ہے۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے تیراندازی کا آلہ تیار کیا۔ اس کے عہد حکومت کے ساٹھویں سال کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

خندق کی کھدائی:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا کہ وہ جنگ پر متفق ہو چکے ہیں۔ اور اس کے لیے نکل آئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں خندق کا انتظام فرمایا اور مسلمانوں کو اجر وثواب کی ترغیب دلانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام میں بنفس نفیس حصہ لیا اور تمام مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پوری جدوجہد سے مسلسل کام کیا اور مسلمانوں نے بھی خاصی مشقت اور مستقل مزاجی سے کام لیا لیکن کچھ منافقین اس کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں سے پیچھے ہٹ گئے اور تاخیر وتساہل سے کام لینے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائے بغیر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لیے بغیر چپکے چپکے اپنے گھروں کی طرف کھسکنے لگے۔ اس کے برعکس جب کسی مسلمان کو کوئی سخت ضرورت پیش آتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کرتا، اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے آپ سے اجازت طلب کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اجازت مرحمت فرماتے۔ پھر جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاتا تو حصول خیر کے شوق اور اجر وثواب میں رغبت کی وجہ سے واپس آ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا۔

خندق کھودنے والوں کے حق میں نازل کردہ آیات

چنانچہ ان مومنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

انما المؤمنون الذین امنوا باللّٰہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یَسْتَاذِنوہ ط ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یؤمنون باللّٰہ ورسولہ ج فاذا استا ذنوک لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفرلھم اللّٰہ ط ان اللّٰہ غفور رحیم O (النور)

Marfat.com

بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لیے تو (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجئے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔''

تو یہ آیت کریمہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اجر وثواب کے امیدوار، بھلائی میں رغبت رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطاعت گزار تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس ارشاد میں وہ منافقین مراد ہیں۔ جو چپکے چپکے کام سے کھسک گئے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگے بغیر چلے گئے تھے۔

لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ط قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لو اذا ج فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم o (النور)

''نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے۔ انہیں جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لے کر۔ پس ڈرنا چاہیے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آئے۔''

خندق کی کھدوائی اور معجزات کا ظہور:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک جگہ خندق کی زمین بہت سخت آ گئی جسے کھودنا دشوار ہو گیا۔ مسلمانوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس کا اظہار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اس میں لعاب دہن ڈال دیا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر دعا مانگی۔ پھر وہ پانی اس سخت زمین پر چھڑک دیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے۔ کہتے تھے اس ذات کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا۔ وہ زمین بالکل نرم اور بھربھری ہو گئی جواب نہ کدال کو لوٹاتی تھی اور نہ بیلچے کو۔

حضرت نعمان بشیر کی بہن کہتی ہے کہ میری ماں حضرت عمرو بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور دونوں ہاتھوں میں کھجوریں بھر کر میرے دامن میں ڈال دیں پھر کہا: بیٹی! یہ اپنے باپ اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کو ناشتہ پہنچا آؤ میں نے کھجوریں لیں اور چل پڑی اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کرتے ہوئے میرا گزر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بچی! ادھر آؤ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کھجوریں ہیں۔ میری ماں نے مجھے دے کر میرے باپ حضرت شبیر بن سعد اور میرے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ ناشتہ کر لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کھجوریں مجھے دو۔ میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں

Marfat.com

ہاتھوں میں ڈال دیں۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ نہ بھرے پھر ایک کپڑا طلب فرمایا اور اسے بچھا دیا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوریں اس کپڑے پر ڈال دیں۔وہ کپڑے پر بکھر گئیں۔پھر قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق میں با آواز بلند اعلان کر دے کہ آؤ ناشتہ کر لو۔سب اہل خندق اکٹھے ہو گئے اور کھجوریں کھانے لگے۔

کھجوریں برابر بڑھتی رہیں یہاں تک کہ اہل خندق پیچھے ہٹ گئے لیکن کھجوریں کپڑے کے اطراف سے گر رہی تھیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو زیادہ موٹی تازی نہیں تھی۔میں نے کہا بخدا! اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تیار کروانا چاہیے۔چنانچہ میں نے اپنی زوجہ کو حکم دیا۔اس نے ہمارے لیے کچھ جو پیس کر روٹیاں پکائیں۔میں نے وہ بکری ذبح کی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھون کر رکھ لیا۔جب شام ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق سے واپس تشریف لے جانے کا ارادہ کیا۔فرماتے ہیں ہم دن بھر خندق کھودتے۔ جب شام ہوتی تو اپنے گھروں میں واپس چلے جاتے۔میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو میں نے حضور کے لیے تیار کروائی ہے۔اور اس کے ساتھ ہم نے جو کی کچھ روٹیاں بھی پکائی ہیں۔میری خواہش ہے کہ حضور میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلیں۔

میرا ارادہ یہ تھا کہ میرے ساتھ اکیلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تشریف لے چلیں۔لیکن جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا اچھا۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا۔اس نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ لوگو! تم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ کے گھر چلو۔یہ دیکھ کر میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ اور آپ کے ساتھ سب لوگ بھی آ گئے۔جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو ہم نے وہ کھانا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا۔پھر کھانا شروع کر دیا۔اور دوسرے لوگ بھی باری باری کھانے لگے۔جب ایک جماعت فارغ ہو کر چلی جاتی تو دوسری جماعت آ جاتی یہاں تک کہ سب اہل خندق نے اس کھانے سے منہ پھیر لیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میں خندق کے ایک گوشے میں کھدائی کر رہا تھا کہ ایک چٹان آ گئی جو مجھ سے ٹوٹ نہ سکی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے قریب ہی تھے۔جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ضربیں لگاتے ہوئے دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ جگہ سخت ہے اور کھودنے میں مجھے دشواری پیش آ رہی ہے۔تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترنے اور میرے ہاتھ سے گینتی لے کر اس کے ساتھ ایک ضرب لگائی تو گینتی کے نیچے روشنی پیدا ہوئی۔پھر ایک اور ضرب لگائی پھر اسی طرح گینتی کے نیچے روشنی نمودار ہوئی۔

پھر اس پر تیسری ضرب لگائی پھر روشنی پیدا ہوئی میں نے عرض کی: یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، یہ روشنی کیا تھی جو آپ کے ضربیں لگاتے ہوئے میں نے گینتی کے نیچے چمکتے ہوئے دیکھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے سلمان! کیا تم نے وہ روشنی دیکھی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔فرمایا: جو پہلی بجلی تھی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

میرے لیے یمن فتح کرائے گا اور دوسری بجلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرے لیے شام فتح کرائے گا اور تیسری کے ساتھ مشرق فتح کرائے گا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: نیز مجھ سے ایسے شخص نے جسے میں متہم نہیں کرتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور اس کے مابعد زمانہ میں یہ علاقے فتح ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جو علاقہ تمہارے سامنے سامنے آئے فتح کرتے جاؤ، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے مدینہ طیبہ سے لے کر جتنے بلاد تم نے اب تک فتح کیے ہیں اور جتنے بلاد تم روز قیامت تک فتح کرو گے ان سب کی کنجیاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہلے ہی عطا فرما دی ہیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد سوئم)

خندق کی تعمیر:

چھ روز میں خندق مکمل ہوگئی اس عرصہ میں ان مکانوں کی مرمت بھی کر ڈالی گئی جو دشمنوں کی زد میں آسکتے تھے اور خندق سے باہر دو فرلانگ کے فاصلہ کے اندر تھے۔

بچوں اور عورتوں کو محفوظ حویلیوں میں یکجا کر دیا گیا۔ اور خندق کے اندرونی کناروں پر پتھروں کے ایسے چھوٹے موٹے ٹکڑے جمع کر دیئے گئے جو وقت پڑنے پر دشمنوں پر برسائے جا سکیں۔

کفار اور ان کے مددگاروں نے اس ٹیلے کے کنارے مورچہ بنالیا۔ جس کے پاس وادی رومہ کا پانی سمٹ کر جمع ہوتا تھا۔ غطفان اور ان کے جگری دوستوں نے مدینہ کی وادی نقمی کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔

مسلمان مجاہدین اور لشکر کفار:

کفار کے اتنے بڑے سیلاب کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف تین ہزار مجاہدین تھے۔ خندق سے شہر کی طرف سلع نامی پہاڑی کی پشت کی طرف مجاہدین کا مورچہ تھا۔ جس میں فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سرخ رنگ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔

10 ہزار کفار اور تین ہزار مجاہدین کے درمیان خندق مائل تھی، قریش اور ان کے فریب خوردہ لشکروں کو خندق کا عبور کرنا موت سے کھیلنے کے مترادف محسوس ہوا۔ انہوں نے تیر برسانا شروع کر دیئے۔ جن کے جواب میں ادھر سے بھی تیروں کی برسات ہوئی۔

سخت سردی کا موسم اور انتہائی شدید جاڑا جس میں اللہ تعالیٰ نے اور توانائی بخش دی۔ اس پر ٹھنڈی ہوا اللہ کے حکم سے اور تیز ہوگئی۔ ادھر ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو یہ یقین کہ خندق انہیں مدت تک کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ ہوا کی سرد لہریں تیز چابک بن کر ان پر برس رہی تھیں۔ ہر شخص سخت سردی میں ٹھٹھرا جا رہا تھا۔ کفار اپنے اپنے گھروں میں لاکھ بے سرد سامان سہی مگر اہل مکہ اور غطفان کے گھر اور خیمے تو سرد خانہ نہ تھے۔ اس پر سردی نے ان پر ایسا خوف طاری کر دیا کہ اگر ہم سب کی روحیں شدید سرد لہروں کی گرفت میں آگئیں۔ تو یہ یثربی خیمے ان کو موت سے بچا نہیں سکیں گے۔ جبکہ یہاں آنے سے پہلے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہم غزوہ احد کی طرح ایک ہی دن میں میدان مار لیں گے۔ مجاہدین کے مال غنیمت

Marfat.com

سے مالا مال ہو کر فتح و کامرانی کے شادیانے بجاتے ہوئے دوسرے دن اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے۔

بنو نضیر کے یہودیوں نے غطفان قبیلہ کے لوگوں سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ فتح کے بعد خیبر کے سرسبز و شاداب باغات کے میووں کی پوری فصل تمہاری خدمت میں پیش ہو گی۔ بنو غطفان کے دماغوں پر یہ بھوت سوار تھا کہ فتح مدینہ کے بعد فخر و غرور کے ساتھ پھلوں کی بھری ہوئی ٹوکریاں بھی ان کے ساتھ ہوں گی۔

ایک طرف تو امیدوں کے انبار اور سامنے خندق حائل تھی۔ جس کا عبور کرنا ان کی ہمت سے باہر تھا۔ یہ دیکھ کر کفار کو اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا۔ اب بنو نضیر کو یہ اندیشہ بھی لاحق تھا۔ کہ اگر قبیلہ غطفان نے سردی اس شدت سے گھبرا کر خیبر کے پھلوں کا لالچ چھوڑ دیا۔ اور سر دلبروں سے جان بچانے کے لیے بھاگ گئے تو کیا ہو گا۔ کفار مکہ کو غزوہ بدر میں لگے ہوئے زخم اب بھی رس رہے تھے۔ خندق اور مدینہ کے قلعوں نے ان کے زخموں پر نمک چھڑک دیا۔ حملہ آوروں کو یثرب میں رہنے والے یہود بنو قریظہ کی وجہ سے یہ خطرہ بھی تھا کہ ان کی طرف سے معاہدہ کے تحت مسلمانوں کی امداد میں محاصرہ کی طویل مدت تک کمی نہیں آنے پائے گی۔ کبھی ان کے دل میں یہ خیال آتا کہ حملہ سے دستبردار ہو کر لوٹ جانے میں کیا حرج ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا کہ آج کے بعد شاید پھر کبھی اتنی فوج ہمارا ساتھ دینے کے لیے جمع نہ ہو۔

حیی بن اخطب اور کعب بن اسد:

اس مرتبہ حیی بن اخطب کے کہنے سے یہودی اپنے برادران ملت بنو قینقاع کی بنا پر انتقام کے لیے تیار ہو گئے۔ انہوں نے سوچا اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا اور لشکری اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح مبین ہو گی۔ جس کے بعد ہمیشہ کے لیے یہود کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ چنانچہ بنو نضیر کے سرغنہ حیی بن اخطب کے دماغ میں ایسے کئی خطرات کروٹیں لینے لگے اپنا انجام سوچ کر وہ تھرتھرانے لگا۔ اس نے اپنا آخری داؤ چلانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے سوچا جس طرح بھی ہو یہود بنو قریظہ کو مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی پہ آمادہ کیا جائے۔ اگر اس میں کامیابی ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسد ختم ہو جائے گی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ فتح ہمارے قدم چومے گی اس خوش فہمی میں حیی بن اخطب نے جب کفار مکہ کے سامنے اپنی تجویز پیش کی تو سب کے سب خوشی کے مارے اچھل پڑے۔

اب دشمن خدا حیی بن اخطب نکلا اور بنی قریظہ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کے نمائندے کعب بن اسد قرظی کے پاس آیا۔ کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی قوم کی طرف سے معاہدہ دوستی کر چکا تھا۔ اس لیے جب کعب کو حیی بن اخطب کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اس نے دروازہ کھلونا چاہا لیکن کعب نے اس کے لیے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حیی نے پکار کر کہا: اے کعب! تجھ پر افسوس! دروازہ کھول۔ کعب نے جواب دیا: اے حیی! تیرا برا ہو بے شک تو بڑا بدبخت آدمی ہے۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معاہدہ کر چکا ہوں لہٰذا میں ان کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنے کے لیے تیار نہیں۔ میں نے ان سے ایفائے عہد اور صداقت کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حیی نے کہا: تیرا برا ہو دروازہ تو کھول میں تجھ سے کچھ بات کہنا چاہتا ہوں۔ کعب نے کہا: میں یہ کام کرنے کے لیے تیار نہیں۔ حیی کہنے لگا: بخدا! تم نے میرے سامنے صرف اس لیے دروازہ بند کر دیا ہے کہ تمہیں اندیشہ ہے میں تمہارا جشیشہ (گیہوں کے موٹے آٹے سے بنا ہوا خاص قسم کا ایک کھانا) تمہارے ساتھ مل کر نہ کھانے لگوں۔ اس پر کعب کو غیرت آمیز

Marfat.com

غصہ آیا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حیی نے کہا: اے کعب! تیرا برا ہو میں تمہارے پاس زمانہ بھر کی عزت اور ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس قریش کے جنگجو اور ان کے سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو رومہ کے قریبی وادیوں کے سنگم میں ٹھہرایا ہے۔ اور میں تمہارے ساتھ بنی غطفان کے جنگجو اور سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو احد کے ایک طرف وادی ذنب نقمی میں ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ پختہ عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کو جڑوں سے اکھیڑ کر دم لیں گے۔ کعب نے جواب دیا: بخدا تم میرے پاس زمانہ بھر کی ذلت لے کر آئے ہو اور ایسا بے بارش بادل لے کر آئے ہو جس کا پانی بہہ چکا ہے۔ وہ گرجتا اور چمکتا تو ہے لیکن اس میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ اے حیی! تیرا برا ہو مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صداقت اور ایفائے عہد کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ "لیکن حیی اس کو عہد شکنی پر برانگیختہ کرتا رہا۔"

یہاں تک کہ کعب نے اس شرط پر اس کی اطاعت قبول کر لی کہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ عہد و پیمان کرے کہ اگر قریش اور غطفان پسپا ہو گئے۔ اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتمہ نہ کر سکے تو میں تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہو جاؤں گا تا کہ جو کچھ تم پر گزرے وہی مجھ پر گزرے۔ اس طرح کعب بن اسد نے اپنا عہد توڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہوئے معاہدہ سے اپنی برأت کا اظہار کر دیا۔

یہود کی عہد شکنی:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ بن نعمان کو، جو اس وقت قبیلہ اوس کے سردار تھے اور بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج کے فرد حضرت سعد بن عبادہ کو جو اس وقت قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ اس خبر کی تصدیق کے لیے بھیجا۔ ان دونوں کے ساتھ بنی حارث بن خزرج کے ایک دونوں کے ساتھ بنی حارث بن خزرج کے ایک فرد حضرت عبداللہ بن رواحہ اور بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد حضرت خوات بن جبیر بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور دیکھو ان لوگوں کی طرف سے ہمیں جو خبر موصول ہوئی ہے کیا وہ صحیح ہے یا غلط؟

فان كان حقا فالحنوا لي لحنا اعرفه ولا تفتوا في اعضاد الناس وان كانوا على الوفاء فيما بيننا وبينهم فاجهروا به للناس۔

"اگر خبر درست ہو تو مجھے کنایۃً بتانا جسے صرف میں سمجھ سکوں اور (علی الاعلان بیان کر کے) لوگوں کے بازوؤں کو کمزور نہ کر دینا اور اگر وہ ہمارے ساتھ کیے گئے عہد کے ایفاء پر قائم ہوں تو علی الاعلان سب لوگوں کو بتا دینا۔"

چنانچہ وہ حضرات بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے متعلق جو اطلاع انہیں موصول ہوئی تھی وہ لوگ اس سے بھی زیادہ خباثت پر آمادہ تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہا اور کہا کون اللہ کا رسول؟ ہمارے درمیان اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں برا بھلا کہا اور جواباً انہوں نے آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ ایک تیز مزاج آدمی تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ

Marfat.com

سے کہا انہیں برا بھلا کہنا چھوڑو، جو ہمارے اوران کے درمیان معاہدہ ہے۔ وہ اس گالی گلوچ سے بڑھ کر ہے پھر حضرات سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، اوران کے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں واپس آئے۔ آپ کی خدمت میں سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا۔

عضل والقارة

یعنی وہ لوگ اسی طرح غداری پر آمادہ ہیں۔ جس طرح اصحاب رجیع یعنی حضرت خبیب اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ عضل اورقارہ نے غداری کی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰہ اکبرا بشرو ایا معشر المسلمین۔

''اللہ اکبر! اے گروہ مسلمین! تمہیں خوشخبری ہو۔''(1)

کفار کا جوش وخروش:

بنوقریظہ کے ہاں حیی بن اخطب کی کامیاب واپسی نے عطفان اور قریش کے حوصلے اور بلند کر دیئے۔ کعب اور حیی دونوں میں یہ اتفاق ہوا تھا کہ ادھر بنوقریظہ دس روز تک جنگ کی تیاری کر لیں۔ اس عرصہ میں بلا تامل حملہ آوروں کو مسلمانوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔

جنگی مورچوں کی صورتحال:

(ا) مشرق (فوق الوادی) کی طرف بنواسد اور بنوغطفان آگے بڑھے۔ مالک بن عوف النصری اور عیینہ بن حصن فزاری دونوں ان کی رہنمائی کر رہے تھے اور طلیحہ بن خویلد الاسدی بنواسد کی رہنمائی کر رہا تھا۔

(ب) مغرب کی طرف بطن وادی:

بمصداق قرآن حکیم

ومن اسفل منکم 33 (تمہارے نیچے کی طرف سے) کی سمت پر قریش اور بنوکنانہ جن کی کمان ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔

(ج) خندق کی طرف سیدھے رخ عمرو بن سفیان ابوالاعور سلمی

مومنین (مجاہدین) اور کفار کے لشکر دونوں کے موقف پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللّٰہ الظنونا o ھنالك ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیداً o واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ماوعدنا اللّٰہ ورسولہ الاغروراً۔ (33:10-12)

اور جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل مارے

(1) سیرت ابن ہشام جلد سوئم۔

Marfat.com

دہشت کے گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت قسم کے طور پر ہلائے گئے اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے غلط وعدہ کیا تھا!

واذ قالت طائفة منهم يا اهل يثرب لا مقام لكم فارجعوا ويستاذن فريق منهم النبی يقولون ان بيوتنا عورة وما هی بعورة ان يريدون الا فراراً۔

اور جب ان میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے اہل مدینہ! یہاں تمہارے ٹھہرنے کا مقام نہیں، لوٹ چلو۔ اور ایک گروہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگنے لگا اور کہنے لگا ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے۔ وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔

مسلمانوں کا حوصلہ:

اس واقعہ کے بعد آزمائش بڑھ گئی اور خوف شدید ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے دشمنوں نے ان پر اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی حملہ بول دیا یہاں تک کہ مومنین میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے اور بعض منافقین کا نفاق بھی کھل کر سامنے آ گیا یہاں تک کہ بنی عمرو بن عوف کا ایک فرد معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے لوٹیں گے جبکہ آج حالت یہ ہے کہ کوئی شخص بیت الخلاء تک بھی اطمینان سے نہیں جا سکتا۔

پھر جب لوگوں پر آزمائش شدید ہو گئی تمہیں ملیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر اور حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کو بلا بھیجا۔ یہ دونوں بنی غطفان کے قائد تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو مدینہ طیبہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ اس شرط پر دینے کے لیے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے ہٹ کر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ دونوں طرف سے صلح کی بات جاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ انہوں نے صلح نامہ بھی لکھ دیا لیکن اس پر ابھی نہ تو کوئی شہادت ہوئی تھی اور نہ قطعی فیصلہ صلح ہوا تھا۔ صرف اس کے متعلق جدوجہد جاری تھی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کا ارادہ فرمایا۔ تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا۔ اور ان کے سامنے اس کا تذکرہ کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ ان دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ ایسا معاملہ ہے۔ جسے ہم اپنی خواہش پر کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ ایسی کوئی چیز ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ جس پر عمل کرنا لازمی ہے یا یہ ایسی چیز ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری خاطر کر رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ یہ ایسی چیز ہے جسے میں تمہاری خاطر کرنا چاہتا ہوں۔ قسم بخدا! میں صرف اس لیے یہ کام کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ تمام اہل عرب نے ایک ہی کمان سے تم پر تیروں کی بارش کر دی ہے۔ اور انہوں نے ہر طرف سے تمہارے راستے دشوار کر دیئے ہیں اس پر میں نے ارادہ کیا کہ کسی طریقے سے ان کی طاقت کو توڑ دوں" حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اور یہ قوم (کفار) سب شرک اور بت پرستی پر قائم تھے۔ ہم نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اور نہ اسے پہچانتے تھے تو اس وقت بھی وہ لوگ سوائے ضیافت اور

Marfat.com

خریداری کے مدینہ کی کھجوروں میں ایک کھجور بھی کھانے کی خواہش نہیں کر سکتے تھے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے نوازا اور ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور حضور کے ساتھ اور اسلام کے ساتھ ہمیں عزت عطا فرمائی تو کیا ہم انہیں اپنے اموال دیں گے؟ بخدا! ہمیں اس صلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ بخدا! ہمارے پاس انہیں دینے کے لیے صرف تلوار ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر تم جانو اور تمہارا کام۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ صلح نامہ لیا اور اس میں جو تحریر تھی اسے مٹا ڈالا۔ پھر فرمایا: وہ کفار ہمارے خلاف قوت آزمائی کر لیں۔"

چند مشرکین کا خندق عبور کرنا:

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان مقابلے پر جمے ہوئے تھے۔ اور ان کے دشمن بھی ان کے محاصرہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ مگر دونوں طرف سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ البتہ قریش کے چند شہسوار جن میں بنی عامر بن لوی کا ایک فرد عمرو بن عبدود بن ابی قیس۔

حضرت ابن ہشام نے کہا اسے عمرو بن عبد بن ابی قیس بھی کہا جاتا ہے......... حضرت ابن اسحاق نے کہا عکرمہ بن ابی جہل مخزومی سیبرہ بن ابی وہب مخزومی اور بنی محارب بن فہر کا ایک فرد ضرار بن خطاب شاعر ابن مرداس شامل تھے۔ جنگ کے لیے آمادہ ہوئے۔ پھر وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے۔ اور بنی کنانہ کی منازل کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا! اے بنی کنانہ! جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آج شہسوار کون ہیں۔ پھر وہ آگے بڑھے، ان کے گھوڑے لمبے لمبے قدم ڈال کر تیز دوڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ خندق پر آ رکے۔ جب انہوں نے خندق دیکھی تو کہنے لگے بخدا! یہ ایسی جنگی منصوبہ بندی ہے جو اہل عرب نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمرو بن عبدود کے ساتھ مقابلہ:

حضرت ابن اسحاق نے کہا پھر انہوں نے خندق کی ایک تنگ کا قصد کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر خندق پار کر گئے۔ پھر خندق اور جبل سلع کے درمیان شوریلی زمین میں چکر لگانے لگے۔ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام مسلمان کی ایک جماعت لے کر نکلے۔ یہاں تک کہ خندق کے اس حصے پر قبضہ کر لیا جہاں سے دشمن کے گھوڑوں نے اسے عبور کیا تھا۔ دشمن کے گھوڑے تیزی سے ان کی طرف بڑھے۔ عمرو بن عبدود غزوہ بدر میں بھی لڑ چکا تھا۔ یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا تھا اس لیے غزوہ احد میں شریک نہ ہوا لیکن غزوہ خندق کے روز ایک امتیازی نشان لگا کر آیا تھا تاکہ اسے پہچانا جا سکے جب وہ اور اس کے شہسوار وہاں رکے تو اس نے للکارا:

من یبارزنی

"کون میرے ساتھ مقابلہ کرے گا؟"

یہ سن کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے پر نکلے اور اس سے فرمایا اے عمرو! تو نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا ہے۔ کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو ان میں سے ایک تو ضرور دے گا۔" اس نے کہا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا:

Marfat.com

فانی ادعوك الی اللّٰه والی رسوله والی الاسلام

”پھر میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر لے۔“

اس نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر میں تجھے مقابلہ کے میدان میں اترنے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا اے میرے بھتیجے! قسم بخدا! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تجھے قتل کروں۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا لیکن بخدا! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تمہیں قتل کروں۔ یہ سن کر وہ غصہ سے دیوانہ ہو گیا اور اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگا دی، اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کے منہ پر تلوار ماری پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آگے بڑھا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی اور باہم مقابلہ کیا۔ آخر کار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے سوار شکست کھا کر خندق کو پار کرتے ہوئے بھاگ گئے۔

سیدنا علیؓ کے اشعار:

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اس وقت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار فرمائے۔

نصر الحجارة من سفاهة رايه

و نصرت رب محمد بصوابی

”عمرو بن عبدود نے اپنی رائے کی حماقت کی وجہ سے پتھروں کی مدد کی اور میں نے عقل و ہوش سے کام لیتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردگار کی مدد کی۔“

فصلا رب حين تركته متجدلك

كالجلاع بين ركاوت وروابی

”میں وہاں سے نکلا اس حالت میں کہ میں نے اسے نرم ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں میں درخت کے مڈھ کی طرح مٹی میں لت پت چھوڑا۔“

و عففت عن اثوابه و لوانني

كنت المقطر بزني اثوابی

اور میں نے اس کے کپڑوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ (کیونکہ میرا مقصد مال غنیمت لوٹنا نہ تھا) اور اگر میرے جسم پر کپڑے ہوتے (اور میں یوں مارا جاتا) تو وہ میرے کپڑوں کو لوٹ کر لے جاتا۔

لاتحسبن اللّٰه خاذل دينه

ونبيه يامعشر الاحزاب

”اے مشرکوں کے گروہ! تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔“

Marfat.com

غروب آفتاب کے بعد:

حملہ آوروں میں سے نوفل بن عبداللہ بن حمزہ خندق کو عبور کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ایسا چابک رسید کہ اپنے ساتھ گھوڑے کو بھی موت کے اندھیرے کنوئیں میں اوندھے منہ گرا لیا۔ ابوسفیان نے نوفل کی لاش حاصل کرنے کے لیے دیت میں ایک سو اونٹ پیش کیے۔ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھکراتے ہوئے فرمایا، خبیث کی دیت ناقابل قبول ہے۔ اس کی لاش مٹی میں دبا دی گئی۔

بنو قریظہ کی حرکتیں اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی بہادری:

حملہ آوروں نے رات کے وقت بہت بڑا الاؤ دہکایا۔ جس کے شعلوں سے مسلمانوں کو ڈرانا مقصود تھا۔ اسی رات بنو قریظہ کے بہادر قلعوں اور برجیوں سے نکل کر شہر میں گشت کرنے لگے۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعے میں تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی عورتوں اور بچوں میں ہمارے ساتھ قلعے کے اندر تھے۔ ہمارے پاس سے ایک یہودی گزرا۔ اس نے قلعے کے اردگرد گھومنا شروع کر دیا۔ اس وقت بنو قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ کر برسرپیکار تھے۔ اور ہمارے درمیان کوئی مرد نہ تھا جو ہماری مدافعت کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمان اپنے دشمن کے محاذ پر تھے۔ اور وہ اس حالت میں نہ تھے کہ اگر ہم پر کوئی حملہ آور آ جاتا تو دشمن کو چھوڑ کر ہمارا دفاع کر سکیں۔ میں نے کہا اے حسان! جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ یہودی قلعے کے اردگرد گھوم رہا ہے۔ بخدا! مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر ہمارے چھپنے کی جگہ پر مطلع کر دے گا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہماری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے آپ نیچے اتریں۔ اور اس یہودی کا کام تمام کر دیں۔ انہوں نے کہا:

یغفر اللّٰہ لك یا ابنۃ عبد المطلب واللّٰہِ لَقَدْ عرفت ما انا بصاحب ھذا۔

''اے عبدالمطلب کی صاحبزادی! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے! بخدا آپ جانتی ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں۔'' حضرت صفیہ فرماتی ہیں جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ جواب دیا اور میں نے دیکھا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ تو میں نے اپنا کمربند کس کر باندھ لیا۔ پھر ایک لٹھ اٹھالی اور قلعے سے نکل کر اس کی طرف نیچے اتر آئی۔ میں نے وہ لٹھ اس یہودی کو دے ماری جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر جب میں اس سے فارغ ہو کر قلعہ میں واپس آئی تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسان! آپ نیچے جائیں۔ اور اس کا لباس اتار کر لائیں۔ میں خود اس کا لباس اتار لاتی۔ مگر اس کا مرد ہونا میرے لیے مانع ہے۔ انہوں نے کہا: اے عبدالمطلب کی صاحبزادی! مجھے اس کے لباس کی کوئی ضرورت نہیں۔

نعیم کا قبول اسلام:

حضرت ابن اسحاق نے کہا: دشمن کے باہمی تعاون اور اوپر نیچے سے یورش کے باعث پیدا ہونے والے جس خوف اور شدت کا وصف اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ثابت

Marfat.com

قدم رہے۔ پھر یہ ہوا کہ حضرت نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن بلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اسلام قبول کر چکا ہوں لیکن میری قوم کو میرے اسلام کا حال معلوم نہیں۔ اب آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم ہمارے اندر واحد آدمی ہو جو اگر کر سکو تو کسی طرح ہماری طرف سے دشمن میں انتشار پیدا کر دو فان الحرب خدعة کیونکہ جنگ مغالطے کا نام ہے۔''

نعیم رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کے پاس

حضرت نعیم بن مسعود بنی قریظہ کے پاس آئے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ ان کے ندیم تھے۔ آپ نے کہا: اے بنی قریظہ! میری جو دلی محبت اور خصوصی تعلقات تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کا تمہیں بخوبی علم ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا ہے۔ ہمیں تم سے کسی قسم کا شبہ نہیں۔ پھر آپ نے ان سے کہا: قریش اور غطفان تمہاری طرح نہیں ہیں۔ یہ شہر تمہارا شہر ہے تمہارے اموال، تمہارے بیٹے اور عورتیں سب یہیں ہیں۔ تم کسی حالت میں انہیں چھوڑ کر کسی اور جگہ نہیں جا سکتے۔ قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اور تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف ان کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ حالانکہ ان کا شہر، ان کے اموال اور ان کی عورتیں یہاں نہیں ہیں۔ اس لیے وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ اگر انہیں موقع ملا۔ تو وہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیں گے بصورت دیگر وہ اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے۔ اور تمہیں اپنے شہر میں اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رحم وکرم پر تنہا چھوڑ دیں گے۔ حالانکہ اگر انہوں نے تمہیں تنہا پالیا تو تمہارے اندر اس شخص کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اس لیے تم اس قوم کے ساتھ مل کر اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک ان کے چند مقتدر لوگ ان سے بطور یرغمال نہ لے لو۔ جب وہ لوگ تمہارے قبضہ میں ہوں گے۔

تو تمہیں ان کے ساتھ مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جنگ کرتے وقت اعتماد حاصل رہے گا۔ حتیٰ کہ تم ان کا خاتمہ کر دو۔

اس پر بنو قریظہ کہنے لگے لقد اشرت بالرای ''تم نے ہمیں صحیح مشورہ دیا ہے۔''

نعیم رضی اللہ عنہ قریش کے ہاں

پھر وہاں سے نکل کر آپ قریش کے پاس آئے اور ابوسفیان اور اس کے ساتھ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں سے کہا: میری تمہارے ساتھ جو دلی محبت ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو قطع تعلقی ہے۔ اسے تم خوب جانتے ہو۔ مجھے ایک خبر ملی ہے۔ تمہاری خیر خواہی کے باعث میں نے اپنا فرض سمجھا ہے۔ کہ اسے تم تک پہنچا دوں لیکن تم اسے صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ حضرت نعیم نے کہا: یہ بات خوب سمجھ لو کہ گروہ یہود نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کیے ہوئے معاہدہ دوستی کے جو کچھ کیا ہے۔ اس پر وہ بڑے پچھتا رہے ہیں۔ انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کہلا بھیجا ہے کہ ہم اپنے اس فعل پر بہت شرمندہ ہیں۔ کیا آپ اس طرح راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش اور غطفان کے دونوں قبیلوں کے چند مقتدر لوگ ان سے لے کر تمہارے حوالے کر دیں اور آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر ہم

Marfat.com

آپ کے ساتھ مل کر ان کے باقی ماندہ لوگوں پر حملہ کر کے ان کی جڑیں کاٹ دیں۔
محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ اگر یہودی تم سے بطور رہن چند آدمی طلب کرنے کے لیے اپنا پیغام بھیجیں تو اپنا ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرنا۔ پھر وہاں سے نکل کر آپ غطفان کے پاس آئے۔ اور انہیں کہا کہ اے گروہ غطفان! بے شک تم میری اور میرا قبیلہ ہو اور سب لوگوں سے زیادہ میرے محبوب ہو میں نہیں سمجھتا کہ تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہو۔ انہوں نے کہا: ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ آپ نے کہا: پھر میری اس بات کو صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے۔ بتاؤ تمہارا کیا حکم ہے۔ پھر آپ نے انہیں وہی بات کہی جو آپ نے قریش کو کہی تھی۔ اور انہیں اس طرح ڈرایا جیسے قریش کو ڈرایا تھا۔

گروہوں میں انتشار:

شوال 5ھ ہفتہ کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر یہ صورت پیدا کر دی کہ ابوسفیان بن حرب اور رؤسائے غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو قریش اور غطفان کے چند لوگوں کے ساتھ بنی قریظہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بنو قریظہ سے کہا: ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے ہیں۔ اس لیے صبح تم لوگ بھی جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مقابلہ کر کے اس مخمصہ سے فارغ ہو سکیں۔ یہودیوں نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج ہفتہ ہے۔ ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے۔ ہمارے کچھ لوگوں نے اس روز نئی بات پیدا کی تھی۔ ان کا جو انجام ہوا وہ تم لوگوں پر مخفی نہیں۔ نیز ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس وقت تک جنگ نہیں کریں گے۔ جب تم اپنے چند آدمی ہمارے پاس بطور رہن نہ بھیج دو۔ جو ہمارے قبضے میں رہیں۔ تا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ کرتے وقت ہمیں اعتماد حاصل ہو، کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر جنگ نے تمہیں چبا ڈالا اور لڑائی تم سے پر دشوار ہو گئی تو تم ہمیں چھوڑ کر دامن سنبھالتے ہوئے اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ گے جبکہ وہ شخص (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے شہر میں ہے۔ ہم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ جب وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ان کو جا کر بتائی تو قریش اور غطفان کہنے لگے: بخدا! نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی۔ وہ درست ہے۔ تم بنی قریظہ کو یہ پیغام بھیج دو کہ بخدا! ہم اپنا ایک آدمی بھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ اگر تم لڑائی کا ارادہ رکھتے ہو تو نکلو اور جنگ کرو۔ جب قریش اور غطفان کے قاصدوں نے بنی قریظہ کو یہ پیغام پہنچایا۔ تو انہوں نے بھی کہا: نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی وہ درست ہے۔ ان لوگوں کا مقصد صرف جنگ کرنا ہے۔ اگر انہیں موقع ملا تو لوٹ مار کریں گے۔ بصورت دیگر وہ دامن سنبھال کر اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمہیں تمہارے شہر میں اس شخص کے ساتھ تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس لیے قریش اور غطفان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بخدا! ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ تم ہمیں اپنے آدمی بطور یرغمال دو۔ قریش اور غطفان نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان انتشار پیدا کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسم سرما کی شدید سرد راتوں میں ان پر ایسی تیز آندھی بھیج دی کہ ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں۔ اور خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔
پھر ابوسفیان نے کہا: اے گروہ قریش! بخدا! اب تم مزید یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

بنو قریظہ نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ اور ان کی طرف سے ہمیں ایسا مقام پہنچ چکا ہے۔ جو ہمیں بہت ناپسند ہے۔ اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہمیں ایسی سخت آندھی کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ نہ ہماری کوئی ہانڈی قائم رہی ہے نہ ہماری آگ ٹھہر رہی ہے۔ اور نہ ہمارا کوئی خیمہ برقرار رہا ہے۔ اس لیے سب کوچ کرو، میں تو جا رہا ہوں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کی طرف اٹھا، اونٹ رسی سے بندھا ہوا تھا۔ وہ اس پر بیٹھ گیا اور اسے مارنے لگا۔ اونٹ اسے لے کر تین بار اچھلا کودا مگر بخدا اس کی رسی کھڑے کھڑے ہی کھل گئی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میرا یہ عہد نہ ہوتا کہ میں واپس آنے تک کچھ نہ کروں گا تو میں چاہتا تو اسے تیر مار کر قتل کر دیتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کا جاسوسی کے لیے جانا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ مشرکین میں اختلاف رونما ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا اتحاد پارہ پارہ کر دیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں مشرکین کی طرف بھیجا تاکہ وہ دیکھ کر آئیں کہ رات کو وہ لوگ کیا کرتے رہے۔

حضرت یزید بن زیاد نے حضرت محمد بن کعب قرظی کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا کوفہ کے ایک شخص نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو عبداللہ! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا ہاں اے میرے بھتیجے! اس نے پوچھا: تو تم لوگ کیسا برتاؤ کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: بخدا ہم (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے لیے) کوشاں رہتے تھے۔ کوفی نے کہا: بخدا! اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالیتے تو آپ ﷺ کو زمین پر نہ چلنے دیتے اور اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے بخدا! میں نے غزوہ خندق میں وہ منظر دیکھا ہے کہ ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کون شخص ہے جو کھڑا ہو کر جائے اور دیکھے کہ ان لوگوں نے کیا کیا ہے۔ پھر لوٹ کر ہمیں بتائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرط لگا رہے تھے کہ جو واپس آ کر بتائے گا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں گا کہ ''وہ شخص جنت میں میرا رفیق ہو۔'' خوف، بھوک اور سردی کی شدت کے باعث کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا۔ جب کوئی بھی نہ اٹھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا۔ آپ کے بلا لینے تو میرے لیے اٹھ کر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ پھر فرمایا: اے حذیفہ! جاؤ اور ان لوگوں میں گھس کر دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اور کچھ نہ کرنا یہاں تک کہ ہمارے پاس لوٹ آؤ۔ چنانچہ میں گیا اور کفار میں داخل ہو گیا۔ ہوا آندھی اور اللہ تعالیٰ کا لشکر اپنا کام کر رہے تھے۔ آندھی ان کی ہانڈیوں، آگ اور زخمیوں کو بکھیر رہی تھی۔ ابوسفیان کھڑا ہوا اور کہا اے گروہ قریش! ہر شخص دیکھے اس کے پاس کون بیٹھا ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: فلاں بن فلاں۔

پھر جب ظہر کا وقت ہوا تو جیسا کہ مجھ سے حضرت زہری نے بیان کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ ایک خچر پر سوار تھے۔ جس پر کجاوہ تھا اور کجاوے کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔

Marfat.com

آپ نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: ملائکہ نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور وہ ابھی قوم کفار کے تعاقب سے واپس نہیں لوٹے۔ اللہ عزوجل آپ کو حکم دیتا ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بائیں سمت بنی قریظہ کی طرف بڑھیے۔ میں بھی جا رہا ہوں اور ان میں زلزلہ برپا کرنے والا ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کا حکم دیا۔ اس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا۔

من کان سامحا مطیعا فلا یصلین العصر الا فی بنی قریظة

''جو شخص سننے والا اور اطاعت گزار ہو وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں ہی ادا کرے۔''

بنو قریظہ کا محاصرہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم دے کر بنی قریظہ کی طرف پہلے بھیج دیا۔ جھنڈے کو دیکھ کر بنی قریظہ کے لوگ دوڑ پڑے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چلتے چلتے جب ان کے قلعوں کے قریب پہنچے تو اندر سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک گستاخانہ بات سنی۔ چنانچہ آپ فوراً واپس آئے راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا ان خبیثوں کے قریب جانا مناسب نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیوں؟ میرا خیال ہے تم نے ان سے میرے لیے کوئی اذیت والی بات سنی ہے؟ آپ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ مجھے دیکھتے تو ایسی کوئی بات نہ کہتے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قلعوں کے قریب ہوئے تو فرمایا: اے بندروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا۔ اور تم پر اپنا عذاب اتارا؟ انہوں نے جواب دیا اے ابوالقاسم! تم اس بات سے ناواقف نہیں۔

اب مزید مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل گئے ان میں کچھ لوگ نماز عشاء کے بعد پہنچے۔ اب مجاہدین آتے جا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ کا حکم نافذ فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچیس راتیں بنی قریظہ کا محاصرہ کیے رکھا یہاں تک کہ اس محاصرہ نے ان کی کمر توڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

قریش اور غطفان کی واپسی کے وقت حیی بن اخطب کعب بن اسد کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے بنی قریظہ کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہو گیا۔

محاصرہ ابولبابہ کا واقعہ:

پھر یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ بنی عمرو بن عوف جو قبیلہ اوس کے حلیف تھے کے فرد ابولبابہ بن عبدالمنذر کو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کر سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کے پاس بھیج دیا۔ جب انہوں نے انہیں آتے دیکھا تو سارے مرد تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں نے ان کے گرد حلقہ بنا کر رونا شروع کر دیا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ابولبابہ کا دل پسیج گیا۔ انہوں نے

Marfat.com

پوچھا: اے ابولبابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں؟ آپ نے (زبان سے تو) کہا ہاں اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا کہ آپ کا فیصلہ نہیں ہے۔ ابولبابہ کہتے ہیں بخدا! ابھی میرے قدم اسی جگہ پر تھے کہ مجھے احساس ہو گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت کی ہے۔ پھر ابولبابہ وہاں سے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بجائے سیدھے مسجد کی راہ لی۔ وہاں جا کر اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ اور کہا میں اسی ستون کے ساتھ بندھا رہا ہوں گا۔ اور اس جگہ سے نہیں جاؤں گا جب اللہ تعالیٰ میرا قصور معاف نہ کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ میں پھر بنی قریظہ کے ہاں کبھی نہیں جاؤں گا۔ اور اس شہر میں کبھی دکھائی نہیں دوں گا۔ جہاں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ان کے حق میں ذیل کی آیات نازل فرمائی۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا واخر سيئا ط عسى الله ان يتوب عليهم ط ان الله غفور الرحيم۔ (سورۃ توبہ: آیت 102)

کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا، انھوں نے ملا جلا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کی توبہ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد سوئم)

کعب بن اسد کی اپنی قوم کو نصیحت:

پھر جب انہیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا قلع قمع کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے تو کعب بن اسد نے انہیں کہا: اے گروہ یہود! جو مصیبت تم پر نازل ہو چکی ہے۔ اسے تم دیکھ رہے ہو۔ میں تم پر تین تجویزیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جو چاہو اختیار کر لو۔ انہوں نے پوچھا وہ تجویزیں کیا ہیں؟ اس نے کہا (پہلی تجویز یہ ہے کہ) ہم اس شخص کی اطاعت قبول کر لیں۔ اور اس کی تصدیق کر دیں۔ قسم بخدا! اب تم پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ نبی مرسل ہیں۔ اور یہ وہی رسول ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔ اس طرح تم اپنی جانیں، اپنے اموال، اپنی اولاد اور عورتیں سب محفوظ کر لو گے۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تورات کا حکم کبھی نہیں چھوڑ سکتے اور نہ اس کے بجائے کوئی دوسری چیز اختیار کر سکتے ہیں اس نے کہا کہ اگر تم میری اس تجویز کا انکار کرتے ہو تو آؤ (پہلے) ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر ڈالیں اور پھر تلواریں بے نیام کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کے مقابلہ میں نکل کھڑے ہوں اور کوئی آدمی پیچھے نہ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ پس اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہو گئے۔ ہم اپنے پیچھے اپنی نسل نہ چھوڑیں گے۔ جس کا ہمیں کوئی اندیشہ ہو۔ اور اگر ہم غالب آ گئے تو مجھے اپنی جان کی قسم! ہمیں عورتیں اور بچے اور مل جائیں گے۔ یہودیوں نے جواب دیا ہم ان مسکینوں کو قتل کریں۔ ان کے بعد زندگی کا کیا لطف؟ اس نے کہا: اگر تم میری اس تجویز کا بھی انکار کرتے ہو تو (میری آخری تجویز یہ ہے کہ) آج سبت کی رات ہے توی امید ہے کہ اس رات کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہم سے بالکل بے خوف وخطر بیٹھے ہوں گے ان پر

Marfat.com

بلہ بول دیں۔ ہوسکتا ہے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اوران کے اصحاب کوفریب دے سکیں۔ انہوں نے کہا ہم سبت کی بے حرمتی کریں۔ اوراس میں ایسی بدعت کریں۔ جواس سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ مگر جن لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی ان کا تمہیں علم ہے اوراس کے نتیجے میں انہیں جو مسخ کی سزا ملی وہ بھی تم پر پوشیدہ نہیں۔ اس نے کہا تم میں سے کوئی شخص بھی جب سے پیدا ہوا ہے۔ ایک بھی ایسی رات نہیں گزار سکا۔ جس میں وہ اپنے کام پر عزم کر چکا ہو۔

بنی اوس کا ایک وفد:

پھر جب صبح ہوئی تو بنوقریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب بنی اوس کا ایک وفد دوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ یہ قریظہ ہمارے حلیف ہیں نہ کہ قبیلہ خزرج کے۔ کل آپ نے ہمارے بھائیوں کے حلیفوں کے متعلق جو فیصلہ فرمایا اسے آپ جانتے ہیں۔ بنی قریظہ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوقینقاع کا محاصرہ فرمایا تھا۔ وہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے توان کے بارے میں عبداللہ بن ابی بن سلول نے سفارش کی تھی۔ اس کی سفارش پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جان بخشی فرمادی تھی۔ جب اوس قبیلہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے گروہ اوس! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہارے قبیلہ میں سے کوئی شخص ان کے متعلق فیصلہ کردے؟ انہوں نے عرض کیا بجا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو یہ معاملہ سعد بن معاذ کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مسجد کے قریب قبیلہ اسلم کی ایک رفیدہ نامی خاتون کے خیمے میں ٹھہرایا ہوا تھا۔ جو آپ کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں اور جس مسلمان کو جو تکلیف پہنچتی اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو خندق میں تیر لگا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کو فرمایا تھا کہ انہیں رفیدہ کے خیمہ میں ٹھہراؤ تاکہ میں قریب ہی سے ان کی عیادت کرسکوں۔ چنانچہ جب بنی قریظہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم مقرر فرمایا توان کے قبیلہ کے افراد ان کے پاس آئے اور ایک گدھے پر جس پر انہوں نے چمڑے کا ایک گدا بچھا رکھا تھا، سوار کیا۔ آپ ایک جسیم اور خوبصورت آدمی تھے۔ پھر وہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے۔ راستے میں وہ آپ کو کہتے رہے اے ابوعمرو! اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھا فیصلہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ معاملہ آپ کے سپرد اسی لیے کیا ہے کہ آپ ان کے بارے میں اچھا فیصلہ کریں۔ جب ان لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا:

لَقَدْ ان لِسَعْدٍ اَنْ لَّا تَاْخُذَہٗ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ۔

''اب سعد کا ایسا وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کسی کی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے متاثر نہ کرے۔

یہ سن کر ان کی قوم کا ایک شخص ان کے ساتھ چھوڑ کر بنی عبدالاشہل کے محلہ میں واپس چلا گیا۔ اور حضرت سعد کے پہنچنے سے پہلے بنی قریظہ کے لوگوں کی موت کی خبر سنادی کہ حضرت سعد سے اس نے ان کے بارے میں یہ بات سنی ہے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے پاس پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا:

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ

''اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔''

قریش کے مہاجرین نے تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد صرف انصار ہیں۔ مگر انصار نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم عام ہے۔ چنانچہ وہ ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور کہا: اے ابو عمرو! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنے حلیفوں کے معاملہ کا حکم مقرر فرمایا ہے۔ تاکہ آپ ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کا میثاق لازم ہے۔ بتاؤ ان کے بارے میں میں جو فیصلہ کروں گا۔ وہی فیصلہ قائم رہے گا؟ انہوں نے کہا ہاں پھر حضرت سعد نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا جو اس کونے میں بیٹھے تھے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حضرت سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کی وجہ سے چہرہ دوسری طرف رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس جواب دیا ہاں۔ حضرت سعد نے فرمایا: پھر میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان کے اموال تقسیم کر دیئے جائیں اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد سے فرمایا:

لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْهِمْ بِحُکْمِ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ اَرْقِعَةٍ

''بے شک تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ فرمایا ہے۔''

بنی قریظہ میں اس فیصلہ کا نفاذ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر بنی قریظہ کو قلعے سے اترنے کا حکم دیا گیا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت بنت حارس کے گھر میں محبوس کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کے اس بازار کی طرف نکلے۔ جو آج بھی مدینہ کا بازار ہے۔ وہاں چند گڑھے کھدوائے۔ پھر بنی قریظہ کو وہاں لائے اور ان کی گردنیں اڑا کر ان کی لاشیں ان گڑھوں میں پھینک دیں انہیں وہاں ٹولیوں کی صورت میں لایا جاتا ان میں حیی بن اخطب اور ان کا سردار کعب بن اسد بھی تھا، ان کی تعداد چھ یا سات سو تھی۔ اور ان کی تعداد بڑھانے والے کہتے ہیں کہ وہ آٹھ اور نو سو کے درمیان تھے۔ جب یہود ٹولیوں کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لائے جا رہے تھے تو انہوں نے کعب بن اسد سے پوچھا اے کعب! ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس نے کہا کیا ہر موقع پر تم لوگ سمجھ نہیں پاتے؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو بلا کر لے جاتا ہے۔ رکتا ہی نہیں اور تم میں سے جس کو لے جاتا ہے وہ واپس نہیں لوٹتا بخدا! قتل کیا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فارغ ہو گئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے اسی انجام کی نشاندہی فرمائی ہے۔

وانزل الذین ظاهر وهم من اهل الکتاب من صیاصیهم وقذف فی قلوبهم الرعب فریقاً تقتلون وتاسرون فریقاً واورثکم ارضهم دیارهم واموالهم وارضالم تطئوها

Marfat.com

وکان اللّٰہ علی کل شئ قدیراً۔ (27-26:33)

بنو قریظہ کو سعد رضی اللہ عنہ سے ایسی امید نہ تھی بلکہ انہیں یقین تھا کہ جس طرح ماضی میں عبداللہ بن ابی منافق نے بنو قینقاع کی سفارش کر کے ان کا خون معاف کروایا تھا۔ اسی طرح سعد رضی اللہ عنہ ہماری بھی جان بخشی کروا دیں گے۔ لیکن بنو قینقاع اور قریظہ دونوں کا معاملہ بالکل متضاد تھا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سامنے وہ حقیقی منظر تھا۔ جب یہی لوگ کفار کو مدینہ منورہ میں چور دروازے سے داخل ہونے کا راستہ دے رہے تھے۔ اگر اس وقت یہ لوگ کامیاب ہو جاتے تو مدینہ منورہ میں مسلمان کی پود بھی نہ رہتی۔ ایک ایک مسلمان موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا اور کسی کی لاش مثلہ کے بغیر نہ چھوڑی جاتی۔ جیسا کہ کفار مکہ نے غزوہ احد میں کیا تھا۔

حیی بن اخطب کا قتل:

اور دشمن خدا حیی بن اخطب کو بھی لایا گیا، وہ ایک فقاحیہ حلیے میں ملبوس تھا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: فقاحیہ نقش و نگار کی ایک قسم ہے۔ اس نے وہ لباس ہر طرف سے انگلیوں کے پوروں کے برابر پھاڑ رکھا تھا۔ تاکہ کوئی اس کو چھین نہ سکے۔ اس کے دونوں ہاتھ ایک رسی کے ساتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگا: ''ہاں، خدا کی قسم! میں نے آپ کی عداوت کے بارے میں اپنے نفس کو کبھی ملامت نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل و رسوا کرے وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا لوگو! اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں، یہ ایک حکم الٰہی تھا، ایک مقدر تھا ایک سزا تھی۔ جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر لکھ رکھی تھی، پھر وہ بیٹھ گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

زبیر بن باطا قرظی کا واقعہ:

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ زبیر بن باطا کے پاس آئے۔ وہ بالکل بوڑھا ہو چکا تھا۔ آپ نے کہا: اے ابو عبد الرحمٰن! کیا تم نے مجھے پہچانا؟ اس نے کہا: کیا میرے جیسا آدمی تیرے جیسے آدمی کو فراموش کر سکتا ہے؟ حضرت ثابت نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارا احسان مجھ پر ہے۔ میں اس کا بدلہ چکا دوں۔ اس نے کہا: کریم النفس ہی کریم النفس کا بدلہ دیتا ہے۔ پھر حضرت ثابت بن قیس رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور التجا کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! زبیر کا مجھ پر ایک احسان ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کا بدلہ دے دوں۔ اس لیے حضور میری خاطر اس کا خون بخش دیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری خاطر بخش دیا۔ حضرت ثابت نے آ کر اسے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری خاطر تیرا خون بخش دیا ہے، پس تمہارا خون تمہاری ملکیت ہے۔ وہ بولا: ایک پیر فرتوت جس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد وہ زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں، اس کی بیوی اور اس کی اولاد کو بھی بخش دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ بھی تمہارے ہیں۔ آپ نے جب اسے آ کر بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیری بیوی اور تیری اولاد کو بھی بخش دیا اب وہ بھی تیرے ہیں۔ وہ بولا: وہ گھرانہ جس کی حجاز میں کوئی جائیداد نہ ہو وہ کیسے زندہ رہے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم! اس کا مال بھی عنایت فرما دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ بھی تیرا ہے حضرت ثابت نے آ کر اسے مطلع کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرا مال بھی تجھے عنایت فرما دیا ہے، اب وہ بھی تیرا ہے۔ اس نے پوچھا: اے ثابت! اس شخص پر کیا گزری جس کا چہرہ چینی آئینہ کی مانند شفاف تھا کہ محلے کی کنواری لڑکیاں اس میں اپنا چہرہ دیکھتی تھیں۔ یعنی کعب بن اسد؟ آپ نے بتایا کہ وہ تو قتل کر دیا گیا۔ پھر اس نے پوچھا: شہروں اور دیہات کے سردار حیی بن اخطب کا کیا بنا؟ آپ نے بتایا اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ اس نے پوچھا، اس شخص پر کیا گزری کہ جب ہم حملہ کرتے تھے تو وہ مقدمۃ الجیش میں ہوتا تھا اور جب ہم بھاگتے تھے تو وہ پیچھے رہ کر ہماری حفاظت کرتا تھا۔ یعنی عزال بن سموأل؟ آپ نے بتایا: وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پھر اس نے دریافت کیا: دو مجلسوں یعنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کا کیا بنا؟ آپ نے بتایا وہ بھی ختم ہو گئے، قتل کر دیئے گئے۔ زبیر کہنے لگا اے ثابت! پھر میں تجھے اس احسان کا واسطہ دیتا ہوں جو میرا تجھ پر ہے کہ مجھے بھی ان لوگوں سے ملا دو، بخدا! ان کے چلے جانے کے بعد اب زندگی میں کوئی لطف نہیں۔

فَمَا اَنَا بِصَابِرٍ لِلّٰهِ فَتْلَةَ دَلْوٍ نَاضِحٍ حَتّٰى اَلْقَى الْاَحِبَّةَ

"میں بھرے ہوئے ڈول کا پانی حوض میں ڈالے جانے کی دیر بھی نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ اپنے پیاروں سے ملاقات کر لوں۔"

چنانچہ حضرت ثابت نے آگے کیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

بنی قریظہ کی ایک مقتولہ عورت:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے! کہ آپ نے فرمایا: ایک عورت کے سوا بنی قریظہ کی کسی عورت کو قتل نہ کیا گیا۔ آپ فرماتی ہیں: بخدا! وہ عورت میرے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں اس کے قبیلہ کے لوگوں کو قتل کروا رہے تھے۔ اچانک کسی پکارنے والے نے اس کا نام پکارا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا بخدا! یہ تو میں ہوں، میں نے اسے کہا تیرا برا ہو۔ تجھے کیا ہو گیا اس نے کہا مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا: ایک جرم کی بناء پر جو میں نے کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس اسے لے جایا گیا۔ اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: بخدا! میں اس پر تعجب کو نہیں بھول سکتی، وہ بالکل خوش باش تھی اور خوب ہنس رہی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ قتل کی جانے والی ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد سوئم)

یہود بنو قریظہ کا قتل:

دراصل بنو قریظہ کا قتل ان کے دینی پیشوا حیی بن اخطب کی گردن پر ہے۔ جو خود بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ حیی وہ مجرم تھا جس نے پہلے وہ معاہدہ ختم کیا۔ جو اس نے اپنی قوم بنو نضیر کو ساتھ لے کر مدینہ سے جلا وطنی کے وقت کیا تھا۔ اور جس معاہدہ کی بدولت بنو نضیر میں سے ایک متنفس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قتل نہیں کیا گیا۔ لیکن حیی بن اخطب نے عہد شکنی کی۔ قریش مکہ کے کفار کو ابھارا۔ بنو غطفان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ تمام عرب میں ایک طرف سے لے کر دوسری طرف تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف آگ بھڑکا دی۔ ...

Marfat.com

ان ہی سازشوں سے مسلمان اور یہودیوں کے درمیان دشمنی کا پودا پلا بڑھا تناور درخت بنا اور چاروں طرف پھیل گیا۔ یہود کے دلوں کی حالت اسی طرح ہوگئی جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو ملیا میٹ کیے بغیر ان کا دم گھٹ رہا ہو۔ پھر تمام عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے بھڑکانے کے بعد بنو قریظہ نے عہد شکنی کا وہ نا قابل معافی جرم کیا۔ جس کی مثال عرب میں کیا دنیا میں نہیں ملتی۔

اگر بنو قریظہ مذکورہ سازشوں کے محرک نہ ہوتے تو ان سے مسلمانوں کے الجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اگر یہ قلعہ بند ہو کر جنگ شروع نہ کر دیتے یا اس موقع پر اپنے آپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیتے۔ تو ان کی گردنیں مارے جانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اموال کی تقسیم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ کے اموال اور ان کی عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ یاد رہے کہ اس روز سواروں اور پیادہ لوگوں کے حصے مقرر ہوئے اور آپ نے خمس بھی نکالا۔ پس گھڑ سوار کو تین حصے ملے۔ دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ سوار کا۔ اور پیادہ کو جس کے پاس گھوڑا نہ تھا، ایک حصہ دیا گیا۔ واقعہ بنی قریظہ میں چھتیس گھڑ سوار تھے۔ یہ پہلا مال غنیمت تھا جس میں حصوں کا تعین ہوا اور خمس نکالا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی سنت کے مطابق اموال غنیمت کی تقسیم کا اصول قائم ہوگیا۔ اور جنگوں میں آپ کی یہی سنت قائم ہوگئی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عبد الاشہل کے فرد حضرت سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کے چند قیدی دے کر نجد بھیجا۔ انہوں نے وہاں انہیں فروخت کر کے اپنے لیے گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔

ریحانہ کا واقعہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی عورتوں میں سے بنی عمرو بن قریظہ کی ایک عورت ریحانہ بنت عمرو بن خناقہ کو اپنے لیے منتخب فرما لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک وہ آپ کی ملکیت میں آپ کے پاس رہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشکش کی تھی کہ وہ آپ کی زوجیت قبول کر کے اپنے آپ پر پردہ عائد کرے۔ ریحانہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی ملکیت میں ہی رہنے دیجئے۔ اس میں میرے لیے بھی اور آپ کے لیے بھی سہولت ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے گرفتار کیا تھا۔ تو اس نے اسلام سے انحراف کیا تھا اور یہودیت پر ہی ڈٹی رہی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کنارہ کش ہو گئے اور دل میں اس کے معاملہ کا خیال کیا۔ پھر ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔ فرمایا بے شک یہ ثعلبہ بن سعید کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا: رسول اللہ ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کے اس عمل پر آپ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام جلد سوئم)

☆☆☆

Marfat.com

بنو قریظہ کے خاتمہ سے صلح حدیبیہ تک

سوچ کا انداز رخ بدلا:

اٹھارویں فصل کی آخری لائنوں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ مدینہ منورہ سے لشکر کفار کی ہزیمت اور بنو قریظہ کے خاتمہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کرو دلی سکون و آرام نصیب ہوا۔ اور عرب کے گھر گھر میں مسلمانوں کے رعب کی دھاک نے اپنا قدم جما لیا۔

ادھر کفار کی سوچ میں تبدیلی رونما ہوئی۔ اب وہ اس طرح سوچنے لگے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں۔ اگر ان سے جھگڑا ختم کر دیا جائے۔ تو کیا حرج ہے۔ جبکہ مہاجرین میں سے بھی اکثر لوگ ہمارے بڑوں اور سربراہان قوم میں سے ہیں۔ اس ہی وجہ سے کچھ خارجی دباؤ کم ہوا تو دوسری طرف یہود کا خاتمہ ہونے سے داخلی زندگی بھی خطرات سے محفوظ ہو گئی۔ اس دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو پوری تندہی اور یکسوئی سے سرانجام دینے کے لیے ہر لحہ مصروف رہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے خلوص اور اپنی پوری توجہ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل سے اپنے ایمان کو اور زیادہ توانا کرنے میں ہر لحہ مصروف رہے۔

اجتماعی نظام:

ان چھ مہینوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ماننے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اجتماعی نظام کو نافذ کرنے کے لیے سعی کرتے رہے۔ عرب آج سے قبل اس نظام سے ناواقف تھے۔ لیکن عرب جیسی بہادر اور عقل مند قوم کو ایسے اجتماعی نظام کی بے حد ضرورت تھی۔ جو دین اسلام پر عمل پیرا ہوئی۔ اور اس کے دائرہ عمل اور مسائل دین و معاشرت میں بہت زیادہ ترقی ہو گئی۔ اسلام کے اس نظام اجتماعی کو ابتدائے خاکہ سے زیادہ اہمیت حاصل نہ تھی۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ماننے والے صحابہ کرام اس کی تکمیل میں اس حد تک کوشش کر رہے تھے کہ یہ اجتماعی نظام تمدن اپنے زمانہ کے ایرانی، رومی، مصری۔ ہندی غرض دنیا کے تمام نظامہائے اجتماعی کو کالعدم قرار دے کر بتدریج اس کمال کو پہنچ جائے جس کے بعد یہ آیت نازل ہونے کا امکان پیدا ہوا۔

الیوم اکملت دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (3:5)

آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دن مکمل کر دیا اور پسند کر لیا میں نے تمہارے لیے دین اسلام۔

Marfat.com

عرب کے شہر اور تمدن:

اسلام سے قبل ملک کے تمدن یا بدویت کے بارے میں جو رائے بھی ہو لیکن مجموعی طور پر بھی یہ بات ضرور بتائی جاتی ہے کہ مدینہ اور مکہ ملک کے دوسرے بڑے بڑے شہر یا بستیوں کے مقابلہ میں زیادہ متمدن تھے۔ تاریخی آثار اور قرآن پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان شہروں کے رہنے والے مرد اور عورتوں کے جنسی میلانات کا طریق چار پاؤں سے عمدہ نہ تھا۔ اسلام سے قبل عورتیں بناؤ سنگار کرتیں زینت کے مقامات کے ابھار میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتیں۔ قضائے حاجت کے لیے صحرا میں دور نکل جاتیں یہ عورتیں ٹولیوں کی صورت، دو دو یا تنہا بہر حال وہاں ان کے قدردان پہلے سے موجود ہوتے۔

اس زمانہ میں زنا پر کوئی پرسش نہ تھی۔ عشق و ہوس دونوں ان کی گھٹی میں تھے۔ عام دستور تھا کہ ایک ایک حسین مہ پارہ کے دسیوں باقاعدہ خاوند ہوتے۔ اور جب ایسی عورت کے ہاں بچے کا جنم ہوتا تو صرف نسب متعین کرنے کے لیے ان خاوندوں میں سے جس سے اس بچہ کا حلیہ ملتا مولود کو اس سے منسوب کر دیا جاتا ہے باقاعدہ کنیزوں اور بیویوں کا ہجوم بھی رکھتے تھے۔ لطف یہ ہے کہ ان کی کنیزیں اور بیویاں بھی ادھر اُدھر مبتلا رہتیں تھیں۔ جن کا علم شوہروں اور مالکوں کو بھی ہوتا تھا لیکن اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ ایک طرف تو یہ عالم تھا کہ مردوں نے عورت کے معاشقوں کے بارے میں ایک دوسرے کی ہر برائی اور ہر عیب کو چھپا رکھا تھا اور دوسری طرف یہ عالم تھا کہ دشمنی ہوتے ہی اپنی محبوبہ کا راز فاش کرنے پہ اتر آتے۔ عرب ہمیشہ سے افق کی چھت کے نیچے زندگی بسر کرنے والی قوم ہے۔ اور ہمیشہ سے ہی فکر معیشت کے لیے پریشان رہتے تھے۔ دوستی ہو، صلح ہو، دشمنی ہو یا جنگ ہو یہ قوم ان دونوں حالتوں میں مبالغہ آرائی ان کی گھٹی میں تھی۔ اگر ان کو کسی سے محبت ہوتی تو یہ اپنی محبوبہ کے حسن پر ایسے ایسے قصیدے پڑھتے تھے کہ یہاں تک کہ ان کو دیوی ثابت کر دیتے تھے۔ اور جیسے ہی دشمنی ہوتی تو ایسی صورت میں ان کے کردار پر بے حیائی کے دفتر کھول دیئے جاتے ہیں۔ جیسے برائی کے سوا اس میں کچھ اور ہے ہی نہیں۔ اس کی صاف و شفاف گردن کا نقشہ اس کے ابھرے ہوئے سینہ کا خاکہ ایسے لفظوں میں بیان کیا جاتا تھا شرم اپنا منہ نوچ لے۔ اسی طرح کمر اور اس کی چوڑائی سپائی جس کے بعد اس کی سرین (پیٹھ) کا پھیلاؤ غرض بدن کا کوئی حصہ نہیں جس کی ہجو اور مذمت نہ کی جاتی۔ ان قصیدوں میں شاعر عورت کی تعریف عورت سمجھ کر کرتا اور اس کی عزت و حرمت کا خیال نہ کرتے ہوئے جو دل میں آتا کہہ دیتا تھا۔

جو لوگ عرب کے تمدن پر فریفتہ ہیں۔ ان کے نزدیک ہمارے الفاظ مبالغہ پر محمول ہیں۔ وہ تو عرب کے زمانہ جاہلیت کے سر پر تمدن کا تاج رکھنے سے بھی کنارا کش نہیں ہوتے۔ ہمارے ہاں جو لوگ آج کل کے رسوم و رواج کے نہج پر خیال کرتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ معذور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ خیال بے بنیاد ہے۔ آج کل کے حالات کا مطالعہ کرنے والے اس زمانہ کے صحیح حالات کا موازنہ ہی کیسے کر سکتے ہیں۔ خصوصاً عورت اور مرد کے تعلقات ان کے باہمی روابط و ازدواجی زندگی یا طلاق سب آج سے مختلف تھے۔ اس کے علاوہ بھی عورت و مرد کے دوسرے معاملات و تعلقات کو اور دوسرے مشاغل کو لیجئے۔ اگر ان کو آج کے معیار پر پرکھا جائے تو یہ موازنہ و مقابلہ انتہائی غلطی کے مترادف ہوگا۔

ہمارے قیاس میں یہ مناسب ہے کہ ساتویں صدی کے مسیحی قوموں کے ساتھ بھی اس کا موازنہ نہ کیا جائے۔ اس زمانہ

Marfat.com

میں عرب نیم وحشی زندگی بسر کرنے کے باوجود شام اور یورپ میں بسنے والی مسیحی قوموں سے کافی حد تک بہتر تھے۔ (اس موازنہ میں چین و ہند کے تمدن سے ناواقف ہونے کی وجہ سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا

مغربی یورپ اور شمالی یورپ میں مسیحی قومیں تہذیب و تمدن سے اتنی دور تھیں کہ اگر انہیں صرف وحشی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

ساتویں صدی عیسوی میں روم کے تمدن کا یہ حال تھا کہ ایک طرف ان کو حامل شریعت ہونے کا فخر تھا اور سیاسی غلبہ کا غرور بھی کیونکہ ایران بھی ان کے ماتحت تھا۔ اس کے باوجود ان کے ہاں عورت کا شہری درجہ دور کی بات ہے۔ بدوی عورت کے مساوی بھی نہ تھا۔

روم میں عورت کا مقام:

ساتویں صدی کے مسیحی رومیوں کے ہاں زوجہ مرد کی ایسی ملکیت تھی جس کا استعمال اس کا خاوند ہر طرح سے کر سکتا تھا۔ وہ اسے مار بھی ڈالے تو مواخذہ سے بری تھا۔ خاوند کا اپنی زوجہ کو فروخت کر دینا تو کوئی بات ہی نہ تھی۔ شوہر کا یہ سلوک روی شریعت کے خلاف نہیں تھا۔ ایک ہی وقت میں وہ اپنے حقیقی والد کی دختر بھی ہے اور اس کی کنیز بھی۔ کل جب وہی قسمت کی ماری خاوند کے گھر آ گئی تو وہاں یہ بیوی بھی ہے اور باندی بھی۔ اس کی کوکھ سے جنم لینے والا بیٹا جب جوان ہوا تو خاوند کو اختیار ہے کہ وہ اس کی والدہ کو اس کی کنیز بنا دے۔ گویا عورت ایسی بے قیمت جنس تھی کہ بیوی اور والدہ بننے کے باوجود باندی بھی ہے۔ اور باندہ بھی صرف خدمت گار ہی نہیں بلکہ اسے مال مویشیوں کی طرح فروخت بھی کیا جا سکتا تھا۔

عورت ہر حال میں مردوں کے جنسی جذبات کی محرک رہی ہے۔ لیکن وہ اپنی عصمت و عفت کی خود مالکہ نہیں تھی۔ عورت صدیوں تک ناقابل اعتبار سمجھی جاتی رہی ہے۔ اس کا خاوند یا اس کا مالک جب سفر میں کہیں جاتا تو اسے زنا سے زبردستی باز رکھنے کے لیے عصمت کا غلاف جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اس کی کمر سے لیکر دونوں پیروں تک وہ غلاف اوڑھے رکھتا اور جب خاوند یا مالک واپس آتا تو اس غلاف کے بند کھولتا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب عرب میں عورت آج سے کہیں زیادہ بہتر زندگی بسر کر رہی تھی۔

مسیحی یورپ میں عورت کا مقام:

اس دور میں یورپ کے عیسویت اور بت پرستوں کے پجاریوں میں عورت کے ساتھ بدسلوکی کرنا کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا۔ حوا کی بیٹی کو یا تو خدمت گار اور کنیز کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا یا پھر شہوت رانی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا سب سے زیادہ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس زمانہ میں مسیحی علماء میں یہ بحث کی شروع ہوگئی کہ عورت میں انسانی روح ہے بھی یا نہیں۔ مردوں کی طرح عورت کا حساب کتاب بھی ہوگا یا نہیں۔

ذرا غور کریں کیا عورت، ایسا ہی حیوان تھی کہ اس میں انسان کی سی روح نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ سزا و جزا کی مستحق نہ ہو؟

Marfat.com

اسلام میں عورت کا مقام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے اس ذلیل ومظلوم گروہ کی وہ حق رسی ہوئی۔ کہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت کو عزت واحترام کے دربار میں مردوں کے برابر جگہ دی اور مذکورہ بالا مفاسد کا انسداد فرما دیا۔ اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسلام نے اسے بصورت ضرورت چار تک محدود کر دیا۔ اور چار کو بھی شرط عدل پر معلق رکھا۔ بصورت فقدان عدل صرف ایک پر مقصور کر دیا۔ مرد عورت پر حاکم ہے۔ اس لیے رعیت کا تعدد ایک حد تک جائز رکھا گیا۔ مگر حاکم کا تعدد جائز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ایک عورت کے متعدد شوہر نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید میں محرمات کی تفصیل موجود ہے جن میں ماں اور بیٹی داخل ہیں۔ (1)

اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (نسآء 3)

عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔

اگر عورت سرکشی اختیار کرے۔ تو مرد کو اسے قتل کرنے کا اختیار نہیں۔ بلکہ پہلے اسے سمجھائے۔ نہ سمجھے تو گھر میں اس سے جدا ہوئے پھر آخر درجہ مارے بھی تو نہ ایسا کہ ضرب شدید پہنچے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ج (نسآء:ع6)

جن عورتوں کی سرکشی کا تم کو ڈر ہو تو ان کو نصیحت کرو۔ اور خواب گاہ میں ان کو جدا کرو اور ان کو مارو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ۔ (2)

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے سب سے اچھا ہو اور میں اپنے اہل کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مردوں کو عورتوں کی کج خلقی پر صبر کی وصیت یوں فرماتے ہیں:

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّ اِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ۔ (3)

میں جو تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں۔ تم میری وصیت کو قبول کرو۔ کیونکہ عورت استخوان پہلو سے پیدا کی گئی ہے۔ اور استخوان پہلو میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کا حصہ بالائی ہے۔ اگر تم اس استخوان کو سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی۔ پس تم عورتوں

---

(1) سیرت رسول عربی ﷺ از مولانا نور بخش توکلی صاحب۔

(2) ترمذی و دارمی ابن ماجہ۔

(3) بخاری۔ بان خلق آدم وذریتہ

Marfat.com

کے بارے میں میری وصیت کو قبول کرو۔

عورتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت اس قدر تھی کہ اگر آپ نماز کی حالت میں کسی بچہ کی آواز سنتے ۔تو اس کی ماں کی شفقت کے خیال میں نماز میں تخفیف فرماتے۔ (1)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سیاہ فام غلام انجشہ نام تھے۔وہ اونٹوں کے آگے حُدی پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سفر میں ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔اونٹ تیزی چلنے لگے۔تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

وَیْحَکَ یَا اَنْجشۃ رُوَیْدَکَ بِالْقَوَارِیْرِ۔ (2)

انجشہ! دیکھنا۔شیشوں کو آہستہ لے چل۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق مکہ میں حضرت زبیر بن العوام کے نکاح میں آئیں۔حضرت زبیر کے پاس ایک گھوڑے اور ایک آبکش اونٹ کے سوا کوئی مال و مملوک نہ تھا۔اس لیے حضرت اسماء گھر کے کام کے علاوہ گھوڑے کے لیے گھاس لاتیں۔اور اونٹ کو کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کو کھلائیں۔چنانچہ آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں اس زمین سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ہجرت کے بعد اموال بنی نضیر میں سے) حضرت زبیر کو عطا فرمائی تھی۔اور جو میرے مکان سے دو میل کے فاصلے پر تھی کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاد کر لایا کرتی تھی۔ایک روز میں آرہی تھی۔اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں۔اس حالت میں میری نظر رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر پڑی۔آپ کے ساتھ انصار کی ایک جماعت تھی۔ آپ ﷺ نے مجھے آواز دی اور اونٹ کو بٹھا دیا تا کہ مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں۔مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرما گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے تشریف لے گئے۔کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابوبکر نے ایک خادمہ میرے پاس بھیج دی۔جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھیں۔اس طرح صدیق اکبر نے مجھ کو گویا غلامی سے آزاد کردیا۔ (3)

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں حضرت اسماء کا بیان ہے کہ ''میں حضرت زبیر کے ہاں گھر کا کام کیا کرتی تھی۔ان کا ایک گھوڑا تھا۔جس کی نگہبانی میرے ذمہ تھی۔گھوڑے کی نگہبانی سے زیادہ سخت اور کوئی خدمت نہ تھی۔میں اس کے لیے گھاس لاتی اس کی خدمت ونگہبانی کرتی۔'' کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس غلام آئے۔آپ نے ایک خادمہ حضرت اسماء کو عطا فرمائی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی۔ (4)

ہر دو روایت میں وجہ تطبیق یوں ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ باندی حضرت ابوبکر کے ہاں بھیج دی۔ تا کہ وہ حضرت اسماء کے پاس بھیج دیں۔

اسلام میں از روئے قرآن وحدیث عورتوں کے حقوق ثابت ہیں۔چنانچہ باری تعالیٰ عزاسمہ کا ارشاد ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرۃ ع 28)

---

(1) بخاری۔باب خلق آدم وذرینۃ۔

(2) بخاری باب الیجاز فی الصلوٰۃ وایمالیا۔

(3) بخاری، کتاب الادب۔

(4) صحیح بخاری۔کتاب النکاح، باب الغیرۃ

Marfat.com

اورعورتوں کا (مردوں پر) حق ہے جیسا کہ (مردوں کا) عورتوں پر ہے۔ ساتھ ان کے اور مردوں کو ان پر درجہ (فوقیت) ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں۔ جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ ازدواجی زندگی میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں اگر مرد کو طلاق کا حق ہے تو دوسری طرف عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ (نسآء:ع۱)

مردوں کے لیے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی تھوڑا ہو اس میں سے یا بہت ہو۔ حصہ ہے مقرر کیا ہوا۔

اس آیت کی رو سے عورتیں اپنے ماں باپ اور قرابتوں کی وارث ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں یوں ارشاد فرمایا۔ (1)

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ۔

پس عورتوں کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے ان کو عہد خدا کے ساتھ لیا ہے۔

ایک روز عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ کے ہاں مردوں کا ہر روز ہجوم رہتا ہے۔ آپ ہمارے واسطے ایک خاص دن مقرر فرمائیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کے لیے ایک دن خاص کر دیا۔ وہ اسی دن حاضر خدمت اقدس ہوتیں۔ آپ ان کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ (2)

غزوہ بنولحیان:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی قریظہ پر فتح پانے کے تقریباً چھ ماہ بعد جمادی الاولی میں بنی لحیان کی طرف روانہ ہوئے تا کہ ان سے اصحاب رجیع یعنی حضرت خبیب بن عدی اور ان کے رفقاء رضی اللہ عنہم کا بدلہ لیں اور ظاہر یہ کیا کہ شام کا قصد ہے تا کہ دشمن پر اچانک حملہ کیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کے نواح میں غراب نامی پہاڑ کے پاس سے گزرتے ہوئے شاہراہ شام پر روانہ ہوئے۔ آپ پہلے محیص پھر بتراء پہنچے۔ پھر یہاں سے بائیں سمت مڑ گئے۔ اور بین سے گزر کر مخیرات اسماء پہنچے۔ اس کے بعد آپ کے سامنے حج کرنے کی شاہراہ مکہ سیدھی ہو گئی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ آپ غران پہنچ گئے۔ جہاں بنی لحیان کی بستیاں تھیں۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑاؤ کیا۔ غران امج اور عسفان کے درمیان ایک وادی ہے جو سایہ نامی مقام کی طرف جاتی ہے۔ وہاں معلوم ہوا کہ بنی لحیان ڈر کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر محفوظ ہو گئے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غران میں اترے اور بنولحیان کو جو مغالطہ دینا چاہا تھا۔ وہ مقصد

(1) مشکوٰۃ، باب قصہ حجۃ الوداع۔

(2) بخاری، کتاب العلم، باب ھل یجعل للنسآء یوم علی حدۃ لعلم۔

Marfat.com

پورانہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گر ہم عسفان میں اتریں تو اہل مکہ خیال کریں گے۔ کہ ہم مکہ مکرمہ تک آئے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسو سواروں کے ہمراہ عسفان تشریف لائے اور یہاں فروکش ہوگئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دوسوار بھیجے۔ یہ دونوں کراغ الغمیم پہنچے۔ (مگر کسی کافر سے سامنا نہ ہوا) اور واپس آ گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس روانہ ہونے لگے تو میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا مانگتے سنا:

آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهِ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَابَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔

''ہم لوٹ کر آنے والے ہیں۔ توبہ کرنے والے اور ان شاء اللہ اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ میں سفر کی صعوبت، تکلیف دہ واپسی اور اپنے اہل ومال میں برے منظر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔''(1)

غزوہ ذی قرد:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے چند دن ہی قیام کیا تھا کہ عینیہ بن حصین بن بدر فزاری نے بنی غطفان کے چند سواروں کے ساتھ غابہ (مدینہ طیبہ کے قریب شام کی جانب ایک جگہ) میں موجود دودھ دینے والی اونٹیوں پر حملہ کیا۔ ان کی نگہبانی پر بنی غفار کا ایک آدمی معین تھا اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ رہتی تھی ان سواروں نے مرد کو قتل کر دیا اور اونٹیوں کے ساتھ عورت کو بھی لے گئے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اکوع کی تیز رفتاری:

حملہ آور گروہ کو سب سے پہلے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے دیکھا، وہ غابہ کی طرف جا رہے تھے۔ کمان اور تیروں سے مسلح تھے۔ ان کے ساتھ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام تھا جو ان کا گھوڑا لے جا رہا تھا جب آپ ثنیۃ الوداع (وہ پہاڑی جہاں تک مدینہ کے لوگ مہمان کو الوداع کہنے کے لیے آتے تھے) پر چڑھے تو آپ نے کچھ گھوڑے دیکھے آپ سلع پہاڑ کی جانب اُوپر چڑھے اور بلند آواز سے کہا واصباحاہ صبح پر افسوس۔ آپ پرندے پرندے تیز رفتار تھے۔ آپ نے حملہ آور جماعت کا پیچھا شروع کر دیا یہاں کہ انہیں آلیا۔ آپ ان پر تیر برساتے اور کہتے۔ خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ یہ تیر لے ابن اکوع ہوں آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ جب گھڑ سوار آپ کی طرف پلٹتے تو آپ بھاگ جاتے پھر پلٹ کر ان پر آ جھپٹتے۔ جب تیر پھینکنا ممکن ہوتا تو ان پر تیر پھینکتے پھر یہی رجز یہ شعر پڑھتے تو ان میں سے ایک نے کہا یہ اکوع کا بچہ تو ہمارا ناشتہ ہے۔

شہسواروں کی کی بارگاہ رسالت میں حاضری:

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن اکوع کی آواز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی آپ نے اعلان فرمایا۔ الغزو

---

(1) سیرت ابن ہشام جلد چہارم وسوئم۔

Marfat.com

الغزو۔ جنگ، شہسوار لگا تار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ شہسواروں میں سے حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہیں مقداد بن اسود بھی کہا جاتا ہے۔ آپ بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ حضرت مقداد کے بعد انصار میں سے سب سے پہلے شہسوار حضرت عباد بن بشر بن وقش پہنچے۔ جو بنی اشہل سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت سعید بن زید جو بنی اشہل سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت اسید بن ظہیر جو بنی حارثہ بن حارث سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں شک ہے۔ حضرت عکاشہ بن محصن جو بنی اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت محرز بن نضلہ جو بنی اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی زریق سے تعلق رکھتے تھے۔ جب یہ شاہسوار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن زید کو ان پر امیر مقرر کیا۔ فرمایا حملہ آوروں کی تلاش میں نکل جاؤ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عیاش رضی اللہ تعالیٰ کو نصیحت:

بنی زریق کے واسطہ سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعیاش سے فرمایا اے ابوعیاش کاش! تو اپنا گھوڑا اس آدمی کو دے دیتا جو تجھ سے زیادہ شاہسوار ہے اور وہ دشمن کو جا پکڑتا۔ ابوعیاش نے عرض کی یا رسول اللہ! میں تمام لوگوں سے بڑھ کر شاہسوار ہوں پھر میں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اللہ کی قسم وہ پچاس گز بھی نہ گیا ہوگا کہ گھوڑے نے مجھے نیچے گرا دیا تو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر حیران ہونے لگا جو آپ نے فرمایا تھا۔ لَوْ اَعْطَيْتَهُ اَفْرَسَ مِنْكَ اور میں نے یہ کہا تھا اَنَا اَفْرَسُ النَّاسِ۔ بنی زریق کے لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعیاش کا حضرت معاذ بن ماعص کو عطا فرمایا یا عائذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ کو عطا فرمایا، یہ آٹھواں شاہسوار تھا بعض لوگ حضرت سلمہ بن اکوع کو آٹھواں شاہسوار شمار کرتے ہیں اور حضرت اسید بن ظہیر کو چھوڑ دیتے ہیں جو بنی حارثہ سے تعلق رکھتے تھے ان میں آٹھواں کون تھا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جبکہ اس روز حضرت سلمہ بن اکوع گھوڑے پر سوار نہ تھے یہ پیدل ہی سب سے پہلے دشمن کے پاس جا پہنچے تھے۔ مسلمان شاہسوار دشمن کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ انہیں آلیا۔

حضرت محرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نضلہ کی شہادت:

حضرت ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے کہا عاصم بن عمرو بن قتادہ نے مجھے بیان کیا ہے کہ جو شاہسوار حملہ آور جماعت تک سب سے پہلے پہنچا وہ حضرت محرز بن نضلہ تھے جو بنی اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ محرز کو اخرم اور قمیر بھی کہا جاتا جب مدینہ طیبہ میں جنگ کی صورتحال پیدا ہو گئی تو گھوڑوں کے ہنہنانے کی وجہ سے حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا ان کے باغ میں چکر لگانے لگا یہ گھوڑا گھر میں ہی رکھا جاتا تھا۔ اسے چرنے کے لیے باہر نہیں بھیجا جاتا تھا۔ بنی عبد الاشہل کی عورتوں نے جب یہ دیکھا کہ گھوڑا اس کھجور کے اردگرد چکر لگا رہا ہے جس کے ساتھ اسے باندھا گیا ہے تو انہوں نے قمیر سے کہا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ پھر تم رسول اللہ اور مومنوں کے ساتھ جا ملو گھوڑے کو تم دیکھ رہے ہو۔ تو قمیر نے ان عورتوں سے کہا میں اس کے لیے تیار ہوں ان عورتوں نے گھوڑا ان کے حوالے کر دیا وہ گھوڑے

Marfat.com

سوار ہو کر نکل پڑے گھوڑا ہوا کے دوش پر اُڑنے لگا تھوڑا وقت بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت قمیر حملہ آور جماعت کو جالیا۔ آپ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے فرمایا بدقسمت عورتوں کے بچو! ٹھہرو تا کہ مہاجرین وانصارتم تک آ پہنچیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ دشمن قوم کے ایک آدمی نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو شہید کر دیا گھوڑا بھاگ کھڑا ہوا اور اسے کوئی بھی پکڑ نہ سکا یہاں تک کہ گھوڑا بنی عبدالاشہل کے تھان پر آ پہنچا اس روز مسلمانوں میں سے آپ کے علاوہ کوئی شہید نہیں ہوا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا اس روز محرز کے علاوہ حضرت وقاص بن محرز مدلجی بھی شہید ہوئے۔

جس مسلمان شہسواروں نے مشرک شہسواروں کو آلیا تو حضرت ابو قتادہ نے حبیب بن عینیہ بن حصن کو قتل کر دیا اور اس کی لاش پر اپنی چادر ڈال دی پھر حملہ آوروں کا پیچھا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ تشریف لائے۔ ابن ہشام نے کہا کہ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو اپنا نائب بنایا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچے۔

غفاری کی بیوی اور اس کی نذر:

غفاری کی جس عورت کو حملہ آور ڈاکو پکڑ کر لے گئے تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں آپ کی اونٹنی پر سوار ہو کر آ گئی اور تمام واقعہ بیان کیا۔ جب عرضداشت سے فارغ ہوئی تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے نذر مانی تھی اگر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی کو کتنا برا بدلہ دیا اس اونٹنی نے تجھے اٹھایا، دشمنوں سے نجات دی پھر تو اسے ذبح کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی نذر نہیں اور نہ ہی اس چیز میں نذر ہے جس کی تو مالک نہیں یہ تو میری اونٹنی ہے۔ اپنے خاندان کے پاس چلی جا تجھ پر اللہ تعالیٰ برکت ڈالے۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

غزوہ بنی مصطلق:

حضرت ابن اسحاق نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمادی آخری اور رجب کے مہینہ میں مدینہ طیبہ میں قیام کیا پھر بنی معطلق پر حملہ کیا جو بنوخزاعہ کی ایک شاخ تھی یہ غزوہ سن چھ ہجری میں ہوا تھا، حضرت ابن ہشام نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ طیبہ پر عامل بنایا ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو عامل بنایا گیا۔

غزوہ کا سبب:

حضرت ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے کہا مجھے عاصم بن عمرو بن قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر اور محمد بن یحییٰ بن حبان نے بیان کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے غزوہ بنی مصطلق کی بعض باتیں بیان کی ہیں انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنی معطلق مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں جن کا قائد حارث بن ابی ضرار ہے جو حضرت جویریہ بنت حارث کا باپ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق سنا آپ نے ان کی طرف کوچ کیا یہاں تک کہ

Marfat.com

بنی مصطلق کے چشمہ پر ان سے ملاقات ہوئی۔اس چشمہ کا نام مرسیع تھا جو قدید سے ساحل کی جانب تھا۔لشکروں کا آپس میں مقابلہ ہوا اور انہوں نے ایک دوسروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے بنی مصطلق کو شکست دی ان میں سے کچھ لوگ قتل ہو گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اولاد اور عورتوں کو مال غنیمت کے طور پر قبضہ میں لے لیا۔

حضرت ابن صبابہ کی شہادت:

مسلمانوں میں سے ایک شخص جو بنی کلب عوف بن عامر سے تعلق رکھتا تھا اس کے بارے میں ہشام بن صبابہ کہتے۔ حضرت عبادہ بن صامت کے خاندان کے ایک انصاری نے اسے قتل کر دیا۔انصاری صحابی کو خیال ہوا کہ یہ (ابن صبابہ) دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہے تو اسے غلطی سے قتل کر دیا۔

مہاجرین وانصار کے درمیان ایک فتنہ:

ابھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چشمہ پر ہی تشریف فرما تھے کہ لوگوں میں ایک فتنہ کھڑا ہو گیا صورت یہ بنی کہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس بنی غفار قبیلہ کا ایک آدمی مزدوری کرتا تھا جس کا نام ججاہ مسعود تھا۔ججاہ اور سنان کا چشمہ پر آپس میں جھگڑا ہو گیا۔جھنی نے آواز دی اے انصار کی جماعت ججہاہ نے آواز دی اے مہاجرین کی جماعت، ابن ابی یہ آواز سن کر غضبناک ہو گیا جبکہ اس کے پاس انصار کی ایک جماعت تھی جن میں یہ حضرت زید بن ارقم بھی تھے حضرت زید نو خیز نوجوان تھے۔عبداللہ بن ابی نے کہا انہوں (مہاجرین) نے ایسا کیا ہے۔انہوں نے ہمارے ساتھ حسب ونسب اور تعداد کی زیادتی میں مقابلہ کیا ہے۔اور کہا اللہ کی قسم! ہمارے ان قلاش قریشیوں کو کھلانا پلانا ایسا ہی ہے جس طرح کسی کتے کو موٹا کرنا کہ تمہیں کھا جائے۔اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹے تو غالب ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا؟ پھر اپنی قوم کے افراد کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ سب تمہارا اپنا کیا ہوا ہے۔تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا ہے۔اپنے اموال ان میں تقسیم کیے،اللہ کی قسم! اگر تم اپنے مال ان سے روک لو تو وہ تمہارے شہر سے نکل جائیں۔حضرت زید بن ارقم نے عبداللہ بن ابی کی باتیں سنیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں سے فارغ ہو چکے تھے۔حضرت زید نے تمام باتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض کیں۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت آپ کے پاس موجود تھے؟ عرض کی یا رسول اللہ! عباد بن بشر کو حکم فرمائیں کہ وہ ابن ابی کو قتل کر دے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔اگر میں ایسا کروں تو لوگ باتیں کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔بلکہ کوچ کا اعلان کرو، یہ کوچ اس وقت ہوا تھا جب عموماً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر نہیں کرتے تھے۔تمام لشکر نے سفر شروع کر دیا۔

ابن ابی کا نفاق:

جب ابن ابی کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت زید بن ارقم نے تمام بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دی ہے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور وہ اپنی کہی ہوئی بات سے پھر گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رائے پر قائم رہے اور سفر جاری رکھا تو حضرت اسد بن خضر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض کی اور اس طرح سلام پیش کیا جس طرح نبی کی بارگاہ میں سلام پیش کیا جاتا ہے۔عرض کی یا رسول اللہ آپ نے اس وقت کوچ کیا جس وقت آپ پہلے کوچ نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے اپنے صاحب کی خبر نہیں پہنچی۔ حضرت اسید نے عرض کی کون سا صاحب! فرمایا ابن ابی؟ عرض کی اس نے کیا کہا؟ فرمایا اس نے کہا ہے کہ اگر وہ مدینہ کی طرف لوٹا تو عزت والا کمزور کو مدینہ سے نکال دے گا۔ تو حضرت اسید نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ غالب ہیں۔ پھر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ چاہیں گے تو آپ اسے نکال دیں گے۔ اللہ کی قسم وہ ذلیل ہے اور آپ غالب ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا دن لشکر کو لے کر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی ساری رات چلتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ دن کا پہلا حصہ بھی چلتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج کی تمازت انہیں تکلیف دینے لگی، پھر آپ نے لوگوں کے ساتھ پڑاؤ ڈال لیا۔ لوگوں نے زمین کو چھوا ہی تھا کہ سب سو گئے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ سفر شروع کیا یہاں تک کہ حجاز کے علاقہ سے ہوتے ہوئے حجاز کے چشمہ فویق نقیع پر اترے سخت آندھی چلی جس نے لوگوں کو سخت اذیت پہنچائی اور لوگ اس آندھی سے سخت خوف زدہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس آندھی سے نہ ڈرو یہ آندھی ایک بڑے منافق کی وجہ سے چلی ہے۔ جب صحابہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے رفاعہ بن زید کی موت کی خبر سنی جو بنی قینقاع سے تعلق رکھتا تھا یہ یہودیوں کا ایک سردار تھا اور منافقوں کی پناہ گاہ تھا یہ اسی دن مرا تھا جس روز آندھی چلی تھی۔

اسی سفر میں وہ سورت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ابن ابی اور اس جیسے منافقین کا ذکر کیا۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ارقم کا کان پکڑا فرمایا یہ وہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کے کان کو سچ کر دکھایا ہے۔ حضرت عبداللہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلام تھے اور ابن ابی کے بیٹے تھے انہیں ابن ابی کے بارے میں خبر پہنچ گئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے والد ابن ابی کے بارے میں نقطہ نظر:

حضرت ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے بتایا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ ابن ابی کو اس بات کی وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں جو آپ تک پہنچتی ہے اگر آپ لازماً اسے قتل کرنا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیں میں اس کا سر آپ کی بارگاہ میں پیش کیے دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم! خزرج جانتے ہیں کوئی آدمی بھی مجھ سے زیادہ اپنے والد سے حسن سلوک کرنے والا نہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو قتل کا حکم دیں گے۔ وہ ابن ابی کو قتل کر دے گا، میرا نفس اس بات کی اجازت نہ دے گا کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو لوگوں میں چلتا پھرتا دیکھوں اور مجبور ہو کر اسے قتل کر دوں تو میں ایک کافر کے بدلے میں ایک مومن کو قتل کر دوں گا جس کے نتیجہ میں جہنم میں داخل ہو جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ حُسن سلوک کرے گا۔ ہم اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے۔ (سیرت ابن ہشام، جلد چہارم)

Marfat.com

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو آپ امہات المومنین میں قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کا قرعہ نکلتا آپ اس کو سفر پر ساتھ لے جاتے جب غزوہ بنی مصطلق کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے اپنی ازواج میں قرعہ اندازی کی جس طرح پہلے آپ ﷺ کا معمول تھا قرعہ میرے نام نکلا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ساتھ لے گئے ان دنوں عورتیں ہلکی غذا استعمال کرتی تھیں۔ ان کے جسموں پر گوشت نہ چڑھتا کہ وہ بوجھل ہوتیں۔ میں اونٹ پر سفر کرتی میں اپنے ہورج میں بیٹھ جاتی پھر وہ لوگ آتے جن کے ذمہ میرا سفر اور کھانا ہوتا وہ ہورج کو نیچے سے پکڑتے اسے اُٹھاتے اور اونٹ کی پشت پر رکھ دیتے اور رسیوں کو باندھ دیتے پھر اونٹ کی لگام پکڑ لیتے اور چل پڑتے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سفر سے فارغ ہوئے آپ واپس لوٹے جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ ایک منزل پر اُترے وہاں رات کا کچھ حصہ گزرا پھر کوچ کا حکم دیا، لوگ چل پڑے میں طبعی ضرورت کے لیے ہودج سے باہر نکلی میرے گلے میں ایک ہار تھا اس میں ظفار کے گھونگھے تھے جب میں حاجت سے فارغ ہوئی تو میری گردن سے ہار کھسک گیا اور مجھے کچھ پتہ نہ چلا جب میں حاجت سے فارغ ہوئی تو میری اپنی پڑاؤ کی جگہ واپس آئی تو میں اپنی گردن میں اسے تلاش کرنے لگی۔ میں نے اسے گردن میں نہ پایا لوگ کوچ کر چکے تھے میں اسی جگہ کی طرف گئی جہاں میں قضائے حاجت کے لیے گئی تھی میں نے اسے تلاش کیا تو وہ مجھے مل گیا۔ وہ لوگ میرے بعد آئے جو میرے لیے اونٹ تیار کرتے تھے۔ وہ اس کی تیاری سے فارغ ہوئے انہوں نے ہودج پکڑا وہ گمان کرتے تھے کہ میں ہودج میں موجود ہوں جس طرح میرا معمول تھا انہوں نے ہودج کو اُٹھایا اور اونٹ پر باندھا دیا انہیں شک نہ ہوا کہ میں اس میں نہیں پھر انہوں نے اونٹ کی مہار پکڑی اور چل پڑے میں لشکر گاہ کی طرف واپس پلٹی وہاں کوئی بھی نہ تھا، تمام لوگ جا چکے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں نے اپنی چادر اپنے اوپر لپیٹی پھر میں وہاں ہی لیٹ گئی، مجھے یقین تھا جب وہ مجھے نہ پائیں گے تو ضرور میرے پاس واپس آئیں گے۔ اللہ کی قسم! میں لیٹی ہوئی تھی کہ میرے پاس سے صفوان بن معطل سلمی گزرے وہ کسی وجہ سے لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے اور لوگوں کے ساتھ وہاں رات نہیں گزاری تھی، انہوں نے میری چادر کو دیکھا وہ آگے آئے یہاں تک کہ میرے پاس آ کر ٹھہر گئے تھے۔ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ جبکہ میں اپنی چادر میں لیٹی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے کس چیز نے آپ کو پیچھے چھوڑ دیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے کوئی جواب نہ دیا، پھر انہوں نے اونٹ نزدیک کیا فرمایا، اونٹ پر سوار ہو جائے اور خود پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں سوار ہو گئی۔ انہوں نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور تیزی سے چل پڑے تاکہ لشکر کو جا ملیں۔ اللہ کی قسم! نہ ہم لشکر کو پا سکے اور نہ ہی ان لوگوں نے میرے نہ ہونے کا پتہ کیا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی لوگوں نے پڑاؤ ڈالا جب وہ مطمئن ہو گئے تو صفوان اُونٹ کی مہار پکڑے پہنچ گئے تو بہتان لگانے والوں نے وہ کہا

Marfat.com

جو کچھ ان کے منہ میں آیا لشکر لوٹ آیا۔ اللہ کی قسم! مجھے کچھ بھی علم نہ تھا۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علالت:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب ہم مدینہ پہنچے تو مجھے شدید بخار نے آلیا اور اس بہتان کے بارے میں مجھے کچھ علم نہ ہوا۔ بہتان کی بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے والدین تک جا پہنچی وہ میرے سامنے اس کا ذکر نہ کرتے تھے، تاہم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے ساتھ لطف وعنایت میں کمی کو عجیب خیال کرتی تھی، جب میں پہلے بیمار ہوئی تو آپ ﷺ مجھ پر بڑی شفقت کرتے اور مجھ پر مہربانی کرتے لیکن اس بیماری میں آپ ﷺ نے میرے ساتھ سابقہ سلوک نہ کیا میں نے اس طرز عمل کو عجیب جانا جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو صرف یہ کہتے، تمہارا کیا حال ہے۔ اس سے زیادہ کلام نہ فرماتے جبکہ میری ماں میری تیمارداری کے لیے میرے پاس موجود ہوتی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرے دل میں کچھ وسوسہ ہوا میں نے جب اس ناموافق رویہ کو دیکھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں اپنی ماں کے پاس چلی جاؤں وہ میری تیمارداری کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر کوئی قدغن نہیں میں اپنی والدہ کے پاس چلی گئی۔ جو کچھ ہوا تھا ابھی تک مجھے کچھ علم نہ تھا۔ یہاں تک کہ بیس سے زیادہ دن تکلیف کی وجہ سے میں کمزور ہو گئی۔ ہم عرب قوم تھے ہم گھروں میں قضائے حاجت کے لیے جگہ نہیں بناتے تھے جیسے عجمی لوگ بناتے ہیں ہم اسے ناپسند کرتے تھے۔ ہم مدینہ طیبہ کی کھلی جگہوں کی طرف قضائے حاجت کے لیے جاتے تھے۔ عورتیں رات کے وقت طبعی ضرورت کے لیے باہر جاتی تھیں۔ ایک رات قضائے حاجت کے لیے باہر گئی جبکہ میرے ساتھ حضرت مسطح کی والدہ بھی تھیں ان کی والدہ محزبن عامر کی بیٹی تھیں۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! وہ میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ کہ اس کی چادر کی وجہ سے میرا پاؤں پھسل گیا۔ تو اس نے کہا مسطح ہلاک ہو۔ مسطح اس کا لقب تھا اور اس کا نام عوف تھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے ام مسطح سے کہا تم نے کتنی بری بات کہی ہے۔ وہ مہاجرین میں سے ہے۔ اور بدری صحابی ہے تو ام مسطح نے کہا اے ابوبکر کی بیٹی! مسطح نے مجھے اس بہتان کے بارے میں بتایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا بات اس طرح ہوئی ہے؟ تو ام مسطح نے کہا اللہ کی قسم! بات اس طرح ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم! میں قضائے حاجت بھی نہ کر سکی۔ اور میں واپس پلٹ آئی اللہ کی قسم! میں لگاتار روتی رہی یہاں تک کہ مجھے گمان ہو گیا کہ رونے سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اپنی ماں سے کہا اللہ تجھے بخشے۔ لوگ باتیں کر رہے ہیں۔ اور تو میرے سامنے اس کا کچھ ذکر نہیں کرتی۔ اس نے جواب دیا اے بیٹی اس پر پریشان نہ ہو اللہ کی قسم! بہت کم ہی ایسا ہوا کہ ایک حسین عورت ہو جس کا خاوند اس سے محبت کرتا ہو اس کی سوکنیں بھی ہوں تو لوگ اس کے بارے میں باتیں نہ کریں۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

واقعہ افک کی تحقیق:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے درمیان خطبہ ارشاد فرمایا، مجھے اس

Marfat.com

کا کچھ علم نہ تھا آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو مجھے میرے گھر والوں کے بارے میں اذیتیں دیتے ہیں۔ وہ ناحق باتیں کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اپنے گھر والوں کے بارے میں اچھی بات ہی جانتا ہوں وہ اس صحابی کے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔ جس کے بارے میں میں بھلائی جانتا ہوں وہ میرے ساتھ میرے گھر میں داخل ہوتا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا تو حضرت اسید بن حضیر نے عرض کی یارسول اللہ! اگر بات کرنے والا اوس سے تعلق رکھتا ہے تو ہم آپ ﷺ کی طرف سے اسے کافی ہیں۔ اگر وہ ہمارے بھائی خزرج سے تعلق رکھتے ہیں تو ہمیں حکم ارشاد فرمائیں بے شک ایسے لوگ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت سعد بن عبادہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے قبل وہ بڑے صالح شمار ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تو نے جھوٹ بولا ہم ان کو قتل نہ کریں گے اللہ کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو یہ بات نہ کرتا اگر وہ لوگ اوس سے تعلق رکھتے ہوتے حضرت اسید نے کہا اللہ کی قسم! تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو بھی منافق ہے اور منافقوں کی طرف سے جھگڑا کر دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لوگ ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے قریب تھا کہ اوس وخزرج میں جنگ چھڑ جاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اترے اور میرے پاس تشریف لائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جبکہ میرے پاس میرے والدین موجود تھے اور میرے پاس انصار کی ایک عورت بھی تھی جبکہ میں رو رہی تھی۔ وہ عورت بھی رو رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا اے عائشہ! تمہیں لوگوں کی باتوں کا علم تو ہو چکا ہوگا۔ اللہ سے ڈرو اگر تم سے اس گناہ کا ارتکاب ہوا ہے۔ جو لوگ ذکر کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات کی ہی تھی کہ میرے آنسو تھم گئے۔ یہاں تک کہ مجھے قطعاً محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا۔ کہ میری آنکھوں میں آنسو تھے میں نے انتظار کیا کہ میرے والدین میری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیں مگر انہوں نے کوئی بات نہ کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو تو اس بات سے حقیر جانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں قرآن نازل فرمائے گا۔ جسے مساجد میں پڑھا جائے گا۔ اور لوگ اسے نماز میں پڑھیں گے۔ لیکن مجھے یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں کوئی چیز دکھا دے گا جس سے میرے بارے میں لوگوں کی باتوں کو جھوٹ ثابت کر دے گا اور آپ میری برأت سے آگاہ ہو جائیں گے یا کسی اور طریقہ سے خبر دے دے گا۔ جہاں تک قرآن کے نازل ہونے کا تعلق ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو اس سے حقیر جانتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب میں نے دیکھا کہ میرے والدین بات نہیں کرتے تو میں نے کہا کیا آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب نہیں دیں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہم نہیں جانتے کہ اللہ کے رسول کو کیا جواب دیں۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ ان دنوں حضرت ابوبکر کے خاندان پر جو مصیبت گزر رہی تھی کوئی اور بھی ایسی مصیبت کا شکار ہوگا جب وہ دونوں میری طرف سے جواب دینے سے خاموش ہو گئے تو میں آبدیدہ ہو گئی اور خوب روئی پھر میں نے کہا جو کچھ میرے بارے میں ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس کے بارے میں توبہ نہیں کروں گی۔ اللہ کی قسم میں خوب جانتی ہوں جو کچھ میرے بارے میں لوگ کہہ رہے ہیں۔

Marfat.com

اگر میں اس کا اقرار کروں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوئی اور میں ایسی بات کا اقرار کرنے والی ہوں گی جو ہوئی ہی نہیں۔ اگر میں اس کا انکار کروں تو تم نہیں مانو گے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں نے حضرت یعقوب کا نام یاد کیا۔ لیکن وہ مجھے یاد نہ آیا میں نے کہا وہ کہوں گی جو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا۔

قصبر جمیل ط واللہ المستعان علی ماتصفون (یوسف:18)

''(اس جانکاہ حادثہ پر) صبر جمیل کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں گا اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔''

آیات برأت کا نزول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی اسی جگہ تشریف فرما تھے یہاں تک کہ آپ کی وہی کیفیت ہوگئی جس طرح پہلے آپ کی کیفیت وحی کے وقت ہوتی تھی۔ آپ نے اپنی چادر اپنے اوپر لی میں نے چمڑے کا تکیہ آپکے سر کے نیچے رکھ دیا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ کیفیت ہوئی تو میں نہ گھبرائی اور نہ ہی اس کی کوئی پرواہ کی کیونکہ میں اس الزام سے بری تھی اور خوب جانتی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں جہاں تک میرے والدین کا معاملہ تھا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حالت کا انقطاع نہ ہوتا یہاں تک کہ میں محسوس کرتی تھی کہ ان کی جان نکل جائے گی۔ انہیں یہ خوف تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے الزام کو سچا ثابت نہ کر دیا جائے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ آپ بیٹھ گئے سخت سرد دن میں بھی آپ سے پسینے کے قطرے یوں گرتے جیسے چاندی کے منکے ہوں آپ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے اے عائشہ! تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تیری برأت کر دی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے الحمد للہ کہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔ انہیں خطبہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے بارے میں جو آیات نازل فرمائی تھیں۔ انہیں تلاوت کیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

ان الذین جاء وا بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوۃ شرلکم بل ھو خیرالکم لکل امری منھم ماا کتسب من الاثم والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم

جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم میں سے ایک جماعت ہے اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ہے۔ ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لیے اتنا وبال ہے۔ اور جس نے ان میں سے اس بہتان کو بڑا بوجھ اٹھایا ہے۔ اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

لولا اذسمعتموہ ظن المومنون والمومنت بانفسھم خیراً وقالو ھذا افک مبین۔

جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور (کیوں نہ) کہا کہ صریح بہتان ہے۔

لولا جاء وا علیہ باربعۃ شھداء فاذلم یاتو بالشھداءِ فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون۔

''یہ (افترا پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لیے چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب یہ گواہ نہیں لا سکتے تو اللہ

Marfat.com

کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔"

ولولا فضل اللّٰہ علیکم ورحمته فی الدنیا والاخرة لمسکم فی ماافضتم فیه عذاب عظیم

اور اگر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس شغل میں تم منہمک تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا (سخت) عذاب نازل ہوتا۔

اذ تلقونه بالسنتکم وتقولون بافواهکم مالیس لکم به علم وتحسبونه هینا وهو عند اللّٰہ عظیم۔

جب تم اپنی زبانوں سے اس کا چرچا ایک دوسرے سے کرتے تھے۔ اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے۔ جس کا تم کو کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات ہے۔

ولولا اذ سمعتوه قلتم مایکون لنا ان نتکلم بهذا سبحنك هذا بهتان عظیم

اور جب تم نے سنا تھا تو یہ کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ ہمیں تو ایسی بات منہ سے نکالنا بھی مناسب نہیں اے اللہ تو پاک ہے۔ اور یہ تو بڑا ہی زبردست بہتان ہے۔

یعظکم اللّٰہ ان تعود والمثله ابدا کنتم مومنین ویبین اللّٰہ لکم الایت واللّٰہ علیم حکیم

اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا اور اللہ تمہارے (سمجھانے) کے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوالهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة واللّٰہ یعلم وانتم لاتعلمون (1:24تا19)

وہ لوگ جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تعزیز افک:

پاکدامن عورت پر بہتان لگانے کی سزا کا یہ حکم قرآن حکیم میں نازل ہوا۔

والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فا جلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوالهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون۔ (4:24)

اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں۔

اس تعزیر افتراء کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندرجہ ذیل افراد کو اسی دروں کی سزا دی۔

Marfat.com

(1) مسطح بن اثاثہ، (2) حسان بن ثابت، (3) اور بی بی حمنہ بنت جحش (دختر جحش) انہیں نے اصل میں صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف بہتان لگایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت فرمادی تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وقار بلند ہوگیا۔

سر ولیم میور کی رائے:

واقعہ افک پر سر ولیم میور فرماتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا افک سے پہلے بھی اور بعد میں بھی دونوں عہدوں میں اس قدر پاک دامن تھیں کہ آپ کے متعلق ایسا شبہ نہ صرف بے بنیاد ہے۔ بلکہ اس کی تردید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مجرمین کی تعزیر کے بعد:

ان میں حسان بن ثابت کی تعزیر کی سزایابی کے بعد پہلے ہی کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف وکرم سے بہرہ یاب ہوکر رہے۔ مسطح کا تعاون حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جس طرح ہمیشہ فرماتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر از سر نو ان کا وظیفہ جاری کر دیا گیا۔ مدینہ کی فضا بدستور اپنی سابقہ سطح پر آ گئی۔ مسلمانوں کے دلوں میں ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وقار واحترام پہلے سے زیادہ ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکسوئی کے ساتھ دعوت دین پہ توجہ دینا شروع کردی یہاں تک کہ مسلمانوں کی سیاسی فلاح و بہبود کے لیے اس قرارداد کا وقت آ گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے "فتحا مبینا" کا عنوان جلی عطا فرمایا۔ جس کی تفصیل آنے والی بیسویں فصل میں آپ پڑھیں گے۔ انشاءاللہ۔

حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی مصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کیا تو جویریہ بنت حارث حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئیں۔ حضرت جویریہ نے ان سے عقد مکاتبۃ کرلیا۔ آپ بہت خوبصورت تھیں جو بھی انہیں دیکھتا یہ اس میں اپنا مقام بنالیتیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں تاکہ مکاتبہ کے مال میں مدد لیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے اس کے دروازے پر آنے کو پسند نہ کیا میں پہچان چکی تھی کہ حضور بھی آپ کو اسی نظر سے دیکھیں گے۔ جس نظر سے میں نے اسے دیکھا ہے۔ حضرت جویریہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جویریہ بنت حارث ہوں۔ حارث جو اپنی قوم کا سردار ہے مجھے جو مصیبت پہنچی ہے وہ آپ ﷺ پر مخفی نہیں۔ میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں یا اس کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئی ہوں میں نے اس سے عقد مکاتبہ کرلیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں تاکہ آپ میری اس معاملہ میں مدد کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس سے بہتر کو پسند کرتی ہو؟ عرض کی یا رسول اللہ! اس سے بہتر کیا ہے؟ فرمایا میں تمہاری طرف سے مکاتبۃ کا مال دے دوں گا اور پھر تم سے عقد نکاح کرلوں گا۔ حضرت جویریہ نے عرض کی مجھے منظور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ خبر لوگوں تک پہنچی کہ

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت حارث سے شادی کر لی ہے تو لوگوں نے کہا یہ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرال ہوئے۔ بنی مصطلق کے جو افراد ان کی ملکیت میں تھے سب آزاد کر دیئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا حضرت جویریہ کی وجہ سے ان کے خاندان کے سو افراد آزاد ہوئے۔ میں کوئی ایسی عورت نہیں جانتی جو حضرت جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے باعث برکت ہو۔

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ایک اور روایت:

حضرت ابن ہشام رحمتہ اللہ علیہ نے کہا یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوئے جبکہ حضرت جویریہ آپ کے ساتھ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ بطور امانت ایک انصاری کو دے دیں اور حفاظت کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت جویریہ کا باپ حارث اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر پہنچا جب عقیق کے مقام پر پہنچا تو اپنے اونٹوں کو دیکھا جو فدیہ کے طور پر لایا تھا اسے دو اونٹ بہت اچھے لگے اور عقیق کی وادیوں میں انہیں چھپا دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے میری بیٹی کو پکڑ لیا ہے یہ اونٹ اس کا فدیہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے؟ حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔ حارث مسلمان ہو گیا۔

ساتھ ہی اس کے دو بیٹے بھی مسلمان ہو گئے اور اس کی قوم کے کئی لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ حارث نے دونوں اونٹوں کو لانے کے لیے ایک آدمی بھیجا جو ان دونوں اونٹوں کو لے آیا۔ اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ حارث کے حوالے کر دی۔ حضرت جویریہ نے اسلام قبول کر لیا اور بہت اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے والد کو دعوتِ نکاح دی، ان کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار سو درہم مہر عطا کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

صلح حدیبیہ

پس منظر:

رحمت للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہجرت کیے ہوئے چھ سال کا عرصہ گزر گیا۔ ان سالوں میں انہیں دشمنوں کے حملوں کی مدافعت کرتے ہوئے مسلسل حالت جنگ میں رہنا پڑا کبھی قریش مکہ لشکر لے کر حملہ آور ہوتے تو کبھی یہود کی خوفناک سازشوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن مسلمانوں کی ان پریشانوں کے باوجود دین اسلام کا اجالا پھیلتا ہی گیا۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عظمتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقتیں چاروں طرف ابر رحمت بن کر برستی ہی رہیں۔ گمراہوں کو ہدایت سے محبت ہوتی ہی گئی۔ مسلمانوں کا ایمان استقلال اور عاقبت پر یقین مستحکم ہوتا گیا۔

ہجرت کا پہلا ہی سال تھا کہ قیام صلوٰۃ میں مسجد اقصیٰ (بت المقدس) سے مسجد حرام (بیت اللہ شریف) کی طرف رخ پھیرنے کا حکم نازل ہو گیا۔ یعنی اب مسلمان کعبہ کو قبلہ صلوٰۃ بنائیں گے۔ جو مکہ معظمہ میں ہے اور اسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعمیر فرمایا تھا۔ ان کے بعد وقتاً فوقتاً بعد میں بھی تعمیر ہوتی رہی یہاں تک کہ اس کی تعمیر میں خود ہی آخر الزماں خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی آغاز شباب میں حصہ لیا اور سب سے بڑی اہم بات تو یہ ہے کہ اس کے حجر اسود کو اس کے مقام نصب پر اپنے ہاتھوں سے نصیب فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے مسجد حرام (کعبہ) اہل عرب کی عبادت گاہ تھی جس میں چار مہینے ادب والے ہوتے اور انہیں چار مہینوں میں زیارت کرنے والے آتے تھے۔ اس کی تقدیس وتکریم کا یہ عالم تھا کہ اسی عرصے میں حد حرم میں جو بھی داخل ہو جاتا وہ دشمن سے مامون محفوظ ہو جاتا۔ چاہے اس پر حملہ کرنے کا جواز بھی موجود ہو۔ اس کو جان سے مارنا تو ایک طرف اسے زخمی بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی، تو کفار مکہ نے ان کا مکہ معظمہ میں داخل ہونا ممنوع قرار دیا۔ ہوں مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دینے کی قسمیں کھا رکھی تھیں۔

امن کا گھر:

اہل مکہ کے اس ظالمانہ رویہ پر ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے سال ہی یہ آیات مبارک نازل ہوئی تھیں۔

یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله وكفربه والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند اللّٰه۔ الخ (217:2)

تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم۔ تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔ اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی

Marfat.com

بڑے ہیں۔

اور غزوہ بدر کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں:

ومالهم الايعذبهم الله وهم يصدون عن المسجد الحرام وما كانوا اولياء ه ان اولياؤهٗ الا المتقون ولكن اكثر هم لايعلمون۔

اور (اب) ان کے لیے کونسی وجہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے جبکہ وہ مسجد محترم (میں نماز پڑھنے) سے روکتے ہیں اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں اس کے متولی تو صرف پرہیز گار ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

وما كان صلوتهم عند البيت الا مكاء وتصدية فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون۔

اور ان لوگوں کی صلوٰۃ بیت اللہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی تو تم جو کفر کرتے تھے اب اس کے بدلے عذاب کا مزا چکھو۔

ان الذين كفروا ينفقون اموالهم ليصدوا عن سبيل الله فسينفقونها ثم تكون عليهم حسرة ثم يغلبون والذين كفروا الى جهنم يحشرون۔ (8:34-36)

جو لوگ کافر ہیں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکیں سو ابھی اور خرچ کریں گے مگر آخر خرچ کرنا ان کے (موجب) افسوس ہوگا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے اور کافر لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہجرت کے بعد 6 سال کے عرصہ میں نازل ہوئیں جس میں بیت اللہ شریف کی بار بار زیارت اور اس کے جائے امن ہونے کا ذکر تھا۔

واذ جعلنا البيت مثابة للناس وامنا (125:2)

اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا۔

کفار نے یہ مصمم ارادہ کرلیا کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین جو ہمارے معبودوں ہبل، اساف، نائلہ اور دوسرے بتان کعبہ کی معبودیت کے منکر ہیں ان کے ساتھ تب تک جنگ کرنا اور انہیں کعبہ میں داخل ہونے سے روکنا ان کا فرض ہے۔

مسلمان ان چھ سالوں میں کعبہ کی زیارت سے محروم اور دینی فریضہ کو ادا کرنے سے قاصر رہے جن سے ان کے باپ دادا ہمیشہ فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ خصوصاً مہاجرین بیت اللہ سے علیحدگی کے صدمہ کو بہت زیادہ محسوس کرتے جس کے ساتھ انہیں جہاں مکہ کی جدائی کا غم تھا، وہاں انہیں وطن اور اپنے اہل وعیال سے بچھڑنے کا الم بھی چین نہ لینے دیتا۔

لیکن مہاجرین اور انصار دونوں اللہ تعالیٰ کی نصرت کے امیدوار تھے۔ کہ وہ ایک نہ ایک دن اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے مطیع وفرمانبردار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو ضرور کامیاب کرلے گا۔ دین اسلام کو تمام باطل ادیان پر غلبہ عطا کرے گا۔ انہیں ان مبارک گھڑیوں کے جلد سے جلد آنے کا یقین تھا جس میں اللہ رب العزت ان پر مکہ مکرمہ کے

Marfat.com

دروازہ کھول دے گا۔ وہ بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ دوسروں کی طرح انہیں بھی اس فریضہ کو ادا کرنے کا موقع ملے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب قدرت پر فرض کر رکھا ہے۔

کئی سال تک تو مسلمانوں کو جنگوں نے گھیرے رکھا۔ غزوہ بدر ختم ہوا تو احد کی ہولناک جنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد اچانک جنگ خندق مسلط کر دی گئی۔ اسی طرح اور بھی کئی لڑائیوں نے انہیں چین سے بیٹھنے ہی نہ دیا لیکن بیت اللہ کی زیارت کا یقین کامل ہمیشہ ان کی نگاہوں میں شوق کا نور بن کر جگمگاتا رہا۔

کفار مکہ کے دل کا چور:

کفار مکہ نے اپنی قوت و مرتبہ کے گھمنڈ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام جانثاروں پر کعبہ کے دروازے بند کر رکھے تھے۔ مسلمان حج یا عمرہ میں سے کوئی بھی فریضہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ یہ بیت العتیق بھی کعبہ صرف قریش ہی کی ملکیت تھی؟ وہ تمام عرب کی یکساں ملکیت نہیں تھا؟ قریش تو اس کے صرف محافظ تھے۔ ان کا کام تو کعبہ کی چابیاں سنبھالنا، حاجیوں کو پانی پلانا اور دعوت کی چاکری تھی اور ان کے یہ مناصب بھی کعبہ شریف کی زیارت کو آنے والوں کے ہی مرہون منت تھے۔

عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اس کعبہ کے اندر ہر ایک کا بت علیحدہ علیحدہ نصب تھا اور کسی قبیلہ کو اپنے معبودت کے سوا کسی دوسرے کے صنم سے واسطہ نہ تھا اور قریش بحیثیت مجاور اس بات کے مجاز ہی نہیں تھے کہ کسی کو اس کے مراسم ادا کرنے سے منع کریں۔

لیکن جب اندھیری کائنات میں اجالوں کے محور رحمت کل عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور اقدس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بت پرستی سے نجات دلانے کی کوشش کا آغاز فرمایا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی تاکہ انہیں انسانیت کا شرف حاصل ہو۔ دنیا میں اتنے سربلند ہوں کہ اس سے بڑھ کر کسی رفعت و سربلندی کا امکان ہی نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کو ایسی روحانی زندگی کے عروج سے آشنا کرنا چاہا جس سے یہ انسان وجود حقیقی تک رسائی کر سکے۔ ایسی توحید جس کے فرائض میں حج و عمرہ کا ادا کرنا بھی شامل تھا۔ لیکن کفار مکہ کی ستم ظریفی کو دیکھئے کہ انہوں نے مسلمانوں کو یہ فرض ادا کرنے سے زبردستی روک رکھا تھا۔

کفار مکہ کے دل میں چور تھا، انہیں کھٹکا تھا کہ جب بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان بیت اللہ شریف میں زیارت کے لیے آ گئے تو ان کا آنا ان کے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ آخر وہ مسلمان اہل مکہ کے عزیز و اقارب میں سے ہیں۔ جیسے ہی ان کی نگاہیں آپس میں ملیں گی آمنا سامنا ہوگا تو رگوں میں دوڑتا ہوا مشترکہ خون جوش مارے گا محبت اپنا رنگ لائے گی جس سے اہل مکہ کو اس بات کا دکھ ہوگا۔ کہ ان کے عزیز و اقارب کا اپنے اہل و اولاد سے بچھڑے رہنا بڑا ظلم ہے۔ ایسے حالات میں ہوسکتا ہے مسلمانوں کے ہمدردوں اور دشمنوں کے درمیان خانہ جنگی ہو جائے۔ اس کے سوا ان کے دل میں یہ خلش بھی تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے ان کے لیے شام کی تجارتی راہ کو مسدود کر رکھا ہے۔ ان اسباب کی بنا پر اہل مکہ کی مسلمانوں دشمنی پورے شباب پر چھائی ہوئی تھی۔ اس حقیقت کا احساس انہیں کبھی نہ ہوا کہ وہ کعبہ کے مالک نہیں بلکہ اس کے صرف مجاور ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم زائرین کو پانی، کھانا اور مناسب آرام مہیا

Marfat.com

کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدوؤں اور قریب کے بادیہ نشینوں کو دعوت دی کہ وہ بھی اس سفر میں ساتھ چلیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی طرف سے مخالفت کا خدشہ تھا کہ وہ جنگ کے لیے تیار نہ ہو جائیں یا بیت اللہ شریف کی زیارت سے ہی نہ روک دیں بہت سے بدوؤں نے ساتھ جانے میں لیت ولعل سے کام لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار مہاجرین اور عربوں میں سے جو ساتھ ہو لیے ان کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے آپ نے قربانی کے جانور ساتھ لیے۔ عمرہ کا احرام باندھا تا کہ لوگ آپ کی طرف سے جنگ سے بے خوف ہو جائیں اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے۔

جب آپ عسفان کے مقام پر پہنچے تو آپ کو بشر بن سفیان کعبی ملا اس نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ قریش ہیں۔ انہوں نے آپ کی روانگی کے بارے میں سن لیا ہے وہ اپنے ساتھ عوذ مطافیل (دودھ دینے والی اونٹنیاں شیر خوار بچوں کے ساتھ) لائے ہیں، انہوں نے دشمنی کا اعلان کر دیا ہے وہ ذی طوی کی وادی میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں وہ اللہ کی قسمیں اٹھا رہے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے آپ مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ انہوں نے خالد بن ولید کو گھڑ سوار دستے کے ساتھ کراع الغمیم میں مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے بھیج دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> یاویح قریش! لقد اھلکتھم الحرب ماذا علیھم لو خلوا بینی وبین سائر العرب فان ھم اصابونی کان ذلک الذی ارادوا وان اظھر فی اللّٰہ علیھم دخلوا فی الاسلام واخرین وان لم یفعلوا قاتلوا وبھم قوۃ فما تظن قریش فو اللّٰہ لا ازال اجاھد علی الذی بعثنی اللّٰہ بہ حتی یظھرہ اللّٰہ او تنفرد ھذہ السالفۃ۔
>
> قریش پر افسوس! جنگ انہیں کھوکھلا کر چکی ہے۔ ان پر کیا حرج ہوتا اگر وہ میرے اور عربوں کے درمیان رکاوٹ نہ بنتے۔ اگر دوسرے عرب مجھ پر غالب آ جاتے تو جو قریش چاہتے تھے وہ انہیں حاصل ہو جاتا۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے عربوں پر غالب کر دیتا تو وہ سب اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اگر وہ اسلام میں داخل ہونا پسند نہ کرتے تو وہ جنگ کر لیتے جبکہ ان کے پاس قوت بھی جمع ہو چکی ہوتی۔ قریش کیا خیال کرتے ہیں اللہ کی قسم! میں لگاتار اس پیغام حق کے لیے لوگوں سے جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ عطا کر دے گا یا یہ گردن کٹ جائے گی۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

پھر فرمایا وہ کون شخص ہے جو ہمیں اس راستہ سے لے جائے جو اس راستہ سے مختلف ہو جس پر قریش پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔

بنی اسلم کے ایک آدمی نے عرض کی میں یہ خدمت کرنے کے لیے حاضر ہوں تو وہ ایک پتھریلے راستے سے گھاٹیوں کے درمیان لے کر چل پڑا، سب صحابہ اس سے گزرے جبکہ اس سے گزرنا صحابہ کے لیے بڑی تکلیف کا باعث تھا، جب وادی کے ختم ہونے پر وہ نرم زمین تک پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش کی

Marfat.com

درخواست کرتے ہیں اور اس کی طرف توبہ کرتے ہیں تو سب نے کہا: نستغفر اللّٰہ و نتوب الیہ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہی وہ کلمہ ہے جو بنی اسرائیل پر پیش کیا گیا تھا تو انہوں نے یہ کلمہ کہا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم ارشاد فرمایا دائیں جانب ایسے راستے سے چلو جو ثنیہ مرادتک لے جاتا ہے جو مکہ مکرمہ کے زیریں علاقہ میں حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالنے والی جگہ تک پہنچاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی اسی راستہ سے چلے جب قریش کے لشکر نے مسلمانوں کی جماعت کے غبار کو دیکھا کہ وہ ان کے راستہ کو چھوڑ چکے ہیں۔ تو وہ جلدی سے قریش کی طرف پلٹے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ثنیہ مراد میں پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے کہا اونٹنی تھک گئی ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ یہ تھکی ہے اور نہ ہی یہ اس کی عادت ہے اسے اس ذات نے روک دیا ہے جس ذات نے ہاتھی کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ آج قریش مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے۔ جس میں صلہ رحمی کا پہلو موجود ہو میں انہیں عطا کر دوں گا، پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا پڑاؤ ڈال دو آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی اس وادی میں تو کوئی پانی نہیں، آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اپنے ایک صحابی کو عطا فرمایا وہ صحابی تیر لے کر ایک پرانے کنویں میں اتر گیا اور اس کے وسط میں گاڑھ دیا تو پانی اس میں سے جوش مارنے لگا یہاں تک کہ صحابہ نے اس کی منڈیر سے پانی حاصل کیا۔

قریش کے وفود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قریش نے قاصدوں کے یکے بعد دیگرے چار وفد بھیجے۔ پہلا وفد قبیلہ خزاعہ کے سربراہ بدیل بن ورقاء کی زیر قیادت چند اشخاص پر مشتمل تھا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی اور آنے کا سبب پوچھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتایا کہ وہ جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے وہ صرف بیت اللہ شریف کی زیارت اور اس کی عظمت کے اظہار کے لیے آئے ہیں۔ پھر آپ نے ان سے بھی وہی باتیں کیں جو آپ نے بشر بن سفیان سے کی تھیں وہ وفد قریش کے پاس واپس چلا گیا قریش نے کہا اے قریش کی جماعت! تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں جلدی کر رہے ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے وہ تو بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ قریش نے بنو خزاعہ کے افراد کو برا بھلا کہا اور سختی سے پیش آئے اور کہا اگر وہ جنگ کے ارادہ کے بغیر بھی آئے ہیں۔ اللہ کی قسم تب بھی وہ زبردستی ہمارے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے اور عرب اس بارے میں باتیں نہ کریں گے (کہ مسلمان مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے تھے۔)

بنو خزاعہ کے مسلمان اور مشرک خفیہ طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمدرد تھے مکہ مکرمہ میں جو کچھ ہو رہا تھا اس سے آپ کو آگاہ کر دیتے۔

اس وفد کے بعد قریش نے مکرز بن حفص بن اخیف کو بھیجا جو بنی عامر بن لوی سے تعلق رکھتا تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آتے ہوئے دیکھا، فرمایا یہ ایک دھوکے باز آدمی ہے۔ جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا گفتگو کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ایسی ہی گفتگو کی جیسی بدیل بن ورقاء سے

Marfat.com

کی تھی وہ قریش کی طرف پلٹ آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو گفتگو کی تھی اس کے بارے میں بتایا۔

بعد ازاں قریشی نے جلیس بن علقم یا ابن زمان کو بھیجا ان دنوں وہ احابیش کا سردار تھا وہ بنی حارث بن عبد مناۃ بن کنانہ کا ایک فرد تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ ایسی قوم کا فرد ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتی ہے قربانی کے جانور اس کے سامنے گزارو یہاں تک یہ خود انہیں دیکھ لے جب اس نے قربانی کے جانوروں کو آتے ہوئے دیکھا جن سے وادی بھری ہوئی تھی ان کی گردنوں میں مندرے تھے زیادہ دیر تک روکنے کی وجہ سے ان کے بال اڑ چکے تھے تو وہ قریش کی طرف پلٹ گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو نہ کی اس نے جو کچھ دیکھا تھا اسی کو عظیم جانا واپس جا کر سب کچھ بتا دیا قریش نے کہا بیٹھ جا تو بدو ہے۔

جلیس ان کی بات پر غضبناک ہو گیا اور کہا اے قریش اللہ کی قسم! ہم نے تم سے یہ معاہدہ نہیں کیا تھا کہ اس آدمی کا راستہ روکا جائے جو بیت اللہ شریف کی تعظیم بجالانے کے لیے یہاں آیا ہو مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یا تو تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے دو گے یا میں احابیش کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا' قریش نے کہا اے حلیس ٹھہرو ٹھہرو یہاں تک کہ ہم اپنے بارے میں پسندیدہ فیصلہ کر لیں۔

اس کے بعد انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بھیجا عروہ نے کہا اے قریش جسے تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجتے ہو پھر اس کے ساتھ جو تم سختی اور درشتی اختیار کرتے ہو میں اسے دیکھ چکا ہوں تم خود جانتے ہو کہ تمہاری حیثیت والد کی ہے اور ہماری حیثیت بچے کی سی ہے۔ کہا میں نے تمھاری مصیبت کے بارے میں سنا میری قوم میں سے جس نے میری اطاعت کی میں نے انہیں جمع کیا اور تمہارے پاس آ گیا اور خود بھی تم سے ہمدردی کی۔ قریشیوں نے کہا تو نے سچی بات کی ہے۔ ہمارے نزدیک تیرے اوپر کوئی تہمت نہیں وہ قریش کے پاس سے اٹھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم نے اوباش لوگوں کو جمع کیا ہے پھر اپنے خاندان پر چڑھائی کر دی تا کہ ان کو نیست و نابود کرے۔ قریش اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے ہیں، انہوں نے جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر رہے ہیں کہ آپ ان پر زبردستی داخل نہ ہو سکیں گے۔ اللہ کی قسم! گویا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کل یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا تو لات کی شرمگاہ چومے کیا ہم حضور ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، عروہ نے پوچھا یہ کون ہے تو بتایا گیا یہ ابو قحافہ کے بیٹے ہیں۔ عروہ نے کہا اللہ کی قسم! اگر اس کا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں اسے جواب دیتا لیکن اس کی یہ بات اس احسان کا بدلہ ہے وہ گفتگو کرتے وقت اپنا ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی کو لگاتا جبکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ زرہ میں ملبوس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے اپنے ہاتھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے تک پہنچنے سے روک لے عروہ کہتا تو ہلاک ہو تو کتنا ترش اور سخت دل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے عروہ نے آپ سے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تیرا بھتیجا ہے مغیرہ بن شعبہ ہے عروہ نے کہا اے دھوکے باز! میں نے کل ہی تیری غلاظت صاف کی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عروہ کے ساتھ ویسی ہی گفتگو کی تھی جیسی دوسرے سفراء کے ساتھ کی تھی اور انہ

Marfat.com

بتایا کہ وہ جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے۔عروہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اٹھا اس نے صحابہ کے طرزِ عمل کو دیکھا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے تو صحابہ وضو کا پانی لینے کے لیے جلدی کرتے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعاب پھینکتے تو صحابہ اسے لینے کے لیے تیزی کرتے آپ کا کوئی بال گرتا تو اسے اٹھا لیتے،عروہ قریش کے پاس واپس آیا اور کہا اے قریش میں کسریٰ و قیصر اور نجاشی کے پاس ان کے ملکوں میں گیا ہوں میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں اتنا وقار والا نہیں دیکھا جتنا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قوم میں تکریم والا دیکھا ہے صحابہ کسی حالت میں ان کا ہاتھ نہیں چھوڑیں گے۔اب جو تمہاری رائے ہو اس پر عمل کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قاصد:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خراش بن خزاعی کو طلب فرمایا اسے مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس بھیجا اسے ایک ایسے اونٹ پر سوار کیا جسے ثعلب کہتے تاکہ خراش قریش کے سرداروں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدعی پہنچائے، قریش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں اور خراش کو قتل کرنے کا ارادہ کیا،احابیش نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا جس وجہ سے انہوں نے خراش کو کچھ نہ کہا خراش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ گیا۔

قریش کا حملہ:

اس اثناء میں ایک رات قریش کے 40 پیادہ نوجوانوں نے حدیبیہ پہنچ کر پہلے تو مسلمانوں پر پتھراؤ کیا۔پھر باقاعدہ حملہ کر دیا۔لیکن نتیجہ کے طور پر سب مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رہا کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد ہی اس ادب والے مہینہ کا ادب کرنا تھا۔پھر حدیبیہ جو حد حرم ہونے کی وجہ سے محترم تھا اس کا احترام بھی پیش نظر تھا۔قریش کو اپنے آدمیوں کی گرفتاری کے بعد رہائی سے کچھ ہوش آیا۔عقل سے کام لیا اور سمجھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کے لیے نہیں آئے۔قریش کو یہ بھی احساس ہونے لگا کہ اگر مسلمانوں پر اس احترام والے مہینے میں زیادتی کی گئی تو تمام عرب ان کو طعنہ دیں گے اور یقین کر لیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کے ساتھ جتنا بھی بدتر سلوک کریں وہ اس کے مستحق ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا قاصد:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا تاکہ انہیں مکہ مکرمہ بھیجیں اور وہ قریش کے سرداروں تک آپ کے آنے کا مقصد بیان کریں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے قریش سے اپنے بارے میں خوف محسوس ہوتا ہے مکہ مکرمہ میں بنی عدی کا کوئی بھی فرد نہیں جو میرا دفاع کر سکے قریش کو خوب معلوم ہے کہ میں ان سے کس قدر دشمنی رکھتا ہوں۔اور میں ان پر کتنا سخت ہوں لیکن آپ کو ایسے آدمی کے بارے میں بتاتا ہوں۔جو میری نسبت قریش کے نزدیک زیادہ معزز ہے وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن غفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا تاکہ انہیں جا کر یہ بتائے کہ آپ ﷺ جنگ کے لیے تشریف نہیں لائے آپ تو محض بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔

Marfat.com

اور اس کی تعظیم بجالانا چاہتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے آپ جونہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ابان بن سعید عاصی آپ کو ملا اس نے آپ کو گھوڑے پر آگے بٹھایا انہیں اس وقت تک پناہ دی یہاں تک کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سرداروں تک پہنچا دیں، حضرت عثمان چلے ابوسفیان اور دوسرے سرداروں کے پاس گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام انہیں پہنچایا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیغام رسانی سے فارغ ہوئے تو قریش کے سرداروں نے کہا اگر تم بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہتے ہو تو طواف کرلو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس وقت تک طواف نہ کروں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہ کرلیں۔ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ آپ کو شہید کردیا گیا ہے۔

شہادت عثمان پر بیعت جہاد:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا ہم جب تک قریش سے پورا پورا حق نہ لے لیں اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گے۔ آپ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی یہ بیعت ایک درخت کے نیچے ہوئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے موت پر بیعت نہیں لی تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے موت پر بیعت نہیں لی تھی بلکہ ہم نے آپ کے ہاتھ پر یہ بیعت کی تھی کہ ہم نہ بھاگیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے بیعت لی حاضرین میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا صرف جد بن قیس نے بیعت نہ کی جو بنی سلمہ سے تعلق رکھتا تھا، حضرت جابر بن عبداللہ کہا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! گویا میں اب بھی اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی اونٹنی کی بغل میں لیٹا ہوا ہے وہ اونٹنی کے ساتھ چمٹا ہوا تھا جس کی مدد سے وہ لوگوں سے اپنے آپ کو چھپا رہا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو بات کی گئی تھی وہ باطل ہے۔

صلح کی پیشکش:

آخر میں قریش نے سہیل بن عمرو جو عامر بن لوی سے تعلق رکھتا تھا، کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجا قریش نے سہیل سے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ صلح میں صرف ایک شرط ہو کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں تاکہ عرب یہ باتیں نہ کریں کہ مسلمان بزور بازو مکہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ سہیل بن عمرو آیا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا قریش نے اس آدمی کو بھیجا ہے تو گویا انہوں نے صلح کا ارادہ کرلیا ہے۔ جب سہیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا تو آپ سے طویل بحث و تمحیص کی کھینچا تانی ہوتی رہی پھر دونوں فریقوں میں صلح ہوگئی۔

Marfat.com

جب صلح کا معاملہ ہو چکا تو صرف تحریر باقی تھی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول نہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا ہم مسلمان نہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی تو ہم کس وجہ سے اپنے دین میں کمزوری قبول کر رہے ہیں۔'' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ میں تو گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کی کیا ہم مسلمان نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں، عرض کی کیا وہ مشرک نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کی پھر ہم اپنے دین میں کیوں کمزوری قبول کر رہے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور نہ ہی وہ مجھے ضائع کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اس روز میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو گفتگو کی تھی اس وجہ سے میں لگاتار صدقے کرتا رہا روزے رکھتا رہا، نمازیں پڑھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے اپنے بارے میں خیر کی امید ہوگئی۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

معاہدہ حدیبیہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا، فرمایا۔ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تو سہیل نے کہا میں تو یہ نہیں جانتا بلکہ یہ لکھو باسمك اللّٰھم...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا باسمك اللّٰھم لکھو تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے لکھا پھر فرمایا لکھو یہ وہ شرطیں ہیں جن پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سہیل بن عمرو نے صلح کی، سہیل نے کہا اگر میں یہ جانتا ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں تم سے جنگ نہ کرتا بلکہ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ صلح ہے جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان ہوئی دونوں فریقوں نے ان شرائط پر صلح کی تھی۔

1- دس سال تک باہم جنگ نہ ہوگی، لوگ باہم امن سے رہیں گے ایک دوسرے سے ہاتھ روکے رکھیں گے۔
2- جو آدمی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مسلمانوں کے پاس آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا اور جو مسلمانوں میں سے مرتد ہو کر قریش کے پاس چلا جائے گا اور جو چاہے گا وہ قریش کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہو جائے گا۔
3- جو فرد یا قبیلہ چاہے گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لے گا اور جو چاہے گا وہ قریش کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہو جائے گا۔ بنو خزاعہ جلدی سے اٹھے اور کہا ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد میں شریک ہیں جبکہ بنو بکر نے جلدی سے کہا ہم قریش کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہیں۔

Marfat.com

4- آپ اس سال واپس چلے جائیں گے اور مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوں گے جب سال آئے گا ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائیں گے اور مکہ مکرمہ میں تین دن قیام کریں گے۔ آپ کے ساتھ صرف سوار کا اسلحہ ہوگا جبکہ تلواریں نیام میں ہوں گی کسی اور صورت میں آپ مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہوں گے۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

☆☆☆

Marfat.com

خالد بن ولیدؓ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے تک

عمرۃ القضاء اور قرار دادِ حدیبیہ:

صلح حدیبیہ میں طے شدہ سال کی مدت گزر گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو عمرۃ القضاء کی تیاری کا حکم دے دیا۔ جس کی ادائیگی سے پچھلے سال حدیبیہ میں روک دیا گیا تھا۔

اس اعلان سے مسلمانوں کی خوشی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اعلان سنتے ہی لبیک کی آوازیں اپنی بلند ہوئیں کہ آسمان کے فرشتوں نے سنیں۔ ان میں ایسے مہاجرین بھی تھے جو کوئی سال سے وطن دیکھنے کو ترس گئے تھے مسلمانوں کے انتہائے شوق کا ہی نتیجہ ہے کہ پچھلے سال صرف 14 سو اور اب دو ہزار مسلمان پابہ رکاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

مدینہ سے روانگی کا نظارہ:

مدینہ سے روانہ ہوتے وقت ساٹھ ہدی (قربانی) کے جانور تھے سید المرسلین اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار آگے آگے تھے۔ زائرین کے دل میں مکہ معظمہ کی زیارت اور بیت اللہ کا طواف کرنے کی مسرتیں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح تھیں۔

مکہ سے قریش کی روپوشی:

مسلمان جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو قریش اس سے پہلے ہی روپوش ہو گئے۔ کسی نے قریبی پہاڑوں میں خیمے گاڑ لیے اور کسی نے درختوں کی آڑ لے لی۔ بعض کوہِ ابوقبیس پر چڑھ گئے کسی نے حراء میں پڑاؤ ڈال دیا۔ غرض تمام عورتیں اور مرد ندامت سے منہ چھپانے کے لیے یا رعب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرعوب ہو کر گردونواح کی پہاڑیوں میں دبک گئے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اہل مکہ کا ہر چور دل مکہ معظمہ میں داخل ہونے والے ہر مسلمان کو بڑے غور سے پہچان اور دیکھ رہا تھا کہ جن لوگوں کو دھتکار کر ہم نے مکہ سے نکالا تھا آج وہ کس شان سے مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے ہیں۔

مکہ معظمہ میں ورود مسعود:

رحمت للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ کے شمال کی طرف سے داخل ہوئے۔ آپ کے ناقہ کی مہار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی، وہ آگے آگے چل رہے تھے۔ کچھ پیدل اور کچھ سوار، کچھ دائیں کچھ بائیں، کچھ پیچھے تمام صحابہ کرامؓ حلقہ بنائے ساتھ ساتھ تھے۔ کعبہ پر نگاہ پڑی تو سب نے بیک زبان پکارا۔

Marfat.com

"لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك لاشريك لك لبيك اللهم لبيك۔"

ان کے دل اور روح دونوں رب ذوالجلال کی طرف متوجہ تھے۔

تاریخ عالم میں اس منظر جیسی مثال کہیں نہیں مل سکتی۔ اس نظارے نے ان پتھر دل مشرکوں کے دل بھی موم کر دیئے۔ انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔ جن کارواں رواں بتوں کی بندگی میں ڈوبا ہوا تھا ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ "لبیک اللھم لبیک" کی گونج کانوں کے پردوں سے گزرتی ہوئی دل کی گہرائیوں میں اتر رہی تھی اور مشرک حیرت و استعجاب کے طوفانوں میں غوطے کھا رہے تھے۔

بیت اللہ شریف میں ورُودِ مسعود:

قصواء بیت اللہ شریف کے دروازہ پر آ پہنچی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چوکھٹ پر تشریف لائے تو احرام باندھ کر یہ دعا پڑھی۔

اللهم ارحم امرأ اراهم اليوم من نفسه قوة۔

یا اللہ اس شخص پر رحم فرمائیو جو دشمن کے سامنے وقار سے آئے۔

افعال عمرہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رکنِ یمانی کو مس فرمانے کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر کعبہ کے سات طواف کئے جن میں پہلے تین طواف میں تیز رفتار کے ساتھ چل رہے تھے اور اس کے بعد کے طواف معمولی رفتار کے ساتھ مکمل فرمائے۔

ابتداء میں دو ہزار صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم بہ قدم افعال عمرہ ادا فرماتے رہے۔ قریش کوہ ابوقبیس پر کھڑے ہوئے جھانک رہے تھے اور اس منظر نے انہیں حسرتِ آلودہ کر دیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے تھوڑی دیر پہلے آپس میں یہ سرگوشی کی تھی کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے اصحاب تھکے ماندے ہیں۔ لیکن جب طواف میں ان کی پھرتی (تیز رفتاری) دیکھی تو ان کے دل سے پہلا خیال نکل گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرامؓ طوافِ کعبہ سے فارغ ہو کر کوہ صفا اور مروہ کے درمیان حسب آئین سات مرتبہ سعی فرمائی۔ مروہ کے قریب قربانی ذبح کر کے سر کے بال منڈوائے اور عمرہ سے فراغ حاصل فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

خالد بن ولید حلقہ بگوشِ اسلام:

عمرۃ القضاء کے تاثرات کا نتیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکہ مکرمہ سے واپس آنے کے فوراً ہی بعد اس صورت میں رونما ہوا کہ قریش کا وہ جانباز خالد بن ولید جس نے غزوہ اُحد میں لڑائی کا نقشہ بدل دیا تھا آج اس نے قریش کے سامنے اعلان کر دیا۔

لقد استبان لكل ذى عقل ان محمدا ليس بساحرو[لا] شاعر و ان كلامه كلام رب

Marfat.com

العالمین فحق علی کل ذی لب ان یتبعه۔

عقلندوں پر بات واضح ہو چکی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہی جادوگر ہیں نہ شاعر ہیں۔ان کا کلام رب العالمین ہی کی وحی ہے اور آپ کی اطاعت ہر شخص پر واجب ہے۔لازم ہے۔

اس مجمع میں عکرمہ (فرزند ابوجہل) بھی موجود تھے انہوں نے خالد کی تردید میں کہا۔

تم نے ستارہ پرستوں کا مذہب اختیار کرلیا ہے۔اب دونوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ اس طرح چلا۔

خالد۔نہیں بلکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

عکرمہ۔ اللہ کی قسم! قریش کو تم سے یہ اُمید نہیں کہ تم اسلام قبول کرلو گے۔

خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔آخر قریش کو میرے مسلمان ہو جانے کی توقع میں کیا چیز مانع ہے؟

عکرمہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے والد کو قتل کروایا۔تمہارے چچا اور عم زاد برادر انہی مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔واللہ! اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو نہ اسلام قبول کرتا نہ تمہارے جیسی گفتگو کرتا۔

خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔یہ ضد جاہلیت کی عادت ہے۔مجھ پر حقیقت کا انکشاف ہو چکا ہے اور میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی اطلاع کے ساتھ کئی گھوڑے بطور ہدیہ ارسال کیے۔

ابوسفیان اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کی خبر جب ابوسفیان نے سنی تو اس نے انہیں اپنے گھر بلایا اور کہا۔

ابوسفیان! خالد میں عزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سنا ہے اگر وہ صحیح ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے میں تم سے فیصلہ کروں گا۔

خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اب کسی کو برا لگے یا بھلا۔

ابوسفیان تلوار لے کر خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پل پڑا۔اتفاق سے عکرمہ بن ابوجہل بھی موجود تھے۔انہوں نے ابوسفیان کا دامن کھینچتے ہوئے کہا۔اے ابوسفیان واللہ! جس خطرہ سے تم ڈر رہے ہو۔اس سے میں بھی ڈر رہا ہوں بلکہ ابوسفیان! تم ایک خالد کی بات کر رہے ہو مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں ایک سال کے اندر اندر پورے مکہ والے بھی دین اسلام قبول نہ کرلیں۔

عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ بگوش اسلام ہو کر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صف میں شامل ہو گئے۔ان کے علاوہ بھی اہل مکہ میں سے اور خوش نصیب حلقہ اسلام میں داخل ہوئے جس سے اسلام کی شان وشوکت میں مزید اضافہ ہوا اور اہل مکہ نے خاتم الرسل نبی رحمت وشفقت کے فاتحانہ داخلہ کے لیے دروازے کھول دیئے اور اب کوئی امر راستہ کی دیوار نہ تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

سلاطین عالم کو دعوت اسلام

سلاطین عالم کو دعوت اسلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو آپ نے سن 7 ہجری کے شروع میں والیان ملک کو دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل غیر مسلم بادشاہوں اور نوابوں کے پاس اپنے سفیر بھیجے۔

ہرقل (شاہ روم)، کسریٰ (شاہ ایران)، مقوقس (شاہ مصر)، نجاشی (حبشہ) علاوہ ازیں نجاشی کے یمنی گورنر اور عیسائی حارث کے پاس بھی دعوت اسلام دے کر سفیر بھیجے گئے۔

حرمت شراب:

حرمت شراب کے دور کا تعین سیر نویسوں میں اختلاف رائے کا حامل ہے۔ البتہ مدت دور 4 ہجری اور زیادہ سے زیادہ 6 ہجری بیان کی جاتی ہے۔

تاہم شراب کے حرام ہونے کا توحید کے نظریہ سے اتنا تعلق نہیں ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ بعثت مقدس اور نزول قرآن دونوں کے بیس سالہ دور تک شراب کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا بلکہ شروع میں تو اس کی خرابیوں کے بارے میں آگاہ کیا گیا تاکہ مسلمان اس سے آہستہ آہستہ خود ہی ذہنی طور پر نفرت کر کے الگ ہو جائیں۔ اور آخر میں حتمی حرمت کا حکم نازل فرمایا گیا جو اس طرح منقول ہے۔

پہلی مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے نفرت کا اظہار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور کئی مرتبہ عرض کیا۔

"اللھم بین لنا فیھا۔"

اے اللہ! شراب سے متعلق واضح حکم نازل کیا گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یسئلونک عن الخمرو المیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما (2 : 219)

اے رسول! لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان میں بڑے نقصان ہیں۔ اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔ مگر ان کے نقصان فائدہ سے کہیں زیادہ ہیں۔

لیکن شراب کے عادی اس حکم سے بالکل متاثر نہ ہوئے اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی بات پر مطمئن نہ ہو سکے۔ پھر اللہ کے حضور درخواست کی۔

Marfat.com

اللهم بین لنا فیھا فا نھا تذھب العقل و المال۔

اے اللہ! شراب سے متعلق واضح حکم نازل فرمایئے یہ تو مال اور عقل دونوں کی دشمن ہے۔

اب اس کے بعد صرف نشہ کی حالت میں قیام صلوٰۃ کی ممانعت فرمائی۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون ۔ (43:3)

مومنو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ۔

اس آیت کے نازل ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا۔

لا یقربن الصلٰوۃ سکران۔

کوئی شخص نشہ کے عالم میں نماز کے قریب نہ جائے۔

ان آیتوں اور احکامات کی وجہ سے مسلمانوں میں شراب نوشی کی عادت میں کمی واقع ہوگئی۔لیکن جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے اب انہوں نے اور بھی زیادہ آہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا۔

اللھم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا فانھا تذھب العقل و المال۔

اے اللہ! شراب سے متعلق مبنی بر شفا حکم ہمارے لئے واضح فرما۔ یہ مال اور عقل دونوں کی دشمن ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شراب کی قطعی حرمت نازل فرمادی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایھا الذین آ منوا انما الخمر والمیسر والا نصاب والا زلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون o انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصد کم عن ذکر اللّٰہ وعن الصلٰوۃ فھل انتم منتھون ۔

(91-90:5)

اے ایمان والو! شراب، جوا اور بت پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں۔سو ان سے بچتے رہنا تا کہ نجات پاؤ۔شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو ان کاموں سے باز رہنا چاہیے۔

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک اس حرمت کی خبر پہنچی تو انہوں نے شراب باہر پانی کی طرح بہادی۔اور شراب کے مٹکے توڑ دیئے گئے۔اس پر بعض حضرات کو اعتراض ہوا کہ اگر شراب ناپاک ہی ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا ہوگا جنہوں نے غزوۂ بدر و احد میں شراب پی رکھی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

لیس علی الذین اٰمنوا و عملوا الصلحت جناح فیما طعموا اذا ما اتقواوّا منوا و عملواالصلحت ثم اتقوا وامنواثم اتقواو احسنوا واللّٰہ یحب المحسنین o (المائدہ: 93)

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر گناہ نہیں اس میں جو کچھ پہلے کھا چکے جب کہ آئندہ کو

Marfat.com

ڈر گئے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔"

روم وفارس دو بڑی سلطنتیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں اردگرد کے ملکوں میں کسریٰ (ایران) اور ہرقل (روم) دونوں اتنے طاقتور بادشاہ تھے کہ اپنے ملکوں کے علاوہ نزدیکی ممالک میں بھی انہی دونوں کی سیاست کارفرما تھی۔ اور دونوں ایک دوسرے کی سلطنت کے مخالف بھی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور بعثت کے قریب ہی ایران روم کے خلاف ایسا صف آرا ہوا کہ مصر شام اور اس کے مذہبی مرکز بیت المقدس پر حملہ لے کر صلیب تک اٹھا لے گئے۔ اس مصیبت کے عالم میں ہرقل روم نے نذر مانی کہ اگر مقدس صلیب ان کے سر پر پھر سایہ فگن ہو جائے تو میں بیت المقدس کی زیارت کے لیے حمص سے پیدل چل کر جاؤں گا یہ عیسائی بادشاہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

کسریٰ فارس اور ہرقل روم میں کئی برسوں سے اختلاف چل رہے تھے۔ ان میں سے کبھی ایک غالب آتا تو کبھی دوسرا لیکن دونوں کے قرب وجوار کی سلطنتیں اور ان کے عوام ہرقل اور کسریٰ کے نام سے خوف زدہ تھے۔ لہٰذا ان دونوں مخالف قوتوں سے ٹکرانے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ البتہ دونوں کی نگاہ لطف وکرم کے سب منتظر رہتے تھے۔

عرب کی زبوں حالی:

یہ تو شام اور ایران کے اردگرد کے ملکوں کا حال تھا۔ جہاں کسی نہ کسی صورت امن موجود تھا۔ مگر ان کے مقابلہ میں عربستان کی حالت کچھ یوں تھی کہ قبائلی زندگی نے ہر ایک کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا تھا۔ جس کی بدولت عرب کے عوام روم اور ایران کی عنایات کے زیادہ محتاج تھے۔ خصوصاً جبکہ عرب کے دو بڑے خطے عراق ایران اور یمن کے زیر نگیں اور مصر وشام جیسے وسیع تر ملک ہرقل کی مملکت میں شامل تھے۔ اس وجہ سے حجاز اور جزیرۃ العرب اتنی پر ہیبت اور مضبوط سلطنتوں میں گھرا ہوا تھا۔ عربوں کا ذریعہ معاش صرف تجارت ہی تھا۔ ان کی تجارتی گزرگاہ یمن کے ایک کنارے سے لے کر شام کے کونے تک محدود تھی۔ جس کی بدولت سے عرب کے باشندے کسریٰ (ایران) اور قیصر (روم) دونوں کے ساتھ علیک سلیک رکھنے پر مجبور تھے۔ عرب کے سیاسی انتشار کا یہ عالم تھا کہ کبھی ان میں صلح صفائی ہو بھی گئی تو خیر ورنہ آپس میں ہمیشہ جنگ وجدل کا سلسلہ شروع رہتا تھا۔ کبھی یہ توفیق نہ تھی کہ اکٹھے ہو کر رہیں۔ وقت آ پڑے تو قیصر وکسریٰ سے قسمت آزمائی کریں۔

عرب کے اس داخلی انتشار اور خارجی حدود میں پر ہیبت وطاقت بادشاہوں کی موجودگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیصر وکسریٰ جیسے طاقتور بادشاہوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا جرأت نبوت ہی ہو سکتی ہے اور کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔

قیصر روم کے نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان:

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبداللہ و رسولہ الی ہرقل عظیم الروم سلام علی

Marfat.com

من اتبع الهدی ا ما بعد فانی ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم یوتك الله اجرك مرتین فان تولیت فانما علیك اثم الاریسین یا اهل الکتاب تعالو الٰی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئاً ولا یتخذ بعضًا ارباباً من دون الله فان توا لوا فقو لوا اشهدوا ابانا مسلمون۔ (3 - 64)

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور رسول محمد کی طرف سے ہرقل شاہ روم کے نام، سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بعد میں تجھ کو دعوت اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ تو اسلام قبول کر لے سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوہرا ثواب دے گا۔ اگر تو نے روگردانی کی تو تیری رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پوجا نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو خدا نہ بنائے۔ اگر وہ نہیں مانتے تو کہہ دو۔ تم گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں۔

سفیروں اور حکمرانوں کے نام:

☆ وحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ	ہرقل روم
☆ عبداللہ ابن حذافہ رضی اللہ عنہ	کسریٰ ایران (خسرو پرویز)
☆ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	نجاشی حبشہ اصحمہ
☆ حاطب بن ابوبلتعہ رضی اللہ عنہ	مقوقس شاہ مصر اور اسکندریہ
☆ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	شاہان عمان (جیفر و عبد پسران الجلندی)
☆ سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ	رئیس یمامہ ہوذہ
☆ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ	رئیس بحرین (منذر بن ساوی)
☆ شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ	رئیس غسان (حارث بن ابی شمر الغسانی)
☆ مہاجر بن امیہ مخزومی	رئیس یمن حارث حمیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر ایک ہی وقت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے یا مختلف اوقات میں اس بارے میں اہلِ سیر کی مختلف آراء ہیں۔

روم و فارس کا تاریخی جائزہ:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ہم عصر بادشاہوں کو دین اسلام کی دعوت دینا قابل حیران جرأت کا کام نہیں؟ اس سے بھی کہیں زیادہ یہ اصلیت انسان کو حیرت و استعجاب کے بھنور میں پھنسا دینے کے لیے کیا کم ہے۔ کہ ٹھیک بعد یہ تمام سلطنتیں اسلام کے زیر نگیں آ گئیں۔ روم اور ایران کے مقابلہ میں ان ملکوں کے بہت سے عوام پہلے ہی سے مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن عربستان اور اس کے ساحلی علاقوں کے کافی خطوں کا مفتوح ہونا قابل حیرت

Marfat.com

نہیں۔لیکن جب ہم اس خطے کے سب سے بڑے اور اہم دو ملکوں ایران اور روم کی قوت و تمدن کا تاریخی جائزہ لیتے ہیں۔تو یہ دونوں ظہور اسلام کے بعد تک بھی بدستور تمام عالم میں نمایاں تھے۔ان کا ارتقاء اور عروج صرف مادی بنیاد ہی پر قائم تھا۔ ان دونوں ملکوں کی روحانی قوتیں دیوالیہ ہو چکی تھیں۔ایران مذہبی طور پر دو فرقوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ان میں سے ایک فرقہ بت پرست اور دوسرا آتش پرست تھا۔روم بزنطیہ میں مسیحیت کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔جس کی بناء پر ان کے عقیدہ میں بھی اتنی قوت نہ تھی کہ اس کے بل بوتے پر اُن کے ماننے والوں کے دلوں میں قوت استقامت پیدا ہو۔اب ان کا مذہب صرف ظاہری رسوم وقیود کا حصہ بن کر رہ گیا۔جن کے ماننے والوں کی عقل پر پردے پڑ چکے تھے۔

ایران کی بت پرستی و مجوسیت اور روم کی مسیحیت کے مقابلہ میں مذہب اسلام ظاہر ہوا۔جس کے ترجمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے خالص روحانیت کی دعوت پیش کرتے جس کے نتیجہ میں اسلام کے ماننے والے انسانیت کے عمدہ ترین مراتب حاصل کر سکتے تھے۔اور یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ روحانیت اور مادیت کی باہمی جنگ کی بدولت جب وقتی خواہشوں کے مقابلہ میں جاودانی نعمتیں اور روحانی عیش ختم ہو جائیں تو اول الذکر (وقتی خواہشات) کو سرنگوں ہونا ہی پڑتا ہے۔

بالآخر روم اور ایران اقتدار و سلطنت میں اس وقت کوئی بھی طاقت کے برابر نہیں تھے لیکن تکلیف کی بات یہ تھی کہ دونوں جدت اور فکر نو کے دشمن اور قدیمی رسم پرستی کے دیوانے تھے۔یہاں تک ہر ایسے فکر و حدت اور نظریہ کو ضلالت و بدعت سمجھتے جو ان کی دقیانوسی رسومات کے مخالف ہو۔وہ اپنی پرانی اور بھول بھلیوں کی طرح کی راہوں کو ترقی کی شاہراہ سمجھ کر اسی میں چکر کاٹتے رہتے۔گویا روم اور ایران دونوں نے اپنے دفاع کے دروازے بند کر دیئے تھے۔کیونکہ انسانی جماعت اور فرد بھی موجودات کے دوسرے عوامل کی طرح ہر لحظہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ جماعتوں کو بھی بام عروج پر جانے کے باوجود مزید تگ و دو کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

ورنہ ایسی ترقی پذیر جماعت کی مثال اس دولت مند کی طرح یوں ہوگی جو اپنے سرمایہ کو کاروبار میں لگانے کی بجائے زندگی کے مصارف میں بہانا شروع کر دے۔

اسی طرح متمدن قوموں کا ترقی کی مزید کاوشوں کو چھوڑ کر بیٹھ جانا ایسا ہی ہے۔جیسے صدیوں کی جمع کردہ تہذیب و تمدن کی دولت کو دریا برد کر دینا۔جس کے نتیجہ میں ایسی قوم کا قعر مذلت میں گر جانا لازمی ہوتا ہے۔اور جب کوئی قوم یا جماعت اس طرح ذلیل وخوار ہو کر رہ جائے تو اسے کسی ایسی خارجی قوت کے زیر نگیں ہو کر رہنا ہی پڑتا ہے۔جب وہ قوم کسی پس ماندہ قوم کو اپنے دامن میں پناہ دے تو اس پسماندہ قوم میں بھی ترقی کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسماندہ اقوام میں یہی روم و ایران کی دو بڑی سلطنتیں تھیں۔جن کی نشاۃ ثانیہ (نئی زندگی) کے لیے نہ تو چین، نہ ہی ہندوستان میں اتنی قوت و طاقت تھی کہ وہ اس کا مداوا بن سکے۔اور یہی بے مائیگی و دیوالیہ پن وسطی یورپ کے ملکوں پر مسلط تھا۔

اگر کوئی جوہر تھا تو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات اقدس تھی۔جس کی دعوت میں وہ تعمیری جوہر تھا کہ اپنے ساتھ ان قوموں کو بھی ترقی کی راہ کا ہمسفر بنا لے۔جو قومیں دین کے غلط تصورات اور دقیانوسی رسومات کی وجہ سے سر

Marfat.com

منزل تھک کر بیٹھ گئی ہوں۔

یہودِ خیبر پر حملہ کی تیاری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپسی کے بعد ذی الحجہ کے کچھ دن مدینہ طیبہ میں رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم کے باقی ماندہ دنوں میں خیبر کی طرف نکلے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کے قریب پہنچے۔ تو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ پھر دعا کی۔

''اے اللہ جو آسمانوں کا رب ہے۔ اور آسمان جن پر سایہ فگن ہیں۔ ان کا بھی رب ہے۔ اے زمینوں کے رب اور زمینیں جنہیں اُٹھائے ہوئے ہیں۔'' ''اے شیاطین کے رب اور ان کے رب جنہیں شیطانوں نے گمراہ کیا ہے۔ ہواؤں کے رب اور ان کے رب جنہیں ہوائیں اڑا رہی ہیں۔ ہم تجھ سے اس شہر کی اچھائی، اس کے باسیوں کی خیر اور اس میں جو کچھ ہے اس کی خیر کے طالب ہیں۔ ہم اس کے شر، اس کے رہنے والوں کے شر اور اس میں جو کچھ ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ کے نام کی برکت سے آگے بڑھو۔

حضرت انس بن مالک سے ایک قابل اعتماد آدمی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی قوم پر حملہ آور ہوتے۔ آپ صبح کے طلوع ہونے سے پہلے حملہ نہ کرتے اگر آپ اذان کی آواز نہ سنتے تو حملہ کرتے ہم رات کے وقت خیبر پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں رات گزاری۔ جب صبح ہوئی آپ نے اذان کی آواز نہ سنی تو آپ سوار ہوئے۔ اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی سوار ہوئے۔ میں حضرت ابو طلحہ کے پیچھے سوار ہوا۔

میرے قدم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کو مس کر رہے تھے۔ ہم نے خیبر کے مزدوروں کو دیکھا کہ وہ صبح صبح باہر نکل رہے ہیں۔ وہ اپنی کسیوں اور ٹوکریوں کے ساتھ نکل رہے تھے۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے۔ محمد والخمیس یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کا لشکر ان کے ساتھ ہے۔ وہ پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر! خیبر تباہ و برباد ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں۔ تو ان کی صبح کتنی بری ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ سے خیبر کی طرف نکلے تو عصر پہاڑ کے راستے پر چلے، آپ کے لیے وہاں مسجد بنائی گئی ہے۔ پھر آپ صہباء کے مقام پر فروکش ہوئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ وادی رجیع میں فروکش ہوئے۔ وہاں آپ بنی غطفان اور خیبر کے درمیان اترے تا کہ بنی غطفان کے یہودیوں کی مدد کرنے سے روک دیں۔ بنی غطفان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنے والے تھے۔

مجھے یہ خبر پہنچی جب بنی نوع غطفان نے خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فروکش ہونے کی خبر سنی تو سب جمع ہوئے اور گھروں سے نکل پڑے تا کہ یہودیوں کی مدد کریں۔ جب ایک منزل چل چکے ہوں گے تو انہوں نے اموال اور اولادوں میں کچھ حرکت محسوس کی۔ انہوں نے گمان کیا کہ ان پر کسی نے حملہ کر دیا ہے وہ پلٹ گئے اور اپنے اموال اور گھروں میں ٹھہرے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خیبر کے یہودیوں کو آزاد چھوڑ دیا۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اموال ایک ایک جمع کرتے رہے۔ اور ایک ایک قلعہ فتح کرتے گئے۔ سب سے پہلے آپ نے ناعم کا قلعہ فتح کیا۔ وہاں ہی حضرت محمود بن مسلمہ شہید ہوئے۔ جن پر چکی کا پاٹ پھینکا گیا تھا۔ جس کے پتھر نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر قموص کا قلعہ فتح کیا جو بنی ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیدی ملے۔ جن میں صفیہ بنت حیی بن اخطب بھی تھیں۔ یہ کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کے عقد میں تھیں۔ اور ان کی دو چچازاد بہنیں بھی گرفتار ہوئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صفیہ کا مطالبہ کیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے لیے منتخب کر لیا۔ تو انہیں ان کی دونوں چچازاد بہنیں عطا کر دیں۔ خیبر کے قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔

محاصرہ:

مسلمان مجاہدین نے خیبر کے قلعوں کو چاروں اطراف سے محاصرہ میں لے لیا۔ یہود نے اپنے سرغنہ سلام بن مشکم کے مشورہ سے مال و اسباب، مستورات اور بچوں کو قلعہ میں بھیج دیا۔ مجاہدین کے حملہ سے بچنے کے لیے یہود اور ان کے بچے سب کے سب قلعہ نطاۃ میں جمع ہو گئے۔

دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا:

سب سے پہلے قلعہ نطاۃ کے نیچے دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ ان دونوں لشکروں کے درمیان لڑائی کافی دیر تک پورے شباب پر رہی۔ اس لڑائی میں مجاہدین کے پچاس مجاہد شدید زخمی ہوئے۔ اس لڑائی میں یہود کا سپہ سالار سلام بن مشکم بھی مارا گیا۔ لڑائی میں یہودیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

قلعہ قموص و قلعہ صعب بن معاذ کا محاصرہ:

اس کے بعد مسلمان مجاہدین نے قلعہ قموص قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس قلعہ کو بھی مسلمان مجاہدین نے شدید معرکہ کے بعد فتح کر لیا۔ اور یہود کو منہ کی کھانی پڑی۔ اس کے بعد مسلمان مجاہدین نے قلعہ صعب بن معاذ کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ میں بھی یہودیوں نے شکست کھائی۔

مرحب کا قتل:

خیبر کے یہودیوں میں رستم کے لقب سے مشہور مرحب نامی یہودی پوری طرح مسلح ہو کر فخر سے یہ اشعار کہتا ہوا اپنے قلعہ سے نکلا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

خیبر والے جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں مسلح ہوں، بہادر ہوں اور تجربہ کار ہوں۔

Marfat.com

أَطْعَنُ أَحْيَانًا وَ حِينًا أَضْرِبُ
إِذَا اللُّيُوثُ أَقْبَلَتْ تَخَرَّبُ

میں کبھی نیزہ مارتا ہوں اور کبھی تلوار چلاتا ہوں جب شیر دل بہادر لوگ جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔

إِنَّ حَمَاىَ لِلْحِمٰى لَا يُقْرَبُ۔

بے شک میری چراگاہ شیروں کے لیے ہیں۔اس کے قریب کوئی نہیں جاسکتا۔وہ کہہ رہا تھا ہمارا مقابلہ کون کرے گا کعب بن مالک نے اسے جواب دیا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ كَعْبُ
مُفَرِّجُ الْغَمِّ جَرِئٌ صُلْبُ

پورے خیبر کو معلوم ہے کہ میں کعب ہوں مصیبتوں کو دور کرنے والا جری اور مضبوط ہوں۔

اِذْ شُبَّتِ الْحَرْبُ تَلَتْهَا الْحَرْبُ
مَعِیْ حُسَامٌ كَا لْعَقِيْقِ عَضْبُ

جب جنگ کی آگ بھڑکتی ہے اس کے بعد جنگ آئی ہے میرے پاس کاٹنے والی تلوار ہوتی ہے۔جو عقیق کی طرح ہے۔

نَطَؤُ كُمْ حَتّٰى يَذِلَّ الصَّعْبُ
نُعْطِي الْجَزَاءَ اَوْيَفِيْ النَّهْبُ

ہم تمہیں روند ڈالیں گے یہاں تک کہ دشواری دشواری نہ رہے ہم تمہیں بدلہ دیں گے یہاں تک کہ مال غنیمت حاصل ہو جائے۔

بِكَفِّ مَاضٍ لَيْسَ فِيْهِ عُتُبُ۔

ایسے کاٹ دار ہاتھ کے ساتھ جس میں کوئی کجی نہیں۔

حضرت ابن ہشام نے کہا ابو زید انصاری نے مجھے یہ پڑھ کر سنائے۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ كَعْبُ
وَ اَنَّنِیْ مَتٰى تُشَبَّ الْحَرْبُ

خیبر کو معلوم ہے کہ میں کعب ہوں، جب جنگ کی آگ بھڑکتی ہے تو میں۔

مَاضٍ عَلَى الْهَوْلِ جَرِئٌ صُلْبُ
مَعِیْ حُسَامٌ كَا لْعَقِيْقِ عَضْبُ

ہولناکیوں پر قابو پانے والا ہوں جری اور مضبوط ہوں میرے پاس کاٹنے دار تلوار ہوتی ہے جو عقیق کی طرح ہے۔

Marfat.com

بِكَفِّ مَاضٍ لَيْسَ فِيهِ عَتَبُ
نَدُ نَكُمُ حَتّٰى يَذِلَّ الصَّعْبُ

ایسے ہاتھ میں جو کاٹ دار ہے اس میں کوئی کجی نہیں ہم تمہیں ریزہ ریزہ کردیں گے یہاں تک کہ دشواری آسان ہوجائے گی۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا مقابلہ کون کرے گا؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس کا مقابلہ کروں گا، اللہ کی قسم! مجھے غضب ناک کیا گیا ہے۔ اور میں غضبناک بھی ہوں، اس نے کل میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی طرف اٹھو دعا کی اے اللہ اور محمد بن مسلمہ کی مرحب کے خلاف مدد فرما کہا جب یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ایک تاج نما سرے والا درخت درمیان میں حائل ہوگیا ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حملے سے اس درخت کی پناہ لینے لگا۔ جب بھی کوئی ان میں سے اس درخت کی پناہ لیتا تو حملہ کرنے والا اپنی تلوار سے اس درخت کا کوئی حصہ کاٹ دیتا یہاں تک کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے سامنے عیاں ہوگئے۔ اور درخت کا تنا درمیان کھڑے آدمی کی طرح ہوگیا۔ جس کی کوئی شاخیں نہ تھیں پھر مرحب نے محمد بن مسلمہ پر وار کیا۔ تو حضرت محمد بن مسلمہ نے چمڑے کی ڈھال سے دفاع کیا مرحب کی تلوار اس میں پڑی ڈھال دھار کی وجہ سے کٹ گئی اور تلوار کو روک لیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے اس پر حملہ کیا۔ اور اسے قتل کردیا۔

یاسر کا قتل:

مرحب کے قتل کے بعد اس کا بھائی یاسر آیا وہ کہہ رہا تھا کون مقابلہ کے لیے نکلے گا؟ حضرت ہشام بن عروہ نے گمان کیا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام یاسر کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ حضرت زبیر کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے کہا یارسول! وہ میرے بیٹے کو قتل کردے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ تیرا بیٹا اس کو قتل کردے گا۔ حضرت زبیر نکلے دونوں کا مقابلہ ہوا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کردیا۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خیبر کی فتح:

مسلمہ بن عمرو بن اکوع سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جھنڈا اعطا کر کے بھیجا۔ جھنڈے کا رنگ سفید تھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ کی واپس لوٹے لیکن فتح نصیب نہ ہوئی۔ بلکہ مسلمانوں کا پلہ کمزور تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگلے روز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ آپ نے جنگ کی پھر آپ لوٹے لیکن فتح نہ ہوئی۔ آپ کو بھی مشقت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں کل ایسے آدمی کو جھنڈا اعطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے گا۔ وہ بھاگے گا نہیں۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو بلایا جبکہ آپ کو آشوب چشم کا مرض لاحق تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب لگایا پھر فرمایا جھنڈا لو آگے بڑھتے جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے فتح نصیب فرمائے۔

Marfat.com

حضرت سلمہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ تیزی سے میدان جنگ کی طرف نکلے۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے قلعہ کے نیچے پتھروں کے ایک ڈھیر پر اپنا جھنڈا گاڑھا قلعہ کے اوپر سے ایک یہودی نے آپ کی طرف جھانکا پوچھا تو کون ہے؟ تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں یہودی کہنے لگا قسم ہے اس کی جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا تم غالب آ گئے۔ جب قلعہ کے قریب پہنچے تو اس کے مکین باہر نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی تو ایک یہودی نے ان پر وار کیا تو آپ کی ڈھال آپ کے ہاتھ سے گر پڑی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے پاس پڑا ہوا ایک دروازہ اٹھا لیا اور اسے ہی ڈھال بنا لیا۔ وہ دروازہ آپ کے ہاتھ ہی میں رہا۔ آپ جنگ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔ جب آپ جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ نے دروازہ پھینک دیا میں نے سات آدمیوں کو دیکھا میں ان میں آٹھواں تھا کہ اس دروازہ کو الٹنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اس کو نہ الٹ سکے۔

آخری دو قلعے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیبر کا ان کے دو قلعوں وطیح اور سلام کا محاصرہ کیا۔ جب انہیں تباہی کا یقین ہو گیا۔ تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں یہاں سے جانے کی اجازت دیں اور ان کے خون محفوظ ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گزارش کو تسلیم کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شق نظاہ اور کتیبہ کے قلعوں اور اموال کو اپنے قبضہ میں لے لیا مگر صرف یہی دو قلعے باقی تھے۔ جب اہل فدک نے یہ سنا کہ یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر پر صلح کی ہے انہوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اسی بات پر صلح کی کا پیغام بھیجا۔ کہ انہیں یہاں سے جانے کی اجازت دیں۔ ان کی جانیں محفوظ ہوں گی اور مال مسلمانوں کے ہوں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ بات بھی تسلیم کر لی۔ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان جس نے سفارت کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ وہ حضرت محیصہ بن مسعود تھے جو بنی حارثہ میں سے تھے۔ جب اہل خیبر صلح پر آمادہ ہو گئے بعد میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا آپ انہیں زمین نصف فصل پر دے دیں اور کہا ہم اس کے بارے میں تم سے بہتر جانتے ہیں۔ اور ان زمینوں کو زیادہ مناسب طریقے سے آباد کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نصف فصل پر صلح کر لی ساتھ ہی یہ شرط لگائی۔ جب ہم مناسب سمجھیں گے۔ تمہیں یہاں سے نکال دیں گے۔ اہل فدک نے بھی آپ سے اسی طرح صلح کر لی، خیبر کا علاقہ مال غنیمت تھا جبکہ فدک کا علاقہ مال فی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خالی تھا۔ کیونکہ صحابہ نے اس علاقہ کو فتح کرنے کے لیے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

زہر آلود گوشت:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ سے مطمئن ہو گئے۔ تو زینب بنت حارث نے ایک بھنی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی۔ یہ زینب سلام بن مشکم کی بیوی تھی اس نے پوچھا تھا بکری کا کونسا حصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے؟ اس کو بتایا گیا بازو، اس نے بازو میں زیادہ زہر ملایا پھر تمام بکری کو زہر آلود کیا پھر وہ لے آئی۔ جب

Marfat.com

اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس بکری کو رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا بازو اٹھایا۔ اس میں سے ایک لقمہ منہ میں گھمایا لیکن اسے نہ نگلا آپ کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے اس سے اسی طرح لقمہ لیا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لقمہ لیا تھا۔ اور اسے نگل لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لقمہ کو باہر پھینک دیا۔ پھر کہا یہ ہڈی مجھے بتاتی ہے کہ یہ زہریلی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو بلایا۔ تو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔ آپ نے پوچھا تو نے یہ کام کیوں کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا میری قوم کو جو آفت پہنچی ہے وہ مخفی نہیں۔ میں نے کہا اگر آپ بادشاہ ہیں تو ان سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ اگر نبی ہوئے تو آپ کو خبر دے دی جائے گی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے درگزر فرمایا۔ حضرت بشر اس لقمہ کی وجہ سے وفات پائے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قموص قلعہ کو فتح کرلیا جو بنی ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت صفیہ اور ایک دوسری عورت پیش کی گئی۔ حضرت بلال ان دونوں کو یہودیوں کے مقتولوں کے پاس سے لے کر گزرے۔ جو عورت حضرت صفیہ کے ساتھ تھی جب اس نے ان مقتولوں کو دیکھا تو وہ چیخنے لگی اپنے منہ کو پیٹا اور اپنے سر پر خاک ڈالی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا اس شیطان کو مجھ سے دور لے جاؤ۔ حضرت صفیہ کے بارے میں حکم دیا انہیں آپ کے پیچھے بیٹھا دیا گیا۔ آپ نے ان پر اپنی چادر ڈال دی تو مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ حضرت صفیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے منتخب کرلیا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کی آہ و فغاں کو دیکھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا کیا تیرے دل سے رحم نکال لیا گیا تھا۔ اے بلال! جب تو ان عورتوں کو ان مقتولوں کے پاس سے گزار رہا تھا۔

حضرت صفیہ نے ایک خواب دیکھا تھا۔ جبکہ وہ کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کے عقد میں تھیں۔ کہ چاند اس کی گود میں گر پڑا ہے۔ حضرت صفیہ نے اپنا خواب اپنے خاوند کو بتایا خاوند نے کہا یہ کچھ بھی نہیں مگر تم حجاز کے بادشاہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو کرتی ہو اور حضرت صفیہ کے منہ پر طمانچہ مارا جس کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں نیل پڑ گئے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جبکہ ان کی آنکھوں میں وہ نشان باقی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا یہ کس وجہ سے نشان پڑا ہے؟ تو حضرت صفیہ نے تمام واقعہ بیان کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کنانہ بن ربیعہ کو پیش کیا گیا اس کے پاس بنی نضیر کا خزانہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے خزانے کے بارے میں پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ اسے اس خزانہ کے بارے میں کوئی علم نہیں۔

ایک یہودی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا میں ہر صبح کنانہ کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ اس کھنڈر کے اردگرد گھوما کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنانہ سے فرمایا۔ اگر ہم وہ خزانہ تیرے پاس پائیں تو تجھے قتل کر دیں؟ تو اس نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کھنڈر کے کھودنے کا حکم دیا اسے کھودا گیا تو اس میں سے کچھ خزانہ نکالا گیا۔ پھر باقی ماندہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو اس نے دینے سے

Marfat.com

انکار کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام کو اس کے بارے میں حکم دیا کہ اس کی تفتیش کرو۔ یہاں تک کہ جو اس کے پاس ہے نکال دے۔ پھر حضرت زبیر اس کے سینے کو داغتے یہاں تک کہ وہ مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حضرت محمد بن مسلمہ کے حوالے کر دیا تو حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے عوض اس کی گردن اڑا دی۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

تبلیغی وفود:

یہ بات واضح ہونا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرقل، کسریٰ اور نجاشی وغیرہ کی طرف بھیجنے کے لیے جو وفود مقرر فرمائے تھے۔ انہیں غزوہ خیبر سے قبل بھیجا گیا۔ یا اس کے بعد! اس تعین میں بھی مورخین کا بے حد اختلاف ہے۔ زیادہ تر قرین قیاس یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان حضرات کو بیک وقت نہیں بھیجا۔ البتہ بعض کو خیبر سے پہلے اور بعض کو خیبر کے بعد بھیجا۔ ان منتخب شخصیات میں سے دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کی لڑائی میں شریک ہوئے اور فتح خیبر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی لے کر ہرقل کے پاس پہنچے۔

ہرقل شاہ روم کے نام مکتوب گرامی:

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو نامہ مبارک ہرقل قیصر روم کے نام لکھا تھا اس کے الفاظ یہ تھے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرّحیم o

من محمّد عبداللّٰہ ورسولہ الٰی ھر قل عظیم الروم سلام علٰی من اتبع الھدٰی امّا بعد فانی ادعوك بدعایة الا سلام اسلم تسلم یؤتك اللّٰہ اجرك مرّتین فان تو لیّت فان علیك اثم الا ریسین ویاٰھل الکتٰب تعالوا الٰی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرك بہٖ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا شھد و ابا نا مسلمون o

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور رسول محمد کی طرف سے ہرقل امیر روم کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بعد میں تجھ کو دعوت اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ تو اسلام سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوہرا ثواب دے گا۔ اگر تو نے روگردانی کی تو تیری رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پوجا نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو خدا نہ بنائے۔ اگر وہ نہیں مانتے تو کہہ دو۔ تم آگاہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں۔

رومیوں اور ایرانیوں میں دیر سے لڑائی چلی آتی تھی۔ ایرانیوں نے ملک شام فتح کر لیا تھا۔ ہرقل کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ اسے اپنے پایہ تخت قسطنطنیہ پر ایرانی حملہ کا اندیشہ ہوگیا تھا۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں خبر دی کہ رومی شام میں مغلوب ہوگئے ہیں چند سالوں میں وہ ایرانیوں پر غالب آئیں گے۔ یہ پیشین گوئی صلح حدیبیہ سے نو سال پیشتر ہوئی تھی۔ اور حرف بحرف پوری ہوئی۔ چنانچہ حدیبیہ کے دن مسلمانوں کو رومیوں کی فتح کی خبر پہنچی۔ ہرقل اس فتح کے

Marfat.com

شکرانے کے لیے حمص سے بیت المقدس میں پیادہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نامہ مبارک حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ حضرت دحیہ نے وہ خط ہرقل کے گورنر شام حارث غسانی کو بصریٰ میں دے دیا۔ اس نے قیصر کے پاس بیت المقدس میں بھیج دیا۔ قیصر نے حکم دیا کہ اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ملے تو لاؤ۔ اتفاق یہ کہ ابوسفیان جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ تاجران قریش کے ساتھ غزہ میں آئے ہوئے تھے۔ قیصر کا قاصد ان سب کو بیت المقدس میں لے گیا۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ جب ہم کو قیصر کے پاس لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تاج پہنے ہوئے دربار میں تخت پر بیٹھا ہے۔ اور اس کے گرداگرد امرائے روم ہیں۔ اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ تم میں بلحاظ نسب اس مدعی نبوت سے کون اقرب ہے؟ (قول ابوسفیان) میں نے کہا کہ میں اقرب ہوں۔ قیصر نے رشتہ دریافت کیا۔ میں نے کہا وہ میرا چچیرا بھائی ہے۔ قافلہ میں اس وقت عبد مناف کی اولاد میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ قیصر کے حکم سے مجھے نزدیک بلایا گیا۔ اور میری ساتھیوں کو میرے پیٹھ پیچھے بٹھایا گیا۔ پھر قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ میں اس (ابوسفیان) سے اس مدعی نبوت کا حال دریافت کرتا ہوں۔ اگر یہ جھوٹ بولے۔ تو کہہ دینا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ ابوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی میرا جھوٹ اوروں سے نقل کیا کریں گے۔ تو میں اس کا حال بیان کرنے میں جھوٹ بولتا۔ مگر اس ڈر سے میں سچ ہی بولا۔ اس کے بعد قیصر و ابوسفیان میں بذریعہ ترجمان یہ گفتگو ہوئی۔

قیصر: اس مدعی نبوت کا نسب تم میں کیسا ہے کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: اس کے پیرو اکابر ہیں یا کمزور لوگ۔

ابوسفیان: کمزور لوگ ہیں۔

قیصر: اس کے پیرو زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہوتے جا رہے ہیں؟

ابوسفیان: زیادہ ہو رہے ہیں۔

قیصر: کیا اس کے پیروؤں میں سے کوئی اس کے دین سے ناخوش ہو کر اس دین سے پھر بھی جاتا ہے۔

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا دعوائے نبوت سے پہلے تمہیں اس پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں لیکن اب جو ہمارا اس کے ساتھ معاہدہ صلح ہے۔ دیکھئے اس میں کیا کرتا ہے۔

قیصر: کیا تم نے کبھی اس سے جنگ بھی کی؟

Marfat.com

ابوسفیان: ہاں۔

قیصر: جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی ہم غالب رہے اور کبھی وہ۔

قیصر: وہ تمہیں کیا تعلیم دیتا ہے۔

ابوسفیان: کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ تمہارے آباؤاجداد جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ چھوڑ دو۔ نماز پڑھو۔ سچ بولو۔ پاک دامن رہو۔ صلہ رحم کرو۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے ترجمان کی وساطت سے ابوسفیان سے کہا کہ تم نے اس کو شریف النسب بتایا۔ پیغمبر اپنی قوم کے اشراف میں سے مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ تم نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے اس سے پہلے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اس نے پہلے کے قول کا اقتداء کیا ہے۔ تم نے کہا کہ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں خیال کرتا کہ وہ اپنے آبائی ملک کا طالب ہے۔ تم نے کہا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے وہ کبھی متہم بالکذب نہیں ہوا۔ اس سے میں نے پہچان لیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ باندھے۔ اور خدا پر جھوٹ باندھے۔ تم نے بتایا کہ کمزور لوگ اس کے پیرو ہیں۔ پیغمبروں کے پیرو (غالبًا) کمزور لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ تم نے ذکر کیا کہ اس کے پیرو زیادہ ہو رہے ہیں۔ دین و ایمان کا یہی حال ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام و کامل ہوجاتا ہے۔ تم نے بتایا کہ اس کے پیرووں میں سے کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ ایمان کا یہی حال ہے کہ جب اس کی بشاشت و لذت دل میں سرایت کر جاتی ہے۔ تو وہ دل سے نہیں نکلتا۔ تم نے کہا کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتا۔ پیغمبر عہد نہیں توڑا کرتے۔ تم نے بیان کیا کہ جنگ میں کبھی ہم غالب رہتے ہیں۔ اور کبھی وہ پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اعدائے دین کے سبب ان کو ابتلاء ہوا کرتا ہے۔ مگر آخر کار فتح پیغمبروں ہی کو ہوتی ہے۔ تم نے اس کی تعلیمات بیان کیں۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو میرے قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہوجائے گا۔ میں جانتا تھا کہ وہ آنے والا ہے مگر مجھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ اس تک پہنچ جاؤں گا تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی تکلیف گوارا کرتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا۔ تو میں اس کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ اسے سن کر امرائے روم نے بڑا شور شغب برپا کیا۔ ابوسفیان اور اس کے ہمراہی رخصت کر دیئے گئے۔ (1)

قیصر حمص (2) میں چلا آیا۔ اور امرائے روم کو قصر شاہی میں جمع کر کے حکم دیا کہ دروازے بند کر دیے جائیں۔ پھر یوں خطاب کیا۔ ''اے گروہ روم! اگر تم فلاح و رُشد کے طالب ہو۔ اور چاہتے ہو۔ کہ تمہارا ملک برقرار رہے۔ تو اس نبی پر ایمان لاؤ۔ یہ سن کر وہ خران وحشی کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے۔ مگر ان کو بند پایا۔ جب ہرقل نے ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے مایوس ہوگیا۔ تو کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ اور ان سے یوں خطاب کیا کہ میں تمہیں آزماتا تھا۔ کہ تم اپنے دین میں کیسے مستحکم ہو۔ سو میں نے تم کو مستحکم پایا۔ یہ سن کر انہوں نے قیصر کو سجدہ کیا اور اس سے خوش ہوگئے۔

(1) صحیح بخاری: باب کیف کان بدء الوحی الیٰ رسول اللہ ﷺ۔

(2) یہ شہر دمشق و حلب کے وسط میں واقع ہے۔

Marfat.com

کسریٰ شاہ فارس کے نام مکتوب گرامی:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں شاہ ایران کو جو خط لکھا وہ یوں تھا۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

من محمد رسول اللّٰہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ و ا من با للّٰہ و رسولہ و اشھد ان لاّ الہ الاّ اللّٰہ وحدہٗ لاشریك لہ و انّ محمّدًا عبدہ و رسولہٗ اد عوك بدعایۃ اللّٰہ عزّوجلّ فانی رسول اللّٰہ الی النّاس کلھم لینذرمن کان حیًّا ویحقّ القول علی الکفرین اسلم تسلم فان تو لّیت فعلیكَ اثم المجوس۔

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اللہ کے رسول محمد کی طرف سے کسریٰ امیر فارس کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دی کہ کوئی معبود بحق نہیں۔ مگر خدا ایک جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ میں تجھے دعوتِ خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں تا کہ ڈراوے اس کو جو زندہ ہو اور ثابت ہو جائے کلمہء عذاب کافروں پر تو اسلام لا سلامت رہے گا۔ پس اگر تو نے نہ مانا۔ تو مجوسیوں کا گناہ تجھ پر ہے۔

علاقہ بحرین کسریٰ کے زیر فرمان تھا۔ وہاں اس کی طرف سے منذر بن ساوی عبدی تمیمی نائب السلطنت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نامہ مبارک حضرت عبداللہ بن حذافہ قرشی سہمی کو دے کر حکم [1] دیا کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جاؤ۔ حاکم موصوف نے وہ نامہ خسرو پرویز کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ پڑھا گیا۔ تو وہ تکبر و غرور میں آگ بگولا ہو گیا اور آنحضرت کا نامہ مبارک پھاڑ دیا آپ نے پرویز اور اس کے معاونین پر بددعا فرمائی:

"وہ ہر طرح پارہ پارہ کیے جائیں۔"

چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ان کی سلطنت جاتی رہی۔ دولت و اقبال نے منہ پھیر لیا۔ اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اس بربادی کی کیفیت [2] یوں ہے کہ پرویز نے نامہ مبارک کو چاک کرنے کے بعد اپنے گورنر یمن باذان کو لکھا کہ اپنے دو دلیر آدمیوں کو حجاز میں بھیجو۔ تا کہ اس مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ باذان نے اپنے قرہ مان بابویہ اور ایک شخص خر خسرہ نامی کو اس غرض کے لیے مدینہ میں بھیجا۔ اور بابو بہ سے کہہ دیا کہ اس مدعی نبوت سے کلام کرنا اور اس کے حال سے اطلاع دینا۔ یہ دونوں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ بابویہ نے حقیقت حال عرض کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کل میرے پاس آؤ۔ جب وہ دوسرے دن حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ فلاں مہینے کی فلاں رات کو خدا نے کسریٰ کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا۔ وہ کہنے لگے آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ کیا ہم اپنے باد شاہ (باذان) کو یہ اطلاع کر دیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں میری طرف سے اسے یہ خبر دے دو اور کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت کسریٰ کے ملک کی انتہا تک پہنچ جائے گی۔ اور (باذان سے) یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم اسلام لاؤ تو تمہارا ملک تم ہی کو دیا جائے گا۔ دونوں نے واپس آ کر باذان سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس پر کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ شیرو

[1] صحیح بخاری کتاب العلم و کتاب الجہاد۔

[2] الاصابہ۔ ترجمہ۔

Marfat.com

یہ کا خط باذان کے نام آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے باپ پرویز کو قتل کر ڈالا۔ کیونکہ وہ اشرف فارس کا قتل جائز سمجھتا تھا۔ اس لیے تم لوگوں سے میری اطاعت کا عہد لو۔ اور اس مدعی نبوت کو جس کے بارے میں کسریٰ نے تم کو کچھ لکھا تھا بُرا بھلا مت کہو۔ یہ دیکھ کر باذان مسلمان ہوگیا۔ اور ایرانی جو یمن میں تھے سب ایمان لے آئے۔ اس کے چھ ماہ بعد شیرویہ بھی مرگیا۔ فارس کا آخری بادشاہ یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قتل ہوا۔

مقوقس شہنشاہ مصر کے نام مکتوب گرامی:

مقوقس والی مصر قیصر روم کا باجگذار تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ اس کو یہ نامہء مبارک بھیجا گیا۔

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم o

من محمّد عبدا للّٰہ و رسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علٰی من اتبع الھدٰی امّا بعد فانی ادعوك بد عایة الاسلام اسلیم تسلم یوتك اللّٰہ اجرك مرتین فان تولّیت فعلیك اثم القبط یا ھل الکتب تعا تعا الٰی کلمة سواء بیننا وبینکم اِلاّ نعبد الاّ اللّٰہ ولا نشرك بہ شیئا و لا یتّخذ بعضنا بعضًا ار بابًا من دون اللّٰہ فان تو لوا فقولوا اشھد و ابا نّا مسلمون۔

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے مقوس امیر قبط کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما! بعد میں بلاتا ہوں، تجھ کو دعوت اسلام کی طرف۔ تو اسلام لا سلامت رہے گا۔ دے گا تجھ کو اللہ ثواب دوہرا۔ اگر تو نے نہ مانا تو تجھ پر ہوگا گناہ قبطیوں کا۔ اے اہل کتاب! تم آؤ ایسی بات کی طرف جو یکساں ہے ہم میں اور تم میں کہ ہم عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی کو۔ اور نہ بنائے ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب سوائے اللہ کے سو اگر وہ نہ مانیں تو کہو تم گواہ رہو کہ ہم ہیں ماننے والے۔

حسنِ اتفاق سے اصل نامہء مبارک ایک فرانسیسی سیاح کو اخمیم کے گرجا میں ایک راہب سے ملا۔ اس نے خرید کر سلطان عبدالمجید خاں مرحوم والی سلطنت عثمانیہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ اور اب قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ اس کے دو فوٹو اس وقت ہمارے زیر نظر ہیں ہم نے اسے تبرکاً مطابق اصل لفظ بلفظ سطر وار نقل کیا ہے۔ اس کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر ثبت ہے۔ جس کی اوپر کی سطر میں اللہ دوسری میں رسول اور تیسری میں محمد ہے۔ دیگر خطوط کے آخر میں بھی یہی مہر مبارک ثبت تھی۔ یہ نامہء مبارک مقوقس کو سکندریہ میں ملا۔ اس نے ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ لیا اور اس پر اپنی مہر لگا دی۔ اور جواب میں عربی زبان میں یوں لکھوایا۔

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم o

الٰی محمد بن عبداللّٰہ عن المقوقس عظیم القبط سلام علیك امّا بعد فقد قرات کتابك فھمت ما ذکرت فیہ وما تد عوا الیہ وقد علمت ان نبیا یقی و کنت اظن انہ یخرج بالشّام وقد اکرمت رسولك و بعثت الیك بجاریتین لھما مکان فی

Marfat.com

القبط عظيم وبكسوة و اهديت اليك بغلة لتر كبها و السّلام عليك۔

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، محمد بن عبداللہ کے نام مقوقس امیر قبط کی طرف سے سلام آپ پر۔ امابعد! میں نے آپ کا خط پڑھا اور سمجھ گیا جو کچھ آپ نے اس میں ذکر کیا ہے اور جس کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ میرا گمان تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور آپ کی طرف دو کنیزیں جن کی قبطیوں میں بڑی عزت ہے اور کپڑے بھیجتا ہوں اور آپ کی سواری کے لیے ایک خچر ہدیہ بھیجتا ہوں۔ والسلام علیك۔(1)

یہ دو کنیزیں ماریہ اور سیرین نام سگی بہنیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دعوتِ اسلام دی۔ تو ماریہ نے فوراً اور سیرین نے کچھ توقف کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اس واسطے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں داخل کر لی گئیں۔ اور سیرین حضرت حسان بن ثابت شاعر کو عنایت ہوئی۔ خچر کا نام دلدل تھا۔ حضرت حاطب نے مقوقس کا حال جو ذکر کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس خبیث کو ملک کی طمع نے اسلام سے محروم رکھا۔ حالانکہ اس کا ملک باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نجاشی شاہ حبشہ کے نام مکتوب گرامی:

اصحمہ نجاشی شاہِ حبشہ کو جو نامہ مبارک (2) لکھا گیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم ٥

من محمّد رسول اللّٰه الى النجاشى ملك الحبشه سلام انت فانّى احمد اليك اللّٰه الّذى لآ اله اِلاّ هو الملك القدوس السّلام المؤمن المهيمن واشهد انّ عيسى ابن مريم روح اللّٰه وكلمة القها الٰى مريم البتول و الطّيبة الحصيبة حملت عيسٰى مخلقه من روحه و نفخه كما خلق اٰدم بيدهٖ و انى ادعوك الى اللّٰه وحدهٗ لاشريك لهٗ والٰى موا لات علٰى طاعة و ان تتبعنى وتؤ من بالّذى جآ ء تى فاتى رسولِ اللّٰه اليك وانّى ادعوك و جنو دك الى للّٰه عزّ و جلّ و قد بلغت و نصحت فاقبلو ا نصيحتى و السّلام علٰى من اتبع الهدٰى۔

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے نجاشی شاہِ حبشہ کے نام۔ تو سلامتی والا ہے۔ میں تیرے پاس خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں وہ بادشاہ ہے۔ پاک ذات سلامت سب عیب سے۔ امان دینے والا۔ نگہبان اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسٰی ابن مریم روح اللہ، میں اور اللہ کا کلمہ، جسے اس نے القاء کیا مریم بتول طیبہ عفیفہ کی طرف وہ باردر

(1) نسائی۔ مواہب لدنیہ۔

(2) هدية الحيادى لا بن قيم ۔ مواهب لدنيه۔

Marfat.com

ہوئی عیسیٰ کے ساتھ پس خدا نے اسے پیدا کیا اپنی روح سے اور اس کے پھونکنے سے جیسا کہ پیدا کیا آدم کو اپنے ہاتھ سے۔ اور میں تجھے بلاتا ہوں اللہ کی طرف جو وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کی اطاعت پر موالات کی طرف۔ اور یہ کہ تو میری پیروی کرے اور ایمان لائے اس چیز پر جو مجھے ملی۔ کیونکہ میں تیری طرف طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور میں تجھ کو اور تیرے لشکروں کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پہنچا دیا اور نصیحت کر دی۔ تم میری نصیحت کو قبول کرو۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدی۔

جب نامہء مبارک حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ اصحمہ نجاشی کو ملا۔ تو اُس نے اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور نامہء مبارک کو ہاتھی کے دانت کے ڈبے میں رکھ لیا۔ اور یہ جواب لکھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٥

الٰی محمّد رسول اللّٰہ من النجا شی اصحمۃ سلام علیک یا رسول اللّٰہ ورحمۃ اللّٰہ و بر کات اللّٰہ الذی لآ الٰہ اِلاّ ھو الّذی ھدانی الی السلام اِ ما بعد فقد بلغنی کتابک یارسول اللّٰہ لما ذکرت من امر عیسٰی فوربّ السّمآء والارض ان عیسٰی علیہ الصّلٰوۃ وَالسّلام لا یزید علٰی ما ذ کرت انہ کما ذکر وقد عرفنا ما بعثت بہ علینا فاشھد انک رسول اللّٰہ صادقًا مصدّ قًا وقد با یعتک وبایعت ابن عمک واسلمت علٰی ید یہ للّٰہ رب العٰلمین و قد بعثت الیک بابنی وان شئت اتیتک لنفسی فعلت فاتی اشھدان ما تقولہ حق والسّلام علیک و رحمۃ اللّٰہ و بر کاتہٗ۔

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اللہ کے رسول محمد کے نام نجاشی اصحمہ کی طرف سے یارسول اللہ! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اللہ کی برکتیں جس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں۔ اُس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت کی۔ اما بعد یارسول اللہ مجھے آپ کا نامہ ملا۔ آپ نے جو حضرت عیسیٰ کا حال بیان کیا ہے۔ سو آسمان و زمین کے رب کی قسم کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے ذرہ بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وہ بے شک ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے پہچان لیا جو کچھ آپ نے ہماری طرف لکھ کر بھیجا ہے۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول صادق مصدق ہیں۔ اور میں نے آپ کی بیعت کی آپ کے چچا زاد کی بیعت کی۔ اور اس کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے اسلام لایا۔ اور میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے کو بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں خود حاضر ہو جاؤں تو تیار ہوں۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اصحمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ ایک اور نامہ بھیجا تھا۔ کہ ام حبیبہ (امیر معاویہ

Marfat.com

کی بہن) کو نکاح کا پیغام دو۔ اور مہاجرین میں سے جو اب تک حبشہ میں ہیں۔ ان کو یہاں پہنچا دو۔ ارشاد مبارک کی تعمیل کی گئی۔ حضرت اُم حبیبہ نے حضرت خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ اور نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ام حبیبہ سے کر دیا۔ اور مہر جو چار سو دینار تھا وہ بھی خود ہی ادا کر دیا۔ اُم حبیبہ کا پہلا خاوند عبید اللہ بن جحش اسدی تھا۔ دونوں ہجرت کر کے حبشہ میں چلے آئے تھے مگر عبید اللہ نصرانی ہو کر مر گیا تھا۔ اس طرح اُم حبیبہ بیوہ رہ گئی تھیں۔

نجاشی نے حضرت جعفر طیار[1] اور حضرت اُم حبیبہ اور دیگر مہاجرین حبشہ کو ایک جہاز میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا۔ اس کے بعد دوسرے جہاز میں اپنے بیٹے کو مصاحبوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک خط دے کر بھیجا۔ جس میں اپنے ایمان لانے کا حال لکھا تھا۔ پہلا جہاز صحیح وسالم منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تشریف رکھتے تھے۔ مگر دوسرا جہاز سمندر میں ڈوب گیا اور سوار سب ہلاک ہو گئے۔ (2)

اصحمہ نجاشی نے 9ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جنازے کی نماز غائبانہ پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے نجاشی کو بھی جو اصحمہ کے بعد بادشاہ ہوا دعوتِ اسلام کا خط لکھا تھا۔ اس دوسرے نجاشی کے ایمان کا حال معلوم نہیں۔

☆☆☆

---

(1) جب حضرت ابوموسیٰ اشعری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی۔ تو وہ اور ان کے دو بھائی اور ان کی قوم کے باون یا ترپن آدمی یمن سے ہجرت کر کے ایک کشتی میں مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ باد مخالف کے سبب سے ان کی کشتی ساحل حبشہ پر جا لگی۔ اس لیے وہ حبشہ میں حضرت جعفر طیار کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس سفر میں وہ بھی حضرت جعفر کے ساتھ مدینہ چلے آئے۔

(2) سیرت ابن ہشام جلد چہارم۔

Marfat.com

غزوۂ موتہ اور دُوسرے غزوات وسرایا

صلح حدیبیہ کے بعد قریش یا کفار کو کسی طرح جارحیت کا مظاہرہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ خود پابند وفا اور مستحکم عہد ہونے میں ایسے تھے کہ قولاً یا عملاً دونوں حالتوں میں آپ کی قائم انسانی تاریخ میں پائندہ وتابندہ ہیں البتہ عمرۃ القضاء سے واپسی کو کئی مہینے گزر گئے ان مہینوں میں کچھ تخریب کاروں کی سرکوبی ضرور عمل میں لائی گئی۔

سریہ بنو سلیم:

اس ہولناک المیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنو سلیم کی طرف پچاس مسلمانوں کا وفد تبلیغ کے لیے بھیجا اور اہل قبیلہ نے دھوکہ وفریب سے انہیں قتل کر دیا۔ ان میں صرف ایک صحابی بچ کر تشریف لائے اور انہوں نے اس المیہ کی تفصیلات بیان فرمائیں۔

سریہ بنو لیث:

اس واقعہ کے نتیجہ میں مجاہدین فتح یاب ہو کر کچھ مال غنیمت بھی ساتھ لائے۔

سریہ بنو مرہ:

اس تصادم کی وجہ اس قبیلہ کی بدعہدی تھی جس کی انہیں سزا ملی۔

سریہ ذات طلح:

اس قبیلہ کی طرف پندرہ مسلمانوں تبلیغ کے لیے بھیجا گیا قبیلہ والوں نے امیر وفد کے سوا سب کو شہید کر دیا۔ قبیلہ کا محل وقوع ملک شام کی حدود میں ہے۔

شام اور تبلیغ اسلام:

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے جنوب کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے۔ اسی طرح یمن کے گورنر باذان کے مسلمان ہوتے ہی جنوبی سمت اور بے خطر ہو گئی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے شمال کی طرف واقع صوبہ شام کی طرف توجہ فرمائی۔

غزوۂ موتہ:

عمرۃ القضاء سے واپسی کے بعد ہی مدینہ منورہ میں چند دن قیام فرمایا تھا کہ دو حادثے پیش آئے۔

(الف) موضع ذات طلح میں جن پندرہ مبلغین اسلام کو دعوت دین کے لیے بھیجا گیا۔ ان میں سے صرف ان کے امیر

Marfat.com

کعب بن عمیر واپس آئے باقی سب کو انہوں نے شہید کر دیا۔

(ب) اسی اثناء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر روم ہرقل یا اس کے گورنر شرجیل بن عمرو غسانی کی طرف بصری میں حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ گورنر نے انہیں بے رحمی سے قتل کر دیا۔ ان کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی سفیر کو قتل نہیں کیا گیا۔

ایسی صورت میں نہ تو بصرہ کے گورنر سے قصاص لئے بغیر کوئی چارہ کار تھا اور نہ ہی طلح کے ان مشرکوں سے جنہوں نے مبلغین کو شہید کیا تھا، قصاص لیے بغیر کوئی اور راہ تھی۔

چنانچہ تین ہزار مجاہدین شہداء کا قصاص لینے کے لیے متعین کئے گئے۔ شام کے ایک مقام موتہ پر جنگ ہوئی۔ جہاں کفار کا لشکر ایک روایت میں ایک لاکھ اور دوسری روایت میں دو لاکھ تھا۔

حیرت کی بات ہے کہ جس طرح صلح حدیبیہ عمرۃ القضاء کے بعد فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اسی طرح موتہ کی یہ لڑائی جو غزوۂ تبوک کے نام سے مشہور ہے۔ پورے ملک شام کے فتح ہونے کا مقدمہ ثابت ہوئی۔ چنانچہ عمر بن الخطاب کے زمانہ میں شام مکمل طور پہ فتح ہو گیا۔

لیکن اس جنگ کی وجہ بصریٰ کے گورنر شرجیل کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبلغ حارث بن عمیر کا شہید ہونا تھا۔ یا ذات طلح کے مشرکین کے ہاتھوں پندرہ مبلغین اسلام کی شہادت تھی۔ دونوں میں سے کوئی ایک سبب سہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین ہزار مجاہدین کا لشکر تیار فرمایا اور ماہ جمادی الاول ھ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر کو الوداع کہتے ہوئے فرمایا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اگر کام آجائیں یعنی (شہادت) پا جائیں تو سالاری جعفر طیار بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے سپرد ہو۔ یہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر عسکر مقرر کیا جائے خالد بن ولید بھی اس لشکر میں تھے مگر اپنے اسلام کے ثبوت میں حسن کردار ثابت کرنے کے منتظر۔

امرائے لشکر کو ہدایات اور الوداع:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرا و مجاہدین دونوں کو ہدایت دیتے ہوئے شہر سے باہر ثنیۃ الوداع تک الوداع فرمانے کے لیے تشریف لائے۔

تمام مجاہدین کو حکم دیا جاتا ہے کہ عورتوں، نابالغ اور کمسن بچوں اور اندھوں کو قتل نہ کیا جائے۔ نہ کسی راہب کو قتل کیا جائے۔ کسی مکان کو گرایا نہ جائے۔ کسی درخت کو کاٹا نہ جائے۔ روانہ ہونے سے پہلے مجاہدین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نے مل کر دعا مانگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کلمات کے سایہ میں مجاہدین روانہ ہوئے۔

صبحكم الله و دفع عنكم و رد كم الينا المسلمين۔

اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیں۔ تمام دکھ تم سے دور رکھے اور صحیح سلامتی کے ساتھ واپس آؤ۔

مجاہدین نے اچانک حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن شرجیل کو ان کی روانگی کی خبر پہلے ہی مل چکی تھی۔ اس نے مجاہدین کے مقام معان (شام) تک پہنچنے سے پہلے لشکر جرار کو روانہ کر دیا تھا۔ جس کی اطلاع مجاہدین کو ملی، یہ بھی معلوم ہوا کہ ہرقل نے یونانی اور عرب فوجیں بھی جمع کر کے سیلاب کی طرح ان کا رخ اس طرف موڑ دیا ہے، بعض روایات میں ہرقل خود بھی

Marfat.com

اس جنگ میں شریک ہوا۔ اور اس کے ہمراہ ایک لاکھ رومی سپاہ کے علاوہ بنی نجم، بنی جذام، القین، بہرا اور بلی قبیلیوں کے ایک لاکھ سپاہی تھے اور ہرقل نے ماب نامی مقام پر ڈیرہ ڈال دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق ہرقل کے بجائے تیودر نے ان تمام لشکروں کو جمع کیا تھا۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کے ساتھ موتہ کی طرف چلے تو دشمنوں کو بھی خبر ہو گئی۔ شرجیل نے ایک بڑی فوج اکٹھی کر لی۔ اور ہراول دستے روانہ کر دیئے۔ مسلمان معاون کے مقام پر اترے۔ معاون شام کے علاقہ میں ایک مقام ہے وہاں پر دشمنوں کی کثرت اور بڑی فوج کی خبر مسلمانوں کو ملی۔ اور شرجیل نے اپنے بھائی شدوس کو دیگر پچاس آدمیوں کے ہمراہ اسلامی فوج کی کیفیت معلوم کرنے کو بھیجا۔ اہل اسلام نے شدوس کو گھیرے میں لے کر اس کو قتل کر دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی فرار ہو گئے شرجیل اس خبر سے بڑا خوفزدہ ہوا۔ اور اس نے اپنے دوسرے بھائی کو ہرقل کی طرف بھیجا اور خود قلعہ میں داخل ہو گیا۔ ہرقل نے شرجیل کی مدد کے لیے ایک بڑی تعداد مقرر کی۔ جس میں عربی قبائلی مشرکین بھی شامل تھے۔ یہاں تک کہ رومی لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ یہ خبر پا کر مسلمان اسی منزل پر ٹھہر گئے۔ اور آپس میں مشورہ کیا۔ لوگ کہنے لگے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھیں اور حالات بتائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں طلب فرمائیں گے یا مزید لشکر بھیج دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا خطاب:

اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ جو کہ بہادر جنگجو تھے۔ کہنے لگے کہ اے مسلمانو! جس چیز کے حصول کی خاطر تم اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ کیا وہ اب تم کو ناپسند ہے۔ یعنی کیا تم شہادت پانے سے خوفزدہ ہو۔ حضرت عبداللہ کو بذات خود شہادت کی تمنا تھی فرمانے لگے ہم نے اب تک تعداد کی کثرت سے اعدائے دین پر فتح حاصل نہیں کی۔ بلکہ ہم تو اپنے دین کی قوت کی بنا پر میدان بدر میں غالب ہوئے۔ تمہیں یہ معلوم ہے کہ ہم کتنے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری کس قدر مدد فرمائی تھی۔ اور اس وقت بھی ہم دو خوبیوں سے محروم نہ ہوں گے یا ہمیں فتح نصیب ہوگی اور یا شہادت سے سرفراز ہوں گے۔ اگر ہمیں غلبہ نصیب ہوا تو یہی ہمارا مقصد ہے ورنہ ہمیں شہادت تو نصیب ہوگی۔ اور ہم جنت میں اپنے رفقاء سے جا ملیں گے۔ جو قبل ازیں شہید ہو چکے ہیں۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح سے ہمت دلائی تو مسلمانوں کے دلوں کو قوت و استحکام ملا۔ اور وہ دشمنوں کی طرف چل پڑے اور مقام موتہ پر پہنچے۔

معرکہء کارزار:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں جنگ موتہ میں شامل تھا۔ مشرکین کا لشکر ظاہر ہوا تو اس قدر ہتھیار اور گھوڑے اور حریر و دیباج میرے دیکھنے میں آئے کہ میری آنکھیں چندھیار ہی تھیں۔ حضرت ثابت بن قدم انصاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ اے ابوہریرہ! آپ بدر میں حاضر نہ تھے۔ اگر آپ وہاں حاضر ہوتے تو آپ کے مشاہدہ میں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑی تعداد سے کس طرح مدد فرمائی تھی۔

مختصر یہ کہ دونوں افواج ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں صف بندی کی گئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جھنڈا لہراتے ہوئے میدان جنگ میں آ گئے۔ اور شدید جنگ کی حتیٰ کہ وہ تیروں سے زخمی ہوئے اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ازاں

Marfat.com

بعد حضرت جعفر ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمبردار ہوئے۔ وہ پیادہ ہو گئے۔ گھوڑے کو واپس کر دیا۔ اور جنگ شروع کی۔ حتیٰ کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اور جنگ جاری رکھی۔ ان کا بایاں ہاتھ بھی کٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ پھر دونوں بازوؤں میں انہوں نے علم کو دبائے رکھا۔ کسی دشمن نے ان کی کمر میں تلوار مار کر شہید کر دیا۔ جسم دو ٹکڑے ہو کر گرا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ اللہ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں اس جنگ میں موجود تھا۔

میں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مقتولین اور شہداء میں تلاش کیا۔ اس وقت میں نے ان کے جسم پاک پر پچاس زخم گنے تھے۔ جن میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جو پشت کی طرف لگا ہو۔ مواہب الدنیہ میں ہے کہ ان کے جسم پاک کے صرف آدھے حصہ میں اسی سے اوپر زخم تھے۔ جس میں سے صرف اگلی صرف تلوار کے دو گھاؤ تھے اور ستر زخم نیزے کے تھے۔ بخاری میں روایت کیا گیا ہے کہ میں نے ان کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم دیکھے۔

ان کے بعد علم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا۔ آپ نے رجز پڑھنا شروع کی۔ اور جنگ کرنے لگے۔ رجز یہ اشعار کا مضمون اس طرح سے تھا۔ اے نفس! تجھے شہادت میں کیوں ذوق وشوق نہیں ہے۔ اور تو اس کو کیوں پسندیدہ نہیں سمجھتا۔ اہل سیر نے کہا ہے کہ گذشتہ تین دن سے حضرت عبداللہ نے کھایا کچھ نہ تھا۔ ان کے چچازاد بھائی نے کچھ گوشت دیا کہ کھالیں۔ اس کا لقمہ ابھی منہ میں ڈال کر چبانے ہی لگے تھے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی۔ حضرت عبداللہ نے اسی وقت لقمہ تھوک دیا۔ اور فرمایا اور فرمایا: اے نفس! اگر تیرا عورتوں کے ساتھ لگاؤ ہوا ہے۔ تو میں بیویوں کو طلاق دیتا ہوں۔ اور اگر غلاموں سے مربوط ہے تو ان تمام کو آزاد کرتا ہوں۔ اس جو باغ و بستان میری ملکیت میں ہیں۔ اور وہ تمام رسول خدا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اب تو نا ڈرار ہو گیا ہے پھر تیرے شہادت کی طرف مائل نہ ہونے کی اب کیا وجہ ہے؟ شہادت سے گریزاں کیوں ہو۔ خدا کی طرف آ پھر وہ معرکہ کارزار میں آئے اور جنگ کرتے ہوئے شہادت پا گئے۔ حکم رسالت یہ تھا کہ اگر عبداللہ بن رواحہ شہادت پا جائیں تو کسی ایک مسلمان کی امارت پر مسلمان اتفاق کر لیں۔ حضرت ثابت بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ نے سبقت کر کے علم کو اٹھا لیا اور پکار کر کہا اے مسلمانو! کسی ایک مسلمان کی امارت پر متفق ہو جاؤ سب کہنے لگے کہ تم ہی یہ کام اپنے ذمہ لے لو انہوں نے کہا کہ میں یہ عہدہ سنبھال نہیں سکتا ہوں۔ بعد ازاں تمام مسلمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت پر متفق ہو گئے۔ اور ان کو اختیارات سونپ دیئے۔

میدان جنگ کا منظر:

حدیث میں ہے کہ جس وقت اسلامی لشکر کفار کی فوج کے مقابل ہوا۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ جیسے کہ بذات خود میدان جنگ میں ہوتے ہوئے معائنہ فرماتے ہوں۔ حضور صحابہ کو ساتھ ساتھ بتائے جاتے تھے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا اور وہ شہید ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت جعفر علم بردار ہوئے۔ انہوں نے بھی شہادت پائی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ نے علم اٹھا لیا۔ وہ بھی شہادت پا گئے۔ رضی اللہ عنہم۔ آپ اس

Marfat.com

طرح فرمارہے تھے۔اور آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے۔اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے علم تھام لیا ہے۔اور انہی کے ہاتھوں فتح بھی ہوگئی۔اس روز سے حضرت خالد بن ولید کا لقب سیف اللہ ہوگیا۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نظر میں شیطان نے زندگی کو خوب آراستہ کر کے ظاہر کیا۔اور چاہا کہ ان کے دل میں زندگی کی محبت ورغبت ڈال دے۔حضرت زید نے شیطان سے فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے۔جبکہ مومن کے دل میں اس کا ایمان راسخ اور ثابت ومضبوط رہے۔اور تو میرے دل میں دنیوی زندگی کی محبت جاگزیں کرنے آیا ہے۔حضرت زید آگے بڑھے اور جنگ کرتے کرتے شہادت سے سرفراز ہوئے۔اور آنحضرت نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا کہ اس کے لیے استغفار کیا جائے۔بے شک وہ جنت میں داخل ہوگئے۔اور جنت کے باغات میں گشت فرمارہے ہیں۔ازاں بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہم نے علم سنبھال لیا تو ان کے پاس بھی شیطان آکر دل میں وسوسے بیدار کرنے لگا۔انہوں نے بھی شیطان کو رد کیا اور خود جنگ میں کود پڑے اور شہادت پائی۔ان کے حق میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور صحابہ سے بھی دعائے خیر کرنے کے لیے فرمایا۔

یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ بوقت موت شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔اور دنیوی زندگی کو آراستہ کر کے میت کو مشاہدہ کراتا ہے،اس لیے حدیث پاک میں تعلیم اور تلقین کے لیے یہ دعا آئی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوتَ فِیْ سبیلِكَ مُدْبِرًا وَّ اَنْ یَتَخَبَّطِنِیَ الشیطانُ عِنْدَ المَوتِ۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے واسطے بھی ارشاد فرمایا کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوگئے۔اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دو پر یاقوت کے اور دیگر ایک روایت کے مطابق موتیوں کے عطا فرمائے۔یہ ان بازوؤں کے بدل میں ہیں۔جو کٹ کر گر گئے تھے فی سبیل اللہ ان سے وہ پرواز کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں جعفر بن ابی طالب کو فرشتوں کی معیت میں اڑتا دیکھتا ہوں۔علاوہ ازیں ان ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جعفر بن ابی طالب میرے قریب ملاء اعلیٰ کے ملائکہ کے ساتھ گزرے۔اس وقت ان کے دونوں بازو خون سے رنگین تھے۔نیز یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو جعفر دوران شب جنت میں آئے میں نے دیکھ لیا کہ جعفر فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے ہیں۔دیگر ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کے ساتھ پرواز کرتے تھے۔اور سہل سے مواہب الدنیہ میں منقول ہے کہ جو کچھ یہ بازو اور پروں کے متعلق روایت ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پرندوں کے بازوؤں اور پروں کی طرح تھے۔وہ اس لیے کہ انسان اپنی صورت اور ہیئت کے اعتبار سے اکمل اور اشرف ہے۔لہٰذا اس کا پرندوں کی صورت میں تبدیل ہونا نامناسب ہوگا لہٰذا بازوؤں اور پروں سے مراد یہ ہے کہ وہ ملکی صفت ہے اور روحانی قوت ہے جو کہ ان کو عطا کی گئی قرآن پاک میں بھی عفو کی تاویل وتعبیر جناح سے لی ہے فرمایا۔

Marfat.com

وا ضمم یدك الٰی جناحك۔

اپنے ہاتھوں کو اپنے بازوؤں سے ملاؤ۔

علماء نے فرشتوں کے بازوؤں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ان کی صفاتِ ملکی ہیں۔ اور وہ بغیر مشاہدہ ومعائنہ معلوم نہیں ہو سکتے۔ پس یہ ثابت اور متحقق بات نہ ہے کہ حضرت جبریل کے چھ صد بازو ہیں۔ اور دو سے زیادہ بازوؤں کے ساتھ اڑنا معہود نہ ہے اور اس سے زیادہ سے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور چونکہ کوئی آثار یا خبر اس ضمن میں وارد نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس کی حقیقت پر بحث وگفتگو کرنے کے بغیر ہی اس پر ایمان ہونا چاہیے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ مقام احتمال ومحال میں یہ یقینی چیز ہے کہ علماء سے جو کچھ نقل میں آیا ہے اور انہوں نے جو دعویٰ کیا ہے۔ کہ اس کی دلالت میں کوئی بھی صراحت یا نص موجود نہ ہے۔ اور ظاہر پر محمول کرنے میں کوئی محال ومانع نہ رہے۔ سوائے اس کے کہ جو کچھ مذکور ہوا کہ اس طرح معہود اور عادت نہ ہے۔ یہ شاید پر غائب کا قیاس کرنا ہے۔ اور یہ استدلال کمزور ہے۔ اور بڑی صورت کا اکمل واشرف ہونا خبر کو ظاہر پر محمول کرنے میں ہرگز مانع نہ ہے۔ کیونکہ صورت باقی نہ ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

سپہ سالار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اے ثابت! میری نسبت تم اس کام کے زیادہ حق دار ہو، اس لیے کہ تم غزوۂ بدر میں موجود تھے۔ اور آپ مجھ سے عمر میں بزرگ ہیں۔ وہ کہنے لگے اے خالد! بہادری اور جوانمردی تمہارا ہی کام ہے میں نے یہ جھنڈا تمہاری خاطر اٹھایا تھا۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ نے علم سنبھال لیا۔

سیرت نگاروں کے مطابق حضرت خالد بن ولید کی باری آنے پر مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی تھی۔ مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے تھے مسلمانوں سے جنہیں شہید ہونا تھا۔ اس وقت وہ شہید ہو گئے۔ گو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بہتیری کوشش کی کہ روکیں۔ لیکن بے فائدہ اس وقت حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اہل اسلام کو بلند آواز سے پکارا اور کہا کہ مسلمانو! جنگ کرتے کرتے مر جانا بھاگ کر مرنے سے بہتر ہے۔ مسلمان گو اس بات سے متنبہ ہو گئے۔ اور واپس مڑ کر انہوں نے پھر حملہ کر دیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو ہزیمت نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ وہ منتشر ہو چکے تھے۔ اور بکھر گئے تھے بہر حال حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے شدید حملہ کیا۔ اور بڑی شدت سے قتال کیا۔ اور غنیمت حاصل کی۔ بلکہ منقول ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس روز جنگ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ اور میرے ہاتھ میں صرف صحیفہ یمانی ہی رہ گیا تھا۔ گویا کہ حضرت خالد نے اپنی سابقہ غلطیوں کی تلافی کر دی۔ جو کہ انہوں نے احد کے دن اسلامی لشکر کو مشرکین کی جانب سے نقصان پہنچایا تھا۔ اور یہ بھی امکان ہے کہ ان کی جو تلواریں مشرکوں کی طرف ہوتے ہوئے ٹوٹی تھیں۔ انہی کے مطابق جنگ موتہ میں ان کی نو تلواریں ٹوٹی ہوں۔ اور بالآخر یہ فضیلت ظاہر ہو گئی کہ حضرت خالد خدا کی تلواروں سے ایک تلوار ہیں۔ یہ چیز بالکل اسی مقولہ کے مطابق ہوئی کہ ہر کام کا ایک معین وقت ہوتا ہے پس سیف من سیوف اللہ کا لقب حضرت خالد کو جو ملا۔ وہ اسی دن کے لیے تھا۔ سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد کی اس روز کی جنگ نہایت شدید تھی۔ رات ہونے پر دونوں فریق پیچھے ہٹ گئے۔ اگلی صبح کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا اور لشکر کی صفیں تبدیل کر دیں۔ مقدمہ کو ساقہ بنایا گیا اور ساقہ مقدمہ کی جگہ آ گیا۔ میمنہ کو میسرہ بنایا اور میسرہ کو میمنہ کا مقام

Marfat.com

دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر دشمنوں نے خیال کیا کہ کوئی اور فوج اہل اسلام کی مدد کو پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا وہ مرعوب اور خوفزدہ ہوئے اور فرار کی راہ لی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے تعاقب کر کے دلیری اور بہادری کا حق ادا کر دیا۔

اہل سیر نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو تین یوم تک تعزیت کے سلسلہ میں آزاد چھوڑ دیا تھا۔ ازاں بعد آنحضرت بذات خود ان کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی پر آج کے دن کے بعد نہ روئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کی دلجوئی فرمائی انہیں تسلی دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب میرے لیے چچا سے مشابہت رکھتے تھے۔ اور عبداللہ بن جعفر اخلاق کے اعتبار سے ان کی مانند ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

غزوۂ ذات السلاسل:

ذات السلاسل کی طرف حضرت عمرو بن العاص کا سریہ بھی اسی سال ہی گیا تھا۔ جب یہ لشکر کشی فرمائی گئی تو مشرکوں نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے باندھا ہوا تھا۔ اس لیے اس کا نام ذات السلاسل رکھا گیا ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے ذات السلاسل ایک چشمہ کا نام ہے۔ یہ وادی القریٰ کے عقب میں تھا۔ اور مدینہ شریف سے دس دن کی مسافت پر تھا۔ یہ قضیہ جمادی الاخری 8ھ میں واقع ہوا۔ یہ اس لیے واقع ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ قبیلہ قضاعہ، بلی اور بنو القین نے ارادہ کیا ہے کہ متفقہ طور پر مدینہ شریف کے گردونواح میں تاخت و تاراج کیا جائے۔ پس آنحضرت نے حضرت عمرو بن العاص کو طلب فرمایا۔ اور حکم دیا کہ ہتھیار پہن لو اور تیار ہو جاؤ۔ میں تم کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجنا چاہتا ہوں تا کہ تم غنیمت پاؤ، عمرو بن العاص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دنیا کا مال حاصل کرنے کے لیے مسلمان نہیں ہوا ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا۔

نعم المال الصالح و اللرجل الصالح۔

نیک مال اور نیک آدمی اچھے ہوتے ہیں۔

دیگر ایک روایت میں یوں ہے کہ عمرو بن العاص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایک بڑی مدت دین کی بنیادیں کمزور کرتا رہا اب میری خواہش ہے کہ اسلام کی بنیاد کی تاسیس میں مجھ سے کچھ خدمت ہو جائے۔ اور اللہ کی راہ میں جنگ و معرکہ کا قصد کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ انشاء اللہ اس کا موقع میں تمہیں دوں گا۔ حتیٰ کہ مذکورہ قبیلوں کے اجتماع کی خبر آنحضرت کو پہنچ گئی۔ اور ان کے فساد برپا کرنے کی اطلاع ہو گئی۔ ازاں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفید رنگ کا علم تیار کیا۔ تین صد اہل اسلام کی جماعت قائم کی۔ اس میں انصار و مہاجرین کے اعیان و اکابر میں سے سعید بن زید، صہیب سعد بن ابی وقاص، عامر بن ربیعہ، حبیب بن سنان رومی، اسید بن اور سعد بن عبادہ وغیرہ ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ ان کے امیر حضرت عمرو بن العاص بنائے گئے۔ تا کہ یہ دین کے دشمنوں کا قلع قمع کرنے کے لیے تیار ہو جائیں اور دلیری و شجاعت کا مظاہرہ کریں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخصوص نامزدگی میں یہ حکمت مضمر تھی کہ ان کی والدہ کی طرف سے قبیلہ بلی کے ساتھ قرابت تھی۔ اور آنحضرت چاہتے تھے کہ عمرو کے واسطہ سے ان میں اسلام سے انس پیدا ہو جائے۔ .... اگرچہ

Marfat.com

یہی سبب تھا عمرو بن العاص کو امیر بنانے کا پھر اعیان انصار و مہاجرین کو شامل کرنے میں کیا حکمت تھی۔ دراصل ان سب چیزوں کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم مبارک سے ہی ہے۔اس بارے میں قدرے اشارہ غزوہ موتہ میں ہو چکا ہے۔اور ہوسکتا ہے کہ یہ بھی ہو۔واللہ اعلم۔

حضرت عمرو نے مدینہ سے نکل کر مشرکوں کی طرف توجہ کی تو شنید میں آیا کہ چند بدوی قبائل کے لوگ بھی مجتمع ہوئے ہیں۔اور دشمنوں سے مل چکے ہیں۔لہٰذا اس قدر قلیل تعداد میں مسلمان ان کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔اس خطرہ کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں قاصد بھیجا گیا کہ حقیقت حال بیان کرے اور مدد کے لیے عرض کرے۔ آنحضرت نے ان کی مدد کے واسطے ایک اور جماعت بنائی اس میں ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔اس جماعت کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنائے گئے۔روانہ ہوتے وقت ابوعبیدہ کو آنحضرت نے ہدایت فرمائی کہ جب تم ایک جگہ اکٹھے ہو جاؤ گے تو جملہ امور میں متفق ہو جانا ہرگز اختلاف نہ کرنا۔دوسری جماعت بھی عمرو بن العاص کے ساتھ جا شامل ہوئی۔نماز کا وقت ہوا عمرو بن عاص ابوعبیدہ سے کہنے لگے تم میری امداد کے لیے آئے ہو لہٰذا میرے تابع رہ کر میری اقتداء میں نماز گزار دو۔ابوعبیدہ کہنے لگے کہ پہلی جماعت کے سردار تم ہو اور یہ جماعت میری امارت میں ہے۔عمرو بن العاص نے اس میں حرج محسوس کیا۔اسی وقت ابوعبیدہ کو آنحضرت کی ہدایت یاد آئی تو اختلاف ترک کر دیا اور عمرو بن العاص کے پیچھے نماز ادا کی۔

پوشیدہ نہ رہے کہ امارت میں واجب نہیں ہوتا کہ امیر افضل ہو اور نماز میں یہ لازم ہے کہ امامت کرے خواہ وہ کوئی شخص ہو۔وہ اعلم، بہتر تلاوت کرنے والا اور تقویٰ میں بہتر ہو، وہ امام بننے کا مستحق ہوتا ہے۔لہٰذا سب پر حضرت صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھنا ضروری تھا لیکن عمرو بن العاص کا دعویٰ تھا کہ وہ امیر ہیں اور امامت کے زیادہ حقدار ہیں۔ابوعبیدہ بھی امیر تھے جنہوں نے پہلے تو نزاع کیا لیکن بعد آنحضرت کی ہدایت ونصیحت کے بموجب اختلاف چھوڑ دیا۔اور جملہ باتوں میں اتفاق کیا۔اور جھگڑا ترک کر دیا۔ابوعبیدہ نیک سیرت اور نرم مزاج تھے۔انہوں نے کہا اے عمرو انبری اختیار کرو سختی مت کرو۔اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نصیحت کی تھی کہ یکجا ہو گے تو مخالفت نہ کرنا۔اگر تم نے اختلاف کی راہ لی تو میں اختلاف نہ کروں گا۔

منقول ہے کہ نہایت سردی کے باعث دشمن کے قریب پہنچنے کے وقت اہل اسلام کے اعضاء شل ہو چکے تھے انہوں نے آگ جلا کر جسموں کو گرم کرنا چاہا۔لیکن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کر دیا۔اہل سریہ اس مخالفت سے تنگ آ کر حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں شکایت کرنے لگے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو سے اس ضمن میں بات چیت کی۔تو حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص آگ جلائے گا۔میں اسے اسی آگ میں پھینک دوں گا۔

سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ اس بارے میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو سے اختلاف کیا۔اور ان کو تنبیہ بھی فرمائی۔عمرو بن العاص کہنے لگے اے عمر! تم لوگ میرے مامور اور محکوم ہو۔میرا حکم اور میری فرمانبرداری اختیار کرو۔صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم پر انہیں اس لیے امیر متعین فرمایا ہے کہ جنگ کی مصلحتیں اچھی

Marfat.com

طرح جانتے ہیں۔لہٰذا صبر و برداشت کرو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کے مطابق ان کے حکم کو بجالاؤ۔اور معلوم رہے کہ جو حکم آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہےاور آنحضور ﷺ نے پسند فرمایا ہےاس میں لازماً حکمت جمیلہ اور عافیت حمیدہ ہوگی۔گوان الفاظ کی تصریح نہ ہے۔لیکن حضرت صدیق اکبر کے کلام کی مختصر مفہوم وتشریح یہی ہے۔پس تمام متفق ہو کر کافروں کی طرف چل پڑے۔قبائل کے کچھ لوگ گھروں کو خالی کر کے فرار ہوگئے اور بعض جنگ میں مغلوب ہو کر بھاگ نکلے۔اور دیگر شہروں کی طرف فرار ہوگئے۔اور بعض جنگ میں مغلوب ہو کر بھاگ نکلے اور دیگر شہروں کی طرف فرار ہوگئے کچھ دنوں کے لیے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہیں قیام پذیر رہے۔اور اپنے سوار گردونواح میں بھیجے۔وہ بکریاں دور سے گھیر لاتے تھےاور ذبح کر کے کھاتے رہے۔اس سے زیادہ اس سفر میں کوئی غنیمت نہ ملی جو واجب التقسیم ہوتی۔پھر یہ تمام لوگ مدینہ شریف واپس آگئے [1] اور مدارج النبوۃ میں یوں ہے کہ جس وقت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدد دے کر وہاں پہنچے اور دشمنوں کے شہروں میں اسلامی لشکر داخل ہوگیا اور تاخت وتاراج کا انداز اپنایا تو بڑی تعداد میں مویشی ہاتھ لگے۔اور مسلمان حصول مقصود کے ساتھ واپس آئے۔

☆☆☆

(1) روضۃ الاحباب

Marfat.com

فتح مکہ اور تطہیر کعبہ

غزوۂ موتہ سے واپسی کا ردِعمل:

غزوۂ موتہ سے جب مجاہدین کا لشکر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان انہیں ملے۔ بچے انہیں دوڑتے ہوئے ملے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کے ساتھ سواری پر آرہے تھے، فرمایا بچے لے لو اور انہیں سواریوں پر سوار کرلو اور مجھے ابن جعفر دے دو۔ حضرت عبداللہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کیا گیا آپ نے اسے پکڑلیا اور اپنے سامنے بٹھایا، لوگوں نے لشکر کے افراد پر مٹی ڈالنا شروع کردی اور کہنے لگے اے بھگوڑو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے سے بھاگے ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے یہ بھگوڑے نہیں بلکہ انشاء اللہ یہ پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔

رومیوں پر مسلمانوں کی شجاعت کا اثر:

☆ اس کے باوجود کہ عیسائی ایک لاکھ یا دو لاکھ کی تعداد میں تھے اور مجاہدین کی کل تعداد تین ہزار تھی لیکن رومیوں نے مجاہدین کی واپسی کو اپنے لیے بڑی غنیمت سمجھا۔

☆ شاید اس لیے کہ اس ایک روزہ جنگ میں مجاہدین کے چوتھے سپہ سالار خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نو تلواریں ٹوٹیں اس کے باوجود ان کی ہمت وشجاعت میں کوئی کمی نہ آئی اس کا ردِعمل تھا۔

☆ یا اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ لڑائی کے دوسرے روز خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگی حکمت عملی کے تحت اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اور ترکیب سے رومیوں کو یہ یقین دلانے میں کامیابی حاصل کرلی کہ مسلمانوں کو تازہ دم کمک آگئی ہے۔

☆ شاید اس لیے بھی کہ لڑائی میں اپنی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجاہدین کو شام کے نواحی قبائل نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جس کے ردعمل میں ان کے حوصلے سرد پڑ گئے۔

☆ یا اس لیے کہ قیصر روم کی فوجوں کے سپہ سالار فروہ بن عمرو (الجذامی) مسلمان ہو گئے۔ اور انہیں بادشاہ کے فرمان سے بغاوت کرنے کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ ہرقل نے پھر انہیں مسیحی مذہب اختیار کر لینے اور پچھلے منصب و جاہ پر فائز رہنے کا بھروسہ دلایا۔ لیکن فروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پختہ ایمان نے اس کاروبار کو ٹھکرا دیا۔ اور قیصر نے انہیں مروادیا۔ لہٰذا وہ شہادت کا اعلیٰ رتبہ پا گئے۔

Marfat.com

اس کی اہم وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہرقل یہ جانتا تھا کہ شام اور عراق کی سرحد پر واقع تمام قبائل جو اس کے ماتحت تھے اب ان کے دلوں میں اسلام گھر کرنے لگا ہے۔

تاہم رومیوں کے حیران ہونے کی مذکورہ وجوہات تھیں۔یا کچھ اور ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی۔

لیکن عرب کے وہ لوگ جو ہرقل کی بادشاہت میں شمال مشرقی روم میں آباد تھے۔ان کا اسلام کی طرف رجحان ہونے کی دوسری وجہ ہے۔قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ رومی فوج کے راشن بانٹنے والے اہلکار نے اعلان کر دیا کہ رضا کار فوج سے نکل جائیں۔جو رضا کارانہ طور پر شامل ہوئے ہیں۔اور حاکم وقت کی طرف سے راشن صرف سرکاری فوج کے لیے ہے۔ یہاں تک کہ سرکار کے پالتو کتوں کے لیے بھی کچھ میسر نہیں کیا جاسکتا۔اس سے وہ تمام عرب رضا کار ناراض ہوگئے۔جو رومی فوج میں ہرقل کے ماتحت مشرقی روم میں آباد ہونے کے باعث مجاہدین اسلام کے خلاف لڑنے کے لیے رضا کارانہ شامل ہوگئے تھے۔نتیجہ یہ نکلا کہ رضا کار رومی فوج سے علیحدہ ہوگئے۔

ہوسکتا ہے کہ جب یہ لوگ بزدل ہو کر رومی لشکر سے علیحدہ ہوئے ہوں تو اس لمحہ دین اسلام کی روشنی نے ان کی راہنمائی کی ہو۔اور حقیقت ان کو ان کی اصل کی طرف لے آئی ہو۔اس زمانہ میں درج ذیل قبائل کی قسمت جاگی اور دولت اسلام ان کے مقدر میں لکھی گئی۔

☆ قبیلہ بنو سلیم اپنے سردار عباس بن مرداس کی رہبری میں مسلمان ہوا۔

☆ قبیلہ اشجع۔

☆ یہود کے حلیف بنو غطفان جن کا مسلمان ہونا خیبر میں مقیم یہودیوں کے لیے ایسا ثابت ہوا۔جیسے ان پر مصیبتوں اور تباہیوں کا پہاڑ آ گرا ہو۔

☆ قبیلہ بنو عبس۔

☆ قبیلہ ذبیان۔

☆ قبیلہ بنو فزارہ۔

ان واقعات وحالات کی روشنی میں غزوہ موتہ ہی شمالی عرب میں ملک شام تک مسلمانوں کے اثر ونفوذ کا سبب بنا۔

فتح مکہ کا پس منظر:

جنگ موتہ کے لیے لشکر بھیجنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمادی الاخریٰ اور رجب مدینہ طیبہ میں گزارا۔پھر بنی بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔بنو خزاعہ مکہ مکرمہ کے زیریں علاقہ میں اپنے چشمہ پر آباد تھے۔جس کا نام وشیر تھا۔بنی بکر اور بنو خزاعہ کے درمیان جھگڑا اس وجہ سے ہوا کہ ایک حضرمی جس کا نام ملک بن عباد تھا۔وہ ان دنوں اسود بن ازن کا حلیف تھا۔ تجارت کی غرض سے نکلا۔جب خزاعہ کے علاقہ میں آیا۔تو بنو خزاعہ نے اس پر حملہ کیا اسے قتل کر دیا۔اور مال چھین لیا بنو بکر نے بنو خزاعہ کے ایک آدمی پر حملہ کر دیا۔اور اسے قتل کر دیا۔بنو خزاعہ نے اسلام آنے سے تھوڑا پہلے اسود بن رزن دیلی کے بیٹوں سلمیٰ۔کلثوم اور ذویب پر حملہ کیا۔یہ بنو کنانہ کے سردار شمار ہوتے تھے۔اور مقام عرفات میں انہیں حرم کی حدود کے

Marfat.com

نشانات کے پاس قتل کر دیا۔ ابن اسحاق ؒ نے کہا مجھے بنی دیل کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ دور جاہلیت میں بنو اسود کا کوئی آدمی مارا جاتا تو انہیں دو دیتیں دی جاتی تھیں۔ جبکہ ہمیں صرف ایک دیت دی جاتی یہ فرق ان کی فضیلت کی وجہ سے تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنو بکر اور بنو خزاعہ اسی حالت میں جنگ میں تھے کہ اسلام ان کے درمیان حائل ہو گیا۔ لوگ اسلام کے بارے میں سرگرمیوں میں لگ گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان صلح حدیبیہ ہوئی قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شرط لگائی اس کا ذکر میرے سامنے زہری نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے مسور بن مخرمہ، مروان بن حکم اور دوسرے علماء سے بیان کیا کہ جو قبیلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہونا چاہے وہ آپ کے ساتھ شریک ہو جائے اور جو قریش کے ساتھ عہد میں شریک ہونا چاہے تو ان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ بنو بکر قریش کے ساتھ عہد میں شریک ہو گئے۔ اور بنو خزاعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد میں شامل ہو گئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جب صلح ہو گئی تو بنو بکر میں سے بنو دیل نے غنیمت جانا کہ وہ بنو خزاعہ سے اپنا بدلہ لے لیں۔ بنو بکر نے کہا اسود بن یزن کے ان بیٹوں کا ان لوگوں سے انتقام لے لیں جو مارے گئے تھے۔ نوفل بن معاویہ دیلی بنو دیلی کے آدمی لے کر نکلا۔ ان دنوں یہ ان کا سردار تھا۔ تمام بنو بکر نے اس کی موافقت نہ کی۔ اس نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا جبکہ وہ اپنے چشمہ وتیر پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، ان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ دونوں گروہ گتھم گتھا ہو گئے، قریش نے اسلحہ کے ساتھ بنو بکر کی مدد کی۔ قریش میں سے جس نے بھی جنگ میں حصہ لیا۔ خفیہ طریقہ سے حصہ لیا۔ یہاں تک کہ بنو بکر بنو خزاعہ کو حرم کی حدود کی طرف دھکیل کر لے آئے۔ جب حرم کی حدود تک پہنچ گئے تو بنو بکر نے کہا اے نوفل! ہم حرم میں پہنچ گئے۔ اپنے معبود سے ڈرو۔ اپنے معبود سے ڈرو۔ اس نے کہا بات بہت بڑی ہے آج اس کا کوئی الہ نہیں۔ اے بنو بکر! اپنا انتقام لے لو میری زندگی کی قسم تم حرم میں چوری کرتے ہو کہا تم انتقام نہیں لیتے۔ جس رات بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اس روز انہوں نے ایک آدمی کو قتل کیا۔ جس کا نام منبہ تھا۔ منبہ ایک کمزور دل آدمی تھا۔ وہ اس کی قوم کا ایک آدمی نکلا جس کا نام تمیم بن اسد تھا۔ منبہ نے تمیم سے کہا اے تمیم! اپنا بچاؤ کرو جہاں تک میرا تعلق ہے اللہ کی قسم! میں تو مرنے والا ہوں۔ وہ مجھے قتل کریں یا چھوڑ دیں میرا تو دل پھٹا جاتا ہے۔ تمیم چلا اور وہاں سے نکل گیا۔ بنو بکر نے منبہ کو پکڑ لیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ جب بنو خزاعہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔ تو انہوں نے بدیل بن ورقاء اور ان کے مولیٰ کے ہاں پناہ لی۔ جس کا نام رافع تھا۔ تمیم نے منبہ کو چھوڑ کر بھاگ آنے پر معذرت کی بدیل بن ورقاء مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کرتا ہے۔

بدیل بن ورقاء بنو خزاعہ کے چند افراد کے ساتھ نکلا۔ اور مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ بنی بکر سے جو انہیں مصیبت پہنچی تھی۔ اس کا انہوں نے ذکر کیا اور قریش نے بنی بکر کی جو مدد کی تھی اس کا انہوں نے بیان کیا پھر وہ مکہ مکرمہ کی طرف پلٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا گویا کہ تم ابو سفیان کو ملنے والے ہو۔ وہ تمہارے پاس آئے گا تا کہ معاہدہ کو مضبوط کرے اور مدت میں اضافہ کرے بدیل بن ورقاء اور اس کے ساتھی

Marfat.com

چلے گئے اور ابوسفیان سے عسفان کے مقام پر ملے قریش نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بھیجا تھا تاکہ وہ معاہدہ کو مضبوط کرے اور مدت میں اضافہ کرے جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس کے بارے میں وہ خوفزدہ تھے۔ جب ابوسفیان بدیل بن ورقاء سے ملا پوچھا اے بدیل! تم کہاں سے آرہے ہو؟ اسے گمان ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بدیل نے کہا میں بنوخزاعہ کے ساتھ اس ساحل اور اس وادی میں گھومتا رہا۔ ابو سفیان نے پوچھا کیا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے تھے؟ تو بدیل نے کہا نہیں جب بدیل مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کر گیا تو ابوسفیان نے کہا اگر بدیل مدینہ گیا ہوگا تو وہاں اس کے اونٹوں نے کھجوریں ضرور کھائی ہوں گی۔ ابوسفیان ان کی سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ پر آیا۔ ایک مینگنی اٹھائی اسے پھاڑا تو اس میں گٹھلی دیکھی تو کہا میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاتا ہوں، بدیل ضرور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ابوسفیان اپنی صاحبزادی اُم المومنین اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر:

ابوسفیان وہاں سے چلا یہاں تک کہ مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سب سے پہلے اپنی بیٹی اُم حبیبہ بنت ابوسفیان کے پاس آیا۔ جب ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت اُم حبیبہ نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا اے بیٹی! میں نہیں جانتا کیا تو نے اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھے اس کے قابل نہیں سمجھا تو حضرت اُم حبیبہ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے جبکہ تو مشرک ناپاک ہے۔ میں اسے پسند نہیں کرتی کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بیٹھے تو ابوسفیان نے کہا اے بیٹی! میرے بعد تو تم میں بہت خرابی آ گئی ہے۔ پھر ابوسفیان وہاں سے نکلا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ سے گفتگو کی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کریں۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ پھر وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ سے گفتگو کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کروں گا، اللہ کی قسم! اگر میں تھوڑی سی طاقت پاؤں تو تب بھی میں تمہارے ساتھ جہاد کروں گا۔

ابوسفیان علی ابن ابی طالب کے گھر پر:

اس کے بعد ابوسفیان وہاں سے نکلا اور حضرت علی شیر خدا کے پاس آیا۔ جبکہ حضرت علی شیر خدا کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ ابھی بچے تھے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے گھسٹ رہے تھے۔ ابوسفیان نے کہا اے علی! تم پوری قوم میں سے سب سے زیادہ قریبی ہو۔ میں ایک کام کے لیے آیا ہوں۔ جس طرح میں آیا ہوں اسی طرح ناکام لوٹنا نہیں چاہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں میری سفارش کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر افسوس اے ابوسفیان اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک امر کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہم اس کے بارے میں آپ سے گفتگو کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو ابوسفیان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوا کہا اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر! کیا تم اپنے اس بیٹے کو کہتی ہو کہ لوگوں کو پناہ دے تو یہ اکثر زمانہ تک لوگوں کا

Marfat.com

سردار ہوگا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرا بیٹا اس عمر کو نہیں پہنچا کہ لوگوں کو پناہ دے اور کوئی آدمی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف کسی کو امان نہیں دے گا۔ ابوسفیان نے کہا اے ابوالحسن! میں خیال کرتا ہوں مجھ پر حالات سخت ہو گئے ہیں۔ مجھے کوئی نصیحت کرو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جو تمہیں فائدہ دے لیکن تم بنی کنانہ کے رئیس ہو اٹھو اور لوگوں کے درمیان معاہدہ کے باقی رہنے کا اعلان کرو پھر واپس چلے جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ وہ چیز ہمیں کوئی فائدہ دے گی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اللہ کی قسم! نہیں لیکن میں اس کے سوا کوئی رائے نہیں رکھتا۔

ابوسفیان کا از خود توسیع کا اعلان:

ابوسفیان مسجد میں کھڑا ہوا! کہا اے لوگو! میں نے لوگوں کے درمیان معاہدہ کو باقی رکھا ہے۔ پھر مکہ کی راہ لی لیکن اس کا دل دکھی ہو رہا تھا۔ خصوصاً اپنی بیٹی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سلوک اور ان کے جملے بار بار اس کے کانوں سے ٹکراتے رہے۔ اس پر مزید یہ دُکھ کہ مکہ سے ہجرت کرنے سے قبل جن لوگوں کی زندگی اس کے رحم و کرم پر تھی آج ان کا سلوک اس کے ساتھ انتہائی مختلف تھا۔

مکہ میں واپسی:

ابوسفیان مکہ واپس آیا۔ مدینہ منورہ میں جو کچھ پیش آیا۔ وہ سب کچھ بلا کم و کاست کہہ دیا۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ تو میں نے اسے قوم میں سے نرم ترین آدمی پایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کام کا مشورہ دیا جو میں نے کہا اللہ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا کہ اس عمل کا کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں۔ قریش نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمہیں کس کام کا کہا تھا؟ ابوسفیان نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا تھا کہ لوگوں کے درمیان معاہدہ کو باقی رکھنے کا اعلان کرو تو میں نے اسی طرح کر دیا قریش نے کہا کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دی تھی؟ تو ابوسفیان نے کہا نہیں۔ قریش نے کہا تو ہلاک ہو اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے۔ جو کچھ تم نے اعلان کیا ہے۔ وہ تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گا تو ابوسفیان نے کہا اللہ کی قسم! میں نے اس کے سوا کوئی صورت نہیں پائی۔

فتح مکہ کی تیاری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کشی کا حکم دیا اور اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی تیاری کریں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کے سامان کو ترتیب دے رہی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے بیٹی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم سامان سفر تیار کرو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی جی ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیاری کا حکم دیا ہے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی سامان سفر تیار کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے کہ آپ کہاں کا ارادہ کرتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی اللہ کی قسم میں کچھ نہیں جانتی۔ پھر

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بتایا کہ آپ مکہ مکرمہ کا ارادہ کرتے ہیں۔ آپ نے تمام لوگوں کو تیاری کا حکم دیا اور یوں دعا کی۔

اے اللہ! جاسوسوں اور مخبروں کو قریش سے روک لے یہاں تک کہ ہم اچانک ان کے علاقہ میں پہنچ جائیں تو پھر لوگوں نے تیاری کی۔

ایک مہاجر کی طرف سے مخبری:

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ تو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو خط لکھا جس میں یہ خبر تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پھر وہ خط ایک عورت کو دیا۔ محمد بن جعفر نے گمان کیا کہ وہ مزینہ تھی اور بعض دوسرے لوگوں نے گمان کیا کہ وہ سادہ تھی بنی مطلب میں سے کسی کی لونڈی تھی۔ حضرت حاطب نے خط قریش تک پہنچانے کی صورت میں اس عورت کے لیے انعام بھی مقرر کیا تھا۔ عورت نے وہ خط اپنے سر میں رکھ لیا۔ اس پر اپنی مینڈھیاں بٹ لیں پھر وہ خط لے کر چل پڑی۔ حضرت حاطب نے جو کیا تھا اس کی خبر آسمان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی۔ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن عوام کو بھیجا اس عورت کو پہنچو جس کے پاس وہ خط ہے جو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو لکھا ہے۔ جس میں اس نے قریش کو ہمارے ارادے کے بارے میں خبردار کیا ہے۔ دونوں چلے یہاں تک کہ اس عورت کو جہینہ کے مقام پر پالیا۔ جو بنی ابی احمد کا کنواں تھا۔ دونوں نے اس عورت کو سواری سے اترنے کا کہا اس کے کجاوے میں تلاشی لی لیکن خط نہ پایا۔ حضرت علی بن ابی طالب نے اس عورت سے فرمایا اللہ کی قسم! نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹ بولا گیا اور نہ ہی ہم سے جھوٹ بولا گیا ہمارے لیے خط نکال دو ورنہ ہم تیرے کپڑے اتروا دیں گے۔ جب اس عورت نے حضرت علی کا عزم مصمم دیکھا تو اس نے کہا مجھے کچھ نہ کہو مجھے کچھ نہ کہو۔ اس عورت نے سر کی مینڈھیاں کھولیں ان سے خط نکالا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ خط حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاطب کو بلایا فرمایا۔ اے حاطب! کس چیز کس چیز نے تجھے اس چیز پر برانگیختہ کیا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں نہ بدلا ہوں لیکن میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کا مکہ میں کوئی خاندان نہیں۔ ان کے ہاں میری اولاد اور گھر والے ہیں۔ اس وجہ سے میں نے ان پر احسان کیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں کیونکہ اس آدمی نے نفاق کا مظاہرہ کیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تمہیں کیسے پتہ چل گیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ یوم بدر کو اصحاب بدر کے اعمال پر مطلع ہو گیا تھا۔ اس نے ارشاد فرمایا تھا۔

"اعملوا ما شئتُم"

جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

یاایھالذین امنوا الا تتخذ وا عدوی وعد وکم آولیاء تلقون الیھم بالمودة وقد کفروُا بما جآ ء کم من الحق ج یُخرِ جون الرسول و ایا کم ان تؤمنو ا با للّٰہ

Marfat.com

ربکم ط ان کنتم خرجتم جهاد ا فی سبیلی وا بتغا ء مَر ضاتی تسرون الیهم بالمودة ق وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ط و من یفعله منکم فقد ضل سوآء السبیل o ان یثقفو کم یکونوا لکم اعدَ آ ء و یبسطوا الیکم ایدیهم والسنتهم بالسوٓ ء وودو الو تکفرون o لن تنفعکم ارحا مُکُم ولا اولادُکم ج یوم القیمة ج یفصل بینکم ط و الله بما تعملون بصیرo قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه ج اذ قالو القومهم انا برءُ ؤا منکم و مما تعبدون من دون الله ز کفرنا بکم وبد ابیننا وبینکم العداوة والبغضاءُ ابد ا حتی تؤمنوا بالله وحده الا قول ابرهیم لا بیه لا ستخو ن لک وما اَ ملِك لك من الله من شیءٍ ط ربنا علیك توکلنا والیك انبنا والیك المصیر o ربنا لا تجعلنا فتنة للذین کفروا واغفر لنا ربنا ج انك انت العزیز الحکیم o لقد کان لکم فیهم اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله والیوم الاخر ومن یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیدُ ۔ (الممتحنہ: 1تا6)

''اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو (اپنے) جگری دوست تم تو اظہار محبت کرتے ہو حالانکہ وہ انکار کرتے ہیں (اس دین) حق کا جو تمہارے پاس آیا ہے۔ انہوں نے نکالا ہے رسول مکرم کو اور تمہیں بھی (مکہ سے) محض اس لیے کہ تم ایمان لائے ہو اللہ پر جو تمہارا مددگار ہے۔ اگر تم جہاد کرنے نکلے ہو میری راہ میں اور میری رضا جوئی کے لیے (تو انہیں دوست مت بناؤ) تم بڑی راز داری سے ان کی طرف حمیت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں جانتا ہوں جو تم نے چھپا رکھا ہے۔ اور جو تم نے ظاہر کیا اور جو ایسا کرے تم میں سے تو وہ بھٹک گیا راہ راست سے اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم (ان کی طرح) کافر بن جاؤ نہ نفع پہنچائیں گے۔ تمہیں تمہارے رشتہ دار اور نہ تمہاری اولاد روز قیامت۔ اللہ تعالیٰ جدائی ڈال دے گا۔ تمہارے درمیان اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔ بے شک تمہارے لیے خوبصورت نمونہ ہے ابراہیم میں۔

ابوسفیان بن حرب کا حضرت عباس کے ہاتھ پر اسلام لانا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرالظہر ان میں اترے تو حضرت عباس بن مطلب نے کہا۔ واصباح قریش ہائے قریش کی کتنی بری صبح ہے۔ اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں زبردستی داخل ہو گئے۔ قبل اس کے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور امان طلب کریں تو قریش ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو جائیں گے۔ حضرت عباس نے کہا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہوا اور نکل پڑا یہاں تک کہ میں اذراک آ پہنچا میں نے کہا کاش میں کوئی لکڑ ہارا، دودھ والا کوئی کام والا مکہ جاتے ہوئے پاتا جو قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے آ جائے۔ اور امان طلب کر لیتے۔ اللہ کی قسم میں اسی خچر پر جا رہا تھا اور جس مقصد کے لیے

Marfat.com

نکلا تھا اس آدمی کو تلاش کر رہا تھا کہ میں نے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کی گفتگو سنی وہ باہم گفتگو کر رہے تھے۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا میں نے آج رات جیسی آگ کبھی نہیں دیکھی اور نہ ہی ایسا لشکر دیکھا ہے بدیل کہہ رہا تھا اللہ کی قسم! یہ خزاعہ ہیں جنگ نے سب کو یکجا کر دیا ہے، ابوسفیان کہہ رہا تھا بنوخزاعہ اس سے بہت کم ہیں کہ ان کا یہ لشکر اور آگ ہو۔ حضرت عباس نے کہا میں نے اس کی آواز کو پہچان لیا میں نے کہا اے ابوحنظلہ! اس نے بھی میری آواز کو پہچان لیا اس نے کہا کیا ابوالفضل ہے؟ میں تم نے کہا ہاں میں ہی ہوں، اس نے کہا تجھے کیا ہوا میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے کہا اے ابوسفیان! تو ہلاک ہو یہ لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اللہ کی قسم! قریش کی صبح کتنی خراب ہے ابوسفیان نے کہا اب کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے کہا اگر تجھے پکڑ لیا گیا تو تیری گردن اڑا دی جائے گی میرے پیچھے اس خچر پر سوار ہو جا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جاتا ہوں تاکہ تیرے لیے امان طلب کروں تو ابوسفیان میرے پیچھے سوار ہو گیا اس کے دونوں ساتھی واپس لوٹ گئے میں اسے لے آیا، میں جب بھی مسلمانوں کے الاؤ میں سے کسی کے پاس سے گزرتا وہ پوچھتے کون ہے؟ جب بھی مسلمانوں کے الاؤ میں سے کسی کے پاس سے گزرتا وہ پوچھتے کون ہے؟ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خچر کو دیکھتے اور میں اس پر سوار تھا تو کہتے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر پر سوار ہیں یہاں تک کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الاؤ کے پاس سے گزرا انہوں نے پوچھا کون ہے؟ اور میری طرف اٹھے جب انہوں نے میرے پیچھے ابوسفیان کو دیکھا تو کہا اللہ کا دشمن ابوسفیان۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے بغیر عہد و پیمان کے تیرے اوپر قدرت عطا فرمائی، پھر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے تیزی سے نکلے میں نے خچر کو تیز دوڑایا تو میں اس طرح ان سے آگے نکل گیا جس طرح سست جانور سست انسان سے بھی آگے نکل جاتا ہے میں خچر سے نیچے اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاجر ہوئے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ابوسفیان ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں قدرت عطا فرمائی ہے جبکہ ہم نے ان سے کوئی عہد و پیمان بھی نہیں کیا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں (حضرت عباسؓ) نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اسے پناہ دے دی ہے پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھ گیا، آپ کا سر پکڑ لیا اور عرض کی اللہ کی قسم! آج کی رات میرے سوا آپ سے کوئی سرگوشی نہیں کرے گا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کے بارے میں اصرار کیا میں (حضرت عباسؓ) نے کہا اے عمر! رہنے دو اللہ کی قسم اگر یہ عدی بن کعب میں سے ہوتا تو تم اس طرح اصرار نہ کرتے لیکن تم جانتے ہو کہ یہ بنوعبد مناف کا فرد ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہنے دو اللہ کی قسم جس دن تم اسلام لائے میرے نزدیک تمہارا اسلام قبول کرنا خطاب کے اسلام لانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ اگر وہ اسلام لاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا اسلام قبول کرنا خطاب کے اسلام لانے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے اگر وہ اسلام لاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عباس! اپنے پڑاؤ میں اسے لے جاؤ جب صبح ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا تو میں اسے اپنے پڑاؤ میں لے گیا۔ ابوسفیان نے رات میرے پاس ہی گزاری جب صبح ہوئی تو میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گیا جب رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کو دیکھا فرمایا اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا تو جان لینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کتنے حلیم ہیں آپ کتنے کریم ہیں؟ آپ کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں اللہ کی قسم مجھے یقین ہو گیا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی معبود ہوتا تو مجھے کچھ فائدہ دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم یہ جان لیتے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کتنے حلیم ہیں، آپ کتنے کریم ہیں، آپ کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں، اللہ کی قسم اس کے بارے میں میرے ذہن میں اب بھی ایک کھٹکا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تجھ پر افسوس اسلام قبول کر اور یہ گواہی دے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ قبل اس کے کہ تیری گردن اڑادی جائے۔ ابوسفیان نے حق کی شہادت دی اور اسلام قبول کر لیا، حضرت عباس نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابوسفیان فخر کو پسند کرتا ہے اس کے لیے فخر کی کوئی چیز بنا دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں جو آدمی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کے لیے امان ہے جب وہ جانے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس! سے فرمایا اے عباس اسے وادی کی تنگ جگہ پہاڑ کے بڑھے ہوئے حصہ پر روک لینا یہاں تک کہ اللہ کے لشکر اس کے پاس گزریں اور یہ انہیں دیکھ لے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نکلا یہاں تک وادی کی تنگ جگہ پر میں نے اسے روک لیا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ (صحیح بخاری باب فتح مکہ)

لشکروں کا گزرنا:

قبائل اپنے جھنڈوں کے ساتھ گزرے جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو حضرت ابوسفیان کہتے یہ کون ہیں؟ میں کہتا یہ بنوسلیم ہیں تو حضرت ابوسفیان کہتے مجھے بنوسلیم سے کیا غرض پھر کوئی اور قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان پوچھتے یہ کون ہیں؟ میں کہتا یہ بنو مزینہ ہیں تو ابوسفیان کہتے مجھے بنو مزینہ سے کیا سروکار یہاں تک کہ قبائل ختم ہو گئے۔ جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان مجھ سے اس کے بارے میں پوچھتے جب میں انہیں اس قبیلہ کے بارے میں بتاتا تو وہ کہتے مجھے اس سے کیا غرض یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لشکر کے جلو میں گزرے۔

ابن اسحاق نے کہا اس میں مہاجرین وانصار ہیں ان میں ہر ایک لوہے میں گم تھا۔ حضرت ابوسفیان! نے کہا سبحان اللہ اے عباس! یہ کون ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو انصار ومہاجرین کے درمیان جلوہ گر ہیں تو ابوسفیان نے کہا ان کا مقابلہ کرنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ اللہ کی قسم اے ابوالفضل آج تو تیرے بھتیجے کی بادشاہت بہت عظیم ہو گئی ہے۔ میں نے کہا اے ابوسفیان! یہ نبوت ہے تو ابوسفیان نے کہا ہاں نبوت ابوسفیان نے کہا یہ تو بہت بہتر ہے۔

حضرت ابوسفیان اپنی قوم کو خبردار کرتا ہے:

میں (حضرت عباسؓ) نے کہا اپنی قوم کی طرف جلدی جاؤ جب حضرت ابوسفیان قریش تک پہنچے تو بلند آواز سے ندا کی اے جماعت قریش! یہ حضرت محمد ہیں وہ ایسے لشکر کے ساتھ آئے ہیں جس کا مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے۔ ہند بنت عتبہ اس کی طرف اٹھی اس کی مونچھیں پکڑ لیں اور کہا اس گھی کے بے فائدہ گھڑے کو قتل کر دو، یہ قوم کا کتنا برا پیش رو ہے تو ابوسفیان نے کہا یہ عورت تمہیں تمہاری ذاتوں کے بارے میں دھوکے میں نہ

Marfat.com

ڈالے۔ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا لشکر لائے ہیں جس کا مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا وہ بھی امن میں ہے۔ لوگ اپنے گھروں اور مسجد حرام کی طرف بکھر گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طوی آمد:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طوی کے مقام پر پہنچے تو آپ سرخ یمنی چادر کے ایک حصے میں لپٹے ہوئے تھے، آپ وہاں سواری پر ہی ٹھہر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تواضع کی غرض سے اپنا سر جھکائے ہوئے تھے۔ یہ صورت اس وقت تھی جب آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح سے نوازا ہے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک کے بال کجاوے کے اگلے حصہ سے مس کر رہے تھے۔

ابوقحافہ کا قبول اسلام:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے یحییٰ بن عباد نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طوی مقام پر ٹھہرے تو ابوقحافہ نے اپنی چھوٹی بیٹی سے کہا اے بیٹی! مجھے جبل بی قبیس پر لے جاؤ جبکہ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ میں ابوقحافہ کو پہاڑ پر لے گئی ہے۔ ابوقحافہ نے کہا اے بیٹی! کیا دیکھتی ہو؟ بیٹی نے کہا میں بڑی جماعت دیکھتی ہوں پوچھا وہ گھوڑ سوار ہیں؟ بیٹی نے کہا وہ وازع ہو گا یعنی جو گھڑ سوار دستوں کو حکم دیتا ہے اور ان کے آگے آگے ہوتا ہے۔ بیٹی نے کہا اللہ کی قسم! وہ جمعیت تو بکھر گئی، تو ابوقحافہ نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھڑ سوار دستوں کو پیچھے دھکیل دیا گیا ہے (کہا اے بیٹی) جلدی سے مجھے اپنے گھر کی طرف لے جا؟ بیٹی ابوقحافہ کو لے کر نیچے اُتر آئی ابھی وہ گھر نہیں پہنچے تھے کہ گھڑ سوار دستہ ان تک آ پہنچا، اس بچی کی گردن میں چاندی کا ایک طوق تھا، ایک آدمی اس کے سامنے آیا اور اس کی گردن سے کھینچ لیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اور مسجد میں تشریف فرما ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کو لے کر حاضر ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا فرمایا تم نے شیخ کو گھر میں ہی کیوں نہیں چھوڑ دیا یہاں تک کہ میں خود اس کے پاس آتا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں بہ نسبت اس کے کہ آپ چل کر اس کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوقحافہ کو سامنے بٹھایا پھر ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا پھر فرمایا اسلام قبول کر لو۔ ابوقحافہ نے اسلام قبول کر لیا، حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوقحافہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے گویا ان کا سر ثغامہ (سفید پھولوں، والا درخت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے سر کے بالوں کو بدل (رنگ) دو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے بہن! اپنے طوق سے کنارہ کش ہو جا کیونکہ آج لوگوں میں امانت کم ہے۔

اہل مکہ کا حملہ:

اسلامی لشکر کے تین دستے تو اپنے مقررہ راستوں سے بغیر کسی مشکل اور جنگ کے شہر میں داخل ہو گئے لیکن خالد بن

Marfat.com

ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستے کو جنگ کرنا پڑی۔ کیونکہ پائین شہر والے لشکر اسلامی سے قبل ہی مورچے سنبھالے بیٹھے تھے۔ یہ بدبخت مکہ کے دوسرے لوگوں سے زیادہ ہی رسول اللہ سے بغض رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کے دشمن بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی تھی۔ آج انہوں نے ابوسفیان کے روکنے کے باوجود جنگ کا ارادہ کرلیا۔ تاہم کچھ لوگ تو اِدھر اُدھر کترا گئے لیکن نوجوانوں کی بڑی تعداد مورچہ پر جم کر لشکر اسلامی کی آمد کا بے چینی سے انتظار کرنے لگی۔ ان کے سرغنہ صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابوجہل جیسے ہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا دستہ پاس آیا انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کردی۔ لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جوابی حملہ سے لحہ بھر میں بعض روایت میں تیرہ اور بعض روایات کے مطابق اٹھارہ ڈھیر ہوگئے۔ اس کے بعد یہ لوگ ان لوگوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے دو آدمی شہید ہوئے۔ کافروں کے سپہ سالار صفوان، سہیل اور عکرمہ نے خود کو خالد رضی اللہ عنہ کی زد میں دیکھا تو ان کی بہادری اور جنگی مہارت کے خوف سے اپنی اپنی جان بچا کر اِدھر اُدھر نکل گئے اور ان ہی لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے اکسایا تھا۔ انہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

نصب خیمہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبل احد کے سامنے والے درہ "اعلیٰ مکہ" سے شہر میں داخل ہوئے۔ جس کے متصل سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور جناب ابوطالب کی قبریں ہیں۔ سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا خیمہ ان کے قریب نصب کیا۔

اعمالِ مبارکہ:

اب جمال و کمال انسانیت رحمت دوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر بیت اللہ میں داخل ہوئے قصواء ہی پر کعبہ کا طواف فرمایا۔ کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ کو طلب فرما کر عصبہ کا دروازہ کھلوایا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطاب فرمایا۔

یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوباً و قبائل لتعار فوا ان اکر مکم عند اللہ اتقا کم ان اللہ علیھم خبیر۔

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے۔"

مجرموں کو عام معافی دینے کا اعلان:

خطبہ کے فوراً بعد حاضرین مجلس سے پوچھا:

یامعشر قریش ما ترون انی فاعل بکم۔

"اے قریش! میری طرف سے تمہیں کس قسم کے سلوک کی امید ہے"

اہل مکہ کے وکیل حدیبیہ سہیل بن عمرو نے عرض کیا۔

Marfat.com

خیراً اخ کریم و ابن اخ کریم۔

''آپ ہمارے مشفق بھائی اور مہربان بھائی کے فرزند ہیں۔ ہمیں آپ سے حسن سلوک ہی کی امید ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاذ هبو فا نتم الطلقاء۔

تو جایئے جہاں جی چاہے رہیے آپ لوگ آزاد ہیں۔

ساتھیو!.......... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و شفقت کا ایک ہی جملہ ان کے لیے جاں بخشی کا سبب بن گیا۔ جنہوں نے نامعلوم کتنے ستم کتنے ظلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیے تھے۔ آج دشمن پر پورا اختیار اور قدرت ہونے کے باوجود عفو عام صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات اقدس کے اخلاق حسنیٰ کا خاصہ ہے۔ جس میں نہ حسد ہے، نہ کینہ اور نہ ہی غیظ حالانکہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان دشمنوں کی جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھی میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور دس ہزار فوج جری کا لشکر دست بستہ حکم کا منظر ہے۔ ایک لفظ ہی ان لوگوں کی گردنیں کٹوا سکتا ہے۔ دوسرے لفظ سے ان لوگوں کے شاندار محل زمین بوس ہو سکتے ہیں۔ یہ عظیم شخصیت انسانیت کی دشمن ہیں۔ یہ قابل صد مدح و ثنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کھول کر بیان فرمانے والے علیہ التحیۃ والسلام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور اس کے بندوں کو اس کے احکامات پہنچانے کے لیے اللہ ہی کی طرف سے مقرر ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ سخت گیر ہیں اور نہ ہی متکبر ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے دشمن پر فتح نصیب فرمائی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر پورا اختیار و قدرت رکھنے کے باوجود معاف فرما دیا۔ تمام دنیا کے سامنے عفو و احسان کی ایسی شاندار مثال پیش کر دی کہ ایسی مثال نہ اس سے قبل نہ اس کے بعد دیکھنے اور سننے میں آئی۔ ابن آدم کی پوری تاریخ میں اس عظیم اور شاندار کردار کی جھلک تک نہیں ملتی۔

کعبہ کی بتوں سے تطہیر:

اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں تشریف لے گئے۔ خانہ کعبہ میں ہر طرف بت ہی بت تھے۔ خانہ کعبہ کی دیواروں پر ملائکہ اور انبیاء کی فرضی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ جس میں ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ میں فال کے تیر دکھائے گئے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے رسول بھی فال کے تیروں کا آسرا لے کر نبوت چلاتے تھے۔ کاٹھ کا کبوتر بھی عبادت کے لیے موجود تھا۔

جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر گرا کر توڑ ڈالا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر پر کچھ دیر غور کرنے کے بعد فرمایا۔ ان پر اللہ کی مار! انبیاء کے جد اعلیٰ کو فال پرست ٹھہرا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تیروں سے تفاول؟ فال نکالنا، تف بر عقل۔ ارشاد فرمایا۔

ما كان ابراهيم يهوديا ولا نصرانيا ولكن كان حنيفاً مسلمًا و ما كان من المشركين (3 : 67)

''ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ سب سے بے تعلق ایک اللہ وحدہ لاشریک کے ہو گئے تھے۔ اسی کے فرماں بردار تھے۔ اور مشرکوں میں سے نہیں تھے۔''

Marfat.com

ملائکہ کی تصویروں پر نظر ڈالی تو فرمایا ''غضب اللہ کا فرشتے تو نہ مرد ہیں نہ عورت! ان کو مٹا دینے کا حکم فرما کر جب ذرا اوپر نظر ڈالی تو کراب کعبہ کے ہر طرف بت ہی بت نظر آئے۔ جنہیں دیوار کے ساتھ چونے کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ ہبل کعبہ کے بالکل وسط میں رکھا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھڑے سے ہر ایک بت کی طرف اشارہ فرماتے جاتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تو بت خود بخود گرتے جاتے!

قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقًا۔ (81:17)

اور کہہ دو حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔

اللہ کے نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام آج سے بیس برس قبل جس مقصد کے لیے دعوت دے رہے تھے۔ اور اپنی امت کو دین حق پر قائم فرما رہے تھے اور قریش جن بتوں اور شرک کے لیے سینہ سپر رہے تھے۔ آج ان جھوٹے معبودوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ وحدہ لاشریک کا گھر پاک وصاف ہو گیا۔

بیت اللہ میں اذان بلالی کی گونج:

تطہیر کعبہ کے فوراً بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان صلوٰۃ کہنے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں مسلمانوں نے نماز ادا کی۔ جو آج بھی چودہ سو تیس سال سے جاری ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرح ان کے قائم مقام مؤذن اور ان کے نائبین اپنے اپنے زمانہ میں یہ اذان دے رہے ہیں۔

اسی بیت اللہ کے اندر دن رات میں پانچ مرتبہ اذان دی جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا کے ہر گوشے میں رہنے والے مسلمان اس عائد شدہ فریضہ اذان کو ادا کر رہے ہیں۔ اور اسی بیت الحرام کی طرف منہ کر کے بارگاہ الٰہی میں انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

اشتہاری ملزم:

تاہم قریش میں سترہ ایسے ناقابل معافی مجرم تھے۔ جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت ومحبت نصیب نہ ہوئی۔ اور انہیں قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ان لوگوں کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: جن لوگوں کے بارے میں یہ حکم دیا گیا تھا ان میں سے تو کچھ زیر زمین روپوش ہو گئے۔ جبکہ بعض مکہ مکرمہ سے بھاگ کر مکہ سے دور چلے گئے۔ لیکن ان مجرموں کے ساتھ یہ سلوک کسی کینہ یا برہی کی وجہ سے نہ تھا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق دیکھئے ان لوگوں کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

''ان میں سے کوئی کعبہ کے غلاف میں بھی چھپا ہو تو اسے وہاں سے کھینچ کر بھی قتل کر دو۔''

ان بدبختوں نے خود اپنے بداعمال کی وجہ سے یہ دن دیکھا۔ ان مجرموں کی فہرست درج ذیل ہے۔

عبداللہ بن سعد:

یہ مسلمان ہونے کے بعد کاتب وحی کے عہدہ پر فائز ہوا۔ لیکن اس بدبخت کی فطرت نہ بدلی۔ اس نے اسلام سے کنارا

Marfat.com

کشی اختیار کر لی اور کفار مکہ میں شامل ہو گیا۔اور پھر یہاں آ کر یہ بات پھیلانے لگا کہ میں قرآن میں کمی بیشی کرتا رہا ہوں۔

عبداللہ بن اخطل :

یہ بھی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا اس نے مرتد ہونے کے بعد اپنے بے گناہ غلام کو قتل کر دیا۔اس کے علاوہ اپنی دو کنیزوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو سے بھرے قصے اور راگ کے سنانے پر مقرر کر دیا۔

عکرمہ بن ابو جہل:

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہا بغض رکھتا تھا فتح مکہ کے دن بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستہ پر اسی نے حملہ کیا اور دوسروں سے کروایا۔

حویرث بن نقیذ:

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے موقع پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی سواری کو اس زور سے کونچا دیا کہ سواری بے تحاشا بھاگی اور سیدہ رضی اللہ عنہا زمین پر گریں اور اسقاط حمل ہو گیا۔

مقیس بن صبابہ:

مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو کر مشرکوں کا مددگار بن گیا۔

ہبار بن اسود:

اس کو بھی اس کی کرتوت کے مطابق سزا دی گئی۔

ہندہ بنت عتبہ:

زوجہ ابوسفیان سید الشہداء عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے والی۔

ان میں سے چار افراد تو اپنے انجام بد کو پہنچ گئے۔ابن اخطل اس کی کنیز قریبہ مقیس اور حویرث باقی کی سرگزشت اس طرح ہے۔

عبداللہ بن سعد:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی تھے۔ممدوح اسے ساتھ لائے جاں بخشی کی سفارش پیش کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوڑی دیر خاموشی کے بعد معاف فرما دیا۔

عکرمہ بن ابو جہل:

ان کی بیوی سیدہ اُم حکیم بنت حارث اسلام لے آئی تھیں۔عکرمہ فرمان قتل سن کر یمن بھاگ گیا۔اُم حکیم نے امن کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمائی تو بی بی خود یمن کی طرف گئیں۔

صفوان بن اُمیہ:

صفوان بن اُمیہ بھی عکرمہ کے ساتھ تھے۔دونوں ایک کشتی میں سوار ہو کر یمن کی طرف جانے کے لیے تیور سنبھالنے کو

Marfat.com

تھے کہ بی بی اُم حکیم پہنچ گئیں۔اور جاں بخشی کی خوشخبری سنا کر انہیں واپس لے آئیں۔

سیدہ ہندہ:

زوجہ ابوسفیان کو بھی معاف کر دیا گیا۔

حرمت مکہ:

فتح کے دوسرے دن بنوخزاعہ نے قبیلہ بدیل کے ایک مشرک کو اپنی سابقہ دشمنی کی بنا پر قتل کر دیا۔یہ خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطبہ ارشاد فرمادیا۔

''اے لوگو! اللہ عزوجل نے مکہ مکرمہ کو حرمت دی ہے۔اس دن سے جب سے یہ زمین اور آسمان پیدا کیا اور یہ حرمت قیامت تک قائم رہے گی۔لہٰذا جو شخص بھی رب کل کائنات اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اسے مکہ کی حدود میں کسی کو قتل نہیں کرنا چاہیے بلکہ کسی کو اس کے درخت کا ٹنا نہیں چاہیے مجھ سے پہلے اور مجھ سے بعد کسی کے لیے اس کی حرمت ختم کرنا ہرگز حلال و جائز نہیں۔اور میرے لیے بھی صرف ایک لمحہ کے لیے جائز ہوئی۔وہ بھی تب جب اہل مکہ نے خود اپنے اللہ جل شانہ کو ناراض کر لیا تو صرف اس برہمی کی بناء پر اور اتنی ہی دیر کے لیے۔جس کے بعد وہی حرمت پھر برقرار کر دی گئی۔لوگو! جو لوگ آج یہاں موجود نہیں انہیں بھی یہ مسائل بتا دیجئے۔یاد رکھو اگر کوئی شخص کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ میں جنگ کی تو جواب میں کہنا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وقتی طور پر جائز قرار دی تھی مگر یہ تمہارے لیے ہرگز حلال نہیں۔

خزاعہ سے خطاب:

اے قبیلہ خذاعہ! قتل و غارت سے ہاتھ روک لو اگرچہ تمہارے لیے اس جنگ میں کوئی فائدہ ہی کیوں نہ ہو۔میں فیصلہ کرتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ سے جو شخص قتل ہوا ہے اس کے عوض میں قاتلوں کو اپنی طرف سے خون بہا دیئے دیتا ہوں لیکن آئندہ کے لیے مقتول کے وارثوں کو اختیار دیتا ہوں اپنے مقتول کا خون بہا لیں یا قصاص انہیں اختیار ہے۔

چنانچہ قتیل یعنی قتل ہونے والے کے وارثوں کو اپنی طرف سے دیت (خون بہا) ادا کر کے اس تنازعہ کو ختم کر دیا۔

اہل مکہ پر اثر:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفقت و محبت سے بھرپور لہجہ خطاب اور کریمانہ برتاؤ نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا۔اس حد تک کہ اب کائنات بھر کی دولت یا سلطنت بھی ان کو اتنی خوشی نہیں دے سکتی تھی۔اب یہ عالم تھا کہ لوگ گروہ در گروہ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کا ایمان اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے گھروں سے اگر کوئی بت ہو تو اسے نکال کر باہر پھینک دیں۔

Marfat.com

حرم کی مرمت:

بنوخزاعہ کو حکم دیا گیا کہ حرم کے سنگ میل بارہ پتھر میں سے جو بھی ٹوٹ پھوٹ گیا ہو اس کو مرمت کیا جائے۔ اس حکم کو سن کر اہل مکہ کے دلوں میں یہ یقین پختہ ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حرم بیت اللہ کی تقدیس و محبت انتہائی پکی ہے۔

اہل مکہ سے خطاب:

انہی لمحات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ سے خطاب فرمایا تمام دنیا میں موجود انسانی جماعت سے مجھے تم سے بے حد محبت ہے۔ میں تمہیں چھوڑ کر مدینہ نہ جاتا اور کسی کو تمہارے برابر نہ سمجھتا مگر کیا کروں تم ہی نے مجھے جلا وطن کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ سن کر اہل مکہ کے دل اور بھی عظمت رسالت کے قائل ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نبوی اخلاق اعلیٰ سے ان لوگوں کے دلوں کو بھی اپنا فریفتہ بنا لیا جو کل تک ان کی جان کے دشمن تھے۔ وہی لوگ آج رحمت دو عالم کی مدح خوانی کو اپنی حیات کا نچوڑ ماننے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عوام و خواص، قاتل و مقتول، عبادت گاہیں اور عبادت کرنے والے بیت اللہ یا حرم کی عزت و تکریم دیکھ کر مکہ کے تمام لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مکہ معظمہ میں پندرہ دن تک قیام فرمایا۔ اس اثناء میں مکہ بھی اسلامی آئین کے تحت آ گیا۔ اس لیے وہاں کے مقامی لوگوں کو شرعی نظم و نسق کی تعلیم و تربیت دیتے رہے۔

دعوت اسلام کے لیے بہت سے وفود غیر مسلم قبائل میں بھیجے گئے۔ ان لوگوں کو تاکید فرمائی گئی کہ بت جہاں بھی نظر آئیں انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے۔ لیکن خونریزی سے پرہیز کیا جائے۔

اس سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خلہ کے مقام پر بنوشیبان کے معبود عزیٰ کو چند مجاہدین کی معیت میں توڑ کر چور چور کیا۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ پندرہ روزہ کے قیام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آس پاس کے جتنے بھی بت کدے تھے سب کے سب ہٹا دیئے۔ مگر بیت اللہ کے مناصب میں سے دو مناسب قائم رکھے۔

کلید برادری:

جناب عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو چابی دیتے ہوئے فرمایا ان سے سوائے ظالم کے کوئی دوسرا چابی لینے کی جرأت نہ کرے۔ یہ وہی عثمان بن طلحہ ہیں جن کے خاندان میں کلید کعبہ نسل در نسل چلی آ رہی تھی۔

سقایت:

زائرین بیت اللہ کو پانی پلانے کا منصب نسل در نسل سیدنا عباس بن عبدالمطلب کو سونپ دیا گیا۔ آج سے مکہ اور اس کا حرم ہمیشہ کے لیے امن و سلامتی کا گہوارہ بن گیا ہے۔ جہاں سے نور توحید کی روشن شعائیں ابھریں اور ساری دنیا کو اپنے نور سے منور کر دیا۔ جن کا نور آج بھی ہمارے دلوں کو منور کر رہا ہے۔

Marfat.com

مدینہ طیبہ میں واپسی

عرب قبائل کا قبول اسلام اور مختلف وفود کی آمد:

طائف اور فتح مکہ کے طویل محاصرہ کے بعد جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اپنے ساتھیوں اور صحابہ کرام کے ساتھ مدینۃ الاسلام میں واپس تشریف لائے تو اس وقت یہ عالم تھا کہ پورے جزیرہ عرب میں نہ تو کسی کو آپ کا مقابلہ کرنے کی طاقت تھی نہ ہی آپ کے خلاف اپنی زبان پر ایک لفظ بھی لانے کی جرأت تھی۔ مہاجرین و انصار دونوں خوشی سے نہیں سماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد حرام کی تطہیر کرنے کی توفیق بخشی اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا اب عرب قبائل آہستہ آہستہ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ مدت مدینہ منورہ میں آرام وسکون کے ساتھ اپنے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے کا موقعہ ملا۔

جیسا کہ سابقہ لائنوں میں پڑھ چکے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ سے روانہ ہوتے وقت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ کا عامل مقرر فرما آئے تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل مکہ کا دینی معلم مقرر فرمایا تھا تا کہ نئے حلقہ بگوشان اسلام کو تعلیم وتربیت دیں۔

حنین اور مکہ مکرمہ کی فتح نے تمام عرب میں مسلمانوں کا ایسا رعب ڈال دیا تھا کہ کل تک مکہ کے بڑے بڑے مجرم غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ ان کے مقابلہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر رسوخ ہونا ناممکن ہے۔ اس غلط ضمنی میں مبتلا تھے کہ دین اسلام میں مقبولیت کی ہونا ناممکن ہے۔ اوران کے شاعروں نے دین اسلام کے ہجو میں اپنے سرغنوں کی خوشنودگی حاصل کرنے کے لیے ایسے ایسے قصے اور فصاحت وبلاغت کے دریا بہا دیئے سچائی برحق ہے اللہ کی شان سے آج اسلام دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا ہے۔

وفود آمد:

اب قبائل کے دلوں میں بھی دین اسلام کی نورانی شعاعیں منور ہونے لگیں۔ ہر طرف سے ان کے وفود آنے لگے یہ سب بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے۔

قبیلہ بنو طے کا وفد:

بنو طے کے امیر زید الخیل تھے۔ معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ خوش کلام بھی تھے۔ ان سے گفتگو کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اب تک عرب کے جن جن ارباب علم ودانش کا تذکرہ میرے سامنے آیا یا میری ملاقات ان سے

ہوئی تو میں نے ان کی شہرت کے مقابلہ میں انہیں بہت کم مقام پایا۔ لیکن ''زید الخیل'' میں خوبیاں ان کی شہرت سے زیادہ پائیں۔ اس خراج تحسین کے علاوہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہیں ''زید الخیل'' کی جگہ ''زید الخیر'' کے لقب کا اعزاز بھی ملا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حاتم طائی کے بیٹے اور بیٹی کا قبول اسلام:

شہرہ آفاق حاتم طائی کے فرزند عدی مذہباً عیسائی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت متنفر کر دیئے گئے تھے۔ اپنے ملک میں دین اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقبولیت دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور اپنے بال بچے اونٹ اور سامان لے کر شام میں منتقل ہو گئے جہاں ان کے ہم مذہب رہتے تھے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرب وجوار کے علاقوں میں بتوں کا صفایا کرنے کے لیے مجاہدین کے مختلف دستے بھیجے تھے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو 8 ہجری میں پچاس مجاہدین کے ساتھ ایک دستہ کو قبیلہ طے کے قیم ''ثابت'' کو توڑنے کے لیے بھیجا۔ اور تصادم ہوا۔ نتیجہ کے طور پر قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی بھی آئیں۔ قیدی مسجد نبوی کے سامنے والے باغیچے میں نظر بند کیے گئے۔ حاتم کی صاحبزادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر شور مچانا شروع کر دیا۔

یارسول اللّٰہ! غاب الراقد وانقطع الوالد وانا عجوز کبیرۃ مالی خذمه فمن علی من اللّٰه علیك۔

یارسول اللہ میرا سرپرست روپوش ہے۔ والد وفات پا چکے ہیں میں بڑھاپے کی وجہ سے کام کاج کے قابل نہیں رہی۔ مجھ پر احسان فرمایئے آپ پر کرم فرمائے گا۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارا سرپرست کون تھا؟''

محترمہ: میرے سرپرست حاتم طائی کے فرزند عدی تھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ڈر کر روپوش ہو گیا۔ محترمہ نے اپنے والد حاتم کے بخشش وسخاوت کا تذکرہ بھی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہیں ''خلعت زادِ راہ اور سواری کے اونٹ دے کر جو قافلہ سب سے پہلے جانے والا ہو ان کے ہمراہ واپس بھیج دو۔'' محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب میں نے شام میں جا کر یہ واقعہ عدی کو سنایا تو وہ از خود شام سے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسی طرح مکہ اور حنین کی فتح اور طائف کے محاصرہ سے مدینہ واپس تشریف لے آنے کے بعد وفود کا تانتا بندھ گیا۔ یہ لوگ آتے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرتے اور قبول اسلام فرماتے گئے۔

سیدہ زینب النبی رضی اللہ عنہا کی وفات:

جگر گوشہ رسول سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرصہ دراز سے بستر علالت پر دن گزار رہی تھیں۔ گذشتہ اوراق میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ سیدہ کے ہجرت کے وقت حویرث وہبار نے ان کی اونٹنی کو کونچا دے کر بدکا دیا تھا۔ وہ بے تحاشا دوری سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گریں اور حمل ساقط ہو گیا۔ اس صدمہ کی وجہ سے دن بدن ان کی صحت گرتی جا رہی تھی اور اسی مرض سے داعی اجل کو لبیک کہا۔

Marfat.com

غزوۂ حنین اور طائف

غزوۂ ہوازن اور طائف، پھر اسلام دشمن اجتماع:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام فتح مکہ کے بعد چند روز تک مکہ میں ہی رہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں، مہربانیوں اور احسانات کا شکر بجالاتے رہے سب سے زیادہ مسرت اور سکون اس امر پر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اتنی بڑی فتح قتل و غارت کے بغیر اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے تو تمام مسلمان بیت اللہ شریف میں نماز ادا کرنے کے لیے حاضر ہو جاتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ شہر میں جاتے۔ مہاجرین اور انصار ہم قدم رہتے۔

لیکن ان ہی حالات میں اطلاع ملی کہ مکہ کے جنوب مشرقی پہاڑوں میں قبیلہ ہوازن اور ان کے حلیف جمع ہو رہے ہیں۔ ان قبیلوں کا ارادہ مکہ مکرمہ پر حملہ کرنا ہے۔ ان کا قیاس یہ تھا کہ مکہ معظمہ میں بتوں کو نقصان پہنچانے کے بعد مسلمان ان پر بھی حملہ کر دیں گے۔ لہٰذا ان کے حملہ کرنے سے قبل ہی ہمیں ان پر حملہ کر دینا چاہیے۔ اس منصوبہ کے لیے سردار مالک بن عوف نے اپنے قبیلہ کے ہمراہ بنو ثقیف، بنو نضیر اور جشم کو شامل کر لیا۔ لیکن ہوازن کے دو قبیلوں نے اس کے ہمراہ اس منصوبہ میں شمولیت نہ کی ان دونوں قبیلوں نے یعنی کعب اور کلاب نے شامل ہونے سے انکار کر دیا۔

قبیلہ جشم کا مرد پیر:

قبیلہ جشم کا رئیس درید بن صمہ تھا۔ جس کی عمر سو سال سے متجاوز تھی۔ اسے محض مشورے کے لیے ہودج میں بٹھا کر لایا گیا۔ تمام فوج کا سپہ سالار اعظم مالک بن عوف نصری تھا۔ جس کے حکم سے بچے اور عورتیں اور اموال بھی ساتھ تھے تاکہ لڑائی میں پیچھے نہ ہٹیں۔ درید نے اس حکم کو پسند نہ کیا۔ مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی۔

کفار کی مورچہ بندی:

مالک بن عوف نے اپنی فوج کو حنین کی چوٹی اور پہاڑ کے تنگ دروں کے بالائی کناروں پر تعینات کر دیا اور تاکید کر دی کہ جیسے ہی مسلمان اس وادی میں اتریں فوراً حملہ کر دیں تاکہ ان کی صفوں میں ایسی بے چینی پھیلے کہ وہ خود ہی ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں۔ انہیں بھاگنے کے بغیر کوئی راستہ نظر نہ آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو بطور جاسوس دریافت حال کے لیے بھیجا۔ وہ دشمن کے لشکر میں آئے اور انہوں نے وہاں کے تمام حالات دربار رسالت میں

Marfat.com

عرض کیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیاری شروع کر دی۔ دس ہزار درہم سے زائد عبداللہ بن ابی ربیعہ سے جو ابو جہل کے بھائی تھے۔ قرض لیے گئے اور صفوان بن امیہ سے جواب تک ایمان نہ لائے تھے سو زرہیں مع لوازم مستعار لی گئیں۔ غرض شوال 8ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جن میں سے دو ہزار طلقاء (اہل مکہ) تھے۔ لشکر کی کثرت کو دیکھ کر بعضوں کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ ''آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے؟'' جب حنین (1) میں پہنچے تو صبح کا وقت کہ ابھی اجالا بھی اچھی طرح نہ ہوا تھا حملہ کے لیے آگے بڑھے۔

حملہ:

دشمن نے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اس طرح صف آرائی کر رکھی تھی کہ سب سے آگے سوار سواروں کے پیچھے پیادہ۔ پیادوں کے پیچھے عورتیں اور عورتوں کے پیچھے بکریاں اور اونٹ تھے۔ اور کچھ فوج پہاڑ کی گھاٹیوں اور دروں کی کمین گاہوں میں مقرر کر دی تھی۔ اسلامی فوج نے پہلے ایسی شجاعت سے دھاوا کیا کہ کفار (2) بھاگ نکلے۔ مسلمان غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ کفار نے ایک دوسرے کو پکارا کہ یہ کیا ذلت وفضیحت ہے اور مڑ کر حملہ کیا۔ اب کثرت پر نازش اپنا رنگ لائی۔ لشکر اسلام کے مقدمہ میں بہت سے ایسے نوجوان تھے جو سلاح وزرہ سے خالی تھے۔ ہوازن وبنو نضیر کی جماعت نے جو تیر اندازی میں مشہور تھے تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ ذرا سی دیر میں مقدمۃ الجیش کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس طرح باقی فوج بھی بھاگ نکلی۔

کوہ ثبات وعزیمت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف چند اصحاب ثابت قدم رہے۔ مگر اکیلے آپ تھے کہ اس حالت میں بھی دشمن کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ اور وہ اصحاب بمقتضائے شفقت آپ کو روک رہے تھے۔ چنانچہ حضرت عباس آپ کے خچر کی لگام اور حضرت ابوسفیان رکاب تھامے ہوئے تھے کہ آگے نہ بڑھ جائیں اور آپ فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

میں پیغمبر ہوں۔ اس میں جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

حضرت عباس نہایت بلند آواز تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ مہاجرین وانصار کو آواز دو مجاہدین لوٹ آؤ۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حکم پر یوں پکارا گیا۔

یا معشر الا نصار

یا اصحاب الشجرہ

یا اصحاب سورۃ البقرۃ

---

(1) ایک وادی کا نام ہے جو مکہ سے طائف کی طرف قریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

(2) صحیح بخاری۔ باب قول اللہ تعالیٰ و یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم۔

Marfat.com

اور گروہ انصار!

بیعت رضوان والو!

اے سورہ بقر والو!

اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ لبیک لبیک کہتے ہوئے سب جمع ہو گئے۔ آپ نے صف آرائی کے بعد حملہ کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نہایت بہادری سے لڑنے لگے۔ شدت جنگ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا الآجمی الوطیس (اب تنور خوب گرم ہو گیا) لڑائی کا نقشہ بدل چکا تھا۔ مسلمانوں پر طمانیت کا نزول ہوا۔ کفار کو ملاء اعلیٰ کا لشکر پچکلیاں گھوڑوں پر سواروں کی شکل میں نظر آ رہا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خچر سے اتر کر ایک مشت خاک لی اور شاہت الوجوہ پڑھتے ہوئے کفار کی طرف پھینک دی دشمن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں وہ خاک نہ پڑی ہو۔

شکست:

جب لڑائی نے شدید نوعیت اختیار کر لی تو ہوازن، بنو ثقیف اور ان کے ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ اب میدان جنگ میں رہنے کا نتیجہ موت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس جنگ میں کفار کو شکست ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جنگ حنین کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

لقد نصر کم اللّٰہ فی موا طن کثیرۃ و یوم حنین اذا عجبتکم کثر تکم فلم تغن عنکم شیئاً وضا قت علیکم الارض بمارحبت ثم و لیتم مد برین o ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤ منین و انزل جنود الم تر وھا و عذب الذین کفروا ط و ذلک جزآء الکفرین o ثم یتوب اللّٰہ من م بعد ذلک علی من یشآء واللّٰہ غفور رحیم o

البتہ تحقیق اللہ نے تم کو مدد دی بہت میدانوں میں اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترائے۔ پس وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر ہٹے پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ اور وہ فوجیں اتاریں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر خدا اس کے بعد توبہ قبول کرے گا جس کی چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں درید بن ضمہ کا قتل:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جب مشرکوں کو شکست ہو گئی تو ان میں سے کچھ طائف آ گئے ان کے ساتھ مالک بن عوف بھی تھا کچھ لوگ اوطاس چلے گئے۔ بعض نخلہ کی طرف نکل گئے۔ نخلہ کی طرف ثقیف میں سے بنو نمیر ہی گئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑ سوار دستے نے ان لوگوں کا پیچھا کیا تھا۔ جو نخلہ بھاگ گئے تھے جو پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے تھے ان کا پیچھا نہیں کیا تھا۔

Marfat.com

ربیعہ بن رفیع بن اہبان نے درید بن صمہ کو پالیا۔ اسے (ربیعہ) ابن دغنہ بھی کہتے، دغنہ اس کی ماں تھی اس کے نام پر والدہ کا نام غالب آ گیا۔ ربیعہ نے درید کے اونٹ کی لگام پکڑ لی۔ ربیعہ خیال کر رہا تھا۔ کہ وہ عورت ہے کیونکہ درید ہودج کی لکڑیوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ ربیعہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ مرد ہے اس نے اونٹ بٹھایا تو وہ مرد بوڑھا شخص تھا جو درید بن صمہ تھا لیکن ربیعہ اسے پہچانتا نہیں تھا۔ درید نے اس سے کہا تو کیا چاہتا ہے؟ ربیعہ نے کہا میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں درید نے پوچھا تو کون ہے؟ تو نوجوان نے جواب دیا میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں پھر اس پر تلوار کا وار کیا لیکن یہ وار اچک گیا۔ درید نے کہا کتنا بڑا اسلحہ تیری ماں نے تجھے دیا ہے۔ کجاوے کے پیچھے سے میری تلوار نکال پھر اس تلوار سے ضرب لگا اور سر کی ہڈی سے نیچے یعنی گلے پر تلوار مارنا کیونکہ میں بھی اسی طرح وار کرتا تھا۔ پھر جب تو اپنی ماں کے پاس جائے تو اسے بتانا کہ تو نے درید کو قتل کیا ہے۔

اللہ کی قسم کئی مواقع آئے جس میں میں نے تمہاری عورتوں کی حفاظت کی بنو سلیم کا کمان لے کر جب ربیعہ نے اس پر وار کیا تو وہ گر پڑا اور اس کا کپڑا جسم سے ہٹ گیا تو اس کی رانوں کا اندرونی حصہ اور شرمگاہ کا نچلا حصہ کاغذ کی طرح سفید تھا جب ربیعہ اپنی ماں کے پاس واپس آیا تو اس نے اس (درید) کے قتل ہونے کے بارے میں خبر دی تو اس کی ماں نے کہا اللہ کی قسم اس نے تیری ماں کو تین دفعہ آزاد کیا ہے۔

مالک بن عوف شکست کے موقع پر بھاگا اور راستہ میں ایک پہاڑی پر اپنی قوم کے چند سواروں کے ساتھ ٹھہر گیا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہیں ٹھہرو تا کہ تمہاری قوم کے کمزور آدمی گزر جائیں اور پیچھے رہ جانے والے تمہارے ساتھ آملیں۔ وہ وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی قوم کے شکست خوردہ افراد ان سے آملے۔

غزوۂ حنین کے شہداء:

غزوہ حنین کے موقع پر جو مسلمان شہید ہوئے یہ ان کے نام ہیں بنو ہاشم میں سے ایمن بن عبید، بنی اسد بن عبد العزی میں سے یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد، ان کا گھوڑا سرکش ہو گیا تھا۔ جسے جناح کہتے ہیں آپ کو قتل کر دیا گیا۔ انصار میں سے سراقہ بن حارث بن عدی یہ بنی عجلان میں سے تھے۔ اشعریوں میں سے ابو عامر اشعری تھے۔

غزوۂ حنین کے قیدی:

غزوہ حنین میں قید کئے جانے والے قیدی اور ان کے مال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کئے گئے۔ مال غنیمت میں درج ذیل مال واسباب شامل تھا۔

اونٹ = 24000

اوقیہ یعنی 4 لاکھ بیس تولہ = 40000

بکریاں = 40000

عورتیں اور بچے = 6000

مال غنیمت پر حضرت مسعود بن عمرو غفاری معین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں اور اموال کو جعرانہ لے

جانے کا حکم ارشاد فرمایا وہاں ان کو جمع کر دیا گیا۔ [1]

طائف کا محاصرہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنائم واسیران جنگ کی نسبت حکم دیا کہ سب کو جمع کر کے جعرانہ [2] میں بھیج دیا جائے۔ بذات اقدس طائف [3] کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت طفیل بن عمرو دوسی کو بت ذوالکفین کے منہدم کرنے کے لیے بھیجا۔ اور حکم دیا کہ اپنی قوم سے مدد لے کر ہم سے طائف میں آملو۔ حضرت طفیل اپنی قوم کے رئیس تھے۔ انہوں نے بت کو جلا دیا۔ اور قبیلہ دوس کے چار سو آدمی اور دبابہ ومنجنیق [4] لے کر طائف میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔

ثقیف اوطاس سے بھاگ کر طائف میں چلے آئے تھے۔ یہاں ایک قلعہ تھا۔ اس کی مرمت کر کے ایک سال کا سامان رسد لے کر اس میں پناہ گزین تھے۔ لشکر اسلام اس قلعہ کے قریب اترا۔ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات استعمال میں لائے گئے۔ مسلمانوں نے منجنیق نصب کیا تو اہل قلعہ نے تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ بارہ غازی شہید ہوگئے۔ دبابہ [5] استعمال کیا گیا۔ تو ثقیف نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں۔ جن سے دبابہ جل گیا۔ اور نقصان جان بھی ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے منادی کر دی گئی کہ کفار کا جو غلام قلعہ سے ہمارے پاس آئے گا۔ وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ تیس غلام قلعہ سے اتر کر حاضر خدمت ہوئے۔ وہ سب آزاد کر دیے گئے۔ اور ایک ایک کر کے مسلمانوں کے حوالہ کر دیے گئے کہ ان کی ضروریات کے متکفل ہوں اور ان کو تعلیم اسلام دیں۔ ان غلاموں میں حضرت نقیع بن حارث تھے۔ جو چرخ چاہ پر لٹک کر قلعہ کی دیوار سے اترتے تھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھ دی۔

دو ہفتہ بلکہ اس سے زیادہ محاصرہ قائم رہا۔ مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت نوفل بن معاویہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ''لومڑی بھٹ میں ہے۔ اگر آپ کوشش جاری رکھیں گے۔ تو اسے پکڑ لیں گے۔ اور اگر اسے چھوڑ جائیں تو آپ کو مضر نہیں۔'' غرض محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ جب واپس آنے لگے۔ تو صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے ہم کو جلا دیا۔ آپ ان پر بددعا فرمائیں'۔ اس پر آپ نے یوں دعا فرمائی۔

---

(1) سیرت ابن ہشام چہارم۔

(2) جعرانہ مکہ وطائف کے درمیان مکہ سے ایک برید (12 میل) ہے۔

(3) طائف ایک بڑا شہر ہے جو مکہ سے دو یا تین منزل مشرق کی طرف واقع ہے۔

(4) منجنیق ایک قسم کا بڑا گوپھا تھا۔ جس میں بڑے بڑے پتھر رکھ کر دیوار قلعہ پر پھینکا کرتے تھے تاکہ دیوار ٹوٹ جائے۔

(5) دبابہ ایک آلہ جنگ تھا۔ جو چمڑے اور لکڑی سے بنایا جاتا تھا۔ اس کی اوٹ میں دشمن کے قلعہ کی طرف جاتے۔ تاکہ دیوار قلعہ میں نقب لگائیں۔

Marfat.com

اللهم اهد ثقیفا وائت بهم۔

اے خدا! تو ثقیف کو ہدایت دے اوران کو (مسلمان بنا کر) لا۔

اس دعائے رحمۃ للعلمین کا نتیجہ یہ ہوا کہ 9ھ میں ثقیف کے وفد نے حاضر خدمت اقدس ہو کر اظہار اسلام کیا۔

تقسیم غنائم:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے جعرانہ میں تشریف لائے۔ یہاں غنائم حنین و اوطاس جمع تھیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے اسیران جنگ (زنان واطفال) 6000

اونٹ	24000	
بکریاں	40000	سے زائد
چاندی	4000	اوقیہ

آپ نے دس دن سے کچھ زیادہ ہوازن کا انتظار کیا۔ وہ نہ آئے تو آپ نے مال غنیمت میں سے طلقاء ومہاجرین کو دیا۔ اور انصار کو کچھ نہ دیا۔

آنحضرت ﷺ کی رضاعی بہن شیما:

اسیران جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن شیماء سعدیہ بھی تھیں۔ جب گرفتار ہو کر آئیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگیں کہ میں آپ کی بہن ہوں آپ نے فرمایا کہ اس کی علامت کیا ہے؟ اس پر انہوں نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ آپ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اس کا نشان ہے۔ آپ نے وہ نشان پہچان لیا۔ اور اپنی چادر مبارک بچھا کر ان کو اس پر بٹھایا اور مرحبا کہا۔ پھر فرمایا۔ ''جی چاہے تو میرے ہاں عزت سے رہو۔ اور اپنی قوم میں جانا چاہو۔ تو وہاں پہنچا دیا جائے۔'' انہوں نے اپنی قوم میں رہنا پسند کیا۔ اور ایمان لائیں آپ نے ان کو غلام و کنیز اور ایک اونٹ دے کر بڑے احترام سے ان کی قوم میں پہنچا دیا۔

انصار کا شکوہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت میں سے طلقاء ومہاجرین کو دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر انصار کو رنج ہوا۔ ان میں سے بعض کہنے لگے ''خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاف کر دے۔ وہ قریش کو جو عطا فرماتے ہیں۔ اور ہم کو محروم رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔'' اور بعض بولے۔ ''جب مشکل پیش آتی ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے۔ اور غنیمت اوروں کو دی جاتی ہے۔''

انصار کا گلہ:

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چرچا سنا۔ تو انصار کو طلب فرمایا۔ ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا۔ جس میں آپ نے انصار کے سوا کسی اور کو نہ رہنے دیا۔ جب انصار جمع ہو گئے تو آپ نے پوچھا کہ ''وہ کیا بات ہے جو تمہاری نسبت میرے کان میں پہنچی ہے۔'' انصار جھوٹ نہ بولا کرتے تھے۔ کہنے لگے کہ سچ ہے۔ جو آپ نے سنا مگر ہم میں سے کسی دانا

Marfat.com

نے ایسا نہیں کہا تھا۔ یہ سن کر آپ نے حمد وثنا کے بعد یوں خطاب فرمایا۔

یا معشر الا نصار الم اجد کم ضآ لا فھد اکم اللّٰہ بی و کنتم متفر قین فالفکم اللّٰہ بی و کنتم عالۃ فاغنا کم اللّٰہ بی۔

اے گروہ انصار! کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو ہدایت دی۔ اور تم پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو جمع کر دیا۔ اور تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولت مند کر دیا۔

آپ یہ فرماتے جاتے تھے۔ اور انصار ہر فقرے پر کہتے جاتے تھے کہ ''خدا اور رسول کا احسان اس سے بڑھ کر ہے۔''

آپ نے فرمایا کہ تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دیں۔ خدا اور رسول کا احسان اور فضل ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا اگر تم چاہو تو یہ جواب دو۔ میں ساتھ ساتھ تمہاری تصدیق کرتا جاؤں گا۔

اَتیتنا مکذ با فصد قنا ك

و مخذ و لا فنصر نا ك

و طرید افا وینا

و عائلا فوا سیناك

''تو ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ لوگوں نے تیری تکذیب کی تھی۔ ہم نے تیری تصدیق کی۔ لوگوں نے تیرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے تیری مدد کی۔ لوگوں نے تجھ کو نکال دیا تھا ہم نے تجھے پناہ دی۔ تو مفلس تھا ہم نے جان و مال سے تیری مدد کی۔'' پھر فرمایا کہ میں نے تالیف قلوب کے لیے اہل مکہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ ''اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کو لے کر گھر جاؤ، اللہ کی قسم! تم جو کچھ لے جا رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔

یہ سن کر انصار پکار اٹھے ''یا رسول اللّٰہ رضینا'' (یا رسول اللہ! ہم راضی ہیں)۔ اور ان پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہو گئیں۔ رونے کی وجہ سے سسکیاں بندھ گئیں۔ انہوں نے اپنے رویہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگ لی۔

اسیران جنگ کی رہائی:

جب جعرانہ میں اسیران جنگ کی تقسیم بھی ہو چکی تو ہوازن کی سفارت (وفد) حاضر خدمت اقدس ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ماں حلیمہ قبیلہ سعد بن بکر بن ہوازن سے تھیں۔ اس سفارت میں آپ کا رضاعی چچا ابوثروان (یا ابو برقان) بن عبدالعزی سعدی بھی تھا۔ سفارت کا رئیس زہیر بن مرو سعدی جشمی تھا۔ وفد نے پہلے اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے اظہار اسلام کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر حضرت زہیر بن مرو نے یوں تقریر کی۔ (1)

یا رسول اللہ! اسیران جنگ میں سے جو عورتیں چھپروں میں ہیں۔ وہ آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں اور دایہ ہیں۔ جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ اگر ہم نے حارث ابن ابی شمر (امیر شام) یا نعمان بن منذر (شاہ عراق) کو دودھ پلایا

(1) سیرت حلبیہ واصابہ

Marfat.com

ہوتا۔ پھر اس طرح کی معیشت ہم پر آ پڑتی تو ہمیں اس سے مہربانی و فائدہ کی توقع ہوتی۔ مگر آپ سے تو زیادہ توقع ہے۔ کیونکہ آپ فضل و شرف میں ہر مکفول سے بڑھ کر ہیں۔''

اس کے بعد حضرت ابوثروان نے یوں عرض کیا۔ (1)

''یارسول اللہ! ان چھپروں میں آپ کی پھوپھیاں خالائیں اور بہنیں ہیں۔ جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ انہوں نے آپ کو اپنی گودوں میں پالا۔ اور اپنے پستان سے دودھ پلایا۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا۔ کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ میں نے آپ کو دودھ چھڑایا ہوا دیکھا کوئی دودھ چھڑایا بچہ میں نے آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو نوجوان دیکھا۔ کوئی نوجوان آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ آپ میں خصال خیر کامل طور پر موجود ہیں۔ اور باوجود اس کے ہم آپ کے اہل و کنبہ ہیں۔ آپ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔''

یہ تقریر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے انتظار کے بعد تقسیم کی ہے۔ اب تم اسیران جنگ و غنائم میں ایک اختیار کرلو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسیران جنگ کی رہائی چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے خاندان کے حصہ کا اختیار ہے۔ باقی کے لیے اوروں کی اجازت درکار ہے۔ تم نماز ظہر کے بعد اپنی درخواست پیش کرنا۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد انہوں نے اظہار مطلب کیا۔ پھر آپ نے حمد وثنا کے بعد یوں خطاب فرمایا۔ (2)

''تمہارے بھائی مسلمان ہو کر آئے ہیں۔ میری رائے ہے کہ اسیران جنگ ان کو واپس کر دوں۔ تم میں سے جو بغیر عوض واپس کرنا چاہتے ہیں کر دیں۔ اور جو عوض لینا چاہتے ہیں۔ ہم پہلی غنیمت میں سے جو ہاتھ آئے گی ادا کر دیں گے۔''

قصہ کوتاہ تمام مہاجرین و انصار نے بغیر عوض واپس کر دینا منظور کر لیا۔ اس طرح چھ ہزار رہا کر دیئے گئے۔

☆☆☆

---

(1) اصابہ۔ ترجمہ ابوثروان

(2) صحیح بخاری۔ غزوہ حنین۔

Marfat.com

غزوۂ تبوک اور وفات ابراہیم رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے بعد دین اسلام کی عظمت میں اور اضافہ ہو گیا۔ قبائل میں اس کے اوصاف کی اور عزت بڑھ گئی۔ عرب میں زیارات و حج کے دائمی مرکز بیت اللہ شریف کے مختلف اہم شعبے مثلاً کلید برداری، حاجیوں کو پانی پلانا، اور دوسرے امور کی تقسیم و عطااب مکمل طور پر ماحی الکفر، کفر کو مٹانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں آ گئے۔ اور ان کو دستور اسلام کے مطابق ضابطوں کے ساتھ قائم کر دیا گیا۔ تو گویا بیت اللہ شریف کی براہ راست عزت خدمت میسر آنے کے بعد مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور زیادہ بڑھ گئیں۔ اب اسلامی تعلیمات پر احسن طریقے سے عمل کیا جانے لگا تھا۔

بنو عنبر کا مسلمانوں پر حملہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی کی تعمیل میں زکوٰۃ وصول کرنے والے عمال مقرر فرما دیئے جس قبیلہ کی طرف بھی بھیجا گیا جو اسلام لا چکا تھا۔ انہوں نے نہایت خندہ پیشانی اور اطاعت کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اور انتہائی فراخ دلی کے ساتھ اپنے حصہ کی زکوٰۃ ادا کی لیکن بنو تمیم کی شاخ بنو عنبر اور بنو مصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ بنو تمیم کے قبیلہ نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو اپنی حدود میں داخل ہوتے دیکھ کر ہی تیر کمان پر چڑھا لیے اور مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ مسلمانوں کا ارادہ جنگ کا تھا نہیں، بغیر کوئی جوابی کاروائی کے سب بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں واپس آ گئے اور روداد سنائی۔

جوابی کارروائی:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیینہ بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں پچاس مجاہدین کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ حملہ ہوا تو سارے بنو تمیم قبیلہ کے لوگ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے مجاہدین ان کے پچاس افراد قیدی بنا کر لے آئے انہیں نظر بند کر دیا گیا۔

بنو مصطلق کی معذرت:

جب بنو مصطلق کی باری آئی تو انہوں نے بھی جیسے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارسال کردہ مجاہدین کی جماعت کو اپنی بستی کی طرف آتے ہوئے دور سے دیکھا تو بنو تمیم ہی کی طرح بھاگ نکلے مگر کچھ دور جانے کے بعد ذرا گھبراہٹ کم ہوئی تو فیصلہ کیا کہ بھاگ کر جائیں گے کہاں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کر لیں اسی میں ہماری خیریت ہے۔ چنانچہ اپنے اس فیصلہ کے ساتھ بارگاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آئے اور سارا معاملہ سچ سچ

Marfat.com

بتادیا۔ مجاہدین کو دیکھ کر کیسے بھاگے اور پھر سچے دل سے آپ سے معافی مانگنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں ہمیں معاف کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف فرما دیا۔

جزیرۂ عرب میں نور افشاں اسلام:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت طلوع ہونے والے آفتاب کی شعاعوں کی طرح اپنا نور پھیلاتے ہوئے بڑھی، نور بڑھتا گیا۔ روشن ہوتا گیا۔ عرب بلکہ عرب کی سرحدوں کے اس پار بھی اس اجالے نے لوگوں کی آنکھوں کو اپنی ٹھنڈک سے آشنا کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قبیلہ کی طرف دعوت و تبلیغ کے لیے مجاہدین کو بھیجتے، جو قبیلہ اسلام قبول کر لیتا اسے زکوٰۃ دینا لازم ہوتی اور جو سابق دین پر قائم رہنے پر اڑا رہتا اسے اطاعت قبول کر لینے کی صورت میں خراج ادا کرنا ہوتا۔

غزوۂ تبوک:

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں کے ساتھ جنگ کا حکم ارشاد فرمایا اس وقت لوگوں کو تنگدستی سخت گرمی اور خشک سالی کا سامنا تھا۔ جبکہ پھل پکے ہوئے تھے اور لوگ یہ چاہتے تھے کہ وہ اپنے پھلوں اور درختوں کے سایوں میں رہیں اور جس حالت میں وہ ہیں اس میں انہیں پسند نہیں تھا کہ سفر پر نکلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی غزوہ پر تشریف لے جاتے تو اشارۃً بات کرتے اور جس سمت جانا ہوتا اس سے مختلف سمت کا ذکر کرتے مگر غزوۂ تبوک کے موقع پر مختلف طرزِ عمل اپنایا آپ نے لوگوں کے لیے ہر چیز کھول کر بیان کی کیونکہ مشقت زیادہ تھی، دور سختی کا تھا اور دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی تاکہ لوگ خوب تیاری کر لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیاری کا حکم دیا اور بتایا کہ آپ رومیوں کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جد بن قیس اور منافقین کا طرزِ عمل:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لشکر کی تیاری میں مصروف تھے تو جد بن قیس سے فرمایا جو بنوسلمہ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اے جد! کیا اس سال تو بنو اصفر سے جنگ کرنے کی خواہش رکھتا ہے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے مجھے کسی آزمائش میں نہ ڈالیئے۔ اللہ کی قسم! میری قوم خوب جانتی ہے کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی عورتوں کا فریفتہ نہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں بنو اصفر کی عورتوں کو دیکھ لوں گا تو صبر نہ کر سکوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اعراض کیا، فرمایا میں نے تجھے (یہاں ہی رہنے کی) اجازت دی ہے۔ جد بن قیس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۔ (التوبہ: 49)

ان میں سے وہ کہتا ہے مجھے اجازت دیجئے مجھے آزمائش میں نہ ڈالئے، وہ آزمائش میں گر گئے بے شک جہنم کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ بنو اصغر کی عورتوں سے فتنہ میں گرنے سے ڈرتا تھا تاہم اصل وجہ یہ نہ تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ کر اور حضور کی خواہش پر اپنی خواہش میں گر گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا

Marfat.com

ہے۔ بے شک جہنم کافروں کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔
منافقوں نے ایک دوسرے سے کہا گرمی میں نہ نکلو، مقصود جہاد سے اعراض پیدا کرنا، حق میں شک پیدا کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمزور کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا یَفْقَهُوْنَ فَلْیَضْحَكُوْا قَلِیْلًا وَّ لْیَبْكُوْا كَثِیْرًا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۔ (التوبہ: ۸۱۔ ۸۲)

ترجمہ: مت نکلو سخت گرمی میں فرمایئے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے کاش! وہ کچھ سمجھتے تو انہیں چاہیے کہ نہیں تھوڑا اور روئیں زیادہ یہ سزا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے۔

ابن ہشام اسحاق بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ کچھ منافق سویلم یہودی کے گھر جمع ہوئے ہیں، اس کا گھر جاسوم کے پاس تھا وہ غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جانے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو چند صحابہ کے ساتھ بھیجا اسے حکم دیا کہ ان لوگوں کی موجودگی میں سویلم کے گھر کو آگ لگا دیں۔ حضرت طلحہ نے اسی طرح کیا، ضحاک بن خلیفہ نے گھر کی چھت سے چھلانگ لگا دی، اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس کے ساتھیوں نے بھی چھلانگیں لگا دیں تو وہ بچ نکلے ضحاک نے اس بارے میں یہ اشعار کہے۔

كَادَتْ وَبَیْتِ اللّٰهِ نَارُ مُحَمَّدٍ
یَشِیْطُ بِهَا الضُّحَاكُ وَابْنُ اُبَیْرِق

اللہ کے گھر کی قسم! قریب تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لگائی ہوئی آگ سے ضحاک اور ابن البیرق جل جاتے۔

وَظَلْتُ وَقد طَبَقْتُ كَبْسَ سُوَیْلِمٍ
اَنُوْرُ عَلٰی رِجْلِیْ كَسِیْرًا وَمِرْ فَقِیْ

میں سویلم کے چھوٹے گھر کے اوپر چڑھا تو میں اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ اور کہنی پر اوپر اٹھا۔

سَلَامٌ عَلَیْكُمْ لَا اَعُوْدُ لِمِثْلِهَا
اَخَافُ وَمَنْ تَشْمَلُ بِهِ النَّارُ یَحْرَقِ

تم سب پر سلامتی ہو میں دوبارہ ایسا نہ کروں گا میں ڈرتا ہوں جسے یہ آگ لگ جائے گی وہ جل جائے گا۔

چندہ کی اپیل:

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کی تیاری میں مصروف ہو گئے لوگوں کو تیاری کرنے اور اکٹھے ہونے کا حکم دیا اور اغنیاء کو اللہ کی راہ میں مال دینے اور سواریوں کا انتظام کرنے پر برانگیختہ کیا۔ اغنیاء نے سواریوں کا انتظام کیا اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے اتنا مال خرچ کیا جتنا کسی اور نے نہیں کیا۔
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان نے غزوۂ تبوک کے موقع پر جیش عسرہ میں ایک ہزار دینار خرچ کئے۔ رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں عثمان سے راضی ہوں۔

رونے والوں، معذرت کرنے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں کا واقعہ:

مسلمانوں میں سے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ رو رہے تھے۔ یہ سات افراد تھے، انصار اور دوسرے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ بنوعمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر، علبہ بن زید جو بنوحارثہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابولیلیٰ عبدالرحمٰن بن کعب جو بنو مازن بن نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ عمرو بن حمام بن جموح جو بنوسلمہ سے تعلق رکھتے تھے اور عبداللہ بن مغفل تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ انہیں سواری عطا کریں لیکن اس کا انتظام نہ ہو سکا، وہ واپس ہوئے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اس بات پر غمگین تھے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے مال نہیں رکھتے۔

بنیامین بن عمیر بن کعب حضرت ابولیلیٰ عبدالرحمٰن کعب اور حضرت عبداللہ بن مغفل کو ملا جو دونوں رو رہے تھے۔ پوچھا کیوں روتے ہو؟ دونوں نے بتایا ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تاکہ آپ ہمیں سواری عطا کریں مگر ہم نے آپ کے پاس کوئی ایسی چیز نہ پائی جس پر آپ ہمیں سوار کریں، ہم ذاتی طور پر آپ کے ساتھ جانے کی طاقت نہیں رکھتے، اس نے دونوں کو اپنی پانی لانے والی اونٹنی دے دی، وہ دونوں اس پر روانہ ہوئے انہوں نے دونوں کے لیے زادِ راہ کے لیے کچھ کھجوروں کا بھی انتظام کر دیا، اس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد پر گئے۔

غزوۂ تبوک کے لیے روانگی:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کا انتظام ہو گیا اور آپ عازم سفر ہو گئے، کچھ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلنے میں سستی ہوئی یہاں تک کہ وہ آپ سے پیچھے رہ گئے جبکہ ان کے مخلص ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا، ان میں کعب بن مالک جو بنوسلمہ سے تعلق رکھتے تھے، مرارہ بن ربیع جو بنوعمرو بن عوف سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ مخلص لوگ تھے ان کے اسلام کے بارے میں کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔

منافقین اور حضرت علی شیر خدا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا کو اپنے اہل وعیال کی نگہبانی کے لیے پیچھے چھوڑا تھا آپ کو حکم دیا تھا کہ یہیں مقیم رہو منافقوں نے اس بات کو خوب پھیلایا، کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اس لیے پیچھے چھوڑا کیونکہ آپ انہیں بوجھ سمجھتے تھے اور بوجھ ہلکا کرنے کے لیے انہیں پیچھے چھوڑا۔ جب منافقوں نے یہ بات کہی تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اسلحہ لیا سفر پر روانہ ہوئے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے جبکہ آپ جرف کے مقام پر مقیم تھے۔ عرض کی اے اللہ کے نبی! منافقوں کا یہ خیال ہے کہ آپ نے مجھے اس لیے پیچھے چھوڑا ہے کہ آپ مجھے بوجھ سمجھتے تھے اور اس میں تخفیف چاہی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہوں نے جھوٹ بولا ہے بلکہ میں تو تمہیں ان کے لیے نائب بنا آیا ہوں جنہیں میں نے مدینہ طیبہ میں چھوڑا ہے واپس جاؤ اور میرے اہل اور اپنے اہل میں میری نیابت کرو۔ اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہارا مقام میرے ہاں وہ ہو جو

Marfat.com

حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا مگر ایک بات واضح ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ واپس لوٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سفر جاری رکھا۔

حضرت ابوخیثمہ کا واقعہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر پر روانہ ہونے کے بعد حضرت ابوخیثمہ ایک گرم دن گھر آئے آپ نے اپنی دونوں بیویوں کو اپنے باغ میں چھپروں کے نیچے پایا ہر ایک نے اپنے چھپر میں چھڑکاؤ کیا ہوا تھا، دونوں نے آپ کے لیے ٹھنڈا پانی رکھا ہوا تھا اور آپ کے لیے کھانا بھی تیار کر رکھا تھا جب آپ داخل ہوئے تو چھپر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، دونوں بیویوں کو دیکھا اور جو انہوں نے تیار کر رکھا تھا اس پر نگاہ ڈالی تو کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دھوپ ،لو اور گرمی میں ہوں اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سائے ،تازہ کھانے ،خوبصورت بیوی اور اپنے باغ میں مقیم ہو، یہ کوئی انصاف نہیں پھر کہا اللہ کی قسم! میں تم میں سے کسی کے چھپر میں داخل نہیں ہوں گا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ جا ملوں۔ میرے لیے زادِ راہ تیار کرو دونوں نے ایسا ہی کیا پھر اپنی اونٹنی لائے اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ اس وقت آپ کو ملے جب آپ تبوک کے مقام پر فروکش ہو چکے تھے۔ راستہ میں عمرو بن وہب جمحی حضرت ابوخیثمہ کو ملے جبکہ حضرت عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں تھے۔ دونوں نے مل کر سفر شروع رکھا جب یہ دونوں تبوک کے قریب پہنچے تو حضرت ابوخیثمہ نے عمرو بن وہب سے کہا میرا گناہ ہے تجھے کوئی حرج نہ ہو گا کہ تم میرے پیچھے رہو یہاں تک کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں تو عمرو نے ایسا ہی کیا جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے جبکہ آپ تبوک میں فروکش ہو چکے تھے تو لوگوں نے کہا یہ راستہ پر ایک سوار چلا آ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کرے ابوخیثمہ ہو صحابہ نے عرض کی اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ابوخیثمہ ہے جب ابوخیثمہ نے اونٹنی بٹھائی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا اوتی لك یا ابو خیثمہ اے ابا خیثمہ تو ہلاکت کے قریب ہو گیا تھا پھر ابوخیثمہ نے تمام واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کیا آپ نے ان کے حق میں کلمہ خیر کہا اور دعائے خیر کی۔

قوم ثمود کی بستی سے گزر:

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی حجر سے گزرے تو اس میں اترے لوگوں نے اس کے کنویں سے پانی حاصل کیا جب شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اس کا پانی نہ پینا، نماز کے لیے اس سے وضو نہ کرنا، جو آٹا تم نے اس پانی سے گوندھا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دو، اس آٹے سے کوئی چیز نہ کھانا، آج کی رات تم میں سے کوئی باہر نہ نکلے مگر اس کے ساتھ کوئی ساتھی بھی ہو، لوگوں نے وہی کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا مگر بنی ساعدہ کے دو آدمیوں میں سے ایک قضائے طبعی کے لیے نکلا اور دوسرا اونٹ کی تلاش میں نکلا، جو آدمی طبعی ضرورت کے لیے نکلا تھا اس کو راستہ میں ہی خناق کا مرض لگ گیا جو اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا اسے ہوا نے اٹھایا اور طے کے پہاڑوں پر جا پھینکا۔ اس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی فرمایا کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا کہ تم میں کوئی بھی ساتھی کے بغیر نہ نکلے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی جسے خناق ہو گیا تھا تو وہ صحت مند ہو گیا۔ جہاں تک دوسرے کا تعلق ہے وہ طے کے

Marfat.com

پہاڑوں میں پایا گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو بنوطی کے ایک آدمی نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجر سے گزرے تو آپ نے اپنا کپڑا چہرے پر لپیٹ لیا اپنی سواری کو تیز چلایا پھر فرمایا جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے گھروں میں داخل نہ ہو مگر روتے ہوئے اس خوف سے کہ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ پہنچے جو انہیں پہنچا ہے۔

جب لوگوں نے صبح کی ان کے پاس پانی نہیں تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا وہ خوب برسا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور اپنی ضرورت کے مطابق پانی لے لیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک پہنچے تو یوحنہ بن روبہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صلح کی اور آپ کو جزیہ دیا۔ اہل جرباء اور اہل اذرح آئے انہوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جزیہ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خط لکھ دیا جو ان کے پاس رہا۔

ایلہ کے حاکم ایمہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

هذه امنة من اللّٰه و محمد النبى رسول اللّٰه ليو حنة ابن روبه، سفنهم و سيارتهم فى البروالبحر لهم ذ مة اللّٰه و محمد النبى ! ومن كان مهعم من اهل الشام واهل اليمن و اهل البحر فمن احدث منهم حدثا فانه لا يحول ماله دون نفسه وانه طيب لمحمد اخذه من الناس وانه لا يحل ان يمنعو ه ماء ير دونه ولا طريقا يريدونه من برا وبحرا۔

یہ اللہ اور محمد جو نبی اور رسول اللہ ہیں کی طرف سے یوحنہ بن روبہ اور اہل ایلہ کے لیے امان ہے ان کی کشتیوں اور تجارتی قافلوں کو خشکی اور تری میں امان ہے ان کے لیے اللہ اور محمد نبی کا ذمہ ہے اور اہل شام اہل یمن اور اہل بحر جو ان کے ساتھ ہوں ان کے لیے بھی یہ امان ہے جس نے معاہدہ کے خلاف کوئی نئی بات کی تو اس کا مال اس کی جان کو نہ بچا سکے گا۔ جس مسلمان نے بھی اسے پکڑ لیا اس کے لیے وہ حلال ہوگا، مسلمانوں کو ان کے چشموں سے پانی لینے کی ممانعت نہ ہوگی اور خشکی اور تری کے جس راستہ پر وہ جانا چاہیں انہیں نہیں روکا جائے گا۔

اکیدر دومہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بلایا اور اسے دومہ کے اکیدر کی طرف بھیجا یہ اکیدر بن عبدالملک تھا۔ یہ بنوکندہ کا ایک فرد تھا اور دومہ کا بادشاہ تھا یہ نصرانی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد سے فرمایا تو اسے نیل گائے شکار کرتے ہوئے پائے گا۔ حضرت خالد نکلے جب قلعہ سے نظر بھر دور تھے موسم گرما کی چاندنی رات تھی جبکہ

Marfat.com

اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ محل کی چھت پر تھا تو ایک بیل نے محل کے دروازے کو اپنے سینگوں سے رگڑنا شروع کر دیا، اس کی بیوی نے کہا کیا تم نے ایسا کبھی پہلے بھی دیکھا ہے؟ اکیدر نے کہا اللہ کی قسم؟ نہیں دیکھا، بیوی نے پوچھا اسے کس نے چھوڑا، اکیدر نے کہا کسی نے بھی نہیں، وہ چھت سے نیچے اُترا گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا گھوڑے پر زین ڈال دی گئی۔ اس کے خاندان کے چند افراد بھی اس کے ساتھ سوار ہوئے، ان میں اس کا بھائی بھی تھا جسے حسان کہتے وہ بھی گھوڑے پر سوار ہوا۔ وہ لوگ اکیدر کے ساتھ اپنی شکار گاہ کی طرف نکلے جب وہ باہر نکلے تو ان کا سامنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑ سوار دستہ سے ہو گیا جس نے اکیدر کو گرفتار کرلیا۔ اور حسان کو قتل کر دیا اس پر ریشم کی ایک قباء تھی جس میں سونے کی تاریں تھیں۔ حضرت خالد نے وہ قباء اس کے جسم سے اتاری اور خود حاضر ہونے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دی۔

حضرت خالد اکیدر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لائے۔ آپ نے اس کی جان بخشی کر دی اور جزیہ پر ان سے صلح کر لی پھر اسے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ اپنی بستی کی طرف واپس آ گیا۔ بنوطی کے ایک آدمی نے کہا جسے بجبر بن بجیرہ کہا جاتا، وہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمان کا ذکر کرتا ہے۔

انك ستجده يصيد البقر۔

کہ تو اسے بیل کا شکار کرتے ہوئے پائے گا۔ نیز یہ ذکر کیا کہ بیل نے اسے قلعہ سے باہر نکالا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی تصدیق ہو۔

پیچھے رہ جانے والے تین افراد:

رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے، پیچھے رہنے والوں میں ایک جماعت منافقوں کی تھی، اور تین پکے مسلمان تھے۔ وہ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا ان تینوں میں سے کسی سے بھی بات نہ کرو جو منافق نہیں گئے تھے انہوں نے قسمیں اٹھانا شروع کر دیں اور معذرت کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقوں سے درگزر فرمایا لیکن تین مخلص افراد کی اللہ اور اس کے رسول نے معذرت قبول نہ کی۔ مسلمانوں نے ان تینوں سے کوئی کلام نہ کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا اور آیات نازل فرمائیں۔

لقد تاب الله على النبى والمها جرين والانصار الذين اتبعوه فى ساعة العسرة من بعد ما كا ديزيغ قلوب فريق منهم ثم تاب عليهم انه بهم رؤف رحيم o

بے شک اللہ تعالیٰ نے رسول پر مہربانی کی اور مہاجرین اور انصار پر جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے مشکل کی گھڑی میں رسول کے ساتھ رہے پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی بے شک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

وعلى الثلا ثة الذين خلفوا حتى اذا ضا قت عليهم الارض بما رحبت و ضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجأ من الله الا اليه ثم تاب عليهم ليتو بوا ان الله هو التواب الرحيم۔

Marfat.com

اوران تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی اوران کی جانیں بھی ان پر جنجال ہوگئیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

منافقین کی گرفت:

بہر حال تبوک سے واپسی کے بعد منافقین پر گرفت مضبوط کردی گئی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی اکثریت ہونے کی وجہ سے ان کی سرگرمیاں اور بھی تیز ہونے لگیں۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تخریب کار گروہ کو ختم کرنا ضروری سمجھا۔ اللہ عزوجل کی طرف سے دین اسلام کی نصرت ومقبولیت غلبہ اور سربلندی نمودار ہونا شروع ہوئی۔ جزیرۃ العرب کی حدود سے نکل کر دین اسلام اطراف ممالک میں داخل ہونا شروع ہوگیا نتیجتاً منافقین کی تخریب کاریاں بھی بڑھ گئیں اس لیے ان پر گرفت فرمانا ضروری تھا۔

منافقین کی مسجد ضرار:

منافق ہمیشہ اس امر کے درپے رہتے تھے کہ کس طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال دیں۔ اس غرض سے انہوں نے اپنی علیحدہ مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامر فاسق جو انصار میں سے تھا عیسائی ہوگیا تھا۔ وہ غزوہ خندق تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑتا رہا۔ جب ہوازن بھاگ گئے تو وہ شام میں چلا گیا تھا۔ اس نے وہاں سے ان منافقین کو کہلا بھیجا کہ تم مسجد قباء کے متصل اپنی مسجد بنالو۔ اور سامان حرب تیار کرلو۔ میں قیصر روم کے پاس جاتا ہوں اور رومیوں کی فوجیں لاتا ہوں۔ تاکہ محمد اور اس کے اصحاب کو ملک سے نکال دیں چنانچہ منافقوں نے مسجد قباء کے پاس ایک مسجد بنائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر درخواست کی۔ کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لیے ایک مسجد بنائی ہے۔ آپ قدم رنجہ فرما کر اس میں نماز پڑھائیں اور دعائے برکت فرمائیں آپ نے فرمایا کہ میں اب غزوۂ تبوک پر جارہا ہوں۔ واپس آکر انشاء اللہ حاضر ہوں گا۔ چنانچہ جب آپ مہم تبوک سے واپس ہوکر موضع ذواوان میں پہنچے جو مدینہ طیبہ سے ایک گھنٹہ کی راہ ہے۔ تو یہ آیتیں نازل ہوئیں:

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ۝ (توبہ: ع 13)

اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے اور کمین گاہ بنانے کے لیے اس شخص کے واسطے جو پہلے سے خدا اور رسول سے لڑ رہا ہے۔ اور البتہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی۔ اللہ گواہ ہی کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ تو اس مسجد میں ہرگز کھڑا نہ ہونا البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست

Marfat.com

رکھتا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مالک بن دخشم اور معن بن عدی عجلانی کو حکم دیا کہ جا کر اس مسجد ضرار کو گرا دو اور جلا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (1)

سال وفود:

اس سال مختلف قبائل کے وفود اس کثرت سے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے کہ اسے سال وفود کہا جاتا ہے یہ وفود بالعموم نعمت ایمان سے مالا مال ہو کر واپس گئے۔ اس مختصر میں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔

☆☆☆

(1) تفسیر در منشور اور وفاء الوفاء

Marfat.com

اہل کتاب سے حجۃ الوداع تک

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں سورۃ البراۃ کی جو آیات اعلاناً سنائیں ان کے بعد یہ بھی اعلان فرمادیا کہ آج کے بعد کوئی مشرک حج یا زیارت بیت اللہ کے لیے کعبہ (حدود حرم) میں داخل ہوسکتا ہے۔اور نہ ہی کوئی زیارت کرنے والا برہنگی کی حالت میں طواف کرسکتا ہے۔

اس کے بعد مشرکین کو یقین ہو گیا کہ آج کے بعد بتوں کو معبود ماننے کی کوئی گنجائش نہیں اگر اب کسی نے ایسا کیا تو اس کے خلاف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان جنگ ہوگا۔البتہ عرب کے جنوبی گوشہ یمن اور حضر موت میں ایسے لوگ باقی رہ گئے۔ جو بت پرستی پہ قائم تھے۔اور ان کے ساتھ نصاریٰ بھی ابھی تک اپنے قدیم مذہب پر قائم تھے۔البتہ ان کے علاوہ حجاز اور اس سے ملحقہ گردونواح خصوصاً عرب کے شمالی حصہ میں بسنے والے مشرکین اسلام قبول کر چکے تھے۔

اہل کتاب اور بت پرستوں میں فرق:

اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے متعلق سورۃ براۂت کی جو آیات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ حج میں سنائی تھیں۔وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

قاتلون الذین لا یومنون با للّٰہ ولا با لیوم الا خر ولا یحر مون ما حرم اللّٰہ و رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطو الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔ (29.9)

یا ایھا الذین امنوا ان کثیراً من الا حبار والرھبان لیا کلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشر ھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جبا ھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لا نفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (35:34)

زیادہ مسیحی مورخین سورۃ براۃ کی متذکرہ بالا آیات پہ اعتراض کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قانون کے خلاف حکم جاری نہیں کیا۔جو سورۃ براۃ کے نازل ہونے سے دو سال پہلے کا معمول تھا۔

قرآن کی روشنی میں مریم علیہا السلام کا مقام:

مستشرقین کا یہ تنقیدی پہلوان لوگوں کے لیے سرمایہ تسکین ہوسکتا ہے جن کے سامنے مسئلہ کا دوسرا پہلو نہ ہو۔لیکن اگر تاریخی تواتر کی روشنی میں ان آیات قرآن کی ترتیب اور اسباب نزول پر توجہ کی جائے تو قطعیت کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ

Marfat.com

آغاز بعثت سے لے کر رحلت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موقف اہل کتاب یہود اور نصاریٰ دونوں کے متعلق ایک ہی سا رہا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے مطابق مریم کا بیٹا مسیح علیہ السلام کلمہ بشارت کا ظہور ہے۔ جو مریم علیہ السلام پر کیا گیا تھا۔ اور مسیح بن مریم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اور اللہ عزوجل جس نے ان کو اعزاز نبوت عطا فرمایا اور ان کے قیام ہر مقام کو باعث برکت فرمایا۔ انہیں قیام الصلوٰۃ کا حکم فرمایا۔

اللہ ایک ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ کوئی اس کے برابر ہے۔ روز اول سے لے کر دنیا کے آخری دن تک اسی بنیاد پر روح اسلام قائم ہے۔ اور یہ روح اسی طرح ایک لحہ کے لیے بھی اس سے منفک نہیں ہو سکتی جیسا کہ زیر بحث مسئلہ کے متعلق یہ بات واضح ہے کہ مستشرقین کے موجودہ اعتراضات (سورۃ براۃ میں) مستشرقین کے ساتھ اہل کتاب کی تنبیہ سے بہت پہلے سے متعلق ہیں۔ (جب نجران کے عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مناظرانہ انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ تو مریم علیہا السلام تھیں، مگر ان کے والد؟ اس موقع پر مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

ان مثل عیسیٰ عنداللّٰہ کمثل آدم خلقہٗ من تراب ثم قال لہ کن فیکون o الحق من ربک فلا تکن من الممترین۔

عیسیٰ علیہ السلام کا حال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثل ہے کہ اس نے پہلے مٹی سے ان کا قالب بنایا۔ پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جاؤ تو وہ (انسان) ہو گئے! یہ بات تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

فمن حاجك فیہ من بعد ما جائك من العلم فقل تعالو اندع ابناء نا وا بناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین o

پھر اگر یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں تو تم کو حال تو معلوم ہو چکا ہے۔ تو ان سے کہنا آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹے اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں۔ تم خود بھی آؤ۔ پھر دونوں فریق اللہ عزوجل سے دعا التجا کریں۔ اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

ان ھذا لھو القصص الحق و ما من الہ الا اللّٰہ و ان اللّٰہ لھو العزیز الحکیم o

یہ تمام بیانات صحیح ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ہی سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔

فان تو لوا فان اللّٰہ علیم بالمفسدین قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللّٰہ و لا نشرك بہ شیاء و لا یتخذ بعضنا بعضا ار بابامن دون اللّٰہ فان تو لوا فقولوا اشھدو ا بانا مسلمون (3 :59 : 64)

تو اگر یہ لوگ مر جائیں تو اللہ تعالیٰ مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ تو پھر کہہ دیجئے ارے اہل کتاب! جو بات تمہارے اور ہمارے درمیان یکساں تسلیم کی گئی۔ اس کی طرف آؤ۔ یہ کہ اللہ عزوجل کے سوا ہم کسی کی عبادت

Marfat.com

نہیں کریں گے۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے، کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کار ساز نہ سمجھے۔ اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانیں۔ تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو۔ ہم تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔

یہ آیات سورۃ آل عمران میں سے ہیں۔ جن میں اللہ جل شانہ نے نصاریٰ (بشمول یہود) پر عتاب فرمایا کہ تم دوسروں کو بھی اللہ پر ایمان لانے سے منع کرنے میں اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اور خود بھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے انکار کرتے ہو اور اسی طرح سورۃ آل عمران میں وہ احکامات بھی بیان فرمائے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام، پر نازل ہوئے۔ لیکن یہود و نصاریٰ دونوں نے آپس میں گٹھ جوڑ کر کے دنیاوی فائدہ اٹھانے کے لیے ان میں تحریف کر دی۔ جن کی نشاندہی کے لیے سورہ عمران کی کافی آیات پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہ صرف سورہ عمران ہی میں نہیں بلکہ قرآن پاک کی دوسری سورتوں میں بھی یہ احکامات مزید پائے جاتے ہیں ان میں سے سورۃ مائدہ میں ہیں۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ثالث ثلا ثۃ وما من الہ الا الہ واحد وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم۔

بے شک وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے۔ جب کہ اس وحدہ لاشریک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے قول وعقائد سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں سے جو کافر ہوتے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب دیں گے۔

افلا یتو بون الی اللّٰہ ویستغفر ونہ واللّٰہ غفور رحیم ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل و امہ صد یقۃ کانا یا کلان الطعام انظر کیف نبین لھم الا یات ثم انظر انی یوفکون۔ (85 : 72 -75)

واذ قال اللّٰہ یا عیسٰی بن مریم ء انت قلت للناس اتخذو نی و امی الھین من دون اللّٰہ قال سُبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق o (۵ :116)

''اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے؟ کہا تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں۔

سورہ مائدہ ہی کی چند آیات کو مسیحی مؤرخین اپنی حمایت میں استدلاً پیش کرتے ہیں کہ شروع میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصاریٰ کے ساتھ حسن مراعات سے پیش آتے رہے ہیں۔

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنو الیھود و الذین اشرکو ولتجدن ا قربھم مودۃ للذین آمنو الذین قالواانا نصاری ذالک بان منھم قسیسین ورھبا نا وانھم لا یستکبرون (5 : 86)

اے ہمارے رسول اللہ! تم مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرکوں کو پاؤ گے!

Marfat.com

اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے نزدیک تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں۔ اور وہ غرور نہیں کرتے۔

وہ آیات جن میں نصاریٰ کو دو کرنے کا پابند بنایا گیا ہے۔ تو یہ پابندی ان کے ابن مریم علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ ان کا اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ دوسروں کا مال دھوکے سے مال بٹورنا ہے پیٹ کو دولت کا تندو ربنانے اور اللہ کس طرف سے کی ہوئی حرام چیزوں کو حلال کر لینا ہے۔ ان تمام خرابیوں کو اسلام خود عیسوی دین ہی کے خلاف جنگ سمجھتا ہے۔ اس لیے کہ مذکورہ تمام خرابیاں عیسوی مذہب میں سنگین گناہ کہلاتی ہیں۔

وفد کندہ:

جیسا کہ اٹھائیسویں فصل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ مدینہ منورہ میں متواتر آنے والے وفود میں مستشرقین اور اہل کتاب دونوں قسم کے وفود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وفد کی ممکنہ عزت افزائی، حوصلہ افزائی اور دلجوئی کیا کرتے۔ ان کے سرداروں کو ان کے سابقہ عہدوں پر ہی مقرر فرما دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے جب بنو کندہ کے 80 (اسی) افراد کا وفد حاضر ہوا۔ مدینہ منورہ میں شرکائے وفد بڑی دھوم دھام سے داخل ہوئے۔ زلفیں کندھوں پر بکھری ہوئی تھیں۔ آنکھوں میں سرمہ کی لکیریں، اور ریشمیں استر سے منڈھے ہوئے یمنی جفر کے پٹکے ان کے گلوں میں تھے۔ انہیں دیکھتے ہی رسول کل عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہو؟

عرض کیا گیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! ہم مسلمان ہیں۔ تو پھر مسلمان ہونے کے باوجود گلوں میں ریشمیں استر کے پٹکے ٹکانے کی کیا وجہ ہے؟ وفد کے افراد نے یہ حکم سنتے ہی تمام پٹکے پھاڑ کر پھینک دیئے۔

وائل بن حجر اور معاویہ بن سفیان:

کندہ ہی کے ایک نواب وائل بن حجر اسی وفد میں شامل تھے۔ حضر موت کے ساحلی شہروں اور بستیوں کے سردار مانے جاتے تھے۔ یہ مسلمان ہوئے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس شرط پر ان کے سابقہ منصب پر مقرر فرمایا کہ اپنے زیر اثر علاقہ سے عشر وزکوٰۃ اکٹھی کر کے محصلین کو سونپ دیا کریں۔ ان کے ساتھ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو وہاں کے مسلمانوں کی تربیت کے لیے بھجوایا۔

معاذ رضی اللہ عنہ کا یمن میں تقرر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی قیادت میں معلمین کا ایک وفد روانہ فرماتے ہوئے، یمن کے رہنے والوں کی تعلیم و تربیت کے لیے امیر وفد کو ہدایات دی۔

یسرو لا تعسر و بشر و لا تنفر انك ستقوم علی قوم من اهل الکتاب یسئلونك مفتاح الجنة فقل شهادة ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له۔

Marfat.com

اے معاذ! آسانی مدنظر رکھنا تنگی سے بچنا۔ لوگوں کو اپنے ساتھ مانوس رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے رویہ سے لوگ متنفر ہو جائیں۔ وہاں تمہاری ۔ قات اہل کتاب سے ہوگی جو تم سے پوچھیں گے جنت کی کنجیاں کہاں ہیں؟ تو ان سے کہنا کہ جنت کی چابی لا الہ الا اللہ ہے۔ اور ۔ وہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جماعت ایسی بھی شریک کردی جو اہل یمن کی دینی مسائل میں تربیت کے علاوہ ان کے عدالتی فیصلوں کو بھی شریعت اسلامی کے مطابق کرنے کی تربیت دیں ہر باشندہ جزیرہ عرب کا علم کے نیچے آچکا تھا۔ ملک کے تمام باشندے امت واحدہ کہلانے لگے۔ سب کا ایک رسول، ایک دین، سب کا رخ ایک ہی طرف گویا سب کا قبلہ ایک اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت سب کا مقصود!

آج سے بیس سال پہلے یہی وہ قبائل تھے جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، ایک دوسرے کی عزت اور مال و دولت کے دشمن تھے۔ آج بت پرستی کی نجاست ان سے دور ہوگئی ہے۔ یہ صرف اسلام کے جھنڈے تلے پناہ لینے سے ہوئی ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک کی اطاعت کا جذبہ غالب آ گیا ہے۔ دشمنی، شکوہ شکایات سب کے سب دور ہو گئے ہیں۔ ایک دوسرے سے جنگ وجدل کی راہیں بالکل ختم ہوگئی ہیں جس تلوار کی تیز دھار کا امتحان ایک دوسرے کی گردن پر ہوتا تھا۔ آج سے وہ امتحان دین اسلام کے دشمن کی شہ رگ پہ ہونے لگا۔

نجران کے عیسائیوں کا قبول اسلام:

اگرچہ نجران کے عیسائیوں میں سے قبیلہ حارث مسلمان ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی بھی ایک حصہ اپنے قدیم مسلک پر ڈٹا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی تعلیم وتربیت اور تلقین کے لیے بھیجا تو انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کا وفد بارگاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھیجا وہ حاضر ہوا اور اس سے بھی مروت اور خندہ پیشانی سے سلوک کیا گیا۔

اہل یمن کا قبول اسلام:

یمن کا ایک قبیلہ نخع ابھی تک اسلام قبول کرنے سے بھاگ رہا تھا۔ ان کے دماغ میں خبط تھا کہ دین اسلام کا ظہور ملک حجاز میں ہوا جو کل تک ان کا باجگذار تھا۔ اگر ہم ایمان لے آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس کا باجگذار ہونا قبول کرلیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سو مجاہدین کا دستہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن بھیجا۔ یہ لوگ مقابلہ میں اتر آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بھگا دیا۔ وہ دوسری دفعہ پھر سمٹ کر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اسلام بھی قبول کرلیا۔ اور اپنے حسن عمل و خلوص سے اسلام کا بول بالا کر دیا۔ وہ لوگ بھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی تعلیم و تربیت سے فائدہ مند ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والا یہ آخری وفد کے امیر زرارہ بن عمرو نخعی تھے۔

Marfat.com

حجۃ الوداع

حج اکبر کا اہتمام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حج اکبر کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ جس زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے واپس آنے کی تیاریاں کر رہے تھے ذی قعدہ تیسرے عشرہ میں داخل ہو چکا تھا۔ اب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج نہ (یعنی عمرہ تو وہ ادا فرما چکے تھے) لیکن حج اکبر ادا کرنے کا ابھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یہی مقصد تھا کہ حج کے تمام احکام کو خود ادا کر کے مسلمانوں کو بتائیں۔

تمام عرب میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ عرب کے شہروں، پہاڑوں کے دامن، دیہاتوں اور شہروں کی بستیوں کے رہنے والے سارے کے سارے مدینہ منورہ میں امڈ آئے۔ مدینہ منورہ کے باہر خیموں کا ایک نیا شہر آباد ہو گیا۔ ایک لاکھ سے بھی زیادہ مسلمان جمع ہو گئے۔ عجیب سماں تھا۔ کالے گورے، امیر غریب، چھوٹے بڑے سب کے سب وہی لوگ تھے۔ چند سال پہلے یہ لوگ جانوروں کی طرح ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ محبت، اخوت اور دوستی کے جذبے کے تحت ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔ ایک دوسرے کو دل و جان سے عزیز رکھ رہے تھے۔ السلام علیکم، السلام علیکم کی صداؤں سے مدینہ منورہ کی فضا گونج رہی تھی۔ مسکراتے چہرے، ہونٹوں پہ تبسم، گفتگو میں محبت، خلوص اور چاہت ایسا روح پرور منظر تھا کہ مسلمانوں کا یہ اجتماع تو خود ایک منظر پیش کر رہا تھا۔ یہ تو وہ منظر ہے کہ جسے بیان میں صرف "دو جملے" میں نہیں لایا جا سکتا۔

حج بیت اللہ کے لیے روانگی کی تیاریاں:

آخر کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 25 ذیقعدہ 10ھ کے روز مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ شریف کے لیے سفر اختیار کرنے کا اعلان فرمایا۔ ازواج مطہرات بھی ہمراہ تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری سب سے آگے تھی۔ اپنے اپنے ہودوں میں امہات المومنین تشریف فرما تھیں۔ باقی زائرین کا جم غفیر پیچھے پیچھے ان کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔ ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ چوالیس ہزار منقول ہے۔ مسلمانوں کے اس سفر کی محرک ان کی قوت ایمانی تھی۔ دلوں میں اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت اور حج بیت اللہ کا والہانہ شوق موجزن تھا۔ سفر جاری رہا۔ جب مقام ذوالحلیفہ (مقام میقات) پر پہنچے تو رات وہیں قیام کا حکم دیا۔ وہ رات بھی اپنی مثال آپ ہی تھی۔ اور اس کی صبح بھی اپنے حسن آپ آپ ہی تاریخ میں منفرد و معتبر دنوں کی صبح تھی۔ اس صبح اسی مقام ذوالحلیفہ پر سید البشر، نور اقدس، شفیع روز جزا احمد و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا تو ہزاروں اور لاکھوں نے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں احرام باندھے۔ فرشتوں کا سا منظر تو تھا ہی، معلوم یہ ہوتا تھا کہ مسلمان جنت نے احرام باندھا۔ ایک تہبند، ایک چادر۔ سب کا ایک لباس، سب کی ایک نیت، سب کا ایک عمل، سب کا ایک ہی جملہ، انہیں بے مثال لمحوں میں ان مقدس ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ جن ہونٹوں

Marfat.com

کی ہر جنبش کو مشیت الٰہی حاصل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔''ما ینطق عن الھوی''ان متبرک ہونٹوں کی جنبش نے ایسے مخصوص عظیم المعنی الفاظ میں اللہ جل شانہ کی عظمتوں کا اعتراف واقرار فرمایا جو آج بھی غیر متبدل ہیں۔منفرد ممیز ہیں جو آج بھی اسی خاص لباس، خاص ہیئت، خاص نیت، خاص عبادت سے مختص و متعلق ہے۔ان الفاظ کا مجموعی نام بھی منفرد مخصوص تلبیہ ہے۔

لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمه والشکر لك لبیك لبیك لا شریك لك لبیك۔

اے اللہ! میں تیرے حضور میں حاضر ہوں۔تیرا کوئی شریک نہیں، (میں اس اعتراف کے ساتھ) تیرے حضور میں حاضر ہوں۔(مجھے اس بات کا بھی اقرار ہے) کہ تو ہی تمام حمد وثنا کا واحد مستحق ہے۔تمام نعمتیں تیری ہی عطا و بخشش ہیں اور تیرا ہی شکر ادا کرنا واجب ہے۔میں تیرے حضور میں حاضر ہوں۔تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔تیرے حضور حاضر ہوں!

اللہ عزوجل کی بارگاہ جلیلہ میں اس مخصوص تحسین تلبیہ کی آواز دشت وجبل میں گونج اٹھی موجودات کا ذرہ ذرہ الہ العالمین کی ربوبیت کے اعتراف میں ڈوب گیا۔مدینۃ الرسول اور مکہ معظمہ کے مابین فاصلے زائرین کے کوسوں دور تک پھیلے ہوئے قافلہ نے سمٹنے شروع کیے جہاں کہیں قیام صلوٰۃ کا وقت آ گیا۔سب مل کر بارگاہ الٰہی میں رکوع وسجود میں گرے، خشوع وخضوع سے دعائیں مانگیں، غرور کی دل کش آوازوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تشکر کا اظہار کیا۔ہر ایک کا شوق ہر لحہ بڑھتا گیا۔جتنی منزل نزدیک آتی گئی۔اتنا ہی جذبوں میں تلاطم زیادہ ہوتا گیا۔عرب کے دشت وجبل بھی وادیان اور نخلستان بھی اتنے بڑے مجمع پر حیران آج تک اس نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی عظیم المرتبت بابرکت و پربہار شخصیت دیکھنے میں نہیں آتی۔

مکہ معظمہ میں ورود مسعود:

مکہ معظمہ میں زائرین ذوالحجہ کی چوتھی تاریخ کو پہنچے، صحابہ کرام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیارت کعبہ میں سبقت کی۔پہلے حجر اسود کو بوسہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیا۔کعبہ کے سات طواف میں سے پہلے چار تیز قدم اور باقی تین طواف عمومی رفتار میں فرمائے۔یہاں سے فراغت کے بعد کوہ صفا پر تشریف لائے۔صفا اور مروہ کے مابین سعی فرمانے کے بعد حکم فرمایا جس زائر کے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) نہ ہو وہ احرام کھول دے مگر بعض حضرات نے اس میں تامل کیا تو نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاکیداً فرمایا۔

ما امر کم فا فعلوا

جو حکم میں دیتا ہوں تم پر اس کی تعمیل واجب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واپسی:

اس اثناء میں یمن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔جب انہیں معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام زیب تن فرما رکھا ہے تو خود بھی اقتدائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں احرام حج باندھ لیا۔مگر جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو احرام کے بغیر دیکھا تو ان سے وجہ پوچھی انہوں نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کی نیت کرنے

Marfat.com

کا حکم دے کر احرام اتار دینے کا ارشاد فرمایا۔ اس پر ہم نے بھی احرام کھول دیئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو انہوں نے یمن کے سارے حالات رسول اکرم! کو سنائے۔ حالات سننے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کعبہ کا طواف کرنے اور دوسرے مسلمانوں کی مانند احرام اتار دینے کے لیے ارشاد فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھتے وقت میں ان الفاظ میں نیت کر چکا ہوں۔

اللھم انی اھل بما اھل بہ نبیك و عبدك ورسولك محمد۔

اے اللہ! میرا تلبیہ انہیں لفظوں میں ہے۔ جن سے تیرے نبی، عبد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) نہیں تو ان کو اپنی قربانیوں میں شریک فرمالیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بدستور احرام باندھے رہے۔ اور اسی میں مناسک حج ادا کئے۔

نویں ذوالحجہ (ترویہ) کے روز منیٰ میں اپنے خیمہ کے اندر تشریف لائے۔ اس دن کے معمولات عبادت فرمانے کے بعد رات کو خیمہ میں ہی قیام فرمایا۔ صبح ہوئی صلوٰۃ فجر ادا فرمائی اور سورج نکل آنے کے بعد اپنی ناقہ (قصواء نام) پر سوار ہو کر میدان عرفات کا قصد فرمایا۔ یہ 9 ذوالحجہ کا دن تھا۔ آپ کے ساتھ ایک لاکھ زائرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ عرفات نام کی پہاڑی پر تشریف لائے تو چاروں طرف مسلمانوں کا جم غفیر تھا۔

ان میں بعض تلبیہ: "**لبیك اللھم لك لبیك لبیك لا شریك لك لبیك ! الحمد و النعمة والشکر لك لبیك لبیك لاشریك لك لکبیك!**

اور بعض ترویہ اور تکبیرات پکار رہے ہیں۔ ترویہ یعنی کلمہ **اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد!**

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کسی کو منع نہیں فرمایا۔ عرفات کی مشرقی سمت حمزہ نامی بستی کے نزدیک آپ کے ارشاد کے مطابق پہلے ہی سے خیمہ نصب کر دیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں آرام فرمایا۔ ناقہ قصواء پہ کاٹھی کسنے کا حکم سورج کے ڈھلنے کے بعد دیا۔ اور سوار ہو کر میدان عرفات کے درمیان میں تشریف لائے اور سواری پر ہی بیٹھے ہوئے بآواز بلند خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جملہ کے بعد توقف فرماتے اور اسی لمحہ جناب ربیعہ بن امیہ بن خلف انہیں الفاظ کو بآواز بلند ساتھ ساتھ دہراتے۔

حج اکبر کا خطبہ اللہ عزوجل کی حمد وثناء کے بعد فرمایا۔

یا ایھا الناس اسمعوا قولی فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی ھذا بھذا الموقف ابداً۔

اے لوگو! میں جو کچھ کہوں اسے بگوش ہوش سنو شاید آئندہ سال اور اس کے بعد پھر کبھی میری تمہاری ملاقات نہ

Marfat.com

ہو سکے!

انسانی جان کی حرمت:

یا ایھا الناس ان دمائکم و اموالکم علیکم حرام الی ان تلقو ا ربکم کحرمة یومکم ھذا و کحر مة شھر کم ھذا۔

اے لوگو! تم پر ایک دوسرے کا جان و مال اس دن تک حرام ہے۔ جب تم اپنے پروردگار سے ملاقات کرو۔ جس طرح اس مہینہ میں تم ایک دوسرے کی بے حرمتی کرنا حرام سمجھتے ہو۔

ادائے امانت:

فمن کانت عندہ امانة فلیؤ دھا الی من ا ئتمنه علیھا۔

تم میں سے جس کسی کے پاس دوسرے کی امانت ہو اسے لوٹا دیا جائے۔

سود کی حرمت:

وان کل ربا مو ضوع ولکن لکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون قصی اللّٰہ انه لا ربا و ان ربا عباس بن عبدالمطلب موضوع کله۔

آج سے ہر قسم کا سود ختم کیا جاتا ہے۔ اپنی قرض دی ہوئی اصلی رقم کے اوپر تم کچھ نہیں لے سکتے! اگر ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو گے، قیامت کے دن تم پر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سود لینے دینے کو منع فرمادیا ہے۔ عباس کا جو سود دوسروں نے ادا کرنا ہے اسے ختم کیا جاتا ہے۔

جاہلیت کے قتل پر انتقامی جذبوں پر خط تنسیخ:

وان کل دم کان فی الجاھلیة مو ضوع وان اول دمائکم اصنع دم ابن ربیعه الحارث بن عبدالمطلب!

جاہلیت کے زمانہ میں قتل کئے جانے والوں کا قصاص اور دیت دونوں کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے میں ہی بنوہاشم کے بیٹے ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے فرزند کا بدلہ اور دیت معاف کرتا ہوں!

عمل صالح جزو ایمان:

اما بعد ! ایھا الناس کان الشیطن قد یئس من ان یعبد بارضکم ھذا ولکنه ان یطمع فیما سوی ذلك فقد رضی به مما تحقرون من اعمالکم فاحذر وہ علی دینکم۔

توجہ سے سنئے کہ اب عرب میں شیطان کی پرستش نہ کی جائے گی لیکن اس کو پوجنے کی بجائے اگر شیطان کی صرف اطاعت ہی کی گئی تب بھی وہ بہت خوش ہوگا۔ اس لیے دینی امور میں شیطانی وساوس کو اپنے نزدیک نہ آنے دو۔ مذہب میں خارجی رسوم کا دخل منع ہے۔

ایھا الناس ! ان النسیئ زیادة فی الکفر یضل به الذین کفر وا یحلونه عاما ویحر

Marfat.com

مونه عا ما لیو اطؤاعدة ماحرم اللّٰہ۔

اے لوگو! ادب والے مہینوں کا دوسرے مہینوں سے ادل بدل کر لینا کفر ہے۔ جس میں مومن آلودہ نہیں ہو سکتا مگر کافر کا اس سے بچنا محال ہے جو اس سال ان چار مہینوں میں ایک مہینہ آئندہ سال کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں اور آنے والے سال میں اسے بدستور اپنے محل پر رکھتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے حرام کردہ امور کو حلال کر لینا اور حلال شدہ امور کو حرام کر لینا ہے۔

وان الزمان قد ستدار کھیۃ یوم خلق السموات والارض وان عدۃ الشھور عند اللّٰہ ا ثنا عشر شھراً منھا ار بعہ حرم ثلا ثۃ متو الیۃ ور جب مضرد الذی بین جمادی و شعبان۔

اور دیکھو جب اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا۔ زمانہ پھر پھر کر آج پھر اسی نقطہ پر آ گیا ہے۔ چار ادب والے مہینے ہیں یعنی تین متواتر ہیں۔ از ذی قعدہ تا بہ محرم اور ایک یعنی رجب کہ جمادی اولیٰ و آخر اور شعبان دونوں کا درمیانی مہینہ ہے۔

ا ما بعد ایھا الناس ! فان لکم علی نسائکم حقّا وان لھن علیکم حقًا یوطئن فرشکم احدا تکر ھونہ۔ وعلیھن الا با تین بفا حشتہ مبینۃ فان فعلن فان اللّٰہ قد اذن لکم ان تھجرو ھن فی المعنا جع و تخربو ھن مربا عیر مبرح!

اے لوگو! تمہارے عورتوں پر حقوق ہیں اور عورتوں کے تم پر حقوق ہیں، تمہارے ان پر یہ حقوق ہیں کہ وہ تمہارا بستر ان مردوں کے لیے نہ لگائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارا ان پر یہ بھی حق ہے وہ بدکاری نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم انہیں اپنے بستروں سے الگ کر دو اور انہیں ایسا مارو کہ اس کا زخم جسموں پر ظاہر نہ ہو اگر وہ ایسا کرنے سے رک جائیں تو ان کے لیے رزق اور لباس اچھے انداز میں تم پر لازم ہے۔ عورتوں کو بھلائی کی وصیت کرو بے شک وہ تمہارے ہاں قید ہیں۔ وہ اپنے لئے کسی چیز کی مالک نہیں تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کا نام لے کر ان کی شرمگاہوں کو اپنے اوپر حلال کیا ہے۔

فاعقلوا ایھا الناس قولی ! فانی قد بلغت و قد ترکت فیکم ما ان اعتصتم بہ فلن تضلوا ابداً امراً بیناً کتاب اللّٰہ وسنتہ رسولہ۔

اے لوگو! میری بات خوب سمجھ لو تحقیق میں نے تمہیں پیغام حق پہنچا دیا ہے، میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ اللہ کا قرآن اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

ایھا الناس اسمعوا قولی واعقلوہ تعلمن ان کل مسلم اخ للمسلم و ان المسلمین اخوۃ فلا یحل لا مری من اخیہ الاما اعطاہ عن طیب نفس منہ فلا تظلمن انفسکم۔

Marfat.com

اے لوگو! میری بات سنو اور اس کو خوب سمجھو، جان لو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، کسی آدمی کے لیے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں مگر جو اس کا بھائی اسے خوش دلی سے دے، اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

میرے سامنے یہ بات ذکر کی گئی کہ لوگوں نے کہا یقیناً (آپ نے پہنچا دیا ہے) تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔

نیابت خطبہ کے فرائض:

خطبہ کے درمیان نبی الہادی والاکمل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جملہ کو ختم کرنے کے بعد ایک لمحہ خاموش ہو جاتے۔ اور اس وقفہ میں ربیعہ بن امیہ رضی اللہ عنہ بلند آواز سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو دوہرا کر دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیعہ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاکید فرمائی کہ حاضرین کو خطبہ میں دی گئی ہدایات اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کی تاکید کریں۔ اور ان سے جواب بھی طلب کریں۔

هل ترون ای یوم هذا ؟

تم لوگ جانتے ہوں آج کا دن کونسا دن ہے؟

حاضرین نے جواب میں کہا حج اکبر کا دن ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا۔

ان اللّٰه حرم عليكم دما ئكم و امو ا لكم الى ان تلقو ا ر بكم كحرمة يو مكم هذا

اے لوگو! تم پر ایک دوسرے کی جان اور ایک دوسرے کا مال قیامت تک حرام ہے۔ جیسا کہ آج کے دن اور اس مہینے میں تم کسی قسم کی بے حرمتی نہیں کر سکتے۔

اس جملہ کے۔ اللهم بلغت اے اللہ! تو سن رہا ہے کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں۔ اللهم اشهد یا اللہ! میں گواہی دیتا ہوں اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

تکمیل دین کی بشارت:

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصواء اونٹنی سے اتر کر تھوڑی دیر تک کچھ دور پیدل چلے۔ ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ساتھ یعنی جمع کر کے پڑھیں۔ پھر ناقہ پہ سوار ہو کر عرفات کے مقام پر نزول فرمایا اور وہیں پہ آیت تکمیل نازل ہوئی۔

اليوم اكملت دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيتلكم الا سلام ديناً۔

آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پورا کر دیا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دین کی تکمیل اور منصب رسالت کی سند تبلیغ کے اظہار کو دینا سے نور ہدایت سرچشمہ رحمت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کے مترادف سمجھے اور بے ساختہ روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

حج کے بقیہ افعال کی تکمیل:

ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام عرفات سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔سر راہ مزدلفہ کے مقام پر منزل فرمائی۔رات یہیں گزاری،اسی رات کی صلوٰۃ فجر اور طلوع آفتاب کے مابین یہاں سے روانہ ہوئے۔اسی راہ میں جمرہ پر رمی فرمائی اور پھر منی میں اپنے خیمہ میں نزول فرمایا۔

ذبیحہ قربانی:

ذرا وقفہ کے بعد دسویں تاریخ ہی کو من جملہ ایک سو اونٹ کے جو مدینہ سے قربانی کے لیے ہمراہ لائے تھے۔ذبح کیئے۔جس کے بعد مناسک کا آخری عمل سر کے بال منڈوانا باقی رہ گیا۔اس سے فارغ ہو کر احرام کھول دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حج کو تین مختلف عنوانات سے موسوم کیا گیا۔

حجۃ الوداع:

مکہ معظمہ اور بیت اللہ شریف کی زندگی میں آخری بار زیارت کی وجہ سے الوداع عنوان دیا گیا۔

حجۃ البلاغ:

اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابلاغ کی ذمہ داری یا منصب رسالت کی تکمیل کے اظہار کی بناء پر یہ عنوان تجویز کیا جاتا ہے۔

حج الاسلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب العالمین کی طرف سے مبشر و منذر دونوں حیثیت سے مبعوث ہوئے۔اور اس ذمہ داری کی تکمیل کی سند دیتے ہوئے اللہ جل شانہ نے اس حج ہی کے موقع پر فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم۔

آج کے دن میں نے تیرے دین یعنی دین اسلام کو کامل کر دیا۔لہٰذا اس نسبت سے اسے حج الاسلام کا عنوان دیا جاتا ہے۔

عام الوفود:

غزوۂ تبوک کے بعد کے اثرات کو ایک مرتبہ پھر ذہن نشین کر لیں،اس غزوہ کے نتیجہ میں سارے جزیرہ عرب اور گردونواح میں اسلام بڑی تیزی سے پھیلا۔

Marfat.com

تمام قبائل جو شرک جس میں آلائشوں میں مبتلا تھے اس غزوہ کے بعد اپنے مذہب پر محاسبانہ نظر کرنے پر مجبور ہوگئے۔ تمام عالم کو اس بات پر بھی حیرانی تھی کہ کس طرح رومی فوجیں اسلامی لشکر کے سامنے صف آرا ہونے کی بجائے قلعوں میں محصور ہونے پر مجبور ہوگئی۔ عرب کے اطراف ''یمن'' حضرموت اور عمان کے رہنے والے رومیوں کی پسپائی پر نہایت حیران تھے۔

جزیرۃ العرب کے گردونواح میں رہنے والے دین اسلام کے قوانین اصولوں اور محاسن سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ متاثر بھی ہو چکے تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کرنے کو اپنی خوش قسمتی تصور کیا۔ جس کی وجہ سے انہیں ایران اور روم جیسے خونخوار شاہی نظام سے نجات نصیب ہوئی۔ 10 ہجری میں جزیرۃ العرب کے گردونواح سے بکثرت آنے والے وفود کی وجہ سے اس سال کو عام الوفور بھی کہا جاتا ہے۔

عروہ بن مسعود طائفی کا قبول اسلام:

طائف کی نامور شخصیتوں میں سے ایک نام عروہ بن مسعود کا بھی ہے، جب غزوہ حنین کے بعد طائف کا محاصرہ کیا گیا تو اس وقت عروہ بن مسعود طائف چھوڑ کر یمن گئے ہوئے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تو اہل طائف بھی مسلمان ہوگئے۔ حضرت عروہ بن مسعود جب یمن سے واپس آئے تو بذات خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جلد ہی واپس جانے پہ اصرار فرمایا تاکہ وہ اپنی قوم کو بھی حلقہ بگوش اسلام کر سکے۔

لہٰذا حضرت عروہ بن مسعود نے طائف پہنچ کر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی۔ قوم کے مشرکوں نے آپ پر تیروں کی برسات کر کے صلوٰۃِ فجر کے وقت شہید کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ کے آخری الفاظ یہ لکھے۔

جناب حضرت عروہ بن مسعود کی یہ وصیت تھی کہ انہیں ان لوگوں میں دفن کیا جائے جو محاصرہ طائف کے دوران شہید ہوئے تھے۔

جلد ہی بنو ثقیف کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ انہیں یقین تھا کہ اگر مسلمانوں نے انہیں کہیں دیکھ لیا تو انہیں ضرور قتل کر دیں گے۔ لہٰذا بنو ثقیف نے باہمی مشورہ کے بعد عبد یالیل کو اپنی طرف سے صلح کے لیے نامزد کیا، لیکن اس نے اپنی جان کے خوف سے اپنی نامزدگی سے انکار کر دیا، لیکن بہت زیادہ اصرار کے بعد وہ اپنے ہمراہ چار لوگوں کو ساتھ لے کر مذاکرات کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

بنو ثقیف کے وفد کی بارگاہ نبوت میں حاضری:

جب یہ لوگ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور قناہ میں اترے تو وہاں مغیرہ بن شعبہ کو ملے جو اپنی باری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے اونٹ چرا رہے تھے، اونٹوں کو چرانے کی باری صحابہ پر تقسیم تھی، جب حضرت مغیرہ نے انہیں دیکھا تو اونٹ ثقفیوں کے پاس چھوڑے اور تیزی سے دوڑے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے آنے کی خبر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ان کی ملاقات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انہیں بنو ثقیف کے وفد کی آمد کے بارے میں بتایا کہ وہ اس لیے آئے ہیں۔ تاکہ وہ آپ کی بیعت کریں

Marfat.com

اور اسلام سے آئیں اور ساتھ ہی چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے کچھ شرطیں معین فرمادیں۔ نیز آپ ان کے علاقوں، قوم اور اموال کے بارے میں خط تحریر کر دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ سے فرمایا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ثقیف کے وفد کے آنے کی خبر دی۔ پھر حضرت مغیرہ وفد کے لوگوں کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ ظہر کا وقت گزارا اور شام کو لے کر آئے، انہیں بتایا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلام کریں۔ مگر انہوں نے دور جاہلیت کا ہی سلام کیا۔

مسجد نبوی میں بنو ثقیف کا خیمہ:

جب وہ رسول یا اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مسجد کی ایک جانب ان کا خیمہ لگوا دیا گیا، خالد بن سعید بن عاص ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان آتے جاتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے معاہدہ لکھا۔ خالد نے اپنے ہاتھ سے ان کا معاہدہ لکھا تھا۔ وہ اس کھانے کو نہیں کھاتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان آتے جاتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے معاہدہ لکھا۔ خالد نے اپنے ہاتھ سے ان کا معاہدہ لکھا تھا۔ وہ اس کھانے کو نہیں کھاتے تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کے پاس آتا یہاں تک کہ اسے کھاتے، یہاں تک کہ وہ اسلام لے آتے اور خط کی تحریر سے فارغ ہو گئے، جن چیزوں کا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ آپ ان کے بت کو کچھ نہ کہیں گے۔ یعنی لات کو تین سال تک نہیں گرائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ لگاتار ایک ایک سال کا سوال کرتے رہے۔ جبکہ آپ انکار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آنے والے وقت سے صرف ایک ماہ کا مطالبہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لات چھوڑنے کا مطلق انکار کر دیا۔ جو وہ ظاہر کرتے تھے ان کا اس مطالبہ سے غرض یہ تھی کہ اس طرح وہ اپنی قوم کے بے وقوف لوگوں، عورتوں اور بچوں سے محفوظ رہیں گے۔ اور یہ ناپسند کرتے تھے کہ اس کو گرانے سے کہیں قوم کو گھبراہٹ میں نہ ڈال دیں۔ یہاں تک کہ اسلام ان میں راسخ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ مگر یہ منظور کر لیا کہ آپ حضرت ابوسفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بھیج دیں گے جو اس بت کو گرا دیں گے، اس بات کو چھوڑنے کے ساتھ انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ آپ ان پر نماز معاف کر دیں، وہ اپنے ہاتھوں سے بت توڑنے کا معاملہ ہے وہ تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے، جہاں تک نماز کا تعلق ہے۔ تو اس دین میں تو کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔ وفد کے لوگوں نے کہا اے محمد ہم نماز پڑھیں گے۔ اگرچہ اس میں ذلت ہو۔

جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خط لکھ دیا تو ان پر عثمان بن ابی العاص کو امیر مقرر فرمایا یہ سب سے چھوٹی عمر کا تھا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ وہ اسلام کو سمجھے اور قرآن سیکھنے کے معاملہ میں دوسروں سے زیادہ حریص تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اسی نوجوان کو اس وفد کے لوگوں میں سے اسلام کو سمجھنے اور قرآن سیکھنے میں سب سے حریص دیکھا ہے۔

سفیان بن ربیعہ ثقفی نے وفد کے بعض افراد سے بیان کیا ہے کہ جب ہم مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باقی ماندہ رمضان کے روزے رکھے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر

Marfat.com

سے ہمارے لیے شام اور سحری کا کھانا لائے، وہ ہمارے پاس سحری کا کھانا لاتے تو ہم کہتے ہم دیکھتے ہیں کہ فجر تو طلوع ہو چکی ہے، وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سحری کرتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ مقصود سحری کو موخر کرنا تھا۔ وہ ہمارے پاس شام کا کھانا لاتے ہم کہتے ہم نہیں دیکھتے کہ سورج مکمل غروب ہو چکا ہے تو وہ کہتے میں تمہارے پاس نہیں آیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا کھایا پھر اپنا ہاتھ پیالے میں رکھتے اور اس سے لقمہ لے لیتے۔

عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مجھے ثقیف پر امیر بنایا تو مجھ سے آخری عہد جو لیا وہ یہ تھا اے عثمان! نماز مختصر پڑھانا، کمزور ترین آدمی کا خیال رکھنا کیونکہ نماز پڑھنے والوں میں بوڑھے، بچے، کمزور اور محتاج بھی ہوتے ہیں۔

لات پاش پاش ہو گیا:

جب لوگ اپنے معاملہ سے فارغ ہو گئے اور اپنے شہروں کی طرف لوٹنے لگے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بت گرانے کے لیے بھیجا۔ یہ دونوں وفد کے افراد کے ساتھ نکلے، جب وفد طائف پہنچا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ارادہ کیا کہ حضرت ابوسفیان کو آگے کریں مگر حضرت ابوسفیان نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا تو اپنی قوم کا سامنا کر اور حضرت ابوسفیان گرانے والے سامان کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جب مغیرہ بن شعبہ اس بت خانہ میں داخل ہوئے تو اس پر چڑھ گئے اور کدال سے ضربیں لگانے لگے، آپ کی قوم بنومعتب آپ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اس خوف سے کہ کہیں آپ کو تیر مارا جائے یا اسی طرح آپ کو قتل کر دیا جائے۔ جس طرح عروہ کو قتل کیا گیا تھا۔ بنوثقیف کی عورتیں ننگے سر روتی ہوئی نکل آئیں اور کہہ رہی تھیں۔

لتبکین دفاع اسلمها الوضاع لم یحسنوا المصاع۔

اے دفاع! تجھ پر ضرور رونا چاہیے کمینے لوگوں نے اسے دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے، انہوں نے اچھی طرح جنگ نہیں کی۔

حضرت مغیرہ اسے کلہاڑوں سے مار رہے تھے تو حضرت ابوسفیان کہہ رہے تھے۔ واھا لک آہ تا لک افسوس افسوس! جب حضرت مغیرہ نے اسے گرا دیا تو اس کا مال اور زیورات لئے، حضرت ابوسفیان کو بلایا اور اس کا زیور جمع کیا گیا۔ اس کا مال سونا اور یوتھ کے موتی تھے۔

ابوملیح بن عروہ اور اقارب بن اسود ثقیف کے وفد سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے تھے۔ جب عروہ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ وہ بنوثقیف سے قطعی طور پر الگ ہونا چاہتے تھے اور کبھی بھی کسی چیز پر ان کے ساتھ اکٹھا نہیں ہونا چاہتے تھے، یہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا جس کو چاہو دوست بنالو، دونوں نے کہا ہم اللہ اور اس کے رسول کو دوست بناتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے خالو حضرت ابوسفیان کو دوست بنالو، دونوں نے کہا ہم اپنے خالو ابوسفیان کو دوست بناتے ہیں۔

جب اہل طائف مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بت گرانے کے لیے بھیجا تو ابوملیح بن عروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی ان کے باپ عروہ پر جو

Marfat.com

قرض ہے بت کے مال سے اسے ادا کر دیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے تو قارب بن اسود نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسود کی جانب سے بھی ادا فرما دیں۔ جبکہ عروہ اور اسود دونوں حقیقی بھائی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسود تو شرک کی حالت میں مرا تھا۔ قارب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! آپ تو مسلمان رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، یعنی اس کی ذات کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کیونکہ قرضہ تو اب قارب پر تھا، اب مجھ سے وہ طلب کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کو حکم دیا کہ بیت المال میں سے مروہ اور اسود کا قرض ادا کر دیا جائے۔ جب حضرت مغیرہ نے مال جمع کیا تو حضرت ابوسفیان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ تم عروہ اور اسود کا قرض ادا کر دو تو انہوں نے دونوں کا قرض ادا کر دیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بطور امیر حج:

اسی سال 9ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کے واسطے بھیجا۔ آپ نے ان کو ماہ ذیقعدہ میں اور ایک جماعت کے نزدیک ذی الحجہ میں اور کچھ علماء نے کہا ہے کہ ذیقعدہ کے آخر میں بھیجا۔ اس سے قبل ہم بتا چکے ہیں۔ کہ جمہور کے نزدیک حج چھٹے سال میں فرض ہوا تھا، اور ایک گروہ کہتا ہے کہ نویں سال میں فرض ہوا۔ جس کو عام الوفود کہتے ہیں۔ کیونکہ سورۃ آل عمران کی آیات جن میں حج کی فرضیت کی آیات ہے کا سال نہم میں نزول ہوا تھا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ۔ اور یہ واقعہ نویں سال کا ہے۔ اور محققین کے نزدیک بھی یہی قول مختار ہے۔ لیکن آنحضرت کا اس سال حج پر جانا ممکن نہ ہو سکا۔ کیونکہ آپ غزوات اور آنے والے وفود کو تعلیم احکام دینے میں مصروف و منہمک تھے۔ لہٰذا آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ پر امیر الحاج بنا دیا۔ اور بیس بدنہ تھی۔ علاوہ ازیں پانچ بدنہ صدیق اکبر کے اپنے تھے۔ یہ مکہ شریف کو روانہ ہوئے تا کہ حج کی رسوم ادا کریں۔ اور لوگوں کو مناسک حج سکھائیں۔ اور سورۃ برأت کی ابتدائی تیس یا چالیس آیات پڑھ کر سنا دیں۔ اس قافلہ حج میں حضرت سعد بن ابی وقاص عبدالرحمٰن بن عوف، جابر بن عبداللہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی مانند اکابر صحابہ بھی شریک تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد ذوالحلیفہ میں احرام باندھا اور نکلے تو جبرئیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ رسالت و پیغام کی ادائیگی آپ یا علی مرتضیٰ کے علاوہ اور کوئی نہ کرے۔ یا وہ آدمی کرے جو آپ کی طرف سے مجاز ہو۔ اس لیے کہ ثبوت عہد یا نقض عہد صاحب معاملہ شخص کا کام ہوتا ہے۔ یا اس کا کوئی خویش وا قارب سے عزیز ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ ہونے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا کہ ان سے وہ آیات لے لیں اور حج کے روز لوگوں کو سنا دو علاوہ ازیں لوگوں کو بتانے کے لیے یہ چار امور فرمائے۔

پہلی یہ کہ جنت میں کوئی جان نہ جائے گی سوائے مومن کے۔ دوسرے یہ کہ بیت اللہ کا طواف برہنہ حالت میں کوئی نہ کرے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک آدمی حج نہ کر سکے گا نہ مسجد حرام میں داخل ہوگا۔ اور نہ قربانی کرے گا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ کفار میں سے کسی نے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ اگر میعادی عہد باندھا ہوا ہے۔ تو وہ میعاد ختم ہونے کے بعد بھی اسی عہد پر قائم رہے گا اور اگر کسی نے اس قسم کا کوئی عہد نہیں کیا تو وہ عہد مقرر کئے جانے تک چار

Marfat.com

ماہ کے لیے امان میں ہوگا۔ بعدازاں اگر وہ مسلمان نہ ہو جائے تو اس کا خون اور مال مباح گردانا جائے گا۔ یہ پیغام دے کر آنحضرت نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی خاص ناقہ عُصبا پر سوار کرایا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عقب میں ان کو روانہ کردیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حج کی نیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جارہے تھے منزل عرج پر ہم پہنچے۔ مکہ شریف کی راہ پر صحبان پہاڑ کے ساتھ یہ منزل ہے۔ صبح کی نماز کا وقت جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے لیے آگے آچکے تھے۔ لیکن نماز ابھی شروع نہ ہوئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص سواری پر آپہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ امیر بن کر آئے ہو یا کہ مامور؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں مامور ہو کر آیا ہوں۔ مراد یہ تھی کہ امیر الحاج آپ ہی ہیں۔ آپ کے تابع ہوں۔ لیکن فرمان واجب یوں ہے کہ سورۃ براۃ کی آیات میں پڑھ کر سناؤں گا اور وہ احکام بھی جو امن کے ضمن میں لے کر آیا ہوں۔ وہ بھی میں ہی لوگوں تک پہنچاؤں گا۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر مناسب حج ادا کیے گئے۔ ایام حج کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مقررہ خطبہ پڑھا۔ اور مناسک حج سکھائے ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ براۃ کی آیات سنائیں۔

مجمع عام میں اعلان براۃ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ براۃ کی مندرجہ ذیل ابتدائی آیتیں باآواز بلند پڑھ کر سنائیں۔

براۃ من اللّٰہ و رسولہ الی الذین عاھد تم من المشر کین۔

اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں سے عہد کی دستبرداری ہے۔ جن سے تم نے (بلاتعیین مدت) عہد کر رکھا ہے یعنی مشرکوں کے ساتھ کیے گئے عام عہد سے براۃ ہے۔

فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر و اعلموا ان کم غیر معجزی اللّٰہ وان اللّٰہ مخزی الکافرین۔

و اذان من اللّٰہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الا کبر ان اللّٰہ بریٔ من المشر کین و رسولہ فان تبتم فھو خیر لکم و ان تو لیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللّٰہ و بشر الذین کفروا بعذاب الیم۔

اے مشرکو تم چار ماہ تک زمین میں گھوم پھر لو اور یہ جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔ اور بڑے حج کے دن اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہے، پس اگر تم کفر سے توبہ کرلو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم اعراض کرو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور کافروں کو دردناک عذاب کی بشارت دو۔

الا الذین عاھد تم من المشر کین ثم لم ینقصو کم شیئاً ولم یظاھروا علیکم احداً فاتموا الیھم عھد ھم الی مد تھم ان اللّٰہ یحب المتقین۔

Marfat.com

مگر وہ مشرک جن سے تم نے (مخصوص مدت تک) عہد کیا ہوا ہے۔ پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی ہے ان کی مدت تک ان کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو مکمل کرو۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

فاذا انسلخ الا شهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث و جدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰة واتوا الزكوٰة فخلوا سبيلهم ان الله غفور رحيم۔

جب! شہر حرم گزر جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو۔ جہاں تم انہیں پاؤ انہیں پکڑ لو اور باندھ دو۔ اور ہر گھات کی جگہ پر ان کے لیے بیٹھو اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو بے شک اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

وا ن احد من المشركين استجارك فاجره حتى يسمع كلام الله ثم ابلغه ما منه ذالك بانهم قوم لا يعلمون۔

اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اسے پناہ دے دیں تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے امن کی جگہ پہنچا دیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ ایسی قوم ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

كيف يكون للمشركين عهد عند الله و عند رسوله الا الذين عاهد تم عند المسجد الحرام فما استقا موالكم فاستقيمو الهم ان الله يحب المتقين۔

کیونکر ہو سکتا ہے (ان عہد شکن) مشرکوں کے لیے کوئی معاہدہ اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس تو جب تک وہ قائم رہیں تمہارے معاہدے پر تم بھی قائم رہو ان کے لئے بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پرہیزگاروں سے۔

یعنی وہ مشرک جن کا تمہارے ساتھ عمومی عہد تھا کہ وہ تمہیں خوفزدہ نہیں کریں گے۔ اور تم انہیں خوفزدہ نہیں کرو گے نہ حرم میں اور نہ ہی اشہر حرام میں، ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے ہاں کیسے عہد ہو سکتا ہے۔ مگر وہ لوگ جن سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک وعدہ کیا تھا۔ وہ بنو بکر کے قبائل ہیں۔ جو صلح حدیبیہ کی وجہ سے قریش کے ساتھ معاہدے میں شریک ہوئے تھے اس مدت تک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان طے پائی تھی۔ اس وعدہ کو قریش نے ہی توڑا تھا، یہ بنو بکر بن وائل کے خاندان میں سے بنو دیل تھے۔ جو قریش کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہوئے تھے جب بنو بکر کی طرف سے وعدہ کی خلاف ورزی نہ ہوئی تو مدت معینہ تک ان کے وعدہ کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا تو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو بے شک اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے۔

پھر فرمایا:

كيف وان يظهروا عليكم لا يرقبوا فيكم الا ولا ذمة۔

یہ لوگ کیسے رعایت کے مستحق ہو سکتے ہیں اگر وہ مشرک تم پر غالب آ جائیں۔ جن کے ساتھ تمہارا ایک زمانے کے

Marfat.com

لیے عہد نہیں تو وہ کسی قسم اور عہد کا خیال نہ کریں۔

یوم تاسیس:

یوم عرفہ 9ھ گویا دولت اسلامیہ کی تاسیس کا دن ہے۔ ہم نے اس دن کے متعلق سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات کی نقل کی ہیں۔ رسول اکرم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قاصد جناب علی رضی اللہ عنہ کے اس سفر کا مرکزی مقصد ہی یہی تھا۔ جو بہت سی روایات میں منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان آیات کو صرف منیٰ میں ہی نہیں بلکہ بیت اللہ سے واپسی کے بعد ہر منزل پر ان آیات کو دوسروں کے سامنے بار بار بیان کیا۔

آپ سورۃ براۃ کی ابتدائی آیات کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو ہدایات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہیں کہ یہ آیات جدید سلطنت کی تشکیل کی طرف اشارہ ہیں۔

سورۃ براۃ دشمنانِ دین کے پیدا کردہ جنگی ہنگاموں سے پوری طرح فارغ ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ طائف جیسے سرکش و باغی باشندے دامن اسلام میں آنا اپنے لیے باعث عزت سمجھنے لگے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تمام حجاز نے اسلام قبول کیا۔ اسلام کا ڈنکا تہامہ میں بھی بجنے لگا۔ اسلامی علم کے سایہ میں پورا نجد آ چکا۔ خانہ بدوش قبائل اپنے سرداروں کے ماتحت وفود بھیج کر داعی اسلام محمد واحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع کا اقرار کرنے لگے اور ہر ایک نے اسلام کو بحیثیت دین اختیار کر لیا۔ وقت آ گیا کہ نوزائیدہ دولت اسلام ان آیات کی روشنی میں تشکیل پائے۔ اسلامی قوت وسطوت کا مرکز بنے۔ جس کے تمام پیروکار ایک ہی عقیدہ میں منسلک ہوں اور اس مستحکم عقیدۂ توحید کے سارے دین اسلام اور اس دین کے پیروکاروں پر ظلم کرنے والوں کے ہاتھ روک سکیں ضرورت پڑے تو توڑ سکیں۔

اس عظیم ترمہم کی سب سے بڑی قوت ایسے ایمان سے بڑھ کر اور کون سا عقیدہ ہو سکتا ہے۔ جس میں اللہ وحدہٗ لا شریک پر یقین کامل ہو اور انسان اپنی روح کو ایک ایسی سب سے بلند و بالا اعلیٰ وارفع ہستی سے وابستہ سمجھے۔ جس کا کوئی ہمسر نہیں اور اس کے اس عقیدہ کے نتائج میں اسے یہ بھی یقین ہو کہ نہ تو اس پر اس اللہ وحدہ القہار کے سوا کوئی غالب آ سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس اللہ جل شانہ کے سوا اس کے ضمیر پر کوئی قبضہ کر سکتا ہے۔

تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو لوگ اس عقیدہ کے متوازی کوئی عقیدہ وضع کریں۔ نہ صرف یہ ہی بلکہ اس خود تراشیدہ عقیدہ پر جدید حکومت کی بنیادیں رکھنے کا ارادہ بھی رکھتے ہوں۔

"اولئك ، هم الفاسقون ۔"

ایسے افراد فتنہ وفساد اور خون ریزی کروانے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔

فسیحوا فی الارض اربعة اشهر واعلموا انکم غیر معجزی الله و ان الله مخزی الکافرین ۔ (9 : 2)

"سو پھر لو اس ملک میں چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور یہ کہ اللہ رسوا کرنے والا ہے۔ کافروں کو۔"

اگر اس طرح کے فاسق و فاجر لوگ کسی قوم کے عقیدے میں خرابی کا سبب بن رہے ہوں تو انہیں قید رکھ کر اطاعت کے لیے مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو کسی قوم کے عقیدہ سے اجتماعی دشمنی تو رکھتے ہیں

Marfat.com

لیکن اس عقیدے کو نہ تو کوئی نقصان پہنچاتے ہیں اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی سازشیں کرتے ہیں۔ اہل کتاب ایسے لوگوں کی مثال ہے جو جنگ کی بجائے صرف جزیہ ادا کرنے کا تقاضا کیا گیا۔

ان دونوں اقسام کا تعارف ایک ہی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

قا تلوا الذین لا یومنون باللّٰہ و لا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللّٰہ و رسولہ ولا ید ینون دین الحق من الذین او توا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صاغرون۔ (29:9)

لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

اجتماعی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کے بعد سورۃ براۃ کی ان آیات کے مطابق ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں جو انصاف پسند مصنف کی تحقیق کا ماحصل ہوں لیکن ان دیدہ وروں کی کوتاہ نظری کا ماتم کہاں تک کیا جائے۔ لہٰذا دین اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ نکتہ چینی کرنا اپنی تحقیق وجستجو کے لیے بنیادی جز سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ سورہ براۃ کے مرکزی خیال کو ایسی عصبیت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جن کی تصدیق ان کا قابل صد فخر عہد حاضر کا تمدن تو ہرگز نہیں کر سکتا۔ ان کی تحقیق کے مطابق سورۃ براۃ مشرکوں کے لیے بے رحمانہ قتل کی محرک ہے کہ مسلمان انہیں جہاں بھی دیکھ پائیں قتل کر دیں۔ جیسا کہ مستشرقین کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیات مذکورہ تنقید نگاروں کے نقطہ نگاہ سے دعوت اسلام کو ہیبت و جبر سے منوانے کی ترغیب دیتی ہیں۔

یہ استاد مغربی مدرسہ تحقیق وتنقید کے ہیں جو اسلام کے خلاف اس طرح معاندانہ مقدمات مرتب کرتے ہیں کہ ان کے نتائج ان کے اپنے مفروضہ کی تائید کرتے ہوں۔ لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ فن تنقید و بحث کے بنیادی اصولوں سے ناواقف ہیں۔ وہ ان کی تحریروں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ان مستشرقین کی طرف سے سورۃ توبہ اور قرآن حکیم کے حصوں کی تفسیریں خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے اس اسلوب زندگی کے منافی ہیں۔ جو مکارم الاخلاق سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغاز بعثت سے لے کر تادم آخر تاریخ کی پیشانی پہ بے داغ درخشندہ وتاباں ہے۔

موجودہ تمدن کے خدوخال:

معلم علم وحکمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی یا دین اسلام کی دعوت کے نتیجہ میں جس تمدن نے نسل انسانی کو پائیدار امن وسلامتی بخشی امن پرور اقدار بخشیں، اس کا اس دور حاضر کے تمدن سے تقابلی جائزہ کیا جائے حریت رائے آج کے تمدن کی بنیاد بتائی جاتی ہے۔ ایسی آزادی رائے جس کی کوئی حد نہیں بالکل بے لگام ہے۔ ایک یا دو بلکہ گنتی کے آخری عدد تک کی تعریفوں کے باوجود کوئی خاص تعریف معین نہیں سوائے اس کے کہ وقت کا قانون خود اس آزادی رائے کی تعریف متعین کرے۔

Marfat.com

یہ کہا جاتا ہے کہ طاقتور ظالم پنجوں سے آزادی رائے کمزور کو نجات دلا سکتی ہے ہر وقت لوگوں کو ایثار و قربانی کے لیے اس نعرہ کو بنیاد بنا کر آزادی رائے کی حفاظت کے لیے آمادہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر آزادی رائے کی حدود اور تعریف کا تجزیہ اور تحقیق کا ختم نہ ہونے والے سلسلہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ تاکہ عوام اس چکر میں چکرائے رہیں، ہوش وحواس قائم نہ ہونے پائیں۔

جن مستشرقین کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی آزادی رائے پر فخر وغرور کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں پر الزام دھرتے ہیں کہ اسلامی عقیدہ کے مطابق جو لوگ اللہ جل شانہ اور آخرت پر ایمان نہ لائیں ان کے خلاف جنگ کرنا ایسا تعصب ہے۔ جو عقیدہ کی آزادی کے خلاف ہے۔ ریاست کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کے ساتھ ایسی روح فرسا سختیاں کی جاتی ہیں۔ جن کے مقابلہ میں مسلمانوں نے جو سلوک مشرکین کے ساتھ روا رکھا ہے۔ وہ صرف اتنا ہے کہ ان سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن موجودہ تمدن نے اپنے خلاف عقیدہ رکھنے والوں پر ہزار گنا زیادہ دباؤ ڈال رکھا ہے۔ آج کا یورپ جو تہذیب وتمدن کا لالہ زار کہلاتا ہے۔ جس کی پشت پناہی کے لیے امریکہ جیسا حریت نواز ملک کمربستہ ہے اور جنوب میں پورا ایشیا اور مشرق اقصیٰ اس کی امداد میں سربکف نظر آتا ہے۔ ان سب سے مل کر بالشویک روس سے وہ جنگ لڑی جس کی ہلاکت آفرینی کے سامنے شاید سورۃ اسرافیل بھی کچھ نہ ہو۔ اتنی بڑی لڑائی صرف روس کے اس عقیدے کو کچلنے کے لیے نہ تھی کہ تقسیم اموال میں بالشویک نظریہ یورپ اور امریکہ کے ان مدعیان تہذیب کے عقیدہ سرمایہ داری کے خلاف ہے یا اس کے سوا کوئی اور بنائے مخاصمت ہے۔

مغرب میں برہنہ رہنے کی منظّم انجمنیں:

ایسی منظم جماعتیں یورپ کے کئی شہروں میں ہے۔ ان کا ایمان ہے کہ جس طرح عقیدے کی آزادی پر کوئی پابندی نہیں اسی طرح جسم کی آزادی بھی ہر قسم کے محاسبہ اور پابندی سے آزاد رہنے کی مستحق ہے۔ جنسی ملاپ کی زیادتی ان کی تحقیق کے مطابق معیوب ہے۔ اور اس کا علاج یہ ہے کہ جسم پر پہنے ہوئے لباس کا غلاف اتار کر پھینک دیا جائے۔ لباس کا غلاف جس قدر زیادہ تنگ ہوگا۔ اسی قدر جنسی خواہشات میں اور زیادہ اضافہ ہوگا۔ لہٰذا ننگا رہنا بھی اس خوف ناک بیماری کا علاج ہوسکتا ہے۔ بعض شہروں میں مخصوص قسم کے محل ان جماعتوں نے بنا رکھے ہیں۔ جہاں مرد اور عورتیں مکمل آزادی سے ان محلوں میں ننگے رہتے بستے ہیں اور بے حیائی کی تعلیم عام دی جاتی ہے۔

اب آزادی رائے کا ردعمل مخالفین کا ملاحظہ کریں۔ کچھ دن تو اس برہنگی کو دیکھتے رہے۔ لیکن جب دیکھا کہ برہنگی کا عقیدہ رکھنے والے اپنے نظریہ کی تبلیغ کرنے لگے تو "آزادی رائے" کے تحفظ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان تمام محلات کو مقفل کر دیا گیا۔ اور ایسے لوگوں کو اس حد تک بے بس کر دیا کہ اس برہنگی کے نظریہ کو قانونی تمدن کے خلاف قرار دے دیا گیا۔

جیسا کہ مغرب میں سفید فام باشندوں کی خرید وفروخت اور گھر بار والی عورتوں کے بیوپار کے خلاف خون ریز جنگیں ہوئیں۔

جس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمایا شرک محض بتوں کی پوجا پاٹ ہی

Marfat.com

تک جلوہ آرانہ تھا۔ میں تو کہوں گا۔ اگر یہاں تک بھی ہوتا تھا تو بھی اس کے خلاف جہاد اس لیے ضروری تھا کہ آخر انسان خالق کائنات کا سب سے عظیم شاہکار تعمیر کے سامنے پیشانی رگڑ کر اپنی توہین کا آپ مرتکب کیوں ہو؟

لیکن خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تو شرک اپنے دامن میں عقائد و اعمال کے بڑے ہی عجیب و غریب نمونے کے لیے بت کدوں میں براجمان تھا۔ ایسے اعمال اور عقیدہ کے ساتھ جو نہ صرف بردہ فروشی کے مقابلہ میں انتہائی کمتر ہیں۔ بالشویک عقیدہ تقسیم دولت کے سامنے حقیر و ذلیل نظر آتا ہے۔ بلکہ موجودہ بیسویں صدی میں بعض دوسرے مجلسی نظام کے مقابلہ میں بدترین اور گھناؤنی دکھائی دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینا، بیوہ کو زندہ جلا دینا وغیرہ وغیرہ۔ بالفرض ایک قوم ایسے برے اخلاق کو معاشرت کا حصہ قرار دے چکی ہو۔ اور اب یہ بداخلاقی دوسری قوموں پر اثر انداز ہونے کے لیے پر تول رہی ہو تو ایسی صورت میں ارباب اختیار ایسے عناصر کے خلاف اعلان جنگ کر دیں۔

خاتمہ بحث:

سورۃ براۃ کی ابتدائی آیات پر مستشرقین کی نکتہ چینی کتنی بے معنی ہے۔ اسلام جیسی موحدانہ دعوت کے مقابلہ میں شرک اور مشرکین جب دونوں مل کر نبرد آزما ہو جائیں۔ انسانی فطرت کے مطابق نظم و نسق کے حامل نظام سے ٹکرانے لگیں۔ تو ان کے خلاف اعلان جنگ حمایت حق میں ضروری ہو گا یا نہیں؟

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی وہ معاشرہ شرک اور بت پرستی کی بری عادتوں میں مبتلا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی شخصیت تھی کہ بعثت کے ابتدائی تیرہ سال میں پیش آنے والی مشکلات واذیتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور ان کی زبان پر شکوہ و شکایت کا کوئی بھی حرف نہ آیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طرز احسن اسوۂ حسنہ میں بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ایسے حالات پیدا نہیں ہونے دیئے جس سے انسانیت کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے البتہ جہاں کہیں مسلمانوں پر ظلم و تشدد کیا گیا۔ تو اس کی مدافعت کے لیے اقدامات کئے گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ مدافعت اِس عقیدے اور دعوت کی محافظ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کی اشاعت کے لیے اور برائیوں کا خاتمہ کرنے کے لیے بہت سے اقدامات کئے۔ اور ایک ایسا نظام زندگی مرتب کیا جو ہر لحاظ سے بہتر تھا۔ جب تک صرف اللہ تعالیٰ ہی کے دین کو غلبہ ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان براء ۃ من اللّٰہ و رسولہ الی الذین عاھد تم من المشرکین فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر) کے بعد ریاست میں مندرجہ ذیل قوانین کے نفاذ کی وضاحت کر دی گئی۔

☆ لا یدخل الجنۃ کافر۔
کافر جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

☆ لا یحج بعد العام المشرک۔
شرک کرنے والا حج نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

☆ ولا یطوف بالبیت عریاناً۔

برہنہ ہو کر طواف کعبہ نہیں کیا جا سکتا۔ جس کا نتیجہ ریاست میں یک جہتی نظام کے لیے بے انتہا مفید ثابت ہوا۔ قبائل میں اعلام کے بعد یمن، مرہ، بحرین اور یمامہ کے وہ لوگ بھی اسلام میں شامل ہو گئے جو اب تک تردد یا شکوک میں مبتلا تھے۔

عامر بن طفیل کا حشر:

سوائے ان گنتی کے مغرور اور خود سر لوگوں کے جنہیں ان کی خودسری نے بہکا رکھا تھا اور اپنی جاہلیت نخوت اور غرور کے سہارے اپنی سرداری کے سایہ میں جی رہے تھے۔ انہیں میں سے ایک متکبر انسان نما شیطان عامر بن طفیل بھی تھا۔ جو اپنے قبیلہ کا باری کے اعتبار سے چوتھا رئیس تھا۔ اربد بن قیس، خالد بن جعفر، حیان بن مسلم بن مالک عامر بن طفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن جب عامر بن طفیل بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روبرو ہوا تو غرور میں اکڑ گیا۔ ریاست میں اپنے وقار پر وثیقہ طلب کرنے پر اتر آیا۔ گویا مجھے ریاست کا امیر مان لیا جائے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلقین سے اسے دامن رحمت میں آنے کی بہت دعوت دی۔ مگر وہ بدنصیب نہ مانا۔ یہ کہتا ہوا نکلا کہ دیکھنا میں اس شہر کو پیدل اور سوار فوج سے کس طرح کھنڈر میں بدل دیتا ہوں۔ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھیو۔

عامر ابھی مدینہ کی حدوں کو بھی پار نہ کر پایا تھا کہ بدبخت بیمار پڑ گیا، گردن پر طاعون کا پھوڑا نکل آیا۔ راستے میں بنو سلول کی ایک عورت کے گھر میں آ گرا۔ اور اسی گھر میں ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ مرتے وقت اس کی زبان پر یہ کلمہ تھا۔ اے برادران بنو عامر یہ پھوڑا تو اونٹ کی گردن پر نکلا کرتا ہے۔ میرے مقدر میں بھی اس سے مرنا لکھا ہے۔

قبیلہ بنو عامر کا دوسرا متکبر اربد بن قیس:

یہ بھی اسی وفد میں شامل تھا۔ جو رحمت و برکت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ کر بھی محروم رحمت و برکت لوٹا۔ ایک روز وہ اپنا اونٹ بیچنے کے لیے گھر سے نکلا تو بجلی گری اور اربد بن قیس کو جلا کر راکھ کر گئی۔ لیکن عامر اور اربد دونوں اپنے قبیلہ کو دین اسلام کو قبول کرنے سے روک نہ سکے۔

مسیلمہ کذاب:

عامر بن طفیل اور اربد بن قیس دونوں سے زیادہ بدانجام اور آفت رسیدہ مسیلمہ بن حبیب تھا۔ جو تہامہ میں بنو حنیفہ کے وفد میں آیا۔ لیکن خود شہر سے باہر اپنے ہمراہیوں کے سامان کی چوکیداری کے لیے رہ گیا۔ دوسرے افراد بارگاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو گئے۔ سب کے سب مشرف باسلام ہو گئے۔ انعامات بھی پا گئے۔

بنو حنیفہ نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے وفد کے ساتھی مسیلمہ کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے بھی برابر کا عطیہ بخشا اور فرمایا۔

"وہ بھی مرتبہ میں تم لوگوں کے مساوی ہے۔" اس سے کہ سامان کی چوکیداری مرتبہ میں کمی کا سبب نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

لیکن بد بخت مسیلمہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنا۔ تو اس نے متوازی نبوت اور وحی کا دعویٰ کرتے ہوئے خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رسالت میں شراکت کا پیغام بھیج دیا۔ اور اپنے وحی کے نمونہ میں یہ جملے زبان سے ادا کیے۔

لقد انعم اللّٰہ علی الحبلی فخرج منہا نسمتہ تسعی من بین صفاق و حشاء۔

اللہ تعالیٰ نے زنِ حاملہ کو کیا نعمت عطا فرمائی۔ اس کے بطن سے زندہ بچہ پیدا فرمایا جو چلنے پھرنے لگا۔

وفود:

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں چاروں طرف سے جتنے وفود آتے ان میں ہر قبیلہ کا کوئی ایک معزز سردار ہوتا۔ مثلاً عدی بن حاتم، حضرت عمرو بن معدی کرب! البتہ حمیر کے نوابوں نے اپنی طرف سے قبول اسلام کا ایک تحریری وثیقہ اپنے سفیر کے توسل سے پیش کیا۔ جو قبول فرما لیا گیا۔ اور انہیں بارگاہ رسالت سے شریعت کے احکامات تحریری طور پر بھیج دیئے گئے۔ یہ جنوب ملک یمن کا علاقہ تھا۔ جب پورے یمن میں اسلام پھیل گیا تو داعی اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقین اسلام میں سے کچھ لوگوں کو یمن بھیجا جو نو مسلموں کو دین اسلام کے عقیدہ اور مسائل کی تعلیم و تربیت دیتے۔

عرب قبیلوں کے وفود اور ان کے نام:

مزینہ، اسد، تمیم، عبس، فزارہ، مرہ، ثعلبہ، محارب، سعد بن بکر، کلابہ، رواس بن کلاب، عقیل بن کعب، جعدہ، قشیر بن کعب، بنی البکاء، کنانہ، اشجع، باہلہ، سلیم، ہلال بن عامر، عامر بن صعصعہ، ثقیف۔

ربیعہ کی طرف سے:

عبدالقیس، بکر بن وائل، تغلب، حنیفہ، شیبان۔

خطہ یمنیہ:

طے، تحبیب، خولان، جعفی، صداء، مراد، زبیدہ، کندہ، صدف، خشین، سعد ہزیم، بلی، براء، عذرہ، سلامان، جہینہ، کلب، جرم، ازد، غسان، حارث بن کعب، ہمدان، سعد العشیرہ، عنس، الدارمین، الرھادمین۔

از بنو مذحج:

غامد، نخع، بجیلہ، خثعم، اشعریین، حضر موت، ازد عمان، غافق، بارق، دوس، ثمالہ، حدان، اسلم، جدام، مہرہ، حمیر، نجران، جیشان، غرض عرب میں اب کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا۔ جس نے بت پرستی چھوڑ کر دین اسلام قبول نہ کیا ہو۔ مدینہ منورہ میں جو وفد بھی آیا۔ بغیر کسی تحکم جبر اور تشدد کے آیا اپنے دل سے اطاعت رسالت علیہ السلام کے لیے آیا۔ نہ کسی قبیلہ پر دباؤ ڈالا گیا نہ کشت و خون کیا گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

علالت سے وصال تک

اس سے قبل آپ جان گئے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج فرماتے ہوئے احکام دین کی تعلیم فرمائی تھی اور ازاں بعد دُنیا اپنے وصال کی طرف بھی اشارہ فرمادیا تھا۔ اور اس طرح مسلمانوں کو وداع فرمایا تھا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ شاید اگلے سال تم میں نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اور یہ آیت بھی اس ضمن میں اشعار فرمائی ہے۔ الیوم اکملتُ لکُمْ دینکم وَاتممت عَلَیْکُمْ نعمتی علاوہ ازیں ایامِ حج میں منیٰ میں یہ آیت نازل ہوئی تھی اذا جاءَ نصر اللّٰہ والفتح اس آیت کے نزول کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ گویا تم مجھے یہ خبر بھی دیتے جا رہے ہو کہ اب مجھے اس جہان سے رُخصت ہونا چاہیے تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آپ غمگین نہ ہوں وَللآخِرَۃُ خیرٌ لَکَ مِن الاولی ازاں بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امورِ آخرت میں جدوجہد کرنا شروع کردیا۔ یہ سورۃ مبارک جب نازل ہوچکی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی حمد تقدیس کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ فرمایا گیا۔

فسبح بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاستغفرہُ اِنَّہُ کَانَ تواباً۔

اور آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات رہا کرتے تھے۔ سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اللّٰھُمَّ اغفرلِیْ اِنَّکَ اَنتَ التَّواب الرحِیْم ۔صحابہ کرامؓ نے گزارش کی یارسول اللہ! اکثر اوقات یہ کلمات آپ کی زبان مبارک پر جاری رہتے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے عالم بقا کی جانب بلایا ہے۔ اور مجھے حکم فرمایا گیا ہے کہ میں تسبیح اور حمد اور استغفار کروں۔

اور آپ رونے لگے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ موت کے پیش نظر روتے کیوں ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گذشتہ اور آئندہ تمام گناہ بخش دیئے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔ فَاَیْنَ اَوَّلُ المطلع وَ اَینَ ضیق القبر و ظُلمَۃُ اللحد و اَیْنَ القیامَۃِ وَ الاَھْوالُ آپ کا یہ ارشاد اپنی اُمت کو تنبیہ کرنے کے لیے تھا۔ کہ اُمت کا ان بلاؤں اور مشقتوں میں سے گزرہونا ہے۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال تو اس سے کہیں اعلیٰ وارفع اور بلند و بالا ہے۔

ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ایک ماہ پہلے ہی اپنی رحلت کی خبر دے دی تھی۔ آپ نے خواص صحابہ کرامؓ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پر طلب فرمایا۔ آپ ہمیں دیکھ کر رونے لگے۔ آپ کا صحابہ کو سامنا ہونے والا تھا۔ اور آپ نے فرمایا مرحباً لکُمْ وَحَیا کُمُ اللّٰہُ با لسَّلامِ حَفِظَکُمُ اللّٰہ صَبَّرَ کم اللّٰہُ نصَرَ کُمُ اللّٰہُ وَرَفَعَکُمُ اللّٰہُ ظاہری طور پر یہ دعا صحابہ کرام کے لیے ہے لیکن حقیقت

Marfat.com

میں ساری اُمت کے حق میں ہے اور تمام اُمت کو اس دعا میں شامل فرمایا گیا ہے اور شریعت کے تمام خطبات بھی اسی طرح ہیں کہ تغلیب حاضر ہو غیب ہے اور آنحضرت نے ارشاد فرمایا میں تم کو تقویٰ اور خدا سے خوف کھانے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور تم تمام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اپنا خلیفہ بناتا ہوں۔ اور تم کو میں اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب سے بھی ڈراتا ہوں اس لیے کہ میں تم میں نذیر و مبین کی حیثیت سے ہوں۔ اور چاہیے اللہ تعالیٰ کے بندوں اور شہروں میں تم اللہ تعالیٰ پر علو و عتو او تکبر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تلکَ لدّار الاخرة نَجعَلُھَا لِلّذِ یْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ علواً فی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

مدعیان نبوت:

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وصال شریف اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے۔ تو بعض شقی اور جاہل لوگوں کو نبوت کے دعویدار ہونے کی سوجھی۔ یہ لوگ مسیلمہ بن شہامہ، اسود بن کعب عنسی، طلیحہ بن خویلد اسدی اور ایک عورت سجاح بنت الحارث بن سوید تمیمیہ تھے۔

طلیحہ بن خویلد اسدی:

بنو اسد سے طلیحہ بن خویلد تھا اس کا خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ہوا تھا اور اس نے ترقی کی تھی۔ ایک شخص عیینہ بن حصن فزاری بنو فزار قبیلہ کا آدمی تھا۔ یہ وہی عیینہ ہے جس کا ذکر قبل ازیں غزوہ حنین کے تذکرہ بھی ہو چکا ہے یہ بعد میں مرتد ہوا۔ اور طلیحہ کے ساتھ مل گیا تھا۔ طلیحہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ اس پر جبریل علیہ السلام نازل ہوتے اور وحی لاتے ہیں۔ اس کا اولین استدراج جو لوگوں کی گمراہی کا باعث بنا یہ تھا کہ ایک دن جبکہ اپنی قوم کے ہمراہ یہ سفر کر رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھ نہیں رکھتے تھے۔ پیاس لگی۔ تو طلیحہ نے کہا۔ ار کبوا اعلالاً وّ لائی امیالاً تجد و ابدالاً گھوڑوں پر سواری کرو۔ اور چند میل تک سفر کرو۔ تو تم کو پانی مل جائے گا۔ پس پانی دستیاب ہو گیا۔ پس بدیں سبب بدوی لوگ فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بارے میں خبر ہوئی۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک ترتیب دستہ دے طلیحہ کے خلاف روانہ کیا حضرت خالد چلتے چلتے قبیلہ طے میں آپہنچے اور اپنا لشکر آپ نے پہاڑوں کوہ مسلمیٰ اور کوہ اجاہ کے درمیان میں اُتارا۔ گرد و نواح کے مسلمان قبیلے بھی آ کر ان کے ساتھ مل گئے۔ اس طرح سب نے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی۔ فرازہ کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ عیینہ بن حصن بھی اس کے کذب سے آگاہ ہو گیا اور وہ بھی فزار کے ساتھ فرار ہو گیا طلیحہ واپس آ کر مسلمان ہوا۔ بعد میں یہ جنگ نہاوند میں شہادت سے سرفراز ہوا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مسیلمہ اور اسود عنسی:

ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد حیات میں اپنی اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ مسیلمہ کو تو اپنے جھوٹ پر اتنا اعتماد تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اپنا سفیر بھیجنے کی جرأت کر بیٹھا اور خط لکھا۔

Marfat.com

من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اما بعد
فانی قدا شترکت فی الأمر معك و ان لنا نصف الا مرو القریش نصف الا مر
ولیس قریش قومًا یعدلون

یہ خط اللہ کے رسول مسیلمہ کی جانب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہے۔ ہم اس منصب رسالت میں ہم برابر شریک ہیں۔ آدھا اختیار اقتدار آپ کا ہے اور آدھا اختیار اقتدار میرا ہے۔ اگرچہ قریش کی طرف سے انصاف کی توقع ناممکن ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) الی
مسلیمة الکذاب والسلام علی من اتبع الهدی و اما بعد فان الارض للّٰه یورثها من
یشاء من عباده والعاقبة للمتقین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ گرامی نامہ اللہ تعالیٰ کے رسول کل عالم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف سے بنام مسیلمہ کذاب۔ سلامتی کا صرف وہی شخص مستحق ہے جو صداقت کا پیروکار ہو۔ ملک سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے سلطنت بنا دیتا ہے، انجام بخیر کا انحصار پرہیزگاری پر ہے۔

مسیلمہ کے دو قاصد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اگر سفیروں کا قتل جائز ہوتا تو میں ان دونوں کو قتل کر دیتا۔

اسود عنسی کا حشر:

اس کا مکمل حال اس طرح ہے کہ ابنائے فارس میں سے باذان کسریٰ ایران کی طرف سے یمن کا حاکم تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام کی توفیق دی اور وہ مسلمان ہوگیا۔ آنحضرت نے باذان کو بدستور صنعاء میں یمن کی حکومت پر برقرار رکھا۔ وہ فوت ہوا تو آنحضرت نے اس کی مملکت کو تقسیم فرما دیا۔ کچھ حصہ اس کے فرزند شہر بن باذان کو عطا کیا۔ کچھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا اور کچھ حصہ پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکمران مقرر فرمایا۔ جیسے کہ اس سے پہلے بھی یہ ذکر ہو چکا ہے۔ اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور اس نے اپنی فوج سے اہل صنعاء پر غلبہ پالیا۔ اور صنعاء کی مملکت کو اپنے قبضہ میں لے آیا۔ اور اس نے شہر بن باذان کو بھی قتل کر دیا۔ اور اس کی بیوی مرزبانہ کی خود خواستگاری کی۔ اس علاقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عامل مزدہ بن مسیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمام حالات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لکھ بھیجے۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریٰ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما متفقہ مشورہ کر کے حضر موت جا چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ نے اس جماعت کو لکھا کہ تم اکٹھے ہو کر جیسے بھی ممکن ہوا سود عنسی کے فساد و شر کی جڑ اکھاڑ دو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ تمام فرمانبردار لوگ مجتمع ہو گئے۔ اور انہوں نے مرزبانہ کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے والد اور خاوند کے قاتل اسود عنسی کے ساتھ تم زندگی کس طرح بسر کر سکو گی۔ اس نے جواب بھیجا کہ میں اس ملعون کو سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہوں میں نے مسلمانوں کی جماعت کو پیغام بھیجا کہ جیسے بھی ممکن ہو سکے۔ اس ملعون کو ختم کرنے کی تدبیر سوچو۔ پس مرزبانہ نے ایک آدمی فیروز دیلمی اور دوسرے آدمی دادولہ کو تیار کیا کہ وہ

Marfat.com

دوران شب دیوار پھاڑ کر اسود عنسی کی خوابگاہ میں جائیں اور اس کو قتل کر دیں۔ یہ فیروز دیلمی مرزبانہ کے چچا کا بیٹا تھا اور نجاشی کا بھانجا تھا۔ یہ 10ھ میں حاضر ہو کر اسلام لایا تھا۔ پس اس مقررہ شب کو مرزبانہ نے اسود کو خالص شراب خوب زیادہ پلائی۔ حتیٰ کہ وہ سرمستی میں سو گیا اس کے دروازہ پر ایک ہزار پہرے دار مقرر کر رکھے تھے۔ فیروز دیلمی نے کچھ آدمیوں کے ساتھ دیوان خانہ میں نقب زنی کی اور بدبخت ملعون کا سر اُڑا دیا۔ یہ اس طرح ذبح کیا گیا تو اس کے منہ سے یوں آواز نکلی جیسے کہ کوئی گائے ڈکراتی ہے یہ آواز سن کر پہرے دار اس کی طرف لپکے تو مرزبانہ فوراً نکلی اور ان کے سامنے آ کر کہنے لگی خبردار کوئی آگے نہ بڑھے تمہارے نبی پر وحی کا نزول ہوا ہے۔ خاموش رہو۔

اگلی صبح موذن کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اذان دیتے ہوئے۔ اشھد انّ محمّدِ الرسول اللہ پڑھنے کے بعد اَشْهَدُ اَنَّ عَلَيْهِ كَذَّابُ پڑھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاملوں نے یہ خبر آنحضرت کو بھیجی لیکن جب یہ خبر مدینہ شریف پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال پا چکے تھے۔

لیکن آنحضرت کو رحلت فرمانے سے ایک دن اور رات پیشتر بذریعہ وحی یہ خبر مل چکی تھی اور آپ نے فرما بھی دیا تھا کہ اسود عنسی آج کی رات ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے اہل بیت میں سے ایک مرد.......... نے اس کو قتل کیا ہے۔ اس آدمی کا نام فیروز ہے اور آپ نے فرمایا ''فاز فیروز'' یعنی فیروز کامیاب ہوا۔

سریہ اسامہ بن زید بن حارثہ:

سریہ زید بن اسامہ سلسلہ غزوات وسرایا کی آخری کڑی ہے۔ یہ فوج سوموار کے دن بمطابق 26 ماہ صفر 11ھ کو دیار روم میں موتہ کی طرف بھیجی گئی۔ وہاں حضرت زید کے والد شہید ہوئے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر لشکر کشی کے لیے بھیجا تا کہ یہ عجلت سے وہاں پہنچیں اور ان کے گھروں کو آگ لگا دیں۔ اور ان کو خبر ہونے سے پیشتر ان کے سروں پر جا نکلیں۔ لشکر روانہ ہونے سے قبل جاسوسوں کو بھیجیں اور رہبروں کو اپنے ہمراہ لے لیں۔ ابھی یہ تیاریاں جاری تھیں۔ جبکہ مورخہ 28 صفر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار پڑ گئے اور بخار اور دردسر میں مبتلا ہو گئے۔ اگلے دن باوجود بیماری کے آنحضرت نے اپنے دست اقدس سے جھنڈا تیار کر دیا۔ اور آپ نے فرمایا۔ اِغزُ بِسْمِ اللّٰهِ وَ فی سبیل اللّٰهِ فقاتِل مَنْ كَفَرَ باللّٰهِ ۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے علم تھام لیا۔ اور مدینہ شریف سے باہر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے یہ جھنڈا حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ اور ان کو لشکر کا علمبردار بنایا۔ آپ نے جرف کے مقام پر قیام کیا۔ تا کہ وہاں پر اسلامی لشکر اکٹھا ہو جائے۔ جرف کا مقام مدینہ شریف کے قریب ہی ہے۔ جرف کے معنی ہیں کھود کر پانی نکالنا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمادیا کہ حضرت ابوبکر، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین، سعد بن ابی وقاص اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم وغیرہ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام ہی حضرت زید کے ساتھ روانہ ہوں۔ کچھ لوگوں کو یہ چیز کھٹکتی تھی کہ اکابر مہاجرین اور ان کبار پر ایک غلام کو امامت دی گئی ہے۔ اس طرح کی باتیں ذاتی قسم کی مجالس میں کی جانے لگیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باتیں سنیں تو آپ کی طبع مبارک پر بوجھل محسوس ہوئی۔ آپ کو غصہ آ گیا۔ اگرچہ بخار اور دردسر کا عارضہ تھا۔ پھر بھی آپ نے اپنی پیشانی مبارک پر ایک پٹی باندھ لی اور باہر نکلے۔ اور آپ نے منبر پر جلوہ

Marfat.com

افروز ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! تم اُسامہ کو اپنے اوپر امیر بنائے جانے سے انحراف کرتے ہو اور چہ میگوئیوں میں لگے ہوئے ہو، غزوہ موتہ میں ان کے والد کو امیر مقرر کیا تھا۔ تو اس وقت بھی تم نے اعتراضات کئے تھے۔ خدا تعالیٰ کی قسم! وہ امارت کے مستحق ہیں۔ اور لائق ہیں اس مرتبہ کے۔ اور ان کا باپ بھی امارت کا سزاوار اور حقدار تھا۔ میرے نزدیک لوگوں میں زید بڑے محبوب تھے اور ان کے بعد ان کا بیٹا اُسامہ بھی لوگوں میں بہت مقبول و محبوب ہیں دونوں کے بارے گمان اچھا ہے۔ ان کے بارے میں اب تم لوگ میری یہ وصیت قبول کرو۔ وہ وصیت یہ ہے کہ تم میں اخیار میں سے وہ ہیں۔ پھر آپ منبر شریف سے اترے اور اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ قبل ازیں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل غزوہ موتہ کے حالات میں مذکور ہو چکے ہیں۔

سریہ اُسامہ بن زید کا واقعہ 10 ربیع الاول کا ہے۔ اس روز حضرت اسامہ کے ساتھ جانے کے لیے مقرر شدہ جماعتیں گروہ در گروہ آ کر ان کے ساتھ لشکر گاہ میں شامل ہو رہی تھیں۔ اور دوسرے دنوں کے مقابلہ میں اس روز آنحضرت سے اجازت لے کر اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو جائیں۔ آ کر آنحضرت کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ اپنے سر کو جھکایا اور آنحضرت کا سر مبارک اور ہاتھ مبارک چومے آنحضرت بوجہ شدت مرض بول نہ سکتے تھے۔ پھر بھی آپ نے اپنا ہاتھ مبارک پہلے آسمان کی طرف بلند فرمایا پھر اسے اسامہ پر اتارا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں وہ میرے حق میں دعا فرما رہے تھے۔ ازاں بعد آنجناب کے حجرہ اقدس سے نکل کر حضرت اسامہ اپنی لشکر گاہ کی طرف آئے اور فوج کو کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور اسامہ خود سوار ہونے ہی والے تھے جب کہ ان کی والدہ کا پیغام آ پہنچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزع کی حالت میں ہیں۔ اس پر اسامہ اور دیگر اشراف صحابہ واپس آ گئے۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابرین صحابہ ابھی مدینہ شریف ہی میں تھے۔ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازہ مبارک پر نصب کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے فراغت ہوئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ہو گئی تو حکم دیا گیا کہ جھنڈا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ پر نصب کر دیا جائے تا کہ آنحضرت کا مقرر فرمودہ لشکر اپنی منزل کی طرف جائے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے جاری کردہ حکم کا باقاعدہ نفاذ ہو جائے۔ پس حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور مقام جرف پر قیام پذیر ہو گئے تا کہ وہاں لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ اس دوران قبائل عرب کے مرتد ہو جانے کی خبریں مدینہ میں آنے لگیں۔ کچھ لوگ یہ مشورہ دیتے تھے کہ لشکر اسامہ کی روانگی موقوف رکھیں۔ تا آنکہ مرتدین سے اطمینان حاصل ہو جائے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ جب مرتدین کو پتہ چلے کہ طاقت ور فوج تو مدینہ سے باہر جا چکی ہے تو وہ مدینہ پر حملہ کر دیں اور اہل مدینہ سے محاربہ کریں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ رائے قبول نہ فرمائی۔ انہوں نے فرمایا اگر یہ مجھے پتہ چل جائے کہ لشکر اسامہ کو بھیج دینے سے مرتدین مجھے اپنا لقمہ بنا لیں گے۔ پھر بھی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں سمجھوں گا۔ لیکن تم صرف اتنا کرو کہ اسامہ سے درخواست کرو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہنے کی اجازت دے دیں۔ ربیع الثانی کے آخر پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے اور وہاں کے لوگوں کو مغلوب مفتوح کیا۔ اور بہت سے لوگوں کو قتل بھی کیا۔ کچھ درخت گھر اور باغات کو نذر آتش

Marfat.com

کر دیا۔ اپنے والد کے قاتل کا سر اڑایا۔ اور کثیر غنائم کے ساتھ لوٹے۔ اس سفر میں کل چالیس دن لگے۔

رسول کریم ﷺ کی جنت البقیع میں تشریف آوری:

علالت کی پہلی شب میں عجیب اتفاق پیش آیا۔ شدت مرض سے مزاج ماؤف ہو گیا اور آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی۔ گرمی کا موسم تھا۔ اس پر بادنسیم کے خوشگوار جھونکے، شہر سے باہر کھلے میدان میں تشریف آوری کا رجحان بڑھ گیا۔ اپنے خدمت گار ابومویہبہ کو مشایعت میں لے کر دولت کدہ سے باہر تشریف لے آئے۔ معلوم ہے آنحضرت ﷺ نے کس جانب کا رخ فرمایا؟ گورستان بقیع میں تشریف لائے جو شہر (سے باہر) مسلمانوں کی آخری آرام گاہ ہے۔ جس کے وسط میں آ کر اہل قبور سے ان الفاظ میں خطاب فرمایا

السلام علیکم یا اهل المقابر! المهنی لکم ما اصبحتم فیه مما اصبح الناس فیه اقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم یتبع آخرها اولها و الاخرة شر من الاولی۔

''اے اصحاب قبور، تم پر سلامتی ہو! جو بھی تمہاری حالت ہے اس پر خوش رہنے سے جی نہ چراؤ۔ یہ سب کے ساتھ یکساں ہے۔''

''دیکھو! فتنے اس طرح تو بہ تو چلے آ رہے ہیں جیسے اندھیری رات میں تاریکی کے پردے۔ ایک کے بعد دوسرا ور دوسرے کے بعد تیسرا جن میں سے ہر دوسرا پردہ اپنے پہلے سے زیادہ خوفناک ہے۔''

اس روایت میں (جناب) ابومویہبہ (غلام) نے یہ بھی فرمایا کہ جب وہ (آنحضرتؐ کی مشایعت میں) بقیع کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا:

الی امرت ان استغفر لا هل هذا البقیع فانطق معی۔

''بقیع میں مدفون موتی کے لیے مجھے دعائے مغفرت پیش کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اے ابومویہبہ! تم بھی میرے ہمراہ گورستان تک چلو۔''

اور جب اس دعا سے فارغ ہوئے تب ابومویہبہ سے فرمایا:

الی قد اوتیت مفاتیح خزائن الدنیا والخلد فیها ثم الجنة! فخیرت بین ذالك و لقاء ربی الجنة۔

''اللہ نے مجھے دنیا کے خزانے اور زندگانی جاوید ہر دو۔ یا ان کے مقابلہ میں جنت! کسی ایک پہلے کے پسند کرنے کا اختیار فرمایا مگر میں نے اس دنیا کے خزانوں اور حیات دائمی کے مقابلہ میں اپنے رب کی ملاقات اور جنت پر اکتفا کر لیا ہے۔''

جس شب میں آنحضرتؐ نے گورستان بقیع میں موتی کے لیے دعا فرمائی اس شب کی صبح کو مرض نے اور شدت اختیار کر لی۔ مسلمان گھبرا اٹھے اور جیش اسامہ بھی اس افراتفری میں جہاں (مقام جرف میں) تھا وہیں پڑا رہا۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض مورخین ابومویہبہ کی روایت کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایسے حضرات کا اعتراض یہ ہے کہ جیش اسامہؓ کا توقف کا سبب آنحضرت ﷺ کی علالت نہ تھی بلکہ اکابر مہاجرین و انصار اسامہؓ کی نوعمری کی وجہ

Marfat.com

سے ان کی قیادت پر خفا تھے۔ایسے مورخین کے پیش نظر وہ واقعات ہیں جو فصل ھذا میں قارئین کے ملاحظہ سے گزر چکے ہیں۔کہنا یہ ہے کہ اگر ہم ایسے مورخین کی (اس) رائے پر تنقید نہ کریں جس (رائے) کا مبنی ابومویہبہ کی روایت ہے تب بھی جیش اسامہ کے اسباب توقف کو توجہ کا مرکز قرار دینا نامناسب ہے ماسوائے اس ایک وجہ تعویق کے۔رسول خداؐ کا شب کے وقت گورستان بقیع میں تشریف لاکر موتی کے لیے دعائے مغفرت کرنا محض اس بنا پر تھا کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی وفات کے قریب تر ہونے کا احساس ہو چکا تھا جسے ایسے مورخ نظر انداز کر رہے ہیں۔

دور حاضرہ میں روحوں کے ساتھ مکالمہ کا جو دروازہ کھل گیا ہے اس علم کے موجد اور عامل ہر دو فریق روحوں کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد دوسروں کو بتاتے ہوئے اعتراف کرتے ہیں کہ ''ارواح سے مکالمہ کا ادراک مکالمہ کرنے والوں کی روحانی قوت پر مبنی ہے۔'' یہ عاملین یہاں تک دعویٰ کرتے ہیں کہ ''مردہ لوگوں کو روحوں کے ساتھ دو ایک سوالات ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ مکالمات بھی ممکن ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ مکالمات زندہ انسانوں کے ہیں، مردہ لوگوں کی روحوں کے درمیان۔اور معمولی طریق پر نہیں بلکہ ان مکالمات جہاں ماضی و مستقبل دونوں ڈانڈے مل جاتے ہیں وہاں زمان و مکان بھی حائل نہیں رہتے۔''

بایں ہمہ ابھی تک اس علم کے جاننے والے دوسروں کے سامنے علم الارواح کو ایسے واضح طریقے پر بیان کرنے سے قاصر ہیں جسے ہر درجہ کا انسان سمجھ سکے۔جب موجودہ دور تمدن کی دریافت کا یہ حال ہے کہ ہمارے سامنے اس علم کے مدعی موجود ہیں جن کی تحقیق کی تصدیق دوسرے ارباب علم و تنقید نے بھی کر دی ہو لیکن جس علم کی ہمہ گیری و پذیرائی کی یہ حالت ہو جو اوپر بیان کی گئی ہے تو پھر ہمارے اس انکار کی کیا وجہ ہے جو ابومویہبہ روایت کرتے ہیں؟ اگر ان کی روایت کے مطابق تسلیم کر لیا جائے کہ رسول خداؐ معنوی اور روحانی ہر دو لحاظ سید دوسروں سے زیادہ اسرار کائنات سے آگاہ تھے اور یہ حقائق مقابلہ آپ سے کہیں زیادہ منکشف ہو سکتے تھے تو یہ اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ کے لیے قبل از وقت اپنی وفات پر آگاہی حاصل کرنا مشکل نہ تھا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ مزاح:

شب مذکور کے دوسرے روز رسالت مآبؐ نے ام المومنین عائشہؓ کی طرف دیکھا کہ سر پکڑے ہوئے درد سے کراہ رہی ہیں۔بار بار ''ہائے میرا سر ہائے میرا سر!'' زبان پر آرہا ہے۔حالاں کہ رسول اللہؐ مرض کی شدت سے نڈھال ہوتے جا رہے تھے مگر حضرت عائشہؓ کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا:

''بی بی! میں بھی درد سے بے حال ہوا جا رہا ہوں!''

بے شک آنحضرتؐ کے درد و کرب کا یہی عالم تھا لیکن ابھی تک بستر علالت پر گر جانے کی نوبت نہ آئی تھی، نہ مرض اس حد تک پہنچا تھا کہ اپنے اہل و ازواج سے لطف و فکاہات کا دامن سمیٹ لیں! یہی وجہ ہے کہ جب ام المومنین حضرت رسول اللہؐ کے کراہنے کی آواز سننے پر بھی اپنا واویلا نہ روک سکیں تو رسول خداؐ نے مزاح کے طور پر فرمایا:

وما ضرك لومت قبلي فقمت عليك و كفنتك و صليت عليك و دفنتك۔

''بی بی! اگر ایسا ہی ہو جائے تو تمہیں کیا گھاٹا ہے؟ میں خود تمہاری تجہیز و تکفین کر کے تمہاری میت پر دعا

Marfat.com

پڑھ کر تمہیں دفن کروں گا۔"

ام المؤمنین ؓ جنہیں اپنی نوعمری کی وجہ سے ابھی اور زندہ رہنے کی تمنا تھی اور اپنی ضرب المثل حاضر جوابی کی بدولت اپنے گرامی منزلت شوہر کے مزاج کا جواب مزاح میں عرض کرنے پر مائل! عرض کیا۔

لکن ذالک حظًا غیری واللہ لکانی بک لو قد فعلت ذالک لقد جعت الی بیتی فاعرست فیہ ببعض نساءک۔

"آپ کی خواہش تو یہی ہوگی کہ جس طرح ہو سکے مجھے سپرد زمین کر دیں اور دولت خانہ پر تشریف لا کر میری نوبت میری کسی سوت کو ہبہ فرما دیں۔"

رسول خدا اپنے حرم کے جواب میں تبسم فرما کر خاموش ہو گئے۔ شدت مرض کی وجہ سے بھی کسی قسم کی گفتگو کو طول دینا مناسب نہ تھا۔

کچھ دیر بعد افاقہ محسوس ہوا تو سابقہ معمول کے مطابق تمام حرم کے ہاں قدم رنجہ فرمانے کا ارادہ ہو گیا لیکن مرض ہے کہ لحہ لحہ شدت اختیار کر رہا تھا۔ ام المومنین میمونہ ؓ کے ہاں تشریف لائے ہی تھے کہ تکلیف سے گھبرا اٹھے اور اپنے لیے تیمارداری کے بغیر مفر نہ دیکھا۔ تمام ازواج کو حضرت میمونہ ؓ ہی کے ہاں بلا کر فرمایا "مجھے عائشہ ؓ ہی کے ہاں رہنے کی اجازت دی جائے۔"

حرم پاک نے بصدق قلب تسلیم کر لیا۔ حضرت علی بن ابی طالب ؓ اور اپنے عم بزرگوار عباس ؓ دونوں کے کندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے میمونہ ؓ کے ہاں سے عائشہ ؓ کے حجرہ میں تشریف لے آئے۔ بے چینی اور نقاہت کی شدت سے سر پر پٹی بندھی ہوئی اور قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

علالت نے ابتدائی دنوں میں بلا کی شدت اختیار کر لی جیسے رواں رواں حرارت کا سوتا بن گیا ہو، لیکن تپ میں کمی واقع ہوتے ہی مسجد میں تشریف لائے، نماز پڑھائی اور اسی طرح ایک سے زیادہ دنوں تک نمازیں پڑھاتے رہے۔ مگر مسجد میں ہونے والی کسی گفتگو میں شرکت نہ فرمائی، نہ صحابہ سے کسی قسم کا خطاب فرمایا۔ دوسروں کی بات چیت سمع عالی تک پہنچتی رہی جس میں یہاں تک سنے میں آیا کہ "آخر رسول اللہ ؐ نے کیا مصلحت دیکھی جو شام کی مہم پر ایک کم سن نوجوان کو اکابر مہاجرین وصحابہ پر سپہ سالار نامزد فرما دیا!" جوں جوں مرض ترقی کرتا گیا اسامہ ؓ کی تقرری کے بارے میں مسلمانوں کو تنبیہ کرنے کا احساس بڑھتا گیا۔ حرم اور متعلقین کو حکم دیا کہ سات کنوؤں سے علیحدہ علیحدہ پانی کے سات برتن منگوا کر یہ پانی آپ کے بدن پر ڈالا جائے۔ غسل کے دوران فرمایا "بس! بس!" غسل سے فارغ ہو کر پوشاک زیب تن فرمائی اور سر سے پٹی باندھ کر (مسجد میں) منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حمد وثناء اور شہدائے احد کے لیے دعائے مغفرت کے بعد فرمایا:

جیش اسامہ کی روانگی پر تاکید:

"یاایھاالذین! انفذو ابعث اسامۃ فلعمری الئن قلتم فی امارتہ لقد قلتم فی امارۃ ابیہ من قبلہ وانہ لخلیق للامارۃ وان کان ابوہ لخلیقًا لھا۔"

Marfat.com

"دوستو! اسامہ کے منصب پر اعتراض نہ کرو۔ قسم بجان خویش! آج جو تم اسامہ کی امارت پر حرف گیری کر رہے ہو اسامہ کے والد کی امارت پر بھی تم اسی طرح نکتہ چینی کرتے رہے لیکن اسامہ اسی طرح امارت کے لیے خلق ہوا ہے۔ جس طرح اس کے والد زید امارت کے لیے پیدا ہوئے تھے۔"

خطبہ میں اپنی وفات کا اشارہ اور ابوبکرؓ کا گریہ و بکا:

رسول اللہؐ ذرا دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا:

"ان عبداً من عباد اللّٰه خیره اللّٰه بین الدنیا والاخرة و بین ماعنده فاختار ماعنده۔"

"اللہ نے اپنے بندے کو اختیار دے دیا کہ وہ دنیا و عقبیٰ اور خدا کی نعمت دونوں میں سے کسی ایک کو اپنے لیے منتخب کر لے مگر اللہ کے اس بندے نے خدا کی ملاقات کو ترجیح دی ہے۔"

یہ فرمانے کے بعد (رسول خداؐ) پہلے کی طرح پھر خاموش ہو گئے اور حاضرین بھی۔ ابوبکرؓ بات کی تہہ تک پہنچ گئے کہ رسول اللہؐ تو اپنے ہی متعلق فرما رہے ہیں۔ آنحضرتؐ دنیا چھوڑنے کو ہیں۔ یہ نتیجہ تھا حضرت ابوبکرؓ کے اس وجدان کو جو انہیں آنحضرت ﷺ کی صداقت کے بارے میں ازل سے ودیعت تھا۔ ابوبکرؓ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور عرض کیا:

"بل نحن نفدیك نانفسنا و ابناء نا"

"اے رسول خدا! ہماری جانیں اور اولاد نثار ہو جائیں! آپ ہمیں یہ کیسی سناؤنی سنا رہے ہیں!؟"

آنحضرت ﷺ نے ابوبکرؓ کے اس تاثر سے محسوس فرمایا کہ مبادا یہی جذبہ دوسروں کو بھی گریہ و بکا میں مبتلا کر دے۔ ابوبکرؓ کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا "مسجد میں جن لوگوں کے گھروں کے دروازے ہیں، ابوبکرؓ کے گھر کے سوا سب کے دروازے موند دیے جائیں!" اور اس کے بعد منبر سے اترتے ہوئے فرمایا:

"انی لا اعلم احداً کان افضل فی الصحبة عندی یداً منه وانی لو کنت متخذاً من العباد خلیلاً لاتخذت ابوبکر خلیلاً ولکن صحبة واخاء ایمان حتیٰ یجمع اللّٰه بینا عنده۔"

"میرے دوستوں میں سے مجھ پر کسی کا احسان ابوبکرؓ کے برابر نہیں۔ اگر میں خدا کی طرف سے کسی کو اپنا خلیل بنانے کا مجاز ہوتا تا یہ منزلت ابوبکرؓ کے لیے ہوتی، لیکن از روئے اسلام باہمی رفاقت و اخوت ایمانی تک کا اختیار ہے اور اسی حالت میں خدا کے سامنے حاضری ہے۔"

مسجد میں حجرۂ عائشہ میں تشریف لانے کا قصد کرتے ہوئے فرمایا:

"یامعشر المهاجرین! استوصوا بالانصار خیراً فان الناس یزیدون والانصار علی هیئتها لاتزید وانهم کانوا عیبتی التی اویت الیها فا حسنو الی محسنهم و تجاور زواعن سیئهم۔"

"اے یاران مہاجر! انصار کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ ان کے سوا دوسروں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔

Marfat.com

انصار میرے ایسے محرم ہیں جن کے دامن میں مجھے پناہ ملی۔ ان کی خوبیوں کی قدر اور ان کی لغزش سے چشم پوشی کرتے رہنا۔"

مسجد میں لوٹ کر ام المومنین عائشہؓ ہی کے حجرہ میں فروکش ہوئے۔ آج کی جدوجہد اور مسجد میں تشریف لے جانے سے مرض نے اور تھکا دیا۔ وہ مریض جن کے بدن مبارک پر سات مشکیزے پانی ڈالا جائے، جسے ایسی شدت علالت میں بھی مشاغل سے یکسوئی نصیب نہ ہو۔ جیش اسامہؓ کے نتائج کا فکر، ادھر انصار کا غم، اس پر ملت جو ابھی ابھی اسلام سے وابستہ ہوئے اس کا فکر مآل۔ یہی تفکرات دوسرے روز پھر مسجد میں تشریف لانے کے محرک ہوئے لیکن مرض نے اتنا کمزور کر دیا تھا کہ ارادہ پورا نہ فرما سکے اور نماز کا وقت سر پر آ گیا۔ دوستو سے فرمایا:

"مروا ابابکر فلیصل الناس"

"ابوبکرؓ سے کہو میری بجائے نماز کی امامت وہ کرائیں۔"

لیکن ام المومنین عائشہ جو دنیا جہاں سے زیادہ آپ کو صحت مند دیکھنا چاہتی تھیں عرض کیا: "ابوبکرؓ رقیق القلب ہیں۔ ان کی آواز بھی مدہم ہے اور قرأت میں گریہ پر بھی ضبط نہیں کر سکتے!" اس پر بھی نبی ﷺ نے ابوبکرؓ ہی کے لیے امامت صلواۃ کا حکم قائم رکھا۔ ادھر ام المومنینؓ نے اپنے پہلے اندازے کے مطابق اپنے والد گرامی کی طرف سے معذرت کے ارادہ سے پھر اسی بات کو دہرایا مگر اس مرتبہ رسول خداؐ نے مرض کی سختی کی وجہ سے گفتگو کا یارا نہ ہونے کے باوجود وہی حکم دہراتے ہوئے فرمایا:

"ابن ابوبکر؟ یابی اللہ ذالک والسلمون!"

"ابوبکر کہاں رہ گئے؟ اللہ اور تمام مسلمان ناپسند کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ کے سوا کوئی اور نماز پڑھائے۔"

حضرت ابوبکرؓ کے متعلق رسول خداؐ کی طرف سے اس تاکید پر بعض مسلمانوں نے سمجھا کہ آنحضرتؐ انہیں اپنا فیصلہ مقرر کرنا چاہتے، کیونکہ نیابت رسالت کا سب سے بڑا "مظہر" نماز کی امامت ہے جس کی تاکید اس شد و مد سے فرمائی جا رہی تھی (م.....خلیفہ) رسول کے انتخاب پر ابوبکر کی افضلیت کی ہی دلیل حضرت عمرؓ نے آپ کا نام پیش کرتے ہوئے بیان کی۔

ساعت بساعت مزاج زیادہ ناساز ہوتا گیا، تپ کی شدت بڑھتی گئی، چہرۂ مبارک ردا سے ڈھانک لیا۔ ازواج مطہرات یا دوسرے تیماردار جبین مبارک پر ردا کے اوپر ہاتھ رکھتے تو حرارت کی شدت محسوس کر کے حیران رہ جاتے۔

بضعۃ رسول فاطمہؓ دن میں کئی کئی مرتبہ عیادت کے لیے حاضر ہوتیں۔ اولاد میں تنہا سیدہ (فاطمہؓ) ہی باقی رہ گئی تھیں۔ رسول خداؐ ان سے بے حد محبت فرماتے۔ جب تشریف لاتیں استقبال کے ساتھ ان کے ماتھے پر بوسہ دیتے اور اپنی مسند پر نشست کا اعزاز بخشتے۔ سیدہؓ شدت علالت میں حاضر ہوتیں، تب بھی ان معلومات میں فرق نہ آنے پایا۔ اسی دوران میں انہیں پاس بٹھا کر بی بی کے کان میں کوئی بات کہی جس سے وہ رو پڑیں۔ دوسری مرتبہ ان کے کان میں کوئی بات کہی تو سیدہؓ ہنس پڑیں۔ ام المومنین عائشہؓ جو وہیں تشریف فرما تھیں سیدہؓ سے ان کے رونے اور ہنسنے کا سبب دریافت کیا۔ فاطمہؓ نے فرمایا:

Marfat.com

"ماکنت لافشی سر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔"

"رسول اللہ ﷺ نے جو بات مجھے راز کے طور پر بتائی ہے اس کے افشاء کا یہ موقع نہیں۔"

لیکن رسول خدا کی رحلت کے بعد فاطمہؓ نے از خود بتا دیا کہ "اس روز میرے گریہ کا سبب رسول اللہؐ کا اپنی وفات کی اطلاع تھی اور دوسری مرتبہ جب مجھے یہ بشارت فرمائی کہ خاندان نبوت میں سب سے پہلے مجھے ہی آنحضرتؐ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا تو میں فرط مسرت سے ہنس پڑیں۔"

(رسول خدا کو) تپ کی شدت نے اس قدر نڈھال کر دیا کہ آپ کے فرمانے پر پانی کی لگن بالیں کے قریب لگا دی گئی۔ آنحضرتؐ پانی میں ہاتھ ڈبوتے اور جبین و چہرہ تر کرتے۔ بار بار غشی کے دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ ذرا افاقہ ہوتا تو شدت کرب سے کراہ اٹھتے۔

خاتون جنت اپنے شفیق باپ کی یہ حالت دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئیں کہ بے ساختہ "واکرب ابتاہ!" (آہ! میرے باپ کی جان پر کیا بیت رہی ہے!) نکل گیا۔ رسول خداؐ نے اپنی لختِ جگر کی آواز سنی تو فرمایا "اے بیٹی! آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی بدنی سختی نہ ہوگی۔" اشارہ اس طرف تھا کہ آج کسی نہ کسی وقت اس عالم کرب و بلا کی آخری منزل سے آگے بڑھ جانا ہے!

صحابہ نے آپؐ کا غم غلط کرنے کے لیے عرض کیا "یارسول اللہ! دوسرے بیماروں کو تو آپ صبر و تحمل کی تلقین فرماتے رہے؟ فرمایا "یہ صحیح ہے مگر میری تکلیف دو مریضوں کے برابر ہے۔"

واقعہ قرطاس:

دولت کدۂ رسولؐ پر تیمارداروں کا ہجوم تھا۔ فرمایا:

"ائتونی بدواۃ و صحیفۃ اکتب لکم کتاباً بالا تضلوا ابداً۔"

"دوات اور کاغذ لے آؤ! میں تمہاری بہتری کے لیے ایسی تحریر کرا دوں جس سے تم کج رہی سے بچ سکو گے!"

حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا (جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ تھے):

"ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع و عندکم القرآن و حسبنا کتاب اللّٰہ۔"

"اس وقت رسول اللہؐ تکلیف سے دوچار ہیں۔ (مسلمانو!) تمہارے پاس قرآن موجود ہے وہی ہمارے لیے کافی ہے۔"

بعد میں اس حادثہ پر دو مختلف رائیں قائم ہو گئیں۔ بعض نے اسے ضروری سمجھ کر دوات اور کاغذ پیش کرنے کا مشورہ دیا اور بعض نے کتاب اللہ کے کامل ہونے کی بنا پر اسے زیادہ اہمیت نہ دی۔

آنحضرتؐ نے یہ رنگ دیکھ کر فرمایا "نبی کے سامنے اس قسم کا غوغا نامناسب ہے۔ آپ حضرات میرے قریب سے ہٹ جائیں۔"

جناب ابن عباس کی رائے:

Marfat.com

(م...... جن کا سن وفات رسولؐ کے موقع پر تیرہ سال تھا۔) ان لوگوں نے کیسی غفلت برتی جو بیش قیمت نصائح سے محروم رہ گئے! کاش! رسول اللہؐ کے املا کرانے میں سبقت کرتے!

جناب عمر ابن الخطابؓ کی رائے:

"آنحضرت ﷺ کیا حالت کے بعد بھی اپنی اس رائے کی تحسین فرماتے رہے اس لیے کہ قرآن اپنے متعلق مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (38:6) فرماتا ہے۔

علالت تشویشناک حد تک آ پہنچی اور دور دور تک خبر پہنچ گئی۔ جیش فلسطین (شام) کے سپہ سالار اسامہ بن زیدؓ اور ان کے ہمراہی جرف (مقام پڑاؤ) سے سیدہ عائشہؓ کے دولت کدہ میں رسول خداؐ کی تیمارداری کے لیے حاضر ہوئے لیکن اب تاب مقام ختم ہو چکی تھی۔ آنحضرتؐ نے اسامہؓ کو دیکھا تو آسمان کی طرف دست مبارک اٹھایا پھر وہی ہاتھ اسامہؓ کے سر پر رکھ دیا گویا اسامہؓ کے لیے دعا کی علامت تھی۔

معالجہ:

یہ حالت دیکھ کر اہل بیت کی توجہ معالجہ کی طرف منعطف ہوئی۔ ام المومنین میمونہؓ کی قرابت دار جناب اسماء نے حبشہ کے زمانہ ہجرت میں ایسے ہی ایک شربت کے بنانے کی ترکیب معلوم کر رکھی تھی۔ وہی شربت غشی کی حالت میں رسول خداؐ کے دہن مبارک میں ٹپکایا گیا۔ ذرا افاقہ ہوا تو شربت پلانے کا سبب دریافت فرمایا۔ عباسؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ! ذات الجنب کے شبہ کی بنا پر شربت کے چند قطرے دہن مبارک میں ٹپکائے ہیں" فرمایا "مجھے تو خدا تعالیٰ نے ذات الجنب میں مبتلا ہونے سے محفوظ فرما لیا ہے!" پھر فرمایا "مناسب یہ ہے کہ عباسؓ کے سوا ہر اس شخص کے حلق میں یہ شربت ٹپکایا جائے جو یہاں موجود ہے۔" حتیٰ کہ ام المومنین میمونہؓ جو اس روز روزہ دار تھیں ان کا استثناء بھی نہ فرمایا۔

شدت علالت کے موقعہ پر آنحضرتؐ کی ذاتی تحویل میں سات دینار تھے۔ شاید اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام آ جائے اور یہ رقم میرے قبضہ میں رہ جائے۔ اس خیال کے مطابق آنحضرتؐ نے ان کے صدقہ کر دینے کا حکم فرما دیا تھا لیکن اہل بیت تیمارداری میں اس قدر منہمک تھے کہ تعمیل کرنا ذہن سے اتر گیا۔ زندگی کے آخری روز دوشنبہ کو غشی سے افاقہ ہوا اور آپ نے ان دیناروں کا دریافت فرمایا تو المومنین عائشہ نے معذرت پیش کرتے ہوئے عرض کیا "یا رسول اللہؐ! مجھے فرصت نہیں ملی، دینار ابھی تک میری ہی تحویل میں ہیں!" آنحضرتؐ نے ان سے لے کر فرمایا:

"ماظن محمد بربه لولقی عنده هذه؟"

"اگر یہ دینار میری تحویل میں رہ جائیں تو میں اپنے رب کے متعلق اپنے ساتھ کیا گمان لے کر اس کے سامنے حاضر ہوں گا!"

شب نہایت سکون و راحت کے ساتھ بسر فرمائی۔ تپ سے افاقہ نظر آنے لگا۔ سمجھا گیا کہ اسی دوا کا اثر ہے جو اہل بیت نے آپ کو پلائی تھی۔ صبح کے وقت سر سے پٹی باندھے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ علیؓ (ابن ابی طالب) اور فضلؓ (ابن عباس) دونوں کے کندھوں پر ٹیک لگا رکھی تھی۔

فجر کی نماز شروع ہو چکی تھی۔ ابوبکرؓ امامت فرما رہے تھے۔ جب صحابہ کو آنحضرتؐ کے ورود کا احساس ہوا تو ہر ایک کے

Marfat.com

دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور آپ کے مصلیٰ پر تشریف لے جانے کے لیے راستہ بنا دیا۔ رسول اللہؐ نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھا دیا کہ نماز میں خلل نہ آنے پائے اور مسلمانوں کو اس خلوص سے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے۔

ابوبکرؓ کو محسوس ہوا کہ مقتدی رسول اللہؐ کی تشریف آوری کی وجہ سے آپ کے مصلیٰ تک پہنچنے کے لیے راستہ بنا رہے ہیں تو آنحضرتؐ کے لیے مصلیٰ خالی چھوڑ کر خود صف میں لوٹ آنے کا قصد کیا۔ لیکن رسول خداؐ نے ابوبکرؓ کی پشت پر دست مبارک رکھ کر فرمایا "صلِ بالناس!" (اے ابوبکرؓ! آپ ہی امامت کرائیے) اور خود ابوبکرؓ کی اقتدار میں نیت باندھ کر ان کی دائیں طرف بیٹھ کر نماز ادا کی۔

تکمیل (نماز) کے بعد رخ مبارک نمازیوں کی طرف پھیر لیا اور ایسی بلند آواز سے جو مسجد کے باہر بھی سنی گئی فرمایا:

"سعرت النار واقبلت الفتن كقطع الليل المظلم وانی واللّٰہ! ماتمسكون علی بشیء! انی واللّٰہ لم احل الاما احل القرآن و لعن قوماً اتخذو اقبور انبیاء ھم مساجد"

"آگ دہک اٹھی ہے، اندھری رات کی مانند فتنے تو امڈے چلے آ رہے ہیں! خدا کی قسم میرے فرمان کے سوا تمہیں کسی اور دستاویز سے تمسک نہ کرنا چاہیے۔ میں اس پر بھی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے قرآن ہی کی حلال کردہ اشیاء کو حلال کیا اور قرآن ہی کی حرام کردہ چیزوں کو حرام قرار دیا۔ اور خدا اس قوم پر لعنت کرے جس نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"

مسلمانوں نے سمجھا کہ رسول خداؐ صحت یاب ہو گئے۔ وہ اس جذبہ سے بے حد محظوظ ہوئے۔ حتیٰ کہ اسامہ بن زیدؓ نے اپنے ماتحت لشکر کو شام لے جانے کی اجازت طلب کی۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا "یا نبی اللہ! خدا کے فضل و کرم سے آپ کی صحت عود کر آئی ہے۔ آج کا دن ام المومنین زینب بن خارجہؓ کی نوبت ہے۔ اجازت ہو تو میں ان سے آپ کی صحت کی بشارت عرض کر دوں؟" فرمایا "اجازت ہے!" حضرت ابوبکرؓ (مقام) سخ (بجوالی مدینہ) ام المومنینؓ کے دولت خانہ پر یہ مژدہ پہنچانے کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت عمرؓ اور علیؓ اپنے کام کاج کے لیے روانہ ہوئے۔ اسی طرح دوسرے مسلمان شاداں و فرحاں ادھر ادھر چلے گئے۔

لیکن رات ابھی پورے طور پر نہ پڑی تھی کہ مزاج کی ناسازی، تپ کی شدت اور غشی کے دوروں کی تجدید شروع ہو گئی اور رسول اللہ حضرت عائشہؓ ہی کے حجرہ میں فروکش ہونے پر مجبور ہو گئے۔ مسجد میں جو شاد و مسلمانوں نے آپ کے صحت عود کر آنے سے جس خوشی کا اظہار کیا تھا اس کے تصور سے آپ کا قلب مسرور تھا۔ مگر بیماری کی شدت سے نقاہت حد سے گزر چکی تھی۔

سیدہ عائشہؓ جن کا قلب ایسے عظیم المنزلت وجود (ﷺ) کے احترام و جلالت سے لبریز تھا، آپ کی اس ناتوانی اور ضعف پر چاہتی تھیں کہ اگر ہو سکے تو آنحضرتؐ کی زندگی برقرار رکھنے کے عوض میں اپنی جان تک قربان کر دیں۔ آہ! آنحضرت ﷺ کے اس ہمت کے ساتھ مسجد تشریف لے آنے کے بعد نقاہت لحظہ بہ لحظہ بڑھتی گئی۔ گویا گھڑی آ رہی تھی کہ جان حزیں قالب کو چھوڑ کر اپنی راہ لے۔

Marfat.com

اس وقفہ میں ذہن مبارک زندگی کے ان لمحات کا تصور کر رہا تھا، جن میں خدا نے آپ کو نبی و ہادی کا مرتبہ بخش کر مبعوث فرمایا؟ یا اس منزل میں جن صعوبتوں سے واسطہ پڑتا رہا ان کی یاد تازہ ہو رہی تھی؟ یا اللہ کی ان نعمتوں میں سرور حاصل ہو رہا تھا جن سے تبلیغ نبوت کے صدقے میں متمتع ہوئے؟ یا دین حقہ کی قبولیت سے اہل عرب کے دلوں کو جس طرح مسخر فرمایا اس کی خوشی سے مستمند ہو رہے تھے؟ یا زندگی کے ان آخری لمحوں میں حضور خداوندی میں توبہ وانابت کی طرف رجوع فرماتے تھے جیسا کہ زندگی بھر معمول رہا؟ یا جان کنی کی دشواریوں سے گھبرا کر پوری زندگی کے حوادث کو فراموش کر دیا گیا؟ ہر ایک واقعہ پر روایات کا اختلاف نمایاں ہے۔

ارباب تاریخ کا غالب رجحان یہ ہے کہ 8 جنوری 632 کا دن تھا۔ عرب کی گرمی غضب ڈھا رہی تھی۔ ٹھنڈے پانی کی لگن بالیں کے قریب لگی ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ اپنا دست ناتواں تر کر کے چہرۂ مبارک سے مس فرماتے رہے۔

اسی اثناء میں ابوبکرؓ کے خاندان کے ایک صاحب ہاتھ میں مسواک لیے ہوئے حضرت عائشہؓ کے دولت خانہ میں باریاب ہوئے۔ رسول خداؐ نے ان کی طرف اس انداز سے دیکھا، جیسے مسواک کی طلب ہو، ام المومنینؓ نے ان کے ہاتھ سے مسواک لے کر اپنے دہن مبارک میں چبائی۔ جب اس کے ریشے نرم ہو گئے۔ تب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ جس سے خود دہن مبارک صاف فرمایا۔ جان کنی کی کش مکش آخری مرحلہ پر پہنچ چکی تھی۔ خدا کی طرف متوجہ ہو کر الحاح کیا۔

"اللھم اعنی علی سکرات الموت!

"الٰہی! اس جان کنی میں میری اعانت فرمائیو!"

فرق مبارک ام المومنینؓ کی آغوش میں تھا۔ اس حالات کے تذکرہ میں رماتی ہیں۔ "دفعتہً محسوس ہوا کہ میری آغوش بوجھ سے دبی جا رہی ہے۔ میں نے چہرۂ مبارک پر نظر ڈالی تو آنکھیں پتھرائی جا رہی تھیں اور زبان پر بل الرفیق الاعلیٰ! (اپنے رب کے پاس جانا چاہتا ہوں۔) یہ سن کر میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا خدا کی قسم! جس نے آپ کو رسول صادق کا منصب عطا فرمایا۔ جب اس نے آپ کو دنیا و عقبیٰ دونوں میں سے ایک کے اختیار کرنے اختیار دیا تو آپ نے عقبیٰ کو ترجیح دی۔

روح مبارک اسی حالت اور میری ہی گود میں میں ٹیک لگائے ہوئے رفیق اعلیٰ کی جانب سدھاری۔ ایک وجہ سے یہ بھی میرے لیے اعزاز ہے اور اس اظہار میں مجھے کسی کی توہین بھی مقصود نہیں۔ ایسے ہی ہوا۔ میرا یہ سن اور رسول خداؐ کا میری گود میں جاں بحق ہونا! خداوند! میری یہ منزلت!

"رسول اللہ ﷺ! کی زندگی کی داستان ختم ہو جانے کے بعد آپ کے فرق مبارک کے نیچے تکیہ لگا کر ان عورتوں کے مجمع میں شامل ہو گئی جو پریشان گریہ و بکا میں مشغول تھیں۔ مگر میں دوسرے دوسرے خیالات میں سر جھکائے کھڑی رہی۔"

اس لمحہ مسلمانوں میں عجیب اضطراب پیدا ہو گیا۔ بعض حضرات کو آپ کے وفات پانے کا تذکرہ سننا بھی گوارا نہ تھا۔ ایسے لوگوں کا خیال تھا کہ آپ نے وفات نہیں پائی ء۔ یہ مسئلہ حد نزاع تک پہنچنے کو تھا لیکن خداوند نے جو مسلمانوں کے لیے حسن سلوک کا خواہاں ہے اس فتنہ کا انسداد فرمایا۔

☆☆☆

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی تدفین

دن کو اندھیرا چھا گیا:

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سرائے فانی سے دارالبقائے آنجہانی میں انتقال فرمایا تو روشن دن شب دیجور (اندھیری رات) کی مانند ہو گیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تھے اس سے روشن تر اور بہتر ونورانی دن اور کوئی نہ تھا۔ اور اس روز سے بڑھ کر کوئی دن زیادہ بر تر اور اندھیرا نہ تھا۔ جس روز کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پردہ فرمایا اور ابھی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہمارے دل متغیر ہونے لگے اور ہم پر اس طرح کا پردہ پڑا کہ ہم دلوں کو قابو میں نہ رکھ سکے۔

رہ نہ دیدم چوں برفت از نظر صورت دوست
ہمچو چشمی کہ چراغش زمقابل برود

آنحضرت ﷺ کے وصال پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غم:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ بہت غمگین ہوئے۔ آپ نے لوگوں سے ان الفاظ میں خطاب کیا۔ منافق افواہ اڑا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ نہیں بلکہ موسیٰ بن عمران کی طرح اللہ کے حضور تشریف لے گئے ہیں۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے چالیس دن تک غائب رہنے کے بعد دوبارہ واپس تشریف لے آئے۔ ان کے غائب رہنے کے عرصہ میں بنی اسرائیل نے بھی یہی کہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو گئی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رجعت فرما ہوں گے۔ پھر آپ نے تلوار کھینچ لی اور دروازہ مسجد پر آ کھڑے ہوئے اور کہتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے ہیں میں اس تلوار سے اس کے ٹکڑے کر دوں گا۔ یہ بات سن کر لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بارے میں شک میں پڑ گئے۔

صحابہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر غم:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت سراسیمہ اور پریشان ہو گئے تھے۔ اس طرح سے کہ کوئی کہے کہ ان کی عقلیں سلب ہو گئی تھیں۔ اور حواس باختہ ہو چکے تھے کچھ حضرات وہ تھے جن کی

Marfat.com

زبانیں بند ہو گئیں اور ہوش و حواس و قوت جاتے رہے ان میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے انہیں سلام کہا۔ ان کا سلام انہوں نے نا لیکن جواب کوئی نہ دیا۔

کچھ لوگ وہ بھی تھے جو جہاں بیٹھے تھے وہاں سے حس و حرکت نہ کر سکتے تھے اور بے حس ہو کر رہ گئے۔ ایسے لوگوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جملہ صحابہ میں سے زیادہ ثابت و اشجع تھے باوجود اس کے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور وہ بھی آہ و بکا کر رہے تھے۔ اس سے ان کی شجاعت پر دلالت کی گئی ہے۔ کچھ صحابہ بیمار پڑ گئے، کمزور ہوئے اور اس طرح اس جہان سے رحلت کر گئے بعض یہ دعا مانگتے تھے اے اللہ! ہمیں اندھا کر دے۔ کیونکہ ہم کسی اور کو اب دیکھنے کی قوت نہیں رکھتے ہیں۔ اور بعض فریاد کرتے تھے اور قسمیں اٹھاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت واقع نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ آپ کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح واقعہ ہوا۔ (مدارج النبوت جلد دوم)

وصال رسول ﷺ پر حضرت صدیق اکبرؓ کا غم:

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حوالی مدینہ میں سخ کے مقام پر اپنے گھر پر موجود تھے۔ ان کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ جلدی سے سوار ہوئے اور بڑی عجلت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریف کی طرف چل پڑے۔ وہ آ رہے تھے اور پکار رہے تھے واحمدا و انقطاع ظهراه یہاں تک کہ وہ مسجد میں آ پہنچے۔ انہوں نے صحابہ کو پریشانی کے عالم میں بیٹھے ہوئے دیکھا آپ نے کسی کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی اور نہ ہی کسی سے کلام کیا۔ بلکہ سیدہ عائشہ کے حجرہ شریف میں داخل ہو گئے۔ آپ نے آنحضرت کے روئے انور پر سے چادر اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ دیگر ایک روایت میں ہے کہ اپنا منہ آنحضرت کے منہ مبارک پر رکھا اور بوسہ لیا اور کہا واصفیاه پھر سر اٹھا لیا۔ اور رونے لگے۔ پھر تیسری دفعہ بوسہ دیا اور پھر کہا۔ بِأَبِي انت و أُمِّي طبت حَيًّا وَّ مَيتًا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ ہر حالت میں پاکیزہ اور خوش رہے۔ زندگی میں بھی اور وفات میں بھی اور پھر آپ نے کہا۔ لا يجمَعُ اللهُ عليكَ مَوْتين اِمَّا الموته الَّتِي كتبت عَلَيْكَ فقد وَجد تها اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ پر دو موتیں اکٹھی نہیں کرے گا۔ سوائے اس موت کے جو آپ پر لازم کر دی گئی تھی۔ اور وہ آپ نے بلاشبہ پالی ہے۔ اور جس قدر بھی آپ کی صفتیں ہم بیان کریں۔ آپ ان سے زیادہ بزرگ و بالا ہیں۔ اور جس قدر بھی آپ پر رویا جائے آپ اس سے بھی بلند تر ہیں اگر ہمارے ہاتھوں میں اختیار کی لگام تھامی ہوتی تو ہم آپ پر اپنی جانیں بھی قربان کر دیتے اور اگر میت پر بین کرنے سے آپ نے ہمیں ممانعت نہ کی ہوتی تو ہم اس قدر روتے کہ ہماری آنکھوں سے چشمے جاری ہو جاتے۔ اے اللہ! ہمارا اسلام پہنچا دے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے رب کے نزدیک یاد رکھنا۔

پھر سیدنا ابو صدیق رضی اللہ عنہ کا شانہ رسالت سے باہر آ گئے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ آنحضرت فوت نہیں ہوئے اور نہ وہ فوت ہوں گے۔ یہاں تک کہ منافق لوگوں کو قتل نہ کریں۔ یہ منافقین ہی تھے جنہوں نے آنحضرت کے وصال کے بعد بڑی فتنہ انگیزی کی تھی۔ اور وہ شوریدہ سری پر تیار ہو چکے تھے پس حضرت ابو بکر

Marfat.com

صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر سے کہا کہ تم تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاؤ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! تم جان لو آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال پا چکے ہیں۔کیا قرآن کریم میں تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا نہیں ہے۔جو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ ميتون اے حبیب! آپ کو بے شک موت آئے گی۔اور بے شک وہ لوگ بھی مریں گے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ وَمَا جعلنا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الخلدُ افانْ مِتَّ فَهُمُ الخالدُوْنَ۔قبل آپ کے کسی کے بشر کو دینا ر میں ہمیشہ رہنا مقدر نہ ہوا۔اگر آپ انتقال فرمائیں تو کیا وہ لوگ ہمیشہ یہاں رہنے والے ہوں گے؟ ازاں بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر رسول پر تشریف لائے۔اور سب لوگوں نے آپ کی طرف توجہ کر لی سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا خطاب:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مخاطب ہوئے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام تھا۔اور پھر فرمایا جو کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوجا کیا کرتا تھا۔اسے یہ علم ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال پا چکے ہیں۔اور جو اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا تھا۔اس کے لیے اللہ تعالیٰ اب بھی زندہ اور موجود ہے۔اس پر بھی موت وارد نہیں ہوگی۔آپ نے یہ آیت پاک پڑھی۔وَمَا محمدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قد خلت من قبله الرُّسُل افان مَّاتَ او قُتِلَ انقلبتم عَلٰى اعقابكم اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے صرف رسول ہیں بلاشبہ آپ سے قبل بھی رسول اللہ ہو چکے ہیں۔اگر وہ رحلت پائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑھیوں پر پھر جاؤ گے؟ اور آپ نے یہ بھی پڑھا۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اس کے بعد یہ دونوں آیات لوگوں کی یاد میں آ گئیں اور ان کو یوں محسوس ہونے لگا جیسے کہ یہ آیات آج ہی نازل ہوئی ہیں۔چنانچہ یہ آیتیں صحابہ اس دن مدینہ شریف کی گلیوں میں پھرتے ہوئے بھی پڑھتے رہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی لوگوں سے خطاب فرمایا آپ نے کہا۔اے لوگو! حقیقت وہ نہیں ہے۔جیسے کہ میں کہتا تھا۔خدا تعالیٰ کی قسم! وہ بات میں اللہ تعالیٰ کی کتاب یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد شریف میں نہیں پاتا ہوں، لیکن میں امید رکھتا تھا کہ رسول خدا ہم میں زندہ رہ کر ہمارے معاملات کی تدبیر فرماتے رہیں گے اور ہم سے بعد ان کی رحلت واقع ہوگی۔پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اختیار فرمالیا۔جو کچھ اس کے نزدیک تھا بجائے اس کے جو تمہارے نزدیک ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔جس کے ذریعے اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کو بھی ہدایت فرمائی ہے۔

ابو النصر کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سابقہ قول اور ان کا وہ سابقہ حال بوجہ فتنہ وخوف اور منافقوں کی شوریدہ سری کے باعث تھا۔ازاں بعد انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قوت یقین دیکھی تو اسے دیکھ کر ان کو بھی تسکین حاصل ہوگئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ فرماتے تھے۔گویا میں نے قبل ازاں وہ آیت سنی نہ تھی۔کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میں نے یہ آیت پاک سنی تو میں کانپنے لگا۔اور نیچے گر پڑا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔گویا کہ ہمارے چہروں پر حجاب تھا۔جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے ذریعے دور ہو گیا۔پس جو اصحاب مدینہ شریف

Marfat.com

کے باشندے تھے۔ وہ اس پر قائم ہوگئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحلت فرما چکے ہیں۔ انہوں نے کہنا شروع کردیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔ ازاں بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم سے تعزیت کی اور انہیں تسلی دی اور ان کو فرمایا کہ تم رسول کے اہل بیت ہو، آنحضرت کو غسل دینا اور تجہیز و تکفین کرنا تمہارا کام ہے، اس کے لیے بندوبست کرو۔

سقیفہ بنی ساعدہ اور تاسیس خلافت:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے تو انصار حضرت سعد بن عبادہ کے پاس سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر اکٹھے ہوئے جبکہ باقی مہاجرین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہوئے، ان کے ساتھ حضرت اسید بن حفیر بنو عبد الاشہل کو بھی لے کر ان کے ساتھ مل گئے، ایک آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بتایا کہ انصار حضرت سعد بن عبادہ کے پاس سقیفہ بنو ساعدہ میں اکٹھے ہیں۔ اگر تم لوگوں کے معاملہ میں کوئی ضرورت محسوس کرتے ہو تو ان کے ساتھ جا کر ملو کہیں معاملہ اس سے آگے نہ بڑھ جائے۔ ابھی رسول اللہ کا جسد اطہر گھر میں تھا، ابھی غسل وغیرہ سے فراغت نہیں ہوئی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے لوگوں نے دروازہ بند کردیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ہمیں ان انصاری بھائیوں کے پاس لے چلو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ کیا رائے رکھتے ہیں۔

ہم ان کے پاس جانے کے لیے نکلے یہاں تک کہ انصار کے دو صالح آدمی ہمیں ملے، ان دونوں نے ہمارے سامنے اس بات کا ذکر کیا، جس پر قوم متفق ہو چکی تھی۔ پوچھا اے مہاجرین کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے کہا ہم انصاری بھائیوں کے پاس جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، دونوں نے کہا اے مہاجرین تم ان کے پاس نہ جاؤ تم پر کوئی حرج نہ ہوگا۔ اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کرو، میں نے کہا ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے، ہم چلے یہاں تک کہ ہم سقیفہ بنو ساعدہ میں ان کے پاس آئے کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی ان کے درمیان چادر لئے بیٹھا ہوا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا یہ حضرت سعد بن عبادہ ہیں میں نے پوچھا اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ بیمار ہے جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے تشہد پڑھا، اللہ تعالیٰ کے شایان شان اس کی ثناء بیان کی پھر کہا امابعد!

ہم اللہ کے انصار اور اسلام کے لشکر ہیں اے مہاجروں کی جماعت! تم ہمارا قبیلہ ہو، تمہاری قوم میں سے ایک جماعت چل کر ہمارے پاس آئی ہے۔ اس نے کہا اب یہ ہم سے کٹ کر الگ ہونا چاہتے ہیں اور حکومت ہم سے غصب کرنا چاہتے ہیں، جب انصار کا خطیب خاموش ہوگیا تو میں نے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا، میں نے اپنے دل میں ایک گفتگو ترتیب دی تھی۔ جو مجھے بہت اچھی لگی تھی، میں وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کرنا چاہتا تھا۔ اور میں آپ کی مدارات کرنا چاہتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر! ٹھہر جاؤ، میں نے انہیں ناراض کرنا ناپسند کیا، آپ نے گفتگو کی۔ آپ مجھ سے زیادہ علم رکھنے والے اور وقار کے حامل تھے۔ اللہ کی قسم! جو گفتگو میں نے ترتیب دی تھی اور مجھے پسند آئی تھی۔ آپ نے وہی گفتگو فی البدیہہ کردی یا اس کی مثل گفتگو کی یا اس سے بہتر گفتگو کی، یہاں تک کہ آپ

Marfat.com

خاموش ہو گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو تم نے اپنے بارے میں فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ تم اس کے مستحق ہو۔ مگر عرب اس خلافت و امارت کا اہل صرف قبیلہ قریش کو سمجھتے ہیں وہ نسب اور ملک کے اعتبار سے سب سے معزز ہیں، میں تمہارے لیے ان دو آدمیوں میں سے ایک پر راضی ہوں جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرا اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑا جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان جلوہ افروز تھے، میں نے آخری بات کے سوا آپ کی کسی بات کو ناپسند نہ کیا اللہ کی قسم! مجھے آگے بڑھایا جائے اور میری گردن اُڑا دی جائے جو مجھے گناہ کے قریب نہ کرے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے بنسبت اس چیز کے میں کسی ایسی قوم پر امیر بنوں۔ جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں۔

انصار میں سے ایک آدمی نے کہا میری رائے سے اس طرح شفا حاصل کی جاتی ہے جس طرح اونٹ تنے سے شفا حاصل کرتا ہے۔ (ضربِ المثل) اے قریش! ہم میں سے ایک امیر ہوگا۔ اور تم میں ایک امیر ہوگا۔ اس نے بہت سی الٹی سیدھی باتیں کیں، آوازیں بلند ہو گئیں۔ یہاں تک کہ باہمی انتشار کا خوف لاحق ہو گیا۔ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ اے امیر المومنین! ہاتھ بڑھائیے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا دیا، میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر مہاجروں نے بیعت کی پھر انصار نے بیعت کی اور ہم نے سعد بن عبادہ کو روند ڈالا۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا تم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر ڈالا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا ہے۔ (مدارج النبوت جلد دوم)

عام بیعت کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ سے پہلے حضرت عمرؓ کا خطبہ:

ابن اسحاق نے کہا مجھے زہری نے بیان کیا ہے کہ مجھے انس بن مالک نے بیان کیا۔ جب سقیفہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، اگلے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا اے لوگو! میں نے کل تمہارے سامنے گفتگو کی میں نے کتاب اللہ میں نہیں پایا تھا۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی فرمایا تھا۔ لیکن میری رائے تھی کہ رسول اللہ ہمارے معاملات کی تدبیر فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے آخری ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان کتاب چھوڑی ہے، جس کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت سے نوازا، اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اسی طرح ہدایت عطا فرمائے گا۔ جس طرح اس نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملات کو تم میں سے سب سے بہترین پر جمع کیا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی دو میں سے دوسرے جب دونوں غار میں تھے، اٹھو آپ کی بیعت کر و تو صحابہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت عام کی، جبکہ پہلے سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت کر چکے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق اس کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا اے لوگو! مجھے تم

Marfat.com

پروالی بنایا گیا ہے، میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا عمل کروں تو میری مدد کرو، اگر برا عمل کروں تو میری اصلاح کرو سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے کمزور میرے نزدیک قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق اس پر واپس کر دوں انشاء اللہ اور تم میں سے قوی میرے نزدیک کمزور ہے۔ یہاں تک کہ اس سے حق لے لوں ان شاء اللہ کوئی قوم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں چھوڑتی مگر اللہ تعالیٰ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے اور کبھی بھی کسی قوم میں بے حیائی عام نہیں ہوئی مگر اللہ تعالیٰ ان میں مصیبت کو عام کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں میری اطاعت کرو، جب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ نماز کے لیے اٹھو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔

ابن اسحاق نے کہا مجھے حسین بن عبداللہ نے عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں حضرت عمر فاروق اعظم کے دور خلافت میں آپ کے ساتھ چل رہا تھا۔ جبکہ آپ اپنے کسی کام سے جا رہے تھے، آپ کے ہاتھ میں درہ تھا۔ میرے سوا آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا، آپ اپنے آپ سے باتیں کر رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں درہ تھا۔ جو اپنے قدم کے اوپر اسے حصہ پر مارتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابن عباس! کیا تو جانتا ہے کہ کس چیز نے مجھے اس گفتگو پر برانگیختہ کیا جو میں نے اس وقت کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنین! میں تو نہیں جانتا آپ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کی قسم! مجھے اس گفتگو پر اس آیت کریمہ نے برانگیختہ کیا جو میں پڑھا کرتا تھا۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّ سَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (بقرہ: 143)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر گواہ ہیں، اللہ کی قسم! میں یہ گمان کرتا تھا کہ رسول اللہ اپنی امت میں ہمیشہ رہیں گے یہاں تک کہ ان کے آخری عمل پر گواہ ہوں گے۔ جو میں نے تقریر کی تھی۔ اسی آیت نے اس پر مجھے برانگیختہ کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین:

جہاں تک تدفین کا معاملہ ہے اس میں بھی اختلاف واقع ہوا کہ کس جگہ دفن کیا جائے۔ ایک جماعت کہتی تھی کہ جس حجرہ میں آپ کی روح قبض ہوئی اس میں ہی تدفین ہو۔ دوسری جماعت کہتی تھی کہ مسجد میں ہو۔ ایک جماعت قبرستان بقیع کہتی تھی۔ چند لوگ قدس میں دفن کرنے کے لیے تھے کہ وہاں پر سب انبیاء کی قبور ہیں۔ تب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی نبی کسی جگہ نہ دفن کیا گیا۔ بجز اس مقام پر جہاں اس کی روح قبض کی گئی۔ اور حضرت علی سے مروی ہے۔ کہ آپ نے کہا کہ زمین پر کوئی جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس جگہ سے زیادہ فضیلت والی نہیں ہے جس میں نبی کی روح قبض کی گئی۔ ازاں بعد آنحضرت کا بستر اٹھایا اور قرار پایا کہ اس جگہ پر قبر کھودی جائے۔

قبر کھودنے کی مہارت رکھنے والے مدینہ شریف میں دو آدمی تھے۔ ایک حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

تھے جو شق کے طریق پر قبر کھودتے تھے جس کو شامی بھی کہتے ہیں۔اور دوسرے شخص تھے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ لحد کے طریق پر قبر بناتے تھے۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا خدایا! تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس چیز کو اختیار فرمایا جو تجھے پسند اور محبوب ہے قبر کھودنے والے دونوں میں سے جو پہلے یہاں آجائے وہ اپنے طریق پر قبر تیار کرے۔ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نہ مل سکے۔ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے۔پس لحد کے طریق پر قبر تیار کردی گئی۔

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے والے:

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی گئی تو منگل کے روز لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔مجھے عبداللہ بن ابی بکر، حسین بن عبداللہ اور دوسرے علماء نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب، حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس، حضرت اسامہ بن زید اور شقران جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے نے غسل دینے کا فریضہ سرانجام دیا۔حضرت اوس بن خولی جو بنی عوف بن خزرج سے تعلق رکھتے تھے نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب سے کہا اے علی! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، رسول اللہ کو غسل دینے میں ہمارے حصہ کا خیال کرو۔حضرت اوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور اہل بدر میں سے تھے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اندر آجاؤ وہ داخل ہوگئے اور بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو غسل دینے کے وقت حاضر رہے۔حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سینے کے ساتھ آپ کو ٹیک لگائی۔حضرت عباس، حضرت فضل اور حضرت قثم آپ کے جسم مبارک کو بدلتے تھے۔حضرت اسامہ بن زید اور آپ کا غلام شقران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر پانی ڈال رہے تھے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسم مبارک کو غسل دے رہے تھے، جبکہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر قمیض تھی، اوپر سے ہی مل رہے تھے۔اپنا ہاتھ جسد اطہر تک نہیں لے جا رہے تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ رہے تھے میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ زندگی اور موت میں کتنے ہی اچھے ہیں جو چیزیں میت پر دیکھی جاتیں ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ دیکھی گئی۔

کیسے غسل دیا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب صحابہ نے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو صحابہ میں اختلاف ہوگیا اور کہا ہم نہیں جانتے کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے اتاریں، جس طرح ہم مردوں کے کپڑے اتارتے ہیں یا ہم آپ کو غسل دیں ہم آپ کو غسل دیں جبکہ کپڑے آپ کے جسم پر ہوں، جب صحابہ میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کردیا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس کی ٹھوڑی سینے پر نہ پڑی ہو پھر گھر کی ایک جانب سے ایک بات کرنے والے نے انہیں کہا کیا تم جانتے نہیں کہ یہ کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں غسل دو کہ آپ کے جسم پر کپڑے ہوں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اٹھے، صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا جبکہ قمیض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر پر تھی وہ قمیض کے اوپر پانی بہا رہے تھے

Marfat.com

جسم کومل رہے تھے جبکہ درمیان میں قمیض تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفن:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے سے فراغت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں سے دو صحاری کے بنے ہوئے تھے اور ایک حمرہ کی چادر تھی، آپ کے جسد اطہر کو ان میں کفنایا گیا۔

رسول اللہ کی تدفین اور نماز جنازہ:

جب منگل کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکفین سے فراغت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چارپائی آپ کے گھر میں رکھ دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کرنے میں صحابہ کا اختلاف ہو گیا، ایک نے کہا ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کے ساتھ (قبرستان) دفن کریں گے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ کسی نبی کی روح قبض نہیں کی گئی مگر اسے وہاں ہی دفن کیا گیا جہاں اس کی روح قبض کی گئی تھی۔

جس بستر پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ اسے اٹھایا گیا پھر اس کے نیچے قبر کو کھودا گیا۔ پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ٹکڑیوں کی صورت میں نماز پڑھتے پہلے مرد داخل ہوئے جب وہ فارغ ہو گئے تو پھر عورتیں حاضر ہوئیں۔ جب عورتیں فارغ ہوئیں تو بچے داخل ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھتے وقت کسی نے امامت نہیں کی تھی۔ پھر بدھ کی رات کے وسط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر دیا گیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم)

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

مصنف اور مؤلف کتاب ھذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا منکر ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کتب احادیث اور سیرت سے ثابت ہیں۔ جمیع صحابہ کرام، علماء سلف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معجزات کے معترف ہیں۔ لہٰذا ہم نے تمام صحابہ کرام اور علماء سلف سے مطابقت کرتے ہوئے مختلف کتب احادیث اور سیرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو اس جگہ یکجا کر دیا ہے۔

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے اپنے پیارے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے اور ان کی رسالت کے ثبوت کے لیے بطور دلائل ان کو معجزات عنایت کیے۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جسے کوئی نہ کوئی معجزہ عطا نہ ہوا ہو۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اکثر واقویٰ واظہر واشہر ہیں۔ کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان کا احاطہ انسانی طاقت سے خارج ہے۔ قرآن کریم کو دیکھیے۔ کہنے کو تو ایک معجزہ ہے۔ مگر اس میں ہزار ہا معجزے ہیں۔ کیونکہ فصول قریش سے قرآن کی کسی ایک سورت کا معاوضہ طلب کیا گیا تو وہ عاجز آ گئے۔ اب جائے غور ہے کہ قرآن میں چھوٹی سے چھوٹی سورت کوثر ہے جس میں دس سے کچھ اوپر کلمات ہیں بقول بعض قرآن میں 77934 کلمے ہیں۔ پس اگر سورت کوثر کی مقدار کلمات قرآن کے اجزا بنائے جائیں تو قریباً سات ہزار ہوں گے جن میں ہر ایک جزو فی نفسہٖ معجزہ ہوگا۔ پھر اگر بلاغت واسلوب واخبار غیب وغیرہ وجوہ اعجاز پر غور کیا جائے تو سات ہزار کی تصنیف ہوئی جائے گی۔ پس آپ حساب کر لیں کہ ایک قرآن کریم میں کتنے معجزے ہیں ہم اسی مضمون کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ دو فصلوں میں لکھتے ہیں۔

Marfat.com

فصل اول:

اعجاز القرآن کا بیان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اپنے زمانے میں معجزات دکھائے۔ مگر ان معجزات کا وجود صرف ان کی حیات دنیوی تک رہا۔ علاوہ ازیں ان کے معجزات عموماً حسی تھے۔ جن کو فقط حاضرین وقت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مثلاً عصائے موسوی کو اگر دیکھا تو اس وقت کے حاضرین نے، ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا اگر مشاہدہ کیا تو اس وقت کے موجودین نے، اور مائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اگر ملاحظہ کیا تو حاضرین وقت نے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی اور ہر زمانے میں ہر صاحب عقل سلیم اس کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھ سکے گا۔ چنانچہ جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کے سے حسی معجزے طلب کیے تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ۔ (عنکبوت:ع)

کیا ان کو بس نہیں کہ ہم نے اتاری تجھ پر کتاب جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ اگر کفار واقعی طالب حق ہیں۔ تو ہم نے تجھے قرآن مجید ایک ایسا معجزہ عطا کیا ہے کہ جس کی موجودگی میں ان معجزوں کی ضرورت نہیں جو از روئے تعنت وعناد تجھ سے طلب کرتے ہیں یہ قرآن ہر مکان و ہر زمان میں منکرین پر پڑھا جاتا ہے اور پڑھا جائے گا لہٰذا یہ زندہ معجزہ تا قیامت ان کے ساتھ رہے گا اور دوسرے معجزوں کی طرح نہیں کہ وجود میں آئے اور جاتے رہے۔ یا مالک مکان میں ہوئے اور دوسرے میں نہ ہوئے۔ اسی مطلب کو امام ابوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں یوں ادا کیا ہے۔

دَامَتْ لَدَیْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِنَ النَّبِیِّیْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ
ہیں ہمارے پاس باقی آج تک وہ آیتیں
معجزے اور انبیاء کے ہوگئے سب کالعدم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے بڑی سب سے اشرف اور سب سے واضح دلیل ہی قرآن مجید ہے۔ وجہ یہ کہ معجزات عموماً اس وحی کے صغائر ہوا کرتے تھے جو کسی نبی پر نازل ہوتی تھی اور وہ نبی اس وحی کی صداقت پر معجزے کو بطور شاہد پیش کرتا تھا۔ مگر قرآن کریم وحی ہے اور معجزہ بھی۔ اس لیے یہ اپنا شاہد خود آپ ہے اور کسی دوسری دلیل کا محتاج نہیں ہے۔

Marfat.com

آفتاب آمد دلیل آفتاب
گر دلیلت بایداز وے رومتاب

حدیث ما من الانبیاء کے یہی معنی ہیں کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب معجزہ نفس وحی ہو تو بوجہ اتحاد دلیل و مدلول وہ دلالت میں اوضح و اقویٰ ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی واسطے قرآن کریم پر ایمان لانے والے ہر زمانے میں بکثرت رہے اور رہیں گے خلاصہ کلام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قرآن مجید پر مبنی ہے چنانچہ خود قرآن مجید میں وارد ہے۔

(مشکوٰۃ باب فضائل سیّد المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں میں سے کوئی نبی نہیں مگر یہ کہ معجزات میں سے اسے ایسا معجزہ عطا ہوا کہ جس کی صفت یہ ہے کہ اسے دیکھ کر لوگ ایمان لائے اور سوائے اس کے نہیں کہ مجھے جو معجزہ عطا ہوا اور وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی سے اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میں امت کے لحاظ سے ان سے زیادہ ہوں گا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ

(فرقان شروع)

بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر تا کہ ہو جہان والوں کے لیے ڈرانے والا۔

اور قرآن کریم کے وحی الٰہی ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل مغائر کی ضرورت نہیں لہٰذا ہم قرآن ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وجوہ ذیل سے اس کا معجزہ ہونا ثابت ہے۔

اعجاز القرآن کی پہلی وجہ فصاحت و بلاغت:

وجوہ اعجاز میں سب سے اعلیٰ اور مقدم قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے۔ جو خارق عادت عرب ہے۔ زمانہ جاہلیت میں فصاحت و بلاغت میں عرب کا وہ پایہ تھا کہ کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ ان کا نام ہی بتا رہا ہے کہ اس ضمن میں ان کو کسی قدر مزاولت تھی۔ مہمات امور میں وہ اس ضمن کے عجائبات ہدایت ظاہر کیا کرتے تھے۔ محافل و مجالس میں فی البدیہ خطبے پڑھ دیا کرتے تھے اور گھمسان کے معرکوں میں طعن و ضرب کے درمیان رجز پڑھا کرتے تھے اور مطالب عالیہ کے حصول میں بھی اپنی سحر بیانی سے کام لیتے تھے اس ضمن سے وہ بزدل کو دلیر، بخیل کو سخی، ناقص کو کامل، گمنام کو نامور اور مشکل کو آسان کر دیتے تھے جسے چاہتے مدح سے شریف اور ہجو سے وضیع بنا دیتے اور اسی سے کینہ دیرینہ دلوں سے دور کر کے بیگانے کو اپنا بنا لیتے۔ انہیں یقین تھا کہ اقلیم سخن کے مالک اور میدان فصاحت و بلاغت کے شہسوار ہم ہی ہیں اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی کلام ہمارے کلام سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ فصاحت و بلاغت کے اس کمال پر ان کی روحانی حالت نہایت ہی گری ہوئی تھی۔ وہ عموماً بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ خانہ خدا کو انہوں نے بت خانہ بنایا ہوا تھا۔ بعض لوگ ستاروں اور سورج اور چاند کو پوجتے تھے بعض تشبیہ کے قائل تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور بعض کو خدا کی ہستی ہی سے انکار تھا اور امر و نواہی کی انہیں مطلق خبر نہ تھی اور نہ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب تھی۔ دین ابراہیمی بجز چند

Marfat.com

رسوم کے بالکل مفقود تھا۔ قساوت قلب کا یہ عالم تھا کہ بعض لڑکیاں پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیتے تھے۔ وہ شب و روز زنا کاری، شراب خوری، قمار بازی اور قتل و غارت تگری میں مشغول رہتے تھے ان کے درمیان جو اہل کتاب موجود تھے۔ ان کی حالت بھی دگرگوں تھی اور ان کی کتابیں بھی محرف ہو چکی تھیں۔ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور نصاری تین خدا مانتے تھے اور مسئلہ کفارہ کی آڑ میں اعمال حسنہ کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے غرض ملک عرب میں ساری دنیا کے مذاہب باطلہ اور عقائد قبیحہ موجود تھے مشرکین وہاں تھے۔ آتش پرست، ستارہ پرست آفتاب پرست، ماہتاب پرست اور درخت پرست وہاں تھے۔ نصاریٰ وہاں تھے یہود وہاں تھے مشبہ و مجسبہ وہاں تھے۔ تناسخیہ وہاں تھے۔ دہریہ وہاں تھے۔

نظر بحالات مذکورہ بالا اس امر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ایسے مرکز میں خدا کی طرف سے ایک کامل طبیب روحانی ساری دنیا کے لیے مبعوث ہو۔ چنانچہ حسب عادت الٰہی ان کے پاس اللہ کا ایک کامل بندہ آیا اور ایک کامل کتاب لایا۔ جس میں قیامت تک ہر زمانے اور ہر قوم کے تمام روحانی امراض کا خدائی نسخہ درج تھا۔

يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس: ع ٦)

اے لوگو! تم کو آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور شفاء واسطے سینوں کے روگ کے اور ہدایت اور رحمت ایمان لانے والوں کے لیے۔

اس طبیب روحانی سے وہ پہلے ہی آشنا تھے۔ کیونکہ وہ اللہ کا پیارا خاتم سلسلۂ انبیاء انہیں میں سے تھا۔ انہیں کے درمیان پیدا ہوا اور انہیں کے درمیان پرورش پائی ابھی اپنی والدہ ماجدہ نے بھی اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ بعد ازاں دادا اور چچا یکے بعد دیگرے اس کی پرورش کے متکفل ہوئے۔ اس طرح اس دریتیم کی تعلیم کا کوئی سامان نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا کیونکہ مکہ میں نہ کوئی مدرسہ تھا، نہ کتب خانہ اور نہ وطن سے باہر کسی دوسری جگہ جا کر تعلیم پانے کا اتفاق ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل مکہ سے کب پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ غرض چالیس سال کی عمر تک وہ بندہ کامل امیوں میں امی مگر صدق و امانت میں مشہور رہا پھر یکا یک استاد ازل کی تعلیم سے منصب نبوت پر سرفراز ہوا۔ اس امی لقب امین نے جو کتاب اپنی نبوت کے ثبوت میں اپنے ہم وطنوں کے سامنے پیش کی وہ انہی کی زبان میں تھی اور اسی فن میں ان سے معارضہ طلب کیا۔ جس میں وہ نقارۂ لمن الملک الیوم بجا رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں افصح الفصحاء ابلغ البلغاء مصاقع الخطباء اور شعراء شعراء موجود تھے مگر جب معارضہ کے لیے وہ کتاب پیش کی گئی تو ان کی عقلیں چکرا گئیں۔

اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود قلت اتباع کے کھلے الفاظ میں یوں فرما دیا کہ اگر تمام انس و جن مل کر اس کا معارضہ کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے (بنی اسرائیل رکوع 10) پھر بطور ارخاء عنان کہہ دیا کہ سارا نہیں تو ایسی دس سورتیں ہی بنا لاؤ (ہود۔ ع 4) پھر اتمام حجت کے لیے فرما دیا کہ دس نہیں تو ایسی ایک ہی سورت پیش کرو (یونس: ع 4) اس طرح وہ اللہ کا پیارا دو جہان میں ہم گنہ گاروں کا سہارا مکہ مشرفہ میں لگاتار دس سال کفار سے طلب معارضہ فرماتا رہا۔ پھر جب حکم الٰہی سے ہجرت فرما کر مدینے میں رونق افروز ہوا تو وہاں بھی دس سال فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ سے تحدی کرتا رہا اور ساتھ ہی وَ لَنْ

Marfat.com

تَفْعَلُوْا سے انہیں چونکاتا اور اکساتا رہا۔

اس عرصہ دراز میں اس ختم المرسلین نے اسی تحدی پر اکتفا نہ کیا بلکہ عرب جیسی قوم کو جس کی جمعیت جاہلیہ مشہور ہے مجالس میں علیٰ روس الاشھاد یوں پکار کر فرمادیا کہ تم گمراہ ہو۔ تمہارے آباؤ اجداد گمراہ تھے تمہارے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں۔ تمہاری جانیں اور تمہارے مال مسلمانوں کے لیے مباح ہیں۔ بایں ہمہ انہوں نے معارضہ سے پہلو تہی کی۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اسلام کی شوکت روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ ان کے شہر اسلام کے قبضے میں آرہے تھے۔ ان کی اولاد کو گرفتار کر کے غلام بنایا جارہا تھا ان کے بت توڑے جارہے تھے۔ ان کے باپ دادا دوزخی بتائے جارہے تھے اس حالت میں اگر وہ ذرا سا معارضہ بھی کر سکتے تو اس ذلت کو ہرگز گوارا نہ کرتے۔ کیونکہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے معاوضہ سے یہ تمام خواری و رسوائی دور ہو سکتی تھی اور اسلام کی جمعیت و شوکت کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے پراگندہ ہو سکتا تھا۔ جمعیت کے باوجود ان کا بیس سال اس ذلت کو برداشت کرنا اور جلاوطنی اور جزیہ کو گوارا کرنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ معارضہ سے عاجز تھے مگر اپنے عجز پر پردہ ڈالنے کے لیے قسم قسم کے عذر اور حیلے بہانے کیا کرتے تھے چنانچہ کبھی اسے منظوم دیکھ کر شاعر کا قول یا کاہن کا قول بتاتے (حاقہ۔ ع 2) کبھی اپنی قدرت سے خارج دیکھ کر حیرت سے کہا کرتے کہ یہ تو صریح جادو ہے (سبا۔ ع 5) کبھی اپنی جہالت کے سبب سے کہتے کہ چاہیں تو ہم بھی ایسا کرلیں یہ تو پہلوں کے قصے کہانیاں ہیں (انفال، ع 4) کبھی کہتے کہ یہ اضغاث احلام یعنی اڑتے خواب ہیں (انبیاء ع 1) کبھی اس کی تاثیر روکنے کے لیے کہتے کہ شور مچاؤ اور سننے نہ دو۔ (حٰم سجدہ ع 4) کبھی کہتے کہ قرآن سے ہمارے دل غلاف میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے (حٰم سجدہ ع) کبھی کہتے کہ ہم نے اپنے دادوں میں یہ نہیں سنا۔ یہ تو بنائی بات ہے (ص۔ ع 1) اور کبھی اس رحمۃ للعالمین کو ساحر کذاب یعنی بڑا جھوٹا جادوگر (ص۔ ع 1) کبھی مسحور سحر زدہ (فرقان۔ ع 1) کبھی معلم مجنون یعنی سکھایا ہوا باؤلا (دخان۔ ع 1) کبھی کاہن اور کبھی شاعر کہتے (طور۔ ع 2) مگر ایسے حیلوں اور عذروں سے کیا بن سکتا تھا:

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کو پف زند ریشش سوزد

جب عرب کے کمال فصاحت و بلاغت کے زمانے میں فصحاء و بلغاء چھوٹی سے چھوٹی سورت کے معارضے سے عاجز آگئے تو ازمنہ مابعد کے عرب و عجم کا عجز خود ثابت ہوگیا۔ سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی یہ کیسی دلیل ساطع اور برہان قاطع ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا کوئی شخص اقصر سورت کے معارضہ پر قادر نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔

اگر ہم کسی انسان کے کلام کو خواہ وہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو مطالعہ کریں تو اختلاف مضامین، اختلاف احوال اور اختلاف اغراض سے ان کی فصاحت و بلاغت میں ظاہر فرق نظر آئے گا۔ مثلاً شعراء و خطبائے عرب جو فصاحت میں بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض مدح میں بہت گرے ہوئے اور بعض اس کے برعکس ہیں۔ بعض مرثیہ گوئی میں فائق اور غزل میں بھدے اور بعض اس کے خلاف ہیں اور بعض رجز میں اچھے اور قصیدے میں خراب اور بعض اس کے برعکس ہیں بعض کسی خاص شے کے وصف میں اوروں سے سبقت لے گئے ہیں۔ چنانچہ امرؤالقیس گھوڑے اور عورت کے وصف

Marfat.com

میں۔ اعشیٰ شراب کے وصف میں۔ نابغہ ترہیب اور زہیر ترغیب میں مشہور ہیں۔ ذوالرمہ تشبیب وتشبیہ میں اچھا اور ریت، دوپہر، بیابان، پانی اور سانپ کے وصف میں بڑھ کر ہے۔ مگر مدیح و ہجا میں گرا ہوا ہے۔ اسی سبب سے اسے محمول شعرا میں شمار نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ اس کے شعر میں ہرنوں کی مینگنیاں اور خال عروس ہیں۔ فرزدق اگرچہ صاحب غزل ہے۔ مگر تبشیب میں سب سے اچھا ہے۔ اس طرح شاعر اگر زید کو بیان کرنے لگے تو قاصر رہ جائے۔ اگر کوئی لائق ادیب حلال و حرام کو بیان کرے تو اس کا کلام معمول سے گر جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس اختلاف احوال سے بھی انسان کا کلام متفاوت ہو جاتا ہے مثلاً خوشی کے وقت کا کلام غصہ کے وقت کے کلام سے بلحاظ فصاحت مختلف ہوتا ہے اسی طرح اختلاف اغراض کے سبب سے انسان کبھی ایک چیز کی مدح کرتا ہے اور کبھی مذمت جس سے اس کے کلام میں ضرور فرق ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں فصحاء و بلغاء کا کلام فصل و وصل علو و نزول، تقریب و تبعید وغیرہ میں متفاوت ہے۔ مثلاً بہت سے شعراء ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال کرنے اور ایک باب سے دوسرے باب کی طرف خروج کرنے میں ناقص ہیں۔ چنانچہ سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بحتری جو نظم میں اچھا ہے نسیب سے مدیح کی طرف انتقال کرنے میں قاصر ہے۔ اس تمام کے برعکس قرآن کریم پر غور کیجیے باوجود یہ کہ اس میں وجوہ خطاب مختلف ہیں کہیں قصص و مواعظ ہیں۔ کہیں حلال و حرام کا ذکر ہے کہیں اعذار و انذار کہیں وعدہ وعید۔ کہیں تخویف و تبشیر اور کہیں تعلیم اخلاق حسنہ ہے مگر وہ ہر فن میں فصاحت و بلاغت سے خارق عادات اعلیٰ درجے میں ہے اور اس میں کہیں اس منزلت علیا سے انحطاط نہیں پایا جاتا اور اول سے آخر تک مقصد واحد کے لیے ہے اور وہ خلقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا اور دنیا سے دین کی طرف پھیرنا ہے۔ چنانچہ آیہ ذیل میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○
(نسآء: ع12)

کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو پاتے اس میں بہت تفاوت مثال کے طور پر دیکھیے۔

ترغیب میں:۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سجدہ ع 2)
اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ○ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○
(زخرف ع7)

سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھرا ہے ان کے واسطے جو ٹھنڈک ہے آنکھوں کی بدلہ اس کا جو کرتے تھے۔

چلے جاؤ بہشت میں تم اور تمہاری عورتیں کہ بناؤ کر دیئے جاؤ گے۔ لیے پھریں گے ان پر رکابیاں سونے کی اور آبخورے اور وہاں ہے جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پاویں اور تم کو اس

Marfat.com

میں ہمیشہ رہنا ہے۔

ترہیب میں:

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ وَکِیۡلًا ۙ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ فِیۡهِ تَارَۃً اُخۡرٰی فَیُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ فَیُغۡرِقَکُمۡ بِمَا کَفَرۡتُمۡ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ عَلَیۡنَا بِهٖ تَبِیۡعًا ○ (بنی اسرائیل: ع7)

ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوۡرُ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ کَیۡفَ نَذِیۡرِ ○ (ملک۔ع2)

سو کیا تم نڈر ہو اس سے کہ دھنسا دے تم کو جنگل کے کنارے یا بھیج دے تم پر آندھی پھر نہ پاؤ تم اپنا کوئی کارساز یا نڈر ہو۔اس سے کہ پھرے جاوے تم کو دریا میں دوسری بار پھر بھیجے تم پر پتھراؤ ہوا کہ پھر غرق کرے تم کو بدلے اس ناشکری کے پھر نہ پاؤ تم اپنی طرف سے ہم پر اس کا دعویٰ کرنے والا۔

کیا نڈر ہو تم اس سے جو آسمان میں ہے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں پس ناگاہ وہ جنبش کرے۔یا نڈر ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ بھیجے تم پر پتھراؤ ہوا کا سو اب جانو کہ کیسا ہے ڈرانا میرا۔

زجر میں:

فَکُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِهٖ ط فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡهُ الصَّیۡحَةُ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا ۚ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظۡلِمَهُمۡ وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ○

(عنکبوت ع 4)

پھر ہر ایک کو پکڑا ہم نے اس کے گناہ پر سو ان میں سے کوئی تھا کہ اس پر بھیجا ہم نے پتھراؤ ہوا کا اور کوئی تھا کہ اس کو پکڑا چنگھاڑ نے اور کوئی تھا کہ اس کو دھنسایا۔ہم نے زمین میں اور کوئی تھا اس کو ڈبو دیا ہم نے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرے پر تھے وہ اپنا آپ برا کرتے۔

وعظ میں:

اَفَرَءَیۡتَ اِنۡ مَّتَّعۡنٰهُمۡ سِنِیۡنَ ○ ۙ ثُمَّ جَآءَهُمۡ مَّا کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ○ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ مَّا کَانُوۡا یُمَتَّعُوۡنَ ○ (شعراء:ع11)

بھلا بتلاؤ۔اگر ہم فائدہ دیں ان کو کئی برس پھر آوے ان پر (عذاب) جس کا ان سے وعدہ تھا۔کیا کام آوے گا۔ان کا تمتع ان کے۔

Marfat.com

الٰہیات میں:-

اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ○ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ○ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ م بِالَّیْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ○ (رعد۔ع3)

اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز اس کے نزدیک اندازہ پر ہے وہ جاننے والا چھپے اور کھلے کا۔ عظیم الشان بلند۔ برابر ہے تم میں جو چپکے بات کہے اور جو کہے پکار کر اور جو چھپنے والا ہے رات کو چلنے والا ہے دن کو۔

اسی طرح قرآن کریم کے فواتح وخواتم مواضع فصل ووصل اور مواقع تحویل وتنقل کو دیکھیے اس کے پڑھنے والوں کو خارق عادت بدیع تالیف کے سبب سے فصل بھی وصل معلوم دیتا ہے اور ایک قصے سے دوسرے قصے کی طرف اور ایک شے سے دوسری شے کی طرف مثلاً وعدہ سے وعید اور ترغیب سے ترہیب کی طرف انتقال کرنے میں مختلف موتلف اور متبائن متناسب نظر آتا ہے اس مقام پر بغرض توضیح قرآن کی فصاحت و بلاغت کے متعلق چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ سبع معلقات جو تمام عرب جاہلیت کا مایہ فخر وناز تھے اور خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں تھے۔ قرآن شریف کے نازل ہونے پر اتار دیے گئے یہ قصائد اب تک موجود ہیں مگر سبع طوال کی جھلک سے اپنی آب وتاب سب کھو بیٹھے ہیں۔

حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سبع معلقات کے شعراء میں سے تھے۔ اسلام لے آئے تھے اور ساٹھ سال اسلام میں زندہ رہے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے سوائے ایک بیت کے کوئی شعر نہیں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان سے فرمایا کہ مجھے اپنے شعر سناؤ۔ اس پر آپ نے سورۃ بقرہ پڑھی اور عرض کیا میں شعر نہیں کہنے کا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سورۃ بقرہ سکھا دی ہے۔

ابو عبیدہ قاسم بن سلام بغدادی (متوفی 223ھ) جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فقہ وحدیث ولغت میں امام ہیں حکایت کرتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین عرب نے کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا:-

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (حجر:ع6)

سو سنا دے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا۔

اس نے سنتے ہی سجدہ کیا اور کہا کہ میں نے اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کیا ہے۔

ایک دفعہ کسی اعرابی نے یہ آیت سنی۔

فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ (یوسف: ع10)

پھر جب ناامید ہوئے اس سے اکیلے بیٹھے مصلحت کو۔

کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق اس کلام کی مثل پر قادر نہیں۔

امام اصمعی یعنی عبدالملک بن اصمع بصری (متوفی 210ھ) جو لغت ونحو وادب ونوادر میں امام ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک پانچ یا چھ سال کی لڑکی کو یہ کہتے سنا کہ میں اپنے تمام کتابوں سے استغفار کرتی ہوں میں نے سن کر کہا تو کس

Marfat.com

چیز پر استغفار کرتی ہے تو تو مکلف ہی نہیں وہ بولی:-

استغفر اللّٰہ لذنبی کلّہ

قتلت انسانا بغیر حلّہ

مثل غزال ناعمہ فی دلّہ

انتصف اللیل ولم اصل لہ

میں نے کہا اللہ تجھے مارے تو کیسی فصیح ہے! وہ کہنے لگی:

قرآن میں یہ آیت ہے۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْہِ فَاَلْقِیْہِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ (قصص:ع 1)

اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اس کا۔ تو ڈال دے اس کو دریا میں اور ڈر مت اور غم مت کھا۔ بے شک ہم لوٹانے والے ہیں اس کو تیری طرف اور بنانے والے ہیں اس کو رسولوں سے۔

کیا اس آیت کے مقابل میرا یہ قول فصیح کہا جا سکتا ہے؟ اس ایک آیت میں دو امر دو نہی دو خبریں اور دو بشارتیں جمع ہیں۔

حکایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز مسجد نبوی میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے سرہانے کھڑا ہوا ایک شخص کلمہ شہادت پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس سے سبب دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ میں بطارقہ روم میں سے ہوں۔ مجھے عربی زبانیں آتی ہیں۔ میں نے ایک مسلمان قیدی سے سنا کہ وہ آپ مسلمانوں کی کتاب میں سے ایک آیت پڑھ رہا تھا۔ میں نے اس آیت پر غور کیا۔ اس میں وہ احوال دنیا و آخرت جمع ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر نازل فرمائے۔ وہ آیت یہ ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَ یَخْشَ اللّٰہَ وَ یَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (نور ع 7)

اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچ کر چلے اس سے سو وہی لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے۔

ابن مقفع نے جو فصاحت و بلاغت میں یگانہ روزگار تھا اور زمانہ تابعین میں تھا۔ قرآن شریف کے معارضہ میں کچھ لکھنا شروع کیا۔ ایک روز ایک مکتب پر سے اُس کا گزر ہوا۔ جس میں ایک لڑکا یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

وَ قِیْلَ یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَ غِیْضَ الْمَآءُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَ قِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (ہود۔ع 4)

اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان! تھم جا اور خشک کیا گیا پانی اور تمام کیا گیا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہوں قوم بے انصاف

Marfat.com

وہ سن کر واپس آیا اور جو کچھ لکھا تھا سب مٹا ڈالا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا معارضہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ یہ انسان کا کلام نہیں۔

یحییٰ بن الحکم الغزال نے جو بقول ذہبی دوسری اور بقول ابن حبان تیسری صدی ہجری میں اندلس میں فحول اشعر میں سے تھا۔ قرآن کے معارضے کا ارادہ کیا۔ ایک روز سورۃ اخلاص کا معارضہ کرنے لگا تو اس پر ہیبت طاری ہوگئی جو اس کی توبہ کا باعث ہوئی۔

امام ابن ابی الجوزی (متوفی 597ھ) نے وفا فی فضائل المصطفےٰ میں ذکر کیا ہے کہ امام ابن عقیل نے کہا کہ ابو محمد مسلم نحوی نے مجھ سے حکایت کی ہے کہ ہم اعجاز القرآن پر گفتگو کر رہے تھے وہاں ایک فاضل شیخ موجود تھا۔ اس نے کہا کہ قرآن میں ایسی کون سی چیز ہے جس سے فضلاء عاجز آجائیں۔ پھر وہ کاغذ دوات لے کر بالا خانے پر چڑھ گیا اور وعدہ کیا کہ تین دن کے بعد قرآن کے معارضے میں کچھ لکھ کر لاؤں گا۔ جب تین دن گزر گئے تو ایک شخص بالا خانے پر چڑھا اور اس کو سہارا لیے ہوئے اس حال میں پایا کہ اس کا ہاتھ قلم پر سوکھ گیا تھا۔

مسیلمہ کذاب نے قرآن کی بعض چھوٹی سورتوں کے معارضہ میں کچھ لکھا۔ مگر ایسا کہ اطفال مکتب بھی اسے دیکھ کر ہنسیں۔ سورۃ کوثر پر جو اس لعین نے لکھا تھا ہم انشاء اللہ اسے اس بحث کے اخیر میں لائیں گے اور اس لعین کے کلام کی سخافت ظاہر کرنے کے لیے اس سورت کی وجہ اعجاز پر مفصل بحث کریں گے اور مزید توضیح کے لیے قرآن کی فصاحت کے متعلق دو اور مثالیں پیش کریں گے۔

اعتراض:

قرآن شریف میں انبیائے کرام کے قصے بار بار لائے گئے ہیں۔ چنانچہ بقول بعض حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ایک سو بیس جگہ ہے اور بقول ابن عربی حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ پچیس آیتوں میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نوے آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے یہ خلاف فصاحت ہے۔

جواب:

وہ تکرار خلاف فصاحت ہوتی ہے جس میں کچھ فائدہ نہ ہو۔ مگر قصص قرآنی کی تکرار فوائد سے خالی نہیں۔ علامہ بدر بن جماعہ نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''المقتص فی فوائد تکرار القصص'' ہے۔ اس میں تکریر قصص کے کئی فائدے ذکر کیے ہیں۔

(1) ہر جگہ کچھ نہ کچھ زیادتی ہے جو دوسری جگہ نہیں۔ یا کسی نکتہ کے لیے ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ لایا گیا ہے اور یہ بلغاء کی عادت ہے۔

(2) ایک جماعت ایک قصہ سن کر اپنے گھر چلی جاتی تھی۔ اس کے بعد دوسری جماعت ہجرت کر کے آتی تھی اور جو کچھ پہلی جماعت کے چلے جانے کے بعد نازل ہوتا اسے روایت کرتی۔ اگر تکرار قصص نہ ہوتی تو قصہ موسیٰ کو ایک قوم سنتی اور قصہ عیسیٰ کو دوسری قوم سنتی۔ اسی طرح باقی قصوں کا حال ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام لوگ ان قصوں کے سننے میں مشترک ہوں تا کہ ایک قوم کو افادہ اور دوسری کو زیادہ تاکید حاصل ہو۔

Marfat.com

(3) ایک ہی مضمون کومختلف اسالیب میں بیان کرنے میں جو فصاحت ہے وہ پوشیدہ نہیں۔

(4) قصص کے نقل کرنے پر اس قدر دواعی نہیں جتنے کہ احکام کے نقل کرنے پر ہیں اس لیے احکام کے برعکس قصص کو بار بار لایا گیا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا اور لوگ اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے۔ پھر ان کے عجز کے معاملہ کو اس طرح واضح کر دیا کہ ایک قصہ کو کئی جگہ ذکر کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ اس کی مثال لانے سے عاجز ہیں۔ خواہ کوئی سے الفاظ میں لائیں اور کسی عبارت سے تعبیر کریں۔

(6) جب اللہ نے منکرین سے تحدی کی کہ اس کی مثل ایک سورت بنالاؤ تو اگر ایک قصے کو ایک ہی جگہ ذکر کیا جاتا اور اسی پر کفایت کی جاتی تو اہل عرب کہتے کہ تم ہی اس کی مثل ایک سورت پیش کرو پس اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے ان کی حجت دور کرنے کے لیے ایک قصے کو کئی سورتوں میں نازل فرمایا۔

(7) جب ایک قصے کو بار بار ذکر کیا گیا اور ہر جگہ اس کے الفاظ میں کمی بیشی اور تقدیم و تاخیر کر دی گئی اور مختلف اسلوب عمل میں لایا گیا تو یہ عجیب بات پیدا ہو گی کہ ایک ہی معنیٰ مختلف صورتوں میں جلوہ افروز ہوا اور لوگوں کو اس کے سننے کی طرف کشش ہو گئی۔ کیونکہ ہر نئے امر میں لذت ہوتی ہے اور اس لیے قرآن مجید کا ایک خاصہ ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ باوجود تکرار کے لفظ میں کوئی عیب اور سننے کے وقت کوئی ملال پیدا نہیں پس کلام الٰہی بندوں کے کلام سے ممتاز رہا۔

اعتراض:

مانا کہ ایک معنیٰ کو مختلف لباس اور مختلف اسلوب میں ظاہر کرنے سے فصاحت کرنے میں کوئی خلل نہیں آتا۔ بلکہ یہ ابلغ ہے مگر بعض جگہ ایک ہی جملہ بار بار لایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ شعرا میں

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ o

آٹھ بار لایا گیا ہے اور سورہ قمر میں وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ o

چار بار اور سورہ رحمٰن میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o اکیس بار اور سورہ مُرسلات میں وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ دس بار مذکور ہے۔

جواب:

ان سورتوں میں بھی تکرار آیت فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ ہر جگہ متعلق بہ مختلف ہے۔ تاکہ ہر خبر کے سننے کے بعد تجدید نصیحت و عبرت ہو۔ چنانچہ سورہ شعراء میں ہر قصے کے بعد اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً مذکور ہے اور ہر دفعہ ایک نبی اور اس کی امت کے قصے کی طرف اشارہ ہے کہ اس نبی پر ایمان لانے والے سلامت رہے اور منکرین تباہ ہوئے اور پھر بار بار بتلا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے رحم والا اور منکروں کے لیے عزیز یعنی زبردست ہے۔ تاکہ اس امت کے لوگ نصیحت پکڑیں۔ یہی حال سورہ قمر میں تکرار آیت کا ہے۔ کیونکہ اس میں قصہ نوح و عاد و ثمود و لوط میں سے ہر ایک کے بعد وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ مذکور ہے۔ تاکہ قرآن پڑھنے والے اس سے عبرت پکڑیں۔ اسی طرح سورہ مرسلات میں ہر دفعہ ایک نشانی کے ذکر کے بعد آیا ہے کہ قیامت کے دن خرابی ہو گی ان لوگوں کے لیے جو اس نشان کو جھٹلانے والے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس

Marfat.com

سورہ رحمٰن میں ہر بار مختلف نعمتوں کے ذکر کے بعد فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ آیا ہے۔تا کہ لوگ سن کر ہدایت پائیں جیسا کہ ایک ناشکر گزار محسن الیہ کو محسن کہے کیا تو فقیر نہیں تھا۔میں نے تجھے امیر بنا دیا آیا تجھے اس سے انکار ہے؟ کیا تو ننگا نہ تھا۔ میں نے تجھے امیر بنا دیا۔آیا تجھے اس سے انکار ہے؟ کیا تو گمنام نہ تھا۔میں نے تجھے نامور کر دیا۔آیا تجھے اس سے انکار ہے؟

کتب عہد عتیق میں مزمور 136 میں یہی طرز پایا جاتا ہے جس کا عربی ترجمہ جو قسیس ولیم ہاج مل مدرس مدرسہ اسقفیہ کلکتہ نے کیا ہے۔وہ اس وقت ہمارے زیر نظر ہے۔اس میں ہر آیت کے بعد اِنَّ رَحْمَتَهٗ اِلَی الْاَبَد اٹھائیس بار آیا ہے۔ بخوف طوالت ہم اس مزمور کو یہاں نقل نہیں کرتے۔

اعجاز القرآن کی دوسری وجہ نظم قرآن کا اسلوب بدیع

اگر چہ قرآن مجید کے الفاظ وحروف کلام عرب کی جنس سے ہیں اور ان کی نظم و نثر میں مستعمل ہیں۔مگر اس کا اسلوب تمام اسالیب سے جدا ہے اور انواع کلام (قصائد، خطب، رسائل، محاورہ) میں سے کسی سے نہیں ملتا۔بایں ہمہ سب انواع کے محاسن کا جامع ہے۔اہل عرب انواع چہار گانہ کے سوا کوئی اور اسلوب وطرز نہ جانتے تھے اور نہ کسی نئے طرز میں کلام کر سکتے تھے۔پس ایک عجیب نرالے اسلوب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (جو اُمّی تھے) کی زبان مبارک پر جاری ہونا عین اعجاز ہے۔

اس کتاب میں پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ ایک روز ولید بن مغیرہ نے قریش سے کہا کہ ایام حج قریب ہیں۔عرب کے قبائل تم سے اس مدعی نبوت (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت دریافت کریں گے۔تم اس کی نسبت ایک رائے قائم کر لو۔اس پر قریش نے مختلف رائیں پیش کیں کہ وہ کاہن ہے۔دیوانہ ہے، شاعر، جادوگر ہے، ولید نے یکے بعد دیگرے ان تمام کی تردید کر کے کہا۔

''اللہ کی قسم! اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے۔اس کلام کی اصل مضبوط جڑ والا درخت خرما ہے اور اس کی فرع پھل ہے ان باتوں میں سے جو بات تم کہو گے وہ ضرور پہچان لی جائے گی کہ جھوٹ ہے۔اس کے بارے میں صحت کے قریب تر قول یہ ہے کہ تم کہو۔وہ جادوگر ہے اور ایسا کلام لایا ہے جو جادو ہے۔اس کلام سے وہ باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں، میاں بیوی میں، خویش واقارب میں جدائی ڈال دیتا ہے''۔

اسی طرح ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔قریش نے اپنے سردار عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور اس نے آپ پر کئی باتیں پیش کر کے کہا کہ ان میں سے ایک پسند کر لیجیے۔آپ نے اس کے جواب میں سورہ حٰم السجدہ کی شروع کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔عتبہ نے قریش سے جا کر کہا۔

''اللہ کی قسم! میں نے ایسا کلام سنا کہ اس کی مثل کبھی نہیں سنا۔اللہ کی قسم! وہ شعر نہیں نہ جادو ہے نہ کہانت۔اے گروہ قریش میرا کہا مانو۔اس شخص کو کرنے دو جو کرتا ہے اور اس سے الگ ہو جاؤ۔اللہ کی قسم! میں نے جو کلام اس سے سنا ہے

Marfat.com

اس کی بڑی عظمت وشان ہوگئی۔ اگر عرب اس کو مغلوب کر لیں تو تم غیر کے ذریعے سے اس سے بچ گئے۔ اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے اور تم اس کے سبب سے خوش نصیب ہو جاؤ گے''۔

قریش یہ سن کر کہنے لگے کہ اس نے تو اپنی زبان سے تجھے بھی جادو کر دیا۔

عتبہ بولا کہ ''اس کی نسبت میری یہی رائے ہے تم کرو جو چاہو''۔

صحیح مسلم میں حدیث اسلام ابوذر غفاری میں خود ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو مکہ میں ایک کام ہے۔ تو بکریوں کی حفاظت رکھنا، یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور مکہ پہنچ گیا واپسی پر میں نے اس سے پوچھا تو نے کیا کیا؟ وہ بولا میں مکہ میں ایک شخص سے ملا جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں میں نے پوچھا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ لوگ کہتے ہیں وہ شاعر ہے کاہن ہے۔ جادوگر ہے۔ پھر انیس ہی جو خود بڑا شاعر تھا کہنے لگا۔

''اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں کا کلام بھی سنا ہوا ہے۔ اس کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں اللہ کی قسم! میں نے اس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ میرے بعد کسی سے یہ نہ بن پڑے گا کہ کہے وہ کلام شعر ہے۔ اللہ کی قسم! وہ نبی سچے ہیں اور کافر بیشک جھوٹے ہیں۔''

اس حدیث میں اس کے بعد یہ مذکور ہے کہ یہ سن کر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ جب اپنے بھائی انیس کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت انیس اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئے۔ پھر تینوں اپنی قوم غفار میں آئے۔ آدھی قوم ایمان لے آئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو باقی بھی ایمان لے آئے۔ اس طرح قبیلہ اسلم بھی مسلمان ہو گیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

غفار غفر اللّٰہ لھا و اسلم سالمھا اللّٰہ

یعنی اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کو بخش دے اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے۔

ابن سعد نے طبقات میں بروایت یزید بن رومان اور محمد بن کعب اور شعبی اور زہیری وغیرہ روایت کیا ہے کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن نبیہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں۔ آپ نے ان کا جواب دیا اس نے وہ سب کچھ یاد کر لیا۔ پھر آپ نے اسے دعوت اسلام دی وہ ایمان لے آیا۔ اس نے وہ سب کچھ یاد کر لیا۔ پھر آپ نے اسے دعوت اسلام دی وہ ایمان لے آیا اور اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا۔

''بے شک میں نے روم کا ترجمہ۔ فارس کا زمزمہ، عرب کے اشعار، کاہن کی کہانت اور ملوک حمیر کا کلام سنا ہے۔ مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام ان کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ اس لیے تم میرا کہا مانو اور اس سے بہرہ ور ہو جاؤ''۔

اس طرح بنو سلیم فتح مکہ کے سال مقام قدید میں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے وہ سات سو تھے اور کہا

Marfat.com

گیا ہے کہ ایک ہزار تھے۔ عباس بن مرداس اور انس بن عباس بن رعل اور راشد بن عبد یہ انہیں میں سے تھے۔

قرآن مجید کے اسلوب بدیع کی نسبت مولنا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے۔

''قرآن کو متون کتب کی طرح بولوں اور فصلوں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ تا کہ تو ہر مطلب اس میں سے معلوم کر لے یا ایک فصل میں مذکور ہو۔ بلکہ قرآن کو مکتوبات کا مجموعہ فرض کر جس طرح کوئی بادشاہ اپنی رعایا کو بحسب اقتضائے حال ایک فرمان لکھے اور کچھ مدت کے بعد دوسرا فرمان لکھے اور اسی طرح لکھتا جائے۔ یہاں تک کہ بہت سے فرمان جمع ہو جائیں۔ پھر ایک شخص ان فرمانوں کو جمع کر کے ایک مجموعہ تیار کر دے۔ اسی طرح اس ملک علی الاطلاق نے اکیلے بندوں کی ہدایت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مقتضائے حال کے موافق یکے بعد دیگرے سورتیں نازل فرمائیں اور آپ کے زمانہ مبارک میں ہر سورت الگ الگ محفوظ تھی۔ مگر سورتوں کو ایک جگہ جمع نہ کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں تمام سورتوں کو ایک جلد میں خاص ترتیب سے جمع کیا گیا اور اس مجموعہ کا نام مصحف رکھا گیا۔ اصحاب کرام کے درمیان سورتوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا۔

ایک سبع طوال دوسری جن میں سے ہر ایک میں سو یا کچھ زیادہ آیتیں ہیں تیسری مثانی جن میں سے ہر ایک میں سو آیتوں سے کم ہیں۔ چوتھی مفصل اور مصحف کی ترتیب میں دو تین سورتیں جو مثانی میں سے ہیں۔ مئین میں داخل کر دی گئیں کیونکہ ان کے سیاق کو مین کے سیاق سے مناسبت ہے۔ اسی طرح دیگر اقسام میں بھی کچھ تصرف ہوا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصحف کی کئی نقلیں کرا کے اطراف میں بھیج دیں تا کہ ان سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور کسی دوسری ترتیب کی طرف مائل نہ ہوں۔ چونکہ سورتوں کا اسلوب بادشاہوں کے فرمانوں سے پوری پوری مناسبت رکھتا تھا اس لیے ابتداو انتہا میں مکتوبات کے طریقہ کی رعایت کی گئی۔ جس طرح بعض مکتوبات کو خدا تعالیٰ کی حمد سے شروع کرتے ہیں اور بعض کو اس کے املاء کی غرض سے اور بعض کو مرسل اور مرسل الیہ کے نام سے شروع کرتے ہیں اور بعض رقعے اور خطوط بے عنوان ہوتے ہیں اور بعض مکتوبات طویل اور بعض مختصر ہوتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ نے بعض سورتوں کو حمد و تسبیح سے شروع کیا اور بعض کو اس کے املاء کی غرض کے بیان سے شروع کیا چنانچہ فرمایا:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (بقرہ:۱) سورہ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا (نور) اور قسم مشابہ ہے اس کے هذا ما صالح فلان و. فلان هذا ما اوحى به فلان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ حدیبیہ میں یوں تحریر فرمایا تھا هذا ماضى عليه محمد اور بعض کو مرسل اور مرسل الیہ کے ذکر سے شروع کیا چنانچہ فرمایا تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (زمر:۱) كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ (ہود:۱) اور یہ قسم مثل ہے اس کے کہ لکھیں حضرت خلافت کا حکم صادر ہوا یا لکھیں ''فلاں شہر کے باشندوں کو حضرت خلافت کی طرف سے یہ آگاہی ہو'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا ''من محمد رسول الله الىٰ هرقل عظيم الروم'' اور بعض سورتوں کو رقعات و خطوط کے طور پر عنوان کے بغیر شروع کیا چنانچہ فرمایا اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ (منافقون شروع) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ

Marfat.com

قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا (مجادلہ شروع) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ (تحریم شروع) چونکہ عرب کی سب سے مشہور فصاحت قصیدے تھے اور قصیدوں کے شروع میں تشبیب میں عجیب مواضع اور ہولناک وقائع کا ذکر کرنا ان کی قدیم رسم تھی۔ اس لیے اس اسلوب کو بعض سورتوں میں اختیار کیا چنانچہ فرمایا وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ (صافات شروع) والذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ (ذاریات شروع) اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ ۝ (تکویر شروع) جس طرح مکتوبات کے اواخر کو جوامع حکم اور نوادر وصایا اور احکام سابقہ کی تاکید اور مخالفین احکام کی تہدید پر ختم کرتے تھے اسی طرح سورتوں کے اواخر کو جوامع کلم اور منائح حکم اور تاکید بلیغ اور تہدید عظیم پر ختم فرمایا اور کبھی سورت کے درمیان بڑے بڑے فائدے والے بدیع الاسلوب بلیغ کلام کو ایک طرح کی حمد و تسبیح سے یا نعمتوں اور عطایائے نعمت کے ایک طرح کے بیان سے شروع کیا ہے۔ چنانچہ خالق و مخلوق کے مراتب میں تباین کے بیان کو سورۂ نمل کے اثناء میں آیت:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ءآللّٰهُ خَیْرٌ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ سے شروع کیا اور اس کے بعد پانچ آیتوں میں اس مدعا کو نہایت ہی بلیغ وجہ اور نہایت ہی بدیع اسلوب سے بیان فرمایا اور بنی اسرائیل کے مخاصمہ کو سورۂ بقرہ کے اثناء میں الفاظ (یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِ یْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ) سے شروع فرمایا اور ان ہی الفاظ پر ختم کیا پس اس مخاصمہ کا اس کلام سے شروع کرنا اور اسی کلام پر ختم کرنا کمال درجہ کی بلاغت ہے۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ کے مخاصمہ کو سورۂ آل عمران میں آیہ (اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ) سے شروع فرمایا تاکہ محل نزاع معین ہو جاوے اور قیل و قال کا تدارک اس مدعا پر واقع ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال الی انتہی۔

☆☆☆

Marfat.com

اعجاز القرآن کی تیسری وجہ:

غیب کی خبریں

قرآن میں پہلے نبیوں اور گزشتہ امتوں اور قرون ماضیہ کے قصے مذکور ہیں۔ مثلاً حضرت آدم وحوا کا قصہ حضرت نوح و طوفان کا قصہ حضرت ابراہیم وسارہ کا قصہ حضرت اسحاق اور حضرت لوط کے حالات، حضرت مریم وتولد مسیح کا قصہ ابتدائے پیدائش کا حال ان میں بعض قصے جو علمائے اہل کتاب کو بھی شاذ و نادر ہی معلوم تھے۔ یہود کے سوال کرنے پر بتائے گئے۔ مثلاً اصحاب کہف کا قصہ ذوالقرنین کا قصہ۔ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ۔ حضرت موسیٰ وخضر کا قصہ یہ تمام قصے قرآن پاک میں کتب سابقہ الہامیہ کے مطابق مذکور ہیں۔ قرآن میں شرائع سابقہ کے احکام مذکور ہیں مثلاً سورہ مائدہ رکوع اول میں ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ

حرام ہوا تم پر مردہ اور لہو اور گوشت سور کا اور جس چیز پر نام لیا گیا۔ اللہ کے سوا کا اور جو مر گیا گھلا گھٹ کر۔ (اعمال باب ۱۵۔ آیہ 29 میں ہے)

”تم بتوں کے چڑھاووں اور لہو اور گلا گھونٹی ہوئی چیزوں اور حرامکاری سے پرہیز کرو“۔

اس آیت میں جو سور کے گوشت کی جگہ حرامکاری لکھا ہے درست نہیں کیونکہ اس مقام پر حلال وحرام خوراک کا ذکر ہے حرامکاری سے کیا علاقہ۔

قرآن میں بعض احکام بحوالۂ کتب الہامیہ سابقہ مذکور ہوئے ہیں۔ مثلاً سورۂ مائدہ رکوع میں ہے:۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بَالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ۔

اور لکھ دیا ہم نے ان پر قصاص اس کتاب (تورات) میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخم کا بدلہ برابر۔

تورات کتاب الخروج باب 21 آیہ 23 - 25 میں یوں ہے ”جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں جلانے کے بدلے جلانا۔ زخم کے بدلے زخم۔

بعض احکام یہود کے طعن کے جواب یا ان کے انکار کی تردید میں وارد ہوئے ہیں چنانچہ سورۃ آل عمران رکوع 10 میں ہے۔

Marfat.com

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰةُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کر لی تھیں اسرائیل (یعقوب) نے اپنی جان پر تورات نازل ہونے سے پہلے تو کہہ لاؤ تورات اور پڑھو اسے اگر سچے ہو۔

اس آیت کا شان نزول موضح القرآن میں یوں لکھا ہے ''یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ تم کہتے ہو ہم ابراہیم کے دین پر ہیں اور ابراہیم کے گھرانے میں جو چیزیں حرام ہیں سو کھاتے ہو جیسا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ۔ اللہ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں سب ابراہیم کے وقت میں حلال تھیں یہاں تک کہ تورات نازل ہوئی۔ تورات میں خاص بنی اسرائیل پر نہیں حرام ہوئی ہیں۔ مگر ایک اونٹ کہ تورات سے پہلے حضرت یعقوب نے اس کے کھانے سے قسم کھائی تھی ان کی تبعیت سے ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا اور قسم کا سبب یہ تھا کہ ان کو ایک مرض (عرق النساء) ہوا تھا۔ انہوں نے نذر کی کہ اگر میں صحت پاؤں تو جو میری بہت بھاؤ کی چیز ہے وہ چھوڑ دوں گا ان کو یہی بہت بھاتا تھا سو نذر کے سبب چھوڑ دیا''۔

اسی طرح خود یہود پر جو چیزیں حرام تھیں ان کی نسبت وہ کہتے کہ یہ ہم ہی پر حرام نہیں ہوئیں بلکہ حضرت نوح و حضرت ابراہیم اور پہلی امتوں پر بھی حرام تھیں۔

ان کے اس خیال کی تردید آیۂ ذیل میں مذکور ہے:۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ج وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ط ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ (انعام: ع 8)

اور ان پر ہم نے حرام کیا تھا ہر ناخن والا اور گائے اور بکری میں سے ہم نے حرام کی ان پر ان دونوں کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر یا آنت میں یا ملی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہم نے ان کو سزا دی تھی ان کی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہیں۔

جانوروں کے حلال و حرام کے احکام کی طرح احکام جُنب و حائض و نفساء بھی قرآن میں کتب سابقہ کے مطابق بیان ہوئے ہیں ناظرین کرام! موافق و مخالف سب کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ نہ کبھی کسی استاد کے آگے زانوئے شاگردی تہ کیا اور نہ کبھی علمائے اہل کتاب میں سے کسی عالم کی صحبت سے استفادہ فرمایا جیسا کہ پہلے آ چکا ہے پس تعلم و مجالست علماء کے بغیر قصص مذکورہ بالا اور احکام ملل سابقہ کی خبر اس طرح دینا کہ مصدق کتب الہامیہ سابقہ ہو۔ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو وحی کے ذریعے بتایا۔ اسی واسطے یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت آپ پر ایمان لائی اور باقی جو اس نعمت سے محروم رہے اس کا سبب محض حسد و عناد تھا۔ قصص و احکام کے علاوہ قرآن میں کتب سابقہ کے بعض اور مضامین صراحۃً یا اشارۃً بصورت اعمال کتاب مذکور ہیں دیکھو آیات ذیل:۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○

Marfat.com

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى o اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى o صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى o

(سورۃ اعلیٰ)

بے شک بھلا ہوا اس کا جو سنورا اور پڑھا نام اپنے رب کا۔ پھر نماز پڑھی بلکہ تم آگے رکھتے ہو دنیا کا جینا اور آخرت بہتر ہے اور رہنے والی یہ لکھا ہے پہلے صحیفوں میں صحیفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے۔

(2) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا o (بنی اسرائیل:124)

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں صاف سو پوچھ بنی اسرائیل سے جب آیا وہ ان کے پاس اتو کہا اس کو فرعون نے میری اٹکل میں اے موسیٰ تجھ پر جادو ہوا ہے۔

(3) ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ (سورۃ فتح: ع4)

یہ صفت ہے ان کی تورات میں اور صفت ہے ان کی انجیل میں جیسا کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا۔ پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر پٹھا موٹا ہوا۔ پھر کھڑا ہوا اپنی نال پر خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو تا جلادے ان سے جی کافروں کا۔

تورات موجودہ (کتاب پیدائش باب 26۔ آیہ 12 - 13) میں یہ تفصیل یوں پائی جاتی ہے۔

''اور اضحٰق نے اس زمین میں کھیتی کی۔ اور اسی سال سوگنا حاصل کیا اور خداوند نے اسے برکت بخشی اور وہ مرد بڑھ گیا اور اس کی ترقی چلی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بہت بڑا آدمی ہو گیا''۔

اور انجیل متی باب 13 آیہ 31 - 32 میں یوں ہے:-

''وہ ان کے واسطے ایک اور تمثیل لایا کہ آسمان کی بادشاہت خردل کے دانے کی مانند ہے جسے ایک شخص نے لے کر اپنے کھیت میں بویا وہ سب بیجوں میں چھوٹا پر جب اگا سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا اور ایسا پیڑ ہوتا کہ ہوا کی چڑیاں آکے اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتیں۔

(4) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۗ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ۗ (سورہ توبہ: ع14)

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے بہشت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اس کے ذمے پر تورات اور انجیل اور قرآن میں۔

موجودہ کتب عہد عتیق و جدید میں بہت جگہ جہاد کا ذکر ہے۔ تفصیل کے لیے مصابیح الظلام اُردو اور فارسی مؤلفہ خاکسار دیکھو، پولوس عبرانیوں کو اپنے نامہ رباب 11- آیہ 32 - 33) میں یوں لکھتا ہے:-

''اب میں کیا کہوں فرصت نہیں کہ جدعون اور برق اور سمسون اور افتح اور داؤد اور سموئیل اور نبیوں کا حال بیان کروں

Marfat.com

انہوں نے ایمان سے بادشاہوں کو مغلوب کیا اور راستی کے کام کیے اور وعدوں کو حاصل کیا اور شیر ببر کے منہ بند کیے۔"

(5) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ م بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ٥

(انبیاء۔ع7)

اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں بعد ذکر (تورات) کے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔

زبور 37 - آیہ 29 میں ہے:-

"صادق زمین کے وارث ہوں گے"۔

(6) لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ م بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذٰلِكَ
بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ٥ (مائدہ۔ع11)

لعنت کھائی منکروں نے بنی اسرائیل میں سے داؤد اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کی زبان پر یہ اس سبب سے کہ گنہگار تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"وے جو میری برائی سے خوش ہوتے ہیں شرمندہ اور رسوا ہوویں اور جو میری دشمنی پر پھولتے ہیں۔ شرمندگی اور رسوائی کا لباس پہنیں"۔(زبور 35 - آیہ 25)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"اے ریا کار رفیقو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو باہر سے بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں پر بھیتر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی ناپاکی سے بھری ہیں اسی طرح تم بھی ظاہر میں لوگوں کو راست باز دکھائی دیتے ہو۔ پر باطن میں ریاکار اور شرارت سے بھرے ہو۔

(انجیل متی باب 23۔ آیہ 28)

(7) اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ
مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ م بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ٥

(صف : ع 1)

جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل! میں بھیجا ہوا ہوں۔ اللہ کا تمہاری طرف سچا کرتا اس کو جو مجھ سے آگے ہے تورات سے اور خوشخبری سنا تا ایک رسول کی جو آوے گا مجھ سے پیچھے اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب آیا ان کے پاس وہ رسول کھلے نشان لے کر بولے یہ جادو ہے صریح۔

اس آیت کا پہلا حصہ متی باب 5 آیہ 17۔18 اور پچھلا حصہ یوحنا باب 14 - آیۃ 16 میں ہے مگر یوحنا کے موجودہ یونانی نسخوں میں آیۃ زیر استدلال میں بجائے لفظ احمد کے لفظ پاراقلیطوس (paracletor) ہے۔ جس کے معنی انگریزی میں کمفرٹر اور اُردو میں تسلی دینے والا درج کر دیئے گئے ہیں مگر یہ صاف تحریف لفظی ہے۔ اصل میں یونانی لفظ پریقلیطوس

Marfat.com

(Pariclytos) تھا۔ جس کے معنی ہیں بہت سراہا ہوا۔ یعنی احمد اہل کتاب جو اپنی کتابوں میں تحریف کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے لفظ پریقلیطوس کو بدل کر پاراقلیطوس بنا دیا۔

جروم جس نے چوتھی صدی مسیحی میں انجیل کا لاطینی ترجمہ کیا۔ اس نے لفظ زیر بحث کو لاطینی میں پیرقلی طاس لکھا ہے جس سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ اصلی نسخہ یونانی جو جروم کے پاس تھا۔ اس میں پریقلیطوس تھا نہ کہ پاراقلیطوس اسی طرح انجیل برناس میں بھی پریقلیطوس موجود ہے۔ علاوہ ازیں اگر انجیل میں بشارت احمد نہ ہوتی تو علمائے اہل کتاب کبھی قرآن کی صداقت پر ایمان نہ لاتے۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید کی تکذیب کرتے۔

(8) مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط (مائدہ :ع ۵)

اسی سبب سے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی مار ڈالے ایک جان بغیر بدلے جان کے یا فساد کے بیچ زمین کے تو گویا مار ڈالا اس نے سب لوگوں کو اور جس نے جلایا ایک جان کو تو گویا جلایا اس نے سب لوگوں کو۔

اس آیت کے متعلق تفسیر موضح القرآن میں یوں لکھا ہے "یعنی اول روئے زمین میں بڑا گناہ یہی ہوا اور اس سے آگے رسم پڑی۔ اسی سبب سے تورات میں اس طرح فرمایا کہ ایک کو مارا جیسے سب کو مارا۔ یعنی ظالم کے ہاتھ سے بچا دیا۔ آیت مذکورہ بالا کا مضمون اب تورات موجودہ میں نہیں ملتا۔ مگر طلمود یعنی احادیث یہود سے پایا جاتا ہے کہ اس میں تھا چنانچہ کتاب پیدائش باب 4 - آیت ہذا میں لفظ خون اصل عبرانی میں بعینہ جمع ہے اس کی تفسیر میں شناہ سندرین میں مفسر یہودی نے جو کچھ عبرانی میں لکھا ہے اس کا ترجمہ ولیم سینٹ کلر ٹزل واعظ مشن جلفہ واقع ایران فارسی میں یوں کرتا ہے:۔

نسبت بقاین کہ برادر خود را کشت یافتہ ایم کہ دربارۂ وے گفتہ۔ آواز خوں ہائے برادرت فریاد برمے آورد۔ نمے گوید خون برادرت بلکہ خونہائے برادرت یعنی خون اولادش بنابریں انسان بہ تنہائی آفریدہ شد۔ برائے آزمودن تو کہ ہر کہ ہلاک کردیکے نفسے از اسرائیل را۔ کتاب بروے حسابش رامے نماید کہ گویا ہمہ عالم را ہلاک کردہ باشد و ہر کہ یک نفسے از اسرائیل را زندہ کرد کتاب بروے حسابش رامے نماید کہ گویا ہمہ عالم را زندہ کردہ باشد"۔ (ینابیع الاسلام صفحہ 39 - 40)

اس ترجمہ میں کتاب سے مراد بظاہر تورات ہے۔ فافہم:

9 - وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ۔ (نساء : ع ۲۲)

اور ان کے سود لینے پر حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے۔

تفسیر حسینی میں ہے "حالانکہ نہی کردہ شدہ انداز اخذ ربو در تورات" تورات میں یہ ممانعت احبار باب 25 - آیہ 36 میں ہے۔

آیات مذکورہ بالا کا اس نبی اُمّی (بابی ہو وامی) کی زبان مبارک سے نکلنا بجز وحی الٰہی ناممکن تھا۔ لہٰذا یہ سب اخبار بالمغیبات کی قسم سے ہیں اور ان کی صحت میں کسی مخالف نے چون و چرا نہیں کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کو

Marfat.com

وہ باتیں بتا دیں جنہیں وہ چھپاتے تھے۔ (مائدہ ع3) حالانکہ وہ ان کی کتابوں میں موجود تھیں مثلاً نبی آخر الزماں کی نسبت پیشین گوئیاں آپ کے اوصاف حکم رحم وغیرہ مگر ان میں سے کوئی بھی اپنی کتاب پیش کر کے آپ کی تکذیب نہ کر سکا۔ اس سے بڑھ کر آپ کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی o (سورہ نجم)

کتب السامیہ کا محاورہ بھی قابل غور ہے۔ دیکھیے آیات ذیل:-

1- فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ o (الانعام ۔ع4)

سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف اللہ کے حکموں سے منکر ہوئے جاتے ہیں۔

اول سموئیل باب 8 آیہ 7 میں ہے:

''وہ تجھ سے منکر نہیں ہوئے ہیں بلکہ مجھ سے منکر ہوئے ہیں۔

2- نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ق كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (بقرہ ۔ع 12)

پھینک دی ایک جماعت نے کتاب پانے والوں میں سے اللہ کی کتاب اپنی پیٹھوں کے پیچھے گویا کہ ان کو معلوم نہیں نحمیاہ باب 9۔ آیہ 26 میں ہے۔

''اور انہوں نے تیری شریعت کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا''۔

3- وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ فَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ o (حج ۔ع6)

اور ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار برس کے برابر ہے جو تم گنتے ہو۔ زبور 90 آیہ 4 میں ہے:-

''ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گزر گیا''

4- تَسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تفقهون تسبیحهم ط (بنی اسرائیل ۔ع5)

اس کی ستھرائی بولتے ہیں آسمان ساتوں اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اس کی لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا۔

زبور 19۔ آیہ 2- 3 میں ہے:-

''آسمان خدا کا جلال بیان کرتے ہیں اور فضا اس کی دستکاری دکھاتی ہے ایک دن دوسرے دن سے باتیں کرتا ہے اور ایک رات دوسری رات کو معرفت بخشتی ہے۔ ان کی کوئی لغت اور زبان نہیں ان کی آواز سنی نہیں جاتی''۔

5- كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فتراه مصفرا ا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ط (حدید ع3)

جیسے کہاوت ایک مینہ کی جو خوش لگا کسانوں کو اس کا سبزہ اگنا۔ پھر زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے اس کو زرد ہو گیا۔ پھر ہو جاتا ہے روندن۔

زبور 90 آیہ 6 میں ہے:-

Marfat.com

''وے فجر کو اس گھاس کی مانند ہیں جو اگی ہو۔ وہ صبح کو لہلاتی ہے اور تروتازہ ہوتی ہی شام کو کاٹی جاتی ہے اور سوکھ جاتی ہے''۔

6- اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ o (اعراف۔ ع5)

بے شک جنہوں نے جھٹلائی ہماری آیتیں اور ان کے سامنے تکبر کیا نہ کھلیں گے ان کو دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں۔ یہاں تک کہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکے میں اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں گنہگاروں کو اس آیت کا اخیر حصہ انجیل لوقا (باب 18 آیہ 25) میں یوں ہے۔

اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزر جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو''۔

7- وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ج (یونس۔ ع11)

اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا کرے تیرا۔

یرمیاہ۔ باب 10۔ آیہ 5 میں ہے:۔

''ان کے معبودوں سے مت ڈرو کہ ان میں ضرر پہنچانے کی سکت نہیں اور نہ ان میں قوت ہے کہ فائدہ بخشے''۔

8- يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ط كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ط وَعْدًا عَلَيْنَا ط اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ o (انبیاء ع۔7)

جس دن ہم لپیٹ لیں آسمان کو جیسے لپیٹنا ہے طومار رقعوں کو۔ جیسے سرے سے بنایا ہم نے پہلی بار۔ پھر اس کو دہرا دیں گے۔ وعدہ ہو چکا ہے ہم پر۔ ہم کو کرنا ہے۔

یسعیاہ۔ باب 34۔ آیہ 4 میں ہے:۔

''اور آسمان کاغذ کے تاؤ کے مانند لپیٹے جائیں گے''۔

مکاشفات باب 6 - آیہ 14 میں ہے۔

''اور آسمان طومار کی طرح جب آپ سے لپیٹا جائے۔ دو حصے ہو گیا''۔

9- اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط (بقرہ: ع34)

جیتا ہے سب کا تھامنے والا۔ نہیں پکڑتی ہے اس کو اونگھ اور نہ نیند۔

زبور 21 - آیہ 4 میں ہے۔

''دیکھو وہ جو اسرائیل کا محافظ ہے ہرگز نہ اونگھے گا اور نہ سوئے گا''۔

10- اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ o (بقرہ: ع 2)

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور بڑھاتا ہے ان کو ان کی شرارت میں بہکے ہوئے۔

زبور 2 - آیہ 4 میں ہے:۔

Marfat.com

''وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسے گا اور خداوند انہیں ٹھٹھوں میں اڑا دے گا''۔

اسی طرح زبور 59 - آیہ 8 میں ہے:

''پر تو اے خداوند ان پر ہنسے گا تو ساری قوموں کو مسخرہ بنا دے گا''۔

ناظرین! آپ امثلہ بالا سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآن و دیگر کتب الہامیہ میں بلحاظ محاورہ کس قدر مطابقت ہے آپ کو معلوم ہے کہ نزول قرآن اور نزول کتب سابقہ میں کتنا عرصہ دراز گزرا ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ کتب سابقہ میں تحریف معنوی اور تحریف لفظی اس کثرت سے ہوئی ہے کہ کتابوں تک کا پتہ نہیں چلتا۔ بایں ہمہ قرآن و کتب سابقہ موجودہ میں محاورہ کی ایسی مطابقت کا پایا جانا صاف بتا رہا ہے کہ دونوں صورتوں میں متکلم ایک ہی ہے وہ خدائے علیم جس نے تورات حضرت موسیٰ پر، زبور حضرت داؤد پر، انجیل حضرت عیسیٰ پر اور دیگر صحیفے دوسرے نبیوں پر بھیجے۔ اس نے قرآن پاک اپنے پیارے نبی امی (یا ہی ہو وامی) پر نازل فرمایا جو بخلاف دیگر کتب عبارت میں بھی معجز ہے اور مکمل ایسا کہ اس کی موجودگی میں کتب سابقہ جو اپنے اپنے وقت میں مکمل دکھائی دیتی تھیں ناکمل و منسوخ ہو گئیں۔

قرآن و کتب الہامیہ سابقہ میں مطابقت مذکورہ بالا کو دیکھ کر آج کل کے عیسائی بھی کفار قریش کی طرح کہتے ہیں کہ قرآن میں یہ باتیں اہل کتاب میں سے کسی عالم کی مدد سے لکھی گئی ہیں چنانچہ کبھی یہ گپ اڑاتے ہیں کہ بحیرا راہب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سب کچھ سکھایا تھا اور کبھی بڑبڑاتے ہیں کہ آپ نے دین مسیحی کا کچھ علم صہیب رومی سے حاصل کیا تھا اور کبھی یہ بڑ ہانکتے ہیں کہ ظن غالب تو ان راہبوں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اس وقت ملک عرب میں عزیز الوجود نہ تھے اور قرآن اکثر جگہوں میں ان کا ذکر تحسین و مدح کے الفاظ میں کرتا ہے مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اس تمام ہرزہ سرائی کا کیا ثبوت ہے ایسے عناد سے اپنے عاقبت کیوں خراب کر رہے ہو۔ یا مر عیسائی جس نے قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، یوں لکھتا ہے:-

''عیسائی مصنفین (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کی وحی کا بڑا حصہ ایک نصرانی راہب کی تعلیم کا نتیجہ ہے مگر اس الزام کی تائید میں کوئی شہادت موجود نہیں۔

ہم عیسائیوں سے کھلے الفاظ میں پکار کر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو پہلے ثابت کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی یہودی یا عیسائی سے تعلیم پائی اور پھر جواب دو کہ مضامین زیر بحث کو ایسے معجز نظام کلام میں کس نے ادا کیا۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور سچا دعویٰ ہے کہ قرآن افتراء نہیں اور نہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا قرآن بنائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو ہوگا وہ مخلوق ہوگا اور مخلوق ایسا قرآن بنانے پر قادر نہیں۔ مگر یہ اصول دین اور بعض دیگر مضامین میں کتب سابقہ کے مطابق ہے اور بتاتا ہے کہ وہ کتابیں منجانب اللہ اور اپنے اپنے وقتوں میں معمول بہا تھیں اس لحاظ سے یہ ان کتابوں کا مصدق اور ان کی صحت کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ معجزہ ہے اور وہ معجزہ نہیں۔ اس لیے وہ اپنے مضامین کی صحت کے لیے اس کی شہادت کی محتاج ہیں نہ کہ یہ۔ پس جب قرآن کتب سابقہ کا مصدق ٹھہرا تو یہ نتیجہ نکلا کہ یہ افتراء نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ یہ ایک ایسے بندہ کامل کے ہاتھ پر ظاہر ہوا جو نہ کوئی علم پڑھا اور علمائے اہل کتاب میں سے کسی کی صحت میں بیٹھا پھر جو اس کی پیش کردہ کتاب کے مضامین کتب سابقہ کے مطابق پائے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ کتاب وحی الٰہی ہے وہ کتاب جو کتب

Marfat.com

الہامیہ سابقہ کا صدق ثابت کرے خود افتراء کیسے بن سکتی ہے بلکہ وہ تو اولیٰ بالصدق ہے یہ تقریر آیۂ ذیل کی تفسیر ہے:۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

(یونس:ع 4)

اور نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنائے اللہ کے سوا اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور تفصیل ہے۔ کتاب کی اس میں شبہ نہیں جہان کے پروردگار سے ہے۔

قرآن میں مومنوں کے دل کی بعض ایسی باتیں مذکور ہیں جہاں علام الغیوب کے سوا اور کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ دیکھو امثلۂ ذیل۔

1- وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ٥ (انفال:1)

اور جس وقت وعدہ دیتا تھا اللہ تم کو ایک کا ان دو جماعت میں سے کہ تم کو ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ بن شوکت والا ملے تم کو اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کرے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹے پیچھا کافروں کا۔

اس آیت میں ایک ایسے امر کی خبر ہے جو مومنوں کے دل میں آیا تھا اور جسے وہ پسند کرتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ امر پوشیدہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کو اطلاع بخشی اس کا بیان یوں ہے کہ جب مسلمانوں کو خبر لگی کہ ابوسفیان لدے ہوئے اونٹوں کا قافلہ ملک شام سے لا رہا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین سو آٹھ کی جمعیت کے ساتھ نکلے اور وادی ذفران میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو امروں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا قافلہ کا ہاتھ آنا یا گروہ قریش کا مغلوب ہونا جو مکہ سے اس قافلہ کے چھڑانے کے لیے نکلا تھا۔ صحابہ کرام اپنے دلوں میں قافلہ کی گرفتاری پسند کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کریں تا کہ کفر کا زور ٹوٹ جائے اور دین حق کو تقویت پہنچے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کیونکہ بدر کی لڑائی میں ستر کافر مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے اور مسلمانوں میں سے صرف چودہ شہید ہوئے۔

2- اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥

جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی پر چاہئے بھروسہ کریں مسلمان۔ (آل عمران:134)

اس آیت میں مومنوں کے ایک خطرہ قلبی کا اظہار ہے۔ جس کا بیان یوں ہے کہ جنگ بدر سے اگلے سال (غزوۂ احد میں) کافر جمع ہو کر مدینہ پر چڑھ آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ اکثر کہنے لگے کہ ہم شہر ہی میں لڑیں گے اور حضور کی مرضی بھی یہی تھی۔ بعض کہنے لگے کہ یہ عار ہے بلکہ ہم میدان میں مقابل ہوں گے۔ آخر اسی مشورہ پر عمل کیا گیا۔ جب حضور شہر سے باہر چلے۔ عبداللہ بن ابی منافق مدینے کا رہنے والا تھا۔ وہ بھی شریک جنگ تھا۔ مگر وہ

Marfat.com

ناخوش ہوکر پھر گیا ہمارے کہنے پر عمل نہ کیا۔اس کے بہکانے سے انصار کے دو قبیلے (خزرج سے بنو سلمہ اور اوس سے بنی حارثہ) بھی پھر چلے آخران کے سردار عوام کو سمجھا کر لے آئے۔اس آیت میں انہی دو قبیلوں کے خطرۂ قلبی کا ذکر ہے حالانکہ ان سے نہ کوئی قول ظہور میں آیا اور نہ کوئی بزدلی (موضح القرآن)۔

قرآن پاک میں منافقین کے راز کھول کر بتائے گئے ہیں۔جن کو وہ اپنے دلوں میں چھپاتے تھے یا اپنی ہی جماعت سے کہتے تھے۔دیکھو آیات ذیل۔

1- يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط

(آل عمران: 166)

اپنے جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں کہ اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ جنگ احد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو منافقین خلوت میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اگر لڑائی کے لیے نکلنا ہمارے اختیار میں ہوتا تو ابن ابی کی رائے پر عمل کرتے اور شہر مدینے سے باہر قدم نہ دھرتے اور نہ مارے جاتے۔اس قول کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپاتے تھے۔مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی خبر دے دی۔

3- وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ط وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ○

(توبہ: ع7)

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ بے شک تم میں سے ہیں۔حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں۔

اس آیت میں بتادیا گیا ہے کہ منافقین جو قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں جھوٹ ہے۔

3- وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ج فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ

(توبہ۔ع 7)

اور بعض ان میں سے ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں زکوٰۃ بانٹنے میں سو اگر ان کو ملے اس میں سے تو راضی ہوں اور اگر نہ ملے اس میں سے تب ہی وہ ناخوش ہو جاویں۔

یہ آیت ابوالجواظ منافق کے بارے میں نازل ہوئی۔کیونکہ اس نے کہا تھا کہ تم اپنے صاحب کو نہیں دیکھتے کہ تمہارے صدقات ریوڑ چرانے والے گڈریوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور پھر سمجھتا ہے کہ میں عادل ہوں۔(تفسیر روح البیان)

4- وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ط (توبہ: ع8)

اور بعض ان میں سے بدگوئی کرتے ہیں نبی کی اور کہتے ہیں یہ شخص کان ہے۔

بعض منافقین مثلاً جلاس اور اس کے ساتھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسی باتیں کیا کرتے تھے کہ جن سے انسان کو اذیت پہنچے اور جب انہیں منع کیا جاتا تو کہتے کہ آنحضرتؐ کے تو کان ہی کان ہیں۔ہم ان کے سامنے قسم

Marfat.com

کھالیں گے اور انکار کر دیں گے وہ مان لیں گے کیونکہ وہ جو سنتے ہیں مان لیتے ہیں ان میں ذکاء و فطانت نام کو نہیں۔
(تفسیر روح البیان)

5- يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا ط وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا
(توبہ ۔ع 10)

قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی ۔ ہم نے نہیں کہا بے شک کہا ہے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے ہیں مسلمان ہو کر اور فکر کیا تھا انہوں نے جو نہ ملا۔ غزوہ تبوک میں ان منافقین کی فضیحت میں آیات نازل ہوئیں جو اس غزوہ میں مدینہ منورہ میں پیچھے رہ گئے تھے اس لیے جلاس بن سوید نے کہا اللہ کی قسم! جو کچھ حضرت ہمارے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے جلاس کو بلا کر پوچھا۔ وہ قسم کھا گیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا اس پر یحلفون باللہ ما قالوا الآیہ اتری۔ اگرچہ اس قصے میں قائل ایک ہے۔ مگر چونکہ باقی منافق جلاس کے قول پر راضی تھے ۔ اس لیے وہ بھی بمنزلہ جلاس ہو گئے اور صیغہ جمع کا لایا گیا مطلب یہ کہ وہ قسم کھا گئے کہ ہم نے کوئی کلمہ ایسا نہیں کہا جس سے آنحضرت یا آپ کے دین کی توہین ہوتی ہو۔ حالانکہ بے شک انہوں نے کلمۂ کفر کیا اور اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اپنے افعال سے بھی کفر باطنی ظاہر کر دیا۔ چنانچہ منجملہ ان افعال کے ایک یہ ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت ان میں سے پندرہ نے اتفاق کر لیا کہ حضرت جب تبوک اور مدینہ کے درمیان عقبہ (گھاٹی) پر ہوں گے تو ہم ان کو سواری سے وادی میں دھکیل کر مار ڈالیں گے۔

مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کے اس ارادے سے آگاہ کر دیا۔ اس لیے جب لشکر عقبہ میں پہنچا تو آپ تو عقبہ میں چلے اور باقی سب آپ کے ارشاد سے وادی میں چلنے لگے۔ مگر ان منافقین نے منہ پر وہاں بندڈال کر عقبہ میں چلنا شروع کیا۔ حضرت عمار بن یاسر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ بن الیمان پیچھے سے ہانک رہے تھے ۔ اتنے میں حذیفہ نے اونٹوں کے پیروں کی آہٹ اور ہتھیاروں کی آواز سنی ۔ اس لیے حذیفہ اندھیری رات میں ان کی طرف بڑھے اور للکار کر کہا اے اللہ کے دشمنو! رسول اللہؐ سے دور ہو جاؤ یہ سن کر وہ وادی کی طرف بھاگ گئے اور لوگوں میں مل گئے (روح البیان و روح المعانی)

6- وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ج
(توبہ۔ع 16)

اور جب نازل ہوئی ایک سورت تو بعض ان میں کہتے ہیں کس کو تم میں زیادہ کیا اس سورت نے ایمان میں
یعنی جب منافق لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ ہوتے اور کوئی سورت نازل ہوتی ۔ جس میں دلائل قاطعہ ہوں تو وہ ایک دوسرے سے بطور استہزاء کہتے کہ اس سورت نے تم میں سے کسی کا ایمان زیادہ کیا۔

7- وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ط هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا۔ (توبہ۔ع 16)
اور جب نازل ہوئی ایک سورت دیکھنے لگے ایک دوسرے کی طرف کہ کوئی بھی دیکھتا ہے تم کو پھر چلے گئے۔
یعنی جب منافقین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوتے اور کوئی سورت اترتی جس میں ان کے چھپے

Marfat.com

عیبوں کا بیان ہوتا تو وہ مومنوں سے آنکھ بچا کر مجلس سے کھسک جاتے۔ اور اگر جانتے کہ کوئی مومن ان کو دیکھ رہا ہے تو وہیں بیٹھے رہتے اور اختتام مجلس پر چلے جاتے۔

8- وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○

(توبہ: ع 13)

اور جنہوں نے بنائی ایک مسجد ضرار کو اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات اس شخص کے لیے جو لڑ رہا ہے اللہ اور رسولؐ سے پہلے سے اور اب قسمیں کھاویں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد ضرار والے سب منافق تھے۔ منافقین کے مزید حال کے لیے سورۂ منافقون دیکھیے۔

قرآن پاک میں منافقین کی طرح یہودیوں کے چھپے غیب بھی ظاہر کر دیئے گئے ہیں۔ دیکھو آیات ذیل۔

1- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (مجادلہ - ع 2)

کیا تو نے دیکھے جن کو منع ہوئی کانا پھوسی پھر وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے اور کان میں باتیں کرتے ہیں گناہ کی اور تعدی کی اور رسول کی نافرمانی کی اور جب آویں تیرے پاس تجھ کو دعا دیں جو دعا نہیں تجھ کو اللہ نے اور کہتے ہیں اپنے دلوں میں کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں بس ہی ان کو دوزخ داخل ہوں گے اس میں سو بری ہے جگہ پھر جانے کی۔

موضح القرآن میں ہے حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر منافق کان میں باتیں کرتے مجلس کے لوگوں پر ٹھٹھے کرتے اور عیب پکڑتے اور حضرت کی بات سن کر کہتے یہ مشکل کام ہم سے کب ہو سکے گا۔ پہلے سورۃ النساء میں اس کا منع آ چکا تھا۔ مگر پھر وہی کرتے تھے اور دعا کہ یہ یہود آتے اور السلام علیک کے بدلے السام علیک کہتے یہ بددعا ہے کہ تجھ پر پڑے مرگ پھر آپس میں کہتے کہ اگر یہ رسول ہے تو اس کہنے سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا اور کوئی منافق بھی کہتا ہوگا۔

2- يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (مائدہ: ع 6)

اے رسول! تو غم نہ کھا ان پر جو جلدی منکر ہونے لگتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں سننے والے ہیں واسطے جھوٹ کے اور سننے والے ہیں واسطے دوسری جماعت کے جو تجھ تک نہیں آئے بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر کہتے ہیں اگر تم کو یہ ملے تو لو اور

Marfat.com

اگر نہ ملے تو بچتے رہو اور جس کو اللہ نے بچلانا چاہا سو تو اس کا کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ کے یہاں وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے چاہا کہ ان کے دل پاک کرے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے۔

موضح القرآن میں اس آیت کے متعلق یوں لکھا ہے بعض منافق تھے کہ دل میں یہود سے ملتے تھے اور بعض یہود تھے کہ حضرت کے پاس آمد و رفت کرتے تھے اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جاسوسی کو آتے ہیں کہ تمہارے دین میں سے کچھ عیب چن کر لے جاویں اپنے سرداروں کے پاس جو یہاں نہیں آتے اور فی الحقیقت عیب کہاں ہے لیکن بات کو غلط تقریر کر کے ہنر کا عیب کرتے ہیں یہود میں کئی قصے ہوئے کہ اپنے قضایا لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلے کو وہ سردار یہود آپ نے آتے بیچ والوں کے ہاتھ بھیجتے اور کہہ دیتے کہ ہمارے معمول کے موافق حکم کریں تو قبول رکھو نہیں تو نہ رکھو غرض یہ تھی کہ حکم تورات کے خلاف معمول باندھے تھے کہ ایک بھی اگر اس کے موافق حکم کر دے تو ہم کو اللہ کے یہاں سند ہو جاوے اور جانتے تھے کہ ان کو تورات کی خبر نہیں جو ہمارا معمول سنیں گے سو حکم کریں گے اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبردار کیا موافق تورات ہی کے حکم فرمایا اور تورات میں سے ثابت کر کے ان کو قائل کیا ایک قصہ رجم کا تھا کہ وہ منکر ہوئے تھے پھر تورات سے قائل کیا اور ایک قصاص کا تھا کہ وہ اشراف اور کم ذات کا فرق کرتے تھے اور تورات میں فرق نہیں رکھا"۔

3- مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ط (نساء۔ ع7)

وہ جو یہودی ہیں بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کی جگہ سے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نہ مانا اور سن نہ سنایا جائیو اور راعنا موڑ دے کر اپنی زبان کو اور طعن کر کے دین میں۔

موضح القرآن میں ہے کہ یہود حضرت کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کلام فرماتے بعض بات جو نہ سنی ہوتی چاہتے کہ پھر تحقیق کریں تو کہتے رَاعِنَا یعنی ہماری طرف توجہ ہو۔ یہود کو اس لفظ کہنے میں دغا تھی۔ اس کو زبان دبا کر کہتے تو رَاعِيْنَا ہو جاتا یعنی ہمارا چرواہا اور ان کی زبان میں رَاعِيْنَا احمق کو بھی کہتے ہیں۔ اس طرح حضرت فرماتے تو جواب میں کہتے سنا ہم نے اس کے معنی یہ ہیں کہ قبول کیا لیکن آہستہ کہتے کہ نہ مانا یعنی فقط کان سے سنا اور دل سے نہ سنا اور حضرت سے خطاب کرتے تو کہتے سُن نہ سنایا جائیو۔ ظاہر میں یہ دعا نیک ہے کہ تو ہمیشہ غالب رہے کوئی تجھ کو بری بات نہ سنا سکے اور دل میں نیت رکھتے کہ تو بہرا ہو جائیو۔ ایسی شرارت کرتے پھر دین میں عیب دیتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب معلوم کر لیتا وہی اللہ صاحب نے واضح کر دیا۔

ناظرین کرام! مومنوں کے دلوں کے راز ظاہر کرنا منافقوں کا بھانڈا پھوڑنا اور یہودیوں کے فریبوں کی قلعی کھولنا یہ تمام از قبیل اخبار بالمغیبات ہے جس سے قرآن کا اعجاز ثابت ہے کیونکہ انسان اس سے عاجز ہے۔

بیان بالا سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ قرآن میں صرف غیوب ماضیہ کی خبریں ہیں کیونکہ غیوب مستقبلہ کی خبریں بھی اس میں کثرت سے ہیں جن میں سے بعض ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

پیشین گوئی -1:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

Marfat.com

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ o (بقرہ:ع3)

اور اگر ہو شک میں اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرسکو گے تو بچو آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر تیار ہے منکروں کے واسطے۔

ان آیتوں میں یہ پیشین گوئی ہے کہ قرآن پاک کی ایک سورت کی مثل بنانے پر کوئی قادر نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور اس وقت سے اب تک کہ تیرہ سو چھپن ہجری مقدس ہی کثرت سے مخالفین و معاندین اسلام رہے مگر کوئی بھی قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل بنا کر پیش نہ کرسکا اور نہ آئندہ کرسکے گا۔

پیشین گوئی -2:

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o
(بقرہ: ع 11)

تو کہہ اگر تم کو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے ہاں الگ سوائے اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر سچ کہتے ہو۔

اس آیت میں اخبار عن الغیب ہے کہ یہود میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کسی یہودی نے باوجود قدرت کے موت کی تمنا نہ کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو البتہ مرجاتے اور دوزخ میں اپنی جگہ ضرور دیکھ لیتے۔

پیشین گوئی 3:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ط اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ط لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ o

(بقرہ ع14)

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ ذکر کیا جائے وہاں نام اس کا اور دوڑا ان کے اجاڑنے کو ایسوں کو نہیں لائق تھا کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے۔

اس آیت میں اولٰئک سے مراد نصاریٰ (طیطوس رومی اور اس کے اتباع) ہیں جنہوں نے یہود پر غلبہ پا کر مسجد بیت المقدس کو ویران کیا اور ان کی مسجدیں اجاڑیں۔ یہ پیشین گوئی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں پوری ہوئی جب کہ یروشلم مع ملک شام عیسائیوں سے لے لیا گیا اور ہیکل یروشلم کی خاص بنیاد پر اسلامی مسجد تعمیر کی گئی۔

بعض کے نزدیک اُولٰٓئِكَ سے مراد مشرکین عرب ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بیت الحرام میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ اس صورت میں یہ پیشین گوئی ہجرت کے نویں سال پوری ہوئی جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے موسم حج میں منادی کرادی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔

پیشین گوئی:

4 - 5 - 6 - 7 - 8 - 9

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ (آل عمران: ع 12)

وہ ہرگز ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے تم کو مگر ستانا تھوڑا اور اگر تم سے لڑیں گے تو تم سے پیٹھ پھیر دیں گے پھر وہ مدد نہ دیئے جائیں گے۔ ماری گئی ان پر ذلت جہاں پائے جائیں سوائے دستاویز اللہ کے اور دستاویز لوگوں کے اور کما لائے غصہ اللہ کا اور ماری گئی ان پر محتاجی:۔

ان آیات میں یہود کی نسبت کی پیشنگوئیاں ہیں۔

1- یہود مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔
2- اگر یہود مسلمانوں سے لڑیں گے تو شکست کھائیں گے۔
3- شکست کھانے کے بعد یہود میں قوت و شوکت نہ رہے گی۔
4- یہود ہمیشہ ذلیل رہیں گے مگر یہ کہ دوسروں کی پناہ میں ہوں۔
5- یہود مغضوب رہیں گے۔
6- یہود کی سلطنت کہیں نہ ہوگی بلکہ مسکنت میں رہیں گے۔

یہ تمام پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں چنانچہ یہود زبانی طعن اور سب و شتم کے سوا مومنین کو کوئی بڑا ضرر نہ پہنچا سکے۔ یہود بنی قینقاع و بنی قریظہ و بنی نضیر و یہود خیبر نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور مغلوب ہوئے۔ پھر ان کے کہیں پاؤں نہ جمے اور ان کی شان و شوکت جاتی رہی۔ یہود ہمیشہ ہر ملک میں قتل و غارت و قید سے پامال ہوتے رہے ہیں۔ روئے زمین پر کہیں ان کی سلطنت نہیں۔ دوسرے ملکوں میں پناہ گزین ہیں تو وہاں کے بادشاہ یا لوگوں کی عنایت سے ایسا ہوتا رہا ہے ان کا مغضوب ہونا ظاہر ہے۔

پیشین گوئی 10:

سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ○

(آل عمران: ع 16)

اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دلوں میں ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس چیز کو جس کی اس نے

Marfat.com

کوئی دلیل نہیں اُتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بری ہے جگہ ظالموں کے رہنے کی۔
یہ پیشین گوئی یوم احد کی نسبت تھی اور اسی دن پوری ہوگئی۔ کیونکہ کفار باوجود غلبہ وظفر کے مسلمانوں کے خوف سے لڑائی چھوڑ کر بھاگ گئے۔

پیشین گوئی - 11:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (آل عمران : ع 2)

کہہ دے کافروں کو کہ تم جلدی مغلوب ہوگے اور اکھٹے کیے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور برا ہے بچھونا۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے یہود کو بازار بنی قینقاع میں جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہاری بھی وہی حال ہوگا جو قریش کا ہوا۔ وہ بولے کہ ناداں نہ ہو تیرا ایسی قوم سے مقابلہ ہوا جو فن جنگ سے ناواقف تھی۔ اگر ہم سے پالا پڑے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم بہادر ہیں اور تو ہماری مانند نہیں۔ اس پر یہ آیت اتری جس میں یہ خبر دی گئی کہ یہود عنقریب مغلوب ہو جائیں گے یہ پیشین گوئی بنی قریظہ کے قتل اور بنی نضیر کی جلاوطنی اور فتح خیبر اور باقی یہود پر جزیہ لگانے سے پوری ہوئی۔

پیشین گوئی - 12:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ
(مائدہ: 16)

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پوری کی میں نے تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

یہ آیت 10ھ میں عرفہ کی شام کو جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ اصحاب آثار کا قول ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکاسی یا بیاسی دن زندہ رہے اور شریعت میں کوئی زیادتی یا نسخ یا تبدیلی وقوع میں نہ آئی۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کی خبر ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سے یہی سمجھتے تھے جو ان کے اعلم الصحابہ ہونے کی دلیل ہے۔

پیشین گوئی - 13:

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝
(مائدہ : ع 3)

اور ان لوگوں سے جو کہتے ہیں ہم انصاری ہیں۔ لیا ہم نے عنوان کا پھر وہ بھول گئے فائدہ لینا اس نصیحت کا جو ان کو کی گئی تھی۔ پھر ہم نے لگادی ان کے درمیان دشمنی اور کینہ قیامت کے دن تک اور آخر جتادے گا ان کو اللہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔

Marfat.com

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ قیامت تک نصاریٰ کے مختلف فرقے رہیں گے جو ایک دوسرے کی تکذیب وتکفیر کرتے رہیں گے۔ یہ بھی پوری ہو چکی ہے کیونکہ اب تک ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا نصاریٰ کے مختلف سینکڑوں فرقے ہیں جن کا ذکر ہم نے بخوف طوالت نہیں کیا۔

پیشین گوئی - 14:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

(مائدہ: ع 8)

اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے پھر گیا اپنے دین سے تو اللہ آگے لادے گا ایک قوم کو کہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر اور سخت ہیں کافروں پر جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور نہ ڈریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے یہ فضل ہے اللہ کا دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار۔

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ کچھ عرب دین سے پھر جائیں گے۔ اس لیے فرمادیا کہ ان کی گوشمالی کے لیے ایک ایسی قوم ہوگی۔ جس کے اوصاف یہ ہوں گے یہ پیشین گوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پوری ہوئی جب کہ عرب کے کئی قبیلے دین اسلام سے منحرف ہو گئے اور بعضوں نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود اختلاف آراء ان کے ساتھ جہاد کیا اور ان کو مغلوب کیا یہ آیت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی حقیقت پر دلیل واضح ہے۔

پیشین گوئی - 15:

وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (مائدہ: ع 9)

اور ہم نے ڈال دی ان میں دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک جب ایک آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے واسطے اللہ اس کو بجھاتا ہے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرتے اور اللہ دوست نہیں رکھتا فساد کرنے والوں کو۔

اس میں یہ پیشین گوئی ہے کہ یہود کے مختلف فرقے ہوں گے۔ جن میں عداوت وبغض قیامت تک رہے گا۔ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے میں کلام نہیں کیونکہ یہود کے مختلف فرقوں میں اب تک عداوت ہے اور آئندہ رہے گی۔

پیشین گوئی - 16:

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ

Marfat.com

يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○

اے رسول! پہنچا جو کچھ اتارا گیا ہے تیری طرف تیرے رب سے اور اگر تو نے نہ کیا پس تو نے نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچائے گا لوگوں سے اللہ ہدایت نہیں کرتا منکر قوم کو۔

یہ آیت بقول حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ ذات الرقاع (4ھ) میں نازل ہوئی اس آیت کے نزول سے پہلے صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کیا کرتے تھے مگر جب یہ آیت اتری تو حراست موقوف کردی گئی۔ کیونکہ اس میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے حضور کی زندگی میں اس پیشین گوئی کا پورا ہونا ظاہر ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین باوجود کینہ وعداوت کے آپ کے قتل پر قادر نہ ہوئے۔ چونکہ حضور وفات شریف کے بعد جسد مبارک کے ساتھ مرقد منور میں حقیقۃً زندہ ہیں اس لیے یہ وعدہ قیامت تک پورا ہوتا رہے گا۔ ذیل میں ہم علامہ سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی 911ھ) کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین اندازہ لگاسکیں گے کہ وفات شریف کے بعد اعدائے اسلام نے ہمارے آقا ہمارے مالک حضور شہنشاہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح اذیت پہنچانی چاہی اور کس طرح یہ وعدہ پورا ہوا۔ واقعہ مذکورہ کو علامہ سمہودی یوں بیان فرماتے ہیں جان لے کر مجھے علامہ جمال الدین اسنوی کی تصنیف سے ایک رسالہ معلوم ہوا ہے جس میں نصاریٰ کو حاکم بنانے سے منع کیا گیا ہے بعض نے اس رسالے کا نام انتصارات اسلامیہ رکھا ہے۔

میں نے اس پر علامہ موصوف کے شاگرد شیخ زین الدین مراغی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے اور وہ یہ ہے نصیحۃ اولی الالباب فی منع استخدام نصاریٰ واہل الکتاب لشیخنا العلامہ جمال الدین اسنویؒ استاد نے اس رسالے کا نام نہ رکھا تھا۔ میں نے آپ کے سامنے یہ نام عرض کیا جسے آپ نے برقرار رکھا، انتہی پس میں نے اس رسالے میں یہ عبارت دیکھی۔

سلطان عادل نور الدین شہید کے عہد سلطنت میں نصاریٰ کے نفسوں نے انہیں ایک بڑے امر پر آمادہ کیا۔ ان کا گمان تھا کہ وہ پورا ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی روشنی پورا کیے بغیر نہیں رہتا خواہ منکر برا مانیں وہ امر یہ ہے کہ سلطان مذکور رات کو تہجد اور وظائف پڑھا کرتا تھا ایک روز تہجد کے بعد سوگیا۔ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دوسرخ رنگ شخصوں کی طرف اشارہ کرکے فرمارہے ہیں۔ میری مدد کر اور مجھے ان دو سے بچا۔ وہ ڈر کر جاگ اٹھا۔ پھر وضو کیا نماز پڑھی اور سوگیا۔ پھر اس نے وہی خواب دیکھا۔ جاگ اٹھا اور نماز پڑھ کر سوگیا پھر تیسری بار وہی خواب دیکھا۔ پس جاگ اٹھا اور کہنے لگا نیند باقی نہیں رہی۔ اس کا وزیر ایک صالح شیخ تھا جس کا نام جمال الدین موصلی تھا۔ رات کو اسے بلایا اور تمام ماجرا اسے کہہ سنایا۔ اس نے کہا تم کیسے بیٹھے ہو۔ اسی وقت مدینۃ النبیﷺ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اپنے خواب کو پوشیدہ رکھو۔ یہ سن کر اس نے بقیہ شب میں تیاری کرلی اور سبکسار سواریوں پر بیس آدمیوں کے ساتھ نکلا۔ وزیر مذکور اور سامان بھی اس کے ساتھ تھا سولہ دن میں وہ مدینے پہنچا۔ شہر سے باہر غسل کیا اور داخل ہوا۔ روضہ منورہ میں نماز پڑھی اور زیارت کی پھر بیٹھ گیا۔ حیران تھا کہ کیا کرے جب اہل مدینہ مسجد میں جمع تھے تو وزیر نے کہا سلطان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادے سے آیا ہے اور خیرات کے لیے اپنے ساتھ بہت سا مال لایا ہے جو یہاں کے رہنے والے ہیں ان کے نام لکھو اس طرح تمام اہل مدینہ کے نام لکھے سلطان نے سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جو صدقہ لینے آتا سلطان اسے بغور دیکھتا تا کہ وہ صفت وشکل جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دکھائی تھی، معلوم کرے وہ جس میں وہ حلیہ نہ پاتا اُسے صدقہ دے کر کہتا کہ چلے جاؤ یہاں تک

Marfat.com

کہ سب لوگ آ چکے سلطان نے پوچھا کہ کیا کوئی باقی رہ گیا ہے جس نے صدقہ نہ لیا ہو؟ انہوں نے عرض کی نہیں سلطان نے کہا غور وفکر کرو۔ اس پر انہوں نے کہا اور تو کوئی باقی نہیں مگر دو مغربی شخص جو کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ وہ پارسا اور دولت مند ہیں اور محتاجوں کو اکثر صدقہ دیتے رہتے ہیں یہ سن کر سلطان خوش ہو گیا اور حکم دیا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ لائے گئے سلطان نے انہیں وہی دو شخص پایا۔ جن کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ میری مدد کر اور مجھے ان سے بچا۔ پس ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم دیار مغرب ست حج کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اس لیے اس سال ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاورت اختیار کی ہے۔ سلطان نے کہا سچ بتاؤ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے۔ پھر لوگوں سے پوچھا؟ یہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ حجرۂ شریف کے قریب رباط میں رہتے ہیں یہ سن کر سلطان نے دونوں کو گرفتار کر لیا اور انکے مکان میں آیا۔ وہاں بہت سا مال، دو قرآن مجید اور وعظ ونصیحت کی کتابیں پائیں۔ ان کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ اہل مدینہ نے ان کی بڑی تعریف کی کہ یہ بڑے سخی اور فیاض ہیں۔ صائم الدہر ہیں اور روضہ شریف میں صلوات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے پابند ہیں ہر صبح جنت البقیع کی زیارت کو جاتے ہیں اور ہر شنبہ قباء کی زیارت کرتے ہیں کسی سائل کا سوال رد نہیں کرتے۔ ان کی فیاضی سے اس قحط سالی میں مدینہ میں کوئی محتاج نہیں رہا یہ سن کر سلطان نے کہا سبحان اللہ! اور اپنے خواب کو ظاہر نہ کیا۔ سلطان بذات خود اس مکان میں پھرتا رہا۔ اس میں ایک چٹائی جو اٹھائی تو اس کے نیچے تہ خانہ دیکھا جو حجرۂ شریف کی طرف کھود رکھا تھا۔ لوگ یہ دیکھ کر ڈر گئے۔ اس وقت سلطان نے کہا تم اپنا حال سچ سچ بتاؤ اور انہیں بہت مارا۔ پس انہوں نے اقرار کیا کہ ہم عیسائی ہیں ہم کو نصاریٰ نے ہی حاجیوں کے بھیس میں بھیجا ہے اور ہمیں بہت سا مال دیا ہے اور کہا ہے کہ اسے حجرہ شریف تک پہنچنے اور جسد مبارک نکالنے کا حیلہ و وسیلہ ٹھہراؤ بھیجنے والے عیسائیوں کا یہ وہم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس بات پر قادر کر دے گا اور وہ وہ کریں گے جو شیطان نے انہیں سمجھایا تھا۔ اس لیے وہ دونوں حجرۂ شریف کے سب سے قریب رباط میں اترے تھے اور انہوں نے وہ کیا جو اوپر ذکر ہوا وہ رات کو کھودا کرتے تھے اور ہر ایک کے پاس مغربیوں کے لباس کے مطابق ایک چمڑے کی تھیلی تھی جو مٹی جمع ہوئی ہر ایک اپنی تھیلی میں ڈال لیتا اور دونوں زیارت بقیع کے بہانے سے نکل جاتے اور قبروں میں پھینک آتے۔ کچھ مدت اس طرح کرتے رہے جب کھودتے کھودتے حجرۂ شریف کے قریب پہنچ گئے تو آسمان میں گرج پیدا ہوئی، بجلی چمکی اور ایسا زلزلۂ عظیم پیدا ہوا کہ گویا پہاڑ جڑ سے اکھڑ گئے ہیں۔ اسی رات کی صبح کو سلطان نور الدین آ پہنچا اور دونوں کی گرفتاری اور اعتراف وقوع میں آیا۔ جب دونوں نے اعتراف کر لیا اور اس کے ہاتھ پر ان کا حال ظاہر ہو گیا اور اس نے اللہ کی یہ عنایت دیکھی کہ یہ کام اس سے لیا تو وہ بہت رویا اور ان کی گردن زنی کا حکم دیا۔ پس وہ اس جالی کے نیچے قتل کیے گئے جو حجرۂ شریف کے قریب بقیع سے متصل ہے۔ پھر اس نے بہت سی رانگ منگوائی اور تمام حجرۂ شریف کے گرد پانی کی تہ تک ایک بڑی خندق کھدوائی وہ رانگ پگھلائی گئی اور اس سے خندق بھر دی گئی۔ اس طرح حجرہ شریف کے گرد پانی کی تہ تک رانگ کی دیوار تیار ہو گئی۔ پھر سلطان مذکور اپنے ملک کو چلا آیا اور حکم دیا کہ نصاریٰ کمزور کر دیئے جائیں بایں ہمہ حکم دیا کہ محاصل چونگی تمام معاف کر دیئے جائیں۔

علامہ جمال الدین محمد مطری (متوفی 741ھ) نے اس واقعہ کی طرف بطریق اختصار اشارہ کیا ہے اور حجرہ شریف

Marfat.com

کے گرد خندق کھودنا اور اس میں رانگ کا پگھلا کر ڈالا جانا ذکر نہیں کیا ہے مگر وہ سال بتا دیا ہے جس میں یہ حادثہ وقوع میں آیا اور بیان بالا سے بعض تفاصیل میں اختلاف کیا ہے چنانچہ جو فصیل اب مدینہ کے گرد ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ سلطان نور الدین محمود بن زنگی بن اسقنقد 555ھ میں مدینہ منورہ میں پہنچا اس کے آنے کا سبب ایک خواب تھا۔ جو اس نے دیکھا تھا اس خواب کو بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے اور میں نے اسے فقیہ علم الدین یعقوب بن ابی بکر (جس کا باپ مسجد نبوی کی آتشزدگی کی رات کو جل گیا تھا) سے سنا اور علم الدین نے روایت کی ان اکابر سے کہ جن سے وہ ملا کہ سلطان محمود مذکور نے ایک رات تین بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہر بار آپ فرماتے تھے اے محمود! مجھے ان دو سرخ رنگ شخصوں سے بچا۔ اس لیے اس نے صبح ہونے سے پہلے اپنے وزیر کو بلایا اور اسے یہ ماجرا سنایا۔ وزیر نے کہا کہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی امر حادث ہوا ہے۔ جس کے لیے تیرے سوا کوئی اور نہیں۔ پس وہ تیار ہو گیا اور قریباً ایک ہزار اونٹ اور گھوڑے وغیرہ لے کر جلدی روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ اپنے وزیر کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا اور اہل مدینہ کو خبر نہ ہوئی۔ زیارت کے بعد مسجد میں بیٹھ گیا اور حیران تھا کہ کیا کرے۔ وزیر نے کہا کہ آپ ان دو شخصوں کو دیکھ کر پہچان لیں گے؟ سلطان نے کہا ہاں! پس تمام لوگوں کو خیرات کے لیے بلایا اور بہت سا زروسیم ان میں تقسیم کیا اور کہا کہ مدینہ میں کوئی باقی نہ رہ جائے اس طرح کوئی باقی نہ رہا مگر اہل اندلس میں سے دو مجاور جو اس جانب میں اترے ہوئے تھے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے آگے مسجد سے باہر آل عمر بن الخطاب کے گھر (جو اب دار العشرہ کے نام سے مشہور ہے) کے پاس ہے سلطان نے ان کو خیرات کے لیے بلایا۔ وہ نہ آئے اور کہنے لگے ہمیں ضرورت نہیں۔ ہم کچھ نہیں لیتے۔ سلطان نے ان کے بلانے میں اصرار کیا پس وہ لائے گئے جب سلطان نے ان کو دیکھا تو اپنے وزیر سے کہا یہی وہ دو ہیں پھر ان کا حال اور ان کے آنے کا باعث دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاورت کے لیے آئے ہیں۔ سلطان نے کہا مجھ سے سچ سچ کہو اور کئی دفعہ یہی سوال کیا۔ یہاں تک کہ مار پیٹ کی نوبت پہنچی۔ پس انہوں نے اقرار کیا کہ ہم عیسائی ہیں اور عیسائی بادشاہوں کے اتفاق سے ہم یہاں آئے ہیں تاکہ حجرۂ شریف سے جسد مبارک کو نکال کر لے جائیں سلطان نے دیکھا کہ انہوں نے مسجد کی قبلہ رو دیوار کے نیچے سے زمین دوز نقب لگائی ہوئی ہے اور حجرۂ شریف کی طرف کو لے جا رہے ہیں اور جس مکان میں وہ رہا کرتے تھے۔ اس میں ایک گڑھا تھا۔ جس میں وہ مٹی ڈال دیا کرتے تھے اس طرح علم الدین یعقوب نے بالا سناد میرے پاس بیان کیا۔ پس اس جالی کے پاس جو مسجد سے باہر حجرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرق میں ہے۔ ان کو قتل کر دیا گیا پھر شام کو آگ سے جلا دیئے گئے اور سلطان مذکور سوار ہو کر شام کی طرف روانہ ہوا۔

پیشین گوئی - 17:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ لا وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (توبہ : ع 2)

لڑو ان سے تا عذاب کرے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں کے ساتھ اور رسوا کرے ان کو اور غالب کرے تم کو ان پر اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمان لوگوں کے اور دور کرے ان کے دلوں کا غصہ اور اللہ

Marfat.com

توبہ دے گا جس کو چاہے گا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

بنوخزاعہ میں سے کچھ لوگ ایمان لائے تھے اور ہجرت کے بعد مکہ مشرفہ میں باقی رہ گئے تھے ان کو مشرکین سے تکلیف پہنچی۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جو عہد و پیمان ہوئے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ ایک دوسرے کے حلیفوں کو ایذا نہ پہنچائیں گے اور اگر ایک کے حلیف دوسرے کے حلیفوں سے جنگ کریں تو ان کی مدد نہ کریں گے۔ اس عہد کے خلاف کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف خزاعہ کے خلاف اپنے حلیف بنو بکر کو ہتھیار وغیرہ سے مدد دی۔ جس سے خزاعہ کا سخت نقصان جان ہوا۔ اس لیے خزاعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکا ہے پس یہ آیتیں اتریں۔ جن میں مسلمانوں کی نصرت اور بعض کفار کے تائب ہونے کی پیشین گوئی ہے یہ پیشین گوئی فتح مکہ سے پوری ہوگئی اور کفار میں سے بعض مثلاً ابوسفیانؓ اور عکرمہؓ بن ابی جہل اور سہیلؓ بن عمرو وغیرہ ایمان لائے۔

پیشین گوئی - 18:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ؀ (توبہ۔ ع7)

اور ان میں سے بعض کہتا ہے مجھ کو رخصت دے اور فتنہ میں نہ ڈال۔ خبردار رہو وہ فتنہ میں گر پڑے ہیں اور دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو۔

ایک منافق جد بن قیس بہانہ لایا کہ روم کی عورتیں خوبصورت ہیں میں اس ملک میں جا کر بدی میں گرفتار ہوں گا۔ رخصت دو کہ سفر (غزوہ تبوک) میں نہ جاؤں لیکن مدد، خرچ کروں گا۔ مال سے (موضح القرآن) اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ اخبار بالغیب ہے کہ جد بن قیس کافر ہی مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پیشین گوئی -19:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ؀ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ؀ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ؀

(توبہ: ع10)

اور ان میں سے بعض وہ ہے کہ عہد کیا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو البتہ ہم خیرات دیں گے اور البتہ ہوں گے ہم صالحین میں سے پھر جب دیا ان کو اپنے فضل سے اس میں بخل کیا انہوں نے اور پھر گئے منہ پھیر کر پھر اس کا اثر رکھا خدا نے نفاق ان کے دلوں میں اس دن تک کہ ملیں گے اس سے بسبب اس کے کہ خلاف کیا انہوں نے جو وعدہ کیا اس سے اور بسبب اس کے کہ بولتے تھے جھوٹ۔

ایک منافق تھا ثعلبہ بن حاطب، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا چاہی کہ مجھ کو کشائش ہو فرمایا کہ تھوڑا جس کا

Marfat.com

شکر ہو سکے بہتر ہے بہت سے کہ غفلت لاوے۔ پھر آیا لگا عہد کرنے کہ اگر مجھ کو مال ہو۔ میں بہت خیرات کروں اور غفلت میں نہ پڑوں۔ حضور نے دعا کی۔ اس کو بکریوں میں برکت ملی یہاں تک کہ مدینے کے جنگل سے کفایت نہ ہوئی۔ نکل کر گاؤں میں جار ہا جمعہ اور جماعت سے محروم ہوا۔ حضور نے پوچھا کہ ثعلبہ کیا ہوا؟ لوگوں نے حال بیان کیا فرمایا ثعلبہ خراب ہوا پھر زکوٰۃ کا وقت آیا سب دینے لگے اس نے کہا یہ تو مال بھرنا گویا جزیہ دینا ہے بہانہ کر کے ٹال دیا پھر حضرت کے پاس مال لایا زکوٰۃ میں آپ نے قبول نہ کیا۔ حضرت کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اپنی خلافت میں اس کی زکوٰۃ نہ لیتے۔ خلافت عثمانؓ میں مر گیا۔ (موضح القرآن) اسی ثعلبہ کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اخیر آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ ثعلبہ منافق ہی مرے گا۔ اسے توبہ نصیب نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پیشین گوئی - 20:

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ط قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ط وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ط فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ط اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ج جَزَآءً م بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥ (توبہ: ع12)

عذر لاویں گے تمہارے پاس جب پھر کر جاویں گے ان کی طرف تو کہہ، عذر مت لاؤ ہم نہ مانیں گے ہر گز تمہاری بات ہم کو بتا دیا ہے اللہ نے تمہارا بعض احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارا عمل اور اس کا رسول پھر جاؤ گے تم طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سو وہ بتا دے گا تم کو جو تم کر رہے تھے۔ اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی جب پھر کر جاؤ گے تم ان کی طرف تا کہ ان سے در گزر کرو تم سو در گزر کرو ان سے وہ لوگ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ بدلہ ان کی کمائی کا۔

منافقین (جد بن قیس و معتب بن قشیر اور ان دونوں کے اصحاب) جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے اور مدینہ منورہ میں پیچھے رہ گئے تھے ان کی نسبت ان آیتوں میں یہ پیشین گوئی کہ وہ عدم شرکت کا یوں عذر کریں گے اور یوں قسم کھائیں گے۔ یہ پیشین گوئی غزوہ تبوک سے واپسی پر پوری ہوئی۔

پیشین گوئی - 21:

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ٥ (رعد: ع4)

اور پہنچتا رہے گا کافروں کو ان کے کہنے پر کھڑکا یا اترے گا نزدیک ان کے گھر سے یہاں تک کہ آوے وعدہ اللہ کا بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ۔

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ جب تک سارے عرب ایمان نہ لائیں گے مسلمان ان کے ساتھ جہاد کرتے رہیں گے اور انہیں قتل و قید کرتے رہیں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

Marfat.com

پیشین گوئی - 22:

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُونَ O (حجر۔14)

ہم نے آپ پر اتاری ہے یہ نصیحت (قرآن) اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اس آیت میں یہ خبر دی گئی کہ قرآن کریم تحریف وتبدیل سے محفوظ رہے گا۔ اس پیشن گوئی کے پورا ہونے کا مخالفین و اعدائے اسلام کو بھی اعتراف ہے۔ ملاحدہ ومعطلہ بالخصوص قرامطہ نے تحریف قرآن کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر ایک حرف بھی ادل بدل نہ کر سکے۔ کتب ساویہ سابقہ اگرچہ سب کی سب کلام الٰہی تھیں۔ مگر تحریف سے کوئی خالی نہ رہی فقط ایک قرآن پاک ہے جو تحریف وتبدل سے محفوظ رہا اور رہے گا۔ کیونکہ اس کا حافظ خود خدا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر کتب سابقہ میں تحریف ہو جاتی تھی تو دوسرا نبی آ کر اسے بیان فرما دیتا تھا مگر قرآن چونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جن کے بعد کوئی نیا نبی نہ آئے گا جو بصورت وقوع تحریف اسے بیان فرما دیتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور اس طرح اپنے حبیب پاک کی شان محبوبیت کو بھی ظاہر فرما دیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی حَبِیْبِكَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا طرفہ سامان کیا ہے علمائے اسلام قراء و محدثین ہر دور میں اسے بطریق تواتر روایت کرتے رہے ہیں جن پر کذب کا وہم تک نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر ہر زمانے میں کثرت سے اس کتاب کے حافظ رہے ہیں اور آئندہ رہیں گے اس طرح امت کے سینوں میں محفوظ ہونا اس کتاب الٰہی کا خاصہ ہے۔

بَلْ ھُوَ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ط وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ O
(عنکبوت: ع5)

بلکہ یہ قرآن آیتیں ہیں صاف سینے میں ان کے جن کو ملا ہے علم منکر نہیں ہماری آیتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں۔

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام قاب قوسین او ادنیٰ میں منجملہ دیگر انعامات کے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

میں (1) نے تیری امت میں سے ایسی جماعتیں بنائی ہیں کہ جن کے دل ان کی انجیلیں ہیں یعنی ان کے دل کتابوں کی طرح ہیں جس طرح انسان کتاب سے پڑھتا ہے وہ دل سے قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔

امام بیہقی نے روایت کی کہ یحییٰ بن اکثم (متوفی 242ھ) نے کہا کہ ایک یہودی خلیفہ مامون کی خدمت میں آیا۔ اس نے کلام کیا اور اچھا کلام کیا۔ خلیفہ نے اسے دعوت اسلام دی مگر اس نے انکار کر دیا جب ایک سال گزرا تو وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آیا اور اس نے علم فقہ میں اچھی گفتگو کی۔ مامون نے اس سے پوچھا کہ تیرے اسلام لانے کا کیا باعث ہے؟ اس نے کہا میں نے آپ کے ہاں سے جا کر مذاہب کا امتحان لیا میں نے تورات کے تین نسخے لکھے اور ان میں کمی بیشی کر دی اور کنیسہ میں بھیج دیئے وہ تینوں فروخت ہو گئے پھر میں نے انجیل کے تین نسخے لکھے اور ان میں کمی بیشی کر دی

Marfat.com

اور گرجا میں بھیج دیئے وہ تینوں بھی فروخت ہو گئے۔ پھر میں نے قرآن پاک کے تین نسخے لکھے اور ان میں کمی بیشی کر دی اور ان کو مدافین کے ہاں بھیج دیا انہوں نے ان نسخوں کی ورق گردانی کی جب ان میں کمی بیشی پائی تو ان کو پھینک دیا اور ان کو مول نہ لیا۔ اس سے میں نے جان لیا کہ یہ کتاب تحریف سے محفوظ ہے۔ اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبرداری پر تھے۔

اس آیت میں کتاب سے مراد تورات ہے اس لیے میں مسلمان ہو گیا یحییٰ نے کہا کہ میں نے اسی سال حج کیا اور سفیان بن عینیہ سے ملا۔ میں نے یہ قصہ ان سے بیان کیا حضرت سفیان نے فرمایا کہ اس کا مصداق قرآن پاک میں موجود ہے میں نے پوچھا کس مقام پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کی نسبت بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ فرمایا ہے پس ان کی حفاظت ان پر چھوڑ دی گئی تھی اور قرآن کی نسبت فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس سے اللہ تعالیٰ نے اسے تحریف وتبدیل سے محفوظ رکھا۔

پیشین گوئی - 23:

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ (حجر۔ ع6)

ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کو جو ٹھہراتے ہیں اللہ کے سوا اور معبود سو وہ آگے معلوم کریں گے۔

اشراف قریش میں سے پانچ شخص جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے۔ ٹھٹھا کرتے تھے جب ان کی شرارت حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں ان کے بارے میں نازل فرمائیں۔ وہ ایک دن رات میں ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے ایک عاص بن وائل سہمی تھا۔ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ سیر کرنے نکلا اور ایک درہ کوہ میں اترا۔ جونہی اس نے پاؤں زمین پر رکھا کہنے لگا مجھے کچھ کاٹ گیا۔ ہر چند لوگوں نے ادھر ادھر دیکھا مگر کچھ نہ پایا اس کے پاؤں میں ورم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اونٹ کی گردن کی مانند ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ دوسرا حارث بن قیس سہمی تھا۔ اس نے نمکین مچھلی کھالی سخت پیاس جو لگی وہ پانی پیتا رہا یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور مر گیا مرتے وقت کہتا تھا کہ مجھے محمد کے رب نے مار ڈالا۔ تیسرا اسود بن المطلب بن الحارث وہ اپنے غلام کے ساتھ نکلا۔ ایک درخت کی جڑ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور اس کے سر کو درخت پر مارنے لگے۔ وہ اپنے غلام سے فریاد کرنے لگا۔ غلام نے کہا مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا۔ آپ ہی ایسا کر رہے ہیں پس وہ وہیں مر گیا۔ چوتھا ولید بن مغیرہ تھا وہ بنی خزاعہ میں سے ایک تیر تراش کی دکان سے گزرا۔ ایک پیکان اس کی چادر کے دامن سے چمٹ گیا۔ وہ چادر کا دامن اپنے کندھے پر ڈالنے لگا تو پیکان سے اس کی رگ ہفت اندام کٹ گئی پھر خون بند نہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ پانچواں اسود بن عبد یغوث تھا وہ اپنے گھر سے نکلا اُسے لو لگی پس وہ حبشی کی طرح سیاہ ہو گیا۔ جب وہ گھر آیا تو گھر والوں نے اسے نہ پہچانا۔ آخر وہ اس لُو کے اثر سے مر گیا۔

پیشین گوئی - 24:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع8)

Marfat.com

اور تحقیق وہ قریب تھے کہ بچلاویں تجھ کو زمین سے تا کہ نکالیں تجھ کو اس میں سے اور اس وقت وہ نہ رہیں گے تیرے پیچھے مگر تھوڑا زمانہ۔

کفار قریش چاہتے تھے کہ ایذا سے رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے آرام کردیں تا کہ گھبرا کر مکہ سے نکل جائیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ اگر وہ آپ کو نکال دیں گے تو آپ کے بعد وہ دیر تک زندہ نہ رہیں گے۔ بدر کے دن یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اس دن آپ کو ایذا دینے والے قتل ہو گئے۔

پیشین گوئی - 25:

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (نور۔ع 7)

وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں نیک کام البتہ پیچھے حاکم کرے گا ان کو ملک میں جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور ثابت کردے گا ان کے واسطے دین ان کا جو پسند کردیا ان کے واسطے اور بدل دے گا ان کو ڈر کے بعد امن، میری بندگی کریں گے۔ شریک نہ ٹھہرائیں گے میرا کوئی اور جو کوئی ناشکری کرے گا۔ اس پیچھے سو وہی لوگ ہیں فاسق۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے جو موجود تھے۔ خلافت اور تمکین دین اور کفار سے امن کا وعدہ فرمایا اور صاف کہہ دیا کہ یہ خلافت اس طرح ہوگی۔ جیسے بنی اسرائیل میں قائم ہوئی تھی یہ وعدہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں لفظ بلفظ پورا ہوا۔ جس کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں لہٰذا جو شخص ان کی خلافت سے منکر ہو اس کا حکم وہی ہے جو اس آیت کے اخیر حصے میں مذکور ہے۔

پیشین گوئی - 26:

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ط

(قصص۔ع8)

جس نے حکم بھیجا تم پر قرآن کا وہ پھر لانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی مدینہ کو ہجرت فرمائی تو راستے میں مقام جحفہ میں آپ کو وطن کا خیال آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں پھر مکہ میں واپس آنے کی خوشخبری دی۔ یہ پیشین گوئی ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ کے دن پوری ہوئی۔

Marfat.com

پیشین گوئی - 27:

الٓـمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰہِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۙ (روم:ا شرع)

مغلوب ہو گئے ہیں رومی لگتے ملک میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد اب غالب ہوں گے کئی برس میں۔ اللہ کے ہاتھ میں ہے کام پہلے اور پچھلے اور اس دن خوش ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے غالب مہربان۔

جب کسریٰ پرویز نے رومیوں پر حملہ کیا تو عرب سے لگتی زمین (اذرعات وبصرٰے یا اردن وفلسطین) میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور فارس روم پر غالب آئے۔ جب یہ خبر مکہ مشرفہ میں پہنچی تو مشرکین خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے تم اور نصاریٰ اہل کتاب ہو اور ہم اور فارس بے کتاب ہیں جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب آ گئے ہم بھی تم پر غالب آ جائیں گے مسلمانوں کو یہ امر نہایت ناگوار گزرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں مذکور ہے کہ چند سال کے اندر روم فارس پر غالب آ جائیں گے چنانچہ نو سال کے بعد بدر کے دن یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی۔

پیشین گوئی - 28:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ اِلَّا کِبْرٌ مَّا ھُمْ بِبَالِغِیْہِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (مومن: ع6)

جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کچھ سند کے جو پہنچی ہو ان کو اور کچھ نہیں ان کے سینوں میں مگر تکبر وہ نہیں پہنچنے والے اس تک سو تو پناہ مانگ اللہ کی بے شک وہ ہے سنتا دیکھتا۔

اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ منکرین کے دلوں میں یہ غرور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر رہیں گے۔ مگر یہ نہیں ہونے کا۔ چنانچہ کفار کو کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تعاظم وتقدم حاصل نہ ہوا۔

پیشین گوئی - 29:

فَلَا تَھِنُوْا وَتَدْعُوْٓا ؕ اِلَی السَّلْمِ ق ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ صلے ق وَاللّٰہُ مَعَکُمْ وَلَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ ۝ (محمد: ع4)

سو تم سستی نہ کرو اور نہ بلاؤ ان کو صلح کی طرف اور تم ہی رہو گے غالب اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز ضائع نہ کرے تمہارے اعمال۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کفار کے مقابلہ میں سستی نہ کرو۔

پیشین گوئی - 30:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ

Marfat.com

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ○

(فتح۔ع4)

بے شک اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب تحقیق تم داخل ہو جاؤ گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا امن سے بال مونڈتے اپنے سروں کے اور کترتے ہوئے بے خطرہ پس جانا اللہ نے جو نہ جانا تم نے۔ پس ٹھہرادی اس سے ورے ایک فتح (خیبر) نزدیک۔

حدیبیہ کی طرف جانے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپ مع صحابہ کرام سر منڈاتے ہوئے کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے ہیں آپ نے یہ خواب صحابہ کرام سے بتا دیا۔ وہ سمجھے کہ داخلہ اسی سال ہوگا۔ حالانکہ خواب میں داخلہ کے وقت کی تعین نہ تھی۔ جب مسلمان کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے بغیر حدیبیہ ہی سے صلح کر کے مدینے واپس آنے لگے تو منافقین تمسخر سے کہنے لگے۔ اب وہ خواب کہاں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا۔ صحابہ کرام پر یہ امر ناگوار گزرا اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور دوسرے سال فتح خیبر کے بعد یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

پیشین گوئی - 31:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ○ (فتح۔ع4)

وہ ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت اور سچے دین کے تاکہ غالب کرے اس کو ہر دین پر اور کافی ہے اللہ شہادت دینے والا۔

اس آیت میں دین اسلام کے تمام دینوں پر غالب آنے کی پیشین گوئی ہے جس کے پورا ہونے میں کلام نہیں۔ موضح القرآن میں ہے "اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سب سے غالب کر دیا ایک مدت اور دلیل سے غالب ہے ہمیشہ"۔

پیشین گوئی - 32:

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ○ (طور۔ع2)

کیا چاہتے ہیں کچھ داؤ کرنا سو جو کافر ہیں وہی داؤ میں آنے والے ہیں۔

اس آیت مکی میں یہ اخبار بالغیب ہے کہ جن مشرکین نے بعثت کے تیرھویں سال دارالندوہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ یوم بدر میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔

پیشین گوئی - 33:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ○ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ (قمر۔ع 3)

کیا کہتے ہیں ہم سب جماعت بدلہ لینے والے ہیں۔ اب شکست دی جاوے گی وہ جماعت اور بھاگیں گے پیٹھ دے کر۔

Marfat.com

یہ آیتیں مکہ میں نازل ہوئیں۔ جب بدر کا دن آیا اور قریش کو ہزیمت ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ پہنے اور تلوار کھینچے ہوئے ان کا تعاقب کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس دن مجھے اس پیشین گوئی کا مطلب سمجھ میں آیا کہ کفار قریش ہزیمت اٹھائیں گے اور مسلمان تلوار و نیزہ سے ان کا تعاقب کریں گے۔ صحیح بخاری کتاب المغازی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دُعا مانگی اور آپ عریش میں تھے:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ انشدك عهدك ووعدك اللّٰھُمَّ ان شئْت لم تعبد

یا اللہ! میں تجھ سے تیرا عہد اور تیرا وعدہ طلب کرتا ہوں یا اللہ! تو اگر (ہم پر کافروں کو غالب کرنا) چاہے تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔

یہ سن کر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا ''آپ کو یہ کافی ہے''پس حضور عریش سے نکلے اور آپ یوں فرما رہے تھے۔

سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ

پیشین گوئی - 34:

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ط (حشر:ع1)

وہ ہے جس نے نکال دیئے جو کافر ہیں کتاب والوں میں سے ان کے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے وقت۔

اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کو ہجرت کے چوتھے سال جلاوطن کر دیا اور وہ ملک شام میں چلے گئے۔ یہ یہود کی پہلی جلاوطنی تھی جیسا کہ آیت بالا سے ظاہر ہے۔ اس میں اشارہ تھا کہ یہود کی دوسری جلاوطنی بھی ہوگی۔ چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں وقوع میں آئی۔ جب کہ یہود تمام جزیرہ عرب سے نکال دیئے گئے۔ مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے مالوں کی قیمت دی۔

پیشین گوئی - 35:

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۵ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ (سورۂ علق)

ہرگز نہیں! یوں اگر باز نہ آوے گا ہم گھسیٹیں گے پیشانی کے بال پکڑ کر۔

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ ابوجہل ذلیل موت مرے گا اور اس کو گھسیٹ کر لائیں گے۔ یہ پیشین گوئی جنگ بدر کے دن پوری ہوئی۔ چنانچہ اس دن جب وہ لعین مر رہا تھا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دبلے پتلے تھے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اس کا سر کاٹ دیا۔ جب کمزوری کے سبب اس کے سر کو نہ اُٹھا سکے تو اس کے کان میں سوراخ کر کے اس میں رسّی ڈالی اور گھسیٹتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔

Marfat.com

پیشین گوئی 36:

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ o اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ o (کوثر)

ہم نے دی تجھ کو کوثر۔ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر۔ بے شک دشمن تیرا وہی ہے۔

پیچھا کٹا۔

یہ قرآن کی چھوٹی سی سورت ہے۔ اس کی تین آیتوں میں چار پیشین گوئیاں ہیں۔

ایک تو پہلی آیت میں ہے۔ جب کہ کوثر سے مراد کثرت اتباع ہو۔ جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔ دوسری پیشین گوئی دوسری آیت میں ہے۔ کیونکہ وَانۡحَرۡ (اور قربانی کر) صیغۂ امر ہے۔ پس اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی اُمت کو تونگری عطا کرے گا۔ جس سے قربانی پر اقدام ہو سکے۔ اسی طرح تیسری آیت میں دو پیشنگوئیاں ہیں۔ یعنی حضور نہیں بلکہ حضور کا دُشمن بے اولاد مرے گا کہ اس کے پیچھے کوئی اس کا نام نہ لے گا۔

یہ چاروں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔ آپ کے اتباع کی کثرت ظاہر ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن آپ بلحاظ اُمت تمام نبیوں سے بڑھ کر ہوں گے۔ اللہ نے حضور کو تونگری اس قدر عطا فرمائی کہ ایک دفعہ سو اونٹ بطور ہدی بھیجے۔ عاص بن وائل جو حضور کو پیچھا کٹا ہونے کا طعن دیا کرتا تھا۔ بے اولاد مرا۔ اس کی نیل منقطع ہوگئی۔ کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ حالانکہ حضور کی ذریت قیامت تک رہے گی۔ آپ کا نام قیامت تک رہے گا۔

آثار اقتدار تو تا حشر متصل
خصم سیاہ روئے تو بے حاصل و خجل

پیشین گوئی 37:

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ o وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا o فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا o (سورۂ نصر)

جب آئے مدد اللہ کی اور فتح اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج پس پاکی بیان کر اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اور بخشش مانگ اس سے بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔

یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں فتح مکہ کی بشارت ہے جو ہجرت کے آٹھویں سال پوری ہوئی۔ اور پیشین گوئی کے مطابق اہل مکہ و طائف و یمن و ہوازن اور باقی قبائل عرب دین اسلام میں گروہ ہا گروہ داخل ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے اکا دُکا اسلام میں داخل ہوا کرتے تھے۔

Marfat.com

مندرجہ بالا پیشین گوئیاں جو سب کی سب پوری ہوئیں فقط بطور مثال بیان کی گئی ہیں اور اس کتاب میں زیادہ کی گنجائش بھی ہیں۔ ورنہ قرآن مجید میں تو اس کثرت سے پیشین گوئیاں ہیں کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں قرآن مجید کی کوئی نہ کوئی پیشین گوئی پوری نہ ہوئی ہو اور کتنی پیشین گوئیاں ہیں کہ قرب قیامت اور یوم قیامت کو پوری ہوں گی۔ مثلاً یاجوج و ماجوج کا آنا۔ دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لانا۔ آسمانوں کا پھٹنا۔ پہاڑوں کا غبار ہونا، زمین کا چکنا چور ہونا، صور کا پھونکا جانا، مُردوں کا زندہ ہونا، ہاتھ پاؤں کا گواہی دینا، اعمال کا وزن کیا جانا وغیرہ وغیرہ۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن کریم بے شک معجزہ ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اعجاز القرآن کی چوتھی وجہ:

علوم القرآن

علوم کے لحاظ سے بھی قرآن کریم معجزہ ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معانی منظومہ قرآن پانچ علموں سے خارج نہیں۔ اول علم احکام یعنی واجب ومندوب ومباح ومکروہ وحرام خواہ از قسم عبادات ہوں یا معاملات یا تدبیر منزل یا سیاست مدن۔ دوسرے چار گمراہ فرقوں یعنی یہود ونصاریٰ ومشرکین ومنافقین کے ساتھ مخاصمہ کا علم۔ تیسرے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں (آسمان وزمین کی پیدائش کا ذکر اور بندوں کی ضروریات کا الہام اور اللہ کی صفات کاملہ کا بیان) کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ چوتھے ایام اللہ یعنی امم ماضیہ میں دُشمنان خدا کے وقائع بیان کرنے کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ پانچویں موت اور مابعد الموت (حشر ونشر وحساب ومیزان وبہشت ودوزخ) کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ قرآن میں ان علوم پنجگانہ کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ہدایت کے لیے نازل فرمائی ہے جس طرح عالم طب جب قانون شیخ کا مطالعہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ یہ کتاب بیماریوں کے اسباب وعلامات اور ادویہ کے بیان میں غایت درجہ کو پہنچی ہوئی ہے تو اسے ذرا شک نہیں رہتا کہ اس کا مؤلف علم طب میں کامل ہے۔ اسی طرح شریعتوں کے اسرار کا عالم جب جان لیتا ہے کہ تہذیب نفوس میں افراد انسان کے لیے کن کن چیزوں کے بتانے کی ضرورت ہے اور بعد ازاں فنون پنجگانہ میں تامل کرتا ہے تو بے شک اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فنون اپنے معانی میں اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ اس سے بہتر ممکن نہیں۔

قرآن کریم چونکہ تزکیۂ نفوس میں معجزہ کتاب ہے۔ اسی واسطے اس کتاب کی تلاوت کے وقت دلوں میں خشیت وہست پیدا ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ (زمر۔ع3)

اللہ نے اتاری بہتر کتاب کتاب ہے آپس میں ملتی دوہرائی ہوئی۔ بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھالوں پر ان لوگوں کی جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے چمڑے اور دل ان کے اللہ کی یاد کی طرف۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○

(حشر: ع3)

اگر ہم اتارتے اس قرآن کو ایک پہاڑ پر البتہ تو دیکھتا اس کو دب جانے والا پھٹ جانے والا اللہ کے

Marfat.com

ڈر سے اور یہ مثالیں بیان کرتے ہیں ہم لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں۔

قرآن کریم کی اس خارق عادت تاثیر سے بچنے کے لیے کفار قریش ایک دوسرے سے کہہ دیا کرتے تھے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم شور مچا دیا کرو (حٰم سجدہ ع 4) اور اسی واسطے مکذبین پر اس کا سننا نہایت دشوار گزرتا تھا اور بوجہ خبث طبع نفرت سے پیٹھ دے کر بھاگ جاتے تھے (بنی اسرائیل ع 5) ذیل میں تاثیر قرآن مجید کی توضیح کے لیے ہم چند مثالیں درج کرتے ہیں:-

کتاب آپس میں ملتی یعنی خوبی میں کوئی آیت کم نہیں۔ دوہرائی ہوئی۔ یعنی ایک مدعا کئی طرح تقریر کیا ہوا۔)
(موضح القرآن)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کی کیفیت مجھے یہ معلوم ہوئی ہے کہ آپ کی بہن فاطمہ اور فاطمہ کے خاوند سعید بن زید بن عمرو بن نفیل مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت نعیم بن عبداللہ انجام بھی جو مکہ کے رہنے والے اور آپ ہی کی قوم بنی عدی بن کعب میں سے تھے اسلام لے آئے تھے اور اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ حضرت خباب بن الارت حضرت فاطمہ کے پاس قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مرد وزن قریباً چالیس کوہ صفا کے قریب ایک گھر میں جمع ہو رہے ہیں تو تلوار آڑے لٹکائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے اصحاب کے قصد سے نکلے۔ ان اصحاب میں حضرت ابوبکر اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو ان مسلمانوں میں سے تھے جنہوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت نہ فرمائی تھی۔ راستے میں حضرت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے۔ جن سے یوں گفتگو ہوئی۔

عمر۔ میں اس صابی (دین سے برگشتہ) محمد کا فیصلہ کرنے چلا ہوں۔ جس نے قریش کی جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے اور جوان کے داناؤں کو نادان اور ان کے دین کو معیوب بتاتا ہے اور ان کے معبودوں کو بُرا کہتا ہے۔

نعیم۔ عمر اللہ کی قسم تجھے! تیرے نفس نے دھوکا دیا ہے کیا تو سمجھتا ہے کہ اگر تو حضرت محمد ﷺ کو قتل کر دے گا تو عبد مناف کی اولاد تجھے زمین پر زندہ چھوڑ دے گا تو اپنے اہل بیت میں جا اور انہیں سیدھا کر۔

عمر۔ کون سے اہل بیت؟

نعیم۔ اللہ کی قسم! تیرا بہنوئی سعید بن زید اور تیری بہن فاطمہ دونوں مسلمان ہو گئے ہیں اور دین محمدی کے پیرو بن گئے ہیں۔ تو ان سے سلجھ لے۔

(یہ سُن کر عمر اپنی بہن کے گھر پہنچتے ہیں۔ وہاں حضرت خباب آپ کی بہن اور آپ کے بہنوئی کو قرآن کی سورۂ طٰہٰ پڑھا رہے ہیں۔ جن کی آواز عمر کے کان میں پڑ جاتی ہے۔ عمر کی آہٹ سے حضرت خباب تو کوٹھڑی میں جا چھپتے ہیں اور فاطمہ وہ صحیفہ قرآن لے کر اپنی ران کے نیچے چھپا لیتی ہیں)

عمر۔ (اندر داخل ہو کر) یہ آواز جو میں نے سنی کیسی تھی؟

سعید و فاطمہ۔ تو نے کچھ نہیں سنا۔

Marfat.com

عمر۔ کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے خبر لگی ہے کہ تم دونوں دین محمدی کے پیرو بن گئے ہو۔
یہ کہہ کر عمر سعید کو پکڑ لیتے ہیں۔ بہن جو چھڑانے اُٹھتی ہے اسے بھی لہولہان کر دیتے ہیں۔
سعید و فاطمہ۔ ہاں ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور اللہ و رسول پر ایمان لے آئے ہیں۔ تو کر جو کر سکتا ہے۔
عمر۔ (بہن کو لہولہان دیکھ کر ندامت سے) بہن! وہ کتاب تو دکھاؤ جو ابھی تم پڑھ رہے تھے۔
فاطمہ۔ مجھے ڈر ہے کہ تو واپس نہ دے گا۔
عمر۔ تو نہ ڈر (اپنے معبودوں کی قسم کھا کر) میں پڑھ کر واپس کر دوں گا۔
فاطمہ۔ (بھائی کے اسلام کے لالچ میں آ کر) بھائی! تو مشرک ہونے کے سبب سے ناپاک ہے۔ اسے تو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہوں۔
عمر۔ (غسل کے بعد سورۃ طٰہٰ کی شروع کی آیتیں تلاوت کر کے) یہ کلام کیسا اچھا اور پیارا ہے۔
خباب۔ (کوٹھڑی سے نکل کر) عمر! مجھے اُمید ہے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے مصداق ہوں گے۔ کیونکہ میں نے کل سنا کہ آپ یوں دُعا فرما رہے تھے۔
''یا اللہ تو ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن الخطاب کے ساتھ اسلام کو تقویت دے''۔ اے عمر! تو اللہ سے ڈر۔
عمر۔ مجھے حضرت محمد ﷺ کے پاس لے چلو۔ تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں۔
خباب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کوہ صفا کے قریب تشریف رکھتے ہیں۔
(عمر تلوار آڑے لٹکائے درِ دولت پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔)
اہل خانہ میں سے ایک صحابی آپ کو اس ہیئت میں دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔
صحابی۔ یارسول اللہ! یہ عمر بن الخطاب ہے جو تلوار حمائل کیے ہوئے ہے۔
حمزہ۔ اُسے آنے کی اجازت دو۔ اگر وہ کار خیر کے لیے آیا ہے تو ہمیں دریغ نہیں اور اگر وہ شرارت کا ارادہ رکھتا ہے تو ہم اسے اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسے اندر آنے دو۔
صحابی۔ اندر آیئے (عمر داخل ہوتے ہیں)
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عمر کی کمر یا چادر کا (دامن کھینچ کر) خطاب کے بیٹے کیوں کر آنا ہوا۔ اللہ کی قسم! میں نہیں دیکھتا کہ تو باز آئے۔ یہاں تک کہ اللہ تجھ پر کھڑکا نازل کرے۔
عمر۔ یارسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ اللہ پر اور اللہ کے رسول پر اور اس پر جو وہ اللہ کے ہاں سے لائے ایمان لاؤں۔ (اس طرح عمر اسلام لاتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر پڑھتے ہیں۔ جس سے تمام حاضرین خانہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے) ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اونٹ پر سوار ایک کوچے میں سے گزر رہے تھے۔ ایک قاری نے یہ آیت پڑھی :-

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ○ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ○ (طور ع: ۱)

Marfat.com

بے شک عذاب تیرے رب کا ہونے والا ہے۔ اس کو کوئی نہیں ہٹانے والا۔ اسے سُن کر آپ بے ہوش ہو گئے اور بے ہوشی کی حالت میں زمین پر گر پڑے۔ وہاں سے اٹھا کر آپ کو گھر لائے۔ مدت تک اس درد سے بیمار رہے۔ یہاں تک کہ لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے۔

سنہ 6 نبوت میں حضرت ابوبکر صدیق ہجرت کے ارادے سے حبشہ کی طرف نکلے تو ابن الدغنہ ان کو برک الغماد سے اپنی جوار میں مکہ واپس لے آیا۔ قریش نے ابن الدغنہ کی جوار کو رد نہ کیا۔ مگر اس سے کہا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے اور نماز میں چپکے جو چاہے پڑھے۔ مگر ہمیں اذیت نہ دے اور آواز سے قرآن نہ پڑھے۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر قرآن کا اثر پڑ جائے۔ ابن الدغنہ نے یہی آپ سے ذکر کر دیا۔ کچھ مدت آپ نے اسی پر عمل کیا۔ بعدازاں اپنے گھر کے پاس ایک مسجد خالی جس میں آپ نماز پڑھتے اور قرآن بآواز پڑھتے اور قرآن بآواز پڑھتے۔ رقیق القلب تھے قرآن پڑھتے تو بے اختیار رو پڑتے۔ آپ کی قرأت و رقت سے سردارانِ قریش ڈر گئے۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا کر کہا کہ ابوبکر نے خلاف شرط اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی ہے۔ جس میں وہ بآواز نماز و قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر پڑے۔ تم اس کو روک دو۔ ہاں اگر وہ اپنے گھر کے اندر چپکے عبادت کرنا چاہے تو کیا کرے اور اگر بآواز قرآن پڑھنے پر اصرار کرے تو تم اس کی حفاظت کی ذمہ داری واپس لے لو۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہم تمہارے عہد کی حفاظت کو توڑ دیں۔ ہم ابوبکر کو قرأت کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ سن کر ابن الدغنہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو میری جوار کی شرط معلوم ہے آپ اس کی پابندی کریں ورنہ میری ذمہ داری واپس کر دیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ ہنس کر ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑ ڈالا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تمہاری جوار کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی جوار پر راضی ہوں۔

حضرت جبیر بن مطعم جو اسلام لانے سے پہلے اسیران بدر کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورۂ طور پڑھتے پایا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے:۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ o ط اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ o ط اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ o (طور۔ع 2)

کیا وہ پیدا ہوئے ہیں آپ ہی آپ یا وہی ہیں۔ پیدا کرنے والے۔ یا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو بلکہ یقین نہیں کرتے۔ کیا ان کے پاس خزانے ہیں تیرے رب کے یا وہی داروغے ہیں تو قریب تھا کہ (خوف سے) میرا دل پھٹ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی دفعہ ہی ایمان نے میرے دل میں قرار پکڑا۔

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی جو ایک شریف و دانا شاعر تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تھے قبیلۂ قریش کے لوگوں نے مجھ سے کہا۔ اے طفیل! تو ہمارے شہروں میں آیا ہے۔ اس شخص حضرت محمد جو ہمارے درمیان ہے اس نے ہمیں تنگ کر دیا ہے۔ ہماری جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ اس کا قول جادوگروں کا سا ہے جس سے وہ باپ بیٹے میں، بھائی بھائی اور میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ

Marfat.com

کہیں ہماری طرح تجھ پر اور تیری قوم پر بھی جادو کر دے، اس لیے تو اس سے کلام نہ کرنا اور نہ اس سے کچھ سننا۔ وہ مجھے یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں اس سے کچھ نہ سنوں گا اور نہ کلام کروں گا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب میں مسجد کی طرف جاتا تو اس ڈر سے کہ کہیں بے ارادہ آپ کی آواز میرے کان میں پڑ جائے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا۔ ایک روز جو صبح کو میں مسجد کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا پس اللہ نے مجھے آپ کا بعض قول سنا ہی دیا۔ مگر میں نے ایک عمدہ کلام سنا۔ اور اپنے جی میں کہا وائے بے فرزندیٔ مادر من! میں دانا شاعر ہوں۔ بُرے بھلے میں تمیز کر سکتا ہوں۔ پھر اس کا قول سننے سے مجھے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ جو کچھ وہ بیان کرے گا اگر اچھا ہوا تو میں قبول کر لوں گا اور اگر بُرا ہوا تو رد کر دوں گا۔ اس لیے میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانے کی طرف واپس ہوئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب آپ اپنے دولت خانے میں داخل ہونے لگے تو میں نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی قوم نے مجھے ایسا ایسا کہا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ مجھے آپ کے قول سے ڈراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ تاکہ آپ کا قول نہ سنوں مگر اللہ نے سنا ہی دیا۔ میں نے ایک اچھا قول سنا۔ پھر میں نے التجا کی کہ اپنا دین آپ مجھ پر پیش کریں۔ اس لیے آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی اس کی بہ نسبت نہ کوئی اچھا قول اور نہ کوئی راست امر سنا۔ پس میں مسلمان ہو گیا اور میں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری قوم میرے کہنے میں ہے۔ میں ان کی طرف جاتا ہوں اور انہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ میرے لیے دُعا کیجیے کہ خدا مجھے ایک نشانی دے۔ جو مجھے دعوت اسلام میں ان کے مقابلہ میں میری مددگار ہو۔ یہ سُن کر آپ نے یوں دُعا فرمائی ''اے اللہ! اسے ایک نشانی عطا کر''۔ پھر میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا۔ چلتے چلتے جب میں گھاٹی میں پہنچا جہاں سے میرا قبیلہ مجھے دیکھ سکتا تھا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا۔ میں نے کہا۔ یا اللہ! میری پیشانی کے سوا کسی اور جگہ نور پیدا کر دے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں وہ یوں گمان کریں گے کہ عبرت ناک سزا ہے جو ان کا دین چھوڑنے کے سبب میری پیشانی میں ظاہر ہوئی ہے۔ پس وہ نور بجائے پیشانی کے میرے کوڑے کے سرے پر نمودار ہوا۔ جب میں گھاٹی سے اپنے قبیلے کی طرف اُتر رہا تھا تو وہ نور ان کو میرے کوڑے میں معلق قندیل کی طرح نظر آتا تھا۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ پھر صبح ہو گئی۔ جب میں مکان میں اترا تو میرا باپ جو بہت بوڑھا تھا میرے پاس آیا۔ میں نے کہا ابا! مجھ سے دور ہو۔ میں تیرا نہیں اور نہ تو میرا ہے۔ وہ بولا بیٹا! کیوں؟ میں نے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پیرو بن گیا ہوں۔ یہ سُن کر میرے باپ نے کہا میرا دین تیرا دین ہے پس میں نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کیے۔ پھر میرے پاس آیا میں نے اس پر اسلام پیش کیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی۔ میں نے اس سے کہا مجھ سے دور ہو۔ میں تیرا نہیں، اور تو میری نہیں۔ وہ بولی میرے ماں باپ تجھ پر قربان کیوں؟ میں نے کہا اسلام میرے اور تیرے درمیان فاروق ہے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پیرو بن گیا ہوں۔ وہ کہنے لگی میرا دین تیرا دین ہے اور وہ مسلمان ہو گئی۔ پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اس میں تاخیر کی۔ پھر میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! دوس مجھ پر غالب

Marfat.com

آ گئے۔ آپ ان پر بددعا کیجیے۔ اس پر آپ نے یوں دُعا کی "یا اللہ! دوس کو ہدایت دے" اور مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی قوم میں لوٹ جا اور انہیں نرمی سے دعوت اسلام دے۔ اس لیے میں لوٹ آیا اور دوس کو نرمی سے اسلام کی طرف بلاتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی اور غزوۂ بدر و احد خندق ہو چکے۔ پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ خیبر میں تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں دوس کے ستر یا اسّی گھرانے اُترے۔

پادری راڈویل صاحب لکھتے ہیں کہ عرب کے سیدھے سادے بھیڑ بکریاں چرانے والے خانہ بدوش بدّو لوگ ایسے بدل گئے جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ وہ لوگ مملکتوں کے بانی مبانی اور شہروں کے بنانے والے اور جتنے کتب خانے انہوں نے خراب کیے تھے ان سے زیادہ کتب خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے اور فسطاط، بغداد، قرطبہ اور دلّی کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی یورپ کو کپکپا دیا اور قرآن کی قدر ہمیشہ ان تبدیلیوں کے اندازہ سے ہونی چاہیے جو اس نے اپنے بطیب خاطر ماننے والوں کی عادات اور اعتقادات میں داخل کیں۔ بت پرستی کے مٹانے، جنات اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے، اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے، بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازدواج کی تعداد کو گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لیے برکت اور قدرت حق تھا۔ گو عیسائی مذاق پر وحی نہ ہو۔ (از دیباچہ قرآن مطبوعہ 1861ء صفحہ 24) یحییٰ بن الحکم الغزال اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہ کا حال بیان ہو چکا ہے۔ زیادہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ اربعہ کے علاوہ علمائے کرام نے قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی اور وجہیں بھی بیان کی ہیں۔ مگر میرے خیال میں یہ چاروں وجہیں بالکل کافی ہیں۔

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کی مثالیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم پہلے ایک وعدہ کر آئے ہیں اسی کے ایفاء کے لیے عنوان بالا قائم کیا گیا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے اپنے زعم فاسد میں قرآن کی بعض چھوٹی چھوٹی سورتوں کا معارضہ کیا تھا۔ از اں جملہ ایک سورۃ کوثر تھی جس کو اس لعین نے یوں سجع کیا تھا۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْجَوَاهِرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَهَاجِرْ اِنَّ مُبْغِضَکَ رَجُلٌ فَاجِرٌ۔

ہم نے دیئے تجھ کو جواہرات۔ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور کر ہجرت بیشک جو دشمن رکھنے والا ہے تجھ کو۔ وہ بدکار شخص ہے۔

مگر کوئی منصف مزاج اسے معارضہ نہیں کر سکتا کہ سورت ہی کے الفاظ و ترتیب لے کر اس میں کچھ ادل بدل کر دیا جائے۔ علامہ جار اللہ زمخشریؒ صاحب تفسیر کشاف نے اس سورت کی وجہ اعجاز پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ امام فخر الدین رازیؒ نے "نہایت الاعجاز فی درایت الاعجاز" میں یوں لکھا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ○

اس آیت میں آٹھ فائدے ہیں۔

Marfat.com

(7) یہ جملہ معطی کبیر کی طرف سے عطیہ کثیرہ پر دلالت کرتا ہے۔ جب عطیہ منعم عظیم کی طرف سے ہو تو وہ نعمت عظمیٰ ہوتا ہے۔ کوثر سے مراد وہ مومنین امت ہیں جو قیامت تک پیدا ہوں گے نیز اس سے مراد وہ فضائل وخواص ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو جہاں میں عنایت فرمائے ہیں ان کی کنہ کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور منجملہ کوثر وہ نہر ہے جس کی مٹی کستوری اور جس کے سنگریزے چاندی کی ڈلیاں ہیں اور جس کے کناروں پر سونے چاندی کے برتن ستاروں کی گنتی سے زیادہ ہیں۔

(2) اسم کی تقدیم مفید تخصیص ہے۔ یعنی ہم نے (نہ کسی غیر نے) تجھے یہ خبر کثیر عطا کی۔ جس کی کثرت کی کوئی عنایت نہیں۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ (دیکھو مواہب لدنیہ للقسطلانی)

تحقیق یہ ہے کہ یہاں محدث عنہ کی تقدیم تخصیص کے لیے نہیں بلکہ اس واسطے ہے کہ ایسی تقدیم اثبات خبر کے واسطے زیادہ تاکیدوالی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اسم محدث عنہ پہلے ذکر کیا جائے تو سامع کو خبر سننے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے جب وہ خبر سنتا ہے تو اس کا ذہن اسکو یوں قبول کرتا ہے، جیسا عاشق معشوق کو لیں وہ خبر اس کے ذہن میں باحسن وجوہ متمکن ہو جاتی ہے۔

(3) ضمیر متکلم بصیغہ جمع لایا گیا ہے جس سے ربوبیت کی عظمت پائی جاتی ہے۔

(4) جملے کے شروع میں حرف تاکید لایا گیا ہے جو قسم کے قائم مقام ہی۔

(5) فصل کو بصیغہ ماضی لایا گیا ہے تاکہ اس امر پر دلالت ہو کہ کریم کی عطا آجلہ واقع کے حکم میں ہے۔

(6) کوثر کے موصوف کو محذوف کر دیا گیا۔ اس لیے کہ مذکور میں وہ فرط ابہام وشیاع نہیں جو محذوف میں ہے۔

(7) وہ صفت اختیار کی گئی ہے جس کے معنی میں کثرت ہے پھر اس کو اس کے صیغہ سے معدول کر کے لایا گیا۔

(8) اس صیغہ پر لام تعریف لایا گیا تاکہ یہ اپنے موصوف کو شامل اور کثرت کے معنی دینے میں کامل ہو۔ چونکہ یہ لام عہد کا نہیں اس لیے واجب ہے کہ حقیقت کا ہو اور حقیقت کے بعض افراد بعض سے اولیٰ نہیں۔ پس وہ کاملہ ہوگی۔ اس میں طعن کا جواب بھی آ گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے بعد کوئی بیٹا نہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد بیٹے کا باقی رہنا دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بیٹا نبی بنایا جائے اور یہ محال ہے کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ یا نبی نہ بنایا جائے اور یہ امر وہم میں ڈالتا ہے کہ وہ ناخلف ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما کر اس عیب سے محفوظ رکھا اولاد کے ہونے سے یہی غرض ہوا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ عیب بھی لازم نہ آیا جو بیٹوں کے نہ ہونے کی صورت میں تھا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

اس میں بھی آٹھ فائدے ہیں۔

(1) فاتعقیب۔ یہاں دو باتوں کا سبب بنانے کے معنیٰ کے لیے متعاد ہے۔ اول انعام کثیر کو منعم کے شکر وعبادت میں قیام کا سبب بنانا دوسرے انعام کثیر کو دشمن کے قول کی پروانہ کرنے کا سبب بنانا۔ کیونکہ اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ عاص بن وائل نے کہا۔ ان محمدًا اصنبورٌ یہ قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناگوار گزرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

Marfat.com

(2) دولاموں سے مقصود تعریض ہے عاص اور اس جیسے دوسروں کے دین سے جن کی عبادت وفریاد غیر اللہ کے واسطے تھی اور نیز یہ مقصود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدم صراط مستقیم پر جمادیں اور اپنی عبادت کو اللہ کی ذات کریم کے لیے خالص کردیں۔

(3) ان دونوں عبادتوں سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت کے دو نوع ہیں۔ایک اعمال بدنیہ جن میں مقدم نماز ہے۔دوسرے اعمال مالیہ جن میں اعلیٰ اونٹوں کی قربانی ہے۔

(4) اس آیت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز اور اونٹوں کی قربانی سے بڑا اختصاص تھا۔ کیونکہ نماز آپ کی مبارک آنکھوں کے لیے ٹھنڈک بنائی گئی اور اونٹوں کی قربانی میں آپ کی ہمت قوی تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپ نے سو اونٹ قربانی دیئے۔جن میں ابوجہل کا ایک اونٹ تھا جس کے ناک میں سونے کی نکیل تھی۔

(5) دوسرے لام کو اس لیے حذف کیا گیا کہ پہلا لام اس پر دلالت کررہا ہے۔

(6) سجع کے حق کی رعایت کی گئی اور یہ منجملہ بدائع ہے۔جب قائل اسے طبعی طور پر لائے اور تکلیف سے کام نہ لے۔

(7) لِـرَبِّكَ میں دو خوبیاں ہیں۔ایک تو اس میں التفات ہے۔دوسرے مضمر کی جگہ مظہر لایا گیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور اس کے غلبہ قدرت کا اظہار ہے۔اسی سے خلفاء نے یہ قول لیا۔یأمرك امیر المؤمنین بکذا۔

(8) اس سے معلوم ہوا کہ حق عبادت یہ ہے کہ بندے اس کے ساتھ اپنے رب اور اپنے مالک کو خاص کریں اور اس شخص کی خطا سے تعریض ہوگئی جو اپنے رب کی عبادت چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کرے۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اس میں پانچ فائدے ہیں۔

(1) امر (فَصَلِّ وَ انْحَرْ) کی علت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شان (دشمن) کے حال اور قول کی طرف ترک توجہ کو بر سبیل استیناف بیان کیا گیا اور استیناف کا یہ اچھا عمل ہے۔قرآن شریف میں مواقع استیناف بکثرت ہیں۔

(2) یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس جملہ کو معترضہ قرار دیا جائے جو خاتمہ اغراض کے لیے حکمت کے سیاق پر لایا گیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِيْنُ (قصص:ع3) اور شانی سے مراد عاص بن وائل ہے۔

(3) عاص کو اس صفت کے ساتھ ذکر کیا اور نام کے ساتھ ذکر نہ کیا تاکہ یہ متناول وشامل ہو اس شخص کو جو دین حق کی مخالفت میں عاص کی مانند ہو۔

(4) اس جملے کے شروع میں حرف تاکید لایا گیا۔اس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ عاص نے کیا جھوٹ ہے اور محض تعنت وعناد کا

Marfat.com

نتیجہ ہے۔اسی واسطے اس کو شانی کہا گیا۔

(5) خبر معرفہ لائی گئی ہے تا کہ عدو شانی کے لیے بڑ بدرجہ کمال ثابت ہو گویا کہ وہ جمہور ہے۔جس کو صنبور کہا جائے۔پھر یہ سورت باوجود علو مطلع وتمام مقطع کے اور باوجود نکات جلیلہ سے پر ہونے اور محاسن کثیرہ کے جامع ہونے کے اس تصنع سے خالی ہے۔جس سے انسان اپنے خصم کو ساکت ومغلوب کر لیتا ہے۔انتہٰی۔

ان تمام امور کے علاوہ اس سورت کی تین آیتوں میں چار پیشن گوئیاں ہیں جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔آیت

يٰٓاَرۡضُ ابۡلَعِىۡ مَآءَكِ

کی خارق عادت فصاحت کی طرف پہلے اشارہ آ چکا ہے۔علامہ کرمانی [1] کی کتاب عجائب میں ہے کہ معاندین نے عرب وعجم کے تمام کلام ڈھونڈ مارے مگر کوئی کلام فخامت الفاظ، حسنِ نظم، جودت معانی اور اعجاز میں اس مثل نہ پایا اور اس امر پر متفق ہو گئے کہ انسانی طاقت اس آیت کی مثل لانے سے قاصر ہے۔ابن ابی الاصبع [2] کا قول ہے کہ میں نے کلام انسانی میں اس آیت کی مثل نہیں دیکھا۔اس میں سترہ لفظ ہیں اور بیس بدائع ہیں اور وہ یہ ہیں۔

1 - 2 ابلعی اقلعی میں مناسبت تامہ ہے۔

3 - 4 ابلعی اقلعی میں استعارہ ہے۔

5 - ارض وسما میں طباق [3] ہے۔

6 - یٰسَمَآءُ میں مجاز ہے کیونکہ حقیقت یا مطر السماء ہے۔

7 - وغیض الماء میں اشارہ [4] ہے کیونکہ اس کی کئی معانی سے تعبیر کی گئی ہے۔اس لیے کہ پانی خشک نہیں کیا جا سکتا۔یہاں تک کہ آسمان کا مینہ تھم جائے اور زمین پانی کے ان چشموں کو نگل جائے جو اس سے نکلتے ہیں۔تب سطح زمین کا پانی کم ہو جائے۔

8 - واستوت میں صنعت [5] ارداف ہے کیونکہ اس کی حقیقت جلست ہے۔

پس اس لفظ خاص سے اس کے مرادف کی طرف عدول کیا گیا۔اس واسطے کہ استوا میں اشعار ہے جلوس متمکن کا جس میں کوئی کجی نہ ہو اور یہ معنی لفظ جلوس ادا نہیں ہوتے۔

---

1. اتقان جزء ثانی ص ۵۵۔
2. اتقان جز ثانی ص ۹۶۔
3. صنعت طباق یہ ہے کہ کلام میں ایسے دو معنے ذکر کریں۔جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔
4. اشارہ یہ ہے کہ کلام قلیل لایا جائے جس کے معنے بہت ہوں۔
5. صنعت ارداف یہ ہے کہ متکلم ایک معنی مراد رکھے اور اسے لفظ موضوع سے یا ملافت واشارہ سے تعبیر کرے۔بلکہ اس کے مرادف لفظ سے ادا کرے۔

Marfat.com

(9) وَقُضِيَ الْاَمْرُ میں تمثیل ا ہے۔

(10) اس آیت میں تعلیل ۲ ہے۔ کیونکہ غِيضَ الْمَآءُ استواء کی علت ہے۔

(11) اس میں حجت تقسیم ہے۔ نقص کی حالت میں جو پانی کے اقسام ہیں وہ سب اس میں مذکور ہیں کیونکہ اس کی صرف یہی قسمیں ہیں۔ آسمان کے پانی کا تھم جانا۔ زمین سے نکلنے والے پانی کا بند ہوجانا اور سطح زمین کے پانی کا خشک ہوجانا۔

(12) اس میں احتراس ۳ فی الدعاء ہے۔ تاکہ یہ وہم نہ گزرے کہ غرق اپنے عموم کے سبب سے اس کو شامل ہے۔ جو مستحق ہلاک نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدل اس سے مانع ہے کہ غیر مستحق پر دعائے بد کرے۔

(13) اس میں حسن ۴ النسق ہے کیونکہ اس میں بعض جملے بعض پر واوِ عطف کے ساتھ اس ترتیب سے معطوف ہیں جو بلاغت کا مقتضاء ہے چنانچہ پہلے زمین پر سے پانی کا ناپید ہونا ذکر کیا گیا جس پر کشتی والوں کا غایت مقصود کشتی کی قید سے نجات موقوف ہے پھر آسمان کے پانی کا تھم جانا بیان ہوا کہ جس پر یہ سب (یعنی کشتی سے نکلنے کے بعد کی اذیت کا دور کرنا اور زمین پر کے پانی کا پراگندہ ہوجانا) موقوف ہے۔ پھر ان ہر دو مادوں کے بند ہونے کے بعد پانی کے دور ہوجانے کی خبر دی۔ جو یقیناً ان سے متاخر ہے۔ پھر قضائے امر کی خبر دی۔ یعنی جس کا ہلاک ہونا مقدر تھا اس کے ہلاک ہونے کی اور جس کا بچنا مقدر تھا اس کے نجات پانے کی خبر دی۔ یہ امر ماصل سے متاخر کیا گیا۔ کیونکہ کشتی والوں کو یہ کشتی سے نکلنے کے بعد معلوم ہوا اور ان کا نکلنا ماقبل پر موقوف تھا۔ پھر کشتی کے استقرار کی خبر دی جو اضطراب و خوف دور ہونے کا افادہ کرتا ہے۔ پھر ظالموں پر بددعا کرنے پر ختم کیا گیا تاکہ معلوم ہوجائے کہ طوفان تو تمام روئے زمین پر تھا مگر غرق ہونا صرف مستحقین عذاب پر شامل تھا۔

(14) اس میں اختلاف اللفظ مع المعنے ہے یعنی الفاظ معنٰی مقصود کے مناسب لائے گئے ہیں۔

(15) اس میں ایجاز ۵ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام قصہ نہایت ہی مختصر عبادت میں بیان فرمادیا۔

(16) اس میں تسہیم ۶ ہے۔ کیونکہ آیت کا اول اس کے آخر پر دلالت کرتا ہے۔

(17) اس میں تہذیب ۷ ہے۔ کیونکہ اس کے مفردات صفات حسن سے متصف ہیں ہر لفظ کے حروف کے مخارج سہل

ا تمثیل وہ ہے کہ جس کی وجہ متعدد امور سے منتزع ہو۔

۲ تعلیل کا فائدہ تقریر اور ابلغیت ہے کیونکہ نفوس احکام معللہ کو دوسروں کی نسبت زیادہ قبول کرتے ہیں۔

۳ احتراس یہ ہے کہ کسی کلام میں جو خلاف مقصود کا موہم ہو۔ وہ امر ذکر کریں۔ جو اس وہم کو دور کردے۔

۴ حسن النسق یہ ہے کہ متکلم پے درپے معطوف جملے لائے۔ جو باہم اس لیے پیوستہ ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی جملہ علیحدہ کردیا جائے تو وہ بذات خود ایک مستقل جملہ ہو جس کے معنی سمجھنے کے لیے اسی کے الفاظ کافی ہوں۔

۵ مقصود کو معمول سے کم الفاظ میں ادا کرنا ایجاز کہلاتا ہے۔

۶ تسہیم یہ ہے کہ فاصلہ کا ماقبل فاصلہ پر دلالت کرے۔

۷ تہذیب یہ ہے کہ کلام ایسا مہذب ہو کہ اعتراض کی اس میں گنجائش نہ ہو۔

Marfat.com

ہیں اوران پر فصاحت کی رونق ہے اور بشاعت وعقارت سے خالی ہیں۔

(18) اس میں حسن بیان ہے کیونکہ سامع کواس کے معنے سمجھنے میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں اسی سے وہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

(19) اس میں تمکین ہے۔

(20) اس میں اسجام ہے۔

علامہ سیوطی اتقان میں اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اعتراض ۱؎ بھی ہے۔یعنی تین جملے معترضہ لائے گئے ہیں اوروہ یہ ہیں۔وغیض الماء۔وقضی الامر۔واستوت علی الجودی اس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ امر دونوں کے درمیان واقع ہوا۔علاوہ ازیں اس میں اعتراض میں اعتراض ہے کیونکہ وقضی الامر۔غیض اور استوت کے درمیان واقع ہے۔اس لیے کہ استواغیض کے بعد حاصل ہوا۔

ایجاد کی مثال ولکم فی القصاص حیٰوۃ ہے اس سے پہلے یہ مقولہ ضرب المثل تھا القتل ۲؎ انفی للقتل جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس مثل کا استعمال متروک ہوگیا۔اس آیت کی ترجیح مثل مذکور پر بوجوہ ذیل ظاہر ہے۔

(1) آیت میں مثل کی نسبت ایجاز ہے جو ممدوح ہے کیونکہ القصاص حیٰوۃ کے حروف دس ہیں اور القتل انفی للقتل کے چودہ ۱؎ ہیں۔

(2) قتل کی نفی حیات کو ستلزم نہیں اور آیت حیات کے ثبوت پر نص ہے جو مطلوب اصلی ہے۔

(3) حیات کی منکر تعظیم کے لیے ہے جیسا کہ ولتجد نھم احرص الناس علیٰ حیٰوۃ الآیہ میں ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قصاص میں حیات متطاولہ ہے۔مگر مثل میں یہ بات نہیں کیونکہ اس میں لام جنس کے لیے ہے۔ اسی واسطے مفسرین نے وہاں حیٰوۃ کی تفسیر بقاء سے کی ہے۔

(4) آیت میں تعمیم ہے اور مثل میں نہیں کیونکہ ہر قتل انفی للقتل نہیں بلکہ بعض قتل (اور وہ قتل ظلماً) موجب قتل ہوتا ہے اور اس کا (یعنی قتل ظلماً) نافی ایک خاص قتل ہے۔اور وہ قصاص ہے جس میں ہمیشہ حیات ہے۔

(5) مثل میں لفظ قتل دوبار آیا ہے اور آیت اس تکرار سے خالی ہے اور تکرار سے خالی تفضل ہے اس سے جس میں تکرار پائی جائے خواہ وہ تکرار مخل فصاحت نہ ہو۔

(6) آیت میں محذوف نکالنے کی حاجت نہیں۔مگر مثل میں ہے کیونکہ اس میں افصل تفضیل کے بعد من اور اس کا مابعد محذوف ہے اور قتل اول کے ساتھ قصاصاً اور قتل ثانی کے ساتھ۔ظلماً محذوف اور تقدیر یوں ہے۔
القتل قصاصاً انفی بالقتل ظلماً من ترکہ۔

(7) آیت میں صنعت طباق ہے۔کیونکہ قصاص کا حیات کی ضد ہونا مشعر ہے مگر مثل میں ایسا نہیں۔

(8) آیت ایک فن بدیع پر مشتمل ہے اور وہ دو ضدوں میں ہے ایک کا جو فنا و موت ہے دوسری کے لیے جو حیات ہے محل و مکان بنانا ہے اور حیات کا موت میں قرار پکڑنا بڑا مبالغہ ہے۔جیسا کہ کشاف میں مذکور ہے اور صاحب الیضاح نے اسے یوں تعبیر کیا ہے کہ فی کو قصاص پر داخل کر کے قصاص کو حیات کے لیے گویا منبع و معدن قرار دیا گیا ہے۔

Marfat.com

(9) مثل میں پے در پے اسباب حفیفہ اسکون بعد التحرک) ہیں اور یہ امر کلمہ کی سلامت اور اس کے زبان پر جریان میں نقص ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ سواری جب ذرا سی حرکت کرے اور رک جائے پھر حرکت کرے پھر رک جائے تو ایسی سواری کو سوار اپنی مرضی کے موافق نہیں چلا سکتا۔ مگر آیت اس نقص سے پاک ہے۔

(10) مثل میں بظاہر تناقض ہے کیونکہ ایک شی اپنی ہی ذات کے لیے منافی قرار دی گئی ہے۔

(11) مثل میں قلقلہ قاف کا تکرار ہے جو تنگی و شدت کا موجب ہے اور نون کا غنہ بھی ہے۔

(12) آیت حروف متلائمہ پر مشتمل ہے کیونکہ اس میں قاف سے صاد کی طرف خروج ہے اور قاف حروف استعلا سے ہے اور صاد حروف استعلا و اطباق سے ہے مگر مثل میں قاف سے تا کی طرف خروج ہے جو حرف منخفض ہے اور وہ قاف کے ملائم نہیں۔ اسی طرح صاد سے حا کی طرف خروج احسن ہے لام سے ہمزہ کی طرف خروج ہے کیونکہ کنارہ زبان اور اقصیٰ حلق میں بعد ہے۔

(13) صاد اور حا اور تا کے تلفظ میں حسن صوت ہے۔ مگر قاف اور تا کی تکرار میں یہ خوبی نہیں۔

(14) آیت لفظ قتل سے خالی ہے جو مشعر وحشت ہے بخلاف لفظ حیات کے جو طبائع کو زیادہ مقبول و مرغوب ہے۔

(15) آیت اثبات پر مبنی ہے اور مثل نفی پر مبنی ہے اور اثبات اشرف ہے کیونکہ اثبات اول ہے اور نفی اس سے دوسرے درجے پر ہے۔

(16) آیت میں لفظ قصاص کے ذکر سے جو مشعر مساوات ہے۔ عدل ظاہر ہوتا ہے۔ مگر مطلق قتل میں ایسا نہیں۔

(17) آیت کے معنی سنتے ہی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ مگر مثل کے معنی سمجھنے کے لیے پہلے القصاص ھو الحیٰوۃ کے معنے سمجھنے درکار ہیں۔

(18) مثل میں فعل متعدی سے فعل تفضیل ہے اور آیت اس سے خالی ہے۔

(19) صیغہ افعل اکثر اشتراک کا مقتضی ہوتا ہے۔ پس ترک قصاص قتل ہوگا اور قصاص قتل کا زیادہ نافی ہوگا اور یہ درست نہیں ہوگا۔

(20) آیت قتل اور جرح دونوں سے روکنے والی ہے کیونکہ قصاص دونوں کے لیے ہوتا ہے اور قصاص اعضاء میں بھی جاری ہے کیونکہ عضو کا قطع کرنا مصلحت حیات کو ناقص یا منغص کر دیتا ہے اور بعض وقت جان تک نوبت پہنچ جاتی ہے مگر مثل میں یہ خوبی نہیں۔

کذا فی الاتقان للسیوطی امثلہ مذکورہ بالا سے جو بطور مشتے نمونہ از خروارے بیان کی گئی ہیں ناظرین قرآن مجید کی خارق عادت فصاحت و بلاغت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے آیت: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں ایک سو بیس بدائع بیان کیے ہیں۔ بخوف تطویل اسے یہاں درج نہیں کیا گیا۔

دیگر معجزات کا بیان:

اس فصل میں جو معجزات بطریق اختصار بیان ہوئے ہیں ان سے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی

Marfat.com

وسعت کا اندازہ بخوبی لگ سکتا ہے۔

اسراومعراج شریف:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخص خصائص اوراظہر معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسراومعراج کی فضیلت سے خاص کیا اور کسی دوسرے نبی کو اس فضیلت سے مشرف ومکرم نہیں فرمایا اور جہاں تک آپ کو پہنچایا کسی کو نہیں پہنچایا اور جو آیات وعجائبات آپ کو دکھائے۔ وہ کسی کو نہیں دکھائے

بدیدہ آنچہ ازدیدہ بروں بود
میرلیس از ما کیفیت کہ چوں بود

بلکہ اگر تمام انبیاء کرام کے تمام فضائل یکجا جمع کیے جائیں تو ان کا مجموعہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ایک فضیلت (یعنی معراج اور اس میں جو انوار واسرار اور حُب وقرب آپ کو حاصل ہوا) کے برابر نہ ہوگا۔

اسراء سے مراد خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک رات کو جانا ہے اور معراج بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر تشریف لے جانے کا نام ہی اسرا قرآن کریم سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل: ۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے گرد ہم نے برکتیں دی ہیں تا کہ ہم اس کو اپنے چند عجائبات اور نشانیاں دکھلائیں بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا۔

یہ آیت شریف اسراء کے ثبوت پر نص ہے اور اس کا اخیر حصہ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا معراج شریف کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مسجد اقصیٰ تک لے گیا تا کہ وہاں سے آسمانوں پر لے جا کر عجائب ملکوت وربوبیت دکھلائے۔ کیونکہ آیات کا دکھانا اور غایت کرامات ومعجزات کا ظہور آسمانوں پر ہے۔ حرف ان امور پر مقصود نہیں۔ جو مسجد اقصیٰ میں ظاہر ہوئے۔ مسجد اقصیٰ تک لے جانا تو اس کا مبدا ہے اور مکان قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ٥ ج فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ٥ (سورۃ نجم)

(ترجمہ:۔ پھر رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر جو بھیجا میں بنا برتحقیق منتہائے معراج کا ذکر ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اسراو معراج شریف ہر دو جسدِ مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں ایک ہی رات وقوع میں آئے۔ جمہور صحابہ تابعین ومحدثین وفقہا و متعلمین وصوفیائے کرام کا یہی مذہب ہے اور یہی قرآن مجید سے ثابت ہے کیونکہ آیہ کریمہ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ میں لفظ عبد موجود ہے اور عبد مجموعہ جسم وروح کو کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں کسی انسان کو کلمہ عبد سے تعبیر کیا ہے وہاں روح اور جسم دونوں مراد ہیں۔
مثلاً سورۃ مریم میں۔
ذِکْرُ رَحْمَۃِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ٥

Marfat.com

یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔

یہاں عبد سے یقیناً حضرت زکریا مع جسم و روح کے مراد ہیں۔ سورۃ جن میں ہے وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ٥

جب اللہ کے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) عبادت کے واسطے کھڑے ہوئے تو جن ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ (تا کہ قرآن شریف سنیں)

اسی طرح آیت زیر بحث میں عبد سے مراد جسم اقدس مع روح انور ہے۔ پس معراج جسمانی کا ثبوت اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے بھی جو تواتر کو پہنچنے والی ہیں سے ثابت ہوتا ہے۔ فی الواقع اگر خواب میں ہوتا تو کفار انکار نہ کرتے اور بعض ضعیف مومن فتنہ میں نہ پڑتے۔ کیونکہ خواب میں تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہم ایک لحظہ میں مشرق میں ہیں۔ دوسرے لحظہ میں ہزاروں کوسوں پر مغرب میں ہیں۔ دوسرے لحظہ میں ہزاروں کوسوں پر مغرب میں ہیں۔ فلاسفہ اور دیگر عقل کے مقلد جو اعتراضات اس پر کرتے ہیں۔ ان تمام کا جواب اسری بعبدہ (اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا) سے ملتا ہے۔ کیونکہ لے جانے والا تو خدا ہے جو قادر مطلق اور جمیع نقائص سے پاک ہے، پس اگر وہ اپنے کامل بندے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اطہر کے ساتھ حالتِ بیداری میں رات کے ایک حصے میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک اور بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر جہاں تک چاہا لے گیا۔ تو اس میں کون سا استحالہ لازم آتا ہے۔

وما ذٰلِكَ على الله بعزيز

شق القمر:

معجزہ شق القمر قرآن کریم کی آیہ ذیل سے ثابت ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ٥ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ٥

(سورۃ قمر شروع)

پاس آ لگی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو ٹال دیں اور کہیں یہ جادو ہے۔ چلا آتا۔

پہلی آیت کا یہ مطلب ہے کہ قیامت قریب آ گئی اور دنیا کی عمر کا قلیل حصہ باقی رہ گیا کیونکہ شق القمر جو منجملہ علامات قیامت تھا وقوع میں آ گیا۔ وانشق القمر سے مراد یہ ہے کہ شق القمر کا وقوع بالفعل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا۔ اس معنی کی تائید حضرت حذیفہ کی قراءت سے ہوتی ہے۔ وقد انشق القمر اور حال یہ ہے کہ چاند پھٹ چکا) کیونکہ اس صورت میں یہ جملہ حال ہوگا اور قیامت سے پہلے اقتراب ساعت اور وقوع انشقاق میں مقارنت کا مقتضی ہوگا اور اس معنی کی تائید مابعد سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا مقتضا یہ ہے کہ شق القمر ایک معجزہ ہے جسے کفار قریش نے دیکھا اور ٹال دیا اور اس سے پہلے بھی وہ پے در پے معجزات دیکھ چکے تھے کہ اسے دیکھ کر سحر مستمر بتانے لگے۔ اسی معنی پر مفسرین کا اجماع ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں بصراحت تام یہ قصہ مذکور ہے کہ رات کے وقت کفار قریش نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

کوئی نشان طلب کیا جو آپ کی نبوت پر شاہد ہو، آپ نے ان کو یہ معجزہ دکھلایا۔ اس معجزے کے راوی حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور انسؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان سے پہلے چار صحابہ کرام نے تو بچشم خود دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر تھا۔ یہ وہ معجزہ ہے کہ کسی دوسرے پیغمبر کے لیے وقوع میں نہیں آیا اور بطریق تواتر ثابت ہے۔

سوال: کیا اہل مکہ کے سوا اور لوگوں نے بھی شق القمر دیکھا؟

جواب: اہل مکہ کے علاوہ اطراف سے آنے والے مسافروں نے بھی شق القمر کی شہادت دی۔ چنانچہ مسند ابوداؤد طیالسی (متوفی 204ھ) میں بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا کفار قریش نے دیکھ کر کہا یہ ابو کبشہ کے بیٹے کا جادو ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ مسافر جو آئیں گے ان سے پوچھیں گے۔ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں کیونکہ (حضرت) محمد کا جادو تمام لوگوں پر نہیں چل سکتا۔ چنانچہ مسافر آئے اور انہوں نے کہا کہ ''ہم نے بھی شق القمر دیکھا ہے''۔ اگر بالفرض بعض جگہ نظر نہ آیا تو اس کا جواب یہی ہے کہ اختلاف مطالع کے سبب بعض مقامات میں چاند کا طلوع ہوتا ہی نہیں۔

اسی لیے چاند گہن سب جگہ نظر نہیں آتا اور بعض دفعہ دوسری جگہوں میں ابر یا پہاڑ وغیرہ چاند کے آگے حائل ہو جاتا ہے۔

سوال: شق القمر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وقوع میں آیا جسے اب تیرہ سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں تو یہ کس طرح قرب قیامت کا نشان ہو سکتا ہے جواب تک نہیں آئی۔

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک اور آپ کی نبوت قرب قیامت کی علامات میں سے ہے یعنی اس امر کا ایک نشان ہے کہ دنیا کی عمر کا اکثر حصہ گزر چکا ہے اور بہت تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ'' یعنی میری بعثت اور قیامت ان دو انگلیوں کی مانند ہیں کہ جس قدر وسطیٰ (درمیانی انگلی) سبابہ (شہادت کی انگلی) سے آگے ہے۔ قیامت سے پہلے میرا مبعوث ہونا بھی اسی کی مانند ہے کہ میں پہلے آ گیا ہوں اور قیامت میرے پیچھے آ رہی ہے۔ جب آپ کی نبوت قرب قیامت کی علامت ہوئی تو شق القمر کا بالفعل وقوع بھی جو آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ قرب قیامت کا نشان ٹھہرا۔

ردّ الشمس:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ صہباء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی آ رہی تھی اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا اس وجہ سے حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھ لی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے دریافت فرمایا کیا تم نے نماز عصر پڑھ لی؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا، نہیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ یہ تیری اطاعت میں اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو اس کے لیے آفتاب کو واپس لا۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے آفتاب کو دیکھا کہ

Marfat.com

غروب ہو گیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد نکل آیا اور اس کی شعاع پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔ ردّ الشمس کی طرح حبس الشّمس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقوع میں آیا ہے۔ چنانچہ شب معراج کی صبح کو جب کفار قریش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قافلوں کے حالات پوچھے تو آپ نے ایک قافلہ کی نسبت فرمایا کہ وہ چہار شنبہ کے دن آئے گا۔ قریش نے اس دن انتظار کیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور وہ قافلہ نہ آیا اس وقت آپ نے دعا فرمائی تو اللہ نے سورج کو ٹھہرائے رکھا اور دن میں اضافہ کر دیا یہاں تک کہ وہ قافلہ آ پہنچا۔

مُردوں کو زندہ کرنا:

امام بیہقی نے دلائل النبوت میں روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاتا۔ یہاں تک کہ میری بیٹی زندہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر دکھا۔ اس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر دکھائی۔ تو آپ نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا۔

لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہے کہ دنیا میں پھر آ جائے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اللہ کی، میں نے اللہ کو اپنے والدین سے بہتر پایا اور اپنے لیے آخرت کو دنیا سے اچھا پایا۔

حافظ ابونعیم [1] نے کعب بن مالک کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کا چہرہ متغیر پایا۔ اس لیے وہ اپنی بیوی کے پاس واپس آئے اور کہنے لگے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا "اللہ کی قسم! ہمارے پاس یہ بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ ہے۔ پس میں نے بکری کو ذبح کیا اور اس دانے پیس کر روٹی اور گوشت پکایا۔ پھر ہم نے ایک پیالہ میں ثرید بنایا۔ پھر میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا اے جابر اپنی قوم کو جمع کر لو۔ میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا ان کو میرے پاس جدا جدا جماعتیں بنا کر بھیجتے رہو اس طرح وہ کھانے لگے جب ایک جماعت سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی تو اور دوسری آتی۔ یہاں تک کہ سب کھا چکے اور پیالے میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا۔ جسے میں نے نہیں سنا۔ ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتی اٹھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اپنی بکری لے جا۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا۔

وہ بولی یہ کیا ہے؟ میں نے کہا! اللہ کی قسم یہ ہماری بکری ہے۔ جسے ہم نے ذبح کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا مانگی۔ پس اللہ نے اسے زندہ کر دیا۔ یہ سن کر میری بیوی نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

غزوہ خیبر کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ نے بکری کا زہر آلود گوشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ اس میں سے بازو اٹھا کر کھانے لگے۔ وہ بازو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔ وہ یہودیہ طلب کی گئی تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔ یہ معجزہ مُردے کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ کرنا ہے۔ حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے منفعل تھا مردہ ہی تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا آپ کی خاطر زندہ کیا جانا اور اُن کا آپ پر ایمان لانا بھی بعض احادیث

Marfat.com

میں وارد ہے۔ علامہ سیوطی نے اس بارے میں کئی رسالے تصنیف کیے ہیں اور دلائل سے اسے ثابت کیا ہے جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے بھی مردے زندگی ہو گئے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک جوان نے وفات پائی۔ اس کی ماں اندھی بڑھیا تھی ہم نے اس جوان کو کفنا دیا اور اس کی ماں کو پُرسہ دیا۔ ماں نے کہا کیا میرا بیٹا مر گیا ہے ہم نے کہا ہاں۔ یہ سن کر اس نے یوں دعا مانگی یا اللہ! اگر مجھے معلوم ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے کہ تو ہر مشکل میں میری مدد کرے گا تو اس مصیبت کی مجھے تکلیف نہ دے۔ ہم وہیں بیٹھے تھے کہ اس جوان نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھا دیا اور کھانا کھایا اور ہم نے بھی اس کے ساتھ کھایا۔

انقلاب اعیان:

جن چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لگا، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں آئیں ان کی حقیقت و ماہیت بدل گئی۔ بغرض توضیح ذیل میں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے (گویا کوئی چور یا دشمن آتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کا گھوڑا لیا جو سست رفتار تھا اور اس پر بغیر زین کے سوار ہو کر اکیلے جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کے بعد لوگ بھی سوار ہو کر اس طرف نکلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ نے فرمایا ''ڈرو نہیں، ڈرو نہیں''۔ اور گھوڑے کی نسبت فرمایا کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا۔ اس دن سے وہ گھوڑا ایسا چالاک بن گیا کہ کوئی دوسرا گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ [1]

حضرت ام مالک کے پاس ایک چمڑے کی کپی تھی۔ جس میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی بطور ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو نہ نچوڑنا، یہ فرما کر آپ نے کپی ام مالک کو دے دی۔ وہ کیا دیکھتی ہیں کہ کپی گھی سے بھری ہوئی ہے۔ ام مالک کے لڑکے آ کر نان خورش مانگتے تو وہ کپی میں گھی بدستور پاتیں۔ غرض وہ گھی اسی طرح خرچ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز ام مالک نے کپی کو نچوڑا تو خالی ہو گئی۔ [2]

ام اوس بہزیہ نے کپی میں گھی ڈال کر بطور ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے قبول فرمایا اور کپی میں سے گھی نکال لیا اور ام اوس کے لیے دعائے برکت فرما کر کپی واپس کر دی۔ جب ام اوس نے دیکھا تو گھی سے بھری ہوئی پائی۔ اسے خیال آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔ اس لیے وہ فریاد کرتی ہوئی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ حضور کے ارشاد سے صحابہ کرام نے اس سے حقیقت حال بیان کر دی۔ ام اوس اس کپی میں سے آنحضرت کی بقیہ عمر شریف اور خلافت صدیقی و فاروقی و عثمانی میں گھی کھاتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ وقوع میں آئی۔ [3]

---

[1] مواہب لدنیہ۔ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابونعیم نے نقل کیا ہے۔

[2] بخاری کتاب الجہاد۔ باب الصرعة والرکض فی الفرع۔ [3] صحیح مسلم و شفا شریف۔

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب قرشی عدوی کوتاہ قد پیدا ہوئے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی اس کا یہ اثر ہوا کہ عبدالرحمٰن جب کسی قوم میں ہوتے تو قد میں سب سے بلند نظر آتے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے لیے نکلے۔رات اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی۔آپ نے حضرت قتادہ بن نعمان انصاری کو دیکھا۔انہوں نے عرض کیا میں نے خیال کیا کہ نمازی کم ہوں گے اس لیے میں نے چاہا کہ جماعت میں شامل ہو جاؤں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر حضرت قتادہ کو کھجور کی ایک ڈالی دی اور فرمایا کہ یہ ڈالی دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی۔جب تم گھر پہنچو تو اس میں ایک سیاہ شکل دیکھو گے۔اس کو مار کر نکال دینا۔کیونکہ وہ شیطان ہے۔جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ویسا ہی ظہور میں آیا۔[1]

جنگ بدر میں حضرت عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی۔وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک لکڑی عنایت فرمائی۔جب عکاشہ نے ہاتھ میں لے کر ہلائی تو وہ ایک سفید مضبوط تلوار بن گئی جس سے وہ جنگ کرتے رہے۔اس تلوار کا نام عون تھا۔حضرت عکاشہ اسی کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں ایام الردۃ میں شہید ہو گئے[2] جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو ایک کھجور کی شاخ عنایت فرمائی وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔جس کے ساتھ وہ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔اس تلوار کو عرجون کہتے تھے۔[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کا مشکیزہ لیا اس کا منہ باندھ کر دعا فرمائی اور صحابہ کرام کو عطا فرمایا جب نماز کا وقت آیا تو انہوں نے اسے کھولا۔کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں بجائے پانی کے تازہ دودھ ہے اور اسکے منہ پر جھاگ آرہی ہے۔[4]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمان فارسی کے لیے جو کھجور کے پیڑ اپنے دست مبارک سے لگائے تھے وہ ایک ہی سال میں پھل لاتے۔بانجھ بکری کے تھنوں پر آپ کا دستِ مبارک پھر گیا، وہ دودھ دینے لگی، گنجے کے سر پر دست شفا پھیری تو اسی وقت بال اگ آئے۔اس قسم کی برکات کا ذکر حضور کے حلیہ شریف کے بیان میں آ چکا ہے۔

بچوں کی شہادت (گواہی):

معرض بن معیقیب یمانی سے روایت ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کیا اور مکہ میں ایک گھر میں داخل ہوا۔میں نے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔آپ سے ایک عجیب امر دیکھنے میں آیا۔اہل یمامہ میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک بچہ لایا۔جو اسی دن پیدا ہوا تھا۔آپ نے اس سے پوچھا اے بچے! میں کون ہوں؟ وہ بولا آپ اللہ کے

---

(1) شفا شریف و مسند امام احمد۔

(2) اصابہ بحوالہ طبرانی وابن مندہ وابن السکن۔ترجمہ ام اوس بزیہ۔

(3) سیرت ابن ہشام۔

(4) شفا شریف وابن سعد۔

Marfat.com

رسول ہیں۔آپ نے فرمایا تونے سچ کہا۔اللہ تجھے برکت دے۔پھراس کے بعداس بچے نے کلام نہ کیا۔یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا ہم اسے مبارک یمامہ [1] کہا کرتے تھے۔

حضرت شمر بن عطیہ نے اپنے بعض شیوخ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا لائی جو جوان ہو گیا تھا۔اس نے کہا میرے اس بیٹے نے جب سے پیدا ہوا کلام نہیں کیا۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟اس نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

بیماروں کو شفا دینا:

حضرت فدیک بن عمرو اسلامانی کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئی تھیں اور وہ کچھ نہ دیکھ سکتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کردیا۔وہ ایسے بینا ہو گئے کہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال سکتے تھے۔ [2]

امام رازیؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عفراء کی بیوی کو برص کی بیماری تھی۔وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔آپ نے اپنا عصا مبارک اس کے بدن پر پھیر دیا۔اسی وقت مرض جاتا رہا۔

حضرت ابو سیرہ کے ہاتھ میں ایک ایسی گلٹی تھی کہ اونٹ کی مہار نہ پکڑ سکتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تیر منگوایا اور گلٹی پر پھیر دیا۔وہ فوراً جاتی رہی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سر پر اور چہرے پر ورم ہو گیا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست شفا کپڑے پر سے ان کے چہرے اور سر پر رکھا اور دعا فرمائی،اسی وقت ورم جاتا رہا۔

حضرت حبیب بن یساف ذکر کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میری گردن پر ایک ضرب شدید ایسی لگی کہ میرا بازو لٹک پڑا۔میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔آپ نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اور بازو کو اس کی جگہ پر چسپاں کردیا،وہ فوراً چنگا ہو گیا۔پھر میں نے اُسے قتل کردیا جس نے مجھے ضرب شدید لگائی تھی۔ [3]

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ڈاڑھ کے درد کی شکایت کی آپ نے اپنا مبارک ہاتھ ان کے رخسار کی اس جگہ پر رکھا جہاں درد تھا اور دعا فرمائی۔ابھی آپ نے دست شفا وہاں نہ اٹھایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شفا دی۔

حضرت جرہد انہوں نے عرض کیا کیا دائیں بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا کرتے تھے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ میں کچھ شکایت ہے جس کے سبب سے کھایا نہیں جاتا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہاتھ پر دم کردیا۔حضرت

---

(1) شفا شریف وابن سعد۔

(2) اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔مواہب لدنیہ۔

(3) یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت شمر بن عطیہ اتباع تابعین میں سے ہیں دیکھو زرقانی علی المواہب۔

Marfat.com

جرید کو پھر عمر بھر یہ شکایت نہ ہوئی۔

عنوان بالا کے متعلق اور مثالیں حلیہ شریف میں دہان مبارک اور لعاب مبارک اور دست مبارک کے تحت میں مذکور ہو چکی ہیں۔جن کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔

طعام قلیل کو کثیر بنا دیا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن ہم خندق کھود رہے تھے ایک سخت زمین ظاہر ہوئی۔ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہمیں خندق میں سخت زمین پیش آ گئی ہے۔آپ نے فرمایا میں خندق میں اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے (حالانکہ بھوک کی شدت سے آپ ﷺ کے شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کچھ نہ چکھا تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدال لی اور ماری۔ وہ سخت زمین ریگ رواں کا ایک ڈھیر بن گئی۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا۔کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت بھوک کی علامت دیکھی ہے۔میری بیوی نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع جو تھے۔ہمارے ہاں گھر میں پلا ہوا ایک بکری کا بچہ تھا میں نے اسے ذبح کیا میری بیوی نے جو پیس لیے۔ہم نے گوشت دیگ میں ڈال دیا۔ پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور چپکے سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں آپ مع چند صحابہ کے تشریف لائیں۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی اے اہل خندق! جابر نے ضیافت تیار کی ہے، جلد آؤ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم میرے آنے تک دیگ نہ اتارنا اور خمیر کو نہ پکانا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میری بیوی نے آپ کے سامنے خمیر نکالا۔آپ نے اس میں اپنے دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر ہماری دیگ کی طرف آئے اس میں بھی لعاب مبارک ڈال دیا اور دعائے برکت فرمائی پھر میری بیوی سے فرمایا روٹی پکانے والی کو بلا کر لاؤ تا کہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور تو اپنی دیگ میں سے کفگیر سے گوشت نکالنا اور دیگ کو چولھے پر سے نہ اتارنا راوی کا بیان ہے کہ اہل خندق جو ایک ہزار تھے۔اللہ کی قسم! سب کھا چکے یہاں تک کہ اسے باقی چھوڑ گئے۔مگر دیگ اسی طرح جوش مار رہی تھی اور خمیر اسی طرح پکایا جا رہا تھا۔

قصہ مذکورہ بالا میں روایت احمد نسائی میں ہے کہ جب حضرت نے اس سخت پتھر پر بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو اس کی ایک تہائی ٹوٹ گئی۔آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئیں۔اللہ کی قسم! میں اس وقت شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسری تہائی ٹوٹ گئی۔آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں۔خدا کی قسم! میں اس وقت مدائن کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری بار کدال ماری تو باقی تہائی بھی ٹوٹ گئی۔آپ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔خدا کی قسم! میں اس وقت یہاں سے ابواب صنعاء کو دیکھ رہا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک لگی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان کو حکم دیں کہ جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہے لے آئے پھر آپ اس پر

Marfat.com

دعائے برکت فرمائیں آپ نے منظور فرمایا اور چمڑے کا فرش وہ بچھا دیا گیا تو آپ نے صحابہ کرام کا بچا ہوا توشہ طلب فرمایا۔ کوئی چنے کی مٹھی لا رہا تھا۔ کوئی چھواروں کی مٹھی بھرے آ رہا تھا۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لا رہا تھا۔ یہاں تک کہ فرش پر تھوڑا سا توشہ جمع ہو گیا۔ پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے برکت فرمائی پھر فرمایا کہ اپنے برتنوں میں ڈال کر لے جاؤ چنانچہ لوگ اپنے برتنوں میں لے گئے یہاں تک کہ انہوں نے لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا جسے بھرا نہ ہو۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تمام لشکر نے پیٹ بھر کر کھایا اور بچ بھی رہا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس امر کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں ان دو شہادتوں میں شک نہ کرنے والا کوئی بندہ اللہ سے نہ ملے گا کہ وہ بہشت سے روک دیا جائے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سو تیس شخص تھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس طعام ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک صاع طعام نکلا۔ وہ گوندھا گیا پھر ایک مشرک دراز قد ژولیدہ مو بکریاں ہانکتا آیا۔ آپ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ اسے ذبح کیا گیا اور آپ کے حکم سے اس کا کلیجہ بھونا گیا۔ آپ نے اس کلیجہ کی ایک ایک بوٹی سب کو دی۔ پھر گوشت دو پیالوں میں ڈال دیا سب نے سیر ہو کر کھایا اور دونوں پیالے بھرے کے بھرے بچ رہے۔

ہم نے بچے ہوئے کھانے کو اونٹ پر رکھا۔ واضح رہے کہ اس قصہ میں دو معجزے ہیں۔ ایک تکثیر کلیجہ دوسرے تکثیر صاع و گوشت۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی شدت سے کبھی اپنے پیٹ کو زمین سے لگایا کرتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس راستے میں بیٹھ گیا جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام گزرا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے میں نے ان سے قرآن کی آیت پوچھی تا کہ آپ میرا پیٹ بھر دیں مگر انہوں نے کچھ توجہ نہ کی اور گزر گئے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے میں نے ان سے بھی ایک آیت پوچھی۔ مگر انہوں نے بھی کچھ توجہ نہ کی اور گزر گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گزرے تو میری حالت کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ میرے پیچھے چلے آؤ۔ آپ دولت خانے میں تشریف لے گئے تو ایک پیالہ میں کچھ دودھ دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ دودھ کیسا ہے؟ جواب ملا کہ ہدیہ ہے مجھ سے فرمایا کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ کے پاس صدقہ آتا تو اسے اہل صفہ کے لیے بھیج دیتے اور اس میں سے خود کچھ نہ کھاتے اگر ہدیہ آتا تو اہل صفہ کو بلا کر اس میں شریک کر لیتے۔ جس نے اپنے جی میں کہا کہ اتنے دودھ سے اہل صفہ کو کیا ہوگا۔ اس کا تو میں ہی زیادہ مستحق تھا۔ مگر تعمیل ارشاد سے چارہ نہ تھا میں ان سب کو بلا لایا۔ آپ نے مجھے وہ پیالہ دیا اور فرمایا کہ ان کو پلاؤ۔ میں ایک ایک کو پلاتا رہا یہاں تک کہ وہ سب سیر ہو گئے۔ آپ نے پیالہ لے کر اپنے دست مبارک پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے پھر فرمایا ابو ہریرہ میں اور تم دونوں باقی ہیں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر فرمایا اور پیو۔ میں نے پھر پیا۔ اسی طرح آپ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا کہ اب پیٹ میں گنجائش نہیں۔ بعد ازاں باقی آپ نے پی لیا۔

Marfat.com

حضرت جابر ذکر کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طعام کا سوال کیا۔ حضور نے اسے آدھا وسق جو عنایت فرماتے وہ اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان ان کو کھاتے رہے (اور وہ کم نہ ہوئے) یہاں تک کہ ایک روز اس نے ان کو ماپ لیا (تو وہ کم ہونے لگے) اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا اگر ان کو نہ ماپتا تو تم عمر بھر کھاتے رہتے اور وہ کم نہ ہوتے۔ حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ ابوطلحہؓ (والد سنی) نے ام سلیمؓ (والدہ انسؓ) سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھوک کی شدت سے ضعف کے آثار دیکھے ہیں کیا گھر میں کچھ ہے ام سلیم نے جو کی چند روٹیاں کپڑے میں لپیٹ کر میرے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا آپ مع اصحاب مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔

آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ام سلیم کے گھر چلو میں گھر میں پہلے پہنچ گیا اور ابوطلحہ سے صورت حال بیان کر دی ابوطلحہ نے راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ جب حضور گھر میں داخل ہوئے تو ام سلیم سے فرمایا کہ ماحضر لے آؤ۔ آپ کے ارشاد سے روٹیوں کے ٹکڑے کر کے ان میں کچھ گھی ڈال دیا گیا۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اور اصحاب میں سے دس کو طلب کیا۔ وہ سیر ہو گئے تو پھر اور دس کو طلب کیا۔ اس طرح ستر یا اسی اصحاب نے سیر ہو کر کھایا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں چند کھجوریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے دست مبارک میں لے کر دعائے برکت فرمائی اور فرمایا کہ لو۔ ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو جس وقت ان میں سے کچھ لینا چاہو تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا اور توشہ دان کو نہ جھاڑنا۔ ہم نے ان میں سے اتنے اتنے وسق راہ خدا میں دے دیئے۔ خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے رہے وہ توشہ دان میری کمر سے جدا نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عثمان کی شہادت کا دن آیا تو وہ گم ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس دن فرماتے تھے :-

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَّلِیْ هَمَّانِ بَیْنَهُمْ هَمُّ الْجِرَابِ وَهَمُّ الشَّیْخِ عُثْمَانَا

لوگوں کو ایک غم ہے اور مجھے دو غم ہیں۔ توشہ دان کے گم ہونے کا غم اور حضرت عثمان کے شہید ہونے کا غم۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ میرے والد احد کے دن شہید ہو گئے اور چھ لڑکیاں اور بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ جب کھجوروں کے توڑنے کا وقت آیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ''یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے میرے باپ احد کے دن شہید ہو گئے اور بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کی زیارت کریں آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ہر ایک قسم کی کھجوروں کا انہیں الگ ڈھیر لگا دو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی اور آپ کو بلانے آیا جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو مجھے اور تنگ کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر آپ سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار پھرے پھر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ قرض خواہوں کو بلاؤ آپ ماپ کر ان کو دیتے رہے یہاں تک کہ میرے باپ کی امانت اللہ نے ادا کر دی میں اسی پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کی امانت ادا کر دے خواہ میری بہنوں کے لیے ایک کھجور بھی نہ بچے۔ مگر اللہ کی قسم وہ تمام ڈھیر سالم رہے میں نے اس ڈھیر کو دیکھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

Marfat.com

رکھتے تھے۔اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی۔

تکثیر طعام کی طرح حضور کی دعا و برکت سے قلیل پانی کا کثیر ہو جانا بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے اس قسم کا تکثیر طعام اور تکثیر آب جناب سید کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کے مربی اور ولی نعم ہونے کا اثر ہے کیونکہ جس طرح حضور انور بحسب روحانیت قلوب وارواح کے مربی و مکمل ہیں۔

عالم جسمانیت میں ابلان واشباح کے پرورش فرمانے والے بھی ہیں۔

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار
کہ اگر خارو اگر گل ہمہ پروردہٗ تست

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں صفا و مروہ کے درمیان بازار میں سے گزر رہا تھا وہاں میں نے ایک سبزی بیچنے والے کو دیکھا کہ سبزی پر پانی چھڑک رہا ہے اور یوں کہہ رہا ہے:۔

يَا بَرَكَةَ النَّبِيِّ تَعَالِيْ وَانْزِلِيْ ثُمَّ لَا تَرْتَحِلِيْ

اے نبی کی برکت آ اور میرے مکان میں اتر۔پھر کوچ نہ کر۔

اجابت دُعا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جو دعا فرماتے وہ بارگاہ رب العزت میں قبول ہوتی یہ بات نہایت وسیع ہے نظر بر اختصار صرف چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

حضرت انس بن مالک کی ماں نے حضور کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ! انس آپ کا ادنیٰ خادم ہے۔اس کے حق میں دعائے خیر فرمائیں پس آپ نے یوں دعا فرمائی۔''یا اللہ! تو اس کا مال و اولاد زیادہ کر اور جو نعمت تو نے اسے دی ہے اس میں برکت دے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تو اس کی عمر زیادہ کر اور بہشت میں میرا رفیق بنا یہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ حضرت انس کے باغ میں کھجوروں کے درخت سال میں دو دفعہ پھل دیتے ان کی اولاد سو سے زیادہ تھی۔ایک کم سو برس کی عمر پائی۔اخیر عمر میں فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ اس دعائے جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے میں بہشت میں آپ کا رفیق بھی ہوں گا۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اللہ تجھے برکت دے اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن کو تجارت میں اس قدر نفع دیا کہ جب 31ھ میں انہوں نے وفات پائی تو ان کے ترکہ کا سونا کلہاڑیوں سے کھودا گیا یہاں تک کہ کثرت کار سے ہاتھ زخمی ہو گئے اور ان کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو اسی ہزار دینار ملے۔انہوں نے وصیت کی تھی کہ ایک ہزار گھوڑے اور پچاس ہزار دینار فی سبیل اللہ خیرات کر دیئے جائیں یہ تمام علاوہ ان صدقات کے تھا جو انہوں نے اپنی زندگی میں کیے چنانچہ ایک روز تیس غلام آزاد کیے ایک مرتبہ سات سو اونٹوں کا کارواں مع مال و اسباب تصدق کر دیا ایک دفعہ اپنا آدھا مال راہ خدا میں دے دیا۔پھر چالیس ہزار دینار پھر پانچ سو گھوڑے، پھر پانچ سو اونٹ تصدق کیے۔

جنگ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھے ہوئے تیر چلا رہے تھے اور

Marfat.com

یوں کہہ رہے تھے ''یا اللہ! یہ تیرا تیر ہے اس سے تو اپنے دشمن کو ہلاک کرے اور حضور فرما رہے تھے ''یا اللہ! اس کا نشانہ درست کر دے اور اس کی دعا قبول کر لے''۔ آپ کی دعا سے حضرت سعد مستجاب الدعوات بن گئے جو دعاء کرتے قبول ہوتی اور جو تیر پھینکتے وہ کبھی خطا نہ کرتا۔

اسی طرح حضور نے دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ! اسلام کو عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام (ابو جہل) کے ساتھ عزت دے یہ دعا حضرت عمر کے حق میں قبول ہوئی وہ ایمان لائے اور اس دن سے اسلام کو عزت وغلبہ حاصل ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے حق میں حضور نے دعا کی تھی کہ ''یا اللہ! اس کو دین میں فقیہ بنا دے۔ اس دعا کی برکت سے حضرت ابن عباس رئیس المفسرین اور حبر الامت بن گئے۔

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری اس دعا کے تمام ہونے تک اپنا کپڑا بچھائے رکھے گا وہ میری احادیث میں سے کبھی کچھ نہ بھولے گا۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک کملی کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا۔ میں نے کملی ہی بچھا دی۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا تمام کی۔ پھر میں نے اپنی کملی لپیٹ کر اپنے سینے سے لگا دی قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے کہ میں آپ کی احادیث کو آج تک نہیں بھولا۔

جب حضرت طفیل بن عمرو دوسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام لائے تو انہوں نے یوں عرض کیا ''یارسول اللہ! میری قوم میری اطاعت کرتی ہے میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس کو دعوت اسلام دیتا ہوں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی نشانی عطا کرے جو ان کے برخلاف میری معاون ہو۔

حضور نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کے لیے ایک نشانی پیدا کر دے یہ سن کر میں اپنی قوم کی طرف آیا جب میں گھاٹی کدا ریں پہنچا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا۔ میں نے دعا کی یا اللہ! اس نور کو میری پیشانی کے سوا کسی اور جگہ پیدا کر دے کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ میری قوم اس کو میری پیشانی میں مثلہ خیال کرے گی۔ بس وہ نور میرے چابک کے سرے پر لٹکتی ہوئی قندیل کی طرح ہو گیا پھر میں نے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی مگر وہ ایمان نہ لائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبیلۂ دوس نے میری اطاعت سے انکار کر دیا ہے آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ آپ نے بجائے بددعا کے دعائے ہدایت فرمائی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو نرمی سے دعوت اسلام دو۔ میں تعمیل ارشاد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لے آئے پھر میں اپنی قوم کے ستر یا اسی اشخاص کے ساتھ جو ایمان لائے تھے۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہؐ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں مگر وہ قبول نہیں کرتیں آپ دعا فرمائیں۔ حضور نے یہ سن کر دعا فرمائی اور وہ ایمان لائی جیسا کہ پہلے آ چکا ہے حضرت نابغہ (نابغہ بنی جعدہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر سنایا آپ نے پسند فرمایا اور میرے حق میں یوں دعا فرمائی اللہ تیرا دانت نہ گرائے''۔ حضرت نابغہ کی عمر سو سال سے زائد ہو گئی۔ مگر آپ کا کوئی دانت نہ گرا۔

حضرت ثابت بن زید نے عرض کیا یارسول اللہ میرا ایک پاؤں لنگڑا ہے زمین پر نہیں لگتا۔ حضور نے میرے حق میں دعا فرمائی وہ پاؤں چنگا ہو گیا اور دوسرے کی طرح زمین پر برابر لگنے لگا۔

Marfat.com

حضرت عروۃ البارقی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کے سودے میں برکت دے اس کے بعد حضرت عروہ جو چیز خریدتے خواہ مٹی ہو اس میں نفع ہی ہوتا۔ ہجرت کے وقت جب حضور غار ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک گھوڑے پر سوار آپ کے تعاقب میں بالکل قریب آ گیا۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں تو آ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ غم نہ کر کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے جب دو تین نیزے کا فاصلہ رہ گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! تو جس طرح چاہے ہم کو بچا۔ اس پر سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا یہ دیکھ کر سراقہ نے عرض کیا یا محمد! میں جانتا ہوں کہ یہ آپ کا کام ہے۔ آپ اس مصیبت سے میری نجات کے لیے دعا فرمائیں۔ اللہ کی قسم! میں کسی کو تعاقب میں آپ تک نہیں آنے دوں گا۔ چنانچہ آپ کی دعا سے سراقہ نے نجات پائی اور وہ واپس چلا گیا راستے میں جس سے ملتا اسے یہ کہہ کر موڑ لیتا کہ میں نے بہت ڈھونڈا حضرت ادھر نہیں ہیں۔

حضور کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ میں طاعون کی وبا سب سے زیادہ رہا کرتی تھی۔ آپ کی دعا سے ایسی دور ہوئی کہ آج تک وہ مبارک شہر وبا و طاعون سے محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کے بیٹے عتیبہ پر بددعا فرمائی۔

چنانچہ اس کو ایک شیر نے پھاڑ ڈالا جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہے۔

جب قریش نے ایمان لانے سے انکار کر دیا تو حضور نے دعا فرمائی یا اللہ! ان پر حضرت یوسف کے سات سالوں کی طرح سات سال قحط لا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ قریش نے مردار اور ہڈیاں کھائیں ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا محمد! آپ کی قوم ہلاک ہوگئی اللہ سے دعا کیجیے کہ قحط دور ہو جائے پس آپ نے دعا فرمائی اور وہ مصیبت دور ہوگئی۔

حضور نے کسریٰ پرویز کو جو دعوت اسلام کا خط لکھا تھا۔ اُس نے اسے پڑھ کر پھاڑ دیا۔ جب آپ نے سنا تو فرمایا کہ اس کا ملک پارہ پارہ ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فارس سے اکاسرہ کی سلطنت ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔

حکم بن ابی العاص نے حضور کے ساتھ استہزاء کرنے کے لیے اپنا منہ ٹیڑھا کر لیا۔ حضور نے فرمایا کہ اسی طرح رہے چنانچہ وہ کج دہان ہی رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

جناب سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ نے محلم بن حشام کو ایک سریہ میں بھیجا تھا جس پر عامر بن الاضبط کو امیر بنایا تھا۔ جب وہ ایک وادی کے درمیان پہنچے تو محلم نے عامر کو ایک معاملے کے سبب جو دونوں میں تھا دھوکے سے قتل کر دیا۔ جب حضور کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے دعا فرمائی کہ محلم کو زمین قبول نہ کرے اس دعا کے سات دن بعد محلم مر گیا۔ جب اس کو دفن کیا گیا تو زمین نے اس کو پھینک دیا۔ اسی طرح کئی دفعہ کیا گیا۔ مگر زمین نے قبول نہ کیا آخر کار اس کو ایک غار میں پھینک دیا گیا اور پتھروں کی ایک دیوار اس پر بنا دی گئی۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط پڑا۔ جمعہ کے دن حضور منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک بادیہ نشین عرب آپ کے پاس آیا اور یوں عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! ہمارے مال ضائع ہو گئے اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں یہ سن کر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت آسمان

Marfat.com

پر کوئی بادل نظر نہ آتا تھا[1] قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آپ نے ہاتھ نہ چھوڑے تھے کہ پہاڑوں کی مثل بادل اٹھا۔ پھر آپ منبر سے نہ اترے۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک پر سے نیچے گر رہا ہے اس طرح جمعہ آئندہ تک بارش ہوتی رہی پھر وہی بادہ نشین عرب آیا اور عرض کرنے لگا ''یا رسول اللہ! ہمارے مکانات گر گئے'' آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ''یا اللہ! ہمارے گرد مینہ برس اور ہمارے مکانات سے دور رکھ'' پس جس طرف آپ اشارہ فرماتے بادل دور ہو جاتا۔ یہاں تک کہ مدینہ گول گڑھے کے مانند ہو گیا اور وادی قناعت[1] میں ایک مہینہ تک پانی جاری رہا۔

جس طرف سے کوئی آتا باران کثیر کی خبر لاتا جب مسلمان غزوہ تبوک[2] کے لیے نکلے تو گرمی کی شدت تھی۔ ایک پڑاؤ پر پیاس کی شدت سے یہ نوبت پہنچی کہ اونٹ ذبح کرتے اس کی سید یخور کر پانی پی لیتے اور بقیہ کو اپنے جگر پر باندھتے حضرت صدیق اکبر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دعا فرمایئے۔ چنانچہ حضور انور کی دعا سے پانی برسا اور مسلمانوں نے اپنے برتن بھر لیے۔ پھر جو دیکھا تو یہ بارش حدود لشکر سے متجاوز نہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو اپنی ذات شریف سے توسل کا طریق بتایا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور بینا ہو گیا۔ جیسا کہ آگے بالتفصیل آئے گا۔ ہم اس عنوان کو ایک واقعہ پر ختم کرتے ہیں جس کی کیفیت ذیل میں درج ہے۔

نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ:

نجران مکہ مشرفہ سے جانب یمن سات منزل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر ہے۔ جو نجران بن زید بن یشجب بن یعرب کے نام سے موسوم ہے یہ شہر ملکِ عرب میں عیسائی مذہب کا مرکز تھا۔ اور 73 گاؤں اس سے متعلق تھے جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پیشتر یہاں کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ میں آیا جب وہ عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ان کی نماز کا وقت آ پہنچا۔ مسجد میں انہوں نے شرق رو ہو کر نماز ادا کی۔ صحابہ کرام منع کرنے لگے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلوب اور توقع اسلام کو مدنظر رکھ کر ان سے تعرض کرنے سے منع فرمایا۔ اس وفد میں ساٹھ آدمی تھے۔ جن میں چوبیس ان کے اشراف میں سے تھے اور ان چوبیس میں سے تین مرجع کل تھے۔ عبدالمسیح جن کا لقب عاقب تھا اور سید جس کا نام ایہم اور بقول بعض شرجیل تھا۔ اور ابو حارثہ[3] بن علقمہ جو ان کا اسقف (بڑا پادری) تھا حضور نے ان کو دعوت اسلام دی مگر وہ رو براہ نہ ہوئے بلکہ مباحثہ کرنے لگے اور آخر کار کہنے لگے کہ اگر عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں تو بتاؤ ان کا باپ کون تھا۔

اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں:۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ط خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ الْحَقُّ

---

(1) یعنی مدینہ کے اطراف میں بادل تھا اور مینہ برستا تھا مگر مدینہ پر نہ بادل تھا نہ مینہ برستا تھا۔

(2) قنات ایک وادی کا نام ہے جو طائف کی طرف سے آتی ہے اور کوہ احد میں شہداء کی قبروں تک پہنچتی ہے۔

(3) مستدرک حاکم۔ کتاب الطہارت۔

Marfat.com

مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ o (آل عمران ع 6)

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسی مثال آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر کیا کہ ہو جا وہ ہو گیا۔ حق بات ہے تیرے رب کی طرف سے پس تو مت رہ شک میں پھر جو جھگڑے کرے تجھ سے اس بات میں بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تو کہہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو۔ پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر۔

ان آیات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کا نہ باپ تھا نہ ماں۔ اگر حضرت عیسیٰ کا باپ نہ ہو کیا عجب ہے۔ اگر نصاریٰ اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ قسم کرو کہ یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے۔

اہل اسلام اس طرح کے فیصلے کو مباہلہ کہتے ہیں اور یہ کیا خوب فیصلے کا ڈھنگ ہے کہ صرف عادل حقیقی جو بے رو و رعایت اور بغیر بھول چوک کے فیصلہ کرنے والا ہے فیصلہ کر دے اس ارشاد الٰہی کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علمائے نصاریٰ سے مباہلہ کے لیے کہا۔ انہوں نے مہلت مانگی دوسرے روز صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور امام حسین کو جو خورد سال تھے ہاتھ سے پکڑا۔ آپ کے پیچھے حضرت فاطمۃ الزہراء اور ان کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ مقام مباہلہ کو روانہ ہوئے آپ نے ان سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تم آمین کہنا۔ پنجتن پاک کو دیکھ کر ابو حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:۔

"میں وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر وہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو بے شک ان کی دعا سے ٹل جائے گا۔ اس لیے تم مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہے گا۔ اللہ کی قسم! تمہیں اس کی نبوت معلوم ہو چکی ہے اور وہ تمہارے صاحب (عیسیٰ) کے بارے میں قول فیصل لایا ہے اللہ کی قسم! جس قوم نے پیغمبر سے مباہلہ کیا وہ ہلاک ہو گئی۔

یہ سن کر عیسائی ڈر گئے اور مباہلہ کی جرأت نہ کر سکے۔ بلکہ صلح کر لی اور جزیہ دینا قبول کیا حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندا اور سور بن جاتے اور یہ جنگل ان پر آگ برساتے اللہ نجران اور اس کے باشندوں کو تباہ کر دیتا یہاں تک کہ کوئی پرندہ بھی درخت پر باقی نہ رہتا۔

نصاریٰ کا اس طرح مباہلہ سے گریز صاف بتا رہا ہے کہ اعلائے اسلام بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی اجابت کے قائل تھے۔ اس مباہلہ سے ایک اور بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر دین اسلام خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور حضور نبی برحق نہ ہوتے تو ہرگز اپنے دعویٰ پر خدا کے حضور جھوٹے پر لعنت اور غضب الٰہی نازل ہونے کی بددعا کرنے کا حوصلہ اور جرأت نہ

Marfat.com

کر سکتے۔ کیا کوئی اپنی چالاکی سے خدا کو بھی دھوکا دے سکتا تھا ہے؟ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو پھر عیسائی علماء کیوں دعا مانگنے کی جرأت نہ کر سکے۔

انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہونا:

حضرت سالم بن الجعد حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھاگل تھی۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا تو لوگ پانی کے لیے آپ کی طرف دوڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی چھاگل کے پانی کے سوا ہمارے پاس نہ وضو کرنے کو پانی ہے، نہ پینے کو۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل پر رکھا۔ پس آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔

ہم نے لیا اور وضو کیا میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا تم اس دن کتنے تھے حضرت جابرؓ نے جواب دیا کہ ہم ڈیڑھ ہزار تھے اگر ایک لاکھ ہوتے تو تب بھی وہ پانی کفایت کرتا۔

یہ معجزہ حضور سے متعدد دفعہ مختلف جگہوں میں ایک جماعت کثیرہ کے سامنے ظہور میں آیا اور اس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابو یعلیٰ انصاری، زید بن الحارث الصدائی اور ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہم ہیں پس یہ قطعی الثبوت ہے نظر بر اختصار یہاں صرف ایک روایت پر کفایت کی گئی ہے یہ معجزہ بھی شق القمر کی طرح حضور کے خصائص میں سے ہے۔

حیوانات کی اطاعت اور کلام:

جس طرح وہ انسان جس کے نام پر قرعۂ سعادت پڑا ہوا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطیع و مسخر ہیں اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے حیوانات کو بطریق اعجاز و خرق عادت حضور کا مطیع و مسخر بنا دیا۔ از اں جملہ چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:۔

اُونٹ کی شکایت اور سجدہ:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک کے ہاں ایک اونٹ تھا جس سے آب کشی کیا کرتے تھے وہ سرکش ہو گیا اور اپنی پیٹھ پر پانی نہ اٹھاتا تھا۔ اونٹ کے مالک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے ہاں ایک اونٹ ہے جس سے ہم آب کشی کیا کرتے تھے وہ سرکش ہو گیا ہے اپنی پیٹھ پر پانی نہیں اٹھاتا۔ ہماری کھجوریں اور کھیتی سوکھ رہی ہے آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اٹھو! وہ اٹھے اور آپ ان کے ساتھ ایک باغ میں داخل ہوئے وہ اونٹ اس باغ کے ایک گوشہ میں تھا۔ آپ ﷺ اس کی طرف روانہ ہوئے۔ اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اونٹ کاٹنے والے کتے کی مانند ہو گیا ہے ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ ﷺ کو تکلیف پہنچے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس سے کچھ ڈر نہیں۔ جب اونٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ کی طرف آیا یہاں تک کہ آپ کے آگے سجدے میں گر پڑا۔ آپ ﷺ نے اس کی پیشانی کے بال پکڑ لیے۔ اور وہ ایسا مطیع ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کو کام پر لگا دیا۔ آپ کے اصحاب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! یہ حیوان لا یعقل آپ ﷺ کو

Marfat.com

سجدہ کرتا ہے اور ہم عقل والے ہیں اس لیے ہم اس کی نسبت آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انسان کو سزاوار نہیں کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر ایک انسان کو دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کا عورت پر بڑا حق ہے۔ (1)

حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ سب سے پسندیدہ شی جس کو رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے اونٹ بنایا کرتے تھے۔

کوئی بلند چیز یا درختاں خرما کا مجمع تھا۔ ایک دفعہ آپ انصار میں سے ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ اس باغ میں ایک اونٹ ہے۔ اس اونٹ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رو پڑا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس آئے اور اس کے پس گوش پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصار میں سے ایک نوجوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ میرا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس چوپایہ کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتا۔ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کثرت استعمال سے اسے تکلیف دیتا ہے۔

بکری کی اطاعت اور سجدہ:

حضرت انس (2) بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر وعمر اور انصار کے چند اشخاص تھے اس باغ میں ایک بکری تھی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سجدہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس بکری کی نسبت ہم آپ ﷺ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کو جائز نہیں کہ ایک دوسرے کو سجدہ کرے۔ اگر ایک کا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

بھیڑیئے کی شہادت اور اطاعت:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ کی طرف آیا۔ اس نے بکریوں میں سے ایک بکری پکڑی۔ چرواہے نے بھیڑیئے کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ بکری اس سے چھڑا لی۔ پس بھیڑیا ایک ریت کے ٹیلے پر چڑھ گیا اور آج کی طرح اپنے چوتڑوں پر بیٹھ گیا اور اپنی دم کو اپنے پیروں کے درمیان کر لیا اور بولا میں نے رزق کا قصد کیا جو اللہ

---

(1) اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے (تیسیر الوصول۔ مواہب لدنیہ۔)

(2) دلائل حافظ ابونعیم ص 135 امام احمد وبزار نے بھی اسے روایت کیا ہے۔
نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض جز وثالث۔ ص 80۔
ام معبد کی بکری کا قصہ حالات ہجرت میں آ چکا ہے دودھ نہ دیتی تھی۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے اس نے دودھ دیا۔

Marfat.com

ِنے مجھے دیا اور میں نے اسے لے لیا پھر تو نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا خدا کی قسم! میں نے آج کی طرح کسی دن بھیڑیئے کو کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے کہا کہ اس سے عجیب تر ایک شخص (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال ہے جو نخلستان میں ذوحرہ کے درمیان یعنی مدینہ میں ہے۔ تمہیں خبر دیتا ہے اس کی جو گزر چکا اور جو تمہارے بعد ہونے والا ہے (اور لوگ اس امی لقب نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے) حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے کہ چرواہا یہودی تھا۔ اس نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی اور مسلمان ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی پھر آپ نے فرمایا کہ اس طرح کے امور قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (1)

قریب ہے کہ ایک شخص اپنے گھر سے نکلے گا اور واپس نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ اس کے ہر دو نعل اور اس کا تازیانہ بتائے گا کہ اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل خانہ نے کیا عمل کیا ہے (2)!

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک چرواہا حرہ میں بکریاں چرا رہا تھا ناگاہ ایک بھیڑیا اس کی بکریوں میں سے ایک بکری کو پکڑنے آیا چرواہا بکری اور بھیڑیئے کے درمیان حائل ہو گیا۔ بھیڑیا اپنی دم پر کتے کی طرح بیٹھ گیا۔ پھر چرواہے سے بولا کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ میرے رزق کے درمیان جو اللہ نے میرے قابو میں کر دیا ہے حائل ہوتا ہے چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ بھیڑیا انسان کی طرح کلام کرتا ہے بھیڑیے نے کہا دیکھ! میں تجھے اس سے بھی عجیب بات بتاتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ ہے دیکھو! درندوں کا انسان سے کلام کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ (3)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (4) قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ درندے انسان سے کلام کریں گے اور انسان سے اس کے جوتے کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا سرا کلام کرے گا اور انسان کو اس کی ران خبر دے گی جو اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں کیا۔ (5)

حضرت حمزہ بن اسید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازے میں نکلے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بھیڑیا راستے میں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تم سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے۔

---

(1) اس قصہ کو شرح اسد میں اور ابن عبد البر نے استیعاب میں اور ابن الجوزی نے کتاب الوفاء میں نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات فیصل ثالث)

(2) مشکوہ باب فی المعجزات شرح السنۃ۔ خصائص کبریٰ جزء ثانی ص 62 میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد و حافظ نعیم نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

(3) بقول واقدی اس کا نام الیسان بن اوس اسلمی تھا جو حرۃ الوبرہ میں ریوڑ چرا رہا تھا۔ اہبان مذکور صحابی ہیں۔ جنہوں نے حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں انتقال فرمایا۔

(4) حرۃ الوبرہ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے دیکھو وفاطر الوفاء للصلاصۃ المسودی

(5) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، باب اشراط الساعۃ۔

Marfat.com

اس کے لیے کچھ مقرر کرو۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا ہر اونٹ پر ہر سال ایک بکری انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ تو بہت ہے آپ نے بھیڑیے کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہاں سے جلدی چل دو بھیڑیا یہ سن کر چلا گیا۔ (1)

شیر کی اطاعت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ کا بیان ہے کہ میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوا۔ وہ کشتی ٹوٹ گئی میں اس کے ایک تختے پر چڑھ بیٹھا اور ایک بن میں جا نکلا جس میں شیر تھے۔ ناگاہ ایک شیر آیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے کہا اے ابوالحارث (2)! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام سفینہ ہوں یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا آیا۔

یہاں تک کہ میرے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ پھر میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راستے پر ڈال دیا پھر اس نے کچھ دیر ہلکی آواز نکالی میں سمجھا کہ یہ مجھے وداع کرتا ہے (3) جب ہجرت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوہ ثور کے غار میں تھے اس غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا۔

اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ کفار تعاقب میں وہاں پہنچے اس عجیب دربانی و پاسبانی کو دیکھ کر واپس ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر حضرت اس میں داخل ہوتے تو مکڑی جالا نہ بنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی۔ امثلہ مذکورہ بالا کے علاوہ ہرنی کا قصہ اور سوسمار کی حدیث مشہور ہے۔ (4)

نباتات کا کلام اطاعت اور اسلام کی شہادت:

جس طرح حیوانات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے مطیع تھے۔ اسی طرح نباتات بھی آپ کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ درختوں کا آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آنا اور سلام کرنا اور آپ ﷺ کی رسالت پر شہادت دینا۔ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے، جن میں سے صرف دو تین مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت (i) ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری طرف وحی بھیجی گئی تو جس پتھر اور درخت پر میرا گزر ہوتا تھا۔ وہ کہتا تھا "السَّلامُ علیك یا رسول اللّٰہ۔"

---

(1) اس حدیث کو حافظ ابونعیم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے خصائص کبریٰ جزء ثانی ص63۔

(2) شیر کی کنیت ہے۔

(3) اس حدیث کو ابن سعد وابویعلیٰ و بزاز وابن منذر و حاکم و بیہقی وابونعیم نے نقل کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور بغوی وابن عساکر نے بھی اس کو نقل کیا ہے خصائص کبر یجزء ثانی ص65۔

(4) اس حدیث کو بزاز وابونعیم نے روایت کیا ہے (مواہب لدنیہ)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک بادیہ نشین عرب آپ کے سامنے آیا جب وہ نزدیک ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تو خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر کون شہادت دیتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ درخت! پس آپ ﷺ نے اسے بلایا، حالانکہ وہ وادی کے کنارے پر تھا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا سامنے آکھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے تین بار اس سے شہادت طلب کی اور اس نے تینوں بار شہادت دی کہ واقع میں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا پھر درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔ (1)

حضرت ابن عباس سے روایت (2) ہے کہ بنی عامر بن صعصعہ میں سے ایک بادیہ نشین عرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور کہنے لگا۔

میں کس چیز سے پہچانوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بتا! اگر میں اس درخت خرما کی شاخ کو بلا لوں تو کیا تو میری رسالت کی گواہی دے گا؟ اس نے عرض کیا، ہاں۔ پس آپ ﷺ نے اس شاخ کو بلایا وہ درخت سے اترنے لگی۔ یہاں تک کہ زمین پر گری اور پھدکنے لگی۔ حافظ ابونعیم کی روایت میں ہے کہ وہ آپ کی طرف اس حال میں آئی کہ سجدہ کررہی تھی اور اپنا سر اٹھا رہی تھی۔

یہاں تک وہ آپ کے پاس پہنچ گئی اور آپ ﷺ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر واپس چلی جا۔ پس وہ اپنی جگہ پر واپس چلی گئی۔ یہ دیکھ کر اس اعرابی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ایمان لے آیا۔

حضرت جابرؓ (3) فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیر کی یہاں تک کہ ہم ایک فراخ وادی میں اترے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی چیز نہ دیکھی جس کے ساتھ پردہ کرلیں ناگاہ آپ نے اس وادی کے ایک کنارے وہ درخت دیکھے آپ نے ان دو میں سے ایک کے پاس قدم رنجہ فرمایا اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر یوں ارشاد فرمایا۔ اللہ کے اذن سے میری فرمانبرداری کر۔ اس درخت نے آپ کی اس طرح فرمانبرداری کی۔ جیسے کہ نکیل والا اونٹ شتربان کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آئے اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے اذن سے تم دونوں مجھ پر مل جاؤ۔ پس وہ درخت باہم مل گئے۔

(حضرت جابر کہتے ہیں) میں اپنے دل میں اس امر عجیب کی نسبت حیرت سے سوچنے لگا۔ میں نے جو نظر اٹھائی، کیا

---

(1) مشکوٰۃ باب فی المعجزات۔

(2) اس حدیث کو امام احمد نے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور دارمی و ترمذی و حاکم و بیہقی و ابونعیم و ابویعلیٰ و ابن سعد نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

(خصائص کبریٰ جزء ثانی ص 36)

(3) اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (مشکوٰۃ باب فی المعجزات فصل اول۔)

Marfat.com

دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف آ رہے ہیں اور وہ درخت جدا جدا ہو گئے ہیں اور ہر ایک اپنی اصلی حالت میں اپنے تنے پر قائم ہے۔

جمادات کی اطاعت اور تسبیح وسلام:

جس طرح نباتات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان تھے اس طرح جمادات بھی آپ کے مطیع تھے چنانچہ شجر کا آپ ﷺ کو سلام کرنا اور آپ کی رسالت پر شہادت دینا پہلے آ چکا ہے سخت پتھروں کا آپ ﷺ کے لیے نرم ہو جانا اور صخرۂ بیت المقدس کا خمیر کی مانند ہونا اس کتاب میں آگے آئے گا۔

حضرت (1) علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا۔ ایک روز ہم اس کے بعض نواح میں نکلے جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا ''السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ۔

حضرت ابوذر (2) کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ تھے میں نے خادم سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں ہیں میں وہاں آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی آدمی آپ ﷺ کے پاس نہ تھا مجھے اس وقت یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ ﷺ وحی کی حالت میں ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے ﷺ میرے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا، تجھے کیا چیز یہاں لائی؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول کی محبت۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں آپ ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گیا نہ میں آپ سے کچھ پوچھتا تھا اور نہ آپ ﷺ مجھ سے کچھ فرماتے تھے۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ جلدی جلدی چلتے ہوئے آئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا تجھے کیا چیز یہاں لائی؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا اللہ اور رسول کی محبت۔ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ویسا ہی فرمایا۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اسی طرح حضرت عثمانؓ آئے اور حضرت عمرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو یا اس کے قریب سنگریزے لیے۔ ان سنگریزوں نے آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ان میں شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی گئی (پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا۔ اور وہ چپ ہو گئے) پھر آپ ﷺ نے وہ سنگریزے مجھے چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کو دیئے ان سنگریزوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ ﷺ نے وہ کنکر حضرت ابوبکر سے لے کر زمین پر رکھ دیئے۔ وہ چپ ہو گئے اور ویسے ہی سنگریزے بن گئے پھر آپ نے حضرت عمرؓ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ ﷺ نے زمین پر رکھ

(1) ترمذی شریف مطبوعہ مطبع احمدی جلد ثانی ص 323۔

(2) اس حدیث کو بزاز وطبرانی وابونعیم وبیہقی نے روایت کیا ہے (خصائص کبریٰ۔ مواہب لدنیہ)

Marfat.com

دیئے۔ وہ چپ ہو گئے پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ ﷺ (1) نے لے کر ان کو زمین پر رکھ دیا۔ وہ چپ ہو گئے (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نبوت (2) کی خلافت ہے۔

حضرت امام محمد (3) باقر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے حضرت جبریل ایک خوان لائے۔ جس میں (بہشت کے) انار اور انگور تھے۔ جب آپ ﷺ نے تناول فرمانے کے لیے ان میں سے کچھ اٹھایا تو اس میں سے سبحان اللہ کی آواز آئی۔

یہ خارق عادت (تسبیح الطعام) بہت دفعہ آپ ﷺ کے اصحاب کرام سے بھی ظہور میں آیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ''ہم البتہ (4) بے شک طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ جس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا۔''

حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ سے روایت (5) ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے فرمایا۔ اے ابوالفضل! کل تم اور تمہارے (6) بیٹے اپنے مکان سے نہ جائیں۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ انہوں نے آپ کا انتظار کیا یہاں تک کہ آپ چاشت کے بعد تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا السلام علیکم انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ نے فرمایا تم نے کیونکر صبح کی؟ انہوں نے عرض کی بحمد اللہ ہم نے بخیریت صبح کی۔ پس آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ نزدیک ہو جاؤ۔ وہ ایک دوسرے کے نزدیک ہو گئے یہاں تک کہ جب وہ آپ ﷺ کے متصل ہو گئے تو آپ نے اپنی چادر مبارک سے ان کو ڈھانپ لیا اور یوں دعا فرمائی ''اے میرے پروردگار! یہ میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی ہے اور یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان کو دوزخ کی آگ سے یوں چھپا لینا جیسا میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپا لیا ہے''۔ اس پر گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے تین بار آمین کہی۔

---

(1) ابن عساکر کی روایت میں حدیث انس میں حضرت عثمان غنیؓ کے بعد یوں آیا ہے ثم سیرھن فی ایدینا رجلا رجلا فما سبحت حصاۃ منھن اخصائص کبریٰ جزء ثانی ص75) پھر حضور نے ان سنگریزوں کو ہم میں سے ایک ایک کے ہاتھ میں رکھا۔ مگر ان میں سے کسی سنگریزے نے تسبیح نہ پڑھی۔

(2) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوذر کو باوجودیکہ وہ مجلس میں اوروں کی نسبت آپ سے زیادہ قریب تھے۔ سنگریزے نہ دیئے بلکہ اُن کو چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کو دیئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوذر خلفاء میں سے نہ تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بظاہر اس موقع پر حاضر نہ تھے۔

(3) شفائے قاضی عیاض۔ (4) صحیح بخاری۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

(5) اس حدیث کو بیہقی نے دلائل میں بالطوالت روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے بالاختصار نقل کیا ہے (مواہب لدنیہ) حافظ ابونعیم نے بھی دلائل میں اسے روایت کیا ہے)

(6) ان کے نام مبارک یہ ہیں۔ فضل، عبداللہ، عبیداللہ، قاسم، معبد، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم یہ سب ام الفضل کے بطن سے تھے)

Marfat.com

حضرت انس بن مالک سے روایت (1) ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہ احد پر چڑھے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر عثمان رضی اللہ عنہم تھے وہ پہاڑ ہلا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنے پائے مبارک سے ٹھوکر لگا کر فرمایا تو ساکن رہ۔ کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید ہیں۔

حضرت عثمان سے روایت (2) ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ شیر پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر تھے اور میں تھا وہ پہاڑ ہلا یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے دامن کوہ میں گر پڑے۔ آپ نے پائے مبارک سے ٹھوکر لگا کر فرمایا اے شبیر ساکن رہ کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیقؓ اور دو شہید ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ وطلحہؓ وزبیرؓ کوہ حراء پر تھے وہ پہاڑ ہلا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حراء۔ ساکن رہ کیونکہ تجھ پر نہیں ہیں (3) مگر نبی یا صدیق یا شہید ایک روایت میں سعید بن ابی وقاص کا ذکر ہے اور حضرت علیؓ کا ذکر نہیں اور ایک روایت میں سوائے ابوعبیدہ کے تمام عشرۂ مبشرہ (4) کا ذکر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب ہجرت کے وقت قریش نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں اپنے آدمی بھیجے تو کوہ شبیر نے کہا یا رسول اللہ! اتر یئے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کو میری پشت پر قتل کر دیں اور مجھے اللہ تعالیٰ عذاب دے پس حراء نے کہا یا رسول اللہ! میری طرف آیئے۔ (5)

حضرت جابر (6) سے روایت ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ مسجد کے ستونوں میں سے ایک درخت خرما کے خشک تنے سے پشت مبارک لگا لیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کے لیے منبر بنایا گیا اور آپ ﷺ اس پر رونق افروز ہوئے تو اس تنے نے جس کے پاس خطبہ پڑھا جایا کرتا تھا۔ فریاد کی قریب تھا کہ وہ پارہ پارہ ہو جائے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے یہاں تک کہ اس نے آرام وقرار پایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس لیے رویا کہ جو ذکر یہ سنا کرتا تھا وہ اب اس سے جدا ہو گیا۔ اس ستون کو نالہ کرنے کے سبب حنانہ بولتے ہیں نالۂ حنانہ کی حدیث متواتر ہے اس لیے اس میں کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں۔

فتح مکہ کے روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور مہاجرین وانصار آپ ﷺ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں تھے۔ آپ ﷺ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر طواف کیا۔ اس وقت بیت اللہ شریف کے گرد اور اوپر

---

(1) اس حدیث کو امام بخاری وامام احمد وترمذی وابوحاتم نے روایت کیا ہے (مواہب لدنیہ)

(2) یہ حدیث نسائی وترمذی دارقطنی میں ہے (مواہب لدنیہ)

(3) یعنی جو تجھ پر ہیں ان میں سے ہر ایک نہیں ہے مگر نبی یا صدیق یا شہید۔ مطلب یہ کہ ان میں سے ہر ایک اوصاف ثلاثہ سے خارج نہیں۔

(4) عشرہ مبشرہ جو دس صحابی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ان کے نام مبارک یہ ہیں: حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحہ وزبیر وسعد ابن ابی وقاص وعبدالرحمن بن عوف وابوعبیدہ بن جراح وسعید بن زید رضی اللہ عنہم۔

(5) دیکھو مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ۔

(6) صحیح مسلم۔ غزوہ حنین۔

Marfat.com

تین سو ساٹھ بت تھے جو رانگ کے ساتھ پتھروں میں نصب کیے ہوئے تھے۔ حضور کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی اس سے آپ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے اور یہ پڑھتے:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا O

(بنی اسرائیل: ع5)

آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بے شک جھوٹ نکل بھاگنے والا ہے۔

وہ منہ کے بل گر پڑتا۔ اس طرح آپ ﷺ نے بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کر دیا۔

بدر کے دن جب لڑائی سخت ہوگئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی اور قریش کی طرف منہ کر کے فرمایا شاھت الوجوہ (ان کے چہرے بدشکل ہو گئے) پھر ان کی طرف پھینک دی۔ کفار کو شکست ہوئی۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج (انفال: ع2)

اور نہیں پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

اسی طرح حنین کے دن جب حضور کے ساتھ ﷺ صرف چند صحابہ رہ گئے تو آپ نے اپنے خچر سے اتر کر ایک مشت خاک لی اور شاھت الوجوہ کہہ کر کفار کی طرف پھینک دی۔ کوئی کافر ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں وہ مٹی نہ پڑی ہو۔ پس وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔

مغیبات پر مطلع ہونا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے آپ کا مغیبات پر مطلع ہونا اور غیوب مافیہ اور مستقبلہ کی خبر دینا بھی ہے۔ علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جو کچھ اس قبیل سے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی وحی والہام سے ہوا جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:

1- وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ: ع17)

اور اسی طرح ہم نے تم کو بہتر امت بنایا، تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

2- ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ط (آل عمران: ع5)

یہ غیب کی خبروں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔

3- وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

(آل عمران۔ ع18)

نہیں ہے اللہ کہ خبردار کرے تم کو غیب پر۔ لیکن اللہ پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہے۔

4- وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا O

اور خدا نے اتاری تجھ پر کتاب اور حکمت اور سکھایا تجھ کو جو کچھ کہ تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا

Marfat.com

ہے۔

5- تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ (ہود:ع4)
یہ بعض خبریں ہیں غیب کی جن کو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں ان کو جانتا نہ تھا تو اور نہ تیری قوم اس سے پہلے۔

6- ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ○ (یوسف:ع11)
یہ غیب کی خبروں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تو ان کے پاس نہ تھا جس وقت انہوں نے اپنا کام مقرر کیا اور وہ مکر کرتے تھے۔

7- فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ○ (النجم۔ ع1)
پس اللہ نے وحی پہنچائی اپنے بندے کی طرف جو پہنچائی۔

8- عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن ع2)
وہ غیب کا جاننے والا پس مطلع نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر وہ پیغمبر جس کو اُس نے پسند کرلیا۔ اس مضمون کی اور آیتیں بھی ہیں۔ ان سب کی تفسیر کے لیے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ یہاں صرف آیت (1) کے حصہ اخیر کی نسبت کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ اپنی تفسیر روح البیان میں بعض ارباب حقیقت کا قول یوں نقل فرماتے ہیں۔

و معنٰی شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبة كل متدين بدينه و حقيقة التى هو عليها من دينه و حجابه الذى هو به محجوب عن كمال دينه فهو يعرف ذنوبهم و حقيقة ايمانهم و اعمالهم و حسناتهم و سياتهم و اخلاصهم و نفاقهم و غير ذٰلك بنور الحق۔

ان پر رسول کے گواہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور مطلع ہیں۔ اپنے دین کے ہر متدین کے رہنے پر اور اس کے ایمان کی حقیقت پر اور اس حجاب پر کہ جس کے سبب سے وہ کمال دین سے محجوب ہے۔ پس حضور ان کے گناہوں کو اور ان کے ایمان کی حقیقت کو اور ان کے اعمال کو اور ان کی نیکیوں اور برائیوں کو اور ان کے اخلاص و نفاق وغیرہ کو نور نبوت سے پہچانتے ہیں۔

اسی طرح مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں ''ویکون الرسول علیکم شهیداً یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبۂ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسید۔ و حقیقت ایمان او چیست۔ و حجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او مے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔''

حالت خواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حالات سے آگاہ رہا کرتے تھے چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ ملا حسن کشمیری کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔ حدیث ''تنام عيناى ولا ينام قلبى'' کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہ نیست بلکہ اخبار است از عدم غفلت از جریان احوال خویش و امت خویش۔ (1)

Marfat.com

عالم برزخ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے احوال سے آگاہ رہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی آداب زیارت یوں تحریر فرماتے ہیں۔

وَ ینبغی ان یقف عند محاذاۃ اربعۃ اذکاع و یلازم الادب و الخشوع و التواضع غاض البصر فی مقام الھیبۃ کما کان یفعل فی حال حیاتہ اذلا فرق بین موتہٖ و حیاتہٖ فی مشاھدتہٖ لا متہٖ و معرفتہٖ باحوالھم و نیاتھم و عزائمھم و خواطرھم ذٰلک عندہٗ جلی لاخفاء بہ۔

فان قلت ھٰذہ الصفات مختصۃ باللّٰہ تعالٰی فالجواب ان من انتقل الی عالم البرزخ من المومنین یعلم احوال الاحیاء غالباً و قدوقع کثیر من ذلک کما ھو مسطورٌ فی مظنۃ ذٰلِکَ من الکتب وقد روی ابن المبارک عن سعید بن المسیب قال لیس من یوم الاوتعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ و عشیۃ فیعر فھم بسیما ھم و اعمالھم فلذٰلک یَشھد علیھم (مواہب لدنیہ)

چاہیے کہ زیارت کرنے والا قبر شریف سے چار ہاتھ پر سامنے کھڑا ہووے اور ادب وخشوع وتواضع کو لازم پکڑے اور مقام ہیبت میں آنکھیں بند کرے جیسا کہ حضور کی حیات شریف کی حالت میں کیا جاتا تھا کیونکہ اپنی امت کے مشاہدے اور ان کے احوال ونیات وعزائم وخواطر کی معرفت میں حضور کی موت وحیات یکساں ہے اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ (کامل) مومنوں میں سے جو شخص عالم برزخ میں چلا جاتا ہے وہ زندوں کے حالات غالبًا جانتا ہے ایسا بہت وقوع میں آیا ہے جیسا کہ اس کے متعلق کتابوں میں مذکور ہے حضرت عبداللہ بن مبارک نے بروایت سعید بن میسب نقل کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ صبح و شام امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش نہ کیے جاتے ہوں۔ لہٰذا آپ ان اعمال کو اور خود ان کو ان کے چہرے سے پہچانتے ہیں اسی واسطے آپ ان پر گواہی دیں گے۔

مواہب لدنیہ کی طرح مدخل ابن حاج میں بھی زیارت سید الاولین والآخرین میں یہی مضمون مذکور ہے، اور یہ بھی لکھا ہے۔

فاذازارہ صلی اللہ علیہ وسلم فان قدران لایجلس فھو بہٖ اولٰی فان عجز فلہٗ ان یجلس بالادب والاحترام والتعظیم و قد لایحتاج الزائرفی طلب حوائجہٖ و مغفرۃ ذنوبہٖ ان یذکرھا بلسانہٖ بل یحضرذلک فی قلبہٖ و ھو حاضر بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلم منہ بحوائجہٖ و مصالحہٖ و ارحم بہ منہ لنفسہ و اشفق علیہ من اقاربہ و قد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام (انما مثلی و مثلکم کمثل الفراش تفتعون فی الثار و انا اٰخذبحجز کم عنھا) اوکما قال و ھذا فی حقہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل وقت و اوان اعنی فی

Marfat.com

التوسل بہ و طلب الحوائج بجاھہ عند ربہ عزوجل و من لم یقدر له زیارته صلی الله علیه وسلم بجسمہ فلینوها کل وقت بقلبه و لیحضر قلبه انه حاضر بین یدیه متشفعًا الی من مَنَّ بہ علیه (مدخل لابن الحاج ۔ جزء اول زیارت سیدالا و لین والاخرین صلی اللّٰہ علیه وسلم)

جس وقت زائر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے اگر وہ طاقت رکھتا ہو کہ نہ بیٹھے تو اس کے لیے نہ بیٹھنا اولیٰ ہے اگر وہ کھڑا رہنے سے عاجز ہو تو اسے ادب واحترام اور تعظیم سے بیٹھنا جائز ہے زائر کے لیے اپنی حاجتیں اور گناہوں کی معافی طلب کرنے میں یہ ضروری نہیں کہ ان کو اپنی زبان سے ذکر کرے بلکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں دل میں حاضر کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زائر کی حاجات وضروریات کا علم خود زائر سے زیادہ ہے اور حضور اس پر خود اس کی نسبت زیادہ رحم والے اور اس کے اقارب سے زیادہ شفقت والے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے میرا حال اور تمہارا حال پروانوں کے حال کی طرح ہے کہ تم آگ میں گرتے ہو اور میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے والا ہوں اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہر وقت اور ہر لحظہ میں ہے۔یعنی حضور سے توسل کرنے میں اور آپ کے جاہ کے وسیلہ سے حاجتیں مانگنے میں اللہ عزوجل سے اور جس شخص کے لیے بذات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا مقدور نہ ہو اسے چاہیئے کہ ہر وقت اپنے دل میں زیارت کی نیت کرے اور یہ سمجھے کہ میں حضور کے سامنے حاضر ہوں اور حضور کو بارگاہ الٰہی میں شفیع لا رہا ہوں جس نے آپ کو بھیج کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔

علامہ سیوطی عالم برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشغال میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

النظر فی اعمال امتہ والاستغفار لهم من السیئات والدعاء بکشف البلاء عنهم والتردد فی اقطار الارض لحلول البرکة فیها و حضور جنازة من مات من صالحی امتہ فان هذه الامور من جملة اشغاله فی البرزخ کما وردت بذلك الاحادیث والأثار (1)

اپنی امت کے اعمال کو دیکھنا اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنا اور ان سے بلا دور کرنے کی دعا کرنا اور اقطار زمین میں حلول برکت کے لیے تشریف لے جانا اپنی امت کے صالحین میں سے کسی کے جنازے میں حاضر ہونا بے شک یہ امور برزخ میں حضور کے اشغال میں سے ہیں۔جیسا کہ احادیث وآثار میں وارد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا چنانچہ صحیح (2) بخاری ومسلم میں حضرت حذیفہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں (وعظ کے لیے) کھڑے ہوئے اس میں آپ نے جو کچھ قیامت تک واقع ہونے والا ہے۔سب بیان فرما دیا۔اُسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔اس واقعہ کا میرے یاروں کو بھی علم ہے جو کچھ آپ نے خبر دی۔اس میں سے ایسی چیز واقع ہوتی ہے۔جس کو میں بھول گیا ہوں جب اس کو دیکھتا ہوں تو یاد کر لیتا ہوں جس طرح ایک شخص دوسرے شخص کا چہرہ (بطریق اجمال) یاد رکھتا ہے جب کہ وہ غائب ہو جاتا ہے، پھر جب اس کو

(1) انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء مطبوعہ مطبع محمدی واقع لاہور۔

(2) مشکوٰۃ کتاب الفتن فصل اول۔

Marfat.com

دیکھتا ہے تو اسے (بہ تفصیل و تشخیص) پہچان لیتا ہے۔

حضرت ابوزید[1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا آپ منبر سے اتر آئے اور نماز پڑھی، پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا۔ پھر آپ اتر آئے اور نماز پڑھی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

آپ نے ہم کو جو کچھ واقع ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے سب کی خبر دی ہم میں سے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے، وہ زیادہ عالم ہے۔

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور قریب ہے کہ میری امت کی سلطنت ان تمام مقامات پر پہنچے اور مجھے دو خزانے سرخ و سفید دیئے گئے۔ الحدیث[2]

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قلعوں میں سے ایک پر کھڑے ہوئے پھر فرمایا کیا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے بیچ بارش کی طرح گر رہے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔ اس نے پوچھا کہ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا تو زیادہ دانا ہے آنحضرت نے فرمایا پس پروردگار نے اپنا ہاتھ میرے دوشانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے دو پستانوں کے درمیان پائی اور جان لیا۔ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں[3] تھا اور آنحضرت نے یہ آیت پڑھی:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ○

اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی تا کہ اس کو یقین آ دے۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے دولت خانہ سے) نکلے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ دو کتابیں کیسی ہیں؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مگر یہ کہ آپ ہمیں بتادیں۔ جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی۔ اس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے، اس میں بہشتیوں کے نام اور ان کے آباؤ و قبائل کے نام ہیں پھر آخیر میں ان کا مجموعہ دیا گیا ہے ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ پھر جو آپ ﷺ کے بائیں ہاتھ میں تھی اس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی

(1) صحیح مسلم۔ جلد ثانی کتاب الفتن۔
(2) صحیح مسلم۔ کتاب الفتن۔
(3) عبارت است از حصول تمام علوم جزئی و کلی و احاطہ و آں۔ اشعتہ اللمعات۔
(4) اس حدیث کو دارمی نے بطریق ارسال روایت کیا ہے اسی کی مانند ترمذی میں ہے۔

Marfat.com

طرف سے ایک کتاب ہے اس میں دوزخیوں کے نام ہیں پھر اخیر میں مجموعہ دیا گیا ہے ان میں کبھی نہ زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر اس امر سے فراغت ہو چکی تو عمل کس واسطے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے عملوں کو درست کرو اور قرب الٰہی ڈھونڈو کیونکہ جو بہشتی ہے۔ اس کا خاتمہ بہشتیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے اور جو دوزخی ہے اس کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور ان دو کتابوں کو پس پشت ڈال دیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فارغ ہو گیا ہے۔ ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ (1)

امام احمد وطبرانی نے بروایت ابوذر نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے اس حال میں کہ آسمان میں پرندہ جو اپنا بازو ہلاتا ہے اس کے متعلق بھی اپنے علم کا آپ نے ہم سے ذکر فرما دیا۔ (2)

طبرانی میں بروایت ابن عمر مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے رکھا دنیا کو۔ میں دنیا کی طرف اور اس میں قیامت تک ہونے والے حوادث کی طرف یوں دیکھتا تھا جیسے اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (3)

طبرانی میں حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل رات اس حجرہ کے پاس میری امت اول سے آخر تک مجھ پر پیش کی گئی آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ! پیش کیے گئے آپ پر وہ جو پیدا ہو چکے ہیں کیونکہ وہ موجود ہیں مگر وہ کیونکر پیش کیے گئے جو پیدا نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لیے آب وگل میں ان کی صورتیں بنائی گئیں۔

یہاں تک کہ میں ان میں سے ہر ایک کو اس بھی زیادہ پہچانتا ہوں۔ جتنا کہ تم اپنے ساتھی کو پہچانتے ہو۔ (4)

مسند فردوس میں ہے کہ میرے لیے آب وگل میں میری امت کی شکل بنائی گئی اور مجھے تمام اسماء کا علم حضرت آدم کی طرح دیا گیا۔ (5)

جب حضور کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے تو انس وجن وملک میں سے کس کو یارا ہے کہ اس کا احاطہ کر سکے۔ لہٰذا یہاں جو کچھ بیان ہوتا ہے اسے سمندر میں سے ایک قطرہ تصور کرنا چاہیے۔ (6)

صاحب قصیدہ بردہ شریف یوں فرماتے ہیں: (7)

---

(1) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ۔ باب المساجد

(2) مواہب لدنیہ۔ مقصد ثامن فصل ثالث۔

(3) مواہب لدنیہ۔ مقصد ثامن فصل ثالث۔

(4) مشکوٰۃ کتاب الایمان۔ باب ایمان بالقدر، فیصل ثانی۔

(5) مواہب لدنیہ، مقصد ثامن فصل ثالث۔

(6) مواہب لدنیہ، مقصد ثامن، فصل ثالث۔

(7) خصائص کبریٰ للسیوطی۔ جزالثانی ص 197)

Marfat.com

فَـاِنَّ مِـنْ جُـوْدِكَ الـدُّنْـيَـا وَضَـرَّتَهَـا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَ الْقَلَم

کیونکہ دنیا اور آخرت آپ کی بخشش سے ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم میں سے ہے اس بیت کی شرح میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ میں یوں فرماتے ہیں۔(1) تو ضیحه ان المراد بعلم اللوح ما اثبت فيه من النقوش القدسية والصور الغيبة و بطرح القلم ما اثبت فيه كما شاء والاضافة لادنى ملابسة و كون علمها من علو مه من علومه صلى الله عليه وسلم لان علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق و دقائق و عوارف و معارف تغلق بالذات و الصفات و علمهما انما يكون سطراً من سطور علمه و نهرا من بحور علمه ثمه مع هذا هو من بركة وجوده صلى الله عليه وسلم

توضیح اس کی یہ ہے کہ لوح کے علم سے مراد نقوش قدسیہ اور صور غیبیہ ہیں جو اس میں منقوش ہیں اور قلم علم سے مراد وہ ہے جو اللہ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھا ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقہ کے باعث ہے اور ان دونوں کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا ایک جزو ہے اس لیے کہ حضرت کے علم کئی قسم کے ہیں علم کلیات علم جزئیات علم حقائق اشیاء علم اسرار اور وہ علوم ومعارف جو ذات وصفات باری تعالیٰ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے علوم تو علوم محمدیہ کی سطروں میں سے ایک سطر اور ان کی دریاؤں میں سے ایک نہر ہیں بایں ہمہ علم لوح وقلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وجود کی برکت سے ہے (کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ لوح وقلم ہوتے نہ ان کا علم)

اس بیت کی شرح میں شیخ ابراہیم باجوری رحمہ اللہ تعالیٰ یوں لکھتے ہیں:۔

استشكل جعل علم اللوح والقلم بعض علومه صلى الله عليه وسلم بان من جملة علم اللوح والقلم الامور الخمسة المذكورة فى أخر سورة لقمان مع ان النبى عليه الصلوٰة والسلام لا يعلمها لان اللّٰه قد استاثر بعلمها فلا يتم التخصيص المذكور واجيب بعدم تسليم ان هذه الامور الخسته مما كتب القلم فى اللوح و الالا طلّع عليه من شانه ان يطلع على اللوح كبعض الملائكة المقربين و على تسليم انها مما كتب القلم فى اللوح فالمراد ان بعض علومه صلى الله عليه وسلم علم اللوح والقلم الذى يطلع عليه المخلوق فخرجت هذه الامور الخمسة على انه صلى الله عليه وسلم لم يخرج من الدنيا الابعدان اعلم الله تعالىٰ بهذه الامور۔

فان قيل اذا كان علم اللوح والقلم بعض علومه صلى الله عليه وسلم فما البعض الاخر اجيب بان البعض الاخر هوما اخيره اللّٰه عنه من احوال الاخرة

(1) مواہب لدنیہ۔ کتاب فی المعجزات والخصائص، الفصل الثانی فیما خصہ اللہ تعالیٰ، بہ من المعجزات ایک روایت میں میری امت کی بجائے دنیا کا لفظ ہے۔ دیکھو زرقانی)

Marfat.com

لان القلم انما کتب فی اللوح ماھو کائن الی یوم القیامۃ۔

ناظم نے علم لوح وقلم کو حضرت کے علوم کا ایک جز قرار دیا ہے اس میں یہ اشکال پیش آتا ہے کہ امورخمسہ جو آخرسورۃ لقمان میں مذکور ہیں علم لوح وقلم میں سے ہیں۔ حالانکہ حضرت ان کو نہیں جانتے کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کرلیا ہے لہٰذا خصوصیت مذکورہ درست نہیں رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امورخمسہ مذکورہ قلم نے لوح محفوظ میں لکھے ہیں اگر ایسا ہوتا تو بعض مقرب فرشتے جن کی شان یہ ہے کہ وہ لوح پر مطلع ہوتے ہیں ان امور پر مطلع ہوتے اگر ہم تسلیم کرلیں کہ امورخمسہ کو قلم نے لوح میں لکھا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علوم کا جز وہ علم لوح وقلم ہے جس پر مخلوق مطلع ہے پس یہ امورخمسہ نکل گئے علاوہ ازیں حضرت اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امور کا علم دے دیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب علم لوح وقلم حضرت کے علوم کا ایک جزء ٹھہرا تو دوسرا جزء کونسا ہے؟ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ دوسرا جزء وہ احوال آخرت ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے کیونکہ قلم نے تو لوح میں فقط وہ لکھا ہے جو روز قیامت تک ہونے والا ہے۔

علامہ شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بہ شیخ زادہ جنہوں نے تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا ہے اسی بیت کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

والعلم فی ھٰذا البیت اما بمعنا او بمعنی المعلوم ای معلوماتك المعلومات الحاصلة منھما ولعل اللّٰہ اطلعه علٰی جمیع ما فی اللوح ونداده ایضًا لان اللوح و القلم متناھیان فما فیھما متناہ و یجوز احاطته المتناھی بالمتنا ھی ھذا علٰی قدر فھمك اما من اکتحلت عین بصیرته بالنور الالٰھی فیشاھد بالذوق ان علم اللوح و القلم جزء من علوم کما ھی جزء من علم اللّٰہ سبحانه لا نه علیه السلام عند الانسلاخ من الشریة کما لایسمع ولا یبعه ولا یبطش ولا ینطق الابه جلت قدرته و عمت نعمته کذلك لا یعلم الا بعلم الذی لا یحیطون بشئ منه الابما شاء کما اشا رالیه بقوله و علمك ما لم تکن تعلم۔

اس بیت میں علم یا تو اپنے معنٰی میں ہے یا معلوم کے معنٰی میں ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معلومات وہ معلومات ہیں جو دونوں سے حاصل ہوئے ہیں اور شاید اللہ نے حضرت کو اس تمام پر مطلع کردیا ہے جو لوح میں ہے اور اس سے زیادہ کا بھی علم دیا ہے کیونکہ لوح وقلم متناہی ہیں پس جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ متناہی ہے اور متناہی کا احاطہ متناہی سے جائز ہے۔ اس قدر بات تیری سمجھ کے مطابق ہے لیکن وہ شخص جس کی بصیرت کی آنکھ میں نور الٰہی کا سرمہ پڑا ہوا ہے وہ ذوق سے مشاہدہ کرتا ہے کہ علوم لوح وقلم حضرت کے علوم کا جزء ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ کے علم کا جزء ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام بشیرت سے اسلاخ کے وقت جیسا کہ نہیں سنتے نہیں دیکھتے نہیں پکڑتے اور نہیں بولتے مگر ساتھ اللہ کے اسی طرح حضور نہیں جانتے مگر ساتھ اس علم خدا کے جس میں سے کسی چیز کو نہیں گھیرتے ملائکہ وانبیاء وغیرہ مگر جو وہ چاہے جیسا کہ اس نے اپنے

Marfat.com

ارشاد (و علمك ما لم تكن تعلم) میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بیان بالا سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی ہے کیونکہ دونوں میں بلحاظ کیفیت وکمیت بڑا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم بغیر ذرائع ووسائل ذاتی قدیم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم عطائی حادث ہے اسی طرح کمیت میں بھی فرق بین ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا۔ جو قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری (تفسیر کہف) میں قصہ حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہ السلام میں ہے۔

قال وجاء عصفور فوقع على حرف السفينه فنصر فى البحر نقرة فقال له الخضر ما علمى و علمك من علم الله الامثل ما نقص هذا العصفور من هذا البحر۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آکر بیٹھی اس نے اپنی چونچ سمندر میں ڈبوئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میرا علم اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں جتنا (پانی) اس چڑیا نے سمندر میں سے اپنی چونچ میں لے لیا۔

شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں آیت: وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ کے تحت میں یوں لکھتے ہیں:

قال شيخنا العلامة ابقاه الله بالسلامة فى الرسالة الرحمانية فى بيان الكلمة الفرقانية علم الاولياء من علم الانبياء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر و علم الانبياء من علم نبينا محمد عليه الصلوٰة والسلام بهذه المنزلة و علم نبينا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة۔

ہمارے استاد علامہ نے اللہ ان کو سلامت رکھے الرسالۃ الرحمانیہ فی بیان الکلمۃ الفرقانیہ میں فرمایا کہ اولیاء کا علم انبیاء کے علم کے مقابلہ میں بمنزلہ ایک قطرہ کے ہے۔ سات سمندروں میں سے اور انبیاء کا علم ہمارے نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے ساتھ یہی نسبت رکھتا ہے اور ہمارے نبی کا علم حق سبحانہٗ کے علم کے ساتھ یہی نسبت رکھتا ہے۔

صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں:۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ وَوَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِهِمْ مِنْ نُّقْطَةِ الْعِلْمِ او مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ

ترجمہ منظوم:

ہیں رسول اللہ کے فیضان سے سیراب سب وہ کسی کے حق میں شبنم ہیں۔ کسی کے حق میں یم اس کی پیشی میں کھڑے ہیں اپنی اپنی حد یہ سب ہے کوئی تو نقطۂ علم کوئی اعراب حکم۔

Marfat.com

ان شعروں کی تشریح و مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو پیدا کیا۔ پھر اسے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا وہ روح پاک عالم ارواح میں دیگر انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ ہر ایک روح نے حسب قابلیت و استعداد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح سے استفادہ علم کیا۔ کسی نے حضور کے علم کے بحرِ ذخار سے بقدر ایک چلو کے لیا اور کسی نے حضور کے فیضان کی لگاتار بارشوں سے بقدر ایک قطرہ یا گھونٹ کے لیا علوم و معارف جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس سے حاصل کیے۔ ان کی عنایت و نہایت حضور کے علم کے دفتر کا فقط ایک نقطہ یا آپ کے معارف کے دفتر کا محض ایک اعراب ہے۔

جو شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا مطلقاً انکار کرتا ہے۔ اسے آیۃ ذیل اور اس کا شان نزول مطالعہ کرنا چاہیے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ط قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ o لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ط (توبہ:ع8)

اور البتہ اگر تو ان سے پوچھے تو البتہ وہ کہیں گے سوائے اس کے نہیں کہ ہم بول چال کرتے تھے اور کھیلتے تھے تو کہہ دے کیا تم اللہ سے اور اسکے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے مت بناؤ۔ تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور جز ثالث ص 254) میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر راور ابن ابی حاتم وابوالشیخ نقل کرتے ہیں کہ امام مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے قول وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ کا شان نزول یہ بیان کیا ہے۔

قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوا و كذاولذا في يوم كذا و كذا و ما يدريه الغيب۔

منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں دن فلاں وادی میں تھی۔ وہ غیب کی جانیں۔ مطلب یہ کہ ایک شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فلاں وادی میں ہے۔ ایک منافق بولا وہ غیب کی خبریں کیا جانیں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین جو بطریق استہزاء کہتے ہیں کہ حضرت غیب کی خبر کیا جانیں اور اس کے لیے بہانے بناتے ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ اس استہزاء کے سبب تم کافر ہو گئے یہ قصہ غزوہ تبوک میں پیش آیا تھا۔ جسے ہم بروایت ابن اسحاق وواقدی پہلے نقل کر آئے ہیں۔

اخبار بالمغیبات کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو قرآن پاک میں مذکور ہیں دوسرے وہ جو احادیث میں وارد ہیں قسم اول کا ذکر اعجاز القرآن میں ہو چکا قسم دوم کی چند اور مثالیں یہ ہیں۔

کفار پر اپنی امت کے غلبہ کی خبر دینا:

حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمادینا کہ اس سال کے بعد تو مجھے نہ پائے گا۔

حضرت عدی بن حاتم کو راستے کے امن کی خبر دینا اور فرمادینا کہ اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو دیکھ لے گا کہ ایک عورت

Marfat.com

حیرہ سے تنہا سفر کر کے خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

صحیفہ قریش جسے انہوں نے بحفاظت تمام خانہ کعبہ کی چھت میں رکھا تھا اس کی نسبت تین سال کے بعد بتا دینا کہ اللہ کے نام کے سوا باقی کو دیمک چاٹ گئی ہے حضرت فاطمۃ الزہرا کی نسبت فرمانا کہ اہل بیت میں سے میری وفات کے بعد وہ سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گی۔

ام المومنین حضرت زینب کی نسبت یوں فرمانا کہ میری وفات کے بعد میرے ازواج میں سے سب سے پہلے جو مجھ سے ملے گی۔ وہ دراز دست (لمبے ہاتھ والی) ہے۔ ابی بن خلف کی نسبت خبر دینا کہ یہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا۔

اصحمہ نجاشی کی موت کی خبر دینا جس دن اس نے حبشہ میں وفات پائی۔

شب معراج کی صبح کو قریش کے قافلوں کی خبر دینا جو تجارت کے لیے شام کو گئے ہوئے تھے۔ غار ثور سے نکلنے کے بعد مدینہ کے راستے میں سراقہ بن مالک سے فرمانا کہ تو کسریٰ کے کنگن پہنایا جائے گا۔ سلسلۂ خلافت اور خلفائے ثلاثہ حضرت عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دینا۔ واقعہ جمل وصفین کی خبر دینا وبائے عمواس کی خبر دینا حضرت امام حسنؓ کے دو گروہ اسلام میں ذریعۂ صلح ہونے کی خبر دینا۔ حضرت امام حسین کی شہادت کی خبر دینا۔ حضرت امیر معاویہ کی ولایت کی خبر دینا۔ حضرت عمار بن یاسر سے فرما دینا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے حالات کی خبر دینا۔ حجاج ظالم اور مختار کذاب کی خبر دینا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی نسبت فرمانا کہ یہ بیت اللہ شریف کو بچائے گا۔ یہاں تک کہ شہید ہو جائے گا۔ خوارج اور رافضیہ وقدریہ ومرجیہ وزنادقہ کی خبر دینا۔ امت کے تہتر فرقے ہونے اور ان میں سے ایک ناجی ہونے کی خبر دینا۔ غزوہ احد میں خبر دینا کہ حضرت حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ بدر کے دن میدان جنگ میں کفار قریش کے مرنے کی جگہوں کا الگ تھلگ نشان دینا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا۔ اور وہاں فلاں جنگ بدر کے خاتمہ پر اپنے چچا عباس سے بتا دینا کہ تم اپنی بیوی ام الفضل کے پاس مکہ میں مال چھوڑ آئے ہو۔ حالانکہ عباس وام الفضل کے سوا کسی اور کو اس مال کا علم نہ تھا۔ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ کے قریب فرما دینا کہ یہ تیز ہوا ایک بڑے منافق (رفاعہ بن زید بن التابوت) کی موت کے لیے چلی ہے۔ حضرت اقرع بن شقی العلی سے حالت بیماری میں فرما دینا کہ تو اس بیماری میں نہیں مرے گا۔ بلکہ ملک شام میں ہجرت کرے گا اور وہیں وفات پائے گا اور رملہ میں دفن ہوگا۔ فتح مکہ کی تیاریوں کے وقت حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کی خبر دینا جو اس نے اہل مکہ کو ان تیاریوں سے مطلع کرنے کے لیے لکھا تھا اور حضرت علی وغیرہ سے بتا دینا کہ اس حلیہ کی ایک عورت اس خط کو لے جا رہی ہے اور تم اسے فلاں جگہ سے پکڑو گے۔ وفد عبدالقیس کے آنے کی خبر دینا۔ غزوۂ موتہ جو مدینۂ منورہ سے ایک مہینہ کی مسافت پر ملک شام میں ہو رہا تھا۔ اس کی نسبت خبر دینا۔ کہ حضرت زید وجعفر وابن رواحہ یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے اور آخر حضرت خالد نے فتح پائی۔ مقام تبوک میں جو شام ومدینہ کے درمیان ہے فرما دینا کہ آج مدینہ میں حضرت معاویہ لیثی نے استقبال فرمایا اور وہیں ان کی نماز پڑھنا کسریٰ وقیصر کے ہلاک ہونے اور فارس وروم کے فتح ہونے کی خبر دینا۔ لبید بن عاصم یہودی کے جادو کی خبر دینا۔ مومنین ومنافقین کے اسرار کی خبر دینا۔ حضرت اویس قرنی کی خبر دینا۔ بنائے بغداد وبصرہ وکوفہ کی خبر دینا۔ امام ابوحنیفہ ومالک وشافعی کی بشارت دینا وغیرہ وغیرہ یہ تمام امور اسی طرح وقوع میں آئے جس طرح حضور نے خبر دی تھی۔

Marfat.com

قیامت کی نشانیاں جو آپ نے بیان فرمائیں وہ ان کے علاوہ ہیں اور وہ تین قسم کی ہیں پہلی دو قسموں کو آثار صغریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تیسری کو آثار کبریٰ کہتے ہیں:۔

اول۔ وہ آثار جو وقوع میں آچکے۔ مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تمام صحابہ کرام کا اس دنیا سے رحلت فرمانا۔ حضرت عثمان غنی کا شہید ہونا، تاتاریوں کا فتنہ، حجاز کی آگ، چھوٹے دجالوں کا دعوائے رسالت کے ساتھ نکلنا، بیت المقدس اور مدائن کا فتح ہوجانا، سلطنت عرب کا زائل ہوجانا، تین خسوف کا وقوع (ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں) قتل اور فتنوں اور زلزلوں کی کثرت مسخ وقذف، ریح احمر، انقطاع طریق حج۔ کعبۃ اللہ سے حجراسود کا اٹھ جانا، کثرت موت وغیرہ۔

دوم۔ وہ آثار جو ظہور میں آچکے اور زیادہ ہو رہے ہیں۔ حتی کہ قسم سوم سے مل جائیں گے۔ مثلاً عابدوں کا جاہل ہونا۔ قاریوں کا فاسق ہونا، چاندوں کا اتنا بڑا نظر آنا کہ کہا جائے یہ دوسری رات کا چاند ہے۔ بارش کا زیادہ ہونا اور روئیدگی کا کم ہونا۔ قاریوں کی کثرت اور فقہاء کی قلت۔ امیروں کی کثرت اور امینوں کی قلت، فاسقوں کا سردار قبیلہ اور فاجروں کا حاکم بازار بننا۔ مومن کا اپنے قبیلہ میں نقد سے زیادہ ذلیل ہونا، تجارت کی کثرت، عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ شریک تجارت ہونا، قطع رحم کرنا، کاتبوں کی کثرت اور علماء کی قلت، جھوٹی گواہی کا ظاہر ہونا، امانت کو غنیمت سمجھنا، زکوٰۃ کو تاوان خیال کرنا، علم دین کو دنیا کی خاطر سیکھنا حقوق والدین کی کثرت، بڑوں کی عزت نہ ہونا، چھوٹوں پر رحم نہ کیا جانا، اولاد زنا کی کثرت، اونچے محلوں پر فخر کرنا، مسجدوں میں دنیا کی باتیں کرنا، نماز پڑھانے کے لیے مسجدوں میں اماموں کا نہ ملنا، بغیر شروط وارکان نمازیں پڑھنا حتی کہ پچاس میں سے ایک نماز کا بھی قابل قبول نہ ہونا، مسجدوں کی آرائش کرنا، مسجدوں کو راستے بنانا، قریبی لڑکی سے اس کی مفلسی کے سبب نکاح نہ کرنا اور کسی دنیۃ الاصل سے اس کی دولت مندی کے سبب نکاح کر لینا۔ ناحق مال لینا حلال درہم کا نہ پایا جانا، سائل کا محروم رہنا، اسلام کا غریب ہونا، لوگوں میں کینہ وبغض ہونا، عمریں کم ہونا، درختوں کے پھلوں کا کم ہونا، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا ماننا، مال حاصل کرنے کے لیے لوگوں کی منافقانہ مدح کرنا، خطباء کا جھوٹ بولنا، حکام کا ظلم کرنا، نجومیوں کو سچا جاننا، قضاء وقدر کو حق نہ جاننا، مرد کا عورت یا دوسرے مرد سے لواطت کرنا، جہاد کرنا، مالداروں کی تعظیم کرنا، کبیرہ گناہوں کو حلال جاننا، سود اور رشوت کھانا، قرآن کو مزامیر بنانا، درندوں کے چمڑوں کے فرش بنانا، ریشم پہننا، جہالت وزنا وشراب نوشی کی کثرت، خائن کو امین اور امین کو خائن سمجھنا، گانے والی لونڈیوں کا رکھنا، آلات لہو کو حلال سمجھنا، حدود شرعیہ کا جاری نہ ہونا، عہد توڑنا، عورتوں کا مردوں سے اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا۔ اخیر امت کا اول امت کو برا کہنا۔ مردوں کا عمامے چھوڑ کر عجمیوں کی طرح تاج پہننا۔ قرآن کو تجارت بنانا، مال میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرنا، جوا کھیلنا، باجے بجانا، کم تولنا، جاہلوں کو حاکم بنانا، مسجدیں بنانے پر فخر کرنا، مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت یہاں تک کہ ایک مرد پچاس عورتوں کا متکفل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

سوم:

آثار کبریٰ جن کے بعد ہی قیامت آجائے گی۔ یہ آثار یکے بعد دیگرے پے در پے ظاہر ہوں گے جیسے سلک مروارید سے موتی گرتے ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے شروع ہو کر نفخ صور پر ختم ہوجائیں گے۔ ان کا بیان جو آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں پایا جاتا ہے۔اس کا خلاصہ حسب معلومات خود نیچے درج کیا جاتا ہے:-

جب آثار صغریٰ سب ظاہر ہو چکیں گے تو اس وقت نصاریٰ کا غلبہ ہوگا۔ایک مدت کے بعد خالد بن یزید بن ابی سفیان اموی کی اولاد سے ایک شخص سفیان نام جانب دمشق سے ظاہر ہوگا۔جس کی ننھیال قبیلہ قلب ہوگا۔وہ اہل بیت کو بری طرح قتل کرے گا۔شام و مصر کے اطراف میں اس کا حکم جاری ہوگا۔اسی اثناء میں شاہ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے سے صلح ہوگی۔لڑنے والا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔شاہ روم ملک شام میں آجائے گا اور دوسرے فرقہ کی مدد سے ایک خونریز لڑائی کے بعد فتح پائے گا۔دشمن کی شکست کے بعد فرقۂ موافق میں سے ایک شخص بول اٹھے گا کہ یہ فتح صلیب کی برکت سے ہوئی ہے اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اسے مار پیٹ کرے گا اور کہے گا نہیں بلکہ اسلام کی برکت سے ایسا ہوا ہے۔الغرض دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لیے پکاریں گے اور خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔جس میں بادشاہ اسلام شہید ہو جائے گا اور دونوں عیسائی فریق باہم صلح کریں گے۔اس طرح شام میں عیسائی راج ہو جائے گا۔بقیۃ السیف مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے اور عیسائیوں کی حکومت مدینہ منورہ کے قریب خیبر تک پھیل جائے گی اس وقت اہل اسلام کو امام مہدی علیہ السلام کی تلاش ہو گی۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام:

حضرت امام مدینہ سے مکہ تشریف لے آئیں گے۔اہل مکہ کی ایک جماعت حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان آپ سے بیعت کرے گی۔حالانکہ آپ اس منصب امامت پر راضی نہ ہوں گے۔آپ کا اسم گرامی محمد، باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا آپ حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد سے ہوں گے۔آپ کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال ہوگی۔

ان حالات میں ماوراء النہر سے ایک شخص حارث حراث نام اہل اسلام کی مدد کے لیے ایک لشکر بھیجے گا۔جس کا مقدمہ منصور کے زیر کمان ہوگا۔یہ لشکر راستہ ہی میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کرے گا۔ظالم سفیانی جس کا اوپر ذکر ہوا اپنا کچھ لشکر امام مہدی کے مقابلہ کے لیے بھیجے گا۔جو شکست کھائے گا۔اس کے بعد خود سفیان لشکر سمیت زمین میں دھنس جائے گا۔صرف ایک شخص بچے گا۔جو امام مہدی کو اس واقعہ کی خبر دے گا۔حضرت امام کی اس کرامت کی خبر دور دور پہنچ جائے گی۔شام کے ابدال اور عراق کے اوتاد آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کریں گے فوج مدینہ کے علاوہ باقی عرب و یمن کے لوگ بکثرت آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے۔

افواج اسلام کی خبر سن کر نصاریٰ بھی ممالک روم وغیرہ سے لشکر جرار لے کر شام میں جمع ہو جائیں گے۔لشکر کفار میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار سوار ہوں گے۔امام مہدی مکہ سے بغرض زیارت مدینہ منورہ جائیں گے اور وہاں سے ملک شام پہنچیں گے حلب یا دمشق کے نواح میں لشکر کفار سے مقابلہ ہوگا۔حضرت امام کے لشکر کا تہائی حصہ بھاگ جائے گا۔جن کی موت کفر پر ہوگی اور ایک تہائی شہادت سے مشرف ہوگا اور باقی تہائی فتح پائے گا۔دوسرے روز امام موصوف نصاریٰ کے مقابلہ کے لیے نکلیں گے۔مسلمانوں کی ایک جماعت عہد کرے گی کہ بغیر فتح پائے یا شہید ہوئے میدان سے واپس نہ آئیں گے یہ سب کے سب شہید ہو جائیں گے اگلے روز پھر ایک جماعت یہی عہد کرے گی اور جام شہادت نوش کرے گی۔اسی طرح تیسرے دن بھی وقوع میں آئے گا۔چوتھے روز بقیہ اہل اسلام کفار پر فتح پائیں گے۔مگر اس سے

Marfat.com

کسی کو خوشی نہ ہوگی۔ کیونکہ اس لڑائی میں بہت سے خاندان ایسے ہوں گے جن میں فیصدی ایک بچا ہوگا۔ اس کے بعد امام موصوف نظم ونسق میں مشغول ہوں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے پھر ایک سخت لڑائی کے بعد قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا۔(1)

ستون مسجد کی آہ وزاری:

ستون مسجد کی آہ وزاری (جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اس سے سرزد ہوئی) بھی اسی ذیل میں آتی ہے اور یہ نبوت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ایک بڑا معجزہ ہے جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ خدا نے کسی نبی کو وہ کچھ عطا نہیں کیا جو ہمارے نبی کو عطا کیا ان سے پوچھا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ انہوں نے کہا محمد رسول اللہ ﷺ کو ستون کی آہ وزاری عطا کی، جس کی آواز ہر آدمی نے سنی اور یہ اس سے بڑا معجزہ ہے۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ ستون کی آہ وزاری کی حدیث مشہور اور دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور یہ خبر متواتر ہے۔ اہل واقعہ مذکور ہے ان میں ابی بن کعب، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، سہیل بن سعد، ابوسعید خدری، بریدہ اسلمی اور مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں، قصہ ایک ہی ہے اگرچہ الفاظ مختلف ہیں اور وہ یوں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی چھت کھجور کے ستونوں پر ڈالی گئی تھی، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو ایک ستون کا سہارا لے کر کھڑے ہو جاتے بعدہٗ آپ کے لیے تین سیڑھیوں والا ایک منبر بنایا گیا، تاکہ جب آدمی زیادہ ہوں تو آپ کی آواز سنی جا سکے، جب حضور منبر پر بیٹھے تو ستون سے آواز آئی پھٹا اور ٹوٹ گیا ایک روایت میں ہے کہ ستون نے چیخ ماری، آپ نیچے اترے، ستون کو سینے سے لگایا وہ بچے کی طرح سسکیاں لے کر رو رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہمیں ستون کی آواز ایسی معلوم ہوئی جیسے دودھ دینے والی اونٹنی بولتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس ستون سے ایسی آواز آئی جیسی اس اونٹنی کی جس کا بچہ اس سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لکڑی سے ایسی آواز سنی گئی جیسی کہ ایک شیدائی کی آہ وزاری، وہ آہ وزاری کرتا رہا، تاآنکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر سے اترے، اس کی طرف چل کر گئے، اسے بھینچا اور وہ چپ ہو گیا، ایک روایت میں ہے کہ ستون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں بیل کی طرح ایسا ڈکارا کہ مسجد کانپ گئی۔ آپ منبر سے اترے اور اسے بھینچا چنانچہ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں تیری جان ہے کہ اگر میں اسے نہ بھینچتا تو وہ میرے غم میں اسی طرح قیامت تک ڈکارتا رہتا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے دفن کر دیا جائے بریدہ کی حدیث میں مذکور ہے آپ نے ستون سے دریافت فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اسی باغ میں واپس کر دیتا ہوں تیری جڑیں نکل آئیں گی اور تو پھر سے پورا درخت بن جائے گا اور پتے اور پھل بھی

(1) نقد بفتح نون وقاف ایک قسم کی بدشکل بکری ہوتی ہے جس کے ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں یہ ذلت میں ضرب المثل ہے چنانچہ کہا جاتا ہے اَذَلُّ مِنَ النَّقَدِ یعنی نقد سے زیادہ ذلیل اس کی جمع نقاد ہے۔

Marfat.com

اُگ آئیں گے اور اگر تیری خواہش ہو تو تجھے جنت کے باغ میں لگا دیں گے اور اولیاء اللہ تیرا پھل کھائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا کان ستون کے ساتھ لگایا تاکہ اس کی بات سن سکیں۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے جنت میں گاڑ دیں تاکہ اولیاء اللہ میرا پھل کھائیں اور اسی جگہ رہوں جہاں کہنگی میرے پاس نہ پھٹکے۔ جو لوگ قریب تھے، انہوں نے یہ گفتگو سنی۔ فرمایا ٹھیک ہے اس ستون نے دار العقا کو دار فنا پر ترجیح دی۔ ستون کی آہ وزاری کی حدیث صحابہ کی ایک جماعت نے مختلف طریقوں سے بیان کی ہے جس سے اس کی قطعیت ثابت ہوتی ہے علامہ ابن سبکی لکھتے ہیں میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ ستون کی آہ وزاری کی حدیث تواتر کا درجہ رکھتی ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ ستون کی آہ وزاری اور شق قمر کے بارے میں اس کثرت سے احادیث مذکور ہیں کہ جو شخص بھی طرف حدیث سے واقف ہے اس کے نزدیک اسے قطعیت کا درجہ حاصل ہے۔ علامہ بیہقی لکھتے ہیں کہ ستون کی آہ وزاری کا قصہ ان ظاہری امور میں سے ہے، جو سلف سے خلف کو منتقل ہوتے ہیں۔ ابو القاسم بغوی رقم طراز ہیں کہ جب بھی امام حسن رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تو رونے لگ جاتے۔ پھر کہتے اے لوگو! ایک لکڑی بوجہ اس تقرب کے جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو خدا سے حاصل تھا۔ شوق سے رونے لگ گئی۔ تمہیں تو آپ سے زیادہ الفت اور لگاؤ ہونا چاہیے۔

دجال لعین:

جب اہل اسلام غنائم قسطنطنیہ تقسیم کر رہے ہوں گے تو شیطان آواز دے گا کہ دجال تمہارے اہل واولاد میں آ گیا ہے یہ سنتے ہی غنائم چھوڑ کر دجال کی طرف متوجہ ہوں گے اور دس سوار بطور طلیعہ خبر لانے کے لیے بھیجیں گے۔ ان کی نسبت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان کے نام ان کے باپوں کے نام، ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں اور وہ اس وقت روئے زمین پر بہترین سواروں میں سے ہوں گے یہ افواہ غلط ثابت ہوگی لشکر اسلام جب قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے گا تو جنگ عظیم سے ساتویں سال شام وعراق کے درمیان ایک راستے سے دجال ظاہر ہوگا۔ اس کے ظہور سے پہلے دو سال قحط رہے گا۔ تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا۔

دجال کی ایک آنکھ اور ایک ابرو بالکل نہ ہوگی۔ بلکہ وہ جگہ ہموار ہوگی ممسوح العین ہونے کے سبب سے اسے مسیح الدجال کہتے ہیں وہ ایک بڑے گدھے پر سوار ہوگا اور اس کی پیشانی کے درمیان (کافر) لکھا ہوگا۔ جسے صرف اہل ایمان کاتب وغیرہ پڑھ لیں گے۔ وہ روئے زمین پر پھرے گا اور لوگوں کو اپنی الوہیت کی دعوت دے گا اور وہ اسی غرض کے لیے اپنے سرایا مختلف اطراف میں بھیجے گا۔ اس کے ساتھ ایک باغ ہوگا۔ جسے وہ جنت کہے گا اور ایک آگ ہوگی جسے دوزخ بتائے گا۔ موافقین کو وہ اپنی بہشت میں اور مخالفین کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا۔ مگر حقیقت میں بہشت دوزخ کی خاصیت رکھتی ہوگی اور دوزخ باغ بہشت کے مانند ہوگی۔ اس کے پاس اشیائے خوردنی کا بڑا ذخیرہ ہوگا۔ اس میں سے جسے چاہے دے گا۔ لوگوں کی آزمائش کے لیے اس سے خارق عادت امور ظاہر ہوں گے جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے ان کے لیے آسمان کو حکم دے گا تو مینہ برسنے لگ جائے گا۔ زمین کو حکم دے گا تو گھاس اور زراعت بکثرت اگے گی۔ جو انکار کریں گے۔ ان سے مینہ اور زراعت ونباتات کو روک دے گا۔

Marfat.com

ایک ویرانے میں پہنچے گا تو زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے چنانچہ اس ویرانے کے خزانے اس کے پیچھے چلیں گے بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمہارے مردہ ماں باپ کو زندہ کر دیتا ہوں اگر تم میری خدائی پر ایمان لاؤ پھر وہ شیطانوں کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپ کے ہم شکل ہو کر نکلو۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ اسی طرح اس کے لشکری ایک مومن کو پیش کریں گے وہ دیکھتے ہی کہہ دے گا کہ لوگو! یہ تو دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے یہ سن کر دجال حکم دے گا کہ اس کو لٹا کر اس کا سر توڑ دو۔ ایسا ہی کیا جائے گا پھر دجال اس سے پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ مومن جواب دے گا کہ تو جھوٹا مسیح ہے پھر دجال کے حکم سے سر سے پاؤں تک اس کے دو ٹکڑے کیے جائیں گے۔ دجال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا اور کہے گا اُٹھ وہ اٹھ بیٹھے گا۔ دجال کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ مومن جواب دے گا اب تو مجھے خوب یقین ہو گیا کہ تو جھوٹا دجال ہے اور کہے گا اے لوگو! میرے بعد یہ کسی اور سے ایسا نہ کر سکے گا بعد ازاں دجال اسے ذبح کرنا چاہے گا مگر نہ کر سکے گا اور اسے اپنی دوزخ میں پھینک دے گا۔ مگر وہ مومن اللہ کے نزدیک بڑا شہید ہو گا۔ الغرض دجال مختلف مقامات پر جائے گا۔ شام سے اصفہان میں پہنچے گا۔ وہاں ستر ہزار یہودی اس کے پیرو بن جائیں گے۔ پھرتا پھراتا سرحد یمن پر پہنچ جائے گا۔ وہاں سے مکہ معظمہ کا قصد کرے گا۔ مگر فرشتوں کی مخالفت کے سبب اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر مدینہ منورہ میں پہنچے گا۔ اس وقت مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو دو فرشتے محافظ ہوں گے اس لیے، شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے گا۔ یہاں سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہو گا۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام:

قبل اس کے کہ دجال دمشق میں پہنچے، امام مہدی علیہ السلام وہاں پہنچ کر جنگ کی تیاری کر چکے ہوں گے۔ اسی اثناء میں اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو آسمان سے بھیجے گا۔ آپ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے زرد رنگ کا جوڑا زیب تن کیے ہوئے نہایت نورانی شکل میں دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ پر اتریں گے اور اس امت کی تکریم و تعظیم کی جہت سے حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پھر لشکر اسلام لشکر دجال پر حملہ کرے گا، گھمسان کا معرکہ ہو گا۔ اس وقت دم عیسیٰ کی یہ خاصیت ہو گی کہ جہاں تک آپ کی نظر کی رسائی ہو گی وہاں تک آپ کا سانس بھی پہنچے گا اور جس کافر تک وہ پہنچے گا ہلاک ہو جائے گا اور دجال بھاگ جائے گا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام اس کو بیت المقدس کے قریب موضع لد کے دروازے میں جا لیں گے اور نیزہ سے اس کا کام تمام کر دیں گے لشکر اسلام لشکر دجال کے قتل و غارت میں مشغول ہو جائے گا۔ لشکر دجال میں جو یہود ہوں گے ان کو کوئی چیز پناہ نہ دے گی۔ یہاں تک کہ رات کے وقت اگر کوئی یہودی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپا ہو گا تو وہ پتھر یا درخت بول اٹھے گا کہ یہاں یہودی ہے اس کو قتل کر دو زمین پر دجال کا فتنہ چالیس دن رہے گا۔ جن میں سے ایک دن ایک سال ایک دن ایک مہینے اور ایک دن ایک ہفتہ کے مانند ہو گا۔ باقی دن معمولی دنوں کے مانند ہوں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ جو دن ایک سال کے برابر ہو گا، کیا اس میں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ایک سال کی نمازیں اس دن میں تخمینہ سے ادا کرنی ہوں گی۔

Marfat.com

دجال کے فتنہ کے رفع ہونے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اصلاحات میں مشغول ہوں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کر دیں گے اور کفار سے جزیہ قبول نہ کیا جائے گا سوائے قبول اسلام اور قتل کے دوسرا حکم نہ ہوگا۔ سب کافر مسلمان ہو جائیں گے امام مہدی علیہ السلام کی خلافت 7 یا 8 یا 9 سال ہوگی، اس کے بعد آپ کا وصال ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائیں گے۔

یاجوج وماجوج:

اس کے بعد لوگ امن وامان کی زندگی بسر کرتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں اپنے بندے نکالنے والا ہوں کہ کسی میں ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت وقدرت نہیں ہے تم میرے خالص بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ۔ آپ قلعۂ طور میں پناہ گزیں ہو کر سامان حرب ورسد کے مہیا کرنے میں مشغول ہوں گے۔ اس وقت یاجوج وماجوج نکل پڑیں گے یہ لوگ یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ ان کا ملک قطب شمالی کی طرف ہفت اقلیم سے باہر بتایا جاتا ہے۔ اس کے جانب شمال سمندر ہے جو سال بھر منجمد رہتا ہے۔ مشرق ومغرب میں دیواروں کی مثل دو پہاڑ ہیں۔ ان کے درمیان کی ایک گھاٹی سے نکل کر وہ اس طرف کے لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ سکندر ذوالقرنین نے ان کو ایک آہنی دیوار کے ذریعہ سے بند کر دیا تھا۔ جس کی بلندی ان دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچتی ہے اور موٹائی ساٹھ گز ہے۔ وہ دن بھر اس دیوار کے توڑنے میں لگے رہتے ہیں مگر رات کو قدرت الٰہی سے وہ دیوار ویسی ہی ہو جاتی ہے جب ان کے نکلنے کا وقت آئے گا۔ تو وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ لوگ ٹڈی دل کی طرح ہر طرف پھیل جائیں گے اور بے دریغ قتل و غارت کریں گے۔ ان کی کثرت کا یہ حال ہے کہ جب ان کی پہلی جماعت بحیرۂ طبریہ میں (جو دس میل لمبا ہے) پہنچے گی تو اس کا تمام پانی پی جائے گی اور دیکھ کر کہے گی کہ یہاں کبھی پانی تھا؟ پھر وہ قتل وغارت کرتے ہوئے قدس کے پہاڑ خمر میں پہنچیں گے تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کا تو صفایا کر دیا چلو آسمان والوں کو بھی مار ڈالیں۔ پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ خون آلود کر کے لوٹا دے گا۔ وہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ اب تو ہمارے سوا کوئی نہیں رہا محصورین (حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب) میں قحط کا یہ عالم ہوگا کہ گائے کا مکہ سو سو دینار سے بھی زیادہ قیمتی ہوگا پس محصورین دعا کریں گے اس پر اللہ تعالیٰ ان میں مرض نغف بھیجے گا۔ یہ ایک دانہ ہوتا ہے جو اونٹ اور بھیڑ بکری کی گردنوں میں نکلتا ہے اور طاعون کی طرح ہلاک کر دیتا ہے اس مرض میں یاجوج وماجوج یکبارگی ہلاک ہو جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب میدان کی طرف آئیں گے اور زمین میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہ پائیں گے جو ان کی چربی وگندگی سے پر نہ ہو۔ پھر آپ مع اصحاب دست بدعا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں شتران بختی کی مانند لمبی ہوں گی۔ وہ پرندے ان کی لاشوں کو وہاں پھینک دیں گے۔ جہاں اللہ تعالیٰ چاہے پھر اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر بارش بھیجے گا۔ جس سے زمین بالکل صاف ہو جائے گی۔ اس بارش کی برکت سے زمین کی پیداوار میں بڑی ترقی ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک انار ایک جماعت کے لیے کافی ہوگا۔ حیوانات کا دودھ اس کثرت سے ہوگا کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگا اور ایک بکری کا دودھ ایک کنبہ کے لیے کافی ہوگا۔ قوم یاجوج وماجوج کی کمانیں، ترکش اور تیر مومنوں کے لیے سات سال ایندھن کا کام دیں گے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں چالیس سال رہیں گے۔ آپ کا نکاح ہوگا اور اولاد پیدا ہوگی پھر آپ انتقال فرمائیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قبیلۂ قحطان میں سے ایک شخص جہجاہ نام یمن کے رہنے والے آپ کے خلیفہ ہوں گے اور امور خلافت کو عدل وانصاف کے ساتھ سرانجام دیں گے۔ جہجاہ کے بعد چند اور بادشاہ ہوں گے جن کے عہد میں رسوم کفر وجہل شائع ہوجائیں گی اور علم کم ہوجائے گا۔ اسی اثناء میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مغرب میں زمین میں دھنس جائے گا۔ جن میں منکرین تقدیر ہلاک ہوجائیں گے۔

دخان (دھواں):

اس کے بعد ایک بڑا دھواں آسمان سے نمودار ہوگا جو چالیس روز رہے گا۔ اس سے مسلمان زکام میں مبتلا ہوجائیں گے کافروں اور منافقوں پر بیہوشی طاری ہوجائے گی۔ بعض ایک دن بعض دو دن اور بعض تین دن کے بعد ہوش میں آئیں گے۔

آفتاب کا مغرب سے نکلنا:

اس کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہوجائے گی کہ بچے چلا اٹھیں گے مسافر تنگ دل اور مویشی چراگاہ کے لیے بے قرار ہوں گے یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار رات کی مقدار اس رات کے دراز ہونے کے بعد اضطراب کی حالت میں آفتاب مغرب سے چاند گرہن کی مانند تھوڑی سی روشنی کے ساتھ نکلے گا۔ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور اس دن آفتاب اتنا بلند ہو کر غروب ہوگا۔ جتنا کہ چاشت کے وقت ہوتا ہے پھر حسب معمول مشرق کی طرف سے نکلتا رہے گا۔

دابۃ الارض:

دوسرے روز لوگ اسی کا ذکر کررہے ہوں گے کہ کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس سے ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا۔ جسے دابۃ الارض کہتے ہیں وہ چہرے میں آدمی سے، گردن میں اونٹ سے، دم میں بیل سے، سرین میں ہرن سے، سینگوں میں بارہ سنگے سے، ہاتھوں میں بندر سے اور کانوں میں ہاتھی سے مشابہ ہوگا۔ پہلے یمن میں پھر نجد میں ظاہر ہو کر غائب ہوجائے گا۔ پھر دوبارہ مکہ مشرفہ میں ظاہر ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ کا عصا اور دوسرے میں حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہوگی۔ وہ ایسی تیزی سے شہروں کا دورہ کرے گا کہ کوئی بھاگنے والا اس سے نہ بچ سکے گا وہ اہل ایمان کی پیشانی پر عصائے موسیٰ سے ایک نورانی خط کھینچ دے گا جس سے تمام چہرہ نورانی ہوجائے گا اور کفار کی ناک یا گردن پر خاتم سلیمان سے مہر کردے گا۔ جس سے ان کا چہرہ سیاہ اور بے رونق ہوجائے گا۔

خانۂ کعبہ کا گرایا جانا:

اس کے بعد ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جس کے سبب سے ہر صاحب ایمان کی بغل میں درد پیدا ہوگا افضل فاضل سے، فاضل ناقص سے اور ناقص فاسق سے پہلے مرنے شروع ہوجائیں گے یہاں تک کہ کوئی اہل ایمان باقی نہ رہے گا۔

Marfat.com

بعدازاں کفارِ حبشہ کا غلبہ ہوگا اوران کی سلطنت قائم ہوگی۔ وہ خانہ کعبہ کوڈھادیں گے حج موقوف ہوجائے گا۔ قرآن مجید دلوں زبانوں اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا۔ خداترسی اورخوف آخرت دلوں سے اٹھ جائے گا۔ شرم وحیا نہ رہے گی۔ آدمی گدھوں اور کتوں کی مانند دوستوں کے سامنے جماع کریں گے حکام کاظلم اور رعایا کی ایک دوسرے پر دست درازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی۔ جس سے شہروقصبات ویران ہوجائیں گے۔ قحط ووباء کاظہور ہوگا۔

ایک بڑی رگ:

اس وقت ملک شام میں کچھ ارزانی ہوگی۔ دیگر ممالک کے لوگ اہل وعیال سمیت شام کوروانہ ہوں گے اسی اثناء میں ایک بڑی آگ جنوب کی طرف سے نمودار ہوگی۔ وہ ان کا تعاقب کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ شام پہنچ جائیں گے پھر وہ آگ غائب ہوجائے گی۔

نفخ صور:

اس کے بعد چار پانچ سال لوگ عیش وعشرت کے ساتھ غفلت میں زندگی بسر کریں گے۔ بت پرستی عام ہوگی۔ کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا یکا یک جمعہ کے روز جو یوم عاشوراء بھی ہوگا۔ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کوصور پھونکنے کا حکم دے گا۔ صور کی آواز کے صدمہ سے تمام جہان فنا ہوجائے گا۔ زمین وآسمان کے ٹکڑے ہوجائیں گے۔ چاند، سورج اور تمام ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ دریا خشک ہوجائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لمن الملك اليوم (آج سلطنت کس کی ہے؟) پھرخود ہی جواب دے گا لله الواحد القهار (اس ایک اللہ کی جوقہار ہے) ایک مدت کے بعد بار دیگر نئے آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی۔ پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے اس کی آواز سے سب مردوں کے جسم دوبارہ وہی بن جائیں گے اور زندہ ہوکر قبروں سے اُٹھیں گے اسی کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کے واقعات جوقرآن مجید واحادیث شریفہ میں مذکور ہیں۔ مثلاً مُردوں کا انہی اجساد کے ساتھ زندہ ہوکر اٹھنا۔ آفتاب کا زمین کے قریب آجانا۔ حساب اعمال ہونا۔ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کا نیک وبداعمال کی گواہی دینا۔ نیکوں کو نامۂ اعمال کا سامنے کی طرف سے دائیں ہاتھ میں ملنا اور بدیوں کو پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں ملنا۔ اعمال کا ترازو میں تلنا، پل صراط سے گزرنا مومنوں کا اپنے مرتبہ کے موافق کسی کا بجلی کی طرح کسی کا دوڑتے گھوڑے کی طرح، کسی کا اڑتے پرندے کی طرح، کسی کا معمولی چال سے پل صراط عبور کرجانا اور منافقین وکفار کا کٹ کٹ کر دوزخ میں گرنا۔ حوض کوثر کے لذیذ وسرد پانی کے پینے سے مومنوں کی سب کلفتوں کا دور ہوجانا اور جنت میں داخل ہونا وغیرہ۔ ان سب کے لیے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ یہاں بطور نمونہ ذیل میں دوتین پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حجاز کی آگ:

صحیحین میں بروایت سعید بن المسیب مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے مجھے خبردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک آگ حجاز کی زمین سے نکلے گی جو بصری میں اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی۔

Marfat.com

مذکورہ بالا پیشین گوئی کے مطابق وہ آگ سرزمین حجاز میں ظاہر ہوئی۔ اس کے ظہور سے پہلے کئی زلزلے آئے جو اس کا پیش خیمہ تھے۔ چنانچہ ماہ جمادی الاولیٰ 654ھ کی اخیر تاریخ کو مدینہ منورہ میں کئی دفعہ زلزلہ آیا مگر چونکہ خفیف تھا۔ اس لیے بعض لوگوں کو محسوس نہ ہوا سہ شنبہ کے روز سخت زلزلہ آیا جسے عام و خاص سب نے محسوس کیا شب چہار شنبہ 3 جمادی الاخریٰ کو رات کے اخیر تہائی حصہ میں مدینہ میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ لوگ ڈر گئے اور اس کی ہیبت سے دل کانپ گئے۔

زلزلے کا یہ سلسلہ جمعہ کے دن تک رہا اس کی آواز بجلی سے بڑھ کر تھی، زمین کانپتی تھی اور دیواریں ہل رہی تھیں یہاں تک کہ صرف دن کے وقت اٹھارہ دفعہ حرکت ہوئی۔ جمعہ کو چاشت کے وقت زلزلہ بند ہو گیا۔ دوپہر کے وقت مدینہ منورہ سے تقریباً ایک منزل جانب شرق یہ آگ نمودار ہوئی۔ اس کے ظاہر ہونے کی جگہ سے آسمان کی طرف بکثرت دھواں اٹھا۔ جس نے افق کو گھیر لیا۔ جب تاریکی چھا گئی اور رات آ گئی تو آگ کے شعلے تیز ہو گئے۔ یہ آگ ایک ایسے بڑے شہر کی مانند معلوم ہوتی تھی جس کے گرد ایک فصیل ہو اور اس فصیل پر کنگرے اور برج اور مینار ہوں غرض اس آگ کو دیکھ کر اہل مدینہ ڈر گئے (1) چنانچہ قاضی حسینی کا بیان ہے کہ "میں امیر مدینہ عز الدین منیف بن شمیہ کے پاس گیا اور اس کہا کہ عذاب نے ہم کو گھیر لیا ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کر۔ یہ سن کر اس نے اپنے تمام غلام آزاد کر دیئے اور لوگوں کے اموال ان کو واپس کر دیئے پھر وہ اپنے قلعہ سے نکل کر حرم شریف میں آیا۔ اس نے اور تمام اہل مدینہ حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں نے جمعہ اور ہفتہ کی رات حرم شریف میں گزاری اور باغات میں کوئی ایسا نہ رہا جو حرم شریف میں نہ آیا ہو۔ لوگ رات کو گریہ وزاری اور تضرع کرتے تھے اور حجرۂ شریف کے گرد ننگے سر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر دعا مانگ رہے تھے۔ اور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ طلب کر رہے تھے۔

قطب قسطلانی جو اس وقت مکہ میں مقیم تھے، ان کا بیان ہے کہ یہ آگ بڑھتی ہوئی حرہ اور وادی شظات کے متصل آ پہنچی۔ اور وادیٔ شظات میں سے جس کی ایک طرف وادی حمزہ رضی اللہ عنہ ہے گزر کر حرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ٹھہر گئی۔ اس آگ کے شعلے ایسے تیز تھے کہ شجر و حجر جو اس کے راستے میں آتا۔ اسے پارہ پارہ کر دیتی اور پگھلا دیتی۔ غرض اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت شریف کی برکت سے یہ آگ حرم شریف سے خارج ہی رہی اور وہاں سے پیچھے ہٹ کر اپنا رخ جانب شمال کر لیا اور 52 دن تک روشن رہی۔

یہ آگ مکہ اور تیماء سے دکھائی دیتی تھی اور شہر بصریٰ کے لوگوں کو اس کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آ گئیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے مؤرخین کا قول ہے کہ یہ آگ چار فرسنگ لمبی اور چار میل چوڑی اور ڈیڑھ قامت عمیق وادی میں چلتی تھی۔ اس کی حرارت سے پتھر رانگ کی مانند پگھل جاتا تھا۔ اس طرح وادی کے اخیر میں حرہ کے منتہا کے نزدیک پگھلے ہوئے پتھر جمع ہوتے گئے اور آخرکار وادی شظات کے وسط میں کوہ وغیرہ کی طرف ایک سد بن گئی۔ اس سد کے آثار ہنوز باقی ہیں اور اہل مدینہ اسے حبس کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اس آگ کا ظہور ایسا مشہور ہے کہ مؤرخین کے نزدیک وہ تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔ کذا فی الوفاء للسمھودی۔

امام نووی (متوفی 676ھ) جو اس زمانے میں موجود تھے۔ اس آگ کی نسبت شرح صحیح مسلم (مطبوعہ انصاری۔ جلد

(1) مفصل حالات کے لیے دیکھو وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ للسلامۃ السمودی المتوفی 991ھ۔

Marfat.com

ثانی۔ کتاب الفتن۔ص 393) میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

وقد خرجت فی ماننانا بالمدینته سنة اربع و خمسین و ستمائة و کانت ناشدا عظیمة جداخرجت من جنب المدینة الشرقی وراء الحرّة تواتر العلم بها عند جمیع اهل الشام وسائر البلدان واخبرنی من حضرها من اهل المدینة۔

اور تحقیق ہمارے زمانے میں 654ھ میں مدینہ میں ایک آگ نکلی اور نہایت بڑی آگ تھی۔ جو مدینہ کے مشرقی جانب سے حرہ کے پیچھے نکلی۔ شام اور باقی شہروں کے تمام باشندوں کو بطریق تواتر اس کا علم ہوا اور مجھے اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے خبر دی جس نے اس آگ کو دیکھا۔

علامہ تاج الدین سبکی (متوفی 771ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (جزء خامس ص 112) میں لکھتے ہیں کہ جب ماہ جمادی الاخریٰ ص 654ھ کی پانچویں تاریخ ہوئی تو مدینۃ النبی میں اس آگ کا ظہور ہوا اور اس سے پہلے کی دوراتوں میں ایک بڑی آواز ظاہر ہوئی پھر ایک بڑا زلزلہ آیا۔ پھر قریظہ کے قریب حرہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ اہل مدینہ اپنے گھروں سے اسے دیکھتے تھے۔ اس آگ کی روئیں پانی کی طرح جاری ہوئیں اور پہاڑ آگ بن کر رواں ہوئے۔ یہ آگ حانیوں کے راستہ عراق کی طرف روانہ ہوئی پھر ٹھہر گئی اور زمین کو کھانے لگی۔ رات کے اخیر حصہ سے چاشت کے وقت تک اس میں سے ایک بڑی آواز آتی تھی۔ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی اور گناہ ترک کر دیئے یہ آگ ایک مہینہ سے زیادہ روشن رہی یہ وہی آگ ہے، جس کی خبر جناب مصطفیٰ صلوٰت اللہ علیہ نے دی تھی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ "قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی۔ جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوجائیں گی"۔ ایک شخص سے جو رات کے وقت بصریٰ میں تھا روایت ہے کہ اس کو اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آگئیں۔

تاتاریوں کا فتنہ اور حادثۂ بغداد:

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لوگ ایک پست زمین میں جس کا نام بصرہ ہوگا ایک دریا کے نزدیک اتریں گے۔ جس کو دجلہ کہتے ہیں۔ اس دریا پر ایک پل ہوگا۔ بصرہ کے باشندے بکثرت ہوں گے اور وہ شہر مسلمانوں کے بڑے شہروں میں سے ہوگا۔ جب آخر زمانہ آئے گا۔ تو قنطوراکے بیٹے آئیں گے جن کے چہرے فراخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ اس دریا کے کنارے پر اتریں گے۔ اس وقت بصرہ کے باشندے تین گروہ ہوجائیں گے۔ ایک گروہ بیلوں کی دموں (1) اور بیابان میں پناہ لے گا اور ہلاک ہوجائے گا اور ایک گروہ اپنی جانوں کے لیے طالب امان ہوگا اور ہلاک ہوجائے گا اور ایک گروہ اپنی اولاد کو پس پشت ڈال دے گا اور ان سے لڑے گا۔ وہی حقیقی شہید ہوں گے۔ اس حدیث کو ابو (2) داؤد نے روایت کیا ہے۔ (3)

اس حدیث میں قنطوراء سے مراد تاتاری لوگ یعنی ترک ہیں کیونکہ قنطوراء حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

(1) یعنی اہل وعیال اور مال واسباب کو بیلوں پر لاد کر جنگل کو چلے جائیں گے۔

(2) ابوداؤد کی ولادت 202ھ میں اور وفات 275ھ میں ہوئی۔

(3) مشکوٰۃ کتاب الفتن۔ باب الملاحم فصل ثانی۔

Marfat.com

کی ایک لونڈی کا نام ہے جس کی نسل سے یہ لوگ ہیں۔ ان کے چہروں کے کشادہ اور آنکھوں کے چھوٹا ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ حدیث میں بصرہ کا لفظ ہے مگر اس مراد شہر بغداد ہے۔ کیونکہ دریائے دجلہ اور پل بغداد میں ہیں نہ کہ بصرہ میں و نیز ترک لڑائی کے لیے اس کیفیت سے جو حدیث میں مذکور ہے۔ بصرہ میں نہیں آئے۔ بلکہ بغداد میں آئے ہیں۔ جیسا کہ مشہور و معروف ہے حدیث میں بصرہ کا ذکر اس لیے ہے کہ بغداد کی نسبت بصرہ قدیم شہر ہے جس کے مضافات میں سے وہ گاؤں اور مواضع تھے جن میں شہر بغداد بنا۔ علاوہ ازیں بغداد کے نزدیک ایک گاؤں کا نام (1) بھی بصرہ ہے۔ یہ پیشین گوئی ماہ محرم 656ھ میں پوری ہوئی۔ جب کہ چنگیز خاں تاتاری کے پوتے ہلاکو نے شہر بغداد پر لشکر کشی کی۔ اس کی مختصر کیفیت (2) یہ ہے کہ اس وقت بغداد میں خاندان عباسیہ کا آخری خلیفہ معتصم باللہ مسند خلافت پر متمکن تھا۔ اس کا وزیر مؤید الدین محمد بن علی العلقمی فاضل و ادیب مگر رافضی تھا اور اس کے دل میں اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے کینہ و بغض تھا۔ وزیر مذکور شہزادہ ابوبکر اور امیر کبیر رکن الدین "دیدار" کا بھی دشمن تھا۔ کیونکہ یہ دونوں اہل سنت تھے۔

اور انہوں نے یہ سن کر کرخ (3) کے رافضیوں نے اہل سنت سے تعرض کیا ہے کرخ کو لوٹ لیا تھا اور رافض کو سخت سزائیں دی تھیں۔ ابن علقمی چونکہ بظاہر ان کے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے پوشیدہ طور پر بذریعہ کتابت تاتاریوں کو عراق پر حملہ کرنے کی ترتیب دی۔ ہلاکو کے دربار میں حکیم نصر الدین المو‌سی رافضی تھا۔ جس نے ابن علقمی کی ترغیب کو اور سہارا دیا اور آخر کار ہلاکو کو بغداد پر چڑھائی کے لیے آمادہ کر دیا۔ چنانچہ ہلاکو بڑی تیاری کے ساتھ بغداد پر چڑھ آیا۔ لشکر بغداد بسر کردگی رکن الدین و دیدار مقابلہ کے لیے بڑھا اور بغداد سے دو منزل کے فاصلہ پر ہلاکو کے مقدمہ لشکر سے جس کا سردار تایجور تھا مڈبھیڑ ہوئی۔ بغدادیوں کو شکست ہوئی، کچھ تہ تیغ ہوئے، کچھ پانی میں ڈوب گئے اور باقی بھاگ گئے تایجور بڑھا اور دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر اترا۔ ہلاکو نے مشرق سے حملہ کیا اور بغداد کو گھیر لیا۔ اس وقت ابن علقمی نے خلیفہ کو صلح کا مشورہ دیا اور کہا کہ میں صلح کی شرائط ٹھہرانے جاتا ہوں۔

چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر خلیفہ معتصم سے کہنے لگا اے امیر المؤمنین! ہلاکو کی دلی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے امیر ابوبکر سے کر دے اور آپ کو منصب خلافت پر قائم رکھے۔ مگر وہ صرف آپ سے اتنا چاہتا ہے کہ آپ اس کی اطاعت تسلیم کر لیں۔ پھر وہ اپنا لشکر لے کر واپس چلا جائے گا۔ لہٰذا آپ اس پر عمل کریں کیونکہ اس طرح مسلمان خونریزی سے بچ جائیں گے۔ یہ سن کر خلیفہ مع ارکان و اعیان سلطنت طالب امن و امان ہو کر نکلا۔ وہاں پہنچا تو وہ ایک خیمہ میں اُتارا گیا۔ پھر وزیر مذکور شہر میں آیا۔ اور علماء و فقہا سے کہا کہ آپ شہزادہ کے عقد میں شامل ہوں۔ چنانچہ وہ بغداد سے نکلے اور قتل کیے گئے۔ اسی طرح عقد کے بہانہ سے ایک کے بعد دوسرا گروہ بلایا گیا اور قتل کیا گیا۔ پھر خلیفہ کے حاشیہ میں طلب ہوئے اور قتل کیے گئے۔ پھر خلیفہ کی سب اولاد قتل ہوئی۔

خلیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ کافر ہلاکو نے اسے رات کے وقت بلایا اور کئی باتیں دریافت کیں پھر اس کے قتل کا حکم دیا

---

(1) اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ باب الملاحم)

(2) مفصل حالات کے لیے دیکھو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للتاج السبکی المتوفی 771ھ جزء خامس ص 11 تا 116)

(3) کرخ بفتح اول مثانی و خائے معجمہ دیہے است قریب۔

Marfat.com

ہلاکوظالم سے کہا گیا کہ اگر خلیفہ کا خون گرایا جائے گا تو دنیا تاریک ہو جائے گی اور تیرا ملک تباہ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کی اولاد میں سے ہے اور دُنیا میں خلیفۃ اللہ ہے۔ اس پر وہ سنگدل حکیم نصیر الدین طوسی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ وہ مارڈالا جائے مگر اس کا خون نہ گرایا جائے۔ چنانچہ بتاریخ 28 محرم 656ھ اس بیچارے کو ایک بوری میں بند کر کے ہتھوڑوں سے مارڈالا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے لاتوں سے مارڈالا گیا اور اس کے امیروں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا گیا۔ پھر شہر بغداد میں خونریزی شروع ہوئی۔ اکثر باشندے شہید ہوئے۔ تیس دن سے کچھ اوپر قتل جاری رہا۔ کہا گیا ہے کہ مقتولین میں کل تعداد اٹھارہ لاکھ تھی۔

اس کے بعد امان دی گئی جو لوگ چھپے ہوئے تھے ان میں سے اکثر تو زمین کے نیچے ہی طرح طرح کی مصیبتوں سے مر گئے۔ جو زندہ نکل آئے انہوں نے بڑی دقتیں اٹھائیں۔ پھر گھروں کو کھود کر بے شمار دفینے نکالے گئے۔ پھر نصاریٰ بلائے گئے اعلانیہ شراب خوری کریں اور سور کا گوشت کھائیں اور مسلمان بھی ان کے ساتھ شریک ہوں۔ ستمگار ہلاکو سوار ہو کر قصر خلافت تک آیا اور حرم کی بے آبروئی کی۔ وہ محل ایک عیسائی کو دیا گیا۔ مسجدوں میں شراب بہادی گئی اور مسلمانوں کو اعلانیہ اذان دینے سے منع کیا گیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ سب کچھ صرف بغداد میں ہوا۔ بغداد کے علاوہ اور جگہ بھی تاتاریوں نے بہت کچھ کیا۔ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ تاتاریوں کے فتنہ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی فتنہ وقوع میں نہیں آیا ہے۔ خلیفہ مستعصم باللہ کے ساتھ خاندان عباسیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ عرب کی سلطنت روئے زمین سے اُٹھ گئی جو قرب قیامت کے آثار میں سے ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ (متوفی 691ھ) نے جو حادثہ بغداد کے وقت زندہ تھے۔ مستعصم باللہ کا ایک نہایت دردناک مرثیہ لکھا ہے جس میں سے چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد برزمیں
برزوال ملک مستعصم امیر المومنین

1۔ آسمان پر واجب ہے کہ امیر المومنین مستعصم کی سلطنت کی تباہی پر زمین پر خون برسائے۔

اے محمد گر قیامت را بر آری سرز خاک
سر برآرایں قیامت درمیان خلق میں

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ قیامت کو تربت شریف سے نکلیں گے تو ابھی نکل کر خلقت میں یہ قیامت دیکھ لیجیے۔

نار نینان حرم را خون خلق نازنیں
زاستان بگذشت مارا خون دل از آستین

محل کے ناز پروردوں کا خون ڈیوڑھی سے بہ گیا اور ہمارے دل کا خون آستین سے ٹپک نکلا۔

زینہار ازدور گیتی و انقلاب روزگار
درخیال کس نہ گشتی کا نچناں گرد دچنیں

Marfat.com

زمانے کی گردش اور دُنیا کے انقلاب سے پناہ مانگنی چاہیے۔ یہ بات کسی کے خیال میں نہ آئی تھی کہ یوں سے یوں ہو جائے گا۔

دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکت بیت الحرام
قیصرانِ روم سر برخاک و خاقاں برزمیں

اے مخاطب تو نے بیت الحرام کی سنی شان و شوکت دیکھی ہے۔ جہاں روم کے قیصر خاک پر سر رگڑتے تھے اور چین کے خاقان زمین پر بیٹھتے تھے۔

خون فرزندانِ عم مصطفےٰ شد ریختہ
ہم برآں خاکے کہ سلطانان نہادندے جبیں۔

ذرا آنکھ اُٹھا کر دیکھ کر حضرت مصطفےٰ کے نبی عم کا خون اس خاک پر بہایا گیا ہے جہاں بڑے بڑے بادشاہ ماتھا رگڑتے تھے۔

-7

دجلہ خوں ناب است زیں پس گر ہند سر در نشیب
خاک نخلستان بطحارا کندہا خوں عجیں

دریائے دجلہ کا پانی خون ہو گیا ہے۔ اگر پستی کی طرف بہے گا تو نخلستان بطحا کی خاک کو خون سے رنگیں کر دے گا۔

کعبہ شریف کی حجابت:

ہم پہلے فتح مکہ میں اس کے متعلق حضرت عثمان بن طلحہ کی روایت نقل کر آئے ہیں جس میں تین پیشین گوئیاں ہیں۔ ایک یہ کہ ہجرت سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ سے فرما دیا تھا کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ سو اسی کے مطابق فتح مکہ کے روز وقوع میں آیا۔ دوسری یہ کہ آپ نے قریش کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ اس دن بجائے ہلاک و ذلیل ہونے کے زندگی و عزت پائیں گے۔ اسی کے مطابق فتح مکہ کے دن واقع ہوا۔ قریش نے اسلام میں داخل ہو کر دارین میں حیات طیبہ حاصل کی اور عزت پائی۔ واقع میں وہ اس سے پہلے ذلت کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ ان بتوں کے آگے سر جھکائے تھے۔ جنہیں خود انہیں کے ہاتھوں نے تراشا تھا۔ فتح کے دن وہ اس ذلت سے نکل گئے اور ان کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا شرف حاصل ہوا۔ تیسری یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن طلحہ کو کنجی دیتے وقت فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ ظالم کے سوا کوئی اسے تم سے نہ چھینے گا۔ چنانچہ آج تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں کہ خانہ کعبہ کی کنجی حضرت عثمان بن طلحہ کے خاندان اب ابن سعود نجدی نے جو سلوک اس خاندان سے کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدی مذکور حسب ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس فتنہ نجدیہ کا جلدی خاتمہ کر دے۔ آمین ثم آمین۔

محاسن ظاہری و باطنی:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ و اخلاق جلیلہ منجملہ دلائل و ثبوت ہیں۔ چنانچہ آپ کی طلاقت آپ کا

Marfat.com

حسن منظر اور آپ کا اعتدال صورت ایسا تھا کہ اپنوں کا تو کیا ذکر بیگانے بھی جب روئے مبارک دیکھتے تو بے ساختہ پکار اُٹھے۔ھٰذا الوجه لیس بوجه کذاب (یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے) ان شمائل کے ساتھ آپ کے حسن اخلاق و آداب پر غور کریں۔ آپ امّی تھے، آپ کی ولادت ایسے شہر میں ہوئی جہاں کوئی ذریعۂ تعلیم نہ تھا۔ نہ آپ نے کبھی وطن کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جا کر علم حاصل کیا بلکہ اُمیوں ہی میں یتیمی کی حالت میں نشو ونما پائی۔ علوم و معارف سے قطع نظر یہ مکارم اخلاق اور محاسن آداب آپ نے بجز وحی الٰہی کہاں سے سیکھے۔

الغرض جو شخص بنظر انصاف آپ کی صورت، آپ کی سیرت، آپ کے افعال اور آپ کے احوال کا مطالعہ کرتا ہے۔ اُسے آپ کی نبوت کی صحت میں ذرا بھی شک نہیں رہتا۔ کیونکہ جو اوصاف آپ میں مجتمع تھے۔ وہ آپ سے پہلے یا آپ کے زمانہ میں کبھی کسی میں جمع نہیں ہوئے اور نہ قیامت تک ہوں گے۔

نصاریٰ کا اعتراض:

معجزوں کا اکثر ذکر قرآن میں پایا جاتا ہے مگر کوئی آیت ایسی نظر نہیں آئی۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت محمد صاحب نے معجزے دکھائے ہیں۔ بلکہ بہت سی آیتیں ایسی ہیں جن میں معجزے نہ دکھانے کا سبب درج ہے اور بعض ایسی بھی ہیں جن میں وہ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ میں معجزے دکھانے کو نہیں بھیجا گیا۔ سورۃ عنکبوت میں یوں مرقوم ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (عنکبوت: ع 5)

کہتے ہیں کہ اگر اس کے خدا کی طرف سے کوئی نشانی پر نازل نہ ہوگی تو ہم ایمان نہ لائیں گے پس (اے محمد) آپ کہہ دیجیے کہ نشانیاں خدا کے پاس ہیں میں تو ایک نصیحت کرنے والا ہوں۔

پھر سورۃ بنی اسرائیل میں لکھا ہے:۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ط

کوئی چیز ہمیں مانع نہیں ہوئی کہ تجھے معجزوں کے ساتھ بھیجیں مگر یہ کہ اگلے پیغمبروں کو جو ہم نے معجزے دے کر بھیجا تھا تو انہیں لوگوں نے جھٹلایا۔

اس مضمون کو طویل کرنا ضروری نہیں۔ اس لیے کہ قرآن کا ہر بے تعصب پڑھنے والا اس قول کی تصدیق کرے گا کہ اکثر محمدی (مسلمان) مصنف معجزوں کا ذکر کر کے محمد صاحب سے منسوب کرتے ہیں۔ مگر یہ بات خود محمد صاحب کی باتوں کے خلاف ہے کہ بالکل قابل اعتبار نہیں (خطوط بنام جوانان ہند۔ پنجاب ریسرچ بک سوسائٹی لودھیانہ۔ امریکن مشن پریس 1890ء صفحہ 243 - 244)

جواب:

عیسائی لوگ مسلمانوں پر اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں مگر انہیں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نسبت جو کچھ اناجیل اربعہ میں آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

1- متی باب 11- آیہ 38 - 39 میں ہے کہ بعض فقیہوں اور فریسیوں نے مسیح سے ایک نشان طلب کیا۔ جس کے

Marfat.com

جواب میں آپ نے فرمایا:

''اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائے گا۔ کیونکہ جیسا یونس تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہے ویسا ہی ابن آدم تین دن زمین کے اندر رہے گا''۔

اسی طرح متی باب 16 آیۃ 1 - 4 میں ہے کہ فریسیوں اور صدوقیوں نے آزمائش کے لیے حضرت مسیح سے آسمانی نشان طلب کیا مگر یہاں بھی آپ نے وہی جواب دیا کہ یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان نہیں نہ دکھایا جائے گا۔ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ جواب بھی قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ سوال تو آسمانی نشان کا تھا اور جواب میں زمینی نشان کا وعدہ ہوا۔ سوال از آسمان جواب اور بیان۔ باوجود اس کے اسی انجیل میں مسیح علیہ السلام سے بہت سے معجزے منسوب کیے گئے ہیں۔ چنانچہ پانچ روٹیوں سے چار ہزار آدمیوں کا پیٹ بھرا (باب 14 - آیہ 15 - 21) اور دریا پر اپنے پاؤں سے چلے (باب 14 - آیہ 15) پھر سات روٹیوں سے چار ہزار کو کھلایا (باب 15 - آیہ 38) پھر دو اندھوں کو بینا کیا (باب 25 - آیہ 35 - 34) پھر انجیر کے درخت کو سکھا دیا (باب 21 - آیہ 19) وغیرہ اسی طرح جب سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے ان کے اختیار کی بابت پوچھا (باب 21 - آیہ 23 - 24) تب بھی آپ نے کچھ صاف جواب نہ دیا۔

2- مرقس باب 8 - آیہ 11 - 13 میں ہے کہ فریسیوں نے مسیح کے امتحان کے لیے آسمان سے کوئی نشان چاہا۔ اُس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کر کہا:۔

''اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا''۔

یہاں یونس نبی کے نشان کا کوئی ذکر نہیں۔ بایں ہمہ اس انجیل میں بھی اندھے کو چنگا کرنا، چار ہزار کو سات روٹیوں سے سیر کرنا، کوڑھی کو چنگا کرنا وغیرہ معجزات حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔

3 - لوقا باب 11 - آیہ 14 - 16 میں ہے کہ مسیح نے ایک دیو کو نکالا۔ مگر دیکھنے والوں نے اس معجزے کو تسلیم نہ کیا بلکہ آزمائش کے لیے ایک آسمانی نشان مانگا۔ آپ نے یونس نبی کے نشان کا وعدہ فرمایا۔ اس انجیل میں اور بھی بہت سے معجزات آپ سے منسوب کیے گئے ہیں۔

مسیح نے ہیرودیس کو کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ حالانکہ ہیروبزدیس آپ کے معجزات دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ آپ سے اس نے بہتیری باتیں پوچھیں پر آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔

4- یوحنا باب 4 - آیۃ 35 میں ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح سے کہا ''پس تو کون سا نشان دکھاتا ہے تاکہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لاویں''۔ یہاں بھی حضرت عیسیٰ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ بلکہ یونس نبی کے نشان کا بھی وعدہ نہ فرمایا بایں ہمہ اس انجیل میں بھی بہت سے معجزے حضرت مسیح سے منسوب ہیں۔

اب ہم اس اعتراض کے تحقیقی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر معجزات دکھائے کہ کسی نبی نے اپنی اُمت کو نہیں دکھائے اور وہ ایسے متواتر و مشہور طریقوں سے ثابت ہیں کہ دنیا

Marfat.com

کے کسی اور مذہب میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ (جیسا کہ اس کتاب کے ناظرین پر روشن ہے) مگر کفار قریش کے مکابرہ کا یہ عالم تھا کہ وہ معجزات گویا ان کے نزدیک معجزے ہی نہ تھے۔ اس لیے سرکشی و عناد کے سبب انہوں نے اور نشانیاں طلب کیں جو عطا نہ کی گئیں۔ جن دو آیتوں سے معترض نے استدلال کیا ہے۔ اُن میں ایسی نشانیوں کے نہ ملنے کی وجہ مذکور ہے جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا o (بنی اسرائیل: ع 6)

ہم کو نہیں روکا نشانیاں بھیجنے سے کسی شے نے مگر یہ کہ جھٹلایا ان کو اگلوں نے اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی سوجھانے کو پھر اس کا حق نہ مانا اور ہم نہیں بھیجتے نشانیاں مگر ڈرانے کو۔

اس آیت کا خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ قریش جو باوجود معجزات کثیرہ دیکھنے کے اور نشانیاں (مثلاً کوہ صفا کا سونا ہو جانا۔ مکہ کے پہاڑوں کا دور کیا جانا تاکہ زمین قابل زراعت ہو جائے اور نہروں کا جاری ہونا تاکہ باغات لگ جائیں) طلب کرتے ہیں۔ ان نشانیوں کے دینے سے ہمیں اس امر نے روکا ہے کہ اس قسم کی نشانیاں ہم نے پہلی اُمتوں کو طلب کرنے پر عطا کیں مگر وہ ایمان نہ لائے اور ہلاک ہوئے۔ چنانچہ قوم ثمود نے جن کی ہلاکت کے آثار بوجہ قرب دیار یہ قریش آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام سے نشانی طلب کی اور ہم نے ان کی دعا سے پتھر سے اُونٹنی نکالی۔ مگر اس قوم نے اس سے انکار ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ اس لیے وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ ہماری عادت یوں ہی جاری ہے کہ ہم کسی قوم کے سوال پر ایسی آیات کو صرف عذاب استیصال سے ڈرانے کے لیے بطور پیش خیمہ بھیجا کرتے ہیں۔ اگر وہ قوم ان آیات پر ایمان نہ لائے تو ہم ضرور ان پر عذاب استیصال نازل کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کفار قریش کے سوال پر وہ نشانیاں ہمارے حبیب کی دُعا سے عطا کی جائیں تو یہ بھی انہیں (1) کی طرح تکذیب کریں گے اور عذاب استیصال کے مستوجب ہوں گے۔ مگر ہم نے بمقتضائے حکمت اس اُمت کو عذاب استیصال سے محفوظ رکھا ہے۔ لہٰذا ہم نے وہ نشانیاں ان کو عطا نہیں کیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ o اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ o (عنکبوت۔ ع 5)

اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر کچھ نشانیاں اس کے رب سے تو کہہ نشانیاں تو ہیں اختیار میں اللہ کی اور میں تو سنا دینے والا ہوں کھول کر۔ کیا ان کو اس نہیں کہ ہم نے تجھ پر اُتاری کتاب کہ ان پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں بڑی رحمت ہے اور سمجھانا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں۔

اِن آیتوں کا خلاصہ یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار قریش باوجود ملاحظۂ آیات سرکشی و عناد کے سبب سے ہمارے حبیب پاک کی نسبت کہتے ہیں کہ ان پر ایسی نشانیاں کیوں نہیں اتریں جیسا کہ ناقۂ صالح اور عصائے موسیٰ اور مائدہ عیسیٰ ہیں۔ اے ہمارے حبیب ان کفار سے کہہ دیجیے کہ ایسی نشانیاں اللہ کی قدرت و حکم میں ہیں۔ وہ ان کو حسب مقتضائے

Marfat.com

حکمت نازل کرتا ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ ان آیات کے ساتھ جو مجھے ملی ہیں کفار کو ڈراؤں۔ نہ یہ کہ وہ نشانیاں لاؤں جو وہ عناد و لعنت سے طلب کرتے ہیں یوں فرماتا ہے۔ کیا ان کو ایک نشانی کافی نہیں جو تمام نشانیوں سے مستغنی کر دینے والی ہے یعنی قرآن کریم جو ہم نے تجھ پر اُتارا ہے۔ وہ ایک زندہ معجزہ ہے، ہر مکان و زمان میں ان پر پڑھا جاتا ہے اور ہمیشہ کے لیے ان کے ساتھ رہے گا۔ اس میں بڑی رحمت اور تذکرہ ہے ایمان والوں کے لیے نہ ان کے لیے جو عناد رکھتے ہیں۔(1)

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آیات بالا سے معجزات کی نفی نہیں پائی جاتی بلکہ ان میں باوجود کثرت معجزات ان خاص نشانیوں کے نہ ملنے کی وجہ بیان ہوئی ہے جو کفار نے محض عناد سے طلب کیں۔ لہٰذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ قرآن میں کوئی آیت نظر نہیں آتی جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت نے معجزے دکھائے، صرف عناد پر مبنی ہے۔ وہ اپنے منہ سے بڑا بول بولتے ہیں۔ (یہود۔16)

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ○ (کہف۔ع1)۔

کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے ان کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں۔

☆☆☆

---

(1) مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ج اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ○ (انبیاء۔ع1)
نہیں مانا ان سے پہلے کسی بستی نے جس کو ہلاک کیا ہم نے ان یہ کیا مانیں گے۔
حکمت یہ کہ ان میں سے بعض ایمان لائیں گے اور بعض کی نسل سے مومن پیدا ہوں گے۔ فافہم۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولادِ کرام کا بیان

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی فضیلت قرآن کریم سے ثابت ہے۔
چنانچہ سورۃ احزاب میں باری تعالیٰ عزاسمہ ارشاد فرماتا ہے۔

(1) يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگانی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آ ؤ میں تمہیں کچھ فائدہ دوں اور خوش اسلوبی سے تمہیں رخصت کر دوں۔

(2) وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور سرائے آخرت کو چاہتی ہو تو تم میں سے نیکوکاروں کے لیے خدا نے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

(3) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو صریح بے حیائی کا کام کرے گی۔ اس کو دہری سزا دی جائے گی اور یہ خدا پر آسان ہے۔

(4) وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ لا وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ○

اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے فرمانبرداری اور نیک عمل کرے گی ہم اس کو دوہرا ثواب دیں گے اور اس کے لیے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

(5) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری رکھو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو۔ جس سے وہ شخص کے دل میں بیماری ہے۔ لالچ کرے اور تم نیک بات کہا کرو۔

(6) وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○

اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور قدیم جاہلیت کے بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اے اہل بیت نبی! خدا تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کر دے اور تم کو خوب پاک کر دے۔

(7) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ○

Marfat.com

اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور دانائی کی باتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اُن کو یاد کرو۔

بے شک اللہ لطف کرنے والا خبردار ہے۔

آیات مذکورہ بالا سے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں:۔

(آیہ 1و2) ہجرت کے نویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلاء کیا۔ جب 29 دن گزرنے پر مہینہ پورا ہوا تو حضرت جبریلؑ یہ آیت تخسیر لائے اس وقت ازواج مطہرات نو تھیں۔ یعنی حضرات عائشہؓ و حفصہ وام حبیبہ بنت ابی سفیان وسودہ بنت زمعہ وام سلمہ بنت ابی امیہ وصفیہ بنت حیی بن اخطب ومیمونہ بنت حارث ہلالیہ و زینب بنت جحش اسدیہ وجویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہن۔ ان سب نے زینت دنیا پر اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ نہ دنیا چاہتی تھیں اور نہ ان کے دلوں میں دنیا کی زینت کی کچھ ہوس تھی کیونکہ اگر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مفارقت کر کے کچھ دے دلا کر انہیں رخصت فرما دیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا پس معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رضائے خدا اور رسول کی طلبگار تھیں اور حسنِ آخرت کی متمنی تھیں اس عمل نیک پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں نور مقصود کر دیا اور فرما دیا:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَامَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ

اوروں کو بیویاں بنالے اگرچہ ان کا حسن تجھ کو اچھا لگے۔ مگر وہ جن کا مالک ہو گیا تیرا دایاں ہاتھ۔

یعنی چونکہ انہوں نے آپ کو اختیار کیا ہے اس لیے آپ بھی ان پر دوسری عورتوں کو اختیار نہ کریں۔

(آیت 3و4) اسی نیک عمل پر جزائے مذکورہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو یہ شرف بخشا کہ خود اُن سے خطاب کیا اور ان کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت دیکر فرمایا اے نبی کی بیویو! تم میں سے اگر کوئی ناشائستہ حرکت کرے گی تو دیگر عورتوں کی نسبت اسے دگنا عذاب ہوگا اور اگر نیک عمل کرے گی تو اسے دوسری عورتوں سے نیک عمل کرے گی تو اسے دوسری عورتوں سے دگنا ثواب ملے گا۔ صوفتح القرآن میں ہے یہ بڑے درجے کا لازمہ ہے۔ نیکی کا ثواب دونا اور برائی کا عذاب دونا پیغمبر کو بھی فرمایا۔

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ (بنی اسرائیل 82)

اس وقت البتہ ہم تجھ چکھاتے دگنا عذاب زندگی کا اور دگنا عذاب موت کا۔ (انتہی)

اس سے ازواج مطہرات کا مقربات درگاہ الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حرکی حد رقیق کی حد سے دگنی ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کو ان امور پر عتاب ہوتا ہے جن پر دوسرے لوگوں کو نہیں ہوتا یہاں سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ازواج مطہرات باقی تمام عورتوں سے بہتر تھیں کیونکہ ان کا عذاب وثواب باقی تمام عورتوں کے عذاب وثواب سے دگنا ہے۔

یہاں ازواج مطہرات کے لیے یہ بھی بشارت ہے کہ ان سے کوئی کھلی ناشائستہ حرکت سرزد نہ ہوگی۔ کیونکہ آیہ (30) سورۃ احزاب از قبیل

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

Marfat.com

باایں ہمہ جولوگ ازواج مطہرات کے حق میں دریدہ دہنی کرتے ہیں وہ اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کی ازواج کو ناشائستہ حرکات سے محفوظ رکھا ہے اور اجر مضاعف کے علاوہ ان کے لیے آخرت میں رزق کریم تیار کر رکھا ہے۔اس سے ان کا بہشتی ہونا ظاہر ہے۔

(آیت 5) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے لیے تضعیف ثواب وعذاب کی وجہ بیان فرمادی کہ تم اورعورتوں جیسی نہیں ہو۔تم تحریم نکاح اور تعظیم کے لحاظ مومنوں کی مائیں ہو (وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ) اور زوجاتِ سید المرسلین ہو۔پھر فرمایا کہ اگر تم حکمِ الٰہی اور رضائے رسول کی مخالفت سے ڈرتی ہو تو پس پردہ سے مردوں کے ساتھ نرمی سے کلام نہ کرو کیونکہ ایسا کرنا اگرچہ فاجر سے مومن میں کسی شہوت وطمع کا باعث نہیں ہوسکتا،مگر منافق میں ہوسکتا ہے۔اور تم ایسی نیک بات کیا کرو جو تہمت واطماع سے پاک ہو۔یعنی سنجیدگی وخشونت سے کلام کیا کرو اور ناز وکرشمہ سے بات نہ کیا کرو (آیت 6) اور تم اپنے گھروں میں رہا کرو کیونکہ تمہارا تبرز یعنی باہر نکلنا کرشمہ آمیز کلام سے بھی زیادہ طمع دلانے والا ہے۔اور تم جاہلیت اولیٰ کی طرح چلنے میں تبختر نہ کرو کیونکہ تبختر تو تبرز سے بھی اشد ہے اور تم نماز وزکوٰۃ ادا کیا کرو اور تمام اوامر ونواہی میں خدا اور رسول کی اطاعت کیا کرو کیونکہ اے اہل بیت نبی! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی دور کردے اور پاک وصاف بنائے جیسا کہ پاک صاف بنانے کا حق ہے۔

(آیت 7) اور تمہارے گھروں میں جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں تم ان کو یاد کرلیا کرو تاکہ خود عمل کرو اور دوسروں کو بھی بتاؤ۔

آیت (6) میں جسے آیہ تطہیر کہتے ہیں اس بات کا ثبوت ہے کہ ازواج مطہرات کے ساتھ مطہرات استعمال کیا جاتا ہے۔آیت (1) سے آیت (7) تک انہی سے خطاب اور انہی کا ذکر ہے اور انہی کے لیے اوامر ونواہی بیان ہوئے ہیں۔مگر شیعہ کہتے ہیں کہ آیات سابقہ ولاحقہ کے احکام تو ازواج کے لیے ہیں درمیان میں صرف آیت (4) میں ان سے خطاب نہیں بلکہ فقط حضرات علی وفاطمہ وحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخاطب ہیں۔ان کا یہ قول محض ہٹ دھرمی ہے۔ان چاروں کا آیات میں ذکر تک نہیں۔باعتبار موارد آیات سابقہ ولاحقہ کسی اجنبی کے ساتھ فصل موجب فساد بلاغت ہے۔زوجہ کا مرد کے اہل بیت میں ہونا نص قرآن سے ثابت ہے دیکھو آیات ذیل:

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اَرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (ہود۔74)

فرشتے (ابراہیم سے) بولے ڈرومت۔ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی بیوی (سارہ) کھڑی تھی۔وہ ہنس پڑی،ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔وہ کہنے لگی۔ہائے میری خرابی! کیا میرے اولاد ہوگی۔حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے۔بے شک یہ عجیب بات ہے۔فرشتے بولے کیا تو خدا کے امر سے تعجب کرتی ہے۔اے اہل بیت نبی! تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔وہ بے شک تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے۔

Marfat.com

ازواج مطہرات کی تعداد:

ان آیتوں میں فرشتوں نے حضرت سارہ کو بیٹا اور پوتا پیدا ہونے کی بشارت دی ہے۔ حضرت سارہ اس پر تعجب کرتی ہیں فرشتے حضرت سارہ کو لفظ اہل بیت سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جائے تعجب نہیں تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ مزید بحث کے لیے تحفہ شیعہ مؤلفہ خاکسار دیکھو۔

ازواج مطہرات کی تعداد اختلاف ہے۔ گیارہ پر سب کا اتفاق ہے جن میں سے چھ خدیجہ، عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، ام سلمہ، سودہ) قبیلہ قریش سے اور چار زینب بنت جحش، میمونہ، زینب بنت خزیمہ، جویریہ) عربیات غیر قریش خلفائے قریش سے ہیں اور ایک (حضرت صفیہ) غیر عربیہ بنی اسرائیل سے ہے۔ ذیل میں بہ ترتیب تزوج ان کا حال بطریق اختصار لکھا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا:

ان کا سلسلہ نسب قصی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے جاملتا ہے۔ حضور کی بعثت سے پہلے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

ان کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زرارہ تیمی سے ہوئی۔ جن سے دو لڑکے ہند و ہالہ نام پیدا ہوئے۔ یہ دونوں صحابی ہیں)۔

حضرت ہند کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف منقول ہے۔

ابو ہالہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوئی جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نام بھی ہند تھا۔ یہ اسلام لائیں اور اپنے چچیرے بھائی فیض بن امیہ بن عائذ مخزومی سے شادی کی۔ ان سے ایک لڑکا محمد بن فیض پیدا ہوا۔ جس کی اولاد کو حضرت خدیجہ کے تعلق کے سبب سے بنو طاہرہ کہتے ہیں۔ عتیق کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے اسی نیک نہاد بیوی کے بطن مبارک سے تھی۔ تفصیل آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت خدیجہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں نکاح کے بعد پچیس برس تک زندہ رہیں۔ ان کی زندگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسری شادی نہیں کی۔ انہوں نے اپنے مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد دی۔

ایک روز حرا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا لا رہی تھیں حضرت جبریئل نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خدیجہ جب آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچا دیں اور بہشت میں ایک موتیوں کے محل کی بشارت دیں۔ ازواج مطہرات میں حضرت خدیجہ و عائشہ باقی سب سے افضل تھیں حضرت خدیجہ الکبریٰ نے ہجرت سے تین سال پہلے 65 سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور کوہ حجوں میں دفن ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبر میں اتارا۔ ان پر نماز نہ پڑھی گئی۔ کیونکہ اس وقت تک نماز جنازہ فرض نہ ہوئی تھی۔

حضرت سودہ بنت زمعہ:

ان کا سلسلہ نسب کعب بن لوی بن غالب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے قدیم الاسلام تھیں پہلے اپنے

Marfat.com

والد کے چچیرے بھائی سکران بن عمرو بن عبد شمس کے نکاح میں تھیں۔ حضرت سکران بھی قدیم الاسلام تھے۔ دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ جب مکہ میں واپس آئے تو حضرت سکران نے وفات پائی اور ایک لڑکا یادگار چھوڑا۔ جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جنگ جلولا (آخر 16ھ) میں شہادت پائی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت پریشانی ہوئی۔ کیونکہ گھر بار بال بچوں کا انتظام انہی سے متعلق تھا۔ یہ دیکھ کر خولہ بنت حکیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نکاح کر لیجیے۔ فرمایا کس سے؟ خولہ نے حضرت عائشہ و سودہ کا نام لیا۔ آپ نے دونوں سے خواستگاری کی اجازت دے دی۔ خولہ حضرت سودہ کے پاس گئیں اور کہا کہ خدا نے تم پر کیسی خیر و برکت نازل فرمائی ہے! سودہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ خولہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کے پاس بغرض خواستگاری بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے۔ مگر میرے باپ سے بھی دریافت کرلو۔ چنانچہ وہ ان کے والد کے پاس گئیں اور جاہلیت کے طریق پر سلام کیا۔ یعنی اَنْعِمْ صَبَاحًا کہا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ خولہ نے اپنا نام بتایا پھر نکاح کا پیغام سنایا۔ انہوں نے کہا کہ محمد شریف لقو ہیں۔ مگر سودہ سے بھی دریافت کرلو۔ خولہ نے کہا کہ وہ راضی ہیں یہ سن کر زمعہ نے کہا کہ نکاح کے لیے آجائیں۔ اس طرح باپ نے نبوت کے دسویں سال سودہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ سودہ کا بھائی عبداللہ بن زمعہ آیا۔ یہ معلوم کر کے کہ بہن کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو چکا ہے اس نے اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ عبداللہ مذکور جب اسلام لائے تو ان کو اپنے اس فعل پر افسوس ہوا کرتا تھا۔

حضرت سودہ طبیعت کی فیاض تھیں۔ ایک روز حضرت عمر فاروق نے ایک درہموں کی تھیلی آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لانے والوں نے جواب دیا کہ درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ درہم کھجوروں کی طرح تھیلی میں بھیجے جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر اسی وقت تمام درہم تقسیم کر دیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں آپ امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ چنانچہ امام احمد نے بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ یہ حج اسلام ہے جو گردن سے ساقط ہوگیا۔ اس کے بعد تم بوایا کو غنیمت سمجھنا (یعنی گھر سے نہ نکلنا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تمام ازواج مطہرات سوائے سودہ اور زینب بنت جحش کے حج کو جایا کرتی تھیں اور وہ دونوں فرماتی تھیں کہ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے کے بعد ہم چوپایہ پر سوار نہ ہوں گی۔

حضرت سودہ سے کتب متداولہ میں پانچ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ نے ان سے روایت کی ہے۔ انہوں نے خلافت فاروقی کے آخری زمانہ میں انتقال فرمایا۔ بعضے سال وفات 54ھ یا 55ھ بتاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق:

ان کا نسب مرہ بن کعب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ملتا ہے۔ بعثت کے چار برس بعد پیدا ہوئیں۔ اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے تعلق سے ام عبداللہ کنیت رکھتی تھیں۔

چھ برس کی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں پہلے جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے

Marfat.com

منسوب تھیں خولہ بنت حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء سے اُم رومان (والدہ عائشہ صدیقہ) کے پاس گئیں اور نکاح کا پیغام سنایا۔ ام رومان نے رضامندی ظاہر کی حضرت ابوبکر گھر آئے تو ان سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ عائشہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کی بیٹی ہے کیا یہ جائز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں یہ نکاح جائز ہے۔ حضرت ابوبکر نے ام رومان سے کہا کہ ''مطعم بن عدی اپنے پوتے کے لیے خواستگاری کر چکا ہے۔ واللہ! ابوبکر نے کبھی وعدہ کے خلاف نہیں کیا۔'' اس لیے وہ مطعم کے پاس گئے اور اس کا تذکرہ کیا۔ مطعم نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیوی نے حضرت صدیق اکبر سے کہا کہ اگر ہم نے اس بیٹے کا نکاح تمہارے ہاں کر دیا تو شاید تم اس کو صابی بنالو گے اور اپنے دین میں داخل کرلو گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر وہاں سے اُٹھ آئے اور خولہ کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ نکاح کے لیے تشریف لے آئیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر نے (ماہ شوال 10ھ نبوت میں) حضرت عائشہؓ کا نکاح کر دیا اور ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں مدینہ منورہ میں نو سال کی عمر میں آپ کی رسم عروسی ادا کی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت حضرت عائشہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی۔ انہوں نے چھیاسٹھ برس کی عمر میں 57ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور حسب وصیت رات کے وقت جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ نے جو مروان بن الحکم کی طرف سے اس وقت حاکم مدینہ تھے نماز جنازہ پڑھائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے زیادہ محبت تھی، ان کو دوسری ازواج پر اور کئی باتوں میں فضیلت تھی چنانچہ ان کے سوا کسی اور زوجہ کے والدین مہاجر نہ تھے۔ ان کی برأت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمائی۔ حضرت جبرئیل ان کی صورت ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور عرض کیا کہ ان سے شادی کر لیجیے۔ ان کے سوا کسی اور زوجہ نے حضرت جبرئیلؑ کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ ایک برتن میں غسل فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے اور یہ سامنے لیٹی ہوتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی اور آپ اور یہ ایک لحاف میں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ان ہی کی گود میں اور انہی کی نوبت میں ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے حجرے میں دفن ہوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ عالمہ فصیحہ تھیں۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ ذکر کرتے ہیں کہ میں نے عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں پایا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ صحابہ کرام کو کوئی ایسا مشکل مسئلہ پیش نہیں آیا کہ جس کا حل انہوں نے حضرت عائشہ کے پاس نہ پایا ہو۔ محمود بن لبید کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں۔ مگر حضرت عائشہ وام سلمہ ان میں ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ حضرت عمر وعثمان کے عہد میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ انتقال فرما گئیں یرحمہا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکابر حضرت عمرؓ وحضرت عثمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیقہؓ کی خدمت میں کسی کو بھیج کر حدیثیں پوچھا کرتے تھے۔

آپ کثیرۃ الحدیث تھیں۔ دو ہزار دوسو دس حدیثیں آپ سے مروی ہیں جن میں سے 174 پر شیخین کا اتفاق ہے اور 54 میں امام بخاری اور 68 میں امام مسلم منفرد ہیں۔

Marfat.com

آپ وقائع واشعار عرب سے خوب واقف تھیں۔ حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شعر، طب، حدیث، غریب ونسب کا عالم نہیں پایا۔

آپ زاہدہ اور سخی تھیں۔ اُم الدرداء روایت کرتی ہیں کہ ایک دور حضرت عائشہ روزہ دار تھیں۔ ان کے پاس ایک لاکھ درہم آئے۔ انہوں نے وہ سب تقسیم کر دیئے۔ میں نے کہا کیا آپ یوں نہ کہہ سکتی تھیں کہ ایک درہم بچالیتی۔ جس سے گوشت خرید کر روزہ افطار کرتیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تو مجھے یاد دلا دیتی تو میں ایسا ہی کر لیتی۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا:

بعثت سے پانچ برس پہلے جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے پیدا ہوئیں۔ پہلے خنیس بن حذیفہ سہمی کے نکاح میں تھیں۔ انہی کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔ حضرت خنیس نے غزوہ بدر میں کئی زخم کھائے۔ غزوہ کے بعد انہی زخموں کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔

حضرت خنیس کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروق کو اپنی بیٹی کے نکاح کی فکر ہوئی، فتح بدر کے دن حضرت رقیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لیے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں حفصہ کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔ پھر چند روز کے بعد کہہ دیا کہ میرا ارادہ ان ایام میں نکاح کرنے کا نہیں ہے بعد ازاں حضرت فاروق نے حضرت ابوبکر صدیق سے ذکر کیا۔ مگر وہ چپ ہو رہے اور کچھ جواب نہ دیا اس پر حضرت عمر کو رنج ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواستگاری کی اور شعبان 3 ھ میں نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاروق اعظم سے کہا کہ میری بے التفاتی کی وجہ صرف یہ تھی جو مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کا ذکر کیا تھا، میں حضور کا راز افشا کرنا نہ چاہتا تھا۔ اگر حضور حفصہ سے نکاح نہ کرتے تو میں قبول کر لیتا۔ حضرت حفصہ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے صرف پانچ بخاری میں ہیں۔ انہوں نے شعبان 45 ھ میں حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا۔ مروان بن الحکم نے جو مدینہ کا گورنر تھا نماز جنازہ پڑھائی اور بنو حزم کے گھر سے مغیرہ کے گھر تک جنازہ کو کندھا دیا اور مغیرہ کے گھر سے قبر تک حضرت ابوہریرہ نے یہ شرف حاصل کیا۔

حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ ہند نام:

ام سلمہ کنیت تھی۔ باپ کا نام حذیفہ اور بقول بعض سہل تھا۔ ماں کا نام عاتکہ بنت عامر کہنانیہ تھا۔ پہلے اپنے چچازاد بھائی ابوسلمہ (عبداللہ) بن عبدالاسد بن مغیرہ کے نکاح میں تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضائی بھائی تھے۔ ام سلمہ وابوسلمہ دونوں قدیم الاسلام تھے دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ چنانچہ ان کے بیٹے سلمہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے۔ پھر مکہ میں آئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ام سلمہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں۔ مدینہ ہی میں ان کے ہاں عمر اور درہ وزینب پیدا ہوئیں۔

حضرت ابوسلمہ بدر واحد میں شریک ہوئے۔ احد میں زخمی ہو گئے۔ ایک ماہ کے بعد زخم چنگا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سریہ میں بھیج دیا۔ ایک ماہ کے بعد واپس آئے تو زخم پھر پھوٹ آیا اور جمادی الاخریٰ 54 ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت ام سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد حضرت ابوبکر وعمر نے خواستگاری کی تو ام سلمہ نے

Marfat.com

انکار کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ تو مرحبا کہہ کر یہ عذر پیش کیے۔

(1) میں سخت غیور عورت ہوں۔

(2) صاحب عیال ہوں۔

(3) میرے اولیاء میں سے کوئی یہاں میرا نکاح کر دے ایک روایت میں ہے کہ میری عمر زیادہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عذروں کا تسلی بخش جواب دیا اور نکاح ہو گیا۔

جب حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا جا چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اب اٹھو قربانیاں دو اور سر منڈاؤ چونکہ صحابہ کرام کو بے نیل و مرام واپسی سے رنج و ملال تھا۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں تامل کیا۔ حضور خفا ہو کر حضرت ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لے آئے اور امتثال امر میں توقف کی شکایت کی۔ ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ان کو معذور رکھیں۔ ان پر ایک امر عظیم گزرا ہے۔ ان کا خیال تو فتح مکہ کا تھا۔ ان کو یقین تھا کہ وہ مکہ میں عمرہ بجا لائیں گے۔ باوجود فقہ مطلوب آپ نے قریش سے صلح کر لی اور ان کی نہ سنی۔ اگر خاطر اشرف اس پر ہے کہ وہ نحر و حلق کریں تو آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں اور خود نحر و حلق فرمائیں۔ یہ دیکھ کر ان کو بجز اتباع چارہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا اور حضرت ام سلمہ کی تدبیر سے وہ مشکل حل ہو گئی اور یہ ان کی دانشمندی اور صواب رائے کی واضح دلیل ہے حضرت ام سلمہ سے کتب متداولہ میں 378 حدیثیں مروی ہیں جن میں سے تیرہ بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور تین کے ساتھ امام بخاری اور تیرہ کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ باقی دیگر کتب میں ہیں۔

ازواج مطہرات میں سب کے بعد حضرت ام سلمہ نے 84 برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے۔ واقدی کا قول ہے کہ شوال 59ھ میں انتقال فرمایا اور حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ امام بخاری تاریخ کبیر میں 59ھ لکھتے ہیں۔ بقول ابن حسان امام حسین کی شہادت کی خبر آنے کے بعد آخر 61ھ میں وفات پائی۔ ابراہیم حربی 62ھ بتاتے ہیں۔ مگر صحیح مسلم میں ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس لشکر کی بابت پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا۔ یہ سوال اس وقت کیا گیا جب یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو لشکر اسلام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا جو 63ھ میں تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہ واقعہ حرہ تک زندہ تھیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا:

اصلی نام رملہ اور کنیت ام حبیبہ تھی۔ آپ حضرت ابوسفیان کی دختر بلند اختر تھیں۔ دونوں نے اسلام لا کر حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ وہیں ان کی حبیبہ پیدا ہوئی عبداللہ عیسائی ہو کر حبشہ ہی میں مر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ کی حالت و غربت کو مدنظر رکھتے ہوئے نجاشی کی معرفت نکاح کا پیغام دیا جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ چنانچہ نجاشی نے 7ھ میں ان کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے جب نکاح کے تمام رسوم ادا ہو گئے تو نجاشی نے ان کو شرجیل بن حسنہ کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کر دیا۔ حضرت ام حبیبہ کی روایت سے کتب امتداولہ میں 65 حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے دو پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور ایک کے ساتھ امام مسلم

Marfat.com

متفرد ہیں۔ باقی دیگر کتب میں ہیں۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں 44ھ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

ان کی پہلی شادی حضرت زید بن حارثہ سے ہوئی تھی۔ حضرت زید قبیلہ قضاعہ میں سے تھے۔ لڑکپن میں گرفتار ہو کر مکہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ہاتھ بطور غلام فروخت ہوئے۔ حضرت خدیجہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ حضور نے نبوت سے پہلے ان کو آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا۔ اس لیے لوگ ان کو زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ حضرت زید سابقین الی الاسلام میں سے تھے ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ تھی۔ آپ اہم امور میں ان سے کام لیتے اور لشکر کی قیادت تک ان کے سپرد کر دیتے۔ اسی وجہ سے حضور نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی زینب جحش سے کر دینا چاہا۔ مگر زینب اور ان کا بھائی راضی نہ ہوئے اس پر یہ آیت اتری:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

(الاحزاب :ع 5)

کسی مسلمان مرد یا عورت کو لائق نہیں جس وقت خدا اور اس کا رسول کوئی کام مقرر کر دے کہ ان کو اپنے کام میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔ وہ صریح گمراہ ہو گیا۔

پس حضرت زینب نکاح پر راضی ہو گئیں اور نکاح ہو گیا۔ حضرت زید اگرچہ عربی الاصل تھے مگر قریشی نہ تھے قریش کی لڑکیوں خصوصاً اولاد عبدالمطلب کے لیے اشراف قریش میں کفو تلاش کیے جایا کرتے تھے۔ اس لیے کچھ عرصہ کے بعد طبعی طور پر حضرت زید حضرت زینب کی حرکات عادیہ کو کبر و تعاظم پر محمول کرنے لگے اور حضرت زینب بھی ان سے متکدر رہنے لگیں چنانچہ حضرت زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا کہ اس طرح کی باتوں پر طلاق نہیں دیا کرتے۔ اسی امر کی طرف آیت ذیل میں اشارہ ہے:۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ

(الاحزاب ع ۵)

اور جس وقت تو کہہ رہا تھا اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تو نے انعام کیا ہے کہ اپنی بیوی کو اپنے لیے تھام رکھ اور خدا سے ڈر اور تو اپنے جی میں چھپاتا تھا اس چیز کو جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا اور اللہ زیادہ لائق ہے اس کا کہ تو اس سے ڈرے۔

بایں ہمہ اگر زید ان کو طلاق دیتے تو اس سیدہ شریفہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کفو اور کون ہو سکتا تھا؟ اس لیے حضور انور کی خاطر اشرف میں آتا تھا کہ بصورت طلاق زینب کی تطییب خاطر اور اس کے حقوق کی رعایت کے لیے ان سے نکاح کر لینا ضروری ہوگا۔ مگر آپ اسے ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ جاہلیت میں متبنیٰ کو بمنزلہ ولد حقیقی سمجھتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ متبنیٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

Marfat.com

آخر کار حضرت زید نے طلاق دے دی۔ عدت گزرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ہی کو نکاح کا پیغام دینے کے لیے زینب کے پاس بھیجا۔ حضرت زینب نے جواب دیا کہ میں استخارہ کرلوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○

(الاحزاب ع ۵)

پس جب زید نے اس سے حاجت پوری کرلی۔ ہم نے اس کو تجھ سے بیاہ دیا تاکہ مومنوں پر ان کے لے پالکوں کی بیویوں میں تنگی نہ ہو جب وہ ان سے حاجت پوری کرلیں اور امر الٰہی ہو کر رہتا ہے۔

اس طرح حضرت زینب کا نکاح (3ھ یا 5ھ میں) 35 برس کی عمر میں ہوگیا۔ حضرت زینب فخر کیا کرتی تھیں کہ دیگر ازواج مطہرات کا نکاح تو ان کے باپ یا بھائی یا اہل نے کردیا۔ مگر میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کردیا۔ اس نکاح میں یہ حکمت بھی تھی کہ پیر خواندہ کی مطلقہ کا حکم معلوم ہوگیا۔

یہ نکاح ہوگیا تو مخالفوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح حرام کردیا مگر خود اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا اس پر یہ آیتیں اتریں:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ

(الاحزاب ع ۵)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن خدا کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ (الاحزاب: ع ۱)

اور تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے۔

پس حضرت زید جو زید بن محمد کہلاتے تھے اس کے بعد زید بن حارثہ کہلانے لگے۔ حضرت زینب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہونے کے علاوہ جمال میں بھی ممتاز تھیں۔ اس لیے ازواج مطہرات میں سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ ہمسری کا دم بھرتی تھیں۔ چنانچہ خود حضرت صدیقہ فرماتی ہیں:

كَانَتْ تُسَامِیْنِیْ وہ میرا مقابلہ کرتی تھیں۔

آپ نہایت راست گو اور پارسا تھیں۔ جب حضرت عائشہ پر بہتان لگایا یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے حضرت عائشہ کی نسبت پوچھا آپ نے صاف کہہ دیا۔

وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَیْرًا

واللہ! مجھ کو عائشہ کی بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں۔

اسی راستی سے متاثر ہو کر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی عورت زینب سے دین میں بہتر خدا سے زیادہ

Marfat.com

ڈرنے والی زیادہ سچ بولنے والی اور زیادہ صلہ رحم اور خیرات کرنے والی نہیں دیکھی۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مال مہاجرین میں تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت زینب اس معاملہ میں کچھ بول اٹھیں حضرت عمر فاروق کو ناگوار گزرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر! ان کو جانے دو یہ اواہ یعنی خاشع متضرع ہیں حضرت زینب زاہدہ اور طبیعت کی فیاض تھیں۔ اپنے ہاتھ سے معاش پیدا کرتیں اور خدا کی راہ میں لٹا دیتیں۔ حضرت عمر فاروق نے ان کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ جو انہوں نے صرف ایک سال لیا اور اپنے حاجت مند رشتہ داروں میں تقسیم کر کے دعا مانگی کہ خدایا! یہ عطیہ مجھے اگلے سال نہ ملے حضرت عمر فاروق کو یہ خبر لگی تو انہوں نے حضرت زینب کے لیے ایک ہزار اور بھیجا مگر حضرت زینب نے اسے بھی تقسیم کر دیا۔ آپ کی دعا قبول ہوگئی اور آئندہ سال وفات پائی۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا:

اَسْرَعُكُنَّ لِحَاقًا بِيْ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا۔

تم میں سے مجھ سے جلدی ملنے والی وہ ہے جس کا ہاتھ تم سب سے لمبا ہے۔

ازواج مطہرات اس ارشاد کو حقیقت پر محمول کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد جب ہم کسی ایک کے حجرے میں جمع ہوتیں تو ہم دیوار پر اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں۔ ہمارا یہی خیال رہا یہاں تک کہ حضرت زینب نے جو کوتاہ قد تھیں ہم سب سے پہلے انتقال فرمایا۔ اس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ ارشاد مذکور میں ہاتھ کا لمبا ہونا فیاضی کی طرف اشارہ تھا۔

جب حضرت زینب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے۔ حضرت عمر فاروق بھی ایک کفن بھیجیں گے۔ دونوں میں سے ایک کو خیرات کر دینا۔ چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ حضرت زینب نے مدینہ منورہ میں 20ھ میں پچاس یا ترپن برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمر فاروق نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت فاروق کی یہ آرزو تھی کہ خود حضرت زینب کو قبر میں اتاریں اس لیے ازواج مطہرات سے دریافت کیا کہ ان کو قبر میں کون اتارے؟ جواب آیا جو حیات میں ان کے گھر میں داخل ہوا کرتا تھا۔

حضرت زینب سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے دو پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا:

آپ مساکین کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لیے ام المساکین کی کنیت سے مشہور تھیں۔ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔

حضرت عبداللہ نے جنگ احد (3ھ) میں وفات پائی۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور صرف دو تین مہینے حضور کی خدمت میں رہنے پائی تھیں کہ تیس سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد یہی ایک بی بی تھیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں انتقال فرمایا۔

Marfat.com

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

ان کی بہن ام الفضل لبابہ کبریٰ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں۔ حضرت میمونہ پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی کے نکاح میں تھیں۔ مسعود نے طلاق دے دی۔ تو ابورہم بن عبدالعزیٰ نے ان سے شادی کر لی۔ ابورہم کے انتقال کے بعد حضرت عباس نے ان کا نکاح مقام سرف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ سرف ہی میں ۵۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت ابن عباس نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اتارا۔ جب جنازہ اٹھانے لگے تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں ان کے جنازے کو زیادہ حرکت نہ دو۔ آہستہ سے چلو۔ ان کی روایت سے 74 حدیثیں مروی ہیں جن میں سے سات پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

حضرت جویریہ خزاعیہ مصطلقیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت جویریہ کا والد حارث بن ابی ضرار تھا جو قبیلہ بنی مصطلق کا سردار تھا۔ یہ پہلے مسافع بن صفوان مصطلقی کے نکاح میں تھیں جو غزوہ مریسیع (۵ھ) میں قتل ہوا۔ اس غزوہ میں بہت سے لونڈی غلام مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ چنانچہ حضرت جویریہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری کے حصہ میں آئیں مگر انہوں نے حضرت ثابت سے نو اوقیہ سونے پر کتابت کر لی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یوں عرض کی "یا رسول اللہ! میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں۔ میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی ہوں۔ میں نے ان سے نو اوقیہ سونے پر کتابت کر لی ہے۔ یہ رقم میرے مقدور سے زائد ہے مگر میں نے آپ کی فیاضی کی امید پر منظور کر لی ہے اور اسی کا سوال کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس سے بہتر چیز نہیں چاہتی ہو؟ انہوں نے پوچھا وہ چیز کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارا زر کتابت ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔ حضرت جویریہ نے عرض کیا کہ مجھے منظور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت کو بلایا۔ وہ بھی راضی ہو گئے چنانچہ حضور انور نے نو اوقیہ سونا ادا کر دیا اور حضرت جویریہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

جب لوگوں کو اس نکاح کی خبر لگی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ مصاہرت کی رعایت سے بنی مصطلق کے باقی تمام لونڈی غلاموں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا ارشاد ہے کہ "ہم نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے بڑھ کر باعث برکت ہو۔ کیونکہ ان کے سبب سے بنی مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہو گئے۔"

جب حضرت جویریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو ان کی عمر بیس سال کی تھی۔ ان کا نام برہ تھا۔ حضور انور نے بدل کر جویریہ رکھا۔ ربیع الاول 50ھ میں انتقال فرما گئیں اور مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ان کی روایت سے سات حدیثیں منقول ہیں جن میں سے دو بخاری میں اور دو مسلم میں اور باقی دیگر کتب میں ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا:

باپ کا نام حُیی بن اخطب تھا۔ جو بنو نضیر کا سردار تھا۔ ماں کا نام ضرہ تھا۔ جو بنو قریظہ کے سردار سموال کی بیٹی تھی۔

Marfat.com

حضرت صفیہ کی پہلی شادی سلام بن مشکم قریظی سے ہوئی۔ طلاق کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ جب غزوہ خیبر (7ھ) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ابی الحقیق کا قلعہ قموص فتح کیا۔ کنانہ قتل ہوا۔ حضرت صفیہ کا باپ اور بھائی کام آئے خود بھی گرفتار ہوئیں۔ جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو دحیہؓ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ حضور انور نے فرمایا کہ جاؤ ایک لونڈی لے لو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا۔ ایک صحابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! آپ نے صفیہ جو رئیسہ قریظہ ونضیر تھی دحیہ کو عطا فرمادی۔ وہ تو آپ ہی کے لائق ہے'' اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کو دوسری لونڈی عطا فرمادی اور خود صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا۔ جب خیبر سے روانہ ہو کر صہبا میں پہنچے تو رسم عروسی ادا کی گئی اور لوگوں سے ماحضر جمع کر کے دعوت ولیمہ دی گئی۔ حضرت صفیہ نے تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں 50ھ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ان کی روایت سے دس حدیثیں منقول ہیں جن میں صرف ایک متفق علیہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کرام:

پہلے ذکر آچکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن مبارک سے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے تھی۔ صاحبزادیاں بالاتفاق چار تھیں۔ چاروں نے زمانہ اسلام پایا اور شرفِ ہجرت حاصل کیا۔ مگر صاحبزادوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ قاسم و ابراہیم پر اتفاق ہے بقول زبیر بن بکار (متوفی 256ھ) صاحبزادے تین تھے۔ قاسم عبدالرحمٰن (جن کو طیب و طاہر بھی کہتے تھے) ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اکثر اہل نسب کی یہی رائے ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کرام میں حضرت قاسم بعثت سے پہلے پیدا ہوئے اور قبل بعثت ہی سب سے پہلے انتقال فرماگئے۔ ابن سعد نے بروایت محمد بن جبیر بن مطعم نقل کیا ہے کہ دو سال زندہ رہے۔ بقول مجاہد سات دن اور بقول مفضل بن عنان غلامی تیرہ مہینے زندہ رہے ... ن خارک کہتے ہیں کہ سن تمیز کو پہنچ گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم انہی کے نام پر ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں بعثت سے دس سال پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس سال کی تھی پیدا ہوئیں ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بہن ہالہ کے بطن سے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے کہنے سے ان کا نکاح بعثت سے پہلے حضرت زینب سے کردیا تھا۔ جب حضور انور کو منصب رسالت عطا ہوا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی صاحبزادیاں آپ پر ایمان لائیں مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہا۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اپنی صاحبزادی رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے اور ام کلثوم کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے کردیا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو قریش نے

Marfat.com

آپس میں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیاں چھوڑ دو اور ان کو اس طرح تکلیف پہنچاؤ چنانچہ وہ ابوالعاص سے کہنے لگے کہ تو زینب کو طلاق دے دے۔ ہم تیرا نکاح قریش کی جس لڑکی سے تو چاہے کرا دیتے ہیں۔ ابوالعاص نے انکار کیا۔ مگر ابولہب کے بیٹوں نے حضرت رقیہ وام کلثوم کو طلاق دے دی۔

اگر چہ اسلام نے حضرت زینب وابوالعاص میں تفریق کر دی تھی۔ مگر مسلمانوں کے ضعف کے سبب سے عمل درآمد نہ ہوسکا۔ یہاں تک کہ ہجرت وقوع میں آئی۔ جب قریش جنگ بدر کے لیے آئے تو ابوالعاص بھی ان کے ساتھ آئے اور گرفتار ہوگئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے بھائی عمرو کے ساتھ مکہ سے ان کا فدیہ بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے حضرت زینب کو پہنا کر پہلے پہل ابوالعاص کے ہاں بھیجا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر نہایت رقت طاری ہوئی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا زمانہ یاد آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا، صحابہ کرام نے فدیہ واپس کر دیا اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ مکہ جا کر حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیں گے۔

جب ابوالعاص مکہ روانہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ حضرت زینب کو بطن یاجج سے مدینہ لے آئیں۔ ابوالعاص نے مکہ میں پہنچ کر ایفائے وعدہ کیا اور حضرت زینب سے کہہ دیا کہ تم اپنے والد کے ہاں چلی جاؤ۔ حضرت زینب نے چپکے چپکے سفر کی تیاری کر لی۔ ابوالعاص کے بھائی کنانہ نے ان کو اونٹ پر سوار کر لیا اور تیر وکمان لے کر دن کے وقت روانہ ہوا۔ قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا اور ذوطویٰ میں جا گھیرا۔ ہبار بن اسود جو بعد میں ایمان لایا آگے بڑھا۔ اس نے حضرت زینب کو نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں۔ حمل ساقط ہوگیا یہ دیکھ کر کنانہ نے ترکش میں سے تیر نکال کر زمین پر رکھ دیئے اور کہنے لگا ''جو شخص میرے نزدیک آئے گا وہ تیر سے بچ کر نہ جائے گا''۔ یہ سُن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ ابوسفیان نے کہا ''ٹھہرو، ہماری بات سن لو''۔ اس پر کنانہ رک گیا۔ ابوسفیان بولا ''ہمیں محمد کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں وہ تمہیں معلوم ہیں اب اگر تم دن دہاڑے ان کی لڑکی کو لے جاؤ گے تو لوگ اسے ہماری کمزوری پر محمول کریں گے۔ ہمیں زینب کو روکنے کی ضرورت نہیں۔ جب شور ہنگامہ کم ہو جائے گا تو رات کو اسے چوری چھپے لے جانا کنانہ نے اس رائے کو تسلیم کیا اور چند روز کے بعد ایک رات حضرت زینب کو اونٹ پر سوار کر کے لے آیا اور زید اور انصاری کے حوالہ کر دی وہ دونوں ان کو مدینہ لے آئے۔ جمادی الاولیٰ 6ھ میں ابوالعاص ایک قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کو گئے۔ ان کے پاس قریش کا بہت سا مال تھا۔ مقام غیض کے نواح میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سریہ ملا۔ جو حضور نے بسر کردگی حضرت زید بن حارثہ بھیجا تھا۔ اس سریہ نے ابوالعاص کا تمام مال لے لیا۔ ابوالعاص ہمراہیوں سمیت گرفتار ہوگئے۔ حضرت زینب نے ابوالعاص کو پناہ دی۔ صبح کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہوئے تو حضرت زینب نے پکار کر کہا کہ میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ شخص پناہ دے سکتا ہے۔ اس لیے ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر ابوالعاص کا تمام مال واپس کر دیا گیا۔ ابوالعاص نے مکہ میں پہنچ کر وہ مال قریش کے حوالہ کر دیا۔ پھر کہا اے گروہ قریش! کیا تم میں سے کسی کا مال میرے ذمہ باقی ہے؟ سب بولے کہ نہیں۔ خدا تجھے

Marfat.com

جزائے خیر دے۔ بعد ازاں ابوالعاص نے کلمہ شہادت پڑھ کر کہا "اللہ کی قسم! حضرت کے پاس کلمہ اسلام پڑھنے سے مجھے یہی امر مانع ہوا کہ تم گمان کرتے میں نے تمہارے مال ہضم کر جانے کے لیے ایک حیلہ نیا ہے، اس کے بعد ابوالعاص نے محرم 7ھ میں مدینہ میں آ کر اظہار اسلام کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو نکاح اول یا نکاح جدید کے ساتھ ان کے حوالہ کر دیا۔

حضرت زینب نے 8ھ میں انتقال فرمایا۔ ام ایمن سودہ بنت زمعہ اور ام سلمہ نے غسل دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوالعاص نے قبر میں اتارا۔

حضرت زینب کی اولاد، ایک لڑکا علی نام اور لڑکی امامہ تھی۔ حضرت علی نے اپنی والدہ ماجدہ کی زندگی میں چھوٹی عمر میں قریب بلوغ کے وفات پائی۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ بعض اہل نسب نے ذکر کیا ہے کہ وہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامہ سے بڑی محبت تھی۔ نماز میں بھی ان کو اپنے کندھے پر رکھ لیتے۔ جب رکوع کرتے تو اتار دیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پھر سوار کر لیتے۔ ایک دفعہ نجاشی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک حلہ بھیجا۔ جس میں ایک سونے کی انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی امامہ کو عطا فرمائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ جس میں ایک زرین ہار تھا۔ ازواج مطہرات سب ایک مکان میں جمع تھیں۔ امامہ مکان کے ایک گوشہ میں مٹی سے کھیل رہی تھیں حضور نے ہم سب سے پوچھا کہ یہ ہار کیسا ہے ہم نے عرض کیا کہ اس سے خوبصورت و عجیب ہار ہمارے علم میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اسے اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواج مطہرات سمجھیں کہ عائشہ کو ملے گا۔ مگر حضور نے امامہ کو بلایا اور اپنے دستِ مبارک سے وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔ حضرت ابوالعاص حضرت زبیر بن العوام سے امامہ کے نکاح کر دینے کی وصیت کر گئے تھے۔ حضرت فاطمہ زہراء نے مرتے وقت حضرت علی مرتضیٰ سے وصیت کی کہ میرے بعد امامہ سے نکاح کر لینا۔ اس لیے حضرت زہراء کے بعد حضرت زبیر نے امامہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔ حضرت علی نے حضرت مغیرہ بن نوفل سے وصیت کی کہ میرے بعد تم امامہ سے نکاح کر لینا۔ چنانچہ حضرت مغیرہ نے حضرت علی کی شہادت کے بعد امامہ سے نکاح کر لیا اور ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام یحییٰ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ امامہ کی کوئی اولاد نہیں۔ حضرت امامہ نے حضرت مغیرہ کے ہاں وفات پائی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت رقیہ اور ام کلثوم دونوں کی شادی ابولہب کے بیٹوں سے ہوئی تھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو ابولہب لعین نے اپنے بیٹوں سے کہا "اگر تم محمد کی بیٹوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میری نشست و برخاست حرام ہے"۔ عتبہ اور عتیبہ دونوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔

نکاح کے بعد حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہاں وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔

Marfat.com

جس کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ نے اپنی ماں کے بعد 4ھ میں چھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت عثمان حبشہ سے مکہ میں آئے اور مکہ سے دونوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ایام بدر میں حضرت رقیہ بیمار تھیں۔ اس لیے حضرت عثمان ان کی تیمارداری کے لیے غزوہ بدر میں شامل نہ ہوئے جس روز حضرت زید بن حارثہ فتح کی بشارت لے کر مدینہ میں آئے، اسی روز حضرت رقیہ نے بیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے سبب جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں۔ پہلے عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ جب عتبہ نے ان کو اپنے باپ کے کہنے سے طلاق دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی سے پیش آیا۔ حضور کی قمیض پھاڑ دی تو حضور کی زبان مبارک سے نکلا۔ یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر مسلط کر دے''۔ کچھ مدت کے بعد ابولہب اور عتیبہ بغرض تجارت ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک راہب کے صومعہ کے پاس اترے۔ راہب نے کہا کہ یہاں درندے بہت ہیں۔ ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تمہیں میری عمر اور میرا حق معلوم ہے۔ وہ بولے کہ ہاں ابولہب نے کہا کہ محمد ﷺ نے میرے بیٹے پر دعا کی ہے تم اپنی متاع صومعہ پر جمع کر دو اور عتیبہ کے لیے اس کے اوپر بستر کر دو اور خود اس کے گرد اگرد سو جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رات کو شیر آیا۔ اس نے سب کو سونگھا۔ پھر متاع پر کود کر عتیبہ کو پھاڑ ڈالا۔ اہل قافلہ نے ہر چند شیر کو تلاش کیا، مگر نہ ملا۔

حضرت رقیہ کے بعد ربیع الاول 3ھ میں ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی سے ہوا اور شعبان 9ھ میں انتقال ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا:

فاطمہ نام، زہراء اور بتول لقب ہیں جمال و کمال کے سبب سے آپ کو زہرا کہا جاتا ہے اور ماسوا سے انقطاع کی وجہ سے بتول تھیں۔ بعثت کے پہلے سال یا بعثت سے ایک سال پہلے یا پانچ سال پہلے بنا بر اختلاف روایات پیدا ہوئیں۔

ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ سے کر دیا۔ آپ نے حضرت علی سے پوچھا کہ ادائے مہر کے واسطے تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ ایک گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا کہ گھوڑا جہاد کے لیے ضروری ہے۔ زرہ کو فروخت کر ڈالو۔ چنانچہ وہ زرہ حضرت عثمان غنی نے 485 درہم کو خریدی۔ حضرت علی نے قیمت لا کر حضور کے آگے ڈال دی۔ حضور نے اس میں سے کچھ حضرت بلال کو دیا کہ خوشبو خرید لائیں اور باقی جہیز وغیرہ کے لیے ام سلیم کے حوالہ کیا۔ اس طرح عقد ہو گیا۔ جہیز میں یہ چیزیں تھیں۔ ایک لحاف، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں درخت خرما کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں ایک مشک، دو گھڑے۔ اسی سال ماہ ذی الحجہ میں رسم عروسی ادا کی گئی۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ادائے رسم کے لیے مکان کرایہ پر لیا۔ پھر حضرت حارثہ بن نعمان نے دیدیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل میں فاطمہ سب سے پیاری تھیں جب سفر پر جایا کرتے تو اخیر میں فاطمہ سے مل کر جاتے۔ جب واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ سے ملتے آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ''فاطمہ میرا پارہ گوشت

Marfat.com

ہے۔جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔فاطمہ ہی کی نسبت حضور کا ارشاد ہے۔

خیر نساء هذه الامة سیدة نسآء العالمین سیدة النساء اهل الجنة سیدة نساء المؤمنین افضل نساء الجنه

صاحبزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ زہرا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ نسل جاری ہے اور قیامت تک رہے گا۔

حضرت فاطمہ کو گھر کا تمام کام کرنا پڑتا تھا۔ایک روز خبر لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لونڈی غلام آئے ہیں۔اس لیے وہ ایک خادمہ کی درخواست کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں آتیں آخر کار بارگاہ رسالت سے جو جواب ملا اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔اعادہ کی ضرورت نہیں۔

خانگی معاملات میں بعض دفعہ حضرت علی و فاطمہ میں رنجش ہو جایا کرتی تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں میں مصالحت کروا دیا کرتے تھے۔چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا کے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔حضرت علی کو وہاں نہ پایا۔آپ نے حضرت زہرا سے (محاورہ عرب کے موافق) پوچھا کہ میرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی ہے۔وہ ناراض ہو کر نکل گئے اور میرے ہاں قیلولہ نہیں فرمایا حضور نے ایک شخص سے فرمایا کہ دیکھو تو کہاں ہیں؟ اس نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔چادر پہلو سے گری ہوئی ہے اور خاک آلود ہو رہے ہیں حضور خاک جھاڑنے لگے اور فرمایا اے ابوتراب! اُٹھ بیٹھ۔

اس حدیث کے راوی حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کو اس نام سے پیارا کوئی نام نہ تھا (صحیحین)

فتح مکہ کے بعد حضرت علی نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔حضرت زہرا نے سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگیں ”آپ کی قوم کہتی ہے کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کے لیے ناراض نہیں ہوتے۔دیکھیے کہ علی ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنے لگے ہیں“۔یہ سن کر حضور نے فرمایا ”امابعد! میں نے ابوالعاص سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔اس نے مجھ سے بات کہی اور سچ کر دکھائی۔مجھ سے وعدہ کیا اور پورا کر دیا۔فاطمہ میرا گوشت پارہ ہے۔میں پسند نہیں کرتا کہ اسے تکلیف پہنچے۔اللہ کی قسم! رسول خدا کی لڑکی اور دشمن خدا کی لڑکی ایک شخص کے ہاں جمع نہ ہوں گی۔“ یہ سن کر حضرت علی نے خواستگاری چھوڑ دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت فاطمہ کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں اور وصال شریف کے چھ ماہ بعد 3 رمضان 11ھ میں انتقال فرما گئیں۔حضرت عباس نے نماز جنازہ پڑھائی۔بقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔حضرات علی و عباس و فضل نے قبر میں اتارا حضرت زہراء کی اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔امام حسن و امام حسین جو اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔محسن و رقیہ جو بچپن میں انتقال کر گئے۔ام کلثوم جن کی شادی حضرت عمر فاروق سے ہوئی۔زینب جن کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا۔ان میں سے سوائے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی سے نسل نہیں چلی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ:

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی اولاد میں یہ سب سے چھوٹے ہیں۔ بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن میں انتقال فرما گئے۔ طیب وطاہران ہی کے لقب ہیں۔

حضرت ابراہیم:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ ذی الحجہ 8ھ میں مقام عالیہ میں جہاں ان کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رہا کرتی تھیں پیدا ہوئے۔ اسی سبب سے عالیہ کو منشریہ ابراہیم بھی کہنے لگے تھے۔ ابورافع کی بیوی سلمٰی نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی پھوپھی صفیہ کی لونڈی تھیں دایہ گری کی خدمت انجام دی۔ جب ابورافع نے رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ولادت کی بشارت دی تو حضور نے ابورافع کو ایک غلام عطا فرمایا۔ ساتویں دن عقیقہ دیا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نام پر ابراہیم نام رکھا۔

دودھ پلانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو ام سیف کے حوالہ کیا۔ ام سیف کا شوہر ابوسیف لوہار تھا۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم کو دیکھنے کے لیے عوالی مدینہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ہم آپ کے ساتھ ہوا کرتے۔ حضور ابراہیم کو گود میں لے کر چوما کرتے۔ گھر دھوئیں سے پر ہوا کرتا۔ بعض دفعہ میں پیشتر پہنچ کر ابوسیف کو اطلاع کر دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ دھواں نہ کرو۔ یہ سن کر ابوسیف اپنا کام بند کر دیتے۔ حضرت ابراہیم نے ام سیف ہی کے ہاں انتقال فرمایا۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی کہ ابراہیم حالت نزع میں ہے اس وقت عبدالرحمٰن بن عوف آپ کے پاس تھے۔ حضور ان کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ نزع کی حالت ہے۔ گود میں اٹھا لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے عبدالرحمٰن نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا ابن عوف! یہ رحمت وشفقت (میت پر) ہے۔ پھر فرمایا، ”ابراہیم! ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل غمگین ہے۔ ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو“۔

چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ بقیع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے متصل دفن ہوئے فضل واسامہ نے قبر میں اتارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے کھڑے تھے۔ آپ کے ارشاد سے ایک انصاری پانی کی مشک لایا اور قبر پر چھڑک دیا اور شناخت کے لیے ایک نشان قائم کیا گیا۔ جیسا کہ حضرت عثمان کی قبر پر کیا گیا تھا۔ حضرت ابراہیم کی عمر حسب روایت صحاح 17 یا 18 ماہ تھی۔

عرب جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مر جاتا یا کوئی حادثہ عظیم وقوع میں آتا ہے تو سورج یا چاند میں گہن لگ جاتا ہے۔ اتفاق سے حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج میں گہن لگ گیا تھا۔ اس لیے لوگ کہنے لگے کہ یہ ابراہیم کی موت کے سبب سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج چاند خدا تعالیٰ کے دو نشان ہیں۔ کسی کی موت سے ان میں گہن نہیں لگتا۔

Marfat.com

اعتراض:

یہودونصاریٰ اوران کے لوگ سہ لیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج پرطعن کرتے ہیں اور آپ کی شان میں دریدہ ذہنی کرتے ہیں۔اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں دیا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ط

(رعد: ع 6)

اورالبتہ بے شک ہم نے تجھ سے پہلے پیغمبر بھیجے اوران کوعورتیں اوراولاد دی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتا ہے کہ آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ہم نے ان کوعورتیں دیں جیسا کہ تجھ کو دیں۔اس کی تفصیل ماقبل میں پائی جاتی ہے۔چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے ہاں تین بیویاں تھیں (پیدائش باب 11-آیہ 29 باب 16 آیہ 3 باب 25-آیہ اول) حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں (پیدائش باب 29 باب 30، آیہ 4و9) ان چار میں سے راحیل کی نسبت لکھا ہے:-

''راحیل خوبصورت اورخوشنما تھی۔یعقوب (نکاح سے پہلے) راحیل پر عاشق تھا''۔(پیدائش باب29-آیہ 17-18)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں (خروج باب 2 - آیہ 21 - اعداد باب 12 - آیہ اول) حضرت جدعون اس کی بہت سی بیویاں تھیں۔جن سے سترلڑکے پیدا ہوئے۔(اقضاۃ باب 8 - آیہ 30) حضرت داؤدعلیہ السلام کے ہاں 43 - دوم سموئیل باب 3 - آیہ 2 تا 5 باب 5 آیہ 13) حضرت داؤدعلیہ السلام نے حالت پیری میں ابی ساج سونمی سے نکاح کیا تاکہ وہ گرم رہیں (اول سلاطین باب اول) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں بہت عورتیں تھیں چنانچہ اول سلاطین (باب 11 - آیہ 403) میں یوں ہے:-

''اس کی سات سوجوروبیگمات تھیں اورتین سوحرمین۔اوراس کی جوروں نے اس کا دل پھیرا۔کیونکہ ایسا ہوا کہ جب سلیماں بوڑھا ہوا تواس کی جوروں نے اس کے دل کوغیرمعبودوں کی طرف مائل کیا''

پس ثابت ہوا کہ ایک سے زائد زوجہ کا ہونا نبوت کے منافی نہیں۔بائبل میں جو پیغمبروں کی نسبت دریدہ ذہنی کی گئی ہے ہم اسے غلط سمجھتے ہیں اور پیغمبروں کومعصوم جانتے ہیں۔علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَاثَلَاثٌ اَلنِّسَآءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

(نسائی: باب حب النساء)

دنیا سے میرے لیے عورتیں اور خوشبو محبوب بنائی گئی اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی۔

اس حدیث کے معنی میں دوقول بیان کیے جاتے ہیں ایک یہ کہ حب ازواج زیادہ موجب ابتلاوتکلیف اور بمقتضائے بشریت آنحضرت کے ادائے رسالت سے غافل ہونے کا اندیشہ ہے مگراس کے باوجود حضوراس سے کبھی بھی غافل نہ رہے تواس سے معلوم ہوا کہ حب نساء میں حضور کے لیے مشقت زیادہ اوراجرعظیم ہے۔دوسرے یہ کہ حب نساء اس واسطے ہوا کہ حضور کے خلوات اپنی ازواج کے ساتھ ہوں اور مشرکین جوآپ کوساحروشاعر ہونے کی تہمت لگاتے تھے۔وہ جاتی رہے۔

Marfat.com

بس عورتوں کا محبوب بنایا جانا۔ آپ کے حق میں لطف ربانی ہے۔ غرض بہر صورت یہ حب آپ کے لیے باعثِ فضیلت ہے۔

اس حدیث کے اخیر میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے پروردگار کے ساتھ کمالِ مناجات سے مانع نہیں۔ بلکہ حضور باوجود اس محبت کے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے متوجہ ہیں کہ اس کی مناجات میں آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رہتی ہیں اور ماسوا میں آپ کے لیے ٹھنڈک نہیں۔ پس حضور کی محبت حقیقت میں صرف اشارہ ہے کہ حب نساء جب حقوق عبودیت کے ادا میں مخل نہ ہو، بلکہ انقطاع الی اللہ کے لیے ہو تو وہ از قبیل کمال ہے۔ ورنہ از قبیل نقصان ہے۔ شیخ تقی الدین سبقی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چار سے زیادہ ازواج کی اجازت دی گئی۔ اس میں بھید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بواطن شریعت وظواہر شریعت اور وہ امور جن کے ذکر سے حیا آتی ہے اور وہ جن کے ذکر سے شرم نہیں آتی یہ سب بطریق نقل امت تک پہنچ جائیں۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ شرمیلے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے چار سے زائد عورتیں جائز کر دیں جو شرع میں سے نقل کریں حضرت کے افعال آنکھوں دیکھے اور اقوال کانوں سنے جن کو حضور مردوں کے سامنے بیان کرنے سے حیا کرتے تھے۔ تاکہ اس طرح نقل شریعت کامل ہو جائے۔ حضور کی ازواج کی تعداد کثیر ہوگئی تاکہ اس طرح کے اقوال وافعال کے نقل کرنے والے زیادہ ہو جائیں۔ ازواج مطہرات ہی سے غسل وحیض وعدت وغیرہ کے مسائل معلوم ہوئے۔ یہ کثرت ازواج حضور کی طرف سے معاذ اللہ شہوت کی غرض سے نہ تھی اور نہ آپ وطی کو العیاذ باللہ لذت بشریہ کے لیے پسند فرماتے تھے۔ عورتیں آپ کے لیے صرف اس واسطے محبوب بنائی گئیں کہ وہ آپ سے ایسے مسائل نقل کریں جس کے زبان پر لانے سے حضور شرم وحیا کرتے تھے پس آپ بدیں وجہ ازواج سے محبت رکھتے تھے کہ اس میں شریعت کے ایسے مسائل کے نقل کرنے پر اعانت تھی۔ ازواج مطہرات نے وہ مسائل نقل کیے جو کسی اور نے نہیں کیے۔ چنانچہ انہوں نے حضور کے منام اور حالت خلوت میں جو نبوت کی آیات بینات دیکھیں اور عبادت میں آپ کا جو اجتہاد دیکھا اور وہ امور دیکھے کہ ہر ایک عاقل شہادت دیتا ہے کہ وہ صرف پیغمبر میں ہوتے ہیں اور ازواج مطہرات کے سوا کوئی اور ان کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ سب ازواج مطہرات سے مروی ہیں اس طرح حضور کو کثرت ازواج سے نفع عظیم حاصل ہوا۔

☆☆☆

Marfat.com

خاتمہ

اسلامی تہذیب وتمدن قرآنی نقطۂ نظر سے:

ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد ایسا عظیم الشان تمدن چھوڑا جس نے صدیوں سے عالم کو منور کر رکھا ہے۔ جس کی صلاحیت اس قدر ہے کہ جب تک دنیا قائم ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متروکہ تمدن اس کے آخری لمحے تک ضیاپاشی کرتا رہے گا۔ تاریخ کے اوراق پہ لکھی ہوئی تحریریں گواہ ہیں کہ زمانہ ماضی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس میراث سے تمام عالم انسانیت نے کتنا فائدہ اٹھایا۔ جو بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں مستقبل کو بھی فیض یاب کرنے کی صلاحیتیں اور بھی زیادہ ہیں۔ اس لیے کہ خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے ''دین قیم'' کی بنیاد رکھی جو تا قیامت تمام کائنات کی خوبیوں کا حامل اور ضامن ہے۔

اسلامی تمدن اور مغربی تہذیب کا امتزاج:

اسلامی تمدن کے مزاج میں ایک خوبی یہ ہے کہ اگر اسے علم صحیح اور عقل سلیم کی آمیزش اور استقامت کے ساتھ مربوط کیا جائے جس کے ساتھ مغربی تہذیب وتمدن کی ان اشیاء سے کام بھی لیا جائے۔ جو اس تمدن (مغربی) کے جزو لاینفک کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں اور اپنی افادیت میں بنی نوع بشر کے لیے ضروری ہیں تو قرآن کی تعلیم کے مطابق اسلامی تمدن مغربی تہذیب کا یہ امتزاج خود اسلام کی تقویت کا سبب ہوگا۔ اسلام کی فطرت میں یہ جوہر موجود ہے کہ وہ غور وفکر سے حاصل شدہ نتائج اور عقل و دانش کے علمی اسلحہ سے لیس ہو کر اسلامی تمدن اور مغربی تہذیب میں رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ہوسکتا ہے یہ خیال درست ہو لیکن سوال یہ ہے کہ یہ رابطہ پیدا کیسے ہو؟ جبکہ اسلام کے نزدیک تمدن کی اپنی منفرد تعریف ہے جس کی شرح وہ اپنے مخصوص انداز سے کرتا ہے۔

اور اسی تمدن کی تعریف وتشریح مغرب دوسرے انداز سے کرتا ہے۔ غور کیجئے تو پتہ چلے گا کہ دونوں کے تمدن کی اساس الگ الگ ہے۔ دونوں کے اصل جوہر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

مغربی تمدن کا خطرناک پہلو:

مغربی تمدن کے نتائج میں سب سے زیادہ خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس سے انتہائی فکر اور حقیقت صحیحہ کے درمیان تفریق کی ایسی خلیج حائل ہوگئی ہے۔ جس کا پر کرنا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ اقتصادیات کو تمام نظام حیات کی اساس قرار دینا ہے۔ جسے مغرب کے ہر سیاسی کاروبار میں صرف اولیت ہی نہیں بلکہ اعلیٰ ترین مرتبہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

اسلامی تمدن اور مغربی تمدن دونوں کے درمیان اس اختلاف کے پس منظر میں تاریخی اسباب کارفرما ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے مقدمہ طبع اول اور مقدمہ ثانی (طبع ثانی) میں کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، ہوا یہ کہ جب مغرب میں ریاست اور کلیسا کے درمیان اختیار کا فرق رونما ہوا تو یہ اختلاف اس آخری نقطہ عروج پر جا پہنچا۔ جہاں ریاست اور کلیسا دو مختلف گدیاں سی بن گئیں۔ کیونکہ مغرب کے فکر اور تاریخ کی سمتیں بھی متضاد اور مختلف ہی تھیں۔ ادھر کلیسا کی یہ تمکنت کہ وہ سلطنت پر حاوی ہے۔ اور ادھر ریاست کو یہ قدغن کہ پوپ اور حکومت دونوں کے درمیان کوئی مذہبی رابطہ نہیں۔ دونوں کی یہ کشمکش مغرب کی سیاست کے ہر جزو وکل میں پائی جاتی ہے۔ مغرب کے ان مفکرین کے نتائج کا ایک مقدمہ یہ بھی ہے کہ عقل محض (عقل مجرد) اور عقل عملی (مادیات) دونوں کے درمیان بعد بعید واقع ہے اور (اہل مغرب کے نزدیک) ان کا موجودہ تمدن عقل عملی (مادیات) ہی کے صدقے میں اس بام عروج تک پہنچ سکا ہے۔ مغرب میں اسی مغالطہ کی بنا پر متعدد مفکرین نے تسلیم کر لیا ہے کہ نظام عالم بھی اقتصادیات ہی کے کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ مغرب کے ان مفکرین میں ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں۔ جو مذہب، صنعت وحرفت اور فلسفہ ومنطق میں سے ایک ایک شعبہ کو اقتصادی نظام سے مربوط کرنے کے درپے ہیں۔ تاریخ عالم کے گزرے ہوئے واقعات (اور قوموں کے موجودہ تصادم کے نتائج فتح وشکست) کو بھی اس دور کے اقتصادی حالات کا کرشمہ تصور کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے نزدیک نہ صرف تاریخی حوادث معاشی نظام کی برتری ونکبت کا ثمرہ ہیں بلکہ قوموں کے اخلاق کا انحصار بھی ان کے معاشی نظام کی خوبی و بدنمائی پر ہے۔ گویا مغربی فلسفیوں کے نزدیک سارا عالم مادی اور اخلاقی طور پہ معاشیات کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچ رہا ہے۔

اہل مغرب کے نزدیک روحانیت:

مغرب کے فلاسفیوں کے نزدیک روحانی بلندی یعنی دل کی پاکیزگی اور اعلیٰ اخلاق میں برتری ہر ایک کا انفرادی اور ذاتی مسئلہ ہے۔

لہٰذا ریاست کو کسی کے انفرادی مسئلہ سے کوئی سروکار نہیں۔ مغرب نے اس معاملہ میں یہاں تک لاتعلقی اختیار کر رکھی ہے کہ دوسروں کی اس انفرادی آزادی کی پاسداری کو اپنے اصول اور عقیدہ کی آزادی کے مترادف سمجھتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ (فلاسفہ) اس انفرادی مختاری کو بھی قوم کی اقتصادی برتری ہی کا جزو شمار کرتے ہیں۔

مغربی تمدن کا انجام:

میرے خیال میں جس تمدن کی بنیاد صرف معاشی اصلاح و بہبود پر منحصر ہو۔ یہاں تک کہ وہ اخلاقیات کو بھی معاشی سود ومنافع ہی کا ثمر سمجھے۔ اخلاقیات کو معاشرہ کا اجتماعی جز قرار دینے کے بجائے اسے انفرادیت سے علیحدہ تصور کرنے کا دعویدار ہو۔ ایسا تمدن انسان کو سعادت وفلاح یا کامیابی کی حقیقی راہ دکھا سکے ناممکن ہے۔ بلکہ ایسے تمدن کا حصول بالآخر قوم کو مصیبت اور تباہی میں مبتلا کر دے گا۔ جیسا کہ اہل یورپ کی روزمرہ زندگی میں نظر آ رہا ہے۔ جب تک ان کا یہ شعار رہے گا ان کی جنگوں سے دست برداری اور باہمی صلح وصفائی کا وعظ کوئی ثمرہ نہیں لا سکتا کیونکہ ان میں اصل مسئلہ روٹی کا ہے اور وہ بھی ان میں ہر ایک قوم کی اپنی مرضی کے مطابق حل ہونے کا مقتضی یہی وجہ ہے کہ مغربی اقوام میں سے ہر ایک ملک نے جنگی قوت کی روٹی ہی کے نام سے پڑھا رکھی ہے۔ لیکن اصل غرض اپنے لیے روٹی نہیں بلکہ دوسروں کے ہاتھ کا لقمہ جھپٹ

Marfat.com

لینا ہے۔ان میں سے ہر ایک طاقت دوسری حکومت کو دشمنی کی نگاہ کے علاوہ دیکھ ہی نہیں سکتی۔ جیسے ان میں انسانیت کا کوئی رشتہ ہی نہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم انسان کہلانے کے باوجود حیوانوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ہم میں سے ہر ایک قوت کو صرف اپنے ذاتی مفاد کا احساس باقی رہ گیا ہے۔اور وہ اخلاقی مبادیات جن پر ایک دوسرے کی دوستی، محبت، ایثار اور وفا کا انحصار ہے بے نام ونشان ہوگئی ہیں۔

اشتراکیت اور آمریت:

یورپ میں جو حوادث رونما ہو رہے ہیں۔وہ ہماری اس توجیہ اور دعویٰ دونوں کا ثبوت ہیں۔اقوام مغرب کی موجودہ رقابت اور مبارزت اسی اقتصادی نظام کی غلط روی کا نتیجہ ہے۔حتیٰ کہ ان کے تمدن کا ماحصل ایک دوسرے سے جنگ اور دشمنی کے سوا اور ہے ہی نہیں۔یہ وبا یورپ کے اس طبقہ میں بھی اسی طرح پائی جاتی ہے۔جو خود کو جدید اشتراکی نظریہ کا عامل بتاتے ہیں۔اور اس گروہ میں بھی جو اشتراکیت کے دشمن ہیں۔یعنی اجارہ داران آمریت۔

یورپ میں یہ دونوں قسمیں اشتراکیت پسند اور اس کا مخالف گروہ ایک دوسرے کے ہاتھ کی روٹی چھیننے کی تاب میں اس طرح گھات لگائے ہوئے ہیں۔جیسے گدھ مردار کی تاک میں ہو۔تمدن کے یہ دعویدار ہر وقت دوسرے کی دولت کو چھیننے کی فکر میں چاق وچوبند ہیں۔اور لطف یہ ہے کہ دونوں گروہ اپنے آپ کو انسانی حقوق کا محافظ اور اپنے کردار کو ان حقوق کے تحفظ کا پاسبان کہتے ذرا بھی شرماتے نہیں ہیں۔کاش! ان (قوموں) کا یہ رشک ورقابت زندگی کی حفاظت کے لیے ہوتا تو ہم ان کے مبارزہ ورقابت کو بھی طبعی کہتے ہیں۔

اب حل طلب سوال یہ ہے کہ کونسی ایسی صورت ہو سکتی ہے جو قوموں میں باہم صلح قائم رکھے اور ان میں جنگوں سے اجتناب کا رجحان دائمی اور مستحکم رکھ سکے؟

موجودہ صدی (بیسویں) کے ثلث اول (از 1901 تا 1939) میں یورپ کی باہمی جنگوں میں جو حوادث رونما ہوئے۔واضح طور پر ثابت ہے۔کہ جن کی زندگی کی بنیاد قومیت ہی رہ گیا ہے۔ان قوموں میں دائمی صلح اور پائیدار دوستی کا استحکام خیالی اور ایسی آرزو ہے جس کا تصور انتہائی شیریں مگر نتیجہ نہایت تلخ ہو یا مخفی سراب جو دور سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دکھائی دے رہا ہو لیکن حقیقت میں چمکدار ریتلے ذروں کا لامتناہی سلسلہ ہو۔

اسلامی تمدن کی بنیاد:

جو انسان کو ایک دوسرے کے ساتھ ادراک یعنی افہام وتفہیم کے لیے آمادہ کرتا ہے۔اور اس پر بھی متوجہ رکھتا ہے۔از خود اس کی اپنی پہچان بھی اس کی نظر سے اوجھل نہ ہونے پائے۔اس کا یہی ادراک جب ایمان باللہ تک جا پہنچتا ہے۔تب وہ انسان اپنی روحانیت کو مہذب اور دل کو مزکی (پاکیزہ) کرنے کا ذریعہ صرف اس جذبہ کو بنالیتا ہے۔یہی ادراک اس کے لیے عقل وشعور کی ابتدائی غذا مہیا کرتا ہے۔جس میں فرد خود اخلاقی طور پر سر بلند ہو کر اپنے آپ کو انسانی برادری کے ساتھ منسلک کر کے محبت واحسان اور پرہیز گاری کا منبع سمجھنے لگتا ہے۔

جس کے بعد اپنی زندگی کے اقتصادی معاملات کو اسی محبت احسان اور پرہیز گاری کے مطابق درجہ کمال تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔اسلام میں اس امر کی اجازت نہیں کہ اخلاقی اقدار کو راہ سے ہٹا کر نظام اقتصادی کے لیے راستہ ہموار

Marfat.com

کیا جائے۔

اسلامی تمدن کا تصور:

اگر اسلام کا تمدن دلوں میں سما جائے اور اس کے نفاذ اور اجراء کے لیے ویسے ہی ذرائع اور پابندی قانون کا تسلسل کام میں لایا جائے جو مغربی نظام تمدن کی ترویج اور اشاعت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تو انسانیت کے خدوخال میں نکھار آجائے۔ تمدن کی بنیاد اس انداز سے مستحکم ہو جائے جس سے تمام عالم موجودہ بحران سے نجات حاصل کر سکتا ہے، جو اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ موجودہ حالات میں مشرق و مغرب اس بحران سے نجات پانے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف ہے۔ لیکن صحیح طریق کار سے بے خبر ہے۔ اس پر ستم یہ ہے کہ نہ صرف غیر مسلم بلکہ خود مسلمان بھی ان کے ہی نقش قدم پر چل رہے ہیں اور ان کے جوشِ اتباع میں صحیح رخ سے بے خبر ہیں۔

میں برملا کہتا ہوں کہ دنیا کے اس بحران کا حل صرف اسلام کے پاس ہے۔ جس کے لیے اہل مغرب اور مشرق کے رہنے والے ہر طرف نظر دوڑا رہے ہیں۔ لیکن انہیں اتنا قریب دیکھنے کا موقعہ نہیں ملتا کہ ان کا یہ بحران جو باہمی قتال کا موجب بن رہا ہے۔ مال و دولت کی عبادت نے ہی ان کو آپس کی لڑائیوں کے بحران میں دھکیل دیا ہے اس طرف انہیں خیال ہی نہیں آتا اس پر طرفہ یہ کہ جب وہ اس بحران کو اپنے موجودہ مذہب عیسویت کا نتیجہ سمجھ کر کسی دوسرے دین کی تلاش میں نظر دوڑاتے ہیں تو ان کی نگاہ ہندومت سے ادھر کہیں نہیں رکتی۔ اسلام کہ جغرافیائی حیثیت سے ہندومت کے گہوارہ (ہندوستان) سے ان (اہل مغرب) کے قریب تر مشرق اقصیٰ میں پھیلا ہوا ہے۔ اہل یورپ اس دین پر توجہ ہی نہیں کرتے۔ جس کے پاس ان کے موجودہ سیاسی و معاشی بحران کا پورا حل بصورت قرآن موجود ہے اس شرح کے جو حامل قرآن' رسول عربی' کی زندگی کے ہر صفحہ سے ان کی مشکلات میں ان کی رہبر ہو سکتی ہے (یعنی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

دوستو! اس وقت اسلامی تہذیب و تمدن کی وضاحت میرا موضوع سخن نہیں۔ یہ مضمون بذات خود ایسی طویل بحث کا متقاضی ہے کہ اگر اس پر قلم اٹھایا جائے تو زیر تسوید کتاب (حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے برابر بلکہ اس سے بھی ضخیم کتاب درکار ہے۔

البتہ یہاں نظام اسلامی کا مختصر سا تعارف کرایا جا سکتا ہے، ممکن ہے اس ضمن میں دعوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ انداز بھی معرض ذکر میں آجائے۔ جس میں مطلوبہ مباحث کا آنا ممکن ہے۔ اگر ایسا ہوا تو اس سے مزید استفادہ کے امکانات موجود ہوں گے۔

اسلامی نظام تمدن کی مختصر توضیح:

اسلامی تاریخ میں کوئی ایسا دور نہیں گزرا۔ جس میں مسیحی مغرب کی طرح کنیسہ اور سلطنت دو مختلف و متضاد طاقتیں تسلیم کی گئی ہوں۔ جانشینان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خلیفہ ابوبکر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آخری خلیفہ راشد تک) نے بھی دینی حیثیت سے کوئی ایسا ضابطہ نافذ نہیں کیا۔ جس سے خود کو مستثنیٰ قرار دیا ہو۔ اس لیے کہ منصب کی بناء پر کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان پر ترجیح حاصل نہیں۔ صرف تقویٰ اور پرہیزگاری معیار عظمت ہے اور یہی تقویٰ قربت الٰہیہ کا واسطہ

Marfat.com

ہے۔نہ کسی ایسے والی یا حکمران کی اطاعت ایسے امور میں کسی مسلمان پر واجب ہے۔جس سے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک یا فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی ہوتی ہو، یا ایسا کوئی پہلو نکلتا ہو۔جیسا کہ خلیفہ اول ابوبکر رضی اللہ عنہا نے عنان خلافت سنبھالتے ہی اپنے پہلے خطاب میں فرمایا۔

اطیعونی ما اطعت اللّٰہ و رسولہ فان عصیت اللّٰہ و رسولہ فلاطاعۃ لی علیکم !

اے مسلمانو! جو کام میں اللہ جل شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کے لیے کہوں اس میں تم پر میری اطاعت واجب ہے جس معاملہ میں اللہ رب العزت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی دعوت دوں اس حکم کی اطاعت کرنا تمہارے لیے واجب نہیں۔

مگر جب خلافت کی باگ جابر حکمرانوں کے ہاتھ میں آ گئی تو گونا گوں فتنے اٹھ کھڑے ہوئے لیکن مسلمانوں کی قوت فکر وعمل پر اس کا کوئی اثر نہ پڑ سکا۔کیونکہ وہ (مسلمان) آزادی فکر اور قوت عقل کو ہر چیز حتیٰ کہ دین وایمان میں بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتے ہیں۔جس کا واضح ثبوت مامون الرشید (عباسی) کے دور سے ملتا ہے۔جب ایسے حکمرانوں نے خلیفۃ الرسول کے بجائے خود کو خدا کا نائب ظاہر کرتے ہوئے مسلمانوں کی گردنوں کے مالک بن گئے۔

مامون الرشید کے دور میں عقیدۂ خلق قرآن کی مہم کا تصور کیجئے۔جس کے خلاف اس نے ہر قسم کے جبر وتشدد کو فرض سمجھ لیا مگر مسلمانوں نے پورے استقلال و جرأت کے ساتھ مامون کے اس بدعی اور جبری قانون کی مخالفت کی اور اس راہ میں گونا گوں سختیاں برداشت کرنے سے نہ گھبرائے۔

اسلام نے عقل کو ہر معاملہ میں حاکم قرار دیا ہے:

خدا تعالیٰ نے دین اور ایمان دونوں میں عقل وشعور کو حاکمیت کا درجہ دیا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے۔

و مثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء ونداء صم بکم عمی فھم لا یعقلون ۔ (2 : 166)

عقل کی حاکمیت کے بارے میں شیخ محمد عبدہ کی رائے:

آیت متذکرۃ الصدر کی تفسیر میں شیخ محمد عبدہ فرماتے ہیں: ''قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق سمجھ بوجھ کے بغیر دوسروں کی پیروی کرنا کافروں کا شیوہ ہے۔اس لیے جو شخص حقیقت اور صحت حقیقت دونوں امور کو نہیں سمجھ سکتا ایسا شخص مومن نہیں ہوسکتا۔ایمان سے یہ مقصود نہیں کہ انسان بھی حیوانوں کی مانند نیکی کی متابعت پر مائل ہوجائے۔انسانیت کا نتیجہ تو یہ ہے کہ عقل وشعور دونوں کی یک جہتی کے ساتھ علم کی راہ سے ترقی حاصل کرے،اس تصور کے ساتھ کہ جس کام کو بہتر سمجھ کر کیا جارہا ہے وہ (کام) خدا کی رضا کا ذریعہ ہے۔اسی طرح اسے ہر اس کام سے نفرت اور اجتناب ہو۔جس کے بدانجام ہونے کا اسے یقین ہے۔

شیخ نے اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا قرآن مجید نے اسے بے شمار آیتوں میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

(1) ان فی خلق السمٰوٰت والارض و اختلاف الیل وا لنھار والفلک التی تجری

Marfat.com

في البحر بما ينفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فا حيا به الارض بعد مو
تها و بث فيها من كل دابة و تصريف الرياح والسحاب المسخر بين السماء
والارض لآيات لقوم يعقلون۔ (159:2)

(2) و آ ية لهم الارض الميتة احيينا ها و اخر جنا منها حبًا فمنه ياكلون و جعلنا
فيها جنات من نخيل و اعناب و فجر نا فيها من العيون ليا كلوا من ثمرہٖ و ما
عملته ايديهم افلا يشكرون سبحان الذى خلق الا زواج كلها مما تنبت الارض و
من انفسهم و مما لا يعلمون۔

(3) و آية لهم اليل نسلخ منه النهار فاذا هم مظلمون۔

(4) والشمس تجرى لمستقرلها ذالك تقدير العزيز العليم۔

(5) والقمر قد ر ناه منازل حتى عا د كالعر جون القديم۔

(6) لا الشمس ينبغى لها ان تدرك المقر ولا اليل سابق النهار و كل فى فلك
يسبحون۔

(7) و آ ية لهم انا حملنا ذريتهم فى الفلك المشحون و خلقنا لهم من مثلهٖ ماير
كبون o و ان نشا نغر قهم فلا صريخ لهم ولا هم ينقذون الا رحمة منا و متا عاً الى
حين۔ (44,43,42,41)

ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ انہیں ان کے بزرگوں کی پیٹھ میں ہم نے بھری کشتی میں سوار کیا۔اوران کے لیے ویسی کشتیاں بنادیں۔جن پر سوار ہوتے ہیں۔اور ہم چاہیں تو انہیں ڈبودیں۔تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہواور نہ وہ بچائے جائیں۔مگر ہماری طرف کی رحمت اورایک وقت تک بسنے دینا۔

قرآن حکیم نے یہ مفہوم کئی سورتوں میں بیان فرمائے ہیں۔جوانسان کواس کائنات کے پراسرار معاملات پرغور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔جن کے مطالعہ سے انسان پرطرح طرح کے حقائق منکشف ہوتے ہیں اور یہی حقائق بالآخر خالق کائنات پرایمان لانے کامدلل ذریعہ بنتے ہیں۔اللہ خالق کائنات انسان کی قوت عاقلہ کوفکروتدبر کے لیے ہرلحہ پکارر ہا ہے تاکہ عقل ودلیل سے رہبری حاصل کرے نہ کہ اپنے باپ دادا کی قدیمی روایات کواپنا پیشوابنائے۔

قوت ایمان کاثمرہ:

ایمان کی یہ قسم ان اسلامی تعبیرات کاماحصل ہے،جو بوڑھی عورت کے ایمان سے بالکل مختلف ہے۔ایسا ایمان جوغور وتدبر کی روشنی میں دلائل کے ساتھ حاصل ہو۔جوروز روشن کی طرح پرکھا گیا ہو،جس کے جانچنے والے نے اس کا ایک ایک پہلوغور سے دیکھ کراس کے کھرے ہونے کا یقین کرلیا ہو۔وہی ایمان غیر متزلزل اور مستحکم ہوگا۔

Marfat.com

حقائق کائنات پر غور کرنے کا نتیجہ:

جوں جوں انسان زمان و مکان کے اس لامتناہی سلسلہ پر غور کرتا ہے۔اس کا تصور اس بے تابی کے ساتھ بیدار ہوتا ہے کہ اسے خود کو بھی سلسلہ کائنات کا ایک جزو تسلیم کرنے کے بغیر چارہ نہیں رہ سکتا۔جس کی وجہ سے اس پر ایک مربوط ترتیب کا سلسلہ منکشف ہو جاتا ہے کہ اگر وہ کائنات کے ان حقائق کے ساتھ اپنا رشتہ منسلک کرنے سے دور پڑا رہے تو وہ اصل مقصد سے ہٹ کر سراسر نقصان میں گھر جائے گا۔اور یہی ادراک وہ قوت ہے۔جسے ایمان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ایمان ایسا وجدان ہے کہ انسان اپنی ذات کو کائنات کے ساتھ ایسا مربوط سمجھ لے کہ عالم کے لامتناہی دائرہ میں نہ صرف محصور رہے بلکہ کائنات کو اپنی ذات میں منعکس کرنے کا شعور پیدا کرے تو یا اپنے آپ کو بھی اس کائنات کی مقررہ رسم کے مطابق اس کے ساتھ ہی مصروف گردش محسوس کرنے لگے گا۔اس کے بعد اگر وہ اپنی اور کائنات دونوں کی کارکردگی کو عملاً اپنی مدح وثنا کا وظیفہ بنالے تو ایمان کا یہ درجہ اس کے دل کو سرور و انبساط کا مخزن بنا دیتا ہے۔

واجب الوجود کی تحقیق:

رہا یہ سوال کیا رب ذوالجلال ومتعال دنیا میں جلوہ فرما ہے؟ اگر ہے تو پھر وہ موجودات میں جاری و ساری ہے یا ان سے منفصل (الگ تھلگ)

اس مسئلہ پر بحث و تمحیص ایسا جھگڑا ہے۔جس میں پڑنے سے نقصان تو زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے۔لیکن نفع کا کوئی امکان نہیں البتہ نتیجہ گمراہی ضرور ہے۔یہ ایسی بحث ہے جس پر جتنی بحث کی جائے اُتنا ہی جہالت میں اضافہ ہوگا۔اس تفتیش میں اہل قلم اور فلاسفہ نے بے حد کوششیں کیں، آخر تھک کر بیٹھ گئے کہ الوہیت کا مقام ان کے ادراک سے بالاتر اور اس راہ کی ناکامی میں ان کی عقل کی کوتاہی حائل ہے۔

لیکن عقل و فرہنگ کی یہی کوتاہی خدائے متعال پر ایمان کو اور زیادہ استوار کر دیتی ہے۔جب قلب میں یہ یقین پوری طرح جاگزیں ہو جائے کہ ذات صمدیت جلوہ فرما ہے اور اس کا علم ہر شے پر حاوی ہے اور تخلیق کائنات اسی کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے کائنات کی ہر شے کو بالآخر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔یعنی پہلی حالت میں (اور پہلی حالت ہے لم یکن شیئا مذکورا (1:76 م) تب اور زیادہ ایمان کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہم اس کی کنہ ذات سے محض نابلد ہیں۔کیونکہ آج کے دور میں ذات باری کے ادراک سے ماورا کچھ ایسی چیزیں ہمارے سامنے (موجود) ہیں۔جن کا احاطہ کرنے سے ہم محض قاصر ہیں۔مثلاً کہربا (Electricity) اور ایتھر (Ether) جن دونوں کا وجود ظاہر میں دیکھ رہے ہیں اور یہ بھی محسوس ہو رہا ہے کہ آواز اور روشنی دونوں اس کہربا (Electricity) اور ایتھر کی موجوں کے دوش پر ادھر سے ادھر منتقل ہو رہے ہیں۔جو ثبوت ہے۔ان دونوں (کہربا و ایتھر) کے وجود اور ان کی قوت کا! لیکن جب ہم ان کی ماہیت دریافت کرنے پر متوجہ ہوتے ہیں تو ہماری بے مائیگی ہمیں پیچھے دھکیل دیتی ہے۔اسی طرح ہر لحہ ہم خدا کی صنعت کے گوناگوں شواہد دیکھتے ہیں۔لیکن اگر ان صنعتوں کو اس کی کنہ ذات کی تحقیق میں آلہ کے طور پر استعمال کرنے کا تہیہ کر لیں۔تو ظاہر ہے کہ یہ کاوش خود ہماری بے فہمی پر منتج ہوگی اس لیے کہ ذات واجب الوجود ہماری حد ادراک و تعین سے بالاتر ہے اور اس کی کنہ ذات میں منہمک وہی لوگ ہیں۔جو انسانیت کے حدود فرائض متعین کرنے سے اپنا دامن سمیٹ کر واجب الوجود کی تحقیق ماہیت ان

Marfat.com

آلات وادویات سے کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ جو ذرائع (آلات وادوات) ہماری ہی عقل محدود نے تجویز فرمائے ہیں۔ واجب الوجود کی اصل حقیقت کی تلاش میں دوسرا گروہ وہ ہے۔ جن کے تجسس اور ادراک کا ذریعہ پہلے گروہ کے آلات و ذرائع سے مختلف ہے جب یہ گروہ اس مسئلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو قرآن حکیم کی یہ آیت انہیں روک دیتی ہے اور وہ ہے **ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی** اور آپ سے روح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ وہ میرے پروردگار کا ایک حکم ہے **وما اتیتم من العلم الا قلیلا** (85:17) اور تم کو بہت ہی کم علم دیا گیا ہے یہاں پہنچ کر مطمئن ہو جاتا ہے اور خالق روح پر ایمان رکھنے کی بدولت اس کا دل سرور و انبساط سے بھر جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ بے جا قیل و قال سے اپنا دامن بچا کر گوشہ عافیت میں چلے جاتے ہیں۔

اسرار کائنات پر آگہی کا ذریعہ:

مخلوق خداوندی کا مطالعہ ایسی دقت نظر سے کیجئے۔ جس کی دعوت علمی طور پر قرآن نے پیش فرمائی ہے۔ صدر اول کے مسلمانوں کی مانند، جن کے طریق تحقیق سے مقصد وہ نہ تھا۔ جو موجودہ یورپ کے پیش نظر ہے اسلام چاہتا ہے کہ انسان تحقیق کے وسیلے سے اس نظم وروش کو منکشف کرے جو خدا نے کائنات کے لیے مربوط فرمائی تاکہ وہ خود کو اس نظم کے تابع کر کے زندگی کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو۔ چہ جائیکہ یورپ کا مقصد قدرت کے انہی حقائق کے انکشاف سے محض دنیوی مفاد کی پرورش ہے۔ مگر اسلام ہر وسیلہ و ذریعہ کو صرف خداشناسی کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کو معرفت میں جس قدر وسعت حاصل ہوگی، اس کے ایمان واذعان میں اسی قدر اضافہ ہوگا، بالآخر اسی عرفان کی بدولت اسے جماعت کے سود و بہبود کا احساس ہوگا نہ کہ یورپ کی مانند صرف منفعت کا سودا، کیونکہ روحانی کمالات کی وسعت انفرادی مصالح کو اپنے دامن میں جگہ نہیں دیتی وہ تو مشرق و مغرب حتیٰ کہ چاروں اطراف کو اپنے دامن میں لپیٹے ہوئے ہے، اس لیے مادی منافع کو روحانی کمالات پر نثار کر دینا ازحد مفید ہے۔

مگر ایسی انمول دولت کو حاصل کرنے کے لیے صرف قیل و قال ہی کافی نہیں۔ بلکہ علم کے ساتھ قلب واذعان کو اس عالی مقصد کے حصول پر متوجہ رکھنا ضروری ہے۔ اور یہ نعمت حضور خداوندی میں استمداد اور قلب و روح دونوں کو پروردگار عالم کے لطف و عنایات کا دست نگر کیے بغیر حاصل ہونا ممکن نہیں۔ کیونکہ صرف وہی ذات عبادت کی سزاوار ہے اور اسی کی توجہ سے کائنات کے سربستہ راز منکشف ہونے اور زندگی کے طریقے معلوم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ یہی ذریعہ ہے تقریب خداوندی کا جسے ہم اس کی نعمتوں پر اظہار تشکر کے ساتھ حاصل کرنے کے خواہش مند اور اس کے لطف و کرم کے امیدوار ہیں کہ وہ اس منزل پر فائز المرام ہونے میں ہماری مدد فرمائے۔ جس منزل سے ہم سب بحکم قرآن دور پڑے ہوئے ہیں۔

دعا اور استعانت:

وا ذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبو ا لی ولیومنوا بی لعلهم یرشدون۔ (186:2)

اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں قریب ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے

Marfat.com

کی۔ جب مجھے پکارے۔ تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

واستعینو ا بالصبر والصلوٰة وانها لکبیرة الا علی الخاشعین o الذین یظنون انهم ملا قوار بهم وانهم الیه راجعون۔ (46-45:2)

اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے، مگر ان پر نہیں جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے۔ اور اس کی طرف پھرنا ہے۔ اپنے پروردگار سے ملنا اور بالآخر اس کے حضور لوٹنا ہے تو ان پر یہ عمل کٹھن نہیں۔

نماز:

نماز جو تعلق باللہ کا دوسرا نام ہے۔ اور اس مدد و نصرت کی طلب و جستجو سے تعبیر ہے خالی خالی رکوع و سجود اور تلاوت و تکبیر کو نہیں کہتے بلکہ اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ جس سے دل میں ایمان ابھرے، تقدس و احترام کے جذبات پیدا ہوں اور عقل و خرد کو اس کی طرف پرواز کے مواقع میسر ہوں۔

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے۔ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

یہ ہے وہ تعارف جو اللہ تعالیٰ خود ایمان والوں کے اوصاف کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ جس کسی میں یہ اوصاف نہیں اسے ماننا ہوگا کہ وہ نیک آدمی نہیں۔

صادق الایمان مومن:

وہ ہے جو حضور قلب کے ساتھ نماز ادا کرنے اور خدا کو اپنے تقویٰ پر گواہ سمجھتے ہوئے وظائف زندگی ادا کرنے کے لیے اس کی اعانت کا طلب گار ہو۔ اسی ذات سے ہدایت کی استمداد اور خود کے اسرار کائنات پر مطلع ہونے کی التجا کرے اور خدائے برتر پر اس کا ایمان اس درجہ پر ہو کہ ادائے صلوٰۃ کے دوران میں خود کو خدائے برتر و اعلیٰ کے سامنے حقیر محض سمجھے۔

مثال کے طور پہ جب ہم طیارے میں پرواز کرتے ہوئے فضا کے بلند ترین منطقہ پہ جا پہنچتے ہیں۔ اور نیچے کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو سر بلند پہاڑوں اور سینکڑوں میل پھیلے ہوئے دریاؤں اور بڑے شہروں کو ہم ایسے دیکھتے ہیں، جیسے کسی نقشہ پہ چھوٹے چھوٹے نشان اور مدھم سے خط کھنچے ہوئے ہیں۔

سر بفلک پہاڑوں کی بلندی پر ایک نقطہ کی طرح بہتی ہوئی نہریں خط کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ زمین کے تمام نشیب و فراز ایک سے ہو کر رہ گئے۔ نقطہ نظر آتا ہے یا ذرا سی لکیر۔ پھر جوں جوں طیارہ بلندی کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ یہ نقطے اور خط چھوٹے ہوتے جاتے ہیں، زمین جو ہزاروں لاکھوں افلاک اور ستاروں کو اپنی گود میں لیے بیٹھی تھی وہ بھی ایک موہوم سا نقطہ یا گلی کی طرح دکھائی دینے لگتی ہے۔

Marfat.com

ان مثالوں کے بعد حضرت انسان کو خود اپنی طرف دیکھنا چاہیے جو ان پر شکوہ کروں، دریاؤں اور پہاڑوں کے مقابلے میں ذرہ بے مقدار سے بھی کم درجے پر ہے۔ خالق کائنات و مدبر ہستی جس کی عظمت و برتری اس (انسان) کے حدود خرد سے بالاتر ہے، ایسی ذات گرامی کے سامنے یہ (انسان) کس قدر کم درجہ ہے پس حضرت انسان جیسی بے مایہ شے کے لیے یہی سزاوار ہے کہ جب وہ خدا کے حضور وظیفہ نماز کے لیے حاضر ہو تو اپنی قوت و ہدایت کے لیے اس بالا و برتر ذات سے امداد کا طلب گار رہے۔

انسان کو یہ حقیقت کبھی نہیں بھولنی چاہیے کہ وہ اللہ عزوجل کے حضور حقیر محض ہے اور اس تصغیر کی تلافی نہ تو مال و زر سے ہوسکتی ہے نہ اس کا دنیاوی منصب و جاہ اسے پورا کرسکتا ہے۔ البتہ ایمان خالص اور خضوع الی اللہ جس کے دائیں اور بائیں نیکی اور تقویٰ ہے۔ جو انسان کو ایسا مطلوبہ ایمان حاصل کرنے کے لیے اس کی طبعی بے چارگی اور بے مائگی کے اعتراف کا سرمایہ عطا کرسکتے ہیں۔

یورپ کا قانون جو گزشتہ آخری صدیوں میں منضبط ہوا مساوات اسلامی کے آئین کے مقابلہ میں کسی درجہ گھٹیا قانون ہے۔ حتیٰ کہ آج کا یورپ بھی انسانوں میں اصل مساوات سے انکار پر مائل ہے اور وہاں بعض اشخاص کو ابھی تک خاص مراعات ہی دی جاتی ہیں۔

لیکن از روئے اسلام قیام صلوٰۃ کی صورت میں جو مساوات ظاہری طور پہ نظر آتی ہے۔ وہ اسلام میں آزادی فکر کا ثبوت ہے۔ مگر یورپ میں انسانی مساوات کا یہ قحط ہے کہ ایک دوسرے کا مال فریب اور منافقت کے ساتھ پوری دیدہ دلیری سے ہتھیا لیا جاتا ہے۔ اور قانون ہی کی رعایت سے ایسے ذلیل انسان کو بچا لینا سوا سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلامی اور مغربی قانون مساوات میں فرق ہے۔

نماز میں مساوات کا سبق:

خدا کے حضور میں یہ مساوات انسانوں کو برادری کی دعوت دے کر انہیں یہ نکتہ سمجھاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بھائی اور خالق کی عبادت میں شریک ہیں۔ انہیں یقین ہونا چاہیے کہ عبادت کے لائق سب کا ایک خالق و مالک اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ اور مسلمان انسان کی اس برادری کا نام ہے۔ جسے قرآن کی صورت میں دستور عطا فرمایا گیا ہے۔ اور یہی قرآن اس برادری کو فکر و تدبر کی وہ لازوال نعمت عطا فرماتا ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ارتقاء میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ اسلام نے انسان کو فکر و عمل میں جس قدر آزادی، باہمی اخوت اور مساوات دی ہے کوئی اور قوم اس کی مثال پیش کرسکتی ہے، جس کے ماننے والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک صف میں دست بستہ کھڑے ہوں۔ سب کے سب بیک وقت خشوع و خضوع میں سرشار، تکبیر و رکوع اور سجدے میں ہم آہنگ و ہم نوا متوجہ ہوں، کسی ایک کو کسی دوسرے پر ترجیح نہیں۔ کسی کو کسی پر امتیاز حاصل نہیں۔ ہر ایک توبہ استغفار اور طلب استعانت کا بھکاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سوائے نیکی اور تقویٰ کے اور کوئی ذریعہ فلاح و نجات ہی نہیں۔ جب انسانی برادری اس مسلک پہ قائم ہو جاتی ہے تو اس کی عبادت اس کے دل اور روح کو دنیا کے لالچ اور دنیا کی آرائشوں سے پاک کر دیتی ہے۔ پھر وہی انسانی برادری اپنے

Marfat.com

اور بیگانے سب کے لیے محبت واخوت، ایثار وفا کی علامت بن جاتی ہے۔

روزہ کا فلسفہ:

تقویٰ کے اعتبار سے تمام انسان احکام خداوندی بجالانے میں یکساں نہیں ہوسکتے کہ ہمارے جسم مادیت کی وجہ سے ہماری روحوں پر بھاری رہے آتے ہیں۔ اگر ہم نماز میں رکوع وسجدہ اور قرات پر اکتفا کر کے دلوں کو خدا کی طرف متوجہ نہ کریں۔ تو یہ مادی اجسام روح کو پژمردہ رکھتے ہیں اور بہیمیت انسان پر غالب آجاتی ہے۔ جس کے لیے ایسے اعمال ضروری ہیں۔ جو روح کو جسم پر غالب اور انسانیت کو بہیمیت پر مستولی کر سکیں۔ اسلام نے یہ صفت بیدار کرنے کے لیے ہمیں روزہ کی تلقین فرما کر اسے ہمارے مدارج میں ترقی اور تقویٰ میں قوت کا سبب قرار دیا۔

یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (2 - 183)

اے ایمان والو! پر روز فرض کیے گئے۔ جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔

نیک وہی شخص ہے جو تقویٰ کی نعمت سے مالا مال ہے۔ اللہ وحدہٗ لاشریک پر قیامت پر فرشتوں، آسمانی کتابوں، انبیاء اور رسل پر ایمان رکھتا ہے۔ جو مذکورہ آیت کے ایک ایک حرف کے مطابق اعمال کا مالک ہے!

روزہ کی حقیقت:

روزہ کی حقیقت پر اس جہت سے نظر کرنا کہ یہ صرف چند قسم کی لذتوں سے محرومی کا نام ہے۔ سراسر غلط اور بالکل بے معنی ہے۔ ایسا روزہ محض بے سود ہے۔ بلکہ وہ تزکیہ نفس کا ایسا ذریعہ ہے جسے عقل واجب سمجھی ہے۔ روزہ دار اپنے اختیار سے خود پر لازم کر لیتا ہے کہ نفس کو ان مادی لذتوں سے دور رکھے جو اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور اس وسیلہ سے خود کو بلند ترین منزلت پر پہنچا سکے۔ فرضیت روزہ سے یہی باری تعالیٰ کے مدنظر ہے۔ جیسا کہ مذکورۃ الصدر آیت (179/2) کے ساتھ ہی (دوسری آیت میں) فرمایا:

ایامًا معدودات فمن کان منکم مریضًا او علیٰ سفر فعدة من ایامٍ اخر و علی الذ ین یطیقو نهٗ فدیة طعامُ مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیرٌ لهٗ و ان تصوموا خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون۔ (184)

گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں۔ اور جنہیں ان کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے۔ تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور روزہ کھانا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔

روزہ کے اخلاقی فوائد:

ہم روزہ کی قوت سے آزادی عزم اور حریت فکر کو زیادہ توانا کر کے اپنی روحانی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ لیکن یہی بات جب ہم غیروں کے سامنے کہتے ہیں۔ تو انہیں بڑی عجیب وغریب بات لگتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے

Marfat.com

ہاں سے روحانیت کی بنیادوں کو جڑ سے ہی اکھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ اور قصر قوت و مادیت کے مینار اپنی فوجی قوت کی امداد سے آسمان تک پہنچا رکھے ہیں۔ انسان فکر نو کی روشنی میں دوسروں کے مال اور نفس پر تعرض کا مستحق نہیں اسے صرف اپنی ذات پر اختیار ہے، اگرچہ اس کا اختیار عقل اور قانون کے خلاف کیوں نہ استعمال ہو۔ لیکن حقیقت ایسے قانون کے خلاف گواہی دیتی ہے۔

عادت غیر متبدل شے ہے:

مثلاً انسان عادت کا بندہ بھی ہے، جس عادت کے مطابق وہ صبح، چاشت اور شام تینوں وقتوں میں کھانے کا عادی ہے۔ اب اگر اس سے یہ تقاضا کیا جائے کہ صبح کا ناشتہ ترک کر کے صرف چاشت اور شام پر اکتفا کرے تو اتنا اختصار بھی وہ اپنی عادت پر پابندی عائد کرنا سمجھ بیٹھے گا۔ اسی طرح جن لوگوں کی عادت میں تمبا کو نوشی اس طرح مزمن ہو چکی ہے کہ اس کے بغیر وہ ایک لمحہ ضبط نہیں کر سکتے۔ اب اگر ایسے لوگوں کو صرف دن میں تمبا کو نوشی سے روکا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ اسے اپنی آزادی پر بے محل محاسبہ تصور کریں گے۔ اسی طرح جو لوگ مقررہ اوقات میں قہوہ اور چائے یا کسی خاص قسم کے مشروب کے عادی ہو چکے ہیں، اگر ایسے حضرات سے محض اوقات میں تبدیلی کا تقاضا کیا جائے تو وہ اسے اپنی آزادی پر ضرب سمجھ کر چلا اٹھیں گے چہ جائے کہ محض وقتوں کی تبدیلی ان کی آزادی پر ضرب نہیں ہو سکتی مگر وہ اسے بھی سلب حقوق کے بغیر کسی اور چیز سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ ہر مزمن (پرانی) عادت فکر کی سلامتی کے خطرہ سے مبرا نہیں ہو سکتی۔ اس سے ایسے حضرات بھی ہفتہ یا مہینہ میں ایک نہ ایک (i) اپنی ایسی عادت میں اعتدال پیدا کرنے کی کوشش جاری رکھتے ہیں۔ ان کی یہ احتیاط بھی تو ایک قسم کا روزہ ہی ہے، مگر اس کے مقابلہ میں اسلام میں روزہ اپنی نوعیت اور افادیت میں سب سے منفرد ہے۔

روزہ کی تعیین اوقات میں حکمت:

اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کی آسانی کو مدنظر رکھتے ہوئے سال بھر میں مقررہ دنوں کے روزے فرض فرمائے ہیں۔ جن کی تعمیل امیر اور غریب سب پر ہے۔ اور ان کی قضاء کے عوض ناتواں پر فدیہ ہے، مگر مسافر اور مریض کے ذمہ قیام وصحت کی حالت میں قضا واجب ہے۔ صرف متعین دنوں میں روزہ کی پابندی بدنی ریاضت سے قطع نظر باہمی اخوت کا بھی ذریعہ ہے۔ جس میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ مساویانہ حیثیت سے روحانی ریاضت کے ساتھ خداوند عالم کے حضور پیش ہوتا ہے۔ سپیدہ سحر کی نمود سے لے کر آغاز شب تک پورا معاشرہ نماز با جماعت کی طرح یکساں انداز میں روزہ دار ہے۔ اس صورت میں ان کے اندر باہمی مساوات بدرجہ کمال پیدا ہو جائے گا جیسا کہ روزہ داری سے قبل ایک دوسرے کے فرق مراتب میں تفاوت نظر آتا تھا۔ مگر اب وہ تفریق کالعدم ہو جائے گی نماز جماعت کی مانند۔

روزہ زندگی کی مشکلات میں مشعل راہ ہے:

اسی طرح جب ہم اپنے اختیار سے روزہ رکھتے ہیں تو یہ امر منکشف ہو جاتا ہے کہ عقل اگر اسرار زندگی کے صحیح معنی سمجھ لے تو خدا کے حکم سے روزہ رکھنا بعید از فہم نہیں اور نہ ایسا روزہ عادت ہی پر ضرب ہے، بلکہ وہ عادت کی پابندی سے آزادی دلا کر نہ صرف ہمارے اندر عزم و استقلال اور آزادی کی قوت عطا فرماتا ہے۔ بلکہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اگر انسان روحانی

Marfat.com

کمالات حاصل کرنے کی غرض سے اپنے اختیار کو اپنی کسی عادت کے خلاف استعمال کرے تو اس سے اس کی قوت فکر میں ایسی استقامت پیدا ہو جاتی ہے جس سے ایمان کی طویل منزلیں آسانی سے طے کر سکتا ہے۔

اور جیسا کہ محض تقلیدی ایمان کافی نہیں کہ ایسے ایمان سے بہرہ مندی اس شخص کے مسلمان ہونے کے لیے تو کافی ہے۔ مگر یہ شخص مومن کے درجہ تک نہیں پہنچ سکا یہی صورت تقلیدی روزہ کی ہے۔ جس کا رکھنے والا یہ گرہ لگائے بیٹھا ہے کہ روزہ اس کے اکل و شرب کی آزادی پر پہرہ ہے۔ ایسا روزہ دار یقیناً حقیقی کیف و سرور سے محروم ہوتا ہے۔ اس لیے روزہ دراصل انسان کو عادت کی قید سے رہائی دلا کر اس کی روح کو قوی اور طاقتور بنا دیتا ہے۔

زکوٰۃ اور صدقہ:

جب انسان کی روحانی قوت اسے اسرار کائنات کے قریب لے جاتی ہے کہ ہم سب ایک ہی وجود کے مختلف مظاہر ہیں۔ تب وہ دوسرے انسان کے ساتھ محبت کرنے کے لیے بے تاب ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں احساس ابھر آتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کو اپنے بھائی کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ طاقتور کو ناتواں پر رحم اور تو انگر کو نادار کی مالی اعانت کرنا چاہیے۔ پس یہ امداد اگر مقررہ حد (نصاب) تک ہے تو زکوٰۃ اور اگر اس حد سے زیادہ ہے تو صدقہ ہے۔

نماز کی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے:

قرآن مجید نے کئی مقامات پر یکجا زکوٰۃ اور نماز کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ قارئین آیت ذیل کا مطالعہ فرما چکے ہیں۔

لیس البر ان تو لوا وجو ھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللّٰہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبیین و آتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین و ابن السبیل والسائلین وفی الرقاب و اقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ (172:2)

نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ انسانی برداری کو ایسے اجتماعی عمل کی ہدایت فرماتے ہیں جس میں انسانیت کو نوازنے والے اخلاق کی پرورش ہوتی ہے۔

اقیموا الصلوٰۃ واتوالزکوۃ وارکعوا مع الراکعین (2 : 43)

قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ کامیاب ہو گئے ایمان والے جو اپنی نماز میں جھکنے والے ہیں اور جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون

Marfat.com

والذین هم للزکوٰۃ فاعلون۔ (33-1-4)

صدقہ ایمان کا ہم پلہ ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اور صدقہ کا حکم بار بار ارشاد فرمایا ہے۔جس میں کہیں صدقہ کو نیک اور مفید امور میں ثواب حاصل کرنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور کہیں اسے ایمان کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔

خذوہ و فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعًا فاسلکوہ انہ کان لا یومن باللّٰہ العظیم ولا یحض علی طعام المسکین۔ (69 : 30 - 34)

اس کو پکڑو پھر طوق ڈالو پھر آگ کے ڈھیر میں اس کو ڈالو پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو وہ یقین نہ لاتا تھا اللہ پر جو سب سے بڑا ہے اور تاکید نہ کرتا تھا فقیر کے کھانے پر۔

اپنے معاشرہ میں جائزہ کیجئے کتنے فرعون آج بھی موجود ہیں۔

ایک اور مقام میں فرمایا۔

و بشر المخبتین الذین اذ اذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم والصابرین علی مااصابھم والمقیمی الصلوٰۃ ومما رزقنا ھم ینفقون۔ (35-34:22)

اور بشارت سنادے عاجزی کرنے والوں کو وہ کہ جب نام لیا جائے اللہ کا ڈر جائیں ان کے دل اور سہنے والے اس کو جو ان پر پڑے اور قائم رکھنے والے نماز کے اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اور تیسری جگہ فرمایا۔

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وّ علانیۃ فلھم اجر ھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ (2 : 274)

قرآن حکیم میں صدقہ کا تذکرہ محض ایمان باللہ یا صرف نماز کے اجر و ثواب کا ہم پلہ ہی قرار دینے کے لیے نہیں کیا گیا، بلکہ اس صدقہ کی مدح میں ایسا عجیب پیرایہ اختیار فرمایا کہ گویا صدقہ ہر عمل سے زیادہ افضل ہے۔

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا و تو تو ھا الفقراء فھو خیر لکم۔ (27:2-1)

اگر ظاہر کر کے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں۔

قول معروف و مغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی واللّٰہ غنی حلیم۔ (2 : 263)

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات اور دن کو چھپا کر اور ظاہر میں تو ان کے لیے ہے ثواب ان کا ان کے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تبطلو صدقاتھکم بالمن والا ذی کالذی ینفق مالہ رتاء الناس۔ (2 : 263)

اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ اور ایذا دے کر۔

Marfat.com

مستحقین صدقہ:

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعملین علیها والمولفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین و فی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله والله علیم حکیم۔

زکوٰۃ جو ہے وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور جن کا دل پرگر جانا منظور ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے رستہ میں اور مسافر کو ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ثابت ہوا کہ زکوٰۃ اور صدقہ دین اسلام میں ایک اہم فریضہ اور دین کا رکن ہے۔ البتہ ایک سوال یہ ہے کہ آیا اسے اجزائے عبادت میں شمار کیا جائے یا محض اخلاق وتہذیب کا مظاہرہ کیا جائے واللہ زکوٰۃ اور صدقہ بھی عبادت ہیں۔

صدقہ کی اہمیت:

اسلام نے صدقہ وزکوٰۃ کو جس جلی عنوان کے ساتھ ایمان کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ وہ اپنی ذات میں یہ صلاحیت لیے ہوئے ہے کہ اگر متمدن اقوام اس پر عمل پیرا ہوں تو بنی نوع بشر کے بہبود کا فریضہ خوش اسلوبی سے ادا کرسکتی ہیں۔ بخلاف اس کے مال وزر کو خزانوں میں جمع رکھنے اور دوسروں پر تفوق حاصل کرنے کی تگ ودو میں لگے رہنے کا ثمرہ نہ صرف عوام کی مذلت بلکہ خونریز لڑائیوں کا منبع ہے۔ جو مادہ پرستی کی نحوست کے سوا کوئی اور نتیجہ پیدا نہیں کرسکا۔ اسی کی بدولت اخوت جیسی نعمت بیکراں سے منہ موڑ کر دوسرے بھائی کی دشمنی پر کمر باندھ لی جاتی ہے۔

اگر مادہ پرست غور کریں تو انہیں اخوت انسانی کے سامنے مادیت پرستی سے دست بردار ہوئے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں۔ کاش! اہل دولت اللہ پر ایمان لاکر انسانی برادری کا طبعی حق ادا کرسکیں۔ جس کا اولین مظاہرہ محتاجوں کو افلاس سے بچانا اور مظلوم کو چیرہ دستوں سے نجات دلا کر اس کی حرمت بحال کرنا ہے۔ جیسا کہ دور حاضر میں خیراتی شفا خانے اور امدادی ادارے کام کررہے ہیں۔ جن سے انسانی زندگی کا تحفظ اور مفلوک الحال طبقہ کی اعانت مقصود ہے۔ یہی کام اگر انسانی برادری اور شکر نعمت کی صورت میں کیے جائیں تو انسان کو دلی سکون حاصل ہو اور اس کا یہ فعل بہت ہی بلند اور اُونچا سمجھا جائے۔ جیسے کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

وابتغ فیما اتاك الله الدار الأخرة ولا تنس نصیبك من الدنیا واحسن کما احسن الله الیك ولا تبغ الفساد فی الارض ان الله لا یحب المفسدین (28 : 77)

اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے کما لے پچھلا گھر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ سے اور مت چاہ خرابی ڈالنی ملک میں اللہ کو بھاتے نہیں خرابی ڈالنے والے۔

حج:

اسی قسم کی برادری بنی آدم میں محبت کا رشتہ مربوط کرسکتی ہے۔ خیال رہے کہ اسلام نے انسانی برادری کو مستحکم اور برقرار رکھنے کے لیے نہ تو وطنیت کو درخور اعتنا سمجھا اور نہ محبت واخوت کے تقاضوں کو کسی ملک یا کسی قطعہء زمین میں منحصر جانا۔ بلکہ

Marfat.com

اسلام محبت کولامحدود رحمت خداوندی قرار دیتا۔ چنانچہ اسلامی تعلیم کے مطابق محبت کا دائرہ تمام ربع مسکوں کو اپنے حصار میں لیے ہوئے ہے تاکہ خدا کی رضا جوئی کے جذبہ میں ہر شخص دوسرے کی طرف محبت کا ہاتھ بڑھائے۔ ایسی محبت جو ایمان زیادہ کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور یہی محبت انسانوں کو دور دراز سے کھینچ کر ایک ایسے میدان میں جمع کرنے پر قادر ہے۔ جو اجتماع کے لیے بے مثل مقام ہے جس میں باہمی محبت کا فوارہ ابل رہا ہے۔ یہ بیت اللہ ہے، اس کے شہر کا نام مکہ معظّمہ ہے اور مومنین کے اس اجتماع کو حج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حج جس کے لیے ہر مومن کی زندگی میں ایک مرتبہ تکلف رحلت واجب ہے۔ اس لیے کہ شعائر حج ادا کرنے سے ایمان باللہ میں مزید استقامت پیدا ہو۔ اور انسانی برادری کی قدر و قیمت میں ترقی ہو۔

الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج وما تفعلوا من خير يعلمه الله و تزودوا فان خير الزاد التقوى واتقون يا اُو لي الالباب۔ (1.97:2)

حج کے کئی مہینے ہیں جاتے ہوئے۔ جو ان میں حج کو اہمیت کرے۔ تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا۔ حج کے وقت تک تم جو بھلائی کرو۔ اللہ اُسے جانتا ہے۔ توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیز گاری ہے۔ اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔

حج سے برادری کا رشتہ استوار ہوتا ہے:

یہاں مومنین حج کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے تعارف سے برادری اور مواخات کا رشتہ اور استوار ہوتا ہے ایمان میں مزید استقامت حاصل ہو کر فرق مراتب ختم ہو جاتا ہے (اور یوں بھی مومنین میں یہ فرق نہیں اس سرزمین میں پہنچ کر ان میں یہ احساس اور شدت سے بیدار ہو جاتا ہے کہ خدا کے سامنے ہر ایک مومن کا درجہ یکساں ہے اور یہ کہ انہیں خدا کی دعوت کو صدق دل سے قبول کرنا چاہیے۔ جن میں سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ جو تمام نیکیوں اور نعمتوں کا مصدر ہے، جس کی روشنی میں تمام اوہام شکست خوردہ ہو کر چھٹ جاتے ہیں، جس ایمان کے سامنے مال، اولاد اور جاہ و منصب زوال پذیر تصورات کی مانند نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ایمان ہی کی روشنی میں حقیقت، نیکی اور جمال کا صحیح ادراک ہو سکتا ہے اور کائنات کے غیر متبدل اسرار اس کے پرتو سے مجلی نظر آنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرزمین مکہ میں حج کے موقع پر مومنین کے دل میں اخوت کا وقار اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ اسلام کے یہ اصول و فرائض حضرت محمد علیہ السلام پر وحی کی صورت میں نازل ہوئے یہی اصول ایمان کے ارکان ہیں، جن کا تذکرہ مذکورۃ الصدر آیتوں میں کیا جا چکا ہے اور یہی اصول اسلامی زندگی کی اساس ہیں۔ جن کے بعد ان اخلاقی قوانین کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ جن کی بنیاد ایمان ہی ہے۔ جو (اخلاق) ایمان کے شجر میں پھل اور پھول کی شکل میں نمودار ہوئے۔ اور جن کا رنگ و بو دنیا کی کسی متمدن قوم کے ہاں دیکھنے میں نہیں آیا۔

قرآن مجید نے اخلاقی رواداری کا جو خاکہ پیش کیا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے سے انسانیت کا اعلیٰ ترین درجہ حاصل ہو سکتا ہے یہ اصول قرآن کی ایک ہی سورۃ میں نہیں۔ بلکہ متعدد حصوں میں ہیں۔ آپ دنیا کی متمدن سے متمدن قوم کے ہاں اس کا بدلہ نہ پاسکیں گے۔ بشرطیکہ آپ کے مدنظر یہ ہو کہ جو کردار ایمان باللہ اور تزکیے نفس و تعقل کی بدولت حاصل

Marfat.com

ہوا190 اور جس (اخلاق) سے مادی منفعت مقصود نہ ہو۔ وہ اخلاق انسان کو کس بلندی پر پہنچا سکتا ہے۔

حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے جو اہم نقوش ظاہر کیے گئے ہیں۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی ہستی ہیں جو مقام عفو و برتری کے تمام مراتب و مراحل طے کر چکے ہیں۔

جو لوگ اچھی زندگی کے لیے نمونہ و مثال کی کھوج میں ہیں۔ ان کے لیے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ایسا جامع اور کامل واکمل نمونہ ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی اور کے نمونہ کی ضرورت باقی ہی نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اعمال حسنہ کے حسین وجمیل اور واضح نقوش کہیں بھی نہیں ملیں گے۔ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے شانہ سے قبل بھی صداقت وشرافت کی ضرب المثل ہیں۔ اور نبوت کے بعد بھی صداقت وامانت، شرافت وحکمت، عدالت وشجاعت کی علامت کبریٰ ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر لمحہ قربانی کے لیے وقف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صداقت وحقیقت اور منصب رسالت کی تبلیغ کی کوششوں میں کئی دفعہ موت کے پاس پہنچے لیکن کیا مجال کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقصد سے ڈگمگا جائیں اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی بے مثال امتیاز حاصل ہے کہ کسی نے آپ کو حیات سے ہٹانے کے لیے جاہ ومال کا لالچ دیا تو نے اسے ٹھکرا دیا۔

حضور اکرم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی کے جس بلند وبالا رتبہ پہ فائز ہیں۔ اور ہستی کی رسائی وہاں تک ہونا ناممکن ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے مثال کمالات زندگی کے کسی ایک شعبہ تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہر شعبہ کے لیے بے مثال ہے۔

ہزاروں صدیاں گزریں، کروڑوں انقلاب آئے اس رحمت للعالمین اللہ کے آخری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کی روشنی کو ماند کرنے کی نہ معلوم کس قدر سازشیں ہوئیں بلکہ ہو رہی ہیں۔ لیکن اس ہستی کی صداقت کی روشنی اس کی چمک اس کی آب وتاب اپنی جگہ ممیز ہے۔ درخشاں ہے تابندہ ہے۔ بہت سی ہستیاں زندگی میں بڑے بڑے بلند مقام پر فائز بھی ہوئیں مگر خاتم المرسلین الصلوٰۃ والسلام کا رتبہ ومقام ان سب سے آج بھی بلند وبالا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل رسالت ونبوت کا عظیم ترین منصب بے شمار ہستیوں کو نصیب ہوا ہے۔ یہ تمام ہستیاں اپنی قوم کو ہدایات دیتی رہتی تھیں مگر ان بے شمار نبیوں میں سے کسی کو بھی تمام دنیا کی رسالت کا اعزاز نہیں ملا۔ اور نہ ہی کسی کو ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جیسا خصوصی مقام ومرتبہ ملا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آخری کتاب قرآن مجید نازل ہوئی ہے۔ اس کتاب کا ہر حرف صداقت اور اس صداقت کا نور پائندہ وتابندہ ہے۔

ما كان حديثاً يفترى ولكن تصديق الذى بين يديه وتفصيل كل شئ و هدى و رحمة لقوم يومنون۔ (111:12)

قرآن ایسی بات نہیں جو اپنے دل سے بنائی گئی ہو بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں قرآن ان کی تصدیق کرنے والا ہے۔ ہر چیز کو تفصیل سے بیان کرنے والا اور مومنوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے۔

Marfat.com

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحم و کرم سے اُمید ہے کہ میں نے جس مقصد کے لیے قلم اُٹھایا تو جہاں تک میری علمی بساط تھی اس نے مجھے اس میں پوری کامیابی عطا فرمائی۔

لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔

رب تعالیٰ کسی جان پر اس کی قوت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ ہر انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے اپنی محنت سے کمایا۔ (اگر اچھے اعمال کیے تو اجر ملے گا اور اگر بُرے اعمال کیے تو بُرا اجر ملے گا) باری تعالیٰ اگر ہم سے کوئی خطا ہو گئی ہو تو ہم کو معاف فرما کر مواخذہ نہ کرنا ہمیں بخش دینا (آمین)

ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ۔ واعف عنا و اغفر لنا و ارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

اے پروردگار! ہم پر ایسی ذمہ داری نہ ڈالنا جیسا کہ تم نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالی۔ اے پروردگار! جس قدر بوجھ اٹھانے کی ہم میں قوت نہیں اتنا ہمارے کاندھوں پہ نہ ڈالنا۔
اے پروردگار! ہمارے گناہوں سے درگزر فرما۔ ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی تو ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر فتح و کامرانی عطا فرما۔ آمین!

☆☆☆

Marfat.com

مآخذ

ن کا ذکر مصنف نے کیا۔

(ا)

☆ الابطال۔کارلیل
☆ اسباب النزول۔الواحدی
☆ الاسلام۔اب لانس
☆ الاسلام الصحیح۔استاد محمد اسعاف انشاشیبی
☆ الاسلام والنصرانیۃ۔امام محمد عبدہ

(ب)

☆ البحر الرائق۔ابن نجیم
☆ البدایہ والنہایۃ۔ابن کثیر

(ت)

☆ تاریخ ابن کثیر۔البدایہ والنہایہ
☆ تاریخ ابی الفداء۔البدایہ والنہایہ
☆ تاریخ الرسل والملوک......طبری
☆ تفسیر طبری......جامع البیان
☆ تفسیر آیات القرآن الحکیم

(ح)

☆ حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیل درمنجم۔
☆ حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم..........ولیم میور۔

(د)

☆ دائرۃ المعارف البریطانیہ۔
دلائل النبوۃ۔ابی نعیم اصبہانی

Marfat.com

(ر)

☆ رسالہ فی التاریخ العرب۔کوسان دیر سفال
☆ روح الاسلام۔امیر علی
☆ روح المعانی۔آلوسی

(س)

☆ سیرۃ ابن ہشام

(ش)

☆ شرح مسلم نووی
☆ الشفاء قاضی عیاض

(ص)

☆ صحیح مسلم

(ط)

☆ الطبری۔تاریخ الرسل والملوک طبقات ابن سعد۔ابن سعد

(ف)

☆ فتح العرب مصر۔دکتور بتلر
☆ فجر الاسلام۔استاد احمد امین
☆ فی الادب الجاہلی............دکتور طٰہٰ حسین

(ق)

☆ قصص الانبیاء......استاد عبدالوہاب نجار

(ک)

☆ کتاب البخاری۔الجامع الصحیح
کتاب واشنطن ارفنج
کلیات ابی البقاء

(م)

☆ مجلۃ المستشرقین الالمانیہ۔
مجلۃ المنار۔
مغازی الواقدی
مفتاح کنوز السنۃ

Marfat.com

موسوعۃ ۔اروس الفرنسیۃ

(ن)

الناسخ والمنسوخ ۔ابن سلامہ

النہایہ ابن اثیر

(و)

الوحی المحمدی ۔رشید رضا

(ی)

الیہود فی البلاد العرب ۔اسرائیل والفنسن ۔

☆☆☆

Marfat.com